

لَقَدْ كَانُوا فِي رِيسُولِ اللَّهِ سُوءَ فَهْمٍ

أَسْوَدُ الرَّسُولِ

جلد دوم

سوانح حیات مقدسہ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین رسول الہم محمد بن عبد اللہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آغاز حالات ولادت با سعادت آنحضرت تا واقعات پنجم سال ہجرت  
مؤلف

خان بہادر سید اولاد حیدر

(مولف سوانح خضرات چارہ دہ معصومین اسلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

شہ شہ زین العابدین علیہ السلام میں بشارت آئی تھی

اللہ اکبر

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَمْحَمَّدٌ لِلّٰهِ رَسُوْلٌ الْعَالَمِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَالسَّلٰمُ عَلٰی سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاِلٰهِ الطَّيِّبِيْنَ الظَّاهِرِيْنَ  
خدا سے سبجائے تعالیٰ کی مہربانی اور ملک و قوم کی حلاوت کی طرف سے اسوۃ الرسولؐ کی  
جلد دوم۔ بانظران قوم و ملت کی خدمت میں پیش کرے ہیں۔ لوریج قبول رؤیس ناد

جلد اول میں قبل از اسلام عرب کے تاریخی، جغرافی، سیاسی، تمدنی، قومی، اور مذہبی حالات و واقعات  
مفصل اور مسلسل طور پر بیان ہو چکے ہیں۔ اور انھیں کے ساتھ ساتھ انبیاء سے سابقین اسلام اللہ علیٰ نبینا و آلہ علیہم  
الرحمہ کی شریعتیں، طہارت اہم سابقہ میں اور حضرت کی تعلیمات اور ان کی لغوی فہمیں قوم و فاضل کو حدیثی اور ایک  
سرستی کی، انہیں جو اصل شریعت اسلامیہ کا مفہوم تھے۔ تاریخ و سیرت کے خالص اصول و سلسلہ و اریوری  
تفصیل سے قلمبند کر دی گئیں ہیں سابق انبیاء سے عرب کے دیگر حالات میں حاصل طور پر سلسلہ و اریوری  
اور حلاوت و مطہرۃ اسمعیلی کے حالات و واقعات زیادہ تفصیل و تشریح سے بیان کیے گئے ہیں اسلئے کہ یہی حضرت محمدؐ  
انوار ختم النبیین و محمدؐ آثار و اسرار سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ الطاہرین تھے۔

اس شجرہ طیبہ میں قید ارباب آئین سے لے کر حضرت عبدالمطلبؐ تک جتنے قابل الذکر بزرگوار گذرے ہیں  
اور ان کے حالات و واقعات تحقیق کر کے تفصیل سے لکھ دیے گئے ہیں۔ اس لئے کہ کلیات اولین کے ابھیں مقدمہ  
خاتم الرسالت کا آغاز ہوتا ہے یا ان سبھا جاوے کہ اسی مبداء سے نچرنا و اق علیات اسلام کی تمام خصلتوں کے سلسلہ  
واقعات مسلسل ہوتے ہیں۔

انسوس ہے کہ فہم باخود کے طریقہ البیت کے خلاف۔ حدیث تاریخ نویسوں اور سیرت نگاروں نے ان بردگوں  
کے حالات کو واقعات قبل اسلام سمجھ کر باسیرت الہی کے موضوع خاص سے راہ جان کو قلم انداز کر دیا ہے لیکن ہم نے ان کے  
نقل و اندراج کو اس لئے ضروری اور عمدہ سمجھا ہے کہ ان کے ذکر و بیان سے خاندان رسالت اور دو دمان نبوت کی قدیم  
وقار و جاہلیت و اقتدار اور ملک و قوم پر ان کا اعتبار و اعتناء ثابت ہوتا ہے۔ اور انھیں امور کے ساتھ ان کی سلامت و روی  
یک لمسی خوش اخلاقی اور قوم و وطن کے ساتھ ہمدردی کے پورے ثبوت ملتے ہیں۔



جلد دوم میں۔ حجاب ختمی منسبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے لے کر ہجرت کے پانچ سال تک کے تمام حالات و واقعات کامل تشریح و تفصیل سے قلمبند ہیں۔ آثار رسالت سے پہلے رسول رسالت کے اسباب اور خاص کر جریرہ نمائے عرب میں حضرت ختم المرسلین کی بعثت اور آثار رسالت کے قیام و قیوت کی مخصوص توجیہات تاریخی ثبوت کے ساتھ مندرج کی گئی ہیں۔ اسی ضمن میں عرب کے تمام الہامی اور غیر الہامی مذاہب و عقائد اور دستور و مراسم بھی بیان کئے گئے ہیں۔ خاص کر عرب کے دو بڑے مذہب۔ یہود و عیسائی تشریحات کے درمیان کی یوری کینیت لکھی گئی ہے۔ اس لئے کہ اسلام کو ہر مقام پر ان سب مخالفہ کامتواتر اتفاق ہو اسے

یہود سے زیادہ عیسائیوں کی سرعت اوں کے اعتقادات۔ اعتقادات میں جو عرصانہ احترامات۔ آئیں میں فرقہ سداں۔ ان تمام فرقوں کے بعد جدا حالات بقید سنس سلسلہ وارد راج کے گئے ہیں اس لئے کہ ابتدائے اسلام میں انکی مخالفت انی ضرر رساں ثابت ہوئی ہے جتنی موجودہ وقت و زمانہ میں عرب کی تاریخ اور اسلام کا کارنامہ یہودیت و عیسائیت کے بڑے بڑے بہرہ گاہ اسلام کے ابتدائی زمانہ میں دکھلاتا ہے یہود تو اسلام کے ساتھ خوب جی بھر کر لڑے مارا اور مرے لیکن ان کے رئیس عیسائیوں کے ابتدائی ہی سے اسلام کے مقابل طبعی حموتی اور سکوت اختیار کیا کبھی کبھی انکی ہمت سکوت ٹوٹی بھی تو اسلام کے متغلب ان کے ٹوہہ سے اظاظ تائیدی اور نصیدی ہی بن گئے دما حطہ ہو۔ ماتہب مجرا کی اوں تصدیق رسالت آنحضرت م۔ نجاتی کی تائید و تصدیق اسلام واقعہ ہجرت اولی۔ حداس کا اقرار رسالت یسرطاف قل ہجرت، اوس زمانہ میں عیسائیوں کی یہ حموتی اوں کی حیلۃ الوقتی اور حکمت عملی پرستی کی حالے با اوں کی کئی اعداد و اذلت افراد کی وجہ سے قرار دی جائے۔ لکس بھ ضرورت تسلیم کرنا پڑے گا کہ بمقابلہ یہود۔ ابتدائے اسلام کو عیسائیوں سے اتنا ضرر نہیں پھونچا۔ حنا یہودوں سے۔

یہود اسلام کے منائے کی کومتستوں کے ساتھ عرب سے آپ ہی مٹ گئے اور اپنی بدعلاقیوں کی وجہ سے آج تک نہ پھر قومی اعتبار ہی حاصل کر سکے اور نہ وہی اقتدار۔ ان کے برعکس عیسائیوں نے حفاظت و حمایت اسلام کے سامنے آکر مغربی و شمالی عرب میں اتنی قوت و عظمت حاصل کر لی۔ کہ وہیں سے بلا یورپ اور تمام اقطار عالم میں پھیل گئے لیکن قوت و عظمت پا جانے کے زمانہ سے لے کر آج تک اوسی اسلام کو۔ جو ہر زمانہ میں اسکا محسوس اور معاون ثابت ہو چکا تھا عیسائیوں نے بدت ملامت سار دکھا ہے۔

کس بہا موجب علم ہر اس کہ مر اعاقبت نشانہ مکر و

قیام مکہ کی سیرۃ سالہ مدت میں بھی طور پر تبلیغ رسالت اور دعوت اسلام کے سامنے واقعات و حالات تفصیل بطور لکھے گئے ہیں اور اول سعادت میدان رورگار کے تفصیلی حالات قلمبند کئے گئے ہیں جنہوں نے اپنی تحقیق و تلاش خاص سے اسلام کی تصدیق کی اور مشرف بایمان ہو کر سفت اسلام کا ظرف حاصل کیا۔ اسلامی سہرت نگار۔ ان واقعات کو

راہِ سبکھرا تفصیل سے میں لکھتے۔ لیکن ہم نے ان کے واقعات کو اسلام کے روحانی مآثر کا معیار صداقت قرار دے کر یہی تفصیل سے لکھا ہے اور حتی الامکان ان تمام برگزواروں کے قبول اسلام اور حصول ایماں کے متصل حالات درج کئے ہیں۔

حصول نے اپنی تحقیق و تلاش۔ غور و خوض اور دلی مشاہدہ و تجربہ سے اسلام کی صداقت کے اعتراف کا اظہار اور اس کی متابعت کا اقرار کیا ہے

قبام مکہ کے زمانہ میں داعی اسلام علیہ وآلہ السلام نے ظالمین و فاسقین کی طرف سے جو مظالم اور تباہیاں کئے گئے اور دعوت اسلام کی ممانعت میں جو انواع و اقسام کی تدبیریں عمل میں لائی گئیں اور سپردی اقوام و قبائل سے ساریں کی گئیں وہ موجودہ تمام اسلامی سیرت کی کتابوں سے زیادہ مفصل طور پر لکھی گئی ہیں۔

عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانی۔ دو دستوں کے احوال کو یوں ہی تشریح و توضیح سے لکھا کہ اسلام کی مخفی دعوت کی حقیقت اور اس کے کوہِ دُور و صُور سے طور سے ثابت کر دیا ہے اور بتلادیا کہ اکثر فحش اعتقادوں اسلام کی ممانعت و استعجال نے ابتداء میں اعلان اسلام پر اصرار قتل و زور سے کر کے فائدے کی بجائے نقصان اڑھایا ہے۔

بچہ وہ حقیقت ہے جس کو علی الاکثر سیرت نگاروں نے نظر انداز کر دیا ہے۔

تیسرے پانچ سال موت سے ہجرت کے پہلے سال کی ابتدا ہوئی ہے اور پیغمبر اسلام علیہ السلام مکہ منقطع سے مدینہ منورہ میں تشریف لے جاتے ہیں واقعات ہجرت میں تقلید اسلاف اور تاکید و نایہ عقاید کے ریا تر ہو کر جیسی اور جیسی نقاب لگائی گئی ہے اس کو یوں اکتشاف کر دیا گیا ہے اور ان تمام جارحی اور سپردی گرد و غبار سے حقیقت و اصلیت کا حمال آئینہ نما صاف کر دیا گیا ہے۔

قیام مدینہ کے وقت سے پانچ برس تک کے متصل اور مسلسل واقعات ہماری موجودہ جلد دوم کے مخصوص جزئیات میں۔ بیتِ عقد اور تعینِ نصاب سے دو ارودہ گاہ کے بعد مبلغینِ اسلامی کی فداکار ہجرت صحابہ ہاجرین متبعین انصار کے بے لطف اکرام و امتیاز۔ مختصر مملی اند علیہ وآلہ وسلم کا وورد۔ قبا اور مدینہ میں آپ کا میر مقدم۔ عقیدہ مندوں کا ہرج و مرج۔ استحقاق۔ حقارت۔ الوائوت انصاری کا شرف بینا بی۔ تعمیر مسجد نبوی وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر تو وہی حال اب میں جو نامی کتب تاریخ و سیرت میں عموماً مستند ہیں لیکن ان میں سے اکثر واقعات میں اور تمام جزئیات کی بھی تفصیل کر دی گئی ہے جو عوام سیرت نویسوں کے قلم سے چھوٹ گئے ہیں۔

مادہ حکما کے حقیقت۔ اسباب ظاہر پر نظر رکھ کر کچھ سمجھ گئے ہیں کہ کتنے سے مدینہ میں بھونچے ہی اسلام اور باقی اسلام علیہ السلام کو براہِ میں آسانی و راحت آرام اور اطمینان مل گیا یا ایسا سمجھنا حقیقت سے ناواقفیت اور غیب سے بے جبری ہے۔ ایسا نہیں۔ مکہ کی فحش اور مضمحل تبلیغ سے علانیہ اور علی روس الاشہاد و ہدایت و ارشاد اور مادہ پر غلط تھے اس میں شک نہیں کہ مستند باعوان و انصار کی وجہ سے دعوت اسلام کو اب احصائی ضرورت ماتی نہیں رہی تھی تو کیا

اس تنہا ضرورت کے رفع ہو جائے سے اعلان اسلام کی تمام دستواریاں بھی جلی گئی تھیں عمومی تبلیغ میں تو دُشمنوں کے مظالم اور ایدارسانی کے کم اندیشے تھے اس لئے کہ اُن کو صرف یہی ہنوتی تھی نظاہری اور ملی الاعلان و دعوت ایمان کے وقت تو گویا اون کے مظالم کے لئے کوئی جواب ہی نہیں تھا اس لئے حقیقت سراسر خسرات حب ال دونو مختلف مقامی حالات پر موارنہ کی نظر ڈالتے ہیں تو انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ مکہ سے راید مدینہ میں ایک ایک قدم اسلام کی تعلیم و تبلیغ کی تمام راہیں انواع و اقسام کی دسواویوں سے بھری پڑی تھیں۔

انہیں دسواویوں کو امتداد میں نظر رکھ کر پیغمبر اسلام علیہ السلام نے اتحاد عام اور مساوات بین الناس کی تعلیم سے دعوت اسلام کا آغاز افتتاح فرمایا۔ اس لئے کہ مکہ کی طرح مدینہ ایک ہی قوم و مذہب کے لوگوں کا مرکز نہیں تھا۔ مکہ خاص مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں مختلف مذاہب عقاید اور قبائل کے لوگ آباد تھے اس سارے ماحول میں تھا کہ پیغمبر اسلام نے دعوت کی غیر اسلام کے انتظام اور اس کے مجوزہ عنوان امن عام وہاں قائم ہو سکیں مدینہ کے عدم بائیسے یہود و انصار تھے۔ یہود تو یہود۔ انصار جو اسلام کے خاص الحاص مزینان تھے اور انہیں و مددگاروں و خزانہ کے دو مخالف فرتوں میں منقسم تھے۔ پیغمبر اسلام ہی کے فیوض تھے جنہوں نے ان کی مدغم مخالفت کو باہمی مواءمگی تبدیل کر کے دو فرقوں کو ایک رشتہ اتحاد میں وابستہ کر دیا انصار کے اندر یہود سے بھی شرائط شائع و امن عام پر اقرار دستیابی کر کر انصار یہود گویا دو قوموں کو ایک کر دیا جیسا کہ آئندہ تفصیل سے معلوم ہوگا

مدینہ سورہ کی اندرونی تنظیم اتحاد کو درست کر کے پیغمبر اسلام علیہ السلام نے گرد و پیش کی غیر مسلم قوم قبائل کو بھی اسلام کے ساتھ شرائط امن عام میں شریک کر لیا۔ صلح و استی کے اس پیام عام اور اتحاد و دوستی کی اس دعوت خاص میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس انہماک خاص سے کام لیا کہ مدینہ میں تشریف آوری کے زمانہ سے لے کر ایک ایک سال تک کی مدت اسی انتظام میں تمام ہو گئی۔ بیرونی قوم و قبائل کے پاس کبھی چھوٹی چھوٹی صحابہ کی وفیس بنانا کہ اس پیام صلح کے ساتھ بھی جانی شخص اور علی الاکثر۔ دور و دراز مقاموں میں جمہوریں و انصار کی جماعت کو ساتھ خود تشریف لے کر غیر مسلم قوموں کو اسلام کے اس معاہدہ امن امن عام میں شریک فرمایا جاتا تھا۔

اسلامی تاریخ و سیرت کے مطالعہ کرے والوں کو بظاہر ہے کہ آنحضرت معلم امن عام کے موجودہ انتظام کی کونستوں میں اکثر مدیر سے کل کر مکہ کی نصف راہ تک چلے جاتے تھے۔ اور ان دور و دراز مقامات میں میسوں اور کئی ہفتوں تک ٹھہراتے تھے۔ اور صحت تک معاملات یکسو نہ ہوتے تھے۔ مدیر میں والیں نہ آتے تھے۔ وہ وقت اور اسکی ضرورت میں صاف صاف بتلا ہی ہیں کہ اسلام اور تمام افوام کے امن عام کے لئے یہ انتظام کیسے ضروری اور مفید ہے۔ اکثر سیرت نگاروں نے ان معاہدہ الامنی کے حالات و واقعات کو طوالت کے خیال سے غفلت میں لکھا ہے

اور ان کے فعل و استنباط میں احتصار اختیار کیا ہے لیکن ہم نے ان حالات کو اسی تفصیل سے تفسیر کیا ہے جس سے یہ

نشریح سے پھر اہل مماندوں میں صریح کئے گئے ہیں اسلئے کہ لعل و امداح سے محالیں اسلام کے ادون اعتراضات کی کامل تردید ہو جاتی ہے جو عالم قریبی کی عرض خاص سے اسلام کے آسارا سماعت کو تیج زنی اور حامخ وزیر کا یہ باجہ قرار دیتے ہیں

عیسائی مترجمین اگر کچھ بھی دیدہ بیمار کہتے ہیں تو اسلام کے ان معابد میں الاتوام کو پوچھیں۔ اوس کے شرائط کو ملاحظہ فرمائیں کہ اس و اماں اور آرام و المہمان قائم رکھنے کے فائدہ و منافع مسلم قوم و قائل تک محدود نہیں رکھے گئے تھے بلکہ یہ تمام شرائط اپنے تمام منافع و فوائد کے ساتھ ان قوم و قائل کے ساتھ بھی ایسی عملی صورتوں میں دیے ہی تھے جو اس وقت تک اسلام سے بالکل علیحدہ اور بچکانہ تھے۔ مگر اس وقت اس عام کے اصول پر فرماندہ ہو کر اسلام کے ساتھ اس معاہدہ میں شریک ہو گئے تھے۔

اس معاہدہ کی قبولیت و منظور ی میں قبول اسلام کی شرط ضروری نہیں تھی۔ نہ صرف اس بستی اور صلح پنیری سے تھا۔ سر قوم و قلیلہ اسی لئے عام اس سے کہ اسلام لبا بیا ہو یا نہ لیا ہو۔ اگر وہ اس عام قائلہ رکھتے پر اسی ہو گیا ہو تو وہ ملاعدرا سلام کے معاہدہ کا حلیف و شریک بنا لیا گیا ہے۔ وہ اپنے تمام مذہبی اور قومی فرائض و مراسم کی ادائیگیوں میں بلا امتیاز مسلم قوموں کی طرح آزاد اور عود و عمار ہے اور اپنے حقوق۔ مطالبات میں مسلم قوموں کے ساتھ برابر اور مساوی ہے غزوہ و دان۔ بواسط۔ ذوالقشر۔ ہیرہ و غیرہ میں رحمت مسخری نظر رحمت سے حاصل طور پر امتیاز دیا گیا بھی۔ سیاسی مترجمین یمنیر اسلام علیہ وآلہ اسلام کے اس کلی نظام اور صاحب عیسیٰ مریم علیہ السلام کے اس احکام کو کہ رحمت بھوکہ میں رہیں بر صلح کرائے آیا ہوں صلح کرائے میں آیا۔ لکہ تلوا چلو اے آیا ہوں۔ انیل مشی۔ باب ۱۰ آیت ۳۳ میں پڑھ کر خود تصدیق کریں کہ اں دو نویر گواروں میں صلح کرائے کے یہام کون دیتا ہے اور تلوا چلو اے کے احکام کون؟

اس کے معلق یہ بتلوا یا سامیت ضروری ہے کیونکہ وہ کے نام سے عام طور پر عسائیوں کو وحشت اور ادون کے دیکھا دیکھی ہمارے اس المسلما مولوی شبلی صاحب کو اوں سے راہ و دشت ہوتی ہے۔ یہ کہ تمام عربی تاریخ و حدیث کی کتابوں میں اصطلاح خاص کے مطابق۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر خاص کو عز وہ کے لفظ خاص سے معروف کیا گیا ہے اور محاورہ عام میں عہدہ جنگ کے معنوں میں لیا گیا ہے اس لئے کہ اصلاً عربی سے مستق ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام عہدات رسول معمولاً جنگی معارک سمجھ لئے گئے ہیں۔ یوں میں مترجمین نے اس محاورہ کی مصلطی سے خاص فائدہ اٹھایا ہے اور عہدات کی کثیر التعدادی سے اشاعت اسلام کو عام طور پر بیعت مانی اور جوعتالی کا نتیجہ بتلوا ہے حالانکہ یہ منغیر یا رطلط می ہے اور خود ضامنہ عالم قریبی۔

شبلی صاحب کو مترجمین کی اسی اشارت نے گمراہ کیا اور آپ نے بھی تاریخ گماراں و سیرت لویاں

اسلامی برتد و غرواں کا امام لگا ہی دیا۔ حالانکہ معتز میں اگر حقیقت تساس نہیں تھے تو آپ کو اس اصطلاح خاص کا علم کامل حاصل تھا آپ تو جانتے تھے کہ اتنے کثیر السعداد غزوہ میں سوائے چند کے اور سب میں اسلام لے صرف تقریر سے کام لیا۔ حاصل کی ہے۔ نہ شمشیر سے لیکن چونکہ ان تمام موقوفوں پر پیغمبر اسلام علیہ السلام بالحق انیس ستریک تھے اسلئے اصطلاح خاص کے موافق اسلامی مورخین داخل سیرت ان مقامات کے تمام حالات کو بھی عرودہ کے نام سے تعبیر فرمایا ہے حالانکہ اس تعبیر سے اول کا اصل مدعا سفر رسول کا جب حقیقت حال شبلی صاحب یردوتن جو چکی تھی جیسا کہ سیرۃ النبیین میں مذکور ہے وہ حمرا لاسد لکھ کر تھلا بھی دیا گیا ہے تو پھر سلسلہ عرودات کی تہید میں ایسی مضطربانہ تحریر کیوں طبع ہوئی گئی ہے جس سے سیرت و تاریخ کے مدارج کی مایہ آبی کا تعدد و کثرت غرواں کے متعلل دوسرے سلیم و احباب تاسست ہوئے۔ چنانچہ اس بحث کے خاص مقام پر آپ کے اصطراب کا کامل اظہار کیا ہے۔

معاهدہ صلح عام کے شرائط کچھ عرب کی ثبت پرست قوم ہی کے ساتھ محدود و مخصوص نہیں تھا بلکہ مدینہ کے خاص یہود اور ان کے تمام قریب کے قبائل و عشائر سے نہایت مسرت اور رضاعت و غمت سے اسلام کے ان محوڑہ اور پیش کردہ شرائط کو قبول کیا اور ایسی یہودین اور ہمسایہ مسلم قوموں کے ساتھ قوم متحدہ کے اصول پر ہمیتہ کار مدار عمل پیرا رہنے کے لئے انرا رہی دستخط کر دئے لیکن سال ہی بھر کے بعد پھر کفار قریش کی سکھارائہ سازشوں نے یہودیوں کو دام قریب میں لاکر اسلام کی سیٹھم اساد کے شیرارہ کو بارہ پارہ کر دیا۔ اور قوم یہود کی فطرتی عداوتی اور خلقی پیاں سنگینی کی بد اخلاقیوں سے اسلام کی صلح عام کے موجودہ انتظام کو درہم و برہم کر دیا۔

یہیں تک بس کر دیتے تو اتنی تکلف وہ وہ ثابت نہ ہوتے۔ یہود اپنی پیمیاں شکنی اور خلاف عہدہ کے ساتھ طالبین فتریش اور مشرکین کہتے ملکر اسلام کے استیصال اور خلیج کئی پر طیار ہو گئے اور پھر اس شدت و عصبيت کے ساتھ کہ اسلام کو ان ہیلو کے دشمنوں سے جاں بچانا دشوار ہو گیا۔ جیسا کہ ان کے حالات سے مختلف مقامات کتاب میں مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔

کفار قریش تو اتنا ہی سے استیصال اسلام پر تلے ہوئے تھے۔ موجودہ تنظیم اتحاد کو جو مختلف اقوام و قبائل میں اسلام کے خاص اہتمام سے قائم ہو رہی تھی۔ دیکھ کر اور بھی حل اوٹھے۔ اور ایسی قدیم سکھارائہ اور عابارائہ تدبیروں سے اسلام کے درپے آزار ہوئے۔ ایک بار دس مبلغین اور دس سکرار چالیس مبلغین اسلام کو تعلیم دین کے میلہ سے خدمت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر ہمراہ لے گئے اور گھرا کر خونخوار میر بانوں نے بے گناہ مہمانوں کو قتل کر ڈالا جناب بن عدی اور زید بن ابی الدہنہ بھی انھیں سندھ میں داخل تھے۔ جس کی مصیبت تک سرگشت یر عرب کی تاریخین آج تک خون رو رہی ہیں۔

کفار قریش کی مدینہ پر متواتر صاحب و راجی کے سلسلہ جنابی اور شرائط معاہدہ سے اشرار یہود کی دگردانی گویا

اسلامی غزوات کا دوسرا چہرہ اریاتی ہے اور امارت معرکہ بدر میں منقطع جمعی کی بارگاہ ہے۔ اسلام کو ایک ہر اوج و مخالفت کے مقابل میں کل تین تنویر و مسلمانوں کے ساتھ جنگ و ملاحہ کا حکم جہاد دلاتی ہے۔ انھیں اگر ضرورتوں کے وقت جب کفار و مشرکین کی تلواریں بے قصور مسلمانوں کے گلوں سے آگس تو مسلمانوں کو ایسی جاں و مال و آبرو کی معاملت میں دشمنوں سے ملاحہ مقابلہ کرنا چاہی و اوقات غزوات اسلامی کے اصلی وجوہ عالم ہوئے۔

اس عہد میں غزوات مدرہ اجداد و خندقی۔ کل تین عرواں کے حالات ملکت ہیں اور جاسین کے اس حالات و اوقات کے تمام حرکیات معتبر ماخذوں کی اسناد سے مفصل اور مسلسل طریقہ سے قلم بند کئے گئے ہیں۔ اس معرکہ ہائے جنگ میں کفار و فریق کے ظالمانہ اور جارحانہ حملات کے موقعوں پر اسلام نے جس صبر و تحمل اور وسط و استقلال سے محض ملاحہ طریقہ مقابلہ اختیار کیا ہے وہ ہم سافہ کے تذکروں اور دنیا کے کارناموں میں غزوات اطلاق کریم و استغفار و سون سے رعایا و دمر مانی اور عام ہمدردی انسانی کے لئے نظیر شہادت ثابت ہوئے ہیں۔

اسلام کے موجودہ پنجسالہ حالات میں یہودیوں سے کسی مقابلہ و مقابلہ کی دوسرے آئی۔ اگرچہ اس عہد تسکین قوم کی قہاریوں اور کافر کرداریوں نے اسلام کے استیصال و بے کسی کی کوئی امکانی تہذیب اٹھانہ رکھی مہاتک کہ ایک بار رسول کی بار بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حبیہ طور پر جاں لیجے کی سکارت سار تسلسل بھی عمل میں لائے۔ لیکن اس خلق مجتہم اور حرمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ان ناقابل معجزہ ازم سے ہر مادہ مستم پوشی اختیار فرمائی۔

ہاں جب یہودیوں کی حبیہ سازشیں کفار قریش کی تلواروں کے ساتھ کل پڑیں۔ اور یہود فرس کے ہمدوس شکر زور و اسلام کے مقابلہ پر کل پڑے اور کفار قریش کی طرح اسلام سے ہامیوں سے تسکت کامل اٹھانے کے تو یہ جبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی بنیہ و مایہ کی طرف توجہ نہ دی اور ان کے مجرمل اور ناقابل معانی تھوروں کے مقابلہ میں بنی قریظہ اعدا و بنی نصیر کے یہودیوں کو ترافط معانہ سے علاوہ مدری کے مجرم میں صرف جلا وطنی کی مسرا دی اور بنی قریظہ کو جنگ خندق میں حلاف معاہدہ منرک ہوئے کے تصور میں۔ انھیں کے مقرر کردہ حکم (سعد بن معاذ) انصاری کے تجویز کردہ فیصلہ کے مطابق قتل و اسیری کا حکم کرنا اور ان یجرین میں بھی عام عورنیں اور لڑکے قتل سے بچنا حکم تویت کتاب الاعواد باب ۳۱ در ۶-۵ سستی بخودے گئے۔ اور یہود میں سے بان بچوں کے غایت مرحمت سے خاص طور پر چھوڑ دئے گئے۔

یہودی طہرانو منہ کے کوڑے تھے۔ دل کے دوسے۔ اہل مکہ و مدینہ نے نہ صاحب تہذیب تھے نہ مر و شیر قریش سے مل کر جنگ خندق میں مسلمانوں سے مقابل بھی ہوئے و تسکت اٹھائی۔ اور قبل اس کے کہ ان کا شریک لشکر قبل میدان سے واپس ہوئے پھر ایسے ڈیرے ڈنڈے اٹھانے قلعہ میں چلے گئے اور کبواڑ منہ کر کے

جھپ رہے۔ سوا س جنگ خیمہ کے ہو رہی، ہا ہو کر سداں میں مسلمانوں سے نہ لڑے اور خبر کی شکست کے بعد۔ ان کے حوصلے ہینہ کے لئے اسے ٹوٹ گئے، پھر یہ لوگ مخالفت اسلام کا نام بھی مونہ پر نہ لے سکے اور علاقہ حجاز سے ویا رشا م مغرب کی طرف چلے گئے۔

جنگ خندق اور غزوہ تبی قرظیہ کو تمام کر کے جو شہدہ بھری کے واقعات میں۔ انھیں کے سلسلہ میں سچانہ قرظیہ کے علاقہ کی حقیقت اور حضرت زینب سے کلج کرنے کی اصلیت اور ضرورت پوری تفصیل و توضیح سے قلم بند کی گئی ہے۔ اس سے کچھ دونوں واقعات اور ان کے متعلق چند غیر متعید اور ضلالت واقع مرقیات۔ سیاسی مختصر میں کی مرآیہ ما ہیں جن کی کامل تبدل و متعید دلائل و شہادہ سے کر دی گئی ہے۔ انھیں دو اعتراضوں کے جوابوں تک مختصر میں کیا گیا ہے۔ بلکہ انھیں اسلام کے ان تمام اعتراضات کے مدلل اور مفصل جوابات اپنے اپنے مقام پر دئے گئے ہیں۔ جو اسلام و پیغمبر اسلام علیہ وآلہ و السلام پر وارد کئے جاتے ہیں

حضرت ختمی مرتبت علیہ التسلیم و التحیۃ کی حیاب مقدس کے مبارک حالات میں دو لادت سے لے کر خیم سال ہجرت تک بہت سے ایسے واقعات تھے جو محض اتفاقیہ طور پر اسلامی تاریخ و سیرت نگاروں کی نگاہوں سے چھوٹ گئے تھے۔ اور ان کے ذکر وہاں ہی انھیں صحت معلوم کے مکام احلاق اور محاسن عادات کے اظہار ہوتے تھے۔ معتبر ماخذوں سے مستنبط کر کے نقل کر دئے گئے ہیں۔

بہت سے ایسے واقعات کی حقیقت کا ہی کامل انکشاف کر دیا گیا ہے جو جس عقیدت کے اصول کے موافق تھے مگر شان رسالت کے بالکل مخالف۔

بہت سے ایسے واقعات و حالات کی بھی نہایت تحقیق سے کامل متعید و تردید کر دی گئی ہے جن کی حقیقت اور اصلیت پر خواہ مخواہ تائید و عقاید تقلید اسلام اور وہم و فہم کے زنجار گ طریقوں سے نقاب لگی کی گئی ہے۔ اس طریقہ خاص کا شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی نے محلات سیرۃ الہی میں ایک خاص عنوان اختیار فرمایا ہے۔ جس کی تہدید و پیچہ کتاب ہی سے شروع کی گئی ہے۔ اور پھر اصل کتاب میں ان خاص منکرات و واقعات پر پھونچا۔ جو مفید مطلب حالات تھے اور ان میں اتنے اضافات و توسیعات سے کام لیا گیا ہے۔ جو کسی قدیم و جدید تاریخ و سیرت میں مندرج نہیں اور حلاف مطلب واقعات و حالات میں بظراستحاف و اخذات اس قدر کوتاہی اور مختصر رسمی اختیار فرمائی گئی ہے کہ حقیقت حال اور اصلیت واقعہ معلوم ہر ناواقف ہوتا ہے۔

اس شان خاص کے بیان کا عنوان دیا ہے کتاب میں قائم کیا گیا ہے اس کی کامل متعید و ہمارے متعید میں کر دی گئی ہے۔ جو جلد اول کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ حالات و واقعات جلد اول کے متعلق جتنے اضافات یا استحقاق و استقامت واقعات دوائے گئے تھے ان سب کا انکشاف حقیقت جلد اول داسوۃ الرسول ہی

میں کر دیا گیا ہے اس سے راجد موجودہ جلد دوم میں ان اضافات و اضافات کی حقیقت کا رسیو بہ متکابا خاص  
یرا نکشاف کروا گیا ہے

لفصل و کتاب و مطالب میں تعجیل اسلام علی الصلوٰۃ والسلام کے مدارک طرز عمل سے حق پسندی، عالم درویشی  
و عابد و مروت اور اخلاق و اشفاق کی بنیاد پر مثالیں دکھلائی گئیں ہیں جو مسلمانوں کی ہدایت و اہل اس کے لئے کافی ہیں  
اور اسی رعایت مخصوص اور فی لفظ کان ہیئتہ اُسوۃ حسنۃ کی اسارت مخصوص یہ اس کتاب کا نام  
اُسوة الرسول تجویز کیا گیا ہے۔

رَمَّا نَهَضَ صِنْدَانَا لَمْ تَسْمِعِ الْعِلْمُ تَوْفِيقَ قَوْلِ رُؤَسَا

ماہف کتاب اور تحریر و واقعات میں مفصل ذیل ترتیب و احتیاط برابر قائم رکھی گئی ہے

(۱) واقعات کے سلسلہ بیان میں قیاسین کا خاص الزام رکھا گیا ہے اور بلا لحاظ ذکر دوم و قبائل خاص  
جو واقعہ جس سال کا یا کیا گیا ہے اسی سال کے ذکر میں ظہر نہ کر دیا گیا ہے بحالات ترتیب سیرۃ النبی کے  
حس میں خیال ذکر خاص قوم ہجو۔ سہ ہجری کے تمام واقعات بیان کر کے کے بعد ضرورتاً چھ سہ  
سہ ہجری کے حالات نقل کئے گئے ہیں۔

(۲) نقل اسامی میں زیادہ تر ابھیں کتابوں کے حوالے مندرج کئے گئے ہیں جو میری نگاہ سے گذر گئی ہیں۔

(۳) بعض مقامات میں علماء و محققین کی مبالغات کے حوالے بھی نقل کر دئے گئے ہیں جس کے لائق اعتقاد اور قابل  
الاستناد ہونے پر انکا اتفاق ہو چکا ہے

(۴) ہر ماخذ اصلی کا حوالہ عمارت ماحد کے حاتمہ ہی پر لکھ دیا گیا ہے اور اطرین کتاب کو حاسدہ رین میں مسرور  
تلاش کرنے کی زحمت نہیں دی گئی ہے۔

(۵) اصلی ماحد کی عبارت پہلے پھر اوس کے مقابل اوس کا ترجمہ درج کر دیا گیا ہے۔

۶ ہر واقعہ کو تاریخ و سیرت کے معیار مقررہ کے موافق لکھا گیا ہے۔ بان اون واقعات کی تفصیل و تشریح  
میں مرقیات تھاسیر و احادیث کی نقل و استنباط سے بھی مدد لی گئی ہے۔ جو سیرت و تاریخ کے موضوع خاص  
سے علحدہ ہونے کے باعث تاریخ و سیرت کی کتابوں میں نہیں پائی گئیں۔

(۷) واقعات سیرت و تاریخ کے ذکر و بیان کو قیاسی دلائل اور خارجی مباحثہ کی آمیزش سے حتی الامکان پاک و  
صاف رکھا گیا ہے۔

۸ مطبوعہ حوالوں کے مطبع اور مقام کا نام بتلا دیا گیا ہے اور قلمی حوالوں کے آگے قلمی، لکھا یا گیا ہے۔

(۹) جن کتابوں سے نقل و استنباط کیا گیا ہے ان کے نام، ان کے مصنفین کی تصدیق و توثیق بھی ایک جدول



من طیار و عرب کر کے مسلک کر دی گئی ہے

سَمَّوَاتِكُمْ مَرَأَیْنَاهُمْ یَا أَلَا مَا عَلِمْنَا أَنَّكَ تَسْمَعُ نَادِیَکُمْ

وَإِخْرَاجَهُمْ نَادِیَ الْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى نَبِیِّنَا وَآلِهِ

الطَّحِّیْنَ الطَّاهِرِیْنَ

اُمِّیْنَ

تَمَّتْ بِالْخَیْرِ

المؤلف احقر

سید اولاد حیدر بکرامی

کوٹھریل آره

شریف العماره

۶ سوال ۱۴۴۳ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۲۶ء

اون کتابوں اور اونکے مصنفوں کی توثیق جن کی اسناد سے اُسوۃ الرسول جلد دوم لکھی گئی ہے

بیچ	نام کتاب	نام مصنف	توثیق
۱	تاریخ الرسول فی الملوک طبری	کتب تاریخ ابن جریر طبری	تذکرۃ الحفاظ (ذہبی) میں ہے محمد بن جریر اکامام الحفاظ ابو جعفر الطبری احد الاعلام یہ کتاب لکبیر المشہور فی تاریخ الامم۔ شمس العلما شبلی صاحب سیرۃ النبی میں لکھتے ہیں تاریخ سلسلہ میں سب سے جامع اور مفصل کتاب امام طبری کی تاریخ کبریٰ طبری اس درجہ کے شخص ہیں کہ تمام محدثین ان کے فضل و کمال سے متاثر ہوئے اور وسعت علم کے مقرر ہیں۔ ان کی تفسیر احسن التفسیر خیال کی جاتی ہے۔ محدث ابن خزمہ کا قول ہے کہ دنیا میں کسی کو اس سے بڑھ کر عالم نہیں جانتا۔ سنت میں وفات پائی۔ بعض محدثین (سیلمانی) نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ بھشموں کے لئے حدیثیں وضع کیا کرتے تھے۔ لیکن علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے۔ ہذا رجوع بالظن الکاذب بل ابن جریر من کبار ائمة الاسلام المعتمدين۔
۲	تاریخ الکامل ابن اثیر	ابن الاثیر جزیری	وفیات الاعیان میں ہے عن الدین ابو الحسن علی بن محمد بن اثیر الجزیری صاحب تاریخ المسمی بالکامل کان اماماً فی حفظ الحدیث ومعرفۃ و حافظا للتواریخ المتقدمة والمتاخرۃ وصنف فی التاریخ کتابا باسمہ الکامل وهو من خیار التاریخ۔
۳	کتاب المختصر فی اخبار البشر	ابو الفداء	تذکرۃ الحفاظ (ذہبی) میں مرقوم ہے۔ کتاب المختصر فی اخبار البشر للہاک الموبد اسمعیل ابو الفداء المتوفی ۷۳۰ھ حج الکرامۃ مولوی صدیق حسن خان میں ہے تاریخ۔ ملک الموبد ابو الفداء اسمعیل در محقرات فن حلیہ سنجیدہ و معتبر است

۴	تاریخ انجمن	قاضی حسین دیار بکری	کشف الطنون میں ہے انجمن فی التعلیق قاضی حسین بن محمد دیار بکری المالکی ادب المسکة المکرمة الموقدین حدود سلسلہ مہموری وهو کتاب مشہور
۵	روضۃ المناظر	ابن فتحہ اجملی	تعلیقات التسنیہ مولوی عبدالحی لکھنوی میں ہے۔ روح الدین ابوالولید محمد بن محمد التہلوسی تلمذہ اجملی انجمن کا منشا السنیۃ واماہامات سلسلہ مہموری ولہ نصف فی سنیۃ السنیۃ و تاریخ الطیف۔ حدائق الخفیر میں ہے محمد بن محمد شریع الدین سلسلہ میں سیلاب جوئے علم حدیث کے بڑے سب سے امام بہام نے آپ سے ڈھائی کتاب روضہ السیاط تصنیف کی
۶	وفیات الاعیان	ابن خلکان	حسن الحاضرہ فی اخبار المصر القاہرہ بیوطی میں ہے ابن خلکان۔ قاضی القضاۃ شمس الدین ابوالعاس احمد مرحوم محمد بن ابی اہدیں انی بک التناصی صاحب وفیات الاعیان کاں ذکبا عارفاً بایام الناس مات رجلاً شہیراً
۷	روضۃ الاحباب	حافظ جمال الدین محمد	کشف الطنون میں ہے روضۃ الاحباب فی سیرۃ السنی وکلال الاصلیۃ فارسی بحال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ المتوفی سلسلہ مہموری۔ حدائق الخفیر مولوی فقیر علی لاہوری میں ہے بحال الدین عطاء اللہ صاحب روضۃ الاحباب آیتا عالم اولاد اتحاد فراہام سے ہیں عملاً تمام علوم ونبیہ اور اصناف مومن یقینہ خصوصاً علم حدیث و سیرت کے عہد ادریکیم متمیز تھے کساف اسرار تشریل ر حلال معصلات موافق تاویل تھے آیتا تصنیفات سے روضۃ الاسرار فی سیرۃ النبی واولی الامر ولاحباب السی محمدہ اور معجمہ اور مشہور تعلق سے کہ اپنا نالی میں بھٹی۔

۹	روضۃ الصفا	محمد بن خاوندشاه	کشف الطنون میں ہے روضۃ الصفا فی سیرۃ الانبیاء والملوک والمحلما۔ للمؤرخ محمد بن خاوندشاه المتوفی ۷۳۹ھ ہجری۔
۱۰	جیب السیر	غیاث الدین بھری	کشف الطنون میں ہے حبیب السیر ہادی لعیان الذین ہر وی من ہمام الدین وہو فی محلذ کما من کسب المتمنعة المعبرة۔
۱۱	سیرۃ ابنی	شمس العلام علی نعمانی	صاحب سیرۃ الفاروق - سیرۃ المامون سیرۃ النعمان غیرہ مدنیہ علی کتبہ کل مدیرۃ المدد لکھو ودارہ صفتیں اعظم کتبہ معاہدہ المولی ۴۰۰ھ دی الحجۃ ۱۳۳۳ھ ہجری
۱۲	تاریخ احمدی	نواب محمد حسین صاحب دار	صاحب تصنیف کثیرہ مثل منظر الاسلام علم الکتاب۔ معرفۃ رب العالمین عن اسمی الکتاب لتبجی الاطلا وحقایق وشرع متعینۃ اور الطالب - آیات مہیا - فصل الفس - بلاد المس - روض الزیامین - کرم الزاہر - صبح صادق - تحفہ الاعاظم - ازہار - سواہر السنی - راداشی - موجہ مرقی - کشف العزیز - امات الوصایا کمال الذلہ - دقائق الدعاہب یدقیما - مطاہرات کتات المصالحہ - المواقف کشتان ہماق ویرولک فاحل معاصرہ القائم۔
۱۳	سیرت ابن ہشام	عبدالملک بن ہشام	کتب سیرت شمس العلما مولوی شعیب سیرۃ ابنی لکھتے ہیں ابن ہشام کا نام عبدالملک ہے۔ وہ نہایت نقد اور مومرحتہ و نوری تھے۔ میرے کہ قیل سے تھے۔ اور غالباً اسی قیل سے سلاطین حیر کی تاریخ لکھی جو آج بھی موجود ہے۔ انھوں نے سیرۃ بن ہشام کہ سیرت میں جو شکل اعلا لکھے ہیں۔ او کی تصیری لکھی ہے۔ اس میں وفات پائی۔ کشف الطنون میں ہے اول من صف فی السیرا کا ماہ المعروف یہ محمد بن اسماعیل دئیس اہل المعادی المتوفی ۱۷۰ھ ہجری و دوحا ابو محمد

			عبد الملک بن ہشام الترمذی سہل بن ہشام بن فاحس کا والد
۱۴۳	طبقات ابن سعد	محمد بن سعد کا تہذیب الواقدی	وفیات الاعیان میں ہے ابو عبد اللہ محمد بن سعد کا تہذیب الواقدی احمد الفضلاء السلارہ الاحلہ وصنف کتابا کثیرا فی طبقات الصحابة وکان کثیرا العلم والزرايات مولوی شبلی صاحب نعمانی الفاروق میں لکھتے ہیں محمد بن سعد کا تہذیب الواقدی ہمارے تہذیب و تاریخ میں ہے اس کے ایک کتاب محمد بن سعد اور صحابہ تابعین واقع بالین کے حالات میں ہمارے سرج و سطر کے ساتھ دس مارہ ملدیں میں بھی ہے اور تمام دعوات کو محفوظ طور رکھا ہے
۱۵	موآہب لدنیہ	شہاب الدین احمد قسطلانی	کشف الطنون میں ہے المواہب لدنیہ فی السیرۃ للشیخ الامام شہاب الدین احمد القسطلانی وھو کتاب جلیل النفع وکثیر النافع
۱۶	شرح مواہب لدنیہ	علامہ عبد السبانی الزرقانی	شبلی صاحب دیباچہ سیرۃ الہی میں لکھتے ہیں بہ مواہب لدنیہ کی شرح ہے اور حضرت یحییٰ بن سعید کی تہذیب کے کوئی کتاب اس کام میں اور محقق سے نہیں ملے گی۔ تاہم محمد بن سعد میں بھی بعض مضامین ملے ہیں
۱۷	ریاض النظرہ	محب الدین طبری	کشف الطنون میں ہے ریاض النظرہ فی نقباء آل المرسلین محمد بن طبری الشافعی
۱۸	روض الالاف	علامہ عبد الرحمن سیوطی	سیرۃ ابنی میں شبلی صاحب لکھتے ہیں سیرت ابن اسحاق کی شرح ہے مصنف علامہ عبد الرحمن سیوطی ہے۔ حقول کے ساتھ میں دعوات یا دعا کا ترجمہ میں سے ہیں اور تمام معنی ماحول سیرۃ نبوی کی تہذیبات اور روایات کے متعلق ان کے خوش ہیں میں مصنف کے گما ہے کہ میں نے یہ کتاب ایک سو بیس کتابوں کی مدرسے لکھی ہے۔

۱۹	حیوۃ ایمان	محمّد بن عیسیٰ میری	کشف الظنون میں ہے حیوۃ الہیوں و میری للشیخ کمال الدین محمد بن عیسیٰ الدقمیری التألیفی المتونی شمس میری دھوکا دہ مشہور تعلیقات السنہ میں تحریر ہے ہر مجموع الطیف و جامع شریف فیہ نوائل مستعدہ لہذا الاستیعاب من لہ کمال الاثر محمد بن عیسیٰ الدقمیری
۲۰	سیرۃ الحلیمیہ	علی ابن ابراہیم حلوی	خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر علامہ مجتمعی میں ہے علی بن ابراہیم القلب لوللہ بن برہان الدین الحلوی التألیفی الامام الکبیر اہل اعلام المشائخ و علامۃ الزمان الف المولود المذیعة مہا السیرۃ التوثیہ النقی سماہا الناس النعون فی سیرۃ الامامین المامون
۲۱	اشنی المطالب	شمس الدین جزری	بستان المؤمنین میں شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں صاحب حصص النعمین قاضی القضاۃ الوالی الخیر فی الدین محمد مسعود بن جزری اسب ارعاط لان کثیر فہ و حدیث اموت و دواعی الدین بن ہاجرہ و محمد بن زکریا جاری ہر احادیث دار و ملک و دہم اور انام اعظم لقب دار و ذہب مولعات او ہر باع و عید افتاد العشر فی القرات العشر فی شہرت دار و واسی المطالب و الحوام علیہ و دیگر تصانیف نیز وارد۔
۲۲	مدارج النبوة	شاہ عبدالحق محدث دہلوی	عجائب نافعہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی میں ہے مدارج النبوة شیخ عبدالحق محدث دہلی صاحب کتاب لایۃ سلطون سیرتہ انہ اتحاف النبلا مولوی صدیق حسن خاں میں ہے اولیٰ محمد بن عبدالحق بن سیف الدین بن سعد البکر بن الدہلوی مصنفات ایمان لعات شرع مشکوات و دعویٰ و آئینہ المعانی و درباری و شرح سفر السعادت و ہجاء الاحیاء و مدارج النبوة بائیت بائتہ و عیسہ مشہور راست

۳۳	شواہد النبوة	علامہ عبدالرحمن جامی	کشف الطنون میں ہے سن اھل النبوة فارسی لکھوانا اور الدین عید الرحمن میں احمد ایچامی اولہ الحمد لله الذی اولسل رسولہ صلی علیہ و علیہ وسلم تاریخ انجیس دیا برکری کے دیباچہ میں ہے انتخبنا من الکتاب المعنویۃ دھی تفسیر البکیر والکشاف دالی ان قالہ والتواھل النبوة ومولایہ لدینہ
۳۴	خطبات احمدیہ	ڈاکٹر سید محمد رحمان	بانی مدرسہ العلوم علی کڈہ صاحب مآدہ تہذیب الانطانی و غیرہ گزشتہ صدی کے مشہور معروف محقق جنکی معرفت و توفیق ممتاز بیان ہیں۔ المتوفی ۱۳۵۵ ہجری
۳۵	رحمت العلیمن	قاضی سید محمد سلیمان سلمان منصور پوری سیرۃ صحابہ کرام	اسپیشل محبرٹ ریاست ثیار صاحب سیرۃ النبویہ مطبوعہ - مترسط اور مختصر - حاصل معاہدہ قی القائم
۳۶	استیعاب فی معرفۃ الاصحاب	امام عبدالبر	تذکرۃ الحفاظ ذہبی میں ہے اس عبداللہ الامام شیخ الاسلام حافظ العربی ابو عمر یوسف بن عبد اللہ قرطبی کا مثل لکھائی جمیع معینہ مہا الکافی عشر مجلد اور مہا کتاب الاستیعاب لیس لاحد متلہ مولوی شبلی صاحب سیرۃ الثمان میں لکھتے ہیں قاضی ابن عبدالبر صاحب کتب و امام ہیں۔ اوکے کتاب الاستیعاب محمد کے حالات میں ایک مشہور دستہ کتاب ہے۔
۳۷	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	ابن اثیر جزیری	کشف الطنون میں ہے اسل لغابہ فی معرفۃ الصحابہ للشیخ عمر الدین علی بن محمد بن اثیر جزیری المدنی سنہ ۷۴۶ ہجری ذکر اللہ ہی فی تحریک اسکا اصحیہ کتاب اس اتور نفیس مستفی الاصابۃ الصحابہ

۲۸	اصابه فی معرفة الصحابة	ابن حجر عسقلانی	کشف الطنون میں ہے اصابه فی تمییز الصحابة المحاط شهاب الدین احمد بن حجر العسقلانی المتوفی ۷۵۸ھ ہجری و هو فی محلیات کما جمع میه ما فی الاستیعاب و دیلة
۲۹	اخبارا خلفا	علی ابن ابی نعیم	کشف الطنون میں ہے احیاء المعانی للشیخ تاج الدین علی ابن ابی نعیم المتوفی ۴۴۴ھ
۳۰	تذکرہ خواص لامہ	علامہ سبط ابن جوزی	تاریخ ابن وردی میں ہے وفی ۷۵۸ھ ہجری توفی الشیخ شمس الدین یوسف سبط ابن جوزی واعطا فاضل له مرآة الزمان تاریخ جامع وله تذکرہ خواص لامہ فی مناقب الامم
۳۱	خلاصۃ الوفا و علامتہ سمودی	سید نور الدین سمودی	جذب القلوب محدث دہلوی میں ہے اوصاف العلما و الاعلام عالم مدنی حر الالام نور الدین علی السمودی المدنی والی ان قال، اکتب و فاء الوفا و ذکر ۷۵۸ھ ہجری مختصر و دیگر اصحاب کردہ و آخر خلاصۃ الوفا نام کردہ مدعیات تیج و نہایت تمہید راس خلاصہ دریں ایام میں الامام مشہور و مشہور است
۳۲	ترجمہ اسٹی الطالب فی نجات ابی طالب	امام الحرمین برزنجی	ترجمہ معنی مکر مظلوم نام مدنی معنی احمد مدنی و حلال دینی المتوفی فی ۷۵۸ھ ہجری۔
۳۳	صواعق محرقہ	ابن حجر مکی	تعلیقات السکتبہ میں ہے هو احمد بن محمد بن علی بن حجر کان محققا فی الفقہ اماما افتدیہ لا ۷۵۸ھ مصنفاتہ فی الفہرست علی الاقبا متمثلها المعاصرون ومن مولعاتہ شرح منہاج التوہد والی ان قال، الصواعق محرقہ
۳۴	دخائر العقبی	طبری الشافعی	کشف الطنون میں ہے دخائر العقبی لحدیث طبری المتوفی ۷۵۸ھ ہجری



۳۵	مطالب السؤل	علامہ کمال الدین محمد ابن طائفہ الشافعی
۳۶	فصول المهمہ فی معرفة الأئمّة	علامہ بن صباغ مالکی
۳۷	کفاية الطالب	علامہ محمد بن یوسف الجبلی الشافعی
۳۸	موثقة المستدری	سید علی التمدانی
		نقبات الانس جامی میں ہے امیر سید علی ہمدانی اس کتاب الدین بن محمد الہمدانی قدس سرہ جامع ہودہ است میاں علوم طاہری و دینی۔
۳۹	فتوح البلدان	علامہ بلاذری
		القانون میں مرقوم ہے اتھرنجی البلاذری السوئی مشہور اس معکاشکار اور متوکل عباسی کا وہ باری تھا اکلی دست نظر اور محنت روایت محدثین کے گروہ میں بھی تسلیم ہے۔ تاریخ و رجال میں اسکی دو کتابیں مسطور ہیں فتوح البلدان اور اسباب الاضراب
۴۰	ارجح المطالب	خواجہ حمید الدمدلسری
		سابق ناظر کتب خاند سرکار رام پور جنی القائم کتب تفاسیر
۴۱	جامع البیان	ابن جریر طبری
		تفسیر ابن جریر طبری تذکرۃ الحفاظ میں ہے محمد بن جریر الطبری احد اکابر اعلام اہل کتاب والتفسیر والحدیث لہ تصنیف مثله
۴۲	غرائب القرآن	نظام نیشاپوری
		تفسیر نیشاپوری غرائب القرآن و مرآب العرفان فی تفسیر للعلامہ نظام اللہ بن حسن بن محمد الشافعی النیشاپوری۔
۴۳	تفسیر کبیر	امام فخر الدین رازی
		کشف الظنون میں ہے معا تبحر العیب دھوا المعروف بالتفسیر الکبیر للامام فخر الدین محمد بن عمر الرازی للثبوتی سنہ ۷۸۲ھ

<p>کشف الظنون میں ہے</p> <p>الذی المتوفی فی التفسیر المأخر الشیخ حلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر الشیوطی المتوفی سلا ۱۰۸۰ ھجری۔</p> <p>عجالة نافعہ میں شاہ عبدالغفری صاحب لکھتے ہیں</p> <p>تفسیر آس مرویہ و تفسیر زبئی و تفسیر آسن جبر و غیرہ استنباط تفسیر حدیث اہل کتاب و تفسیر حلال الدین الشیوطی جامع ہر مسئلہ۔</p>	<p>جلال الدین الشیوطی</p>	<p>۴۴ تفسیر و تفسیر سیوطی</p>
<p>وفیات الاعیان میں ہے</p> <p>ابو محمد المحسن بن مسعود بن محمد المعروف بالقراء الجعفی</p> <p>الغنیۃ الشافعی المحدث المغتفر کان محمداً فی العلوص</p> <p>کتاباً کثیراً مہم کتاب التہذیب و شرح السنۃ و معالم التاریخ فی تفسیر قرآن الکریم۔</p>	<p>امام بخاری</p>	<p>۴۵ معالم التفریل</p>
<p>جامع الأصول میں ہے</p> <p>ابو القاسم محمود بن عبد الرحمن بن الخواری صاحب التصانیف</p> <p>الصحیحہ و التالیفات القرآنیۃ مثل العالق فی غریب الحدیث و کشف فی تفسیر القرآن</p>	<p>علامہ محمود بن عمر الزمخشری</p>	<p>۴۶ تفسیر کشاف</p>
<p>وفیات الاعیان میں ہے</p> <p>ابو اسحق احمد بن محمد بن ابی ایمن الثعلبی النیشابوری</p> <p>المعشر المشہور کان اوحد زمانہ و علمہ التفسیر</p>	<p>محمد بن ابی ایمن الثعلبی</p>	<p>۴۷ تفسیر ثعلبی</p>
<p>کتب حادیث</p>	<p>کتب حادیث</p>	
<p>کشف الظنون میں ہے</p> <p>جامع الصحیح المشہور بصیغ البخاری للامام الحافظ ابی عبد اللہ محمد بن اسمعیل البخاری المتوفی سلا ۲۵۵ ھجری</p> <p>وہو اول الکتاب السنۃ فی الحدیث و فصلها علی مذهب المختار۔</p>	<p>محمد بن اسمعیل بخاری</p>	<p>۴۸ صحیح البخاری</p>

۴۹	صحیح مسلم	مسلم بن الحجاج قشیری	کشف الظنون میں ہے قال الامام الوردی فی شرح صحیح مسلم اتفق العلماء ان اصح الكتب بعد القرآن الکبیر الصحیحان صحیح البخاری و صحیح مسلم
۵۰	صحیح ترمذی	محمد بن عیسیٰ ترمذی	کشف الظنون میں ہے جامع الصحیح للامام المعافط محمد بن عیسیٰ بن سوسه الترمذی المتوفی سنه ۲۵۵ هجری
۵۱	صحیح نسائی		کشف الظنون میں ہے جامع الصحیح للامام المعافط ابی عبد الرحمن بن سعید النسائی
۵۲	خصائص نسائی		ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں واحد من جمیع مناقبہ (ای سابقہ علی) من الاحادیث الجماء السانی فی الخصائص
۵۳	مشکوٰۃ المصابیح	خطیب تبریزی	مرقات شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری میں ہے کتاب مشکوٰۃ المصابیح الذی الفہ مولانا محمد علامہ والیہ مظہر الحقائق و موضع الدقائق الشیخ النقی ولی الدین محمد بن عبد اللہ الخطیب التبریزی۔
۵۴	دلائل النبوة	علامہ بیہقی	کشف الظنون میں ہے دلائل النبوة لابی بکر احمد بن الحسین الامام المعافط علی البیہقی المتوفی سنه ۴۵۸ هجری۔
۵۵	کنز العمال	شیخ علی شمسی	اجبار الامیر شاہ عبدالغنی دہلوی میں ہے شیخ علی بن حسام الدین بن عبد الملک بن قاضی حان المتوفی القادری الشافعی المدنی البیہقی رحمۃ اللہ علیہ درکنز مظہر شرف اقامت نثارہ عالم راہ اوار طاعت و معابدات و آثار افاضات علوم و نبی و اقامت معارف دینی مستبر و مستفید و جمع و تفاسیر کتب و رسائل و علم حدیث و تصوف و استغفار و زہود و بعد از مستاہدہ آثار و ایشاں اراکون الیہ و غیر ان عقل جلالی تو دو بحر حکم میکند این ہائے توفیق کامل و رکعت شامل کنش از کمال مرتبہ استقامت

<p>در سحر و جادو و لاس ماسد و جود گمر و جامع صبر و جمع الخوام جمع طلال و ثلثا سوی که ادا دین ترسند حروف بھی جمع کرده و ادا دے اعام جمع احادیث بیوی ارا قوال و افعال کر دل پر بود و بدست الواس کمری می فرمودند - للسیوطی صفة للعلین و اللقی منه علیه (احسان سوطی بر سر عالم اسد و احسان بھی بر سوطی اس)</p>			
<p>کشف الظنون میں ہے مسند الامام احمد بن حنبل المتوفی سنہ ۲۴۱ھ ص ۱۰۷ کتاب حلیل و ان احمد بن حنبل شرح طایفه ان لا یجیح الاحادیث صحیحاً عمدہ بتیان المحدثین شاہ عبدالغفر جیسہ دہلوی میں ہے امام احمد بن حنبل اس سلسلہ میں مسند جامع شدہ اولاد و جامع کردہ برائے اہل علم گفت این کتاب است کہ اس آراء جمع کردہ ام و جیدہ ام از سبب تک و مجاہدہ ہزار حدیث یعنی طرق ہیں اگر مسلمانان را احتیاجی بود در حدیثی از احادیث صحیحہ بیمبر علیہ السلام باید کہ اس کتاب رجوع کند</p>	<p>امام المحدثین احمد حنبل</p>	<p>مسند امام حنبل</p>	<p>۵۶</p>
<p>وفیات الاعیان میں ہے ابو عبد اللہ محمد المعروف بالحاکم النیشابوری الحافظ امام اہل الحدیث فی عصرہ کا المولف فیہ الکتاب القی لم یس الی مثلہا کان عالما عارفا و واسع العلم الموقر سنہ ۳۲۰ھ</p>	<p>امام حاکم النیشابوری</p>	<p>مستدرک</p>	<p>۵۷</p>
<p>کشف الظنون میں ہے مرواتی الحدیث لایامہ مالک ابن اس بن مالک الاصحیح المدنی امام مدنی الامام المتوفی سنہ ۲۴۱ھ</p>	<p>امام الحثین مالک</p>	<p>موطا امام مالک</p>	<p>۵۸</p>
<p>کشف الظنون میں ہے مصحح الکبری الحدیث لایامہ مالک ابن اس بن مالک الاصحیح المدنی امام مدنی الامام المتوفی سنہ ۲۴۱ھ</p>	<p>امام طبرانی</p>	<p>معجم کبیر طبرانی</p>	<p>۵۹</p>

۶۰	معارف ابن قتیبہ	ابن قتیبہ دینوری	کشف الظنون میں ہے معارف فی تاریخ کلاں قتیبہ ابن محمد عبد اللہ بن مسلمہ الدیلمی المتوفی سنۃ ۳۵۰ ھجری۔
			الفاروق شبلی نعمانی میں مرقوم ہے عبد اللہ بن مسلم قتیبہ یحیٰ موراد مستند مصنف ہے۔ محدثین بھی اسکے اعتبار اور اعتماد کے قابل ہیں۔ تابعین اس کی مشہور کتاب معارف ہے جو مصر و مبروہ میں چھپ گئی ہے۔
۶۱	کتاب الامت والشیامت	ابن قتیبہ کاتب دینوری	مقدمہ الامت والشیامت (محمود رافعی) مطبوعہ مصر میں مرقوم ہے کتاب الامامة والشیامة لابن قتیبة الدینوری وحده نویس ای ماہ۔ حسناتی اسلوبہ لدیک فی موضوعہ مثلاً فقد جمع فیہ مولدہ رحمة الله من طوائف الاخبار ورواها الناشیج فیما یعلق بمسائل الامامة وما وقع اقامہ صحابہ رضوان الله علیہم۔
۶۲	ریاض مستطابہ	علامہ یحییٰ عامری	کشف الظنون میں ہے الریاض المستطابہ فی حلالہ من روی فی التخصیص علی التعمیة للامام معاد الدہب یحییٰ اسانی بکوالعامری الیمانی المتوفی سنۃ ۳۵۰ ھجری۔
۶۳	فتح الباری مجمع بخاری	علامہ ابن حجر	سومون کے اوصاف اور مرقوم ہو چکے
۶۴	ارشاد الساری شرح مجمع بخاری	قسطلانی	بستان التمدین شاہ عبدالعزیز دہلوی میں ہے ارشاد الساری مشہور قسطلانی شرح مجمع بخاری است تصنیف شمار لایع من لایک قسطلانی۔ و تصانیف کہ ارواہ دگا رامدار اصل انہاں شرح است۔
۶۵	عمدة القاری	علامہ محمود عینی	نویس البہیہ فی ترجمہ الحنفیہ مولوی عبدالحی الحنفوی میں ہے خاصی القصاة بدلالة عینی ولد بمصر سنۃ ۳۵۰ ھجری لہ شرح

			صحیح البخاری شرح معانی الآثار و شرح الہدایۃ و علیہ دلائل کاں اما ما عا کما علامۃ و قد طاعت عملۃ البخاری و الدلیا تدرج الہدایۃ و کلھا معیدۃ
۶۶	ینابج المودۃ	امام قندوری	ابرج المطالب میں ہے للا ما مسلما ان السلی القندوری۔
۶۷	شفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی عیاض	کشف الظنون میں ہے شفا فی تعریف حقوق المصطفیٰ للا ما عا کما علامۃ و قد طاعت عملۃ البخاری و الدلیا تدرج الہدایۃ و کلھا معیدۃ
۶۸	عقد الفرید	ابن عبد ربہ	وفیات الاعیان ابن خلکان میں ہے ابن عبد ربہ محمد بن عبد ربہ کاں من العلماء الکثرین من المخطوطات و الاطلاع علی اخبار الناس و وصف کتابة العقد و هو من الکتاب المتعده حوی من کل شی
۶۹	تذکرۃ الحفاظ	کتب رجال ذہبی	بستان النحیین شاہ عبدالعزیز دہلوی میں ہے ذہبی از مشاہیر شیعہ حدیث است و چلہ برگ است
۷۰	تدریب الراوی	سیوطی	کشف الظنون میں ہے تدریب الراوی شرح تقریب الودی (قال فی ذکر تقریب الودی) الدرر السبع حلال الدین السیوطی و سماہ تدریب الراوی فی شرح تقریب الودی۔
۷۱	تہذیب الکمال	مزنی	کشف الظنون میں ہے تہذیب الکمال فی اسماء الرجال الحاکم حلال الدین یوسف المری المتوفی ۵۴۰ و هو کتابة کیو لریوف مثله
۷۲	خلاصۃ تہذیب تہذیب الکمال	صفی الدین خرنجی	سیرۃ النعمان مولوی سبکی صاحب لغت میں ہے رجال و تاریخ کی مستند کتاب میں امام ابو یوسف کا ذکر ہے اکثر میری نظر سے گذریں

جہیں تاریخ صغیر بخاری، معارف سن قنبر، مختصر تاریخ حلب بعد ازیں اسباب معالی  
تہذیب الاسرار و انصاف لودی، تذکرۃ اصحاب دہلی، دول الاسلام دہلی، مغربی  
تہذیب التہذیب، اس عمر عثمانی، علاء الدین، السہر کمال الدین، صفی الدین  
حریری، جامعہ قال دگرین، کیونکہ یہ وہ کنڈیں ہیں جس پر آج من رجال کا دار و مدار

کشف الظنون میں ہے  
السیاحۃ السعفی الامام ابن سعید عمدا لکریہ سعدی  
الشیخ صی التوفی ۷۲۷ھ وہو کتاب عطیعی ہذا العس

۳ کتاب الانساب سمعانی

حسن المحاضرة فی اخبار مصر و القاهرة سبوطی میں ہے  
اس مملکتان قاضی القضاۃ شمس الدین ابوالعلا اس مملکتان  
ابراہیم بن ابی مکر الشافعی صاحب و دیات اعمان کان  
دکبا عا د فاما یا م الناس مات و حبب ۸۱۷ھ ہجری -

۴ وفيات الاعیان ابن خلکان

## تَمَّتْ بِالْخَيْرِ وَالْعَافِيَةِ



۵ ارشوال چارہند ۱۳۴۲ھ ہجری

مطابق

سید اولاد حیدر غنی عنہ

۸ ۲۸۹ھ پیل ۱۹۲۶ھ مسوی

# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## فہرست مضامین اُسوۃ الرسول جلد دوم

صفحہ	ایام رضاعت	وفات حضرت عبداللہ علیہ السلام
۳۱	قدیم میں تعلیم سے ہٹنا۔ دعا استسقا	حضرت عبداللہ کی وفات
۳۲	میں حرکت۔ کھات عبید المطلب پر	وفات حضرت عبداللہ رضعت امہ کا مرقہ
۳۳	میں گلیوں کا احترام اور سکا جو اب	حضرت عبداللہ کا ترکہ
	کفالت ابیطالب	سوانح حضرت عبداللہ رضعت امہ
۳۵	وفات حضرت عبداللہ	کی اولاد میں بھی
۳۶	وفات عبداللہ رضعت امہ کا طلال	انام جل میں طہور کرات
۳۷	حضرت ابی طالب کی کفالت	طہور کرات سے سر ولیم پیدا کا انکار
۳۸	کھات ربیر کے غلط افسانہ کی تنقید	ادھما جواب
۳۹	ابی طالب کے دل میں رسول کی محبت	نزول رحمت۔ ولادت
۴۰	ابی طالب اور رسول اللہ کی عقیدت	شہنشاہ رسالت
۴۱	استقرار ابی طالب کی مقبولیت	ولادت باسعادت
۴۲	گھر کی دنیوں کی نگہ بانی	تاریخ دور اور سن ولادت کی تحقیق
۴۳	موصوفیت استعارہ ابیطالب کی تنقید	حضرت عبداللہ اور مردہ ولادت
۴۴	دیہان چوالے کی نسبت عیسائیوں کا	تقریباً میں حضرت عبداللہ کے شمار
۴۵	اعتراض	اس شاعر کا خیال بر سر ولیم پیدا کا فقر
۴۶	اعتراض کی حقیقت کا انکشاف	ادھما جواب
۴۷	ابطال کے ساتھ آنحضرت کا سفر	روز اور وقت ولادت کی تحقیق
۴۸	سنام اور دھما جبہ و کلا متور و قنبرہ	مقام ولادت
۴۹	سنبلی صاحب کی تنقید و قصدا بھ	بر سر ولیم پیدا کی تحقیق
۵۰	سنبلی صاحب کی تنقید کی تنقید	
۵۱	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اطوار اول بلوغ	



۱۳۳	پانچویں صدی میں عیسائیت کی حرکات	۱۰۵	مردوں سے ملاقات	۶۹	آنحضرت مسلم اور حرب العجائب شرکت
۱۳۴	مختلف مذاہب کی کتابیں	۱۰۸	احباب خاص	۷۱	آنحضرت مسلم اور طواف الفضل کے
۱۳۵	چھٹی صدی میں عیسائیت کی بد حالت	۱۱۱	ستلی صاحب کے دونوں مذکورہ بالا	۷۲	معادہ میں شرکت
۱۳۶	فرلا دیو فیسائٹ	۱۱۲	حوال کی تنقید	۷۳	سن بلوغ
۱۳۷	فرقہ دیو تھیاسٹ کی ابتدا	۱۱۳	اسباب رسالت	۷۴	آر و ج آنحضرت حدیثہ سلام اللہ علیہا
۱۳۸	قتل ہستیا	۱۱۴	اسباب رسالت	۷۵	مشعل سحارت
۱۳۹	شاہ مارقوس کا خون ناحق	۱۱۹	مذہب یہودی کی زوال پذیر حالت	۷۶	حضرت خدیجہ کی وسیع اور دیرینہ فائزہ
۱۴۰	مختلف قطعات عالم میں عیسائیوں کے مطالب	۱۲۲	عیسائیت کی حراب حالت	۷۷	تجارت
۱۴۱	کلیسیوں میں حکومت عیسائی	۱۲۳	پولس نے حاصل عیسائیت کو خارج قلم	۷۸	آنحضرت مسلم اور حضرت خدیجہ کی تجارت
۱۴۲	یہودیوں میں عیسائیت کی دبی اور دیوی	۱۲۴	سے آلودہ کر دیا	۷۹	کائنات کا نظام
۱۴۳	مذہبی	۱۲۵	عیسائیت کی خرابیوں کی تفصیل	۸۰	حضرت خدیجہ کی پیام ملاح اور آنحضرت
۱۴۴	قبل بعثت ملک عرب کے خاص حالات	۱۲۶	کیفیت	۸۱	ایکایک
۱۴۵	عرب میں بت پرستی کیسے آئی	۱۲۷	وجودیسی کے متعلق عیسائیوں کے مختلف	۸۲	مجلس نکاح حضرت ابیطالب کا خطبہ
۱۴۶	عرب کے بتوں کے کام اور مقام	۱۲۸	عقائد اور آپ کے مختلف فرقے	۸۳	حضرت خدیجہ کی طرف سے درود کا دعا
۱۴۷	عرب کی اخلاقی اور معاشرتی خرابیاں	۱۲۹	پہلی صدی عیسوی میں عیسائیت کی حراب	۸۴	حضرت خدیجہ کی طرف سے ولیمہ نکاح
۱۴۸	عرب کے انسانی مذاہب	۱۳۰	حالت	۸۵	تیسرے خاندان کے
۱۴۹	مذہب صابئی	۱۳۱	دوسری صدی میں حراب ط فرقہ بارکوت	۸۶	موجودہ تعمیر میں اضافات
۱۵۰	مذہب ایرانی	۱۳۲	فرقہ داعستین فرقہ افانٹش داعیوں	۸۷	تعمیرات میں اضافات
۱۵۱	مذہب یونانی	۱۳۳	فرقہ پیراکوس	۸۸	حضرت علی رضی اللہ عنہ
۱۵۲	مذہب حبشی	۱۳۴	فرقہ مائیکس	۸۹	نجات کی ضرورت سے پروٹسٹانت
۱۵۳	عرب میں ظہور اسلام	۱۳۵	تیسری صدی میں عیسائیت کی حراب ط	۹۰	مراہم لشکر سے پیشہ
۱۵۴	حاصل عرب میں آنحضرت مسلم کے بت	۱۳۶	فرقہ سیبلین کا آواز	۹۱	مراہم لشکر سے پیشہ
۱۵۵	اس کے کی ضرورت	۱۳۷	یونانی میں عیسائیت کی خرابیات	۹۲	مراہم لشکر سے پیشہ
۱۵۶	ستلی صاحب کا خاندان رسالت پر غلط	۱۳۸	فرقہ ایریں کا ظہور	۹۳	مراہم لشکر سے پیشہ
۱۵۷	الرام	۱۳۹	کونسل میں اور عقائد کی تدوین	۹۴	مراہم لشکر سے پیشہ



۳۳۳	مسلمانوں سے عیسائیوں کی ہمت	۲۷۹	ہجری کی مزیات ہجرت کی حقیقت کا	۲۷۵	قبیلہ نوح علیہ
۳۳۵	صحابہ سابق الذکر کی پوری تفصیل		آکشات۔		قبیلہ بوزیل بن سبیاں
		۳۱۳	فرق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے	۲۷۶	قبیلہ موہامر
۳۳۷	کلمہ مہم الہدم۔ اور اسد بن زرارہ۔		استقلال		قبیلہ موکسدہ
	دو مہمان انصاری کی رحلت۔	۳۱۵	حضرت ابوبکر اور رسول اللہ کی حدیث		قبیلہ نو حنیف
	<b>سہ ہجری</b>	۳۱۶	واقعہ خیمہ اُم مہجرہ		طائف سے واپسی کے بعد آنحضرت
۳۳۷	توبیل قبیلہ	۳۱۹	سراقرن خشم کا واقعہ		صلح بصرہ کا فسخ الباب۔
۳۵۱	سلسلہ عروا	۳۲۰	عامر بن عبیدہ کی حقیقت	۲۷۸	ان میں مقل مصائب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
۳۵۲	عروا کی ضرورت اور جہاد کی مجوزیاں	۳۲۱	سمریہ کی منزلیں		بہ طیر مصر و استقلال
۳۵۵	یہود و نصاریٰ کے عمل فی الجہاد کی مثالیں		مدینہ میں نزول رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۲۷۹	حضرت موسیٰ کے صریح علی المصائب
۳۵۸	طرہ و دان یا عروہ الجوا۔		قیام میں نزول رسالت		سے عوارہ۔۔۔۔
۳۵۹	عروہ و لواط	۳۲۲	قیام حضرت علی کا درود		حضرت عیسیٰ کے صریح علی المصائب سے
	عروہ در الصبرہ	۳۲۳	قیام رسول اللہ کا پہلا خطبہ		عوارہ
	اسی نو دین حضرت علی کی کنیت ابو	۳۲۵	خاص مدینہ منورہ میں داخلہ		<b>نبوت کا بار عواں سال</b>
	تراپ مقدس ہوئی۔۔۔۔	۳۲۶	حضرت ابوبکر انصاری کے گھر میں	۲۸۰	مدینہ منورہ اور قیام انصار
۳۶۰	عبدالعبید بن اسلم کی شہادت۔	۳۲۷	مسجد نبوی کی تعمیر	۲۸۲	ختم اولیٰ میں انصار کی میت
۳۶۳	یہودیوں سے قریش کی حیر سازش	۳۲۸	حضرت عمر بن ابی اسلم کے محاسن عداوت	۲۸۵	ختم ثانی میں انصار کی میت
	مسلمانوں کو قتل و غارت کی دکانی۔	۳۲۹	ارواح مطہرات کے لئے نکاحات	۲۸۶	عبد بن عبیدہ اشجی کے تبلیغ عداوت
۳۶۴	گزنہ جابر بن جہر کی مدینہ پر حملہ	۳۳۱	ابتداء کے اذان	۲۸۹	انصار اور رسول اللہ کو ہجرت مدینہ کی ترغیب
۳۶۵	ابو جہل کی قیامت کی چال عبداللہ بن	۳۳۲	محاورہ انصار کے محاسن آنحضرت	۲۹۲	سید بن عباسہ انصاری اور قریش کے محاورہ
	عشق کا بیجا استعمال۔ عبداللہ بن جہر کی قتل	۳۳۳	محاجرین کے ساتھ انصار کے محاسن	۲۹۴	سید بن جہر کو بیت مدینہ کا حکم
۳۶۶	جنگ بدر کے اصلی اسباب		سوک	۲۹۵	حضرت ام سلمہ پر ہجرت مدینہ کیئے محاورہ
۳۶۷	نزول حکم جہاد اور ان کی ناگزیر ضرورت	۳۳۴	اصحاب صفہ		<b>نبوت کا تیسرا عواں سال</b>
	<b>جنگ بدر</b>	۳۳۵	ہوداں مدینہ		<b>پہلا سال</b>
۳۶۸	کھار قریش اور در کا سامان جنگ	۳۳۶	مسلمانان اور یہودان مدینہ میں باہر تھانہ	۲۹۶	ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۴۸	حجہ مدرکہ اعلان اور مداراں سلام	۳۴۸	سلی صاحب کی طرح جسم بونی	۳۴۸	طیل اللہ و مسلمانوں کی فتح کامل کے سبب
۳۴۹	کی غنیمت	۳۴۹	الاحدیہ کی عقیدہ شہداء عطا بھی اور سر	۳۴۹	فتح بدر کے جو جنگ اور استیلا
۳۵۰	سعد بن عبادہ نہیں ہرزح کی تقریر	۳۵۰	حجالت و ترسندگی	۳۵۰	فتح بدر کے ماکار استیلا
۳۵۱	میدان بدر کی طرف روانگی	۳۵۱	الواحدی کی حاملہ رحمت	۳۵۱	کومین مقتولین درگا گھر گھر فہم
۳۵۲	شہلی صاحب کی عطا بھی کی عقیدہ	۳۵۲	الوجہ کا قتل	۳۵۲	بدر کے حاتمہ کے ساتھ ابواس کا حاتمہ
۳۵۳	موقع بدر	۳۵۳	روح کفار کی تر حالت اور حضرت علی کی	۳۵۳	عمر بن وہب اور رسول کا قتل کا قصد
۳۵۴	لنکر اسلام میں سامان جنگ	۳۵۴	شہادت و دیری	۳۵۴	عروہ قرظہ لکھنوی قندہ صہ
۳۵۵	حاب بن ممد کی عقیدہ مشورت	۳۵۵	شہیدان بدر کی حال تار ماں	۳۵۵	ترویج حاب طاہرہ ابراہیم سلام اللہ علیہا
۳۵۶	سقا بن قریش کی گرفتاری	۳۵۶	جمع شہید اول ہیں	۳۵۶	واقعات منہر و صہ بحری
۳۵۷	کفار قریش کی بدعتی کا تہ	۳۵۷	حارث بن سترافہ کی شہادت	۳۵۷	مسلم صاحب کے سلسلہ میاں میں بد
۳۵۸	لنکر اسلام میں صف مدی	۳۵۸	عمر بن الحماہ کی شہادت	۳۵۸	تیری اور بے رطلی
۳۵۹	حکیم بن حرام اور مصالحت کی تدبیر	۳۵۹	عوف بن مالک کی شہادت	۳۵۹	عروہ بن قیس کا
۳۶۰	میدان جنگ میں عربہ رسول کی قیادی	۳۶۰	سعد بن عبادہ اور سترافہ کی شہادت	۳۶۰	یہودیوں کے حضرت اہلک اہلک
۳۶۱	مقار کے متعلق حضرت کے مترجم حکم	۳۶۱	جنگ بدر کے اہل ہر حضرت علی ہیں	۳۶۱	عادات و اطوار
۳۶۲	جنگ میں قریش کی سخت عامر کی	۳۶۲	مقتولین بدر کی تدفین	۳۶۲	یہودیوں اور مخالفت اسلام
۳۶۳	مسار طلی	۳۶۳	الحدیدہ بن عتہ کی قوت اسلام	۳۶۳	سی قیس کا کی شہادت
۳۶۴	جمع اور عامر کے مقابلہ کی سخت شہلی	۳۶۴	اسیران بدر کے ساتھ مترجم سلوک	۳۶۴	سی مدافع کے خاص حالات
۳۶۵	صاحب کی عطا بھی مع حاتمہ	۳۶۵	درگاہ سے مراجعت مرل روٹا میں	۳۶۵	سہہ بحری
۳۶۶	عتہ بنیدہ اور ولید کی مسار طلی اعداد	۳۶۶	عیدہ کی شہادت - عیدہ سورہ میں اظہ	۳۶۶	قل کعب بن اشرف یہودی
۳۶۷	بکے مقابل سے انکار حمزہ عیدہ اور علی	۳۶۷	تائید بھی کے چشم دید واقعات	۳۶۷	مسلم صاحب کا خانقاہ اختصار
۳۶۸	سے مقابلہ	۳۶۸	حضرت عباس کا اسلام لانا	۳۶۸	قل الوارثہ سلام منانی الحقیق
۳۶۹	عیدہ بنیدہ اور ولید کا قتل - عیدہ کا	۳۶۹	اداسے عیدہ کا ایک درو آگیر واقعہ	۳۶۹	جنگ احد سہہ بحری
۳۷۰	مخروج ہوا اور کاشق شہادت	۳۷۰	الوالدین کا اسلام لانا	۳۷۰	الوہیان کا سر پایہ جنگ
۳۷۱	رسول آئینہ میں چمکانی الخ	۳۷۱	حارہ مدیہ کی معرکہ الاراعث	۳۷۱	کافر عورتوں کا میسڈ
۳۷۲	حکم قتل سے سی ہستم کا استناد	۳۷۲	بدر میں کثیر اللہ اور کفار کی شکست لانا	۳۷۲	میدان میں قریش کی ضرر مقابلہ کی تجویز

۵۱۲	غزوہ بنی نصر سنہ ہجری	۴۹	انصری امارت انصاری کی حال تیار	۴۹	شکر اسلام کا جائزہ
۵۱۳	غزوہ بنی عسر	۵۰	ماہج انصاریوں کی ایک بارہاں شایاں	۵۰	ترتیب لشکر اور مصالحت حوج
۵۱۴	یہودی امیر اور قتل رسول کی کھلا جرات	۵۱	الوطیقہ انصاری کی رفاقت	۵۱	اس الی سول اور لشکر اسلام سے علیحدگی
۵۱۵	سی نصیر کا محاصرہ	۵۲	خواتین اسلام کی مردانہ ہمت و رفاقت	۵۲	ترتیب لشکر اسلامی
۵۱۶	بہی نصیر اور سحران کا بارود	۵۳	ایک حائل انصاری کی رفاقت	۵۳	کھار اور سلفت جنگ ابو عامر کا مقابلہ
۵۱۷	مہر سے سی نصیر کی شہادت و حلاطی	۵۴	سعد بن معاذ کی ماں کی عقیدت	۵۴	مسار راں اسلام کی تمامیت
۵۱۸	انصار کا مہاجرین کے ساتھ خیال تیار	۵۵	حراہ رسول سے لیکر حاتمہ جنگ	۵۵	حضرت علی اور عمار آں قریش کا قتل
۵۱۹	تقسیم اموال سی نصیر	۵۶	نک کے حالات	۵۶	تیر اندازاں اسلام کی اطلاع غلطی
۵۲۰	واقعات متفرقہ سنہ ہجری	۵۷	میدان جنگ سے فریٹش کی دایسی	۵۷	حضرت حمزہ کی شہادت
۵۲۱	حضرت طلحہ بننت اسناد حضرت علی کی دعا	۵۸	شہدائے اُحد کی تدفین	۵۸	فوج اسلام کی گزیر آحضرت کا مجروح ہونا
۵۲۲	ذات الرضاع	۵۹	حضرت حمزہ کی لاش	۵۹	معروفین احد
۵۲۳	عروہ دوست احمد	۶۰	میرسین داخلہ شہدائے ماتم جنگ	۶۰	معروفین اُحد کی مار گشت
۵۲۴	عروہ سی المصطلق	۶۱	اُحد پر اسے . . . . .	۶۱	سیارین اسلام کا قہن فی الہماذ کی
۵۲۵	شعلی صاحب سے خاص گداز	۶۲	عروہ حمزہ الاسد	۶۲	دیر اندہ خدمات
۵۲۶	عبداللہ بن ابی سول کی فتنہ گیری	۶۳	الوعزہ اور معیت بن معیرہ کا قتل	۶۳	حضرت ابو دجاہ انصاری کے حماس
۵۲۷	حضرت عمر کے مشورے پر عبداللہ بن	۶۴	واقعات متفرقہ سنہ ہجری	۶۴	خدمات . . . . .
۵۲۸	الی کے بیٹے کی ناراضی	۶۵	سر پہ الوسل	۶۵	معصوب اس عمیر باطنی کے حماس
۵۲۹	حضرت عیرہ کا قصد	۶۶	سر پہ ان ایس	۶۶	خطرات ابو عامر کے حماس
۵۳۰	قصد ملک حضرت عائشہ پر عطا الرام	۶۷	واقعات ذات الرجیع	۶۷	سعد بن الرجیع انصاری کے حماس
۵۳۱	غزوہ خندق یا جنگ احزاب	۶۸	حبیب بن عدی کی مصیبت ناک	۶۸	خدمات
۵۳۲	(سنہ ہجری)	۶۹	سرگدشت . . . . .	۶۹	عمادہ اس ریاء انصاری کی حال ساری
۵۳۳	قریش کی طیاری	۷۰	ریدن الدتہ کا عبرت ناک قتل	۷۰	سہل ابن حبیب انصاری کے حماس
۵۳۴	بنی قریظہ سے سازش	۷۱	واقعہ بے پرواہ	۷۱	خدمات
۵۳۵	خندق کھودنے کی تجویز اور حضرت سلمان	۷۲		۷۲	حضرت علی قریشی کے حماس
۵۳۶	کے خدمات . . . . .	۷۳		۷۳	حضرت علی اور ذوالقح کی حما

۵۳۲	مسائقین کی علیحدگی	۵۳۲	عمرس معدودہ کا قتل	۵۳۲	غزوہ بنی قریظہ (ششہ ہجری ۱)
۵۳۳	سحوک کی شدت اور رسول اللہ پہنچل	۵۳۳	دوا القرم حضرت علی کا لقب ہوا	۵۳۳	عروہ سی قریظہ
۵۳۳	حباب فاطمہ الزہراء اور رسول کی خدمت	۵۳۳	حضرت عمر اور بھائی سے مقالہ	۵۳۳	حضرت علی اور یہود کی سخت کلاں
۵۳۳	مقالہ قریش کا انتظام	۵۳۳	دوئل کا قتل	۵۳۳	سحدس معاد کی تحکیم
۵۳۳	ایام محاصرہ میں رسول اللہ کی ذاتی	۵۳۳	دوئل کی لاش کی بیٹھنے سے حضرت کا ہنگامہ	۵۳۳	یہود کی ایک دلیر عورت
۵۳۳	تخلیص	۵۳۳	سہ لے بھائی کی لاش کو محفوظ دیکھ کر	۵۳۳	سہ لے قریظہ قبول قہاص کے مطابق تھی
۵۳۳	عبادس بشر الصاری کی خدمات	۵۳۳	قاتل کی تعریف کی	۵۳۳	قریظہ کے معاملہ میں اسلام لے حضرت
۵۳۳	انصار کا کمال استقلال	۵۳۳	رباں رسول کی سوزنازدت علی کی اہمیت	۵۳۳	موسیٰ سے زیادہ رعایت کی
۵۳۳	حضرت صفیہ کی مردانہ وار دلیری	۵۳۳	رباں عدائے ساررت علی کی اہمیت	۵۳۳	ربحارہ کا علط واقعہ
۵۳۳	باہمی مقالہ عمرس معدودہ کی شاندار آمد	۵۳۳	میدان جنگ سے قریش کا فرار	۵۳۳	حضرت ربیع سے نکاح
۵۳۳	موج اسلامی پر اسکاؤٹ	۵۳۳	سحدس معاد کا زخمی ہونا	۵۳۳	واقعات شرفہ ششہ ہجری
۵۳۳	حضرت علی کی طبیعت شجاعت عمر معدودہ کی مساکت	۵۳۳	قریش کے آماجہ دار کر کے سہا	۵۳۳	تمت بالخیر
۵۳۳	خدمت رسول سے علی کی خدمت	۵۳۳	بنی قریظہ قریش کا ساتھ چھوڑ دیا	۵۳۳	والعافیہ
۵۳۳	حضرت علی اور عمرس معدودہ سے مکالمہ	۵۳۳	فرار کفار کی دوسری حصہ		
۵۳۳	اور مقالہ	۵۳۳	خلیفہ بن ہیاں کے محاسن خدمات		

الموقف الاحقر  
شیدا ولا جید رعی عنہ



# اَسْوَةُ الرَّسُولِ جلد دوم

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَحْمَدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَحَاقِیَةِ النَّبِیِّیْنَ وَ

اِلٰهِ الْعٰلَمِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ

شادی و عَمَمِ تَوَام

۵ این ماتم سخت است کہ گونیہ جوان مرد

حضرت عبداللہ علیہ السلام کی وفات

شادی و عَمَمِ تَوَام ہوتے ہیں اور حکم تقدیر محکم۔ افسوس ہے کہ اس اتحاد و ازدواج کا زمانہ کچھ بھی دیر باہر رہا۔ اور کل آٹھ ہی مہینوں کی مختصر اور شکاری مدت تمام ہو کر یہ اتحاد و اتصال الوداع و الفراق سے مہل ہو گیا۔ اگر یہ اس لئے ہی قلیل حصر میں مدبر قدرت نے ایسی ودیعت و امانت کے استبدال و استعرا کے تمام انتظام تیار و مت کر لئے تھے۔ مگر ساتھ ہی اسکے مستیت کو یہ ودیعت و قدرت میں درہمیں بنا کر رکھنا تھا۔ اس لئے جناب آمنہؓ کو آٹھ مہینے کی مدت حمل تمام ہونے پائی تھی کہ حضرت محمد اللہ نے انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰهِ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ ۞

تاریخوں میں جب زمانہ وفات کی تلاش کی جاتی ہے تو صحیح قرائن یہ بتلاتے ہیں کہ واقعہ نبیل کے حضور ہی دونوں کے بعد اپنے رحلت فرائی۔ مقام وفات مدینہ ہے۔ شام سے قافلہ تجارت کے ساتھ واپس ہوئے تو مدینہ میں پہنچ کر علیل ہو گئے۔ اس لئے وہیں ٹھہر گئے۔ اور قافلہ مکہ چلا آیا۔ ایک مہینہ کی علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہی اور وہیں انتقال فرمایا۔ اسکی تفصیل ابن سعد کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

حج عبداللہ سے عبدالطلب کی سلام الی الو آتی عین  
عدالت قریش بچلوں تجارتات مصر وغیرہ میں تجارتا رہے تھے  
انصر وافر و المالدہ و عبداللہ و عبدالطلب  
یومئذہ بعض فقال اما اتخلف عدا حوالہ می مد  
سی التمار و اقام عدہ ہمزہ بیضا تھمزہ و مصلی صحابہ  
فقد ملامکہ مسالہ عبدالطلب سے عبداللہ فقا  
اخلفا آء عند احوالہ می عدی سے التمار و ہو  
مرئین معش الیہ عبدالطلب اکبر ولد کالمعاد  
فوجدہ قد توفی و دہ فی دار النبی و ہو  
رحل من عدی سے می التمار فی دار النبی اذا  
و حلتھا والد و برہ عی سارک و احبہ احوالہ  
ممرضہ و نقیا ہم علیہ و ما و لو امن امرہ و  
انہم تفرہ فوجہ الی امیہ فاحمد فوجد علیہ  
عبدالطلب و اخوتہ و احوالہ و حدائد یلاد  
رسول اللہ صلعم یومئذ حمل و لعل للہ یوم توفی حمس  
عشر و ن طعقات صرا

حضرت عبداللہ سے عبدالطلب قریش کے قافلہ میں ایک قافلہ قریش کے  
ساتھ نعرہ تجارت تام کے متہو تر ترہ میں گئے تھے اہل قافلہ  
تجارتی مال کو بیچ کر کے مراعتہ کیجئے تو دہان والیں ہوا و برہ  
قریب بیچے و اسد مریمان میں حضرت عبداللہ سے عبدالطلب علیہ السلام کو  
آپ نے ایسے ہر چیزوں سے کہا کہ میں تو نبی مومن را دہا میں  
ساتھ قلیل عی سے التمار میں تہر عادی کا خیال نہ پڑے کہ آپ دہان  
شہر گئے اور ایک مہینہ تک مرہیں رہے آپ نے نہا کہ چلے آئے اور  
حاب عبدالطلب الملوگوں سے حضرت عبداللہ کا حال دہا کیلئے  
ابھو کہ کہا کہ وہ تو علیہ ہو کہ برہین میں اسد مومن را دہا میں  
شہر گئے ہیں سیکر حضرت عبدالطلب اپنے چرے بیٹے عادت کو حضرت  
عبداللہ کی خبر لانے کیلئے بھیجا یہ دہان میں چپے تو حضرت عبداللہ تعالیٰ  
مراتے تھے اور دار النبی میں مدو کی ہو چکے تھے لہذا نبی نبی  
ایک شخص کا نام تھا ادبہ اسی کا مکان تھا اور یہ مکان دہا تھا کہ  
دروازہ مومن جانب تھا یہ ان سے عادت سے) اکی غز و اقامت  
اکی حالت مرض و ان کو قیام کرے وصیت فرمائے اور ہر ہر حالت کر جائے  
اور دونوں ہونے کی تمام و کمال کیفیت بیان کر دی۔ عادت یہ خبر نہ کرنا  
کے پاس چلے آئے۔ اس عادت کی خبر سکر حباب عبدالطلب اور ان کی تمام عادتیں یہ ہیں۔ بیٹے میںاں بڑی شدت سے رو میں میں  
رسول اس وقت تک حل میں تھے حضرت عبداللہ کا یہ وفات کو وقت یکیش ارس کا تھا یہاں سے بعد ملازمت میں طہور  
بنی ہاشم کے تمام گھروں میں گرام ٹھیک۔ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت تک حل میں تھے حضرت عبداللہ  
کو ملازمتی میں اس میں چوں سال کو نہاں کا ایسا شدید داغ ملا جس نے آپ کی آنکھیں تمام دنیا کو تاریک کر دیا میری کا ضعف  
اور انضلال کیلئے تھا اس میں خیر متوقع اور غیر خیر صدمہ و طلال ہے آپ کو انکس مصلی اور ضعیف کر دیا۔ مگر دوران مشیت  
کو اپنی ولایت کی حفاظت و نگہبانی اور اس خاتم رسالت کی پرورش و نگہبانی اسی بزرگ خاندان سے پوری کرنی تھی اور  
جس شرف مخصوصہ کئے وہ چریدہ صالحین میں پہلے ہی سے تھوہ ہو چکے تھے اس کی تعمیل و تکمیل کا زمانہ بالکل قریب رہا  
تھا حضرت عبدالطلب نے بالآخر اس واقعہ کا نگہ اور عادت روح مرسا کو محض را دہ تقدیر اور امر انگریز ہر خود بھی صبر کیا اور  
تمام غز و اقرار بکسی صبر و سکون کی تعلیم و ہدایت فرمائی۔



حضرت عبداللہؑ کی وفات اور آپ کے بن شریف کے متعلق اور انوال بھی آئے ہیں۔ ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ صحیح جمع کر دیا ہے۔ مگر آج میں ایسا یہ فتح تحقیق قائم کیا ہے کہ اولاً اول انت اندہ کوئی و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی روایت ہے کہ حضرت عبداللہؑ کے انتقال و ماسیکہ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تھے پھر و انت متذکرہ مالکی سنیست آج میں یوں لکھتے ہیں کہ ہوا انت الاول والاولیٰ فی وفات عبداللہ بن عبدالمطلب وسنة عدما حضرت عبداللہؑ کی وفات اور عمر کے متعلق ہمارے نزدیک تمام اقوال روایات سے مذکورہ بالا روایات زیادہ صحیح ثابت ہوتی ہیں ص ۶۱

اسی طرح وقت وفات حضرت عبداللہؑ سنا مگر کلمیٰ انت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سن اٹھارہ مہینوں کا بتلایا ہے اور ایک قول کے مطابق سات مہینوں کا۔ اسکی سنیست ابن سعد لکھتے ہیں والاول انت اندہ کوئی و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ قول اول زمانہ مات ہو اور وہ یہ کہ حضرت عبداللہؑ کی وفات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تھے۔ ابن سعد ص ۶۲

وفات عبداللہؑ حضرت عبداللہؑ کے متعلق جناب آمنہؓ کا مرتبہ عربی کی تمام تاریخوں میں قلمبند ہے۔ ہم بھی اس کے دو تین اشعار طبقات سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

رسد ہاسم کی حرم گواہ لطایس لیجاؤ  
اے بیرون تہرا صغیر غلام (میرہ) میں اسکی زیارت کرو  
اصل بقا رہے اسکو ملایا اور اسے قبول کر لیا  
اور حقیقت اسی نوع السان میں اس ہاتھ کا سہل ہیں  
اوس کے اصحاب کمال اندوہ و ملال کے ساتھ  
اوس کو سریر زناوت (برادھاکر ہاتھوں ہاتھ دفعہ  
نیک لے گئے۔

عما حائلہ طحانہ من ہا شمر  
و حاور لحد احاد حافی المعامر  
دعتہ المایا دعوة و احالہا  
وما ترک فی الناس مثل اس ہاشم  
عتتہ راحوا یجملون سریرۃ ہاشم  
تعاوروا اصحابہ فی التلہر ہاشم

حضرت عبداللہؑ کا احباب عبداللہؑ کی عمر ہی کیا ہوئی اور آپ کو درستی معاشرت کا دیا میں وقت ہی کتنا ملا کہ آپ کے ترکہ کسی سربراہ یا جائیداد کی تفصیل کی جائے آپ نے اپنے بعد کو کچھ ترکہ چھوڑا وہ اس سعد کی تحقیق میں یہ تھا۔

ایک ام ایمن (خادمہ) یا بیچ اوتھ اور حیدر بیجان اور بی قلیل  
استیا و معیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درانت میں ملین انھیں ام ایمن  
نے آپ کو بچیں میں کھلایا بخا اس کا نام رکھتا تھا۔

ام ایمن و حمسۃ احمال و قطعت عنم فوش ذلک  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کانت ام ایمن تحضہ و اسما

سوائے آنحضرت کے تمام موزین و محدثین کا اسیر اتفاق ہے کہ یتیم عبداللہؑ (روحی غلام) ہر طریقہ اور ہر  
قرینہ سے ایسا یتیم تھا کہ نہ اسکا کوئی شریک نہ تھا نہ سیرم نہ اس کا کوئی عینی بھائی تھا  
اور نہ حقیقی بہن۔ اصل توحید کا یہ معلم ربانی بالکل تنہا تھا اور لاشائی تمام محققین نے اس متعلق  
اولاد نہیں تھی

جو اپنا مختار قائم کیا ہے اس کو ابن سعد نے ذیل کی عبارت میں لکھا ہے۔

وهذا ما لا يغير عددا ولا يحل العلم له ولا يملكه  
 منته وهب ولا يحل لله ولا يحل لغيره ولا يحل  
 صاحب رسالت آت صلعم کے نہیں تھی۔

ایام حمل میں کرامات کی صمد و راقص و نقل کے مشابہات ہو عقل سلیم کے نزدیک یہ امر ثابت ہو چکا ہو کہ اگر وہ انہما کی خلقت مقدرہ اور قدرت مظهر میں قدرت الہیہ نے ترکیب انسانی کے ساتھ ترویج و معانی ہی و دلایت و مافی تعلیٰ اور اس شرف حاصل کے باعث سے اوں کی ذات مبارک کو قاعدہ تقسیم مستے و ماکر تخصیص کے حاصل مرات پر ہو گیا یا تھا یا نہیں ہوں تخصیص کی ساری ساری علیہ السلام کے اکثر اوصاف معمول کے خلاف اور عام فطرت انسانی سے مرتج اور مرتفع سمجھے جاتے ہیں اور چونکہ قدرت کو بھی ان کا مخصوصہ کے اظہار میں ایک خاص اہتمام منظر ہوتا ہے اس لئے ان کے آثار مخصوصہ کا اظہار و صمد و عام طور سے ظاہر میں لگا ہوں میں تعجب انگریز و جریت حیر معلوم ہوتا ہے۔ مگر حقیقت کے دیکھنے والے اسے قدرت کی حلوہ مافی تسلیم کرتے ہیں۔ جب رسالت آت صلعم کے کسی کیا قسم الاندیا ہو نیکیے ہمارے یاں منجانب قوت موجود ہیں تو آپ کے متعلق کسی رائے کیسی وقت میں ہم قدرت کی اس حلوہ آراگون کو کیسے امتیحا و ادربے نیا و کہہ سکتے ہیں اس کو پورا تمام قدیم توفیق و محمد میں نے آپ کی ولادت و اسعادت اور نیز اوس کے قبل کے ادن تمام واقعات کو جن سے ظہر کرامت کے ثبوت معنی ملتی ہیں کچھ اصول اتفاق و کی بنیاد ہی زمین ملکہ واقعات و مشاہدات کے طریقہ اعتبار سے اپنی تصنیفات و مالیفات میں قلمبند فرمایا ہے ان سہ طرقات میں اس آثار قدرت کے متعلق لکھتے ہیں۔

ان رسول اللہ صلعم لاحتلہ امۃ من وھب کانت  
 تقول ما سمعت اذی حلت بہ ولا وحدت لہ تقلا کما  
 تعد اللیسا آمانی ات واما من المائع وایضظان فعال  
 هل شعرت انک حملت فکانی اقول ما ادرای فقال انک  
 قد حملت لیسید ھذہ الامۃ وکنتم اذک یوم کلامت  
 قالت فکان ذلک تمامین عدی لالحل فحماھلی حتی اذا  
 دبا وکونی امانی ذلک الا فی فقال قونی اعدہ ما ورا  
 النصدین شرکھل حاسد طعت نکمت اقول ذلک وکنتم  
 ذلک لیسائی فقلنی لی تعلقی حدی افی عصد یلک و  
 عصدک ما لت ففعلت فلم یکن علی الا یا ما قد قطع

جناب امہ بنت وہب ناقل ہیں کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ عمل میں ایک عرصہ تک جھکوا بیو حالہ ہو تریکا یقین نہیں ہوا کیونکہ جھکوا اپنے جسم میں کوئی گراہاری ایسی جیسی عام عورتوں کو یا ہم عمل میں محسوس ہوتی جو ذرا بھی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک انیم خالی کو مارا میں بیٹھے ایک آنروا کے اوسنے پاس آتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے کہ کیا تم کو اپنے حالہ ہو تریکا یقین نہیں ہے میں اُس پر غصہ ہوا کہ اوس میں کہا میں تو صل کی کوئی مصلحت اسے میں نہیں دیکھتی اوس نے کہا کہ جھکوا ہر امت کے سردار اور نبی مختار کا حمل جو جناب امہ فزانی میں کہ جھکوا خیال ہو کہ وہ دستہ کادون تھا پھر اس شخص کے کہنے کے وقت ہو جھکوا اپنے حالہ ہو تریکا یقین ہو گیا یہاں تک کہ اسی

فکرت لا اقل عقد طوطا ۶۳

سرحد ہو گیا اور حسب ولادت کے دن قریب آئے تو پھر وہی نکلا  
 شخص میرے پاس آیا اور مجھ سے کہا کہ یہ کمات تمھے سے کہو اعد کا یا لا اقل کا (الصلوات کی نماز میں حد کے رگ تو تمام حاملین  
 کے معسد دن کے لئے یہاں گنتی ہوں) ایسے ہو سکی ہر ایک کے مطابق ان کمات کا اس واقعہ کو پھر میں ہی پھر میں ہی ہوں تو ان کمات کا  
 سب سے کہا کہ لوہے کی کوئی چیز ایسے مارو یا بدھو اور گئے میں ان کا حساب آئے فرمائی ہیں کہ میں نے ان کو تولوں کے کسے کے  
 مطابق کیا پھر میں اس کو وقت ولادت تک سمیٹ رہی حسب ولادت ہو گئی تو اتنا روایا اور کچھ کچھ نہ ہوا۔

اسی سلسلہ بیان میں ابن سند نے یہ واقعہ بھی لکھا ہے۔

اموت ائمہ وہی حامل رسول اللہ صلی علیہ وسلم ان تسمیہ اطفال اس روایا میں آئے کو حکم دیا گیا تھا کہ اس مولود کا نام محمد رکھا  
 ظہور کرامات کو مذکورہ بالا واقعات سے روایوں کے قدیم تصدیق اور احسانیت کی لکیر بیٹھنے والوں میں سر ولیم مورس نے فرام  
 سے سر ولیم مورس صاحب انکار پاپا جو اور اسلام کی مخالفت کا خاص طبر (اٹھا یا ہر) اسلام کی تفسیر حیرت اور تالیف  
 کے بیانات سے لیکر مشاہدات و بدیہات تک سے انکار فرماتے ہیں اور تائید عیسائیت کے اس غلط طریقہ کو وہ ایسی جاہلانہ تفسیر  
 یقین کرتے ہیں حالانکہ ابن راہ کہ میری سرکاران بہت لیکن حقیقت میں اور انصاف پسند حضرت ان کی مساجد امیر کو ابھی گناہ  
 حرکات سے زیادہ قبیح تسمین سمجھتے۔ وہ محض معمولی سے معمولی اسلامی احبار و آثار کی تنقید و تردید کر کے ایسی دالست میں بن  
 اسلام کی نفی ثابت کرتے ہیں۔ ان ہادصلان بعیدہ۔ حالانکہ انھیں معلوم نہیں کہ کوئی مذہب جو اس کی اصل اور اس کی  
 ساحقیت کے کس اخبار اور میاں ریر قائم ہوتی ہے۔

انہی انصافیت اور تصدیق کے اسی سلسلہ بیان میں سر ولیم مورس صاحب نے طہور کرامات کے ان واقعات بھی  
 جن کو ہم اوپر لکھا آئے ہیں تنقیدی نظر ڈالی ہو اور ان کو سر سے بے اصل اور راویوں کے محض محترعات بتلایا ہو۔ ان کے علاوہ  
 اول مستاہات کو بھی حکم روایات جوئے کے علاوہ تاریخی واقعات ہو سکی بھی پوری حیثیت حاصل ہو اور وہ دور ان  
 حمل اور وقت ولادت متعدد اور متواتر طریقوں سے تمام حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں درج ہیں قابل مصححہ ٹھہر یا  
 ہے اور خوب مقدمہ لگایا۔ وہیں صحت مشکک

حمان تک میور صاحب کے ان تنقیدی مضامین پر غور کیا جاتا ہو معلوم ہوتا ہو کہ حسب ولعسا بیت کی عصیت نے  
 میور صاحب کو حقیقت شناسی اور انصاف کے راستہ سے ہمت دو کھینک دیا ہے۔ انھوں نے ان مردیائے اسلام  
 کی محبوبت ثابت کر کے کاحیال جام مید کیا ہے اگر وہ کسی مذہب کی اصلیت اور حقیقی صورت و احوال ہوتے اور ان اصول  
 ضروریہ کو طبعیت میں جن پر مذہب کی سامی ہوتی ہو تو ان روایات کی تنقید و تردید سے تکذیب اسلام ثابت کر کے حرکت نے  
 اگر نقص حال یہ مہرویات اسلامی میاں تحقیق و تصدیق کے مطابق بھی نہ آتیں تو ان سے حقیقت اسلام میں کیا  
 نقصان آتا ہو سر ولیم مورس صاحب کے ایسے تو بہت و انجیل کو ان متعدد اور متواتر واقعات مندرجہ بالا کی نسبت کیا رائے قائم کرے

جو محالات کے بھی درجہ سے گزر گزرا کرتے کے حدود تک پہنچے ہوئے پائے جاتے ہیں اور جو عموماً حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے تذکرہ میں اس وقت سے لیکر اس وقت تک انکی مذہبی کتابوں میں بڑے اہتمام اور نگہبونی سے لکھے جاتے ہیں جبکہ ان دنوں کے متعلق ذکر کرنا کبھی انکی طرف صرف غصہ کرنا بھی اہل اسلام غلام اور اس احترام سمجھتے ہیں۔ مثلاً صاحب مہم علیہم السلام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ترکیب یا ولادت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد یوسف بھار کے گھر جا کر صاحب عیسیٰؑ کے دیگر غلامی بھائیوں کی ولادت جبکہ عیسیٰؑ مہم تھا تو میں دی راویں (The brothers) کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ ایسے گویا بات ہیں کہ دیکھئے والوں کی آنکھیں اور سنتے والوں کے کان طے جاتے ہیں۔

مگر حسیہ کہ ہم اور لکھ آئے ہیں کوئی عیسائی فلاسفر (Philosopher) کوئی سائنسٹ (Scientist) ان واقعات کو غلط سمجھتا ہے اور نہ محالات و ناممکنات بتلاتا ہے۔ انھوں نے کہ ان اعتراضات سے پہلے سرولیم میور نے تو قاضی اکمل لکھ کر حضرت عیسیٰؑ کی زبانی ان احکام بتائی کہ یہ بڑھ لیا۔ تو اس ذمے کے جو تیسرے بھائی کی آنکھ میں ہر کچھتا ہے اور اسی آنکھ میں جو تیسرے بھائی کو سکھاتا ہے۔ اسی کا رستہ پہنچا ہے۔ آنکھ سے تیسرے نکال کے تیسرے بھائی کی آنکھ کا ذرہ نکالنے کیلئے صاف لہڑا لے لگے گا۔ - لو قاسم ۶ - آیت ۴۴ و ۴۵ مطبوعہ لاہور۔

میسور صاحب کی طرح ڈاکٹر اسپرنگر صاحب نے بھی حضرت آمنہؑ کا فرشتوں کو دیکھ کر ڈر جانے اور اس کے دستور کے مطابق کوسہ کے نوید کو لگنے میں شکالے اور ماروں پر مار دے لیے سے یہی لگتے ہیں کہ حضرت آمنہؑ کو دماغی ضعف کی شکایت تھی اور صریح کا جرح تھا۔ ہم اس نا اہل صاف بورڈ میں محقق سے پوچھتے ہیں کہ حضرت آمنہؑ کو تو واقعات کے بیان کے لیے تو ضعف دماغ اور صریح کی بیماریوں میں مبتلا ہوا تو یہ ہوتا ہے۔ مگر حضرت سارہؑ اور حضرت مریمؑ نے جو فرشتوں کو دیکھا تھا وہی بے شکاب کی صورت میں خوف کھا یا تھا اسکے لیے ڈاکٹر صاحب کوئی بیماری اور کوسا جرح تشخیص فرمائیں گے۔

بہر حال اگر سرولیم میور اور ان کے بھائی خصال انصاف کے قابل نہیں ہیں اور ان صاحبانِ ہدایت کو عوام کو لانا ہم کے برابر جانتے ہیں تو وہ ایسے اس غلط استدلال کو اہل اسلام کے مقابل میں جو امتداع اسلام سے لیکر اس وقت تک تشخص فیض و امداد کے برابر مستعد و مؤید ہیں اور اللہ اللہ تعالیٰ امداد لا دے تاکہ قائل رہیں گے اس وقت تک پیش کرنا جس میں نہیں رکھ سکے جن تک کہ وہ ان اقسام کی مہربان کو ایسی تمام مہربان کتابوں سے قلمزدین کر لیں گے یا کم سے کم اور یہ محالات و ناممکنات ہو نہ کیا اور یقین نہ کر لیں گے ہم نے ان کے جملہ اعتراضات کی تردید میں اس کتاب کو لکھ دیا اس سے زیادہ لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ مگر چونکہ سرولیم میور نے فرشتہ کے درجہ سے حضرت آمنہؑ کو اس مولود کا احمد نام رکھ جانے کی ہدایت کرنے پر بڑی حیرت و استعجاب کا اظہار فرمایا ہے۔ اس لیے ہم مختصراً ان کے سبب کا دلیل میں جو اس عرض کیلئے دیتے ہیں۔

سرولیم میور کو اس قصہ روایت کی تردید کی ضرورت نہیں تھی واقع ہوئی ہوا اس کو ہم خوب جانتے ہیں محمد صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے مام و عقب سے اُنکے بدن پر لرہ چڑھ جاتا ہر کیوں اسلئے کہ یہ وہی مقدس اور مبارک نام ہے جسکے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صعودِ آسمان کے وقت حضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام کی التجیۃ والتما کے ظہور اور رسالت کی لویدیتا رہی اس عمارت کے ساتھ تمام سچی امت کو پہنچانی گئی کہ سچ تو یہ ہے کہ میرا جلا جاتا تھا اسلئے ضروری ہے کہ چونکہ اگر میں جاؤں تو فارقلیط (احمد مصطفیٰ) تمھارے پاس میں آؤں گا اور اگر میں جلا جاؤں گا تو اُسکو تمھارے پاس بھیج دوں گا۔

انجیل یوحنا باب ۱۶ - آیت ۷ و باب ۱۴ - آیت ۲۵ و ۲۶ -

فارقلیط کا اصل ترجمہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جسکی تصدیق و توثیق قرآن مجید کے الفاظ لتارت و من یتاقی بہ استمہ اُنھ سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ ہم فارقلیط اور احمد کے متحد المعنی اور صحیح ترجمہ ہو چکی کحت کو اور ان تمام متکلات کو جو عیسائیوں نے اس لفظ کے ترجمہ معانی میں پیدا کر دی ہیں اپنی کتاب کے مابا لتارت میں کتب قدیمہ کی اصلی عبارت کیسا صحیح و مفید حاصل کیا کرینگے مہر حال آدم برسر مطلب سر ولیم میور صاحب کو جانئے کہ اس مرتبہ کا انا اور اُس بچہ کا نام جو اسوقت تک حمل میں تھا احمد رکھے جائے کی تاکید کرنا حیرت خیز اور عجیب گنیز بھی معلوم ہوا ہے محال بھی نامکن وقوع والا مثال بھی۔ اچھا ٹھوڑی دیر تک یوہی ہی۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ اسیوں سر ولیم میور صاحب بدقسمتی سے ان واقعات و مشاہدات کی ان متعدد اور متواتر مثالوں کو کیا کرینگے جو کھنسہ و بلفظہ انکی آسمانی کتابوں میں بھی اسوقت سے لیکر اسوقت تک مرقوم و مسطور چلی آتی ہیں اور محفوظ و مذکور۔ تو ریت مقدس کے باب پیدا لیت میں لکھا ہے۔

”ہاجرہ سے اللہ تعالیٰ کے ایک فرستے آکر کہا کہ دیکھ تو حمل سے ہر اور تبرے ایک لڑکے کا پیدا ہوگا اسکا نام اسماعیل رکھنا“

دکتاب پیدا لیت باب ۱۶ - آیت ۱۱ اور پھر اسی کتاب میں ہے کہ:-

”و اللہ تعالیٰ نے ابراہیم سے کہا کہ تیری بی بی سارہ کے بٹیک ایک لڑکے کا ہوگا تو اُسکا نام اسحق رکھا۔ باب ۱۵ - آیت ۱۹

تو ریت کی عبارت ہو چکی اب انجیل کی لتارت ملاحظہ ہو۔ انجیل متی باب ۳ - آیت ۳۰ میں ہے۔

”اُسکے (مریم) ایک بیٹا پیدا ہوگا اور تمھو کو (بوسعت کو) چاہیے کہ اُسکا عیسیٰ نام رکھو کیونکہ اسی امت کو گناہوں سے نجات دیگا۔ ان اعتراضات کے جواب میں عیسائیوں سے عموماً اور میور صاحب سے خصوصاً التماس ہے کہ ان متعدد اور متواتر مثالوں کی موجودگی میں جبکہ صحیح اور فی الواقع ہوئے میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا وہ کس منہ اور کس مان سے مسلمانوں کی ان مرویات و رجالات اور نامکانات کا حکم لگائیں گے اسلئے عیساکہ ہم دیکھ آئے ہیں تا وقتیکہ وہ اپنی کتب مقدسہ سے ان واقعات کو نکال دینگے

”اُنکو جہاں منہ سلام اللہ علیہا پر رول فرستہ اور ہدایت تسمیہ کے متعلق تعریض و تنقید کا کوئی حق حاصل ہوگا۔

### نزول رحمت ظہور رسالت

ولادت باسعادت | حساب آئمہ کے ایام حمل تمام ہوئے یا یوں کہیے کہ امین الہی کی امانت کی مدت ختم ہوئی اور وہ دن آگیا کہ ولایت الہی کا وہ نایاب گوہر قدرت لا متناہی کا لا جواب جو ہر علم و ایقان کا مخزن۔ عرفان و ایقان کا محد

نشرات موسیقی کا مدعا - نویدینی کا مقتضا - اصل وحدت کا معکم - امر رسالت کا تمکم -

خاتمہ سلسلہ انبیاء جو ہر آئینہ حسن و جمال خمسہ ارکان عقول بشر سجدہ گہ عاشق روحانیت اول ہر خلقت ختم الرسل ہشت بہشت از قدر مثل نو بہار مقتدر و معتمد و معتبر	آئینہ معرفت کبریا گو ہر نجینہ علم و کمال شمسہ ایوان قضا و قدر جلوہ دہ شاہد وحدانیت علت غائیہ ہر جزو و کل سفت فلک از گردش مستوار منتظم نظم قضا و قدر
--	---

نام و کیش اول انجمن شدہ  
احمد و محمود و محمد شدہ (مکتبہ معنی غنہ)

فضل المرسلین خاتم النبیین ہشتاد وین رسول النقیلین عرانی قصی مغیر علیہ السلام ناز پرور آئمہ اول خمسہ آل ہبا -  
حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجت النبیہ در بکرت قدسیہ کا اسوہ حسنہ بنکر یون افروز گلستان عالم پرور  
تاریخ روز اور تفسیر حدیث اور تاریخ کے محققین اہل سنت و الجماعت کے اقوال و مختار سے تاریخ و ولادت  
سن و ولادت بارہویں ربیع الاول روز و تہذیب سنہ عام الفیل مطابق ۶۱۰ گشت ششم جنابت ہوتی ہو  
علماء و اہلبیت کے اتفاق و ارشاد سے سرحدوں ربیع الاول روز و تہذیب بیانی جاتی ہے۔

حاشیہ زیر صفحہ - تاریخ وصال و ولادت کے متعلق ہم نے مرقس کے علاوہ علیہ رحمۃ اللہ مختار متفقہ لکھ دیے ہیں سو اہل علم و اہل سنت کی حریت و تاریخ کی  
تمام کتابوں میں اقوال مختلفہ پر کیا اہتیا و نظر کرے اور کو ماہ مقامہ کرے کے بعد محاسبہ و تصدیق دیا گیا ہے وہ یہ ہے۔

وقیل لہ لاتی عشر میں ربیع الاول و علیہ عمل  
اہل مکہ و حد یثانی، زیادہ موضع مولد کافی  
ہد الوقت ای تالی عشر ربیع الاول رمان  
دن یعنی مارہویں ربیع الاول کو کیا کرتے ہیں۔

بھران تمام اقوال مختلفہ کے تصفیہ میں تحریر ہے۔

متحصل فی تھین الیوم سبعمہ اقوال الشہر ماہ صلے  
اللہ علیہ و آلہ وسلم ولد یوم الاحدین تالی عشر ربیع  
الاول و هو قول الثالث فی کلام المصنف و هو قول صحابہ  
انما ربیع ولادت کے تھین میں ات قول لے جن مکران سب میں تصور  
یہی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مارہویں ربیع الاول و تہذیب  
کے جن پیدا ہوئے و تہذیب (مطلانی صاحب کتاب ماہ ربیع)









علامہ شمس الدین علی بن ابی طالب و قدام ہوا و من کان مقلدا  
و داخل علیہا حاجتہ کل ما وادعت و ما قبل لھا و امرت  
لہ قال فاحدہ عبد المطلب و حللہ الکعبہ و قام  
عبد ہاید عوا لہ و دیتا کر ما اعطاه

الحکم دانا گیا تھا حضرت عبد المطلب سے بیان کر دیا حضرت عبد المطلب نے اس مولود مسعود کو گود میں لیا اور خانہ کعبہ کے اندر کر کے رکھ دیے ہو گئے  
اس مولود مسعود کی سلامتی کی دعا مانگی اور اس نعمت کے عطا فرمائے جانے کا شکریہ ادا کیا۔

تقریب ولادت کی یادگار میں حضرت عبد المطلب کے اشعار  
اور کرتے ہیں کہ حضرت عبد المطلب نے اس واقعہ مسرت اور اکی یادگار میں ذیل کے اشعار

مستطوہ فرمائے جس سے آپ کے قلبی جذبات کا پورا پورا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

الحمد لله الذي اعطاني  
هدى العلام الطيب الاشراف  
من حدائق تربية كثر ما ہوں کہ اس نے مجھے ایسا  
فرہ عطا فرمایا جو ایسی قوم میں پاک و پاکیزہ

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ  
معلوم ہوتا ہے کیونکہ عربی تاریخیں ۱۲ ربیع الاول بتلائی ہیں اور آپ ۹ ربیع الاول سے  
مہینہ اور سال میں آٹھ اعظم اختلاف ہے کہ اپریل سے اگست اور شہرہ سے شہرہ ہو گیا ہو۔ کیسی صحیح ہو سکتا ہے اور میرے بھی فکر میں ہو گیا ہو  
تس علی اس واقعہ کے متعلق اسے زمانہ سے علی آتی ہو اور دیگر علماء و مستشرقین کی آہنگ نظر نہ پڑی ہو۔ اور اگر نظر پڑی ہو تو وہ اسکو صحیح نہ کہے ہو  
اور آپ کا ملاوہی علی کو نقل کرتے چلے آئے ہوں۔

ڈاکٹر مسر سید احمد خان نے تعلقات احمدیہ میں ۱۲ ربیع الاول کی واقع ہوئی تھیں اور اسکی تصدیق و توثیق پوری تفصیل کیا تھا لیکن  
حمود مومین کی۔ رائے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم مارچ ۱۲ ربیع الاول کو عام اہل کے پہلے سال یعنی آٹھ کی جنم پائی  
سے چھین روز بعد پیدا ہوئے مگر اس امر میں کہ عام اہل مسعودی کے کون سے سال میں واقع ہوا تھا اور جو کون کی تاریخ  
میں اختلاف ہے مسیح اور ویرا یا ہے وہ یہ کہ عام اہل شہرہ کے مطابق تھا کیونکہ سب مورخین اس متفق ہیں کہ آنحضرت  
صلعم ۱۲ سالہ میں مکہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی تھی۔ یعنی ترویل وہی سے تیرہویں برس اور وہی حال میں برکی تھیں  
مارل ہوئی تھی۔ اس برس کو اگر جمع کیا جائے تو قرین قری سال ہوتے ہیں اور جب اس میں سے ایک برس قمری ستم سال  
سے مطابقت کر سیکے گئے مہما کر لیا جائے تو ماہ ۱۲ ربیع ماقی رہتے ہیں اور جب ماہ ۱۲ ربیع ماقی رہتے ہیں مہما کر لیا جائے تو ماہ ۱۲ ربیع  
ماقی رہتے ہیں اس حاسر ماس ہوتا ہے کہ آنحضرت صلم کی ولادت شہرہ میں واقع ہوئی مستطوہ لاہور ص ۱۶۔

یہ فرائس و مشاہدات ہے ہیں کہ نہ فلانی صاحب کا مختار قائل اعتبار ہے نہ قبلی صاحب کی تائید لائق تہا بہر اتفاق میں اختلاف پیدا کرتا  
کیا معنی۔ نتیجہ ہر ذرا دہا ساسی اور مدعا ساسی کا المؤلف

قد ساد فی المهد علی العزائم	وہ ایسے گوارے میں ملاہوں کی سعادت میں آکر رہا
أعدا کما لله الذی دعی اذکاب	عداۃ تعالیٰ جو کہ اس مقام نامک ہر دو سکویا میں رہا
حتى اراہ العالم المسیان	یسا کہ ہم میں اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے
أعدیہ من شمس دی قضا	اور دلائل سے اس کو تراچا ہے والے حادثہ میں غوطہ کو
من حاسد صرطہ لسان	اور کوئی ترانہ بھی جو کہ اس کا اچھا نہیں جانتے ہیں

**روز اور وقت ولادت** سال و ماہ ولادت کی تفصیل و تحقیق اور پیکر چکی گئی۔ راست آسریل مٹریسید امیر علی القادری  
سیرت آف اسلام ص ۷۸ کے یہ عجائبات لکھتے ہیں کہ جس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے وہ گسریے قوتیروان کا چالیسواں سال  
حلس تھا اور سس سلسا سی (دو نانی) کا ستہ سال تھا۔

**بالتقاء فریقین** ناست ہے کہ ولادت مسعود دن کے وقت بعد طلوع آفتاب و شنبہ کے روز واقع ہوئی مسلم  
قناوہ الصلوی کو ایک طولانی حدیث اس کے متعلق موجود ہے جسکی سید یاقم طلالی نے مواہب لدنیہ نے قطعی کیا کہ وہ ہے  
ہد الحدیث یدل انہ صلحہ ولد جہاد یہ حدیث اسیر دلی ہے کہ آپ کی ولادت دن کے وقت واقع ہوئی اسی حدیث  
دشمنہ کے نکل بھی تفسیر صمدیج ہے۔ ملاحظہ ہو زرقانی ص ۱۶۱

**لہ** اس میں ہے کہ سر ولیم مور صاحب تصقب اور یقینیت کی پر جوتیوں میں پڑا کلمات اور تعلقات تفسیری کو جو محسوسات ہی ہو۔ ورنہ اس  
صورت قدرت کی طرف سے ولایت کے لئے ہیں بھی قطعی فراموش کر گئے۔ اور حضرت عبدالطلب کی مسرہ ناوا کا کو بھی جوا ہے  
اس دیشیم کے حق میں جس سے باقی بھی ٹھٹھے دل سے ندیکہ کے اور اسکی نسبت حد اعتراض کا موقع نہ ملا تو جو غرض ہے کہ عبدالطلب  
و کا کا جو مضمون سال کیا گیا ہے وہ صریح اسلامی طریق کا ہے اور اس سے خیال کیا جاتا ہے کہ عبدالطلب کا دعائے نامک ہر دو سکویا میں رہا  
ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامی طاہرین کے جلا پرست ہوئی کی بحث تو عقربا ہی مقام پر لکھینگے۔ مگر ان میں سر ولیم مور کو صرف مانتا  
دشمنوں کا اس مقدس جاناوے کی حد پرستی یا اسلام کے کل وقون کا قربیا اتفاق ہوا اور اس کا سبب طلال و نس اور قوی و ت یہ ہو کہ حضرت  
عبدالطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد رگوار کا نام علیہ السلام کا جو خاص غلام بیستون کے طریقہ کا نام ہے ہوا اس  
نے اپنی دعا میں جلا پرستوں کے الفاظ و صطلما استعمال دئے تو کو ن سالتجب سے۔

**ولیم مور صاحب کے اعتراضات** کربات ولادت کے جویات اگرچہ ہم نے ولادت کے متعلق مٹریسین  
واقعات کو لکھا ہے جو اب بھی متا بدہ کا دھڑکے جن اوجہات و عمرہ کے تھات و احتمالات بالکل سراسر ہیں مگر سر ولیم مور صاحب اپنی دیکھ کے  
کے ہیں کہ اس حالات کو بھی حیرت نیز اور تحب انگیزہ حالتے ہیں اس صاحب عیسائی لہف کی اصل غرض تو یہ ہے کہ ان برصورت مباحث  
کو پیش کر کے دیں اسلام کی لوبت تامت کریں اس لئے آدمی سے کوئی پوچھے کہ کسی ہنیر کے حالات ولادت کا عام اس سے کہ وہ صحیح ہو یا  
یا غیر صحیح اسکے اصول مدہل و دلیم دین یکا کرتا ہے جو کہ سر ولیم صاحب کا دعائے اسلام پر و پرہ ترمک جلا پرستوں کی حقیقت کا کھٹا

**مقام ولادت** ولیقین کے متفقہ شمار سے نسب بنی ہاشم (جو بعد میں سید اسطیاب کے نام سے مشہور ہوا) تھا مقام ولادت ثابت ہوتا ہے۔ ررقانی میں یہ مقام ولادت کی تفصیل اور حصص کے متعلق یہ لکھا ہے کہ نسب بنی ہاشم میں دو مکان اصلی مقام ولادت تھا۔ جس کو رزاق مہر لکھتے تھے۔ اور یہ وہی مکان تھا جو نقل و ترحیل ابن ابیہر حضرت صلعم نے عقین بن اسطیاب کو ہمہ فرمایا تھا اور بعد مرور ایام وہی اولاد نے مخاران یوسف نقی ملو در ججاج ابن یوسف الشقی کے ہاتھ میں کر دیا اور اس کے بعد جباروں الرشید حج کرے آیا تو اس نے مخاران یوسف کے ورثہ سے خرید کر یہاں مسجد سواد میں حوا تک مولد البتھی صلعم کے نام سے زیارت گاہ عالم ہے۔ (مر ررقانی ص ۱۶۵)

**رسم تسمیہ ولیمہ عقیقہ** رسم تسمیہ اور ولیمہ عقیقہ کی رسم ررقانی نے تاریخ حیس کے اسناد تفصیلی علی حالات لکھے ہیں۔  
وفی الخلیس روی المثلما ولد صلی اللہ علیہ والہ وسلم  
امی عبد المطلب یمن و یمنی و یمنی و یمنی و یمنی و یمنی  
فصلہ و طعمہ و اوفی بعض الکتاب کاں دلیک یوم ساعدہ  
فلما دعوا من الاکل قالوا ما سئلہ فقال سئلہ محمد

**حاشیہ صفحہ دیگر** مروی ہے میر صاحب وہ روایات میں حضرت آمنہؓ کو رکھتا تھا ہوا مقبول ہوا اور حضرت علیؓ کی کتاب السراج السنہ میں ساں لکھتے ہیں اس طرح پر ہیں کہ میر صاحب نے ان کی بیوی اسلئے ہم اس روایت کو مطلق کر دیا ہے جس میں انویاں ہیں  
سادیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم قال  
ما حدر کو اول امری مادعویہ ابراہیم و شادۃ علیی و دریا  
الشیء دائہ ہیں و قد حج لہا و اوصاء ہما قصور الشام و یاں ابن ساریہ مقبول جو کہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرمایا  
بین مکواہی احوال سے مطلع کروں میں دعا ہوں اور ان کے ہون صلی کی اور جواب ہوں ایسی ہاں کا۔ جسے اس نے میر  
پیدا ہو چکے وقت و کہا تھا کہ اس سے ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام کے محل روش ہو گئے اس روایتوں میں ہوکا پیدا ہوا مقبول ہے  
اؤ کو اگر ہم صبح صبح ہمیں کہیں تو اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ جناب آمنہؓ نے ان کو رکھا تھا اس میں مشاہدہ فرمایا ہے حیا کہ ہم اس

کے حوالہ سے اور لکھتے ہیں تو اس قسم کے خواب کیسے نہ حیرت انگیز ہو سکے ہیں تعجب حیرہ خلاف قیاس ہے۔ یہ محال عادت ہو کہ میر صاحب  
کے اس داعی عرض برائتا تعجب نہیں ہوتا جتنا اونکی قابلیت حاسنیت اور کلیتہ فیصلہ کرے یا اس میں آتا ہے۔ اھوٹ ہاں اسلئے  
ان مرویات پر حلالات و نامکات عرض دنیا ہوگی کہ متواریاں جمع کر دیں اور اوکو نامکات و محالات تسلیم کیا۔ مگر ایسی کتابوں کی کوئی حیرت  
لی جس میں ایسے مہلات لغویات اور محالات کے خرابے بھرے پڑے ہیں کہ ادا ان سے نادان اور بیوقوف سے یہ یقین ممکن  
اونکی صحت کا قائل نہیں ہو سکتا دیکھو کتاب تہذیب حضرت یعقوب کا حد کے ساتھ کئی ٹکڑا۔ اور حضرت اسحاق کا بیڑی لکھا کہ اسے خبر ہوا  
اولس ترکیب مصححی سے میر معراج یا انکو ص ۲۲-۲۹ اسی طرح حضرت موسیٰ کے سحر ات حضما کا ساہی ہو جانا۔ یہ صیا کا مودا ہو جانا  
آپ دریا کا ہوا ہو جانا۔ سید کون کی دیا کا آنا۔ اور دیگر خلاف عقل و عادت و معجزات خود نمودار اللہ اس میر معجز حق کی دعا سے ملک ہو جانا

فقال ارغمت على ما لا اله الا هو فقال له ددت ان تكون محمودا  
في السماء لله وفي الارض للخلق وقيل له سميت به بذلك  
أمه لما رآته وقيل لها في شابه ويمكس الحمر فأتى أمه  
لما فعلت ما رآته بحده شابه فوكت القسميه صد  
اداك ان لسميها القول ما بها ستمه مكر فأتى ۱۵۴

سود کا کیا نام رکھتا ہو عبد المطلب نے کہا تمہارے نام کو گوشت پوچھا آپ کو ایسی سرگونی کے  
نام سے رحمت میں سے عبد المطلب نے فرمایا میں اسے اسکا نام محمد رکھا ہو کہ چہا  
کے رو تک آسمان پر بھی محمود اور اسکی حلفت کیلئے میں بھی مجھوت ہو  
اور یہ قول بھی آیا ہے کہ آپ کا یہ نام آپ کی ماں نے رکھا تھا صدیکہ کہ اس  
کو خواب میں (اسن بھیجے) اسکے نام اور اکرام شان کے متعلق بتلایا گیا تھا

اور انہوں نے مختلف اقوال میں اجماع مٹا ہے اس طرح کہ آپ کی مادر گرامی قد رنے کو کچھ حباب میں مشاہدہ فرمایا ہو وہ آپ کی جد امجد سے  
دھڑا دیا ہو اور کہا یا ہو کہ بچہ کا یہی نام رکھا جائے اور اسی کے مطابق تسمیہ واقع ہوا ہو لیکن صحیح ترین یہی ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ  
سے آپ کا نام رکھا تھا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ و آلہ وسلم۔

**کنیت** اتفاق فریقین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابو القاسم ثابت ہے۔

**القاب** اسلامی کتب تفاسیر احادیث اور تاریخ میں آپ کے کثیر التعداد القاب مرقوم ہیں۔ اخبار الدواعین نام مسعودی نے  
ساتھ القاب مع توصیات کے یورپی تفصیل کے ساتھ قلمبند فرمائے ہیں ان سب میں مشہور ترین القاب۔ خاتم النبیین  
اور سی الرحمة ہیں جو مخصوص قرآنی سے مخصوص و مخصوص ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

**عرضیات آنحضرت صلعم** ان کو کسی نے اصولاً مہذبات میں شامل نہیں کیا ہے۔ مجاہد کا شمار نبیین۔ اس بنا پر حضرت  
درعوں میں فخر ہوئے مثلاً بنی اسرائیل کے لئے نیل کے بستے پانی میں راستہ کا ٹھکانا بن دسلوئی کا اور تباہی بھری مرقوش

لوگوں کا نازل ہوا جس پر چلے (موجود اقتد) ایسی اگست مہارکت احکام تورات لکھے تھے۔ خدا کا ہی اسرائیل کو تمام دنیا کی قوموں پر ترجیح  
دینا اور تمام سیاہی برکتیں اور کو عطا و مانا اسرائیل کو اپنا پھلو سا دور (کسا) معوذہ ماشد کیا ان سب باتوں کو دل لگی کے تقاضاں طرز  
استدلال سے نہیں کہہ سکتے۔ ہر حضرت علیہ السلام اور ان کے پیروان کے متبعین و متقین کا ادب و توقیر کیا حال ہوگا جب ہر شخص اپنی ترویج  
کو محض شاد و ایجاد سمجھ کر مصحکے میں ڈال دیکے مثلاً حضرت عیسیٰ کی گراما کی پیدائش اور کا مصلوب ہونے کے بعد از سر نو زندہ ہوا۔ قرعے ٹکڑے

آسمان پر چلا جانا۔ اپنا محروح ہاتھ ایسے حواریوں کو دکھلانا۔ آسمانی سلطنت میں ہونے پر خدا کے دست راست کی طرف بیٹھنا ان امور  
کو کیوں محالات کہہ سکا حواریوں کے سر و کمر میں کی ذہانت کی کما تنگ وادوی حاکم کہ وہ اتنی محالات کو ایسی کتابوں میں شش در در و کہتے تھے۔  
اور بلا حد و قائل تسلیم کر لیتے ہیں اور جیسا کہ یہی یا اسے خفیف امور کو مسلمانوں کی کتابوں میں پاتے ہیں تو غلط ٹھہراتے ہیں انہیں  
آتے ہیں اور جھوٹا مانتا ہے۔ لیکن انہیں کہ اس رویہ اور طریقہ سے ہر شخص سچ مانتا ہے کہ وہ کما تنگ تعصب۔ نفسانیت اور خود  
سے پاک و صاف ہیں۔

سہر حال اس بحث کے خاتمہ پر ہم لائٹ آریبل مسٹر سید امیر علی بالقاب کی وہ اسے حواریوں نے واقعات پیدائش اور ظہور کرامات کے  
متعلق۔ اسپرٹ آف اسلام میں لکھی ہے ترجمہ کر کے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔



وكان رسول الله صلعم بصلها وهو مكة وكذا  
 خديجة تكثرها وهي يومئذ حاملة وطلمت الى  
 الى لب ان يتاعها والى الى لب فلما هاجر  
 رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الى المدينة  
 اعتقها الى لب وكان رسول الله صلعم مع  
 اليها الصلة وكسوة حتى ما عود حيراهما مات قد  
 توسستة سبع مائة من حديد قال قال  
 اسما مسروح فقيل مات قبلها ولرب من  
 قرايتها احد - طقات حرم - ص ۱۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توسیہ کو لڑا رصلہ حالت عنایت فرمایا کرتے  
 اور حجاب حدیجہ ہی اوسکی بہت نکیریم فرمایا کرتی تھیں۔ توسیہ اور سوقت تک  
 حالت ملکیت میں تھی۔ حجاب حدیجہ لے آئے تھے کہلا بھیجا کہ توسیہ کو ہمارے  
 ہاتھ بیچ لو گناہ لائے اسکا کر دیا۔ مگر حجاب رسالت صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت فرمائی تو آئے توسیہ کو آرا کر دیا قیام  
 مدینہ کی راہ میں بھی آپ وہیں سے روئے پیسے اور کپڑے وغیرہ توسیہ  
 کی امداد فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ ہجرت کے ساتویں سال جب عرفہ  
 حیر سے آپ مدینہ میں لوٹے تو اسکا توسیہ مر گئی۔ آپ نے یوحنا کا اسکے  
 بیٹے مسروح کا کیا حال ہوا کہا گیا کہ وہ آواس سے قبل مر چکا تھا اور اب توسیہ  
 کے امرا سے کوئی مافی ہن ہے۔

عبارت حاشیہ صفحہ گذشتہ | اور عجیب و غریب بعد از قیاس اور خلاف قیاس قرار دیا ہے مگر یہاں معجزہ سے علاقہ رکھتی ہوئے

محاسنات سے ملکہ محض تلوات فطرت سے متعلق ہے۔ ایسے تلوات فطرت کی بہت سی بطورین بتائی جا سکتی ہیں مثلاً ایسے  
 انخاص کا پیدا ہونا جن میں علامت تدکیر و تاثیرت و ولوں موجود ہوں ایسی اقامات اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ تو ان میں فطرت  
 مطابق قدرت کا اتفاقا اختلاف کوئی عجیب بات نہیں اس زمانہ میں بھی بعض اوقات تختوں لڑنے کے پیدا ہوتے ہیں جن سے بلا تامل  
 معجزہ یا عجائبات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی محسوس ہوتا ہے یا یقیناً قیاس نامت ہوتا ہے اور اس امر کا ثبوت اس  
 امر سے بھی ہوتا ہے کہ باوجودیکہ حضرت ابراہیم کی اولاد میں صحنہ کی رسم سیاہی استحکام سے قرار لگائی تھی اور عرب جاہلیت میں بھی  
 اسکا ترک کرنا بگناہ عظیم سمجھتے تھے مگر آنحضرت صلعم کے حنہ کی رسم کا ہوا کسی ضعیف و ضعیف روایت میں بھی میان نہیں  
 کیا گیا۔ حضرات احمدیہ طوعہ لاہور ص ۲۹

تسمیۃ احمدیہ پر اعتراض | سر ولیم مہر صاحب کا اسلام کی طرف سے کچھ عیسیٰ جلش ہے کہ باقی اسلام علیہ السلام کے نام کو بھی مسیحین چاہتے

اور رسم تسمیہ کو بھی ملا تو لیں و تردید صالی ہیں جو پڑتے چاہئے اسکے متعلق جب تو لیں کا کوئی اور پہلو بین ملا تو لکھتے ہیں کہ ایسے متصف آدمی  
 نے بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے فرستہ عیسیٰ کا یہ حکم بیان کیا کہ اس لڑکے کا نام احمد رکھنا تو محمد کے ماؤ سے جو امام مشن ہوئے  
 ہیں عرب میں مروج تھے مگر احمد عرب میں بہت کم نام ہوتا تھا آنحضرت صلعم کے سوا باوجود مختلف اشخاص عرب میں اور بھی گذرے ہیں جنکا  
 نام محمد تھا اسر سید مرحوم نے حوالہ کی مقدادہ تحقیق فرمائی ہے وہ اسکا تفصیل کے لئے کافی ہو دین میں قطعاً نقل کیجاتی ہے۔

سر ولیم نے یہ بیان کیا ہے کہ عرب میں محمد نام کے اولاد بھی گذرے ہیں اس سے کچھ فائدہ نہیں معلوم ہوتا کیونکہ علماء  
 اسلام نے کہی یہ نہیں کہا کہ آنحضرت صلعم سے پہلے عرب میں اس نام کا کوئی اور نہیں ہوا۔ بلکہ بخلاف اسکے اس قسم کی

**توبہ کے ایام / رمضان** توبہ کے ایام رمضان بہت قلیل تھے جسکی بہت عاص کسی تاریخ و سیر میں بیان کی جانے لگتی تھی کہ تو سب کرتے ہیں۔ زرقانی بھی آساہی لکھتے ہیں ہر جمعہ توبہ ادا ماقلائل قبل قدوم الحلیۃ توبہ نے حلیہ کے آنے سے قبل چھوڑے دنوں تک کو وہ بلیا تھا۔

**حلیہ سید کے خدمات / رمضان** ایک دن۔ دو دن یا ایک ہفتہ خواہ دو ہفتے توبہ کو وہ بلیا ہوئے تھے کہ حلیہ سید مکہ معظمہ میں آئیں۔ اور انصرت صلعم کی خدمات رمضان اس عالی قسمت سے ملتے ہوئیں۔

تاریخ سید اور حدیث کی تمام کتابوں میں اسکی تفصیل بیان پائی جاتی ہے کہ قدیم الایام سے عرب کے تمام شہر و اطراف و اطراف پرورش اطفال کا یہ دستور قائم تھا کہ وہ ایسے بچوں کو خاص کر پرورش یا لے لیتے اور ان عوارب صحرائی کی عورتوں کے حوالہ کر دیتے تھے جو ہر سال شہر مکہ میں اسی لئے آئی کرتی تھیں بس سے اول دعا تو بچوں کا کھلے اور صاف ستھری ہوا میں دیکھ کر پرورش پانا دیکھ کر ستر دست رہا ہوتا تھا کیونکہ شہر میں کثرت آبادی سے اکثر بانی امراض پھوٹ پڑتے ہیں اور دوسرے اس سونہن کا بچہ دینا اور فصاحت و بلاغت کی خاص تعلیم مقصود ہوتی تھی کیونکہ عرب میں اسوقت ربا دہانی کا علم اسکی متفق کمال درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ اور ہر انسان میں ہر شخص کی نگاہ پہلے اسی خواہش کی متلاشی رہتی تھی۔ اور خاص زبان کی نسبت گویا یہ نالی بات تھی کہ عرب صحرائی کی زبان اہل شہر اور فصاحتی باشندگان ہلکی کی زبانوں سے زیادہ شہرین اور شہرستہ ہوتی تھی کیونکہ عربی الفاظ خارجی محاورات اور اصطلاحات و اختلاط سے بالکل پاک و صاف رہتی تھی اس بنا پر شرف اور رؤسا کو یہ بچوں کی امتدادی پرورش کا یہ طریقہ اور تعلیم زبان کا یہ دستور قدیم سے جاری تھا۔

**حاشیہ صفحہ گذشتہ** تمام روایتوں کو روایہ اور روایت تواتر اور ایامی روایت سے اس امر کے دریافت کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں کہ اس نام کے عرب میں اولیٰ گھسی گھرے ہیں اور اوقادی کو بھی ہم راہین لوگوں میں شمار کرتے ہیں مگر یہ بات کہ ان ناموں کے اولیٰ کو بھی حلیہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے درحقیقت گھرے تھے یا یہ کہ اس نام کا مادہ حمل ہے اور حمل کے اہل عرب ناموں کو مستحق کیا کرتے تھے یا یہ کہ یہ نام اکثر والدین ایسے لڑکوں کا اس قوی امید پر رکھا کرتے تھے شاید ہمارے ہی لڑکے کی قسمت میں ہی موجود ہو یا ہو بسطرح عمدتین اور حمد

حمید کی بشارتوں پر ہو رہیں ہو سکتا کیونکہ کسی لڑکے کے والدین سے اس کے حق میں کوئی بھی تمنا کیوں نہ کی ہو اور یہی موجود کا نام اس لڑکے کے ہی ہو سکتا تھا کیونکہ رکھا ہو مگر یہی وہی ہوا جسکی درحقیقت حد تعالیٰ کو ہی اس امر کا کرنا منظور تھا۔ ہمارے اس راسی کی تائید اسوقت اور بھی ہوجاتی ہے جبکہ ہم بڑے بڑے کاموں پر چور کرتے ہیں جو انصرت صلعم سے ملو میں آئے تھے اور وہ ایسے کام ہیں جو تمام جہاں کی تاریخ میں ایسا طریقہ نہیں لکھتے اور جب کہ ہم اس دھانی سرور کو دیکھتے ہیں جو ہمیں حق کا طہیل ہے جسکو آپ نے ایسی حیات میں تیار کیا تھا اور بڑے لڑکوں کے لئے لکھو روئے چھڑ گئے۔ اور جبکہ ہم اس صدق و پاکاری کی ترویج پر نظر ڈالتے ہیں جسکو انصرت صلی علیہ وسلم نے تیار کیا اور اسکی گروہوں کے صحابی غیر معدل اور بے نقص رہی ہیں اور بالذات اسکی ایسے ہی رہیں گے



مگر میرے نزدیک جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش میں حفظ صحت کی ضرورت کو تعلیم زبان کی ضرورت سے زیادہ یقین کرنا چاہئے کیونکہ اُمّی و گویا بڑیاں فصیح و اذائف آدم و قسیم مسیح کے اعلیٰ مضمون و مقوم کو حقیقت کی نگاہوں سے دیکھنے والے اس طریقہ کی تعلیم کو افسح العرب والعجم معلوم کے لئے حسب معمول ضروری سمجھتے۔ بان ظاہری اور علیٰ غور کے متعلق اس کو ضروری قرار دیکر کرنا و آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و ارشاد سے اس کا ثبوت دیتے ہیں لیکن ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ زبان رسالت نے اپنا ارتداد میں منوسم کی فصاحت و بلاغت کے اقرار و اعتراف سے انا اعمہ کچھ انا من قریبش میں تم لوگوں کے سب سے زیادہ فصیح ہوں اس لئے کہ میں قریش ہوں پہلے مکہ قریش و ہاشم کی زبان دانی اور اعلیٰ درجہ کی فصیح و بلیغ ہونے کی خاندانی غفلت و غافرت کو اپنے ارشاد میں مقدم رکھا ہے۔ کما لا یخفی علی الناظر۔

توبہ کے دوران رضاعت میں عرب کے دستور قدیم کے مطابق عورتوں کی مختلف جماعتیں مکہ میں خدمت رضاعت تلاش کرتی ہوئی آئیں۔ اس قافلہ میں جلیلہ سعدیہ بھی تھیں۔ ان کے شوہر کا نام حارث ابن عبدالمطلب تھا اور پھر ان کے مشہور قبیلہ ہوازن کی قریبی شاخ بنو سعد سے تھے جو عرب میں اپنی فصاحت و بلاغت کیلئے خاص طور پر مشہور تھا اتفاق سے جلیلہ کی تمام ہلا ہی عورتوں کو ترہا و دروسا مکہ کے شیر خواہ بچہ رضاعت کے لئے مل گئے۔ مگر جلیلہ غریب کی رضاعت کا کہیں بند نہیں ہوا۔ یہ اسی فکر و تلاش میں حضرت عبدالمطلب کی دولتسر آئیں۔ جناب آمنہ نے اپنے یتیم بچہ کی رضاعت کیلئے انھیں مقرر کرنا چاہا۔ مگر پہلے انھوں نے یہ معلوم کر کے کہ یہ بچہ یتیم ہے کچھ پس پزیرش سا کیا۔ لیکن پھر اپنے مطلق معطل بھائی کا خیال کر کے اس وایت الہی کی خدمت رضاعت کو قبول کر لیا۔ اور اس در یتیم کو گلے کا نوید بنا کر مکہ سے اپنے مقام و مسکن پر چلی آئیں۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھ برس تک جلیلہ سعدیہ کے پاس ان کے قبیلہ میں پرورش پاتے رہے جلیلہ نے اس شش سالہ رضاعت کی مدت میں یہ دستور قائم رکھا تھا کہ ہر چھ مہینہ کے بعد آپ کو ہمراہ لیکر مکہ میں آتی تھیں اور اس طرح وہ چار روز یا ہفتہ عشرہ۔ ماں۔ دوا۔ بچا اور تمام گھروالے اسے اس گھر یتیم۔ مرحوم عبداللہ کی نشانی سے اپنے ویرہ قول کو فانی کر لیتے تھے۔ پھر جلیلہ آپ کو اپنے گھر لجاتی تھیں۔

اس طریق سے رضاعت کے دو برس بخیر و خوبی تمام ہوئے تو جلیلہ سعدیہ حسب دستور آپ کو جناب آمنہ کے پاس منتقل

حاشیہ صفحہ دیگر نوہو کا بل یقین ہو جاتا ہے کہ جس محل اور احوال کی نثار عمدتین اور عمدہ یتیم دیکھی ہے وہ وہی تھی

جو عبدالمطلب کے بیٹے اور آمنہ کے بیٹے سے پیدا ہوئے تھے خطبات مطبوعہ لاہور

تھیں ان کو یہ بھی یاد رہے کہ حضرت عائشہؓ اس مریم کے ماں کی نسبت بھی یہی حال پایا جاتا ہے بلکہ ان کے لائف آف کراڈ صفحہ ۱۵ LIFE PICTURE میں لکھا ہے کہ قسسی کو نام لکھا گیا لفظ قسسی کا تدریل کیا ہوا ہے یہ نہایت مروج نام تھا لیکن بعد اس نام میں اکثر زائعات ہونے کے لئے لکھی گئی اس طرف سے لگا دیے گئے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ لفظ قسسی کے معنی آج تمام دنیا کو متاثر ہاتھ ہیں وہ حقیقتاً آپ کے نام رکھنے والوں کو ہی آپ کے نام رکھنے کے وقت معلوم نہیں تھے۔ المؤلف



طور پر پہنچا جائیکے لئے آئیں۔ اتفاق سے اندلڑن مکہ میں امراض وبائی کی کثرت تھی۔ حساب آمنہ ملے درو مادی کو کھانسم سے ایسے اضطرابی عالم درو اسیت آب و ہوا کے خاص موسم میں آنحضرت صلعم کو گھر مکہ لینا کی طبعی ماساس نہیں سمجھا اور طبعیہ سے صورت حال میان فرما کر بچہ کو واپس لیجانے کا حکم دیا۔ رضاعی بان کو بچہ کی محبت اصلی ماں سے کم نہیں جوتی حضرت جلیلہ بھی حساب آمنہ کا یہ عدد معقول منکر اور نام شہر کی اضطرابی حالت اپنی آنکھوں سے دیکھ کر از حد متاثر ہوئیں اور فوراً آنحضرت صلعم کو اپنے گھر واپس لائیں۔

دو برس کے بعد پھر لاکر پہنچ گئیں۔ عجل الباقی زرقانی۔ جلیلہ سعیدہ کے گھر میں آب کی پرورش کے زمانہ کو اسی جا رہ برسوں کی مدت میں تمام کر دیتے ہیں۔ لیکن ابن اسحاق اپنی ہریت میں جیسے برس کا زمانہ بتلاتے ہیں اور شعبی صاحب بن اسحاق ہی کے قول کو اپنا نجات بناتے ہیں۔ جو صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ زرقانی نے تمام خاندانی اقوال کو جمع کر کے ان الفاظ میں اس کے اختلاف کا آخر فیصلہ کر دیا ہے۔

الذی جازلہ صلعم رحمہ اللہ و هو اس اربعہ سۃ | قول یاجح ہی کو کاپ چار کس میں پہنچا لاکر گیتا کی واسطے آئے زرقانی ص ۱۸۱۔ انہوں کوئی کلام نہیں ہے کہ آپ نے نبیہ سعیدہ کے قبیلہ میں اسے پرورش کیا کیونکہ ہمیشہ باور رکھا اور اس قبیلہ کو ہمیشہ اجماع الفاظ سے ماورایا اور یسایٰ لسان می سعدی نکو دیری بان قبیلہ سعدی مکر کی راں ہی استاد و فرکران کی اعلیٰ رہا نانی کی بھی تصدیق فرمائی۔ یہ آپ کے خلق عظیم اور حفظ مراتب کا عین بقصد تصانتھا۔

جلیلہ سعیدہ کے ساتھ آئندہ | جناب رسالت علیہ السلام کو حضرت جلیلہ کے ساتھ منوط و رصہ کی جستجی محاسب سلوک یہ محبت و الفت کہہ رضاعی مان ہی کے ساتھ محدود نہیں ہوتی۔ بلکہ آپ اپنی تمام محبت

بجائی بھگون کے ساتھ ہمیشہ الطاف و اشفاق سے پیش آتے تھے یہ فطرت السانی کے تقاضے بھی کے حاتم سے کہیں ہم زیادہ تر انکو آپ کے خلق عظیم اور لطف عظیم کے خاص خاص قرار دیتے ہیں۔ اسلئے کہ ان بچوں سے ثابت ہو کھانسم اور شرف زادوں کی ایسی ہی وہ بلائی ان کثرت سے یقین مگر عربی موبین جو سیکڑوں برس قبل کے ہر قبیلہ و عشیرہ کو فائدہ حال و واقعات یاد کر نیوالے ہیں اور لکھ کر دیا کو بتلانے والے۔ وہ بھی کسی تاریخ میں کسی شریف یا رئیس خاندان مکہ کے متعلق موصفات کے ساتھ ایسے اشفاق و تقدر احوال کے کوئی واقعات مہین بتلاتے ہیں۔

توبیہ کے ساتھ جوا اشفاق فرمائے گئے وہاں ہر لکے جا چکے گئے ہم انہیں سلسلہ بیان میں جلیلہ سعیدہ کے ساتھ چکریم و توفیم یا اشفاق و الطاف و کمال لکے گئے۔ اوکو ہم عربی ماخذوں سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

استاد استام علیہ السلام صلعم قد کانت ارضعة فلما | اور محنت سے اسلئے کہ وہ پلا لاکھ دلیہ آپ نے اس کی حیات دھلت علیہ قال اُمی اُمی دعدا لئی سر دایہ فسطح | ہائی۔ آپ نے ادن دایہ جو ہیں آپ کے ساتھ آئی۔ آپ میری ماں ہیں ماں لکھ کر دے اور عوامی مبارک دوسرے منظرے اوتا کر جیہا دایہ اور سب کو متلا یا | اس کے علاوہ کاردار اعلیٰ نے جلیلہ سعیدہ کوئی قدر لکھ کر سے فرمایا جس پر بعد

سید مرحوم اپنے الفاظ میں اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دودھ کے رشتہ کو خون کے رشتہ کے برابر سمجھتے تھے۔ اور حضرت علیہ السلام سبابت محبت رکھتے تھے۔ اور اذکار اوب اور اذکار کی تعظیم ان کی برابر کرتے تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی روائع مبارک سے جو مسلمان سیر رکھنے اور انکوں سے لگائے کو لائق سمجھتے ہیں حدیث تلمیذہ کے لئے کیا دی اور وہ اس پر بیچین خطبات ص ۱۹ لاہور۔

اس واقعہ سے علیحدہ سنیہ کی حسی قدر و منفرت اکہ تو بد نظر تھی کما حقہ ظاہر ہو گئی اشفاق و الطاف کے متعلق بیجاات اس سید کا  
دوسرا واقعہ جس کا ذکر ہے۔

قد مات خلیمہ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم  
 ثم وقد تخرج حديثه فسكت حذب السداد وهلاك  
 الماتية فكلم رسول الله خديجه مها فاعطها اربع  
 شاة وعير امو قوا للظبيعة وانصرت الى اهلها  
 اس کو لیکر اپنے اہل و عیال میں علی گئے۔

اولادِ حلیمہ سعیدہ کے ساتھ  
محاسنِ سلوک

یہ تو رصاعی مانِ حلیمہ سعیدہ کے ساتھ استفاقِ نبوی کی صورتِ حال دکھائی گئی۔ اب  
رضاعی بھائی یحیون کے ساتھ اخلاقِ مصطفویٰ کی شانِ ملاحظہ ہو۔

تایخ و سیر کا اتفاق ہے کہ آپ کے عیار رضاعی بھائی ہیں تھے یا یہ کہ حکیمہ کی چار لادیں تھیں ایک بیٹیا تین بیٹیاں ان کے نام یہ ہیں۔ محمد اللہ۔ انیس۔ عدلیقہ۔ اور صدائقہ۔ جو زیادہ تر تیس کے نام سے تاج پھول میں مرقوم ہے۔ طبقات ابن سعد سے عبد اللہ اور شیخ کا اسلام لانا تو ثابت ہوتا ہے۔ باقی اردو کے حال زیر پرہ ہے۔

حلقہ جوشیما کے نام سے زیادہ مشہور ہے۔ زمانہ روضات میں آپ کی کھلائی تھی اور شہید آپ کو گورنر نے بہت ہی ترقی دے اسکے حالات کی تفصیل سے لکھے ہیں ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شہید کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص محبت تھی۔ اور خاص الفت آپ کے کھلانے کے وقت کا ایک گیت جوشیما کے متعلق زرقانی نے لکھا ہے۔ اوس سے عین ہی سے اسکی ذہانت اور حقیقت شناسی ظاہر ہوتی ہے۔ زرقانی کے الفاظ یہ ہیں۔

المشاء أحسن الرعاة تحبته وترحمه ونقول  
 هذا خالي لميلدة امي  
 سبہا آپ کی رضاعی سن بنتی آپ کو کھلاتی بنتی کو داتی بنتی کو کرتی خالی بنتی  
 یہ میرا بھائی ہے جو نہ میری مان کا لائندہ ہو

۱۴۱۱ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی باتیں مسلمانوں کے لیے یاد دہانی کے لیے لکھی گئیں کہ جو مسلمانوں کو اس وقت بھی رسول کے پیروں میں رہنے کے لیے متوجہ کرے۔

ولیس من نسل ابی وعثی

رقابی ۱۴۶ جلد اول

اور میرے باپ اور چچا کی نسل سے ہے

ظاہر طور پر اس شعر کے مفہوم سے نفی اخوت ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ نفی وانکار عین امانت و اقرار ہے اگر غور کی نظر سے دیکھا جاوے تو اس مدحی لڑکی کا شعر بطور خاص ایک بے لطف مستطاب ہوتا ہے وہ اس طرح کہ اس نے بظاہر اوس سب ذریعوں سے انکار کر دیا ہے جن سے انسان کسی کا بھائی ہوتا ہے لیکن تاہم ہذا اخ کی کمکراؤ کے بھائی ہونیکا دعویٰ بھی کرتی ہے۔ توجیب مان۔ باب اور چچا کے ذریعہ اسکے بھائی ہونے کی رشتہ بالکل منقطع ہو گئے۔ تو اب اوسکی صحت دعویٰ کے لئے سوائے رشتہ رصاعت کے اور کون ذریعہ اوسکے بھائی ہونیکا باقی رہا۔ اور یہ ایسا ہی قوی ذریعہ اور صحیح دعویٰ اوسکے بھائی ہونیکا ہے جو منجانب اللہ شہداء کو اس وقت سے لیکر قیامت تک حاصل ہے۔ یہی حقیقت حال ہے اور صورت واقعہ اس ذہین لڑکی کے شعر سے ایک امر خاص کی نفی بھی ظاہر ہوتی ہے اور اثبات بھی مگر نفی بالکل ظاہر ہے اور اثبات بڑی خوبی سے مخفی۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلائے وقت شہداء کا ایک ارگیت زر قافی نے لکھا ہے وہ یہ ہے۔

یا ربتنا اخی محمد

حتمہ اداء مالعا و امر د

شہداء سید او مسودا

والحیت اعدایہ معاد الحسد

واعطہ عرا یدوم ابد

ہمارے پروردگار۔ ہمارے بھائی محمد کو تو سلامت رکھ

یہاں تک کہ ہم اوسکو حواں اور بالغ دیکھ لیں

اور پھر اوسکو سید و سرور قوم یائین

اوسکے ساتھ دشمنی و حسد رکھی دالوں کو دلیل کر

اور اوسکو ایسی عزت دی جو ابد الابد تک قائم رہے

امام ازہری۔ شہداء کو ان دعائیہ اشعار کی نسبت کہتے ہیں کہ ما احسن ما احاب اللہ دعاھا لمحیرہ و اطاعت کس عینی سے حد و نہ عالم نے شہداء کی تمام دعاؤں کو جو اس نے طلب کی تھیں مستجاب فرمایا۔

ان واقعات سے محقق ہوتا ہے کہ تمام بھائی سہون میں شہداء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک خاص محبت تھی شہداء کے ساتھ زمانہ نبوت میں جو خاص الطاف و احسانات فرمائے گئے اؤ کو ہم تاریخ طبری کی عبارت ذیل سے نقل کرتے ہیں

شہداء کے ساتھ خاص

الطاف

ان رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم قال الخلیفۃ

الشیعۃ ان قدس علی محمد و علی بن ابی طالب

ولا یملکتکم و کان محمد و علی حدیثا علی اطفالہ

قبیلہ بنی سعد بن بکر بن ریحان بن وائل بن حنا بن رسالت مآب صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو حکم عام دیا کہ جب تم قبیلہ بنی سعد بن

بنی مالک آؤ تو اؤیر لکھا کہ حایر و اگر چاہو کہی احداث (زیادتیان) تم کو

کیسے ہی بیان کئے گئے ہوں جب مسلمانوں کو اوپر فتح ہوئی تو مسلمانوں

المسلمون ساقوا واهله وساقوا حاة السجاء مت الحاد  
من عبد الله بن عبد العزی احت رسول الله صلعم  
الرصاعة تعفوا علیها فی السیاق معهم قالت المسلمین  
والله انی لاحت صاحبكم من الرصاعة ولم بعد ثوبا  
حتى اتوا بها رسول الله صلى الله عليه واله وسلم لما  
اتهم بالشیء اوالی رسول الله صلعم قالت یا رسول الله  
الی احک قال وما علامة ذلك قالت عصاة عفت

فی طهری واما متویرکک قال فحرف رسول الله صلعم  
العلامة فليط لها رداءها تم قال ههنا فاجلسها  
عليه وحيدها وقال لی احکمت حدی محنة مكره  
وان احببت انمك وتوحي الی قومك قالت بلی  
تسمعنی وتوثر فی الی فوسه وبعها  
رسول الله صلى الله عليه واله وسلم ورد هالی قها  
فوجعت سوسعد من سكر كنه الخطاها علاما فقال له  
مكحول وحادي به زوج احد هما الاخر فلو ينزل فيهم  
من سلسلها بقیة طری علام من ۶۶۹ موطوع حرم

تمام اہل قافل کو گھرا لیا۔ ان میں سے ماہریت عمارت میں عبد اللہ بن عبد العزیز  
بھی تھے جو رسول اللہ صلعم کی رضاعتی بہن ہوتی تھیں وہ بھی گردنار  
ہوئیں ان کے ساتھ کچھ لوگ سمعی سے پیش آئے تو شیہا نے جلا کر کھا کہ  
مسلمانوں کو کھایا ہو گیا ہے میں تو تمہارا رسول صلعم کی رضاعتی بہن  
ہوں مگر مسلمانوں نے ان کے کھنے پر اعتدال نہ کیا اور انکو تصدین کیلئے  
رسول اللہ صلعم کی خدمت میں لائے۔ یہ بیان علیہ السدی کا سانچہ  
کہ جب شیہا آپ کے پاس لائی گئیں تو انہوں نے آپ کے موم پر کھایا  
رسول اللہ صلعم میں آپ کی بہن ہوں آپ نے ارشاد فرمایا اس قرابت  
کی علامت کیا ہے شیہا نے جواب دیا کہ ایام طفولیت میں میں انکیا  
آپ کو گود میں لئے کھلا رہی تھی آپ نے میرے پشت میں کاٹ کایا تھا  
اسکا نشان اب تک موجود ہے یہ مسکرا کر صورت واقعہ یاد آگئی اور آپ  
دور انھیں بیان لیا پھر حدی سے اپنی روایت مبارک ان کے لہجہ میں  
یہ بچھادی اور انکو قریب بلا کر ارشاد فرمایا کہ اہل شہر مجھ کو کھلو انکو بہت  
کچھ دیا اور ارشاد فرمایا کہ مجھ کو تمہاری محبت و مکریم دل سے منظور ہے  
اگر تمہاری طبیعت چاہے تو میرے ساتھ رہو اور اگر تمہارا دل یہ چاہتا

تو میں تمکو تمہارے قوم و قبیلہ کے پاس واپس کر دوں ستارے ملک کی مجھے میرے قبیلہ میں بھیجا یا جاوے۔ آنحضرت صلعم نے اس دور  
واقراہم ان کے قبیلہ کی طرف بھیجا یہی سنی سنی کہیں انھوں کا یہ بیان ہو کہ آسے سمار کو ایک علام اور ایک نوڈی بھی دی تھی غلام کی مام مکحول  
ابن سے ایک کا سیاہ بھی آخر وقت میں ہو گیا تھا۔ مگر ان کی نسل میں سے کوئی باقی نہیں بچا۔

یہ تھے اُس رحمت عالم کے اتفاق رفیع اور اس لطف مجسم کے اخلاق وسیع جس نے اپنی ایک رضاعتی بہن کے ساتھ لطف  
ایشارے کے در رعایات و محاسن سلوک قائم کئے جس کی مثال شکل سے ملتی ہے۔ رضاعتی ماں کے ساتھ جس لطف و مکریم سے پیوستہ  
اور جب قدر رعایت و عنایت سے مسلوک ہوئے وہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ رضاعتی بہن کے ساتھ جو رفیق و مدار اور اتفاق و اخلاق پر  
لگے وہ بھی اسی اسی معلوم ہو چکے۔ اب ہم اپنے سلسلہ بیان میں اخلاق نبویہ اور اتفاق مصطفویہ کی اوس وسعت و کثرت کو بیان  
میں قلمبند کرتے ہیں جو صرف حقوق رضاعت کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام قبیلہ ہوازن کے ساتھ قائم فرما  
تھے۔ اب اس حدیثات میں لکھتے ہیں۔

تمام قبیلہ ہوازن کے قدام وفد ہوا من علی رسول  
انعام حلو میں اموال عبیت کی تقسیم کے بعد قوم ہوازن کی ایک وفد رسول

ساتھ صلوات عامہ صلعم الخضر بعد ما  
الحائز وی الودعہ النبی صلعم من الرضاۃ ابو تراب  
دی روایت الثانی قال والمتکلم ابو ہریرہ  
فقال یا رسول اللہ صلعم انا اصل وعشیرہ وورایا ما  
من السلام لا یحکم علیک ما رسول اللہ انا و  
الخطائہ غمائمک وغالتک وحواسک الالائی ہن تکلمک  
ولو انا ملنا للحدوت اس الی تمم العمان اس المسد رکن  
س اگر ہا بسل اللہ ہی برکت بہ روحیا عظمیہا و عادتھا  
وامت خیر المکفولین ویقال انا قال یومئذ صدق انا  
فی ہذا الخطائہ احوالک وعمالک وخالک ومات عمک  
ومات خلتک واعدھن قریب منک یا ابی ات وافی  
اتھن حصک فی حورھن وارصعناک بتدھن و  
قبرک علی اوراکھن وات خیر المکفولین فقال  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان احسن  
اصدقہ وعدی من ترو من المسلمین انا ساء کم  
وساء کم احل لیکم ام اموالکم فقال یا رسول اللہ صلعم  
خیر ما بین احسانا و اموالنا وما کنا لعدا للاحسان  
ستیدا فز علیہا اسامیا وسائما فقال النبی صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم اما مالی ولسی عند المطلب فهو لکم  
واسئال لکم الناس واد اصلت بالنا س طہر لکم  
امنستم رسول اللہ الی المسلمین والمسلمین الی رسول  
اللہ م فانی ساقول لکم مالی ولسی عند المطلب فهو لکم  
وسا طلب لکم الی الناس فلما اتم رسول اللہ علیہ  
والہ وسلم الطہر قاموا کلہم بالادی قال لہم رسول  
صلعم و علیہم رسول اللہ صلعم ما کان لہ ولنشی

کی خدمت میں حاضر ہوئی صریح الودعہ ان حبات رسول خدا کے وصاعی جی جی  
تھے طقات کی دوسری روایت میں اس سعد لکھتے ہیں کہ اس حدیث ابو ہریرہ  
رہبریں سر و صاعی ایک شخص نے وعدہ کی طرف سے تقریر کی اور حدیث رسول میرے  
کی کہ ہم آپ کے عزیز و قرب ہیں اور جس بلا و مصیبت میں گرفتار ہیں وہ آپ سے کھلی  
ان بھیس کے جھوٹوں میں آپ کی تمائیں اور حالائیں ہیں اور آپ کی دانیائیں  
میں اور کھلائیائیں یہ رہی سبیا ریاں ہیں جھوٹے آپ کو یا لاجری اور بدو تن کیلئے  
اگر ہو گئے حالت اس الی تمزاد ہماں اس مسد درجہ کے دستہ اور زانیہ میں  
کو دودہ بلایا ہوتا اور انکے رما میں یہ بلا و مصیبت ہمیں مل رہی ہوتی جو  
آج ہو میری ہے تو ہو کواں سے اگر ام و الطاف کی توقع اور امید ہوتی  
اور میں تو آپ بھی ہمارے سترین کھالت کر سولے میں یا بعض ردائیں تو  
یہ مات ہوتا ہے کہ اور شریک اسو اسی سلسلہ تقریریں یہ بھی کھا کہ ابھیں  
جھوٹوں میں آپ کی رضاعی ہمیں ہیں عثمانیں ہیں حالائیں ہیں بھینی ہا  
بھیں اور حالہ ہا ہمیں ہیں اور انکے تمام قریب و دور کی برستہ دلیاں  
ہیں میری ماں ماں آپ سرجا ہوں یہ وہی مصیبت کی ماریاں ہیں جھوٹ  
آپ کو ایسی گولیں میں کھلایا ہوا دیو جیہات سے دودہ بلایا ہوا جیہاتوں میں  
سلا یا ہے اور ہر طرح سے آپ انکے لئے سترین کھالت کر سولے والے  
س یہ سکر رسول صلعم نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جو کچھ میان کیا وہ بالکل  
صحیح اور فی الواقع ہو لکن تمہارے معاملہ میں مجھے عام مسلمانوں سے  
مستور کی ضرورت ہے۔ اچھا یہ تو سادہ کہ ہمیں ایسی اولاد و حوزہ بیاہ  
عزیز ہیں یا اموال و جائداد و حاکمیں دور سے حوالہ دیا کہ ہر ہر کراہی  
اور اسباب و اموال کے درمیان تمیز و تفریق کا اختیار دیا جائے تو ہم کی طرح  
سے اموال و جائداد یا کسی سے کہ مقابلہ میں ایسی سواۃ و اولاد کو ترجیح  
دیو سے ہا میں رہ سکتے تو اس ہا یہ ہمارے لئے کہ مالے جس میں اللہ نے اس  
یہ سکر اور یہی متاثر ہو کر آپ نے ارشاد فرمایا کھا تھا تمہاری مایاں میں ہمارا اور انا  
ہی عند المطلب کا اس وقت تک اور یہی تقسیم حصہ قائم ہو چکا ہے وہ تمہارا اور  
ہو دین تمہاری سب ہمارا کر کو وقت تمام مسلمانوں سے دیات کر دیا اور



**حلیمہ کے انعام و خدمات** رضاعت کی چار سالہ مدت رضاعت تمام ہو گئی اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نبی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو علیا مکرمہ جناب آمنہ سلام اللہ علیہا کی خدمت میں بیوی بنی گئیں حضرت آمنہ اپنے نوہال کو تنہا ہی پرورش کر رہی تھیں اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی خدمات سے حلیمہ کی خدمت میں بیوی بنی ہوئی ہو گئی اور اس کا اندازہ اس وقت بھی اس زمانہ کے والدین ماسانی کر سکتے ہیں۔ سی ہاشم کا قبیلہ ہمیشہ سے فیاض تھا۔ انکا ایشیا رضاعت کے انتظار پر موقوف نہیں تھا۔ پہلے ایسے کہ جن جاسعہ کی خدمت رضاعت کتنی وقعت اور عزت دیکھی گئی ہوگی تاریخ الجہیں میں کچھ دھڑک چلیا جیو اللہ علیہ کا حصہ انعام سے محروم نہ رہا ہو تھا

**حلیمہ رضی اللہ عنہا کا اسلام** ابن کثیر شامی لکھتے ہیں کہ حلیمہ قبل اعلان نبوت رحلت کر گئیں۔ مگر جمہور محدثین نے اس پر اختلاف کیا ہے۔ ابن ابی خثیمہ نے اپنی تاریخ میں ابن جوزی نے جہاد میں مندرجی نے مختصر متون ابی داؤد میں اور ابن حجر نے اصحاب بالاتفاق تصریح کی ہے کہ ابن کثیر کی تحقیق صحیح نہیں مغلطائی نے جو عوب کا قدیم مورخ ہے حلیمہ رضی اللہ عنہا کے اسلام لانے کے متعلق ایک خاص رسالہ لکھا ہے جس کا نام التحفۃ الحسیمہ فی اسلام الحلیمہ رضی اللہ عنہا ہے۔

ابن حجر اصحابی نے معرفۃ الصحابہ میں حلیمہ رضی اللہ عنہا کے متوہر ابو ذؤب حارث ابن عبدالغزی کا اسلام لانا بھی ثابت کرتے ہیں اور ان کے ایمان لانے کے متعلق یہ واقعہ قلمبند فرماتے ہیں کہ اعلان نبوت کے زمانے میں حارث ابن عبدالغزی جہاد رسولی اصلعہم کے خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کی اس دعوت کی نسبت عرب کے تمام اقوام قبائل میں کیا مشہور ہے۔ آپ نے اون سے مدعا لے رسالت بیان کر کے ارشاد فرمایا کہ ایک دن آپ دیکھ لیٹے کہ میں جو کہتا تھا وہ بالکل سچ نکلا۔ آپ کے انداز استقامت اور طر متانت نے حارث کے دل پر حقیقت اسلام کا ایسا گہرا اثر کیا کہ وہ پتھر و لہن کہنے لگے کہ میں اوس دن کا انتظار ہی کیوں کروں۔ سچ بتی اسدل کا اقرار کروں یہ کہہ کر اوس وقت مسلمان ہو گئے۔

**طغولیت میں ضبط اوقات** بد بختی نے فطرت صالحہ کے اعلیٰ جوہروں سے پیکر رسالت کو مرتب کیا تھا۔

**اور پاک عادات** زبان رضاعت اور دوران طفولیت سے پاکیزگی طہارت۔ احتیاط ضبط اوقات

تہذیب اور حیا و عفت کے اعلیٰ اور لاجواب محاسن آپ کے عادات و طر عمل سے پیدا ہو پیدا ہوتے تھے جو عموماً بچوں کے طبع اور عادات اور روزمرہ کے مشاہدات سے بالکل مخالف تھے یہ خصوصیات تہما آپ کی عادات ہی سے

**حاشیہ صفحہ دیگر** سچے اور حق رسول کے ایسے صاف اور پاک اعتراضات کی موجودگی میں ایام طفولیت کے واقعات یہ سنا کر کے ہونٹے جھوٹے لڑکوں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف رہا۔ مکان کی چھت سے پردوں کو اور ڈانڈیا۔ رضاعتی سن کی بیٹی میں کاٹ کھانا۔ سر و لہجہ کو اعتراض کیسے صحیح اور قابل التفات سمجھ سکتے ہیں صابہ تمام حرکات و سکنات فطرت انسانی کے قبول اور استریٹ کے معمول کے مطابق ہائے حاشیہ حن کا متاثرہ روزمرہ و کنوت بھی موجود ہی اور فاعل کا اعتراف ہی۔ ان واقعات سے نہ محرات کے منہ سے لے سکتے تھے یہی حقیقت عادات کی تہذیب تہذیب حقیقتاً ایسے لغو و عمل اعراض ہیں کہ اسلام اور بائی اسلام کی قومیں تو نہیں ایسی قابلیت اور حاشیت کی اللہ ہر مادی و روحانی گروہ میں ہوا

مستعلق نہیں تھے بلکہ ضروریات روزمرہ میں بھی آپ کی احتیاط پابندی اوقات اور التزام پورے طور سے ظاہر ہوتا تھا۔ اویس وقت سے صبر سکون۔ تحمل۔ استغناء اور قناعت طبع ہالیوں کے خاص جو ہر معلوم ہوتے ہیں۔

محبت شہزادی حلیمہ سعیدہ کی زمانی لکھتے ہیں۔

حلیمہؓ گوید کہ ہرگز دے درحائمہ خود بول و باز درجامہ خود نہ کرے  
ہمچنانکہ عادت دیگر اطفال بود۔ روزمرہ۔ دستے معین  
داشت کہ دران وقت بول و غائط کردی و باز دیگر تابا ہوا  
بران احتیاج نہ داشتہ وروایتی از حلیمہ است کہ گفت ہر گاہ  
خواستی کہ وہاں مبارک ویرا از شیر پاک کم داشت و شہو نہ ہوتا  
ممیدیم و اگر عورت دے ظاہر شدے۔ بعض وقت فریاد کرد  
ناچار می پوشیدمی۔ وروایتی آنست از حلیمہ کہ گفت  
چون آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر قنار آمد کہ وہاں  
ممیدیکہ بازی میکردند و ادا نشان دوری می جست و  
ایشان را از بازی کردن منع می کرد و میگفت مارا بلے  
مازی کردن نیاوریدہ اند۔ حلیمہ رنگوید کہ گریہ برخوئی  
و بدخلقی نہ است و بہت چپ ہیچ چیز را فرنگرتی۔ بہت  
راست است مدعی حلیمہ گوید کہ روزے از روز ہا با گشت  
یا آٹا سیون است کہ بلوران مارا بر فرمینی بریم گفتم چاہن  
فلے تو با و ایشان میروند کہ گوسفندان مرا پھراشد۔ با مارا  
می روند و شاہ گاہ مازی آیند گفت مرا این چاہنہا می گذار  
و بالیشان مرا میفرستی۔ کہ من نیز باید کہ کارے بکنم۔

روصۃ الاحباب جلد اول ص ۹۰

حلیمہؓ کہتی ہیں کہ اویس وقت سی کہ آپ کی پاکیزگی طبع کا یہ عالم تھا کہ  
کبھی آپ نے روزمرہ کے کپڑوں میں عام بچوں کی طرح رفع  
حاجت نہوائی۔ وقت کی پابندی اور احتیاط کا اسی زمانہ  
یہ حال تھا کہ رفع حاجت ضروریہ کیلئے وقت خاص مقرر تھا اویس  
رفع حاجت ورائی جاتی تھی اور پھر روزانہ کو وقت مقرر تک  
اوسکی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ محکمہ رفتہ رفتہ روز کی مشاہدہ  
سے اسکا پورا علم و تجربہ ہو گیا اور میں روزمرہ وقت مقرر کر کے  
ان ضروریات کو انجام دے دیا کرتی تھی۔ حیا و عفت کا بچپن ہی  
سے یہ عالم تھا کہ اگر میری غلطی اور غفلت سے اگر کسی وقت آپ کا  
کشف ستر ہو گیا تو او جیسے مجھ کو زنا مونس کسی کے خاص محرم  
پر غیظ و غضب کا ایک خاص عالم طاری ہو جاتا تھا اور شرم و حیا  
کے دھوے سے آپ فوراً رونے لگتے تھے۔ میں روزانہ نہ دوڑتی تھی  
تھی اور کپڑاؤں الٹی تھی یا اوڑھا دیتی تھی۔ عام بچوں کی طرح  
رفنا۔ وودہ کیلئے چھلتا میں نے رضا عمت کے دو سالہ ایام میں  
کبھی نہ دیکھا۔ کبھی آپ نے کوئی چیز بائیں ہاتھ سے نہیں اٹھائی  
ہمیشہ سیدھے ہاتھ سے کام لیا۔ رشد و تہذیب کا یہ عالم تھا کہ کھانا  
ہمیشہ ارمان رہا کہ وودہ پلانے کے بعد عام بچوں کی طرح آپ کے  
دہان مبارک کو بھی رومال سے پاک کر دیا کروں۔ کبھی اسکی ٹخو

ضرورت ہی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ اس انداز و احتیاط سے وودہ بیا جاتا تھا کہ زیادتی مقدار کا کوئی اثر لب و لہجہ پر ظاہر نہیں  
ہونے لیا تھا۔ حلیمہؓ کا یہ بھی بیان ہے کہ جب آپ کو طاقت رفتار آگئی تو آپ نے جب کبھی لڑکوں کو باہر کھیلے ہوئے دیکھ دیا۔  
انہی بچوں فطرت کنارے ہو گئے انکو ہمیشہ کھیلنے کو دے سے منع فرماتے تھے اور ایشا و کرتے تھے کہ ہلو گون کو کھیلنے کے نہیں  
پیدا کیا گیا ہے حلیمہؓ یہ بھی کہتی ہیں کہ آپ نے ایک دن مجھے استفسار فرمایا کہ ہمارے بھائیوں کو آپ کا لہجہ بھی یاد کرتی ہیں

کیونکہ میں اونکو دن بھر گرمین بنین دیکھتا ہوں میں نے جواب دیا کہ میری جان آپ پر خدا ہو وہ گرمی کی بھڑیں جنگل میں چرانا جایا کرتے ہیں۔ ہر روز سورج صبح کو گھر سے بیٹھنے لگتا ہے دن بھر جنگل میں بھڑیں چراتے ہیں اور شام کے وقت ہر روز گھر چلے آتے ہیں۔ یہ سنکر آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے بھی اونھیں کے ساتھ آپ کیون نہیں سجد یا کرتین مجھے کچھ کام کرنا چاہیئے۔

اتم میں آپ کی مرضہ (دودھ پلائی) تو تھی نہیں لیکن محضہ (کھلائی) ضرور تھیں بیان کرتی ہیں۔  
 ام ایمن گوید کہ ہرگز مدیدم کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از گرسنگی و تشنگی شکایت کر دے۔ چون باداوشد یک شربت آب زمزم بخوردی و ناشب هیچ نطلییدے و بسیار بود کہ طعام چاشت براد عرضی کردم و آدمی گفت مرا رعیت بطعام نیست۔ روضۃ الاحباب ص ۹۵

یہ صبر۔ استغنا قناعت اور زہد و توکل کا دیباچہ مشق و ریاضت تھا۔  
**نبوت کی قوت ارتقا و نمو** اور ہر قدسیہ نے آپ کی قوت نامیہ میں اس قدر ارتقا پیدا کروایا تھا جو نبوت کی خصوصیت کو عام فطرت انسانی کی عمومیت سے بالکل علی و ثابت کرتا ہے۔ زرقانی اپنی شرح میں سکی معصلا ذیل کیفیت و حقیقت بیان کرتے ہیں۔

حاج رسالتا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو عینے کے ہوئے تو بچوں کے پیچھے ہر طرف گھٹینوں چلنے لگے جب میں مہینوں کے ہوئے تو دونوں پاؤں سے زمین پر کڑے مٹنے لگے۔ یا بچوں مہینہ آپ کو رمدار کی طاقت اگنی جھپٹ مہینہ رقدار میں سرعت کی قوت پیدا ہو گئی ساتویں مہینہ آپ چرخ ہر طرف اپنے پاؤں سے چلنے پھرنے لگے۔ جب کامل آٹھ مہینے ہو گئے تو آپ صفائی سے لوٹنے لگے اور سوین مہینے میں آپ بچوں کے ساتھ تیرا ناری کرنے لگے۔ زرقانی ح اول ص ۱۷۹

انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما صار اس مہین کا  
 ستر حملہ لصدا بالی کل حام و فی ثلاثہ اشھوکان  
 یقوم علی قدمیہ و فی اربعۃ کاں یسک الحدار و  
 و فی خمسۃ حصل لہ القدرة علی المتی و لما تولد  
 ستۃ اشھر کان یسرع فی المتی و فی سبعة اشھر  
 کان یسعی و یقدو المکل حاتم و لما مضی لہ تمامۃ  
 اشھر تستر ع تکلم بکلام الفصیر و فی عشرۃ اشھر  
 السہام مع الصتیان زرقانی ح ۱ ص ۱۷۹

اقامت بنی سعد کے زمانہ کا یہ واقعہ طمعات ان سعدین مرقوم ہے۔

انہ کان ہجر ہو و احوہ فی لعب مع العلمان یخمنھن  
 علیہ السلام و یاخذ مداحیہ و یقول انا لم یخلق لھذا  
 حب آپ کے رضاعی بہائی کو پہلا لیکر لڑکوں کیساتھ کیلئے کیلئے لیتے تھے اور  
 کیلئے لگتے تھے تو ایل پھر صاعی بھائی کا ہاتھ پکڑ لیتے تھے اور ارشاد



مراۓ تھے کہ ہم اسکے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہیں۔

ابھی سے ایسے وجود وجود کی ضرورت کی اتنی کامل معرفت تھی۔ ایسا ہی علیہ سعیدہ سے یہ فرمانا کہ میں بھی سائون کیا ہے بھیج دیکھئے۔ کیونکہ مجھ کو بھی کچھ کام کرنا چاہئے۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ آپ کی سعی و ریاضت کا مقدمہ تھا حسنہ بنت جعفر **خَصَّالَهُ بِد صَلَوَاتِهِ وَآلِهِ** :

اوپر لکھا جا چکا ہے کہ بنی سعد کے قبیلہ میں آپ کے چار سالہ ایام طفولیت تمام ہو گئے گویا پانچویں برس کے آغاز میں اپنے اپنے خاص بیت الشرف کی طرف معاودت فرمائی۔ اور پھر چھ برس کے میں تک اپنی والدہ گرامی تھہر کے دامن عاطفت میں پرورش پاتے رہے مگر مصالحت ایزدی نے اس زمانہ پرورش کو زیادہ دیر یا نہ رکھا کل دو ہی برس کے بعد اسکی مدت تمام ہو گیا علیہ السلام اللہ علیہا نے مدینہ منورہ سے معاودت فرماتے ہوئے مقام ابواہن انتقال فرمایا۔ ابن ہشام اور ابن سعد نے اسکی تفصیل مفصلہ ذیل عبارت میں لکھی ہے۔

كتاب رسالت ابی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادر گرامی تان حضرت بنت بنت وہب نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کل چھ برس کا تھا مقام ابواہن منت فرمائی۔ یہ مقام مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے حساب آئمہ سلام اللہ علیہا اپنے نانہالی عزیزوں سے ملنے نکلے مدینہ تشریف لے گئیں تھیں۔ وہاں سے رخصت ہو کر مراجعت

إِنَّ أَمْرَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَمْرَةً مَدَّتْ وَهَبٌ وَقِيَّتْ فَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَدَّتْ سَبِيحًا وَأَوَّلِي مَكَّةَ وَالْمَدِينَةَ وَكَامَتْ فَقَدَرَتْ عَلَى إِخْوَالِهِ مِنْ عَدِيٍّ نَهْلًا لَهَا سَرِيحَةً أَيْاهُمْ مَبَاتٍ وَهِيَ رَاحَةُ بِلَى مَكَّةَ فَرَأَتْ وَقْتَ اتِّعَالَ فَرَأَتْ لَهَا

ان سعد نے ابن ہشام سے زیادہ تفصیل سے آپ کے واقعہ وفات کو لکھا ہے۔ ابوی صلی عبارت یہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مادر گرامی کے ساتھ مکہ لوٹے جب مقام ابواہن پہنچے تو آپ کے والدہ ماجدہ جناب آئمہ بنت وہب نے انتقال کیا اور ابن مدون کو لگئیں۔ ام امین آپ کو لیکر مدینہ دو دن اوٹھون پر گئے واپس آئیں جن پر ابواہن کو لیکر سے مدینہ گئی تھیں۔ ام امین حیات اور وفات حضرت آئمہ کے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلتی رہیں۔

فَرَحَّتْ بِهْ أُمُّهَ إِلَى مَكَّةَ فَلَمَّا كَانَا كَانَا وَقِيَّتْ أُمُّهَ مَدَّتْ وَهَبٌ فَقَدَرَتْ هَا هَا فَوَجَّعَتْ بِلَى أَيْمَنْ عَلَى الْعِيْرَةِ اللَّذِينَ قَدَّمُوا عَلَيْهِمَا إِلَى مَكَّةَ كَانَتْ تَحْصُهُ مَعَ أُمِّهَ فَتَبَدَّلَا مَاتَتْ طَلْقَاثٌ

ان دونوں عربی مورخین نے حضرت آئمہ کے مدینہ جانے کی وجہ ماہنامی اقربا سے ملاقات بتلائی ہے۔ مگر ہمارے ہندوستانی سبلی صاحب نے حضرت عبداللہ کی قمر طہ کی زیارت کہ اس سفر کا خاص مقصد بتلایا ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ دونوں تو ہمیں قلبی تعلقات کا لور اتیا۔ یہی ہیں مگر ہمارے سبلی صاحب کی توجہ تعلق کی خصوصیت ہمیت رکھتی ہے۔ اسکی ضرورت ترجیح کو قابل ہے حباب رسالت ابی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راتہ بیوت میں اس سفر کا حود ذکر فرمایا ہے۔ ابن سعد کے استاد کو مفصلہ ذیل عبارت

عبارت میں لکھتے ہیں۔

فکان رسول اللہ صلعم یدکر امور اکانت فی مقامہ ذلک لما نظر الی الطعم ہی عدی من عمار عرفہ وقال کہتہ الا عب ایسہ حارۃ من الایصار علی ہذا الطعم وکت مع غلماں من احوالی تطیو طائر کاں تقع علیہ ومطری لکذا فقال ہھما رلت لی اھی وی ہدہ الدار قبرانی عند اللہ بن عند المطلب واحسنت العوم فی مئرسی عدی من النجار۔

حاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن تمام باتوں کا جو اس پیش آئین ذکر فرماتے تھے میں نے تشریف آوری کے وقت آنے والے عدی من النجار کی عمارت کو دیکھ کر فریاد کیا اور اسے فرمایا کہ یہ وہی مقام ہے جہاں امی انصار کی ایک لڑکی کو سنا گیا کہ کتا بھاڑا اور یہ وہ مقام ہے جہاں بن بنے ماسالی قریب والے لڑکوں کو ساتھ مقیم تھا اور دن کے متعلق جب آپ نے ارشاد کیا تھا دلیا ہی ہوا۔ اور پھر اس مکان کی طرف ارشاد فرمایا کہ یہی گھر ہے جہاں میں اپنے ماں کیساتھ ٹھہرا تھا اور اسی گھر میں میرے والدہ بزرگوار حضرت عذرا بنت اسلم کی قبر ہے اور میں نے یہی عدی من النجار کے ایک مستور تالاب میں تیرا سیکھا تھا تاہم تاریخوں سے مستفاد ہوتا ہے کہ حباب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مادر گرامی قدر کے ساتھ مدینہ میں علی انکس مہینہ قیام فرما رہے تھے۔

ماں کی قبر کی زیارت

واقعات مندرجہ بالا کے ساتھ مشاہدات تاریخ بھی ملتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے نورانی دین اپنی والدہ گرامی شان کی ہمیشہ یاد زندہ تھی۔ اور ان کی مفارقت کے بعد اشفاق مادی کے آثار ویسی ہی تازہ تھے۔ ان سب طبقات میں لکھتے ہیں۔

فاما رسول اللہ صلعم فی عمرۃ الحدیث لایا ہوا قال ان اللہ قد اذن لمحبتی فی زیارۃ قبر امہ وانا ہ رسول اللہ صلعم فاصلحہ ولیکی عدلا ولیکی انسلموا لکاتب رسول اللہ صلعم فقیل لہ فقال اد رکنتی رحمتھا فمکت من

مجھے اشفاق و ملاحم یاد آگئے اور میں بے اختیار ہو کر رو پڑا

حضرت عبدالمطلب کی کفالت

اس میں کس کو کلام ہو سکتا ہے کہ اتنے صغیر سنی کے زمانہ میں ماں سے مفارقت آنحضرت صلعم کیلئے سخت ترین مصیبت ثابت ہو گئی لیکن حضرت عبدالمطلب کی شفقت و دردمندی نے اس ولایت و خداوندی کو نورانیہ کما رے عاطفت میں اٹھالیا۔ اور کیونکر اٹھا سکتا تھا جب عبدالمطلب اپنے جوان مرگ صاحب ارادے بلکہ اللہ کے بعد اس دہریم کو انعام البیل عانتے تھے اور حباب آمنہ کی حیات تک آپ کی پرورش و آرام

مرسائی کی طرف سے آپ کو ایک گونا گواہین حاصل تھا۔ ہاں۔ ان کے انتقال کو بانی کے بعد باوجود اس کے کہ آپ کی غلطیوں کی ہر جگہ تھی اعضا و جوارح جواب دیکھتے تھے متعدد موآن بیٹے اور ان کے حوآن مال بچے بھی موجود تھے۔ تمام گھر بہرہ اڑا تھا ٹھکس تھا کہ پیر سال کے بعد معقول کے باعث سے حضرت عبدالملک بن قیس رحمہ اللہ روحی مددہ کی پرورش و پرداخت ان کی کسی حیا سے متعلق کر دیتے اور آپ آرام کرتے۔ مگر خفیہ۔ (بضع و رفقا بہت کے عالم میں بھی)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام خدمات اپنے ذمہ لی گئیں۔ صاحب عبدالملک کو ان کی پرورش و پرداخت میں بڑی آسانی اور سہولیت ماہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ہمت حاصل ہوئی جو حضرت آمنہ ؑ کی اپنی حیا زادہ بن بختیں۔ اور اندولن خواتین باتملکین کی میکوت شادی ہوئی تھی۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

ان تمام قرائن و ذرائع پر غور کر نیکے بعد یہ بھی ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ پرورش و حفاظت جان رسول کی ایسی مہتمم با شان حرمت ان تعلقات ظاہری سے زیادہ منہیت کے نظام حقیقی سے متعلق تھی۔

یہ مسلم ہے کہ حضرت عبدالمطلب کو حضرت عبداللہ سے بمقابلہ اور فرزندوں کے مفراطہ ورحہ کی محبت تھی کیونکہ اس کے علاوہ کسی اور شخص کے امتبار سے باپ کے سب سے زیادہ محبوب بھرا لیے محبوب ترین فرزند کا چشمہ چلے گا۔  
ایسے پارہ ہنگام کا نام و نشان کیونکہ تمام گھر سے زیادہ عزیز نہیں ہو سکتا ہے۔ اور پھر وہ بھی بذاتہ ایسا کہ اس کا دوسرا نعم المبدال ممکن نہیں باپ ولادت سے پہلے اونٹ چکا۔ مان بچگی تھی۔ وہ کل چھ برس کا چھوڑ کر گذر گئی حقیقتاً یہ مصائب ایسے تھے جو ہر واسطہ اور غیر ہر کاری استحاص کو بھی ایسے یتیم۔ بے مان ماپ کے بچہ کے ساتھ ولسوری اور مہرودی کی توجہ دلاتے ہیں۔ یہ کہ صرف اوس بربر گوار کو جو اپنی جان اور اپنے تمام خاندان سے اس کو زیادہ عزیز رکھتا ہو۔ ابن مسعود نے اپنے ایک حکم میں ان تمام بزرگ کو تمام کر دیا ہے وہ یہ ہے۔  
حاج آئمہ نے وفات پائی۔ توحاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں ویرا حث کے تمام امور حضرت عبدالمطلب سے تعلق ہوئے اور حضرت عبدالمطلب نے اپنے محاسن استفاق کے وہ سال آپ کی ساتھ احتیاطاً رہا ہے جو اسی کی اولاد کے ساتھ ہی نہیں۔ ظاہر ہوا ہے کہ تمام

میں اس وقت قریب ترین، عزیز ترین ہی تھے جلوت و جلوت میں آیا کہ رابر ساتھ رکھا کرتے تھے ادراپ کے ساتھ سو یا کرتے تھے طقات میں ۵۰  
عرب کی یہ قدیم تہذیب تھی کہ وہ کسی نرنگ خاندان کے رقبہ بڑے کسی عام یا خاص مجلس میں نہیں بیٹھتے تھے اس قدیم  
آداب معاشرت کے خلاف ورزی کے اظہار پر اس کے عامل کو عام اس سے کہ وہ کسی بایہ یا پایہ کا کیون نہ نہایت حقارت  
و نفرت کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ اس قومی دستور و آداب کے وہ اس قدر یا بند تھے کہ غیر ممیز اطفال تک کو بھی ان  
استقامت کی جرات کرتے ہوئے دیکھ کر جیتیم پوشی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ اس کو آداب مجلس اور طریقہ نشست و برخاست  
متلا دینے کی ضرورت سے فوراً متنبہ اور آگاہ کر دیتے تھے۔ اذن کا یہ قدیم دستور اور کجایہ قومی آداب اقطاع عالم میں کم و بیش

تمام قوموں کی تہذیب و معاشرت میں آج تک داخل ہے۔

قدیم آئین تعظیم سے  
رسول خدا کا اسکتنا  
جناب عبدالمطلب نے اپنے جگر گوشہ یتیم عبداللہ کو اس قیود سے بالکل مستثنیٰ فرمادیا۔  
ذیل کا واقعہ اس کا شاہرہ ہے۔ سیرت ابن ہشام میں ہے۔

کاں رسول اللہ صلعم مع حدۃ عبد مطلب اس  
ہاشم و کان یوضع لعدا المطلب فراس فی ظل الکعبۃ  
فکان موعہ مجلسوں حول فراشہ ذلک حتی ینحرج الیہ  
لا یجلس علیہ احد من نلبہ احلا لالہ قال فکان  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یاتی و هو علم  
حقیر حتی یجلس علیہ فی احد اعمامہ لیو حروہ  
فیقول عدا المطلب ادا ربی ذلک مسہم دعوا الی  
اللہ ازلہ لتا ماتم مجلسہ معہ علیہ و میثم بطریقہ  
ولیسۃ ما یراہ یصعر اس ہنام مطوہ مصر ص ۵۴

حاجات سالما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حدیث گوار حضرت عبدالمطلب کی  
کفالت میں تھی۔ ایک بار ایک قومی مجلس کی ترتیب دیکھی تھی اور یہ کہ وہ سرور  
عبدالطلب کیلئے جو اس رہا میں ایک اور متولی قائم کئے تھے ایک و تر حاض  
گیا تھا اور آپ کی تمام اولاد و مردان ایسے اعراب و مرات و مساکین کا  
اوس مرتبہ کے دور میں حیار و لطیف بیٹھے تھے اور صدیق حضرت عبدالطلب  
کے لئے خاص جگہ چھوٹی تھی۔ اور اونکی ذاتی عظمت کی اعتبار سے آپ کے  
خاص فرزندوں میں سے کسی کوئی صاحب اس مقام خاص پر بیٹھنے کی مجاز نہ  
تھے جس اتفاق سے حاجات سالما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے  
اس وقت تک کہ اس کے تحت تشریف لاتے ہی سہجہ ایسے حدیث گوار کے مقام  
حاشیہ۔ آپ کے چچاؤں نے اٹھ کر آپ کو مقام لیا اور بائیں میں ایسے یا سٹھ لیا چاہا۔ اس امر میں حضرت عبدالطلبؑ اور یہ کیفیت دیکھ کر اس پر ہلکا  
کئے لگے کہ میرے فرزند کو کیوں روکتے ہو۔ چھوڑ دو۔ حدیثی قسم اسکے لئے ایک شان خاص ہے۔ یہ لکھ کر آپ حاجات سالما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیکر  
اپنی مقام پر بیٹھ گئے اور انکی بہت مبارک و زیادہ ست تعفیت پھیرے لگے اور جوں کی ہلکی ہوئی تھی اسکی استغنیٰ و دلجوئی فرمائی  
ظاہر میں تو اس واقعہ سے حضرت عبدالطلب کے انتہائی استغناق ظاہر ہوتے ہیں جو موجودہ سلسلہ جہاں کا اصلی  
ہے مگر حقیقت میں یہ واقعہ نظام قدرت کی طرف سے مرات رسالت کی معوت کا مقدمہ ہے۔

دعای استسقا میں  
رسول کی شرکت

ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان میں جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق بالترتیب  
و تفصیل وہ تمام واقعات لکھیں گے جو حضرت عبدالطلب کے زمانہ حیات میں واقع ہوئے  
اسی سلسلہ میں دعائے استسقا کا بھی ایک واقعہ ہے جس میں جناب رسولؐ کی شرکت معلوم ہوتی ہے۔  
رقیقہ متانی ص ۱۱۱ ہاشم بن عبد مناف کا بیان ہے کہ ایک بار ایک قومی مجلس  
میں تک قحط پڑا۔ ہاشم نے یہ کہہ کر تمام لوگوں کے مال و اساتیل جمع کئے

ہم اسکو ابن سعد کی عبارت سے ذیل میں لکھتے ہیں۔  
عن رقیقہ متانی ص ۱۱۱ ہاشم بن عبد مناف  
قالت تتابع علی قرابتہ سنوں دھن کا اموال و اس  
علی الالف قالت سمعت قائلاً یقول فی الما معین  
قرئت ان ہذا المشی المتعوسکم و ہذا ایاں حرو وجہ

اور رافہ حراؤں کے حاشیکہ لوست آئی۔ انھیں امام میں سے ایک شخص کو  
حوا میں کھڑا کر کے قوم قرابت میں رہا۔ تو پہلا ہو گیا اور اس کے طور کا وقت  
بھی قریب ہو چکا تھا کہ ایک رکت سے تیس خراست و حوسنی الی الصبیح کی

اولہ یا تیکم الحیاء والحصب فانظر واسرجلا من اوسطکم  
 المساطو الاعظاما ایمن مقرون الحاصب اهدی لا  
 شعاع وهدا سھل الحدیث رقیق العربیہ ولیمحرج هو  
 صبیح ولذہ ولیمحرج من کل بط من کل بطھول  
 وتطیبوا ثم استلموا الرکب ثم اساقوا راس فی قنبر  
 یتقدم ہذا الرکب فیستقیف وتومنون فانکم ستسقون  
 فاصحی فقصت روایا علیہم منظر وافی حدوا  
 ہذہ الصعۃ صفة عبد المطلب واحتمعوا علیہ  
 وخرج من کل بط منہم رجل ففعلوا ما امرتہم بہ  
 ثم علوا علی اوقیس ومعہم المسی صلعہ وهو غلام  
 فتقدم عبد المطلب وقال لا ہرہو لا عیدک  
 اما یرک ومات اما تک وقد رل سلما تری وتماعت  
 علیا ہذہ الشیون ولا ہمت بالظلف والحف و  
 اشتقت علی لا نفس فادھب عبا الحدب وانثا  
 بالحیاء والحصب فہاں حواجۃ سالت الاودیہ و  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سقوا ۵۲

تم لوگ ایک ایسے آدمی کو تلاش کرو جو تم میں تریف السل ہو اس کے  
 من کی ہڈیاں لمبی ہوں جسکی جلد بدن پر دھاریاں جیسے کھجور کے یاں جھکدار  
 ہو۔ جسکے آگے سر کے بال کم ہوں گئے ہوں۔ ووفون رما نہ ہوا رہوں بھون  
 قریباً حتی ہون اردووں اور دکان مال یا رکیہ ہوا ایسے آدمی سے  
 کہو کہ اسی تمام اولاد و احفاد کو ساتھ لیکر یاہنکے اور تم میں سے کبھی ہر  
 اور ہر شجرہ کا ایک ایک آدمی اس کے ساتھ ہو پہلے تم لوگ عمل کرو  
 پاک و پاکیرہ ہو خوشبو لگاؤ اور رکن کعبہ کا استیلام بحال آؤ اس کے بعد  
 کہو اوقیس کی چوٹی پر چڑھ جاؤ لو اس شخص کو اپنا بیٹا سا اور آؤ  
 سے کہو کہ مانی رسی کی دعا کرے یقین رکھو کہ اسی تدبیر سے تم لوگ کھڑے  
 سیرک کے قبیقہ کا بیان کہ صبح کو اٹھ کر میں اسباب بیان کیا ہے  
 مگر یہ عجوبہ اور حیرت انگیز واقعہ کے بعد حضرت عبدالمطلب کو اس مسئلہ  
 موصوف پایا تمام قبائل و عشاہ کے لوگ آئیے یاں جمع ہو صورت  
 حال حرم کی یہ فوراً مستعد ہو گئے ہر تمام لوگوں نے ملکر مرام  
 لازمہ مذکورہ الاحام دیے اور حضرت عبدالمطلب کو وہی تمام اولاد و احفاد  
 کے ساتھ لیکر کوہ اوقیس کی سب اچھی چوٹی پر چڑھ گئے سادہ انھیں مذکورہ  
 کے ساتھ حاکم سالتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے اور آپا وقت

کے جسے جماعت موجودہ کی اقتدار حضرت عبدالمطلب کی اور دعا استقان العالیین اور مانی لائی یہ جماعت کی جماعت کثیر تہ  
 میں اور تہ سے سدوں کی عیال تیری کینزین ہیں اور تیری کسروں کی اولاد۔ جو مصیبت ہلوگوں پر پڑی وہ تجہ پر ظاہر ہو لوگوں پر گذشتہ  
 کئی برسوں آفت برافٹ ہو اور تہا ہی دیر تانی اور اب تو انکی جانوں پر آہنی ہو الہی لہاں مصیبت کو نہ پیرے اور تھاسے اللہ ہر گز خوشی کی اور  
 وسعت رزق عطا فرما۔ قبیقہ کا بیان یہ کہ قوم قریش کو کہیں بھیس ہوا تھا و قبیقہ اس تدبیر سے جماعت کی جماعت نے درگاہ رب العزت میں دعا  
 ہیں کی اور جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے جسکے سب پر اب ہو گئے طیقات اس بعد ازاں ۵۴ مبطونہ ہر من ۵۴

اس واقعہ سے جہاں جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم مصیبت لزوم کی برکت و سعادت ثابت ہوتی ہے

**حاشیہ ۱۵** حضرت عبدالمطلب کی کھالت پر میاٹوں کا انصراف ہو لوئی شبلی صاحب سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۴ میں لکھتے ہیں  
 عبدالمطلب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ ہو لیکن مارگوٹس صفا کو دادا کا بے تہرہ رہاں ہوا بھی گوارا نہیں فرماتے ہیں، بقیم  
 لڑکے کی حالت کچھ بھی نہ تھی اور آخر زندگی میں اسکی حیا حرمہ نے سہ کی حالت میں محمد کو لہرا یہ ماب کا علم کیا تھا مارگوٹس لکھتا ہے



وہاں حضرت عبدالمطلب کی ذاتی وحاشیت و عظمت کا بھی اظہار کامل ہوتا ہے۔ آپ کی اس وجاہت و اقتدار کا یہ مزید ہضم  
اس لیے تھا کہ آپ مکہ کے رئیس تھے اور قریش کے سردار بلکہ اس شہرت عاقلہ اور اعتبار و اختیار کے باعث آپ کی حالت  
اخلاقی ایشاد و آثار تھے جو آپ کی ذات ستودہ صفات کو محدود و محدود رو کر گاہ نکات تھے۔  
ابن سعد طبقات میں لکھتے ہیں۔

حاشیہ صفحہ دیگر آف محمد ص ۴۵-۴۹ حضرت حمزہؓ کے جس قول سے استدلال کیا جاتا ہو مارگووس جو تسلیم کرتے ہیں اس کا  
حالت تھی۔ اس کی تفصیل یہ کہ بحاری میں ہے یہ کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ماربر داری کے لئے اونٹ خریدے اور وقت تک شراب  
حرام نہیں ہوتی تھی۔ حضرت حمزہؓ شراب میں غمور اور سرف سے گھرے اور اونٹ کا بیٹ بھڑا کر دل و دگر کا کھاب سایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو  
جہز ہوئی تو آپ حضرت حمزہؓ کے پاس آئے اور اونٹ کو ملامت کی، حضرت حمزہؓ صحت منور تھے اس حالت میں وہ الفاظ انکی  
ہاں سے بکھلے تھے۔ کیا اس حالت کا کوئی ساں شہادت میں پیش کیا جاسکتا ہے؟ سیرۃ النبی ص ۱۲۰  
مارگووس کا یا غرض اس مطالب کی کھالت کو راہ سے تعلق رکھتا ہو معلوم ہوا ہے اس لیے عبدالمطلب کے زمانہ میں منجلی سے اس کا  
اسکو مندرج فرمانا اور اس ترمیمی لکھنا قبل از وقت ہے اور ایک ہی موقع تقدیم۔

مولوچلی صاحب کا اکثر مقامات پر یہ لکھا کہ ”ابھی تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی“ یہ تھاتا ہے کہ (لغویاً اللہ) اسلام میں  
شراب کسی وقت حلال بھی تھی۔ اگر تشریل حرمت کے اعتبار پر یہ قیاس زایا جاتا ہے۔ تو اور بھی تعجب الگ ہے کیونکہ قبل از  
والی تمام آیات قرآنی اسکی دم و قح کو تھام ہی ہیں۔ یہ امت اسلام کی بد اخلاقیوں میں اور رسالت اعمالیان کے حلال کے مارا زرا تھائی  
بھی وہ اُسے گراہیں جانے اور پامال جاتی ہے۔ اخلاق الہی نے توڑے دون تک اسکے بیک و بد کی تہمت امت کے فیصلہ جھوڑی  
لیکن لغت کے اخلاق و ذمہ کے حصول ایمانی اور اعصائے روحانی پر ایسے غالب آگئے تھے کہ وہ اسکو ترک نہ کر سکی تو مالاً و  
تدبیر الہی کی تہدید کے درپے سے یہ ناہنجار عادت چھڑوانی لگی۔ اگر امت رسول کو اتباع کا دعویٰ تھا یا سیرت رسول کی کچھ  
وہ اپنے ویں اور دیادی مقاصد کے حصول کا ذریعہ سمجھتی تھی تو اسکو اپنی رسول رحمت کی عادت پر نظر ڈالیں تھی اور یہی اس ماسجدا  
کے ترک کیلئے کافی تھی لیکن اسکی توفیق ہی نہیں ہوئی۔ اور تدبیر الہی کی آساں سے سند و تاکید ملوانی لگی۔ اس پاپرنا حیرتیں لکھ  
کسی مدت تک حوازی جلالت خمر کا ماعت سمجھا سکتا تھائی ہے خمر رہا چوری و غیرہ ویرہ ہمت سے اخلاقی اور روحانی جرم قرار  
دے گئے ہیں اور تمام مست بہتائے سائقین یہ اعمال ذمہ کہ کافر محاکم تھلائے گئے ہیں شراب تحریت اسلام میں اولیٰ تا آخر  
وقت ویسی ہی حرام مطلق تھی جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیٰ سیداد کہ علیہم السلام کی سابق شہادتوں میں۔ فائدہ ہند  
ہم اس ناہنجار عادت کی حضرت حمزہؓ سے نسبت بھی اعتبار کے قابل نہیں سمجھتے۔ کیونکہ حضرت عبدالمطلب کے متعلق تمام  
حدیثوں کی کتابوں میں بالاتفاق لکھا ہے انہ ستر ہر لکھ فی حیاتہ اپنے اپنی شراب کو حرام کر لیا تھا، تو ہم سب کو اس کے  
صاحبزادے حضرت حمزہؓ کی بحلاف سرت پڑی اسکا نہیں کر سکتے ہیں خصوصاً ایسی حالت میں جب یہ واقعہ اس کے سلم لائے

کان عبد المطلب حس قریب و حیا و امدہ حسا و حیا  
حلا و احوۃ کثا و اعدا الناس من کل موطنه نقدا لرجال و  
یرہ ملک قطا لکرامہ و شمعہ و کان سید قریب حتی ھلک  
فانما ھو من حواۃ و قلا لوانی و من متعارف و العار ھم  
فلما ھلک ما حاکم الی دالک و اقل عبد المطلب سعة  
لھن من عبد المطلب و الارواح من نصلہ من ھما  
والعصا ک و عجمان صعی من ھما شمر و لہ سمی من  
عبد سمس و لا حول و لا حیا دار اللہ و قلا لوانی  
فیھا علی التناحر و المواساة و کتوا دینہم کما و علقوا  
فی الکعبہ مرہ

حضرت عبد المطلب باعتبار ذاتی و جاہت کو تمام قریش میں تہنہ  
زر گشتے اور سامنے کی طاعت زیادہ سیم اور طویل علم و تحمل میں  
نیکو حکیم خود سخاوت میں بے زیادہ سخی و کریم فتنہ و ساد کو موقع پر  
بے دور رہنے والے خود کیساتھ تھا وہ اپنی عظیم و تکریم کرتا تھا اور انکی  
ہدایتوں کو ہی انا تھا اور سلاطین معاصرین میں عیالہ قریش کی امانت  
ماہ الام الحیات آپ سے متعلق رہی ایکسا ہی نزاع کے لوگ اپنی متین اگر  
کہنے لگے کہ پہلو آہ کے ہمسایہ میں اسوقت اسلئے عاکی ماہ حاکم  
ہونے میں کہ آہ ہاگوں کا اینا حلیف سا کرانی بناہ میں لے لینے  
ہوڑاوں لوگوں کی استعدا کو قبول کر لیا اور ہی عبد المطلب میں سے  
سات آہ میدہ کو لیکر اور آہم بن بعد من ہاشم اور صحاک و عمر لیران کی

س ہاشم کو بھی اس میں شامل کر کے دارالندوہ میں تشریف لائے اس معاہدہ میں ہی عبد الشمس (امیہ) اور بنی نوفل میں کوئی فرد  
تشریک نہ ہوا۔ دارالندوہ میں جانیں سے مواسات و حمایت کی باہمی معاہدے کیے گئے اور دستور قدیم کے مطابق کوہیل اور زین کو  
بنی ہاشم کے یہ وہ حقیقی معارف بن جو قدیم سے انکے اخلاقی اعزاز و امتیاز کو خصوصیات میں داخل ہیں اور یہ وہی مفخر  
ہیں اور اصلی مفخر مشارف جو تمام قریش کیا تمام قبائل عرب پر لگی تھیں و ترجیح کے سچے معیار ثابت ہوتے ہیں اور یہ تمام صفات  
و محاسن جس طرح نقصی کو اپنے وقت میں ہاشم کو انیز زمانہ میں حاصل تھے اسی طرح عبد المطلب کو اپنے عہد میں قدرت کی طرف سے  
درجہ اولی حاصل تھے مدرہ اولی اسلئے کہ ان تمام محاسن و صفات سے آراستہ و پرستہ نر گوارہ کے متعلق شہنشاہ رسالت  
کی کہالت و تہنہت کی حفاظت بھی سپرد ہونیوالی تھی۔

حاشیہ صفحہ دیگر قبل کا بھی بین تھایا تھا۔ بلکہ مترجم اسلام ہو جائیگا بعد کا اور پران الفاظ اضافی کے ساتھ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
اس واقعہ کی جبراکہ افضل انیس اولی کا دیب کیلئے تشریف لیجاتے ہیں اور انکی دونوں آنکھوں کے سامنے کترے ہو کر انکو ملامت کرتے ہیں  
مگر حمزہ و یحییٰ و ہاشم و زین بن ہشام و کچھ نہیں سنے سول قول کہتے چلے جاتے ہیں۔ محافل اسلام تعجب سے کہیں گے کہ یہ وہی رسول  
جسکی ایک سہ سہری نے فوراً اس واقعہ کے بعد ہی حضرت عمر کے غیر محفل عہدہ کو ایسا ٹھنڈا کر دیا کہ ان سے فوراً قدم رسالت پر سر ہٹا دیا  
اسلام لے آئے کے سوا اور کہیں نہ آیا لیکن حمزہ کے مقابل میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی آواز کا رگڑ ہوئی و ذاتی و صفاتی اقتدار فاعترفا اولی  
ہم ان تمام اقسام کے اسالوں کو حامدان رسالت کو عادات و معاشرت کے قطعی خلاف سمجھتے ہیں خصوصاً حضرت حمزہ و غیر ہم مدد  
سی ہاشم کے متعلق ان بیویات کو تو قطعی ممنوع و موضوع یقین کر لیں یہ محاربی صاحب کی رکاکت طبییہ جو ان لغو بات کو مندرج کر کے مسدوفی  
کی تو ایک طرف دیا و قائم کرتے ہیں اور دوسری طرف مخالفین اسلام کو اہانت اسلام اور تجارت حضرت خیر الانام علیہ السلام پر آمادہ اور تیار کرتے ہیں

## وفات حضرت عبدالمطلب

ہم دیکھ آئے ہیں کہ اس کفالت و حفاظت کا زمانہ کل چار ہی برسوں میں تمام ہو گیا۔ حضرت عبدالمطلب اور سہ تہ تو وہی جگہ تھے شیعہ جیت سے گذر کر کہولیت کا وقت آ ہی گیا تھا۔ بیانیہ میں عمر بڑھ چکی تھی بیمار پڑے ضعیف تھے ہی صعب اور علالت دونوں ملکر مرض الموت س گئے۔ وفات کا مدت قریب ہوا تو ماہ و جو یکم تمام عرب میں کثیر الاولاد و مشہور تھے ابن سعد لکھتے ہیں حذر یکس فی العرب منوات مثل عبدالمطلب۔ عرب میں عبدالمطلب کے ایسے کسی باپ کی اولاد میں نہیں۔ اس لئے محض تعلقات قلبی کی بنا پر ایسے بڑے خاندان کے بزرگ کی آنکھ میں کے سامنے ایک بستر مرگ پر پڑی اولاد و افتادین سے ایک ایک کی صورت موجود رہتی چاہئے۔ لیکن ان فطرتی خدمات کے برخلاف دو بزرگ خدا ان راہی آ کر اولاد میں سے کسی فرد کو بھارتا ہے نہ یا و کرتا ہے اور اس کے متعلقہ کی وصیت کرتا ہے۔ ہم ہاں ایک ہفتہ سے سارا بچہ کی یاد و تعلقات اور کہو ایسا بچہ اور صطرب الحال کے ہیں کہ وہ جو کچھ کہتا ہے یا وصیت کرتا ہے وہ صرف اسی کے لئے اور کسی کے لئے بھی نہیں۔ اس طرح کہ اپنے قائم مقام اور اپنے وارث و وصی کو ایسے پاس بھارتا ہے اور اپنے شرعی وصیت کے الفاظ میں اس بچے کی کفالت۔ حفاظت۔ حمایت اور اعانت کے لئے اپنے اولاد کو مذمہ دار بناتا ہے۔

طبری۔ ابن سعد اور ابن ہشام کے متفقہ مختار سے ذیل میں مندرجہ بالا مضامین کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔

واقعہ میں سے آٹھ برس بعد حضرت عبدالمطلب انتقال فرما گئے۔

اور جنہاں سات، اب علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق حضرت عبدالمطلب

کو وصیت فرمائے کیونکہ حضرت ابرطال اور حضرت عبدالمطلب

سبائی تھے اس خصوصیت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی ولایت کا منصب حضرت ابرطال کو تفویض ہوا اور پھر

فتویٰ عبدالمطلب بعد الفیل ستانی ستین وکان

عبدالمطلب یوصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عقہ اماواں اماطال وعبد اللہ اباسول اللہ صلعم کان

کان اماطال ہو الدی علی امر رسول اللہ بعد حلة

وکان یوصی معہ۔

طبری جلد اول ص ۱۱۲۳ ج ۱

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت ابرطال کے ہمراہ رہے۔ طبری جلد اول ص ۱۱۲۳ ج ۱۔

ان مشاہدہ تاریخی سے حضرت عبدالمطلب کے ان ولی جد بات اور قلبی تعلقات کے تمام حالات کا پورا انکشاف

ہو جاتا ہے اور اسی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منصب ولایت و حفاظت کی مخصوص اہمیت بھی ظاہر ہو جاتی ہے

اس عمدہ کجلیل اور منصب عظیم کیلئے حضرت ابرطال کی تخصیص کی ظاہری توضیح تو مذکورہ بالا تاریخی اسناد سے معلوم

ہو چکی۔ مگر غور و تلاش کے بعد یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے اس ولایت الہی کی ولایت کی تجویز و تفویض

میں صرف ابرطال اور عبد اللہ کی جہی اور بطنی بلجیتی جو نے براعتیا زمین کیا ہے ملک حکم الہی کا انتظار اور استسار فرمایا

چنانچہ زرقانی مترجہ مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں۔

اقرع ابرطال مدینہا فخرحت القرعة لانی طالب۔ عبدالمطلب نے دونوں کے درمیان قرعہ ڈالا۔ تو قرعہ

ابیطال ہی کے نام نکلا۔ زرقانی ص ۲۸۸۔ میر کی تجرید ولایت اور ملکین کا خود عرصہ۔ اصحاب جو حضرت ابرطال کے استحقاق



## حضرت عبدالمطلب کے انتقال

## آنحضرت کا حزن و ملال

حضرت عبدالمطلب نے جب بیاہن چکا ہے۔ کمترین وفات مانی اور مقام  
تخون میں مدفون ہوئے۔ سن وفات شہ عالم الفیل مطابق سن ۵۷ ہے

جہاں سال تآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جد نرگوار کی مفارقت کا بعد ملال ہوا۔ ام ایمن کی اسناد سے ابن سنی لکھتا  
ہے کہ رسول اللہ صلعم کو متدیسی حلف سے پہلے - میں نے دیکھا رسول مکتوم اور عدل المطلب کے حذر کے نیچے بھیجے رہتے تھے وہ

حضرت اسیطال اور رسول اللہ  
کی کفالت

حضرت عبدالمطلب کے وصی تھے۔ جانشین تھے اور قائم مقام۔ اس لئے تمام خاندانی اور قومی اعزاز و امتیاز جو عبدالمطلب  
کو حاصل تھے وہ وراثتاً ان کو تفویض ہوئے اور انھیں ظاہری مہارت و معارف کے ساتھ کفالت و حفاظت رسول صلعم  
کے روحانی مفاخر بھی انھیں کی سوا دت اور خوش نصیبی کا حصہ ٹھہرے۔ حالانکہ حادث سے لیکر عباس و حمزہ تک حضرت  
عبدالمطلب کے متعدد بیٹے تھے جن میں اکثر ان سے س میں بڑے تھے۔ اور گھر میں موجود تھے مگر عبدالمطلب کو  
قدرت کی طرف سے انھیں کے انتخاب کا اشارہ ہوا۔ اگر حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے کہ یہ انتخاب ایسا لا جواب ہوا  
کہ تمام قریش کیا تمام عرب میں اسکی مثال مشکل سے ملتی ہے۔

جناب اسیطال کی کفالت کا زمانہ آپ کے استقلال - پاداری - بہت - صبر اور استقامت کی آماجگاہ تھا  
زمانہ کی نامساعدت - قوم کی محالیت و دشمنوں کی یورش - اپنی کثیر العیالی اور تنگ حالی بہر وقت داسگیر رہتی تھی مگر ان  
تمام تعلقات و ترددات سے قطع نظر کر کے جگر گوشہ عبدالمطلب - یتیم عبد اللہ کی حفاظت و حمایت کے خیال بہر وقت  
دل سے لگے رہتے اور کوئی نکتہ نہ لگے رہتے مگر بہرین خلگی و ولایت تھا تو یہی تھا۔ باپ کی وصیت تھا تو یہی تھا اور اپنا بچاؤ  
بھائی کی نشتانی اور سنی سہوئی صورت تھا تو یہی تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ دیگر

اور۔ کسی عسری سیرت میں رفتاری طرح مواہب لدنیہ قسطلانی میں صرف اس قیاس کی بنا پر بعض تاریخین میں  
تبر کو بھی عبد اللہ اسیطال کا بچا یا لکھا ہے۔ کفالت و ولایت کو بھی سم کر دیا ہے۔ حالانکہ جس خلاف قیاس اور مخالف واقع دعویٰ کا  
دکر کیا ہے اسکی اوسی کتاب میں بھرید و تکدیہ کردی ہے اور انکو سمجھ لیا جاہیے کہ ایسے قیاسی اور محض بے بنیاد دعویٰ کے اظہار  
کی ضرورت کیا تھی۔ یہ رفتانی کی محض روانی ہے۔ جایز ہم اسکی است حوداد بھیجیں کی تحریر ذیل میں لکھتے ہیں۔

فلا بدواں الہدیت فیہ ایضا و مدقیل سارکہ فی کفالتہ و حق اسیطال بلکہ لا امتداد حیات  
فان التبر لم یولد الا لاسلام و قس اقرع عبد المطلب یدہما فخرت القرع لانی طاب و قس العات  
للمطالع الذین ان لا تدرک لہ ان طاب لہ شقیق اسہ و کذا لک الشہید لک کھال اسیطال

اتنی حصہ صیبات کے مقابل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی تمام اولاد پر کیونکر ترجیح نہ دیتے۔ انھیں روحانی تعلقات اور فی حیات خداتہ کے دل پر سوائے نبی محمد کے اپنی کسی صلیبی اولاد کی محنت والعت کے نقش پرچنے دے اور حقیقت میں الہی بہت و استقلال و استحکام خلوص اور محبت پر جو رگوں اندر بہوگا وہی ودیعت الہی کی حفاظت و حمایت کا خاص محافظ اور تہما ذمہ دار ہو سکتا ہے۔ اور یہی صفات کمالیہ حضرت اہل بیت کی ذات میں بھی محسوس طور پر ثابت ہوئے ہیں جو بدرجہ قدرت کی بارگاہ میں ان کے منتخب کیے جانیکے باعث ہوئے غباب رسالت کے ائمہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کفالت کا ایک ایک واقعہ حضرت اہل بیت کے عید المثل اور منیغہ بہت و استقامت کا کامل و قریب ہے جو ڈیڑہ ہزار برس کی بات دید کے بعد بھی آج تک عرب کے کارناموں میں ویسے ہی زندہ اور محفوظ ہے۔ اولاد الہیہ کی تائید کا ہمیں یہ بھی ذیل کے تاریخی مشاہدات حکم کو ہم نے زائد وقوع کی ترتیب سے اپنے سلسلہ بیان میں لکھا ان واقعات کا پورا انکشاف کرتے ہیں۔ اس سے طققات میں رقمطراز ہیں۔

میطالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسی شدید محنت تھی کہ وہی کسی کی خاص بیٹے سے بھی نہیں تھی بلکہ کو بیٹے اپنے بیٹوں میں لکیر سلانا کرتے تھے۔ اور جھان کیں باہر جاتے آپ کو باہر سے لکھ جاتے۔ اور جس جبر سے آپ کو رنج ہوتا۔ اس سے میطالب کو بھی ضرور رنج ہو جاتا تھا۔

محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
ابن ابی طالب کے دل میں  
لا ملامۃ الی حملہ و یخرجہ منہ  
الی طالب صامۃ صحت بہا شتی قطعہ منہ

حقیقتاً اہل بیت کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایسا تعلق اور عشق تھا کہ وہ ایسا دنیا میں کسی کے ساتھ نہیں تھا۔ اس ودیعت الہی کے ساتھ عایت و رحمت والعت کے شامل خلوص و عقیدت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانے اور کھانا کھا کر خاص طور پر انتظام و نظر رکھنا تھا اور یہ تحریر یا جاتا تھا کہ میطالب کے بچے۔ عام اس سے کہتے تھے کہ بکرا مسروہ پر کھائیں۔ اسودہ عین ہوتے تھے۔ اور جب آنحضرت کے ساتھ کھاتے تھے تو سر ہو جاتے تھے۔ اس لیے جناب میطالب پر انتظام و ریاقت کو جب بچے کھا کھا کھائے کیلئے بیٹھے تو آپ اس سے فرماتے کہ نا تو تکیا ملے اور نہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے کوئی کھانا رکھئے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیتے تھے تو بچے لکھ کر ساتھ لکھنا کھا کر لے تھے۔ اور اہل بیت آپ سے جو کچھ لکھ کر لے تھے کہ

اقرار و اعتراف بھی کیا جاتا تھا۔ ابن سنی کہتے ہیں۔  
اہل بیت اور رسول کی عقیدت و کان محضہ  
بالطعام و کان ادا اکل عیال الی طالب جمیعاً  
اوفرادی لم یسمعوا و اذا اکل معہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
شعوا اکان ادا اکل و ان لیل لہم وال کما انہم حتی  
یکضر اشیائی فی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم ہا کل معہم فکانوا بفضلوں من طعامہم  
کان کو بھی معہم لہم شیعوا فیقول الی طالب

ہقیقہ معہم دیگر وصیۃ علیہ السلام و اکل معہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی مات فکمل الی طالب و بعد اعلیٰ ان الیہ تہجد و جہاد  
الفصول و للمصطفیٰ مہم و عشر و سہ و اجمع الیہ علی انہ تمخص مع الی طالب الی انتقام بعد موت عبد المطلب

امك ملارك و كان الصديان يصفون ومصا شعثار  
وليصم رسول الله دهنما كحبل ٤٦

اگر کسی دل اتفاقاً آنحضرت صلیم ساتھ نہ ہوتے تھے تو حقیقتاً کیے آسودہ ہمیں ہوتے تھے۔ عام طور سے صبح کو بچے سو کر اٹھتے تو یرقان دل اور کودہ جیتم دیتے لیکن انکے آنحضرت صلیم صاف ستھرے اور سرور الحال اور ٹھاکرتے تھے۔

اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ حضرت اسطیال کے دل میں اپنے فرزند عزیز کی طرف صرف محبت مریانہ ہی نہیں بلکہ عقیدت مخلصانہ بھی تھی اور عظمت عقیدت مندانہ بھی اور یہ انکی معرفت رسالت کا بین ثبوت ہے۔

عظمت رسول اللہ صلیم ہم اور پر لکھ آئے ہیں کہ حضرت اسطیال اپنے والد بزرگوار حضرت عبدالمطلب کو دیکھتے اور قایم تمام۔ اسی خصوصیت کی بنا پر آنحضرت صلیم کی کفالت و حفاظت میں انکے بھی وہی طرز عمل ثابت ہوتے ہیں جو

حضرت عبدالمطلب کے متعلق پائے جاتے ہیں طبقات ابن سعد کے مفصلہ ذیل واقعات ہمارے بیان کا شاہد ہیں

كان ابو طالب تلقى له وسادة يقعد عليها فاحا بالي  
صلى الله عليه وآله وسلم وهو علام فعد عليها

فقال ابو طالب والله يبعها ان احى ليحتس  
معي من ٤٧

کہنے لگے کہ رسول اللہ کے خدا کی قسم میرے بھتیجے کے لیے ایک نعمت خاص کی نسبت ہے۔

یہ واقعہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا کہ ہم حضرت عبدالمطلب کے احوال میں لکھ آئے ہیں۔ اور اس سے یہ امر کا حق ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح حضرت عبدالمطلب نے آنحضرت صلیم کی اس شانِ عمل کو آپ کی علوم و تربیت کا عقدہ سمجھا اور اس کا اعلان و اعتراف فرمایا تھا اسی طرح حضرت ابی طالب نے آپ کی روحانی عظمت و جلالت کی تصدیق و توثیق فرمائی اسی کے ایسا یہ واقعہ ہے۔ زرقانی۔ شرح مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں۔

ما قل من حسن سدر عهد اندل على ان آى طالب هو الذي كعله رمان من ٢٢٨ ج ١۔ زیر کا شفیق عبد اللہ بن عباس کا بیان ہے کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ کفالت جو ابی طالب نے شریک تھے سراسر کیلئے حضرت اسطیال خصوصیت کے ساتھ ذکر کرتے گئے ہیں اور یہ

کہ حضرت اسطیال زیادہ دنوں تک زندہ رہے اور فریق اسلام زندہ رہے اور یہی ایک تول ہے کہ عبدالمطلب نے اس امر میں قرعہ کی مگر قرعہ اسطیال ہی کے ٹکام اور اسد الغابہ میں جلاوطن اعدائیں اس کا تاثیر لکھتے ہیں کہ اسطیال نے آنحضرت صلیم کی پرورش کی کیونکہ

وہ عبد اللہ کے بچائے بھائی تھے اور ایسے ہی رہے مگر کفالت اسطیال ہی نے کی اسکی وجہ عبدالمطلب کی خاص وصیت تھی کہ ہا یہ قول کہ زیر انی حیات تک کہیں ہے جب وہ قرعہ اسطیال نے کفالت کی بالکل غلط ہے کیونکہ زید جلف الفضول تک زندہ تھے اور آنحضرت

صلیم اُس وقت ساڑھے تین برس تک کے ہو چکے تھے تمام علما کا اقرار ہے کہ عبدالمطلب کے تقریباً بیس برس بعد اسطیال نے آنحضرت کو لیکر شام کا سفر کیا تھا اور یہ امر کی دلی دلیل ہے کہ آنحضرت صلیم کی کفالت بہت اسطیال ہی کے ساتھ تھی۔ ابو عبد اللہ حنفی علیہ

نہر حلہمہ اس عروطہ قال قد مت مکة وھی فی قحط  
 فعالت قریس بعد ان تشاوروا فلعط الحدیث عدایں  
 عساکر ودمت مکة وقریش فی قحط فقال مہر بنقول  
 اعمل وللات والعری وقال مہر اعمل وامائة المالتہ الا  
 فقال بنیہر وسیدہ حسن او جھیل لراوی انی تو کون مکہ  
 باقیہ ابراہیم و سلالہ یفعل قالوا کم غیت اماط  
 قال انہما قاصدا و احصیہم فقیمت ودفعا علیہ الباء  
 فخرج الناماد والیہ یا اماط اب قحط الوادی واحد  
 العمال فہلہم فاستسق فخرج اماط اب ومعدہ علاو  
 الیہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کادہ شمس دخی  
 وحولہ اعلیہ واحدہ والصق طہرہ بالکعدہ ولا د  
 العلا مرابصعہ وما فی السماء فرعہ فاقبل السحاب  
 من ہہنا وہہنا واعدق والحدق والحدق الوادی  
 واحضب المادی والمادی من ۲۲۹

اس عساکر بنی ہاشم میں جھیل اس عروطہ کا یہ سہا بدہ میان کرتے ہیں  
 کہ جھیل کا بیان ہو کہ میں ایک بار عین قحط کے موسم میں ۔ میں مکہ میں گیا  
 اس عساکر کے اصل الفاظ یہ ہیں کہ اس عروطہ کا بیان ہو کہ قریش سمجھ  
 مصیبت قحط سے پریشان تھے ۔ اوں میں سے ایک نے صلاح  
 دی کہ لات وغری سے استغاثہ و دریا کی جاؤ دوسرے کہ مکہ سے  
 سے تورا لے کر عربی پہ چارہ جوئی کیجائی ۔ اس میں سے ایک مغز  
 دی و حاجت اور صائب البری بر گبول اٹھا کہ مجھے اس امر کا  
 یقین ہے کہ ابھی تم لوگوں میں ایک ایسا برگ قوم موجود ہے جو سلسلہ  
 ابراہیمی کا بقیہ اور سل سہیل علیہ السلام کی طرف کیوں نہ ہو جو عیاد  
 سے کہ کیا تمہارا اشارہ اسطاب کی طرف ہے ہاں اس نے جواب دیا  
 ہاں ۔ اوچین کی طرف ہے ۔ جھیل کا بیان ہے کہ یہ سکر کے سکر  
 ہو گئے ۔ اور میں بھی اُن کے ساتھ ہوں ۔ ہم سب ملکر اسطاب کے مکان پر  
 آئے ۔ اور دروازہ کھٹکنا یا حصرت اسطاب نکل آئے ۔ لوگوں  
 نے عرض کی ۔ اے اسطاب ہر طرف سے قحط غنیمت آگیا اور ہاں

عیال کی بربادی کا وقت یہ بھی گیارہ سب کو سیراب کیجئے یہ سب ہی اسطاب ماہر نکل آئے آپ کے ساتھ ایک کس بھی تھا اور وہ  
 جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے ۔ اُن کا روئے صورت اوقات تمامان کی طرح ، و سن تھا اسطاب اس صاحبزادے کو اُن کی  
 بکرا آئے اُن کے اور لڑکے اس بھی کو گھیرے ہوئے ۔ خانہ کعبہ میں آئے اور رک کعبہ سے بیٹھ لگا کر بیٹھ گئے ۔ اور اس حکم کی اگست شہادت  
 کو آسمان کی طرف بلند کر دیا اور طلب باران کی دعا کی بارہ ہائے ارسطح آسمانی پر باریاں ہوئے ۔ اور تھوڑی دیر بعد باری رسا اور پھر تورا  
 رسا کہ تمام بانی نہ نکلا اور تمام صحرا و سیال سر و شاواں ہو گئے ۔

جناب امیطالب نے صرف اعلان شان نبوت کی ضرورت سے ۔ نہ اپنے اظہار مفاد و معارف کی غرض سے اس  
 واقعہ کی یادگار میں ایک طویل قصیدہ نظم فرمایا ہے ۔ جو مالہ امیرۃ ابن ہشام وغیرہم تمام عربی تاریخ داؤب کی کتابوں میں مذکور ہے  
 جس شعر خاص میں انھیں علم کیمین و رکت سے حصول باران کا اشارہ فرمایا گیا ہے ۔ وہ یہ ہے ۔

وامین یستسق العمام لوجهہ ۵ محمد صلعم ابتر خوش حال تھیں جس کی رکت سے ابراہیمی برساتا ہے

۵ اس قصیدہ اور خصوصاً اس شعر کی قبولیت الہی کامل اور یقیناً ترقی کہ تک رسالت میں اسکی یاد ہیتہ می رہی ۔ در تالی بیہقی کو اس  
 سے لکھتے ہیں جاء اعرالی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم فقال یا رسول اللہ اعداک وانا صلی بظن ولا





## گھر کی دُنیویوں کی گلہ بانی

حضرت عبدالملک کی وفات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آٹھ برس کے ہو چکے تھے۔ نفسِ قدسیہ کے روحانی اتر سے آپ کے تمام قوا سے مدد کے آٹھ برس والے عام یوں سے ہر جہہ اولے قوی تر اور کامل تر تھے۔ دو برس آنحضرت امیاط کی کفالت و حفاظت میں رہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کامل دس برس کے ہو گئے۔ اور اب وہ وقت آگیا کہ اس جہاں ماں عالم و عالمیان کو مصائب قدرت کی اسباب سامانِ مشاہدہ کرانے جائیں۔ جس سے وہ صانعِ قدرت کے عجائب و عرائس کی حقیقت کا کامل ادراک کر سکے اور انکی انتہائی علت کو سمجھے اور حقیقی اصلیت کو معلوم کرے۔ معرفتِ الہی کی ابتدائی تکمیل میں جو خصوص و غور کی مشق و ریاضت شروع کی جائے۔ اور ان ریاضتوں کی تیاریوں کے لئے خلوت۔ محبت۔ تنہائی اور ترکِ علانی کے سامان فراہم اور مرتب کر دیے جائیں۔ سیرتِ انبیاء علیہم السلام کے سیر کر کے والے حصرات جانتے ہیں کہ سستی اور سہولت معرفت اور بہت دیانِ حقیقت کی تعلیم کے لئے ہر زمانہ اور ہر مقام میں قدرت کو یہی انتظام کر لے ہوتے ہیں آپ کی عادت اور تہوار آپ کے مطابق ہستہ قدرت نے متمم سات کی تعلیم ہی کے لئے وہی قدیم انتظام جاری فرمائے اور دس برس کے سن میں آپ نے اپنے گھر کی دُنیویوں کی گلہ بانی آغاز کی۔ ظاہر میں تو یہ مولیٰ گلہ بانی تھی مگر حقیقت میں یہ کافۃ الناس کی پاس بانی کا دیباچہ تھا اور انکی حفاظت و نگرانی کا مقدمہ۔ تبلیغِ رسالت کی سلسلہ تھا۔ تھی اور تقدیمِ سیاست کی حکمرانی۔ قدرت ہی اس نفسِ قدسیہ کی صانع تھی اور قدرت ہی اس انتظام کی ماطم۔ اسلئے تعلیمِ الہی کے یہ تمام ابواب و اسباب طبعِ رسالت کے مطابق اترے اور چونکہ روافیہ معرفت اور غوامضِ حقیقت کے باعث انکشانِ حیلے ہی ثابت ہوتے ہیں اس لئے یہ سادہ و پاک و صاف اور محض آزاد و حصہ عمر اور اس کے مشاغل کی یاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ نوزائی میں ہمیتِ زندہ اور قائم رہی۔ اور زبانِ رسالت میں بھی عند التذکرہ اسکا اکثر ذکر فرمایا جاتا تھا۔ ان سہدقات میں لکھتے ہیں۔

حاجتِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرمایا کہ تمام اسباب علیہم السلام نے گو سب سے  
کی گلہ بانی کی ہیں اصحابِ حاضرین نے یوحنا۔ اویس یا رسول اللہ  
ارشاد فرمایا۔ ہاں میں بھی اہلِ گلہ کی دُنیوی قراول طیر چرائی تھیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما حلت لک قال العباس  
المعبر قال لہ اصحابہ وانت یا رسول اللہ قال  
انا وعتہ اهل مكة بالقرابط۔

حاشیہ صفحہ گذشتہ علیٰ ذہبِ عمر بن عبد العباس و قال لہ اخرج ما حلت لک قال العباس  
یا عمر اخرج فی سبیل فادسل الی سبی ہا سمران نظہروا و نلتوا من صالح تباہم و اوقہ فاحرم طیباً  
فاحرم العباس و علی امامہ و الحسن عن ممدیہ و الحسن عن یسارہ و موہا سمر حلف ظہرہ و قال یا  
عمر لا تخط ما عیر یا نترنا المصلی موقہ فوا قہ العباس حمد اللہ و اتی علیہ فقال اللہم مک حلقنا  
و علمنا نحن عاملون نہ قبل ان تحلقنا فلو منعک عماک محالما عن رزقنا اللہم کما تعصمت علیا و اولہم

اصحاب کا یہ نتیجہ انہ استفسار تال رسالت کی موجودہ جلالت و اقتدار کے باعث تھا۔ اسکے بعد اس سعد ایک نے یہ قول ذیل کی عبارت میں لکھتے ہیں :-

مروا النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاداک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم ما اسود مسہ قال کنت احتسبہ اذ انا راہی العتیر والیہ رسول اللہ وعلیہا قال وما من شی الا قد عرفہا

ایک وصحاب کے ساتھ جنگ میں شہید لیگئے صحابہ ہوں تو زور کر کھلنے لگے آپ نے فرمایا حوسبہ میں دو ریادہ خوش دالتہ ہیں میں اسکو اس وقت سے جانتا ہوں جب میں بحین میں مدینہ چرایا کرتا تھا صحابہ نے عص کی آپ نے بھی دسیان چرائی ہیں فرمایا کوئی بھی ایسا نہیں ہے۔ جسے وہ بیاں نہ چرائی ہوں۔

صحابہ کا یہ استغاب بھی اسی بنا پر بنتی ہے مولوی شبلی صاحب سیرۃ النبی میں اس مقام پر لکھتے ہیں کہ فرانس کے ایک مورخ نے لکھا ہے کہ ابوطالب جو مکہ میں صلی اللہ علیہ وسلم کو دلس رکھتے تھے۔ اس لیے اوں سے بکریاں چرانے کا کام لیتے تھے لیکن واقعہ یہ ہے کہ عرب میں بکریاں چراتا محبوب کام نہ تھا۔ بڑے بڑے شرفا اور امرا کے بچے بکریاں چرایا کرتے تھے خود قرآن مجید میں ہے ولکم فیہا احمال حسن یریحون وحلب تسرحون۔

شبلی صاحب کا یہ جواب الفاظ قرآنی سے مستنبط ایک فراموشی عیالی کے لئے کیسے قابل تسلیم ہو سکتا ہے اسکو آپ کی خوش فہمی کے سوا اور کیا کہا جاوے اس کے ساکت کر نیکی لئے آپ کا اتنا ہی لکھ دینا کافی تھا کہ اگر یہاں فی نسیا حرانے یا اعتراض کیا جاتا ہے تو اسے ہان گدھے چرانے کے لئے کیا کہا جاوے گا۔

حقیقت میں دسیان چراتا عیب ہے اور نہ گدھے چرانایا یا نابری ہات ہے۔ بات یہ ہے کہ ہم اپنے زمانہ میں ملک اور اپنے ادب معاشرت کے مطابق چار ہزار اور دو ہزار برس کے گزشتہ تمدن و معاشرت کا مقابلہ و موازنہ کرتے ہیں اس مدت میں انقلاب زمانہ اور اختلاف حیالات و مذاق کے مطابق بہت سی ایسی باتیں ہیں جو اس وقت حاشیہ صفحہ دیگر مفصل علمانی احوجہ قال حاضر ما تقرر عائدہ لیستعب سلینا صحاب فیما وصلنا الی المذاہ

الاملا من المطر فقال العباس اما المستقی اس المستقی خمس مولات استارا الی ان اماہ عند المطلب استسقی خمس مرقۃ حلیقی اللہ الناس صواعق محرقہ بحوالہ منابع المودۃ امام قزوینی مطبوعہ بی ص ۲۵۶ دو برس متواتر سے یہ کہ تمام لوگ مسلمہ ہجری میں جو عالم الرادہ کے نام سے تمام تاریخوں میں مشہور ہے دوبار طلب باران کے لئے نماز استسقا پڑھ چکے کہ حد سے وعائیں مانگ چکے تھے لیکن نہ پانی برسا اور نہ وہ یارب ہوئے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت عمرؓ نے کہا کہ کل حدادہ عالم تم سب یارب مانگیا۔ عرض کہ صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ ہلوگوں کے ساتھ چلئے کہ حدادہ عالم آپ کی وجہ سے ہم لوگوں کو یارب فرمائے۔ حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ اے عمرؓ میرے گریہ وقف کرو اور ہوا شرم سے کھلا بھیجو کہ وہ غسل و طہارت کر کے لاسہاے فاخرہ سوارا تہ ہوں چنانچہ وہ تمام حضرات یہ پیغام سکر حضرت عمرؓ کے پاس آئے

آجی تین بڑی قرار پائی ہیں۔ اسی وجہ سے موجودہ زمانہ میں طفہ اعلیٰ کی نسبت اون باتوں کا اگر ذرا سا بھی تعلق یاد کر کے جاتا ہے تو ہونا معمول پسندیتیں اعتراض پر فوراً تیار ہو جاتی ہیں۔ لیکن تاہم ان میں جو مائل اعدال میں اور واقعہ میں وہ اسکی حقیقت کو سمجھ کر خاموش رہ جاتی ہیں مگر عیسائیوں کے تعصب سے نہ جھکو اعتدال ہی کی امید ہے نہ تلامذہ حقیقت اور شخص احوال کی توقع۔ پھر ان کے اعتراض کو انکے تعصب و نفسانیت کا خاص الحاح نتیجہ بنتا مولوی شبلی صاحب نے طبقات ابن سعد کے حوالہ سے اردو نون مذکورہ بالا واقعات کو تحریر فرمایا ہے۔ اور بکریان چرانے کے مضمون پر نمبر کا نشان لگا کر سیرۃ النبی ص ۲۹ میں یہ عبارت لکھی ہے۔

بخاری نے کتاب الاحارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول نقل کیا ہے کہ میں قرار پڑا ہر یکہ والون کی بکریان چرایا کرتا تھا، قرار پڑا کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابن ماجہ کے بیخ یعنی سویا بن سعید کی رائے ہے کہ قرار پڑا قرار کی جمع ہے۔ اور قرار دوم یا دینار کے ٹکڑے کا نام ہے۔ اسی بنا پر ادوں کے نزدیک حدیث کی یہ معنی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرث پر یکہ والون کی بکریان چراتے تھے اور اسی بنا پر بخاری نے اس حدیث کو باب الاحارہ میں نقل کیا ہے لیکن ابن ماجہ حرثی کا قول ہے کہ قرار پڑا ایک مقام کا نام ہے جو احیاء کے قریب ہے ابن جوزی اسی قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں یہ بحث اور زیادہ تفصیل لکھی ہے اور قوی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ابن جوزی کی رائے صحیح ہے (یعنی جلد ۱ ص ۶۳۱) نو البیہ اس میں یہ بحث اور زیادہ تفصیل سے ہے اور اسی رائے کو ترجیح دی ہے ملاحظہ ہو سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۹

حاشیہ صفحہ دیگر۔ حضرت عمرؓ نے عطر لگا کر ادوں کے لباس کو معطر فرمایا۔ پھر حضرت عباسؓ کھلے۔ اور ادوں کے آگے آگے حجاب علی مرتضیٰ تھے داہنے جانب حضرت حسن مجتبیٰ تھے۔ اور بائیں طرف حضرت حسینؓ تھیں کہ ملا۔ انکے پیچھے تمام سوہا ستم تھے حضرت عباسؓ زین العابدینؓ کے ساتھ کسی عیرو نہ ملنے دو یہ کہ مذکورہ تمام حضرات مقام ہمارے تشریف لائے حضرت عباسؓ ٹھہر گئے۔ ہمارے ہی اور خدا کی حمد و ثناء کی اور دعا کی اسے یہ وردگار تو نے ہلوگوں کو سید کیا اور جبکہ ہمارے افعال و اعمال کا ہماری حفاظت سے پہلے علم ہو کوئی تیرے لئے مانع نہیں ہو سکتی۔ اسے یہ وردگار جس طرح تو نے ہلوگوں پر اس قبیل تفصیل و حمایت فرمائی ہے ویسے ہی اس آخر مایہی لطف و کرم فرما۔ جائز رکھتے ہیں کہ یہ دعا بھی تمام مہین ہوتی تھی کہ ہمارے طرف سے اگر گہرا یا اور اس طرح موسلوں دہائی یا بیس سالہ گزرتا تے آتے ہلوگوں کے تمام کپڑے تلو ہو گئے۔ یہ حال سنا ہمارے حضرت عباسؓ فرماتے لگے کہ میں سستی دہائی یا ماسوالا کا مٹیا ہوں اور ایسے سستی کا مٹیا ہوں کہ جبکہ جو سی یا پھر تہائی یا پھر حضرت عباسؓ کا یہ قول اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہو صیاب کہ مشہور ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ نے اپنے زمانہ حیات میں دعائے استغاثہ کے درجہ سے بیخ مرتبہ یا بی سرسایا ہے۔

اس واقعہ نے ہمارے مذکورہ بالا مایہ کی پوری تصدیق کر دی اور تلامذہ کا کہ سی یا ستم ضعف اور تنگی کی حالتوں میں بھی اپنی روحانی عظمت و اقتدار پر قائم تھے بلا و مصیبت کے ان مایہ نخل عقدوں کی کسو دکاری کے لئے ملک و قوم کے تمام طبقات رعایا کیلئے



اس سے قبل کی عمارت میں تسلی صاحب کا یہاں تک لکھنا بالکل صحیح اور پورا واقع ہے کہ عرب میں بکریاں حرام  
محبوب کام نہیں تھیں۔ ٹرے بڑے امر اور تر فاس کے لڑکے بکریاں جراتے تھے۔ مگر اب اونکی اس مابعد کی عبارت سے  
حقیقت حال کا پورا انکشاف ہو گیا اور مخالفین کے اس تعریف اور طعن و تشنیع کا اصلی باعث معلوم ہو گیا کہ حقیقت میں  
عیسائی مورخ و تفسیری کے اس اعتراض کی باعث شیخین بخاری و ابن ماجہ کی عقلمندی ہے۔ جسکی تصدیق و تائید  
تبلی صاحب کو بھی کرنا ہوا اور لکھنا ہوا کہ حقیقت میں ان دونوں محدثین نے قراریط کے غلط معنی لگائے۔ اصل میں قراریط کو  
ایک مقام حاصل کا نام تو نہ سمجھے بلکہ قیڑ کی جمع سمجھے جسکے معنی درہم و دینار کے لئے۔ اور یہی غلط فہمی ان تمام فساد  
کا باعث ہوئی۔ یہ کچھ ایسی مشکل آیرٹی کہ اگر تبلی صاحب کو شیخین بخاری و ابن ماجہ کے ایسے معتد ترین محدثین کی تصدیق و تائید  
فرمانی ہوئی۔ اور اپنے ان تمام اصول تالیفی کو جو اپنے مقدمہ کتاب کے طومار میں مورخین پر حجتین کو ترجیح دیئے جائیکے  
متعلق لکھے ہیں۔ چھوڑنا پڑا اور بخاری صاحب کے ایسے استاد فن کی تلمذ کر لی ہوئی۔ جسکی کتاب کو اصح الکتاب  
بعد الکتاب ماری یقین کرنا آپ کا ایمان ہے اور ایسے سراپا اعتماد و استناد و تقاد و حدیث کے قول کی تردید ابن حربی اور  
علامہ عینی کے ایسے نو آموزان فن کی تحقیقات سے کرنی ہوئی تو گویا مقدمہ کتاب میں بقدر روایت اور تحقیق واقعات کے  
متعلق جن اصول کی پابندی کا دعویٰ کیا گیا تھا اور ان اصول کی ترتیب و تدوین کی تفصیل میں باریخون کو مندرجہ  
حاشیہ صفحہ دیگر فراموش کیا۔ انھیں حضرات سے امید لگاتے تھے۔ اور انھیں کے توسل سے اپنی کامیابی کی یقین کرتے تھے  
حیاء حضرت عمرؓ کے تمام لوگوں سے جتنا کہنا تھا کہ کل تم دریں کئے جاؤ گے۔ اسکا یہ قول ناست کر رہا ہے کہ اس حضرت کا درویش  
او کو انہی عملی تدبیریں کامیابی کا پورا یقین ہے۔

اس خاندان حلیل نشان کے او پر بزرگواروں کے بھی ایسے حالات اسی سلسلہ میں قلمبر کرتے مگر صورت سے زیادہ اور طوالت کا  
باعث سمجھ کر قلم انداز کرتے ہیں اس واقعے سے یہی متلادیا کہ ایسی ناگزیر صورتوں کی وقت یہ حضرات بلا عذر و کلام رفاہ و فلاح عام کے  
کاموں کیلئے آمادہ اور مستعد ہو جاتے تھے کیونکہ وہ عامۃ الناس اور کافۃ الخلائق کے اس حاج مطالب کو اپنا فرض منصبی حلیل فرماتے  
تھے حضرت عباس کی اس تخصیصی تاکید سے کہ ہمارے ساتھ کوئی غیر متاعل کیا جاوے صاف صاف ثابت ہو کہ یہ منصب اور عہدہ اسی  
خانوادہ کیساتھ مخصوص و محدود ہے درین مردم رہیست سرگاندہ۔ اور اس تخصیص پر حضرت عباس نے اپنے نائب عبدالمطلب اور انہی کو  
ابیطالب کی پوری تائید فرمائی ہے جس طرح عبدالمطلب اور اسیطالب نے اپنے اپنے خاص آداب و ترکیب و دعائی استغفار فرمائی  
تھی بالکل اسی طرح عباس بھی تمیل کی۔ رقیقہ بنت ابی صیفی بن ہاشم کی زانیہ حواقیق حضرت عبدالمطلب کے رمانہ کا اور بیان ہو چکا ہے اگر  
اوس اس واقعہ کا مقابلہ کیا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ جس احتیاط اور آداب سے عبدالمطلب نے یہ معیت تمام منی ہاشم دعاے استغفار  
تھی اسی طرح حضرت ابطالب نے اپنی وقت میں ان خاص خواب رسولی اہل علم نے ایسے عہد معدلت مہدین اور پھر حضرت عباس نے اپنے  
عہد میں ان امور اور یہ وہ مخصوص طریقے اور محو ط آداب ہیں جس سے اسے ان حضرات کے دوسروں کو کم علم و اطلاع ہوتی ہے ایسا واقعہ

یہ پہلے صحاح کی مرقیات اور پھر صحاح میں سب پہلے انھیں بخاری صاحب کی مرقیات کو مرتب کیا گیا تھا۔ آپ کے موجودہ استدلال کے وقت وہ سب پاؤں چا ہو گئے گویا وہ قرار داد اصول سے قبل تو ہمہ تن تھے نہ لایق اعتناء۔ اور نہ ان کے متعلق آپ کی پابندی اور مطابقت کے وعدے لائق الیہا۔ اب بھی شکی صاحب کو اپنے مقدمہ کتا کے طمطراق اور طوفا اور اس کے لیے ریکارڈ حاصل کر سائی کا اب بھی اعتناء ہوا یا نہیں۔

اب سنیں۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ قرار ایک جنگل یا غیر آباد قطعہ زمین کا خاص نام ہے جو حوائج مکہ میں مقام اعماد قریب ہے۔ آپ کے ستین ابن ماجہ و بخاری صاحبان سے حقیقت میں بڑی ملٹی ہو گئی کہ انھوں نے درہم و دیمار کے معنی لگا کر اس سے اجرت کے مطلب نکالے۔ اب آپ ہی الصاف سے فرمائیے کہ اس عیسائی فراسیسی مورخ کا کیا قصور یہ ناوس کا اپنا قول ہے اور نہ اس کا اپنا مختار ملکہ یہ تو آپ ہی کا اقرار ہے۔ جبکہ وہ آپ کے ایسے مستند و معتبر مفسرین سے مستنبط کرتا ہے جو صداقت میں آپ کے نزدیک قرآن کے بعد ہے۔ تو اس کا اعتراض بے دلیل کیسے کہا جاسکتا ہے۔ آپ اس کی تردید میں جو دلیل پیش کرتے ہیں وہ حقیقت میں اس کی تردید نہیں۔ بلکہ آپ ہی کے مستند و مستند محدثین کی تکذیب ہے جس کے لیے وہ واسیسی مورخ نہ خواہ وہ ہے نہ وہ دار۔ اس مخالف اسلام کی توضیح کی ساری ذمہ داریاں ابن ماجہ اور بخاری کے سر جاتی ہیں جو قرار ایک کے ایسے معمولی لفظ کے اصلی معنی نہ سمجھ سکے تو اس کی سچائی لپٹا چاہیے کہ وہ شان رسالت کی اصل حقیقت کو کب سمجھے ہونگے۔

**حاشیہ صغیر دیگر** بخاری صاحب نے بھی اب المناقب عباس میں لکھا ہے لیکن اسی کو نقلی کے حاصل امداد سے حدت واقعہ کو ایسا لاکھ پڑھنے والے کو اصل واقعہ کی کوئی تفصیل معلوم نہیں ہو سکتی عبادت یہ ہے ان عملات الخطا کا ادا قحطوا استسقیہ مالعا رضی اللہ عنہما فقال اللهم انما کنّا قوسل المیک بننا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ادا قحطوا استسقیہا وانا نسئل المیک نعم ملینا واسقنا فیسقون۔ لوگون میں قحط پڑا تو حضرت عمر الخطا نے ہماری حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے دعا مستقام دوائی اور یوں دعا کی کہ درود کا جب قحط پڑتا تھا تو ہم رسول صلعم کا وسیلہ اختیار کرتے تھے اور وہ ہم کو سیراب دلاتے تھے اب ہم اس وقت تیرے ہی صلعم کے چچا کے توسل سے تیری بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں تو ہم کو سیراب فرما میں ہم سے سیراب ہوئے۔

اس حدیث کے بیان کی شان احقر اور دعوان حقیقت پر جب نگاہ کی جاتی ہے اور اس کی عبادت، کورہ مالا عبادت تا یخ و متق سہولائی جاتی ہے تو اصل واقعہ صورت ہی تبدیل معلوم ہوتی ہے۔ اور ایسی کہ اول تاجر سے میداد۔ کا صاف صاف مضمون جھلکتا ہے۔ ہم بخاری صاحب کی اس خبر پر حدیث کی نسبت نہ تنقید مقرر ہے اور نہ تردید ہم کو آپ کی حقیقت نگاری اور واقعہ نویسی کی صرف ستار و کمافی ہی۔ یہ تو ہم کیا ساری دنیا جانتی ہے کہ نہ ہاشم اور حصہ شامی فاطمہ کے اصحاب و آثار اور کسی قسم کے ذکر و ادکار آپ کی طبع مازک برابر حد ناگوار کرتے ہیں اس لیے اس واقعہ کی اصل حقیقت لکھ کر دیکھنا سزا دینے کی آپ حرکت کر سکتے لیکن اصل حقیقت یہی تھی جو تاریخ متق کی تفصیلی عبادت سے اوپر لکھی گئی۔ مگر چونکہ اس کے الفاظ میں امام علی مرتضیٰ اور حسین علیہم السلام کی روحانی عظمت اقتدار کا اظہار و اقرار ہو جاتا

اسن ماجہ نے تو صرف ایک غلطی کی کہ اپنے شیخ کے قول کے مطابق قرالط کے معنی درہم و دینار کیسے بخاری  
 صاحب نے تو دو غلطیاں کیں۔ پہلے تو قرالط کے معنی درہم و دینار کے لئے۔ دوسری قیامت یہ کہ اس حدیث  
 کے لئے اسی کتاب میں ایک خاص باب باندھا اور اسکو بابل الجارۃ کے خاص نام سے موسوم کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ امام  
 و خاص آیت کے باب الجارۃ کا عنوان دیکھ کر رسول عربی کی اجتہادی شان و شوکت، شخصیت و حیثیت اور معاشرت و  
 مشنیت کو مکہ کے معمولی مزدور ہی کو نوا لے چھو کر دن میں شمار کرنے لگے (نغوذ باللہ من ذالک)

ہم کو حضرت اسطیلاب کی ناقصی اور ناقدری کی بیجا شکایت پر اس عیسائی مصنف سے بے رحم و مال پیدا کرنے کی کوئی  
 وجہ عین معلوم ہوتی جہم اسلامی محضین کے خاص قلم و زبان سے۔ ذات اعلیٰ کے رسالت اور یہ کہ وہ آلائی و موت  
 کی یہ توہین و حقارت تیار اور مرتب دیکھتے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ اسلامی محدثین۔ تدوین احادیث کے غیر متحمل نہ  
 و مستحق کے ساتھ ساتھ مرویات میں۔ واقعات و حشویات کی اصل مقاصد اور زوائد کی بھی تفریق و تمیز کرتے جاتے تو ہر  
 ان کے مرویات پر کسی اسلامی محقق کو تحقیق و تنقید کی ضرورت ہوتی اور نہ کسی غیر اسلامی محقق کو تعریف و ترویج کی حرأت۔  
 حاشیہ صفحہ دیگر اس بارہا مل حقیقت کا انکشاف میر میرا دیکھ کر صورت واقعہ ہی تبدیل کر دیگی۔ تمنا اور ترگا حضرت عباس کی رزائی  
 کا خیال بھی کیا کیا اور عظمت بھی قائم رکھی گئی تو وہ بھی ایسی کہ حدیث کے ایک طبقہ کی تساں سے آگے نہ بڑھ سکے۔

موضوعیت اشعار ابی طالب مودبی شبلی صاحب نے سیرۃ النبیؐ کے حاشیہ یا ص ۱۴۲ میں لکھا ہے ابو طالب  
 کے نام سے قصیدہ لامیہ اس ہمام و عیون نے نقل کیا ہے (ان مشاہیر ص ۹۳-۹۴) سرائیا موصوع ہے۔ اسکے حاشیہ کے اشعار ہیں  
 حینما احمدا فی اروقہ، یقصر علیہ صوغ المتطل فایده ذل العاد یصغ واطھروہ فاحقہ غدو باطل  
 کچھ حضرت اسطیلاب ہی کی کلام قدیم ہو سکتی نسبت و صحت ہو سکتی تعریف نہیں فرمائی گئی ہے بلکہ حضرت خدیجہؓ حضرت ابوبکرؓ اور سیدہ الصلتؓ کو  
 و غیرہ بھی ایسے ہی موصوع قرار دے گئے ہیں۔ اسکے موصوع ہو چکے موت میں سبلی صاحب لکھتے ہیں کہ علامہ ذہبی نے میران الاعمال مطبوعہ  
 مصر ص ۹۰ میں حطیۃ اوی سے روایت کی ہے کہ محمدؐ اس ساقی شکاری وقت کو مغاری کے واقعات ویدیا کرتے تھے کہ اسکے بارے میں  
 اشعار کہند۔ ان اشعار کو وہ اپنی کتاب میں سبلی کر دیتے تھے۔ سیرۃ النبیؐ میں حاشیہ ص ۱۴۲ اس تعریف و تذکرہ کی جو جوہ اور محبوبی  
 سبلی صاحب کو لاحق ہوئی ہے وہ اسکی خاص عمارت سے دل میں لکھی جاتی ہے کہ اکثر لوگ یہ کرتے تھے کہ قرآن مجید میں توحید و معاد  
 کی حواقیق میں ان کے مطابق اشعار تصنیف کیا کرتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ اسے اسلام کی تائید ہوگی۔ ائمہ ان الصلت کے نام سے  
 طو اشعار مشہور ہیں انکو دیکھ کر صاف بے وقوف ہو جاتا ہے کسی نے قرآن کریم کے اشعار کے ہیں متلا فقلت لہ یھون فادعوا۔ الی  
 الھرون الذی کان طاعیا و قولا لہ امت رجعت ھذا۔ بلا عذر اذ اذاک ہایا۔ و قولا لہ انت استو  
 و سطر ۱۔ منیرا ادا ماجہ اللیل ہادیا۔ ایک غم بات یہ ہے کہ مشرکوں نے بھی ایک موقع پر اسکی تصدیق کی ہو۔ چنانچہ  
 لکھتے ہیں۔ قدیم ساقی کا اکثر حصہ قرآن کے اسلوب پر موزوں کیا گیا ہے (از ص ۲۷ تا ص ۲۸) ان لوگوں نے اپنی داستان میں اسلام کی تائید

اس بحث کے ضمن میں ہر خوشنیتی صاحب کے رہ اصول تحقیق و تہذیب روایات یاد دلاتے ہیں۔ جو وہ ایسے مقدمہ کتاب میں نہایت شہر و دستہ فہم مند فرمایا ہیں۔ ان کی جہولانی عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

مغازی اور سیرۃ میں جس قسم کی خُرخی تفصیل میں موجود ہوتی ہیں وہ فی حدیث کے اصلی ملکہ معیار تک نہیں پہنچتے اس لئے ارباب سیرۃ کو تحقیق کا معیار کم کرنا چاہیے اس سبب سیرۃ و تاریخ و مغازی کا رتبہ فن حدیث سے کم رہا جس طرح امام بخاری اور مسلم نے یہ التزام کیا کہ فی ضعیف حدیث بھی اپنی کتاب میں درج نہ کریں گے سیرۃ کی تصانیف میں کسی نے یہ التزام نہیں کیا۔ ح۔ یسوں کتابیں قدامت سے لیکر متاخرین تک کی موجود ہیں مثلاً سیرۃ ابن اسحق سیرۃ ابن ہشام۔ سیرۃ ابن عساکر۔ سیرۃ و میاطی۔ حلبی۔ مہواسب لدنیہ۔ قسطلانی۔ کسی میں تو یہ التزام نہیں۔ سیرۃ لدنی حاشیہ زیر صفحہ ۷

پھر اس سے قبل صفحہ ۵ میں رقمطراز ہیں۔

حدیث میں متعدد کتابیں ایسی موجود ہیں جن میں ایک حدیث بھی ضعیف نہیں مثلاً بخاری اور مسلم کی صحیح

حاشیہ صفحہ دیگر کی غص سے یکساں کیا تھا۔ اگرچہ یورپ والے اس سے یہ کام لیتے ہیں کہ انحصار علم پر پڑتے۔ مگر عادت خطا اور شعرا متقدم آیت اور حیالات، مگر زاد آئک اصر کرتے تھے۔ لیکن ادب کا مکہ ساس یاں رہا۔ ہمارے کلفت سمجھ سکتے ہیں کہ تمام خطی و اشعار مصدق ہیں۔ سیرۃ لدنی حصہ اول حاشیہ زیر صفحہ ۱۴۲۔ ہم کو اردو لوگوں کے اسعار کی نگہ سے کوئی بحث نہیں ہوگی صرف ایطال کے اوں استعار کی توفیق متطویر ہے جسکی اصلیت بہت بات ہو چکی ہے۔ اور اسی سبب ہم اسکو اپنے سلسلہ بیان میں اور لکھ چکے ہیں۔ العرض۔ مسدودہ بالاسفر حضرت ابی طالب کے اوقصیدہ لائیمیں داخل اسکی موضوعیت شلی صاحب کی عمارت سے معلوم ہو چکی ہے مولوی شلی صاحب کو اسکی نگہ کی جو ضرورت لاحق ہوئی وہ بھی انہیں کی عمارت سے ظاہر ہو چکی۔ خلاصہ یہ کہ عیسیٰ کے متعصیب کے اعتراف علی المضامین القرآن کے خوف سے حیا کہ شلی صاحب کی توحید عمارت سے ثابت ہونا چوکی اصلیت سے انکار کیا جاتا ہے۔ حالانکہ مولوی صاحب نے اسکی توفیق کا خود ہی معقول جواب دیا ہے۔ اور شعرائے قدیم کے انداز کلام و درخان مجید کی زبان اور طریق بیان کا مقابلہ کر کے عیسائیوں سے اس فہم کی ماقبول۔ بے اہل و ہم و خیال کی کامل تردید کر دی اور وہی کافی ہے۔ اور یہ تو شلی صاحب ان استعار کی موضوعیت ثابت کر کے بوجھ کر کہتے تھے لیکن حیا کہ ہم اور لکھ آئے ہیں کہ مولوی صاحب کو عیسائیوں کے اس لکھ سینے نے لکھا۔ یہ دالاحوت دلا رکھا تھا کہ قرآن مجید کا طریق بیان معقولات اور اکثر خیالات عالم شرع کے خیالات سے ملے جلتے ہیں جسکی وجہ (نمود ماثلہ) اسکی کلام اسی ہونیکلی حقیقت میں احتمال ہے۔ اول تو لایم لایک مارئیں ہوا تحرات اور تہذبات سے تمام مخالفین اسلام پر بھی تہذیب کا ہوا ہے اور ان سے پہلے کھار قریش یہ بھی بات ہو چکا ہے کہ قرآن کی زبان نہ کسی طرح و عموماً سے زبان لشرعی ہو اور اس کا طریق بیان۔ میاں انسانی ہے۔ جسکا وہ اعتراف خود لیس کلام اللہ کہ لکھ ایچی راہوں ہو آئے کر چکے ہیں۔ تو ایسی صورت میں ایسے بوسیدہ اور یا نال اعتراف سے شلی صاحب کیلئے اعراض ہی ہوتے تھے۔ اب رہا کہ قرآن صدیقین عالم

شبلی صاحب کی یہ عبارت۔ اور صحت بخاری کی نسبت اونکا یہ دعویٰ۔ اور پھر اونکا یہ اصول کہ حدیث کے مقابلہ میں سیرت کی کتابیں مستند نہیں۔ غرض کہ اونکا یہ خیالی التزام اور قیاسی طومار۔ اونکی خاص تردید و تنقید بخاری کی مرقومہ والا عبارت سے القط ہو گیا اور بالکل ہیکارہ۔ اور بالآخر اونکی خاص اعتراف سے ثابت ہو گیا کہ جس کتاب کی نسبت آپ کا یہ عقیدہ تھا کہ اوسین کوئی ضعیف روایت بھی نہیں۔ اوسی کی ایک ایسی غلط حدیث میں البسا غلط بیان نکل آیا جسکی نسبت تمہا آپ کو اعتراف ہی کرنا ہمیں ہوا بلکہ اوسکی تنقید بھی اور تردید بھی۔ اب آپ کے کس مختار کا اعتبار کیا جاوے۔ حاشیہ صفحہ دیگر معتقدات و خیالات پائے جاتے ہیں۔ تو اس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا۔ قرآن پر کیا منحصر ہے تو سیرت اور اہل اہل جہالت و معتقدات انسانی کا مجموعہ جو اور اندوہوں کتب آسمانی میں بھی اوسوقت کے قومی اور ملکی خیالات و معتقدات کی تفصیل موجود ہے اور کیونکر ہو؟ آخر یہ کتب مقدسہ اسی غرض و مقصد سے تو مارل ہی فرمائی گئیں تھیں کہ انسان کے دیسی۔ اعلیٰ اور قومی تہذیب و تمدن میں عام طور سے رفاہ و اصلاح ہو تو پھر ان کتب آسمانی کو خیالات و معتقدات انسانی سے خالی سمجھنا محض نادانی ہو یا تنگ قہم نے حاصل کیا یوں کی اوس تہذیب کا جواب دیا ہے جس نے سبلی صاحب کو ڈاکٹر اور خود دلا کر قدیم شعراء اسلام کے استعارہ اوس سے موضوعیت کا قلم بھرا دیا ہے۔ شعراء عرب کے کلام قدیم پر موضوعیت کا الزام با اودں کے بعد مورخین و محققین عرب پر وضعی کا اتمام سبلی صاحب کے صدف استدلال کی قوی دلیل ہے۔ یہ آپ کی کمزوری ہے جس نے مخالف کے جواب میں آپ کو آسانی اور سہولیت کی غرض سے اصلیت کلام کے انکار کی ترکیب تلافی اور آپ نے یہی آسان اور سہل تدبیر اختیار فرمائی۔ حالانکہ ان میں سے اکثر استعارہ و ماوا یہ شعرا و اسکے ایسے ابطال کے اکثر استعارہ خصوصاً۔ روایت و درایت و دلوں طریقوں سے ثابت ہو چکے ہیں اور اصل واقعہ کی زمانہ آحتک معسرین۔ محدثین یوحسین اور محققین اسلامی کی تصدیقات و تالیفات میں نقل ہوئے آئے ہیں پھر کج اثر موضوعیت کا الزام لگنا اور فحش لہجہ اسلام کے سامنے اسنے محققین اسلامی کو وضاع و گدہ اب ٹھہرا ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ اودں رہاں دراز سے اسلامی احبار و آثار کا محصور اوڑھا ہے۔ دیکھئے شبلی صاحب نے خطیب بغدادی کے قول سے دہرایا ہے کہ امام سبکی قسری شعرائی عشقانی یہی تھے۔ احمد بن الحسین ابوعلی المعروف بہ ابن وحشی۔ علامہ ابن سلامہ القضاہی۔ علامہ علی الاچجوری۔ امام تلمسانی علی الوطاہر۔ علامہ ترمذی۔ اور امام الحرمین اسفرائینی و غیر متالم۔ اسے محدثین و ناقدین حدیث اور اس بطرح۔ اس ہشام۔ طبری۔ ابن اثیر علامہ حنین و یاکوبی۔ صاحب تاریخ الخلفاء اور ابوالعلا و غیر ہم کے ایسے مورخین معسرین کو چھوڑنا سلا یا۔

اگر ان نزدیکوں کی تضعیف تحریر کیا کے وقت آپ کے پاس موجود تحقیق تو حضرت ترمذی زرقانی ہیں۔ اس شعرا و اس کے ساتھ اور حیدر استعار کی خاص تصنیف ابطال ہو سکی تحقیقی اور تفصیلی بحث ملاحظہ فرمائی ہوئی۔ تحقیق کا اعلان ہو گیا ہوتا۔ دیکھئے علامہ دبیری نے حضرت عبدالمطلب کی طرف اس شعر کی نسبت کی تھی۔ آپ کی طرح نہ اسکی بے اصلیت نقل کی تھی اور نہ موضوعیت کی زرقانی نے دبیری کی اس غلط فہمی کی حق غلطوں میں کی ہر وہ یہ ہیں۔ و هذا المیت من آیات فی قصیدۃ لانی طالب۔ و علی الصلوٰۃ و قول الدہری و تمعہ جماعة انہ بعد المطلب علیہ قول کہ شاعر ابطال کے قصیدہ کا ہے۔ صحیح ہے اور علامہ دبیری اور



آیا اس دعویٰ کا کہ بخاری میں ایک ضعیف روایت بھی نہیں۔ یا اس معترفانہ تنقید و تردید کا جو اور بھی ابھی لکھی گئی۔  
آپ کے وہ اصول کہ حدیث کے مقابلہ میں سیرت کے واقعات قابل اعتماد نہیں۔ ایسی حالت میں ماننے جائیں گے  
یا اس واقعہ میں آپ کی مقررہ اور اقرار کردہ صورت حال پر اعتبار کیا جاوے گا۔

صوت حال تو یہ تلا ہے کہ صحیحین بخاری اور اس ماجہ نے اپنی غلط فہمی سے۔ یا عربی کی عدم لغت دانہ  
سے یا یونان کیسے کہ محض نادانی سے اس حدیث کو ایک غلط صورت میں دکھلایا مگر انھیں با معتمد علیہ سیرت نگاروں نے  
توقرار بطے بالکل صحیح معنوں میں اسی طرح سمجھا ہے جس طرح نبلی صاحب خود بھی سمجھے ہیں اور دیکھو تھما تھما ہیں  
طعنات ابن سعد۔ حدیث کی کتاب نہیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ من حیث التاریخ۔ ایک سیرۃ یا تذکرہ کی کتاب سمجھی  
جاتی ہے اور نہایت معتبر اور اپنے استاد واقفی کی کتاب سے بھی معتبر ترین۔ ہم اپنے مرقومہ بالا سلسلہ بیان میں  
اوسکی اہل عبارت سے لکھ چکے ہیں اور پھر اس واقعہ کی نسبت اوسکے لفظ لکھے دیتے ہیں انارعتیہ لاهل ملک۔  
بالفہرہ بطے میں تراویط راہل ملک کی دویاں چراتا تھا۔ اس سیرت نگار نے بالکل اپنے سید سے سادے اور معمولی اصول کے

**حاشیہ صفحہ دیگر** اور اوسکے گروہ متعین کا یہ قول کہ یہ عن المطلب کا تعریف بالکل غلط ہے شرح ررقانی جلد اول ص ۲۳۱

اس کے ی ررقانی۔ اسکے دت میں۔ امام شافعی کے اسناد سے وہ واقعہ لکھتے ہیں جس میں صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
حضرت اسیطاب کے اس شعر کی خود تصدیق فرمائی ہے اور اوسکا حاض نصیب کردہ تلا یا ہے جس کو ہم پوری تفصیل سے اور لکھ کر دے ہیں اور صاحب  
اس شعر اور اسکے اکثر اشعار کی اصلیت لقا دل دن کی تنقید و تحقیق کامل سے شمس صا سے صاحب رسالت ہو چکی ہو تو پھر اسکی موضوعیت  
پر بحث کرنا ایک اصول کو تہ ہے اب شہر ص لکھف عیسیٰ صاحب کی تہارائے کو ررقانی کے تفصیلی استدلال سے مقابلہ کر کے تسلی صاحب  
کی غلط فہمی کو خود سمجھ لیا خصوصاً مسیقی کے اسناد سے تو اسکی روایت وراثت کے یا یہ امتیاز تک ہو چکی ہوئی ثابت ہوتی ہے ہم نہیں  
کہ غفر صادق علیہ السلام کی تصدیق کے بعد پھر کس مسلمان کو اسکی تکریر میں مو صوغیت کا گمان ہو سکتا ہے۔

اب اس امر کے متعلق ایک امر کی تحقیق اور مانی ہو اور وہ یہ ہے کہ مولوی تسلی صاحب شعر سے قدم کے ان اشعار کی موضوعیت  
کی نسبت لکھتے ہیں: "لطیف تر بات یہ ہے کہ اس ہشام ان اشعار کو نقل کر کے اکثر موقوف پر لکھ دیتے ہیں کہ من شعر کے اہل ان اشعار کی  
نسبت انکار کرتے ہیں مثلاً سیرۃ ابو عبیدہ بن الجراح میں ان ہشام جلد دوم ص ۱۰۷ مطبوعہ مصر حضرت ابوبکر کا ایک قصیدہ نقل کیا ہے اور لکھا ہے  
اکثر اهل العلوم والنسب یکنونون القصیدۃ لانی لکن اکثر الال علم و شاعر میں اس بات کے منکر ہیں کہ قصیدہ حضرت ابوبکر کا ہے۔  
ہم کو حضرت ابوبکر کے قصیدہ کے تحقیق سے واسطہ ہے اور نہ اُمیہ بن ابی صلیح کے خطبہ و اشعار کی تعقیب سے سروکار اور اس سے  
عص ہے کہ ان اشعار نے حضرت ابوبکر کے قصیدہ کی موضوعیت کا گمان تک خود اقرار کیا ہے۔ ہم کو تو جو کچھ تحقیق کرنا ہے یا لکھنا ہے  
صرف حضرت اسیطاب کے اس قصیدہ۔ اسکے اشعار اور حاکم مقررہ مالا شعر کی نسبت جو ہماری موجودہ بحث کا اصلی موضوع ہے۔ اب ہم کو  
یہ دیکھنا ہے اور دکھانا ہے کہ اسکے متعلق محمد اسحاق نے نقل کرنے کے لئے کیا کیا عمارت قائم کیا ہو جس اتفاق سے اس ہشام کی مجلس

مطابق اس واقعہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دس برس کی عمر کی حالات میں ادبی طرح مندرج کیا ہے جس طرح شبلی صاحب نے ایسی سیرت میں۔ نہ بخاری صاحب کی طرح اس واقعہ کے لئے کوئی عنوان قائم کیا ہے اور نہ کوئی خاص باب مقرر کیا ہے نہ رسول کی ابتدائی معیشت کے اصحاب و ذرائع ثمرائے ہین۔ نہ اسکو فردوسی اور احادیث مقلد یا ہے جو کہ ہر وہ اتنا کہ ذکر عمدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی میں رسول صلعم کا دسیان چراما۔

ایک لطیف بات تو یہ ہے کہ اس وقت قرطبہ کے متعلق جو صحیحین بخاری اور ابن ماجہ سے شبلی صاحب اختلاف اجتساب اختیار فرماتے ہیں اور مجبور ہو کر انھیں غیر مستند نامعتمد اور غیر مفید سیرت نگاروں پر اعتبار کرتے ہیں جب ایک محقق کے آگے آپ کے یہ اصول موضوعہ اور اہل صحاح کی نا انصافانہ جنہ داری اور اہل سیرت کی بے اعتدالی پیش کی جاوے گی۔ جواب مقدمہ کتاب میں لکھ چکے ہیں تو آپ کی جامعیت و صلاحیت پر حسرت و افسوس کر کے اتنا ضرور کہہ دینگے کہ سیرت عقل و دانش بیاید گریست۔

**اصل واقعہ کی حقیقت** اس بحث کے متعلق تمام مرقومہ بالا جردی اور کلی ضروریات کو لکھ کر تمام اصلی واقعہ کی کاشفان کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ عرب کی قدیم دستور کے مطابق حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکشاف لکھتے ہیں اور عرب کی تمام قدیم سیرت۔ تاریخ اور اشعار سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ ایام طوفان

میں جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دنیا پر جوئی ہیں۔ اور اس وقت کے ملکی اور قومی تمدن مٹا شرت اور ہیر کے اعتبار سے آپ کا یہ امتیازی مشغلہ محبوب نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے۔ اس کی وجہ سے نہ آپ کے خاندانی اغراض و اقتدار میں کوئی کمی آسکتی ہے اور نہ آپ کی روحانی عظمت پر اور نشان رسالت پر کوئی حریف آسکتا ہے۔ خاندانی اعزاز کیلئے

**حاشیہ صفحہ دیگر** اور مطبع کا شبلی صاحب حوالہ دیتے ہیں وہی میرے پاس بھی موجود ہے میں اس میں سلسل قصیدہ کو تلاوت کرتا ہوں قصیدہ ۹ سے لیکر صفحہ ۹۹ تک کے تین تہ صحتوں تک اس تمام قصیدے کو لکھا ہوا یا تا ہوں اس میں کل ۹۴ شعر ہیں جن میں سے ۳۴ شعر بحث ۳۴ نمبر کا شعر ہے۔ پورے قصیدے کے حاتمہ پر یہ آگاہی ہے قال ابن ہشام ہذا ما صحیحی من عدۃ القصید

و بعض اهل العلم لا تتعینیک الا کثرتھا۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ اس قصیدے کے اتنے شعر جو لکھے گئے ہیں میرے نزدیک صحیح ہیں لیکن بعض علماء شعر ان میں سے اکثر اشعار کا انکار کرتے ہیں۔ ابن ہشام مولف سیرۃ کی تحقیق سے تو اس قصیدہ کے جتنے شعر انہوں نے لکھے ہیں وہ سب ان کے نزدیک صحیح ہیں۔ مگر بعض علماء شعر ان میں سے اکثر اشعار کا انکار کرتے ہیں۔ مولوی شبلی صاحب کا ان اس حق و اربع اشعار کے انس انکار سے جو انہوں نے حضرت ابو بکر کے قصیدے کی نسبت تحریر کیا ہے۔ اس خطاب کے قصیدے کی موضوعیت کیسے ثابت ہوتی ہو نتیجہ تو آپ کے مدعا کے خلاف ہر وہ کہتے ہیں میرے نزدیک تو یہ تمام ۹۴ شعر صحیح ہیں یعنی اس خطاب کے خاص طعناں ہیں لیکن بعض علماء شعر ان سے اکثر اشعار کو اس خطاب کی تصدیق نہیں سمجھتے، نہ سمجھیں۔ اوستے شعر میں سہی بقول خزینہ دو صد تعدیلان سن رفت رفت۔ ابن ہشام

کی اس تحریر سے آپ کے اس دعویٰ کی کہ اس خطاب کا یہ قصیدہ لایمہ نہ تریا موضوع ہے کیسے ثابت ہوا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ چند شعر ان

اسوجہ سے معیوب نہیں ہو سکتا کہ عرب کے تمام اور روس اور شرفا کے عام طبقات میں جاری تھا۔ مرتبہ رسالت اور بعد  
روحانیت کے لحاظ سے بھی اس لئے قابل الزام نہیں کہ محکم کتب ادبیا سے حضرت انبیاء و مرسلین کا وہ بیان چرانا ثابت نہ  
ہے۔ جیسا کہ اس کتاب کی حلا دل میں ابوالانبیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حالات واقعات میں بالتفصیل لکھا جا چکا  
اصلیت اور حقیقت یہ ہے کہ دنیویوں کی یہ نگہ مانی بھی حقیقتاً تخصیصی تھی یہی میں بھی۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم صرف اپنے گھر کی دنیویوں کی نگہ مانی اور لگائی فرماتے تھے۔ عام طور سے اہل مکہ کی نہیں۔ محدثین نے غلط سمجھا  
ہے اور سخی غلط فہمی کے باعث اتنا فساد برپا ہوا ہے۔ اس میں شک نہیں لابل مکہ کا لفظ سیرت کی کتابوں میں بھی دلیلی ہے  
جیسے حدیثوں کی کتابوں میں حقیقت تو یہ ہے کہ اہل مکہ سے اپنا گھر اور اپنا قبیلہ مراد ہے کیونکہ نبی علیہ السلام یابی ہاشم  
قریشی بھی تھے اور مکہ بھی۔ حدیث کی کتاب میں اس تخصیص کو کہیں ظاہر نہیں کرتیں۔ سیرت نے صاحب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حال  
ارشاد سے اس تخصیص کا اظہار ثابت کر دیا ہے۔ چنانچہ اسی طبقات ابن سعد میں یہ واقعہ درج ہے جس سے حقیقت حال کا  
پورا انکشاف ہو جاتا ہے عبارت یہ ہے۔

ان المنشیٰ صلعم قال عت موسیٰ و هو داعی  
عہم و عت داؤد و هو داعی عہم و عت واما  
ادعی عتہم اہلی باحیاد

طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۸ حرم

پر جرائی ہیں۔ طبقات ج ۱ ص ۸

صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ  
سعوت ہوئے وہ بھی دنیویں کے جڑا ہی تھے اسکے بعد حضرت داؤد و عیسیٰ  
ہوئے وہ بھی دنیویں کے جڑا ہی تھے۔ لہذا کے بعد میں سعوت کیا گیا میں  
نے بھی اپنے گھر کی دنیاں احیاد دیا لکھا نام ہی جو قراریط کے پاس

شبلی صاحب نے اس سلسلہ میں تنقید و تردید سب کچھ تو تمام کر دیا مگر اسکی تخصیص کطرف درالوجہ فرمائی۔ گویا آپ کی  
تحقیق میں پیغمبر رب کا اُجرت و محاذ و ضد تمام اقوام مکہ کی دنیویان چرانا ثابت ہے۔ اور یہ امر آپ کے نزدیک نہ بنی ہام  
کی عظمت و اقتدار کا مخفی لفظ ہے اور نہ عثمان رسالت کا مناقص حالانکہ اصول تعلیم بھی اسوقت کی قدیم معاشرت۔ تہذیب  
و تمدن کے سراسر خلاف ہے۔ اور اسوقت بھی کوئی شخص نہیں مان سکتا کہ شرفا روسا اور امراء مکہ کے بچے اپنے سے کم درجہ  
قبائل اور ازلال قوم کی دنیاں چرانا گوارا کرتے ہوں گے۔ بخلاف اسکے ہر شخص بلا تکلف مان لیا کہ اسوقت کے شرفا  
روسا اور امراء مکہ کے بچے اپنے گھر یا اپنے قبیلے کی دنیویان ہنہر کے بیرونی مقامات میں چرایا کرتے تھے جیسا کہ خود آنحضرت  
صلعم کی زبانی ابن سعد کی عبارت سے ثابت ہے۔ افسوس ہے کہ شبلی صاحب کی محققانہ نگاہ طبقات ابن سعد کے اس  
آخر واقعہ مندرجہ پر نہ پہنچ سکی۔ اگر پہنچ سکی ہوتی۔ تو ہر کو جیسا یقین ہے وہ تخصیص کے مسئلہ کو بھی صاف فرما دیتے۔ یہ تو  
مؤلف کی کوتاہی ہے یا قصور النظری۔

حاشیہ صفحہ دیگر اسطالع کی تصحیف ہوں۔ اسکے ہم بھی مانتے ہیں اور ہمارے متدین اسلامی مورخ نے بھی لکھا ہے جو سنی صاحب کی  
یہ تحقیق اصلیت و حقیقت واقعات کیا تھی۔ اور تاریکی اور عدم واقعات میں اولیادگی المؤلف تھو



**سفر شام اور راجب** بارہ برس کے سن میں جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عم محترم حضرت  
**بحیر کا مشہور واقعہ** اسیطال کے ساتھ ملک شام کا سفر کیا۔ اس سفر طقات میں اس سفر کی کیفیت

یوں لکھتے ہیں۔

لَمَّا مَلَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتْنَى عَشْرَ سَنَةً حَرَجَهُ امْطَالُ إِلَى الشَّامِ فِي الْعِيدِ  
 الَّتِي حَرَّجَ بِهَا لِلتَّجَارَةِ وَبَنُو الْمَرْحُومِ  
 مُحَمَّدٍ أَفْضَالُ لَا يَظُنُّونَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
 وَسَلَّمَ مَالٌ وَامْرَأَةٌ أَنْ يَحْتَظُمَهُ جُدُوعُ  
 ابْنِ طَالِبٍ مَعَهُ إِلَى سَكَّةٍ وَتَبَّ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّيْهُمُ مَعَ ابْنِ طَالِبٍ

طقات ص ۷۶

اس عربی کی مستند ترین سیرت میں تو یہ واقعہ اتنا ہی ہے جو لکھا گیا۔ سیرۃ النبیین میں شبلی صاحب نے حق تاقی کو  
 ایک محکوۃ الاہام ملکہ تاریخی بنا دیا ہے۔ اور حدیث و سیرت کی تحقیق و تنقید کے باہمانہ امتزاج سے وہ غلط بحث تیار کیا  
 ہے کہ صاف طبعمان زمانہ کی عام بدفرگی اور ناگواری کا باعث ہوتا ہے شبلی صاحب کی عبارت ذیل میں ملاحظہ ہو۔  
 ابوطالب تجارت کا کاروبار کرتے تھے۔ قریش کا دستور تھا سال میں ایک مرتبہ تجارت کی غرض سے  
 شام کو جایا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہوگی کہ ابوطالب نے سفر شام کا ارادہ کیا۔ سفر  
 کی تکفیف یا کسی اور خیال سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لیجانا نہیں چاہتے تھے لیکن آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ابوطالب سے استقامت تھی کہ جب ابوطالب چلے لگے تو آپ اوس سے لیٹ گئے۔ ابوطالب اب  
 انکی تسکینی گواری کی اور ساتھ لے لیا۔ عام موزن کے بیان کے موافق بحیر کا مشہور واقعہ اسی سفر میں پیش آیا  
 اس واقعہ کی تفصیل اس طرح بیان کی گئی ہے۔ کہ جب ابوطالب بصرے میں پہنچے تو ایک عیسائی راجب  
 کی خانقاہ میں اترے جس کا نام بچیت تھا۔ اوس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ خیمہ خیمہ میں  
 ہیں۔ لوگوں نے پوچھا تم نے کیسے جانا تو اوس نے کہا جب تم لوگ یہاں سے نیچے اترے تو جس قدر درخت اور  
 پتھر تھے سب سجدے کے لئے جھک گئے۔ طبری نے مختلف طریقوں سے اس واقعہ کو لکھا ہے۔

طبری کے مختلف طریقوں میں سے صرف ایک طریقہ کا خلاصہ اور ماحصل شبلی صاحب نے لیا ہے اور اوپر ذیل کی تنقید  
 کہی ہے۔ یہ روایت مختلف طریقوں میں بیان کی گئی ہے تعجب یہ ہے کہ اس روایت سے جس قدر تمام مسلمان

کو متعجب ہوا اس سے زیادہ عیسائیوں کو ہے۔ یہ وہی وہی پور پور اور راکھ بولوس وغیرہ سب اسے عیسائیت کی فتح عظیم خیال کرتے ہیں اور اس بات کے مدعی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذہب کے حقائق کو اولیٰ اسی راہب سے سیکھا۔ اور چونکہ اس نے تبادیلے تھے اور بھین یا تحصرت معلوم نے عقائد اسلام کی بنیاد رکھی اسلام کے تمام عمدہ اصول انھیں مکمل کے تدریج اور حاشیہ میں عدائی مصنفین اگر اس روایت کو صحیح مانتے ہیں تو اسی طرح ماننا چاہیے جس طرح روایت میں مذکور ہے۔ اس میں عجیب کی تعلیم کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا ہے میں بھی نہیں آسکا کہ اس بارہ میں کہ کچھ کو مذہب کے تمام حقائق سکھانے والوں۔ اگر یہ کوئی حرق عادات تھا تو راہب بھگوان کو تکلیف کرینیکی کیا ضرورت تھی۔

مولوی شبلی انہی حلی عادت سے مجبور ہیں۔ آپ ایک حد تک معقول اور کافی جواب دے سیکے اب اس سے زیادہ انکشاف پھر وہی اپنا ہی پردہ افاش کرنا ہے، اب ان الفاظ میں اس روایت کی تنقید کیا تکذیب و رانی حاتی ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت مابا بل اعتبار ہے۔ اس روایت کے جتنے طریقے میں سب فرسٹ میں نبی راوی اول واقعہ کے وقت موجود تھا۔ اور اس راوی کا نام بھی ہمیں میاں کرنا۔ جو شراب واقف تھا اس کا سب سے زیادہ مستند طریقہ یہ ہے جو ترمذی میں مذکور ہے۔ اس کے متعلق تین باتیں قابل لحاظ ہیں (۱) ترمذی اس روایت کے متعلق لکھا ہے کہ حسن اور مزین ہے۔ اور ہم اس حدیث کو اس طریقہ کے سوا اور کسی طریقہ سے نہیں جانتے ہیں (۲) حسن کا مرتبہ حدیث صحیح سے کم ہوتا ہے اور حسن عریض ہو تو اس کا مرتبہ اور بھی گھٹ جاتا ہے (۳) اس حدیث کا ایک راوی عبدالرحمن ابن حواری ہے۔ اس کو بہت لوگوں نے اگرچہ ثقہ بھی کہا ہے لیکن اکثر اہل حق نے اس کی نسبت بے اعتدالی ظاہر کی ہے۔ سلامہ وہی میران الاعجاز میں لکھتے ہیں کہ عبدالرحمن مسکونہ حدیثیں میاں کرتا ہو جس میں سے مسکونہ حدیث ہے جس میں راہب بھگوان کا واقعہ مذکور ہے (۴) حاکم نے مستدرک میں اس روایت کی نسبت لکھا ہے کہ یہ حدیث جاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق ہے علامہ بیہقی تلخیص المستدرک میں حاکم کا یہ قول نقل کر کے لکھا ہے کہ میں اس حدیث کے بعض مناقات کو موضوع جھوٹا اور بنایا ہوا خیال کرتا ہوں (۵) اس روایت میں مذکور ہے کہ حضرت بلال اور ابو بکر رضی اللہ عنہما میں شریک تھے۔ حالانکہ لال کا اس وقت تک وجود بھی نہیں تھا اور حضرت ابو بکر کبھی تھے (۶) حدیث کے آخر راوی الاموسی اشعری ہیں جو نو ذریعہ ایک واقعہ ہیں تھے۔ اور اوپر کے راوی کا نام بھی نہیں مانتے (۷) ترمذی کے علاوہ طقات اس سواد مستدرک وغیرہ میں جو سلسلہ سند مذکور ہے۔ سب فرسٹ میں۔ یعنی بیچ میں ایک راوی جھوٹ لگتا ہے (۸) حافظ اس حجر اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں لیکن چونکہ حضرت ابو بکر اور بلال کی شہادت مابہت غلط سے اسلئے مجبوراً اقرار کرتے ہیں کہ اس قدر حصہ غلطی سے روایت میں شامل ہو گیا ہے لیکن حافظ ان حجر کا یہ ادعا بھی

صحیح ہیں کہ اس روایت کے تمام رواۃ قابل سند ہیں عبدالرحمن ابن ابی نسیب نے خود احمین جوطاسن جھڑے تھیں۔  
التمذیب میں لکھا ہے کہ وہ خطا کرتا تھا۔ ایک طرف اسوۃ سے مستحید ہوتا ہے کہ اس نے ممالیک کی روایت نقل

کی ہے۔ ممالک کی ایک روایت ہے حکوم بن حنیف اور موصوع خیال کرتے ہیں سیرۃ النبی ص ۱۳۱

جو کہ شبلی صاحب نے اپنی تفسیر عمارت پانچ صفحہ نہیں لکھی ہے بلکہ اصل کتاب کی عبارت میں داخل کر دی ہے اسلئے  
اسکی نسبت مجھکو جو کچھ عرض کرایا ہے وہ میں بھی حاستیہ زیرین کی عبارت میں نہیں بلکہ اپنے اصلی سلسلہ بیان میں منضم کرتا ہوں۔  
شبلی صاحب کے ایسے محقق زمانہ کی مرقومہ بالا تنقید جو خاص کر عیسائیوں کے اعتراض کی تردید میں لکھی گئی ہے  
حسب حقیقت کی نظر سے دیکھی جاوے گی تو عیسایہم اوپر بیاں لکھتے ہیں اسوقت بھی بھروسہ ہی عرض کرینگے کہ آپ کے اس  
ناگوار اور غیر استوار طریقہ تنقید و استدلال سے نہ معترضین کی تردید ممکن ہو سکتی ہے اور نہ تبکس بلکہ آپ کی موجودہ تنقید آپ کے  
محدثین و محققین کی کوتاہی۔ کوتاہی اور کوتاہی عقل کی حقیقت محالیں و معتبر ہیں اسلام پر واضح اور روشن کرتی ہو اور  
آپ کی حدت پسندی کا وہ طریقہ جو معترضین کے ارادہ قویوں اور جو صائدہ نگذیب کو اور وسیع کر دیتا ہے۔ ہر شخص آپ کے  
مرقومہ بالا تنقید کو پڑھ کر بلا تکلف سمجھ لے گا کہ اسلامی مؤلفین اور مصنفین میں جو عین سے لیکر موصوفین تک سب غلط  
مگا رہے تھے اور کورانہ نقل کرنے کے عادی۔ بد قسمتی سے اس سلسلہ میں مورخین کا کیا ذکر ہی نہیں صحاح امام بخاری  
امام مسلم۔ امام ترمذی۔ امام مالک وغیرہ سب ہی داخل ہیں۔

آپ کی تنقید کی صورت حال کا ایک رُخ قویہ قائم ہوتا ہے۔ اوںکا دوسرا رُخ یوں نمایاں ہوتا ہے کہ ترمذی صاحب  
اپنی صحیح میں اس واقعہ کو لکھتے ہی ہیں اور پھر اسکی صداقت میں عجیب بھی لگاتے ہیں۔ پھر صحیح میں ایسے مشکوک یا  
ساقط از اعتبار روایات کے اندراج کی ضرورت ہی کیا تھی حاکم صاحب ٹرے شدود سے بخاری صاحب اور مسلم  
صاحب کے شر و پیر اسکی صداقت و صحت کا چیلنج دیتے ہیں۔ لیکن وہی صاحب حاکم صاحب کی انتہا پسندی کو غلام  
کے درجہ تک گھٹا لاتے ہیں اور چونکہ امامین بخاری و مسلم کی شرط صحت لگی ہے اس بنا پر اسکو بالتمام غلط ٹھہرانے کی تو  
جرات کرتے نہیں فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کے بعض دلالت کو موضوع۔ جھوٹا اور بنایا ہوا خیال کرتا ہوں۔  
اگر غور سے موجودہ صورت حال پر نظر ڈالی جائے تو شبلی صاحب کی اس تنقید میں مرقومہ بالا دو نوزخوں کے علاوہ  
ایک تیسری نوزخ بھی نظر آتا ہے وہ حافظ ابن حجر۔ ساری صحیح بخاری کا خاص طرز بیان ہے۔ ان بزرگ پر آخر شبلی صاحب کو  
غصہ آ ہی گیا اور یہ رواۃ سیرتی کا التزام لگا ہی دیا تاکہ آپ کے نزدیک ابن حجر نے نہایت نازیبا اور بدنامیلا بدلا ہے۔ اور وہ  
کہ اس روایت کی صحت کو بھی تسلیم کیا ہی لیکن چونکہ حضرت ابو بکر اور بلال کی شرکت بدلتہ غلط ہے۔ اسلئے مجبوراً اقرار بھی کر لیا  
ہے کہ اس قدر حصہ غلطی سے روایت میں شامل ہو گیا ہے یہاں تو ابن حجر نے اس کی صحت کی تصدیق کی وہاں کتاب  
تمذیب التمزید میں عبدالرحمن اس عنوان کو حدیث میں حطب کرنے والا بھی لکھ دیا ہے ابن حجر کی اسی دورخی راہ پر

صاحب کو پیش آگیا۔

مگر ہم شعلی صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ آپ کا یہ عتاب سچا ہے اور طیس بیکار جب آپ صاف صاف صاف  
یہ قول خود لکھ رہے ہیں کہ روایت میں اس حصہ واقعہ کے داخل ہو جانے سے جو بدیہی غلط ہے۔ اور انکو اس کے کل  
صحیح ہونے میں کلام ہے تو وہ کیا کر آپ کو جوہر فروخت ہو سکا کیا حق ہے۔ اس رہا یہ امر کہ ابن حجر بھی۔ آپ اور آپ کے چند  
ہم خیال مؤلفین جو زمین کی طرح اس روایت کے سراپا موضوع امر اکمل سلا ہو سیکے کیوں قائل نہ ہوئے؟ تو آپ کا یہ حجت  
آپ کے حسن و تغفل کا تینا اور ناز سچا کا پورا فروہ دیتا ہے اسکی وہ بالکل صاف ہے اور روش۔ ابن حجر معمولی پایہ کو بزرگ  
سین تھے صحیح بخاری کے شارح شروح بخاری میں انکی شرح کا سب سے پہلے ہے۔ وہ ایسے اصول و مختار مقررہ کو بڑی بنا  
تھے۔ وہ جانتے تھے کہ صحیحین کے تروہ کے مطابق جن میں بقول آپ کے ایک ضعیف سے ضعیف روایت بھی میں برج  
کی گئی ہے وہ انکی مرویات کو سراپا علا اور موضوع تلمذ اور ایسی معتبر اور مستند صحیح الکتاب کی عظمت گھٹاتے۔ اور انکی شرح  
آپ کی سیرت النبی کا مقدمہ تو تھی ہی نہیں جس میں ابتدائے صحیح کو عمود اور صحیح بخاری و مسلم کو حصہ صاف  
صداقت میں گو یا قرآن مجید کا مؤلف بتلایا جاتا ہے مگر بالآخر تمام سلسلہ بیان اور مباحث تالیفی میں انکو موضوعات کا  
انرا اور فقرات کا دفتر ٹھہرایا جاتا ہے۔ اب فرمایا جاوے کہ آپ کا یہ طریق موجودہ صورت حال میں آپ کے لئے کون رخ  
تیار کر چکا۔ اور آپ ایسی ایسی روش انحراف کے مقابلہ میں۔ ابن حجر کے اختلاف کیلئے اور یہ واقعہ سستی کا کیسے الزام لگا سکے  
ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بخاری میں مسلم بن یزید مدنی۔ مالک ہوں یا ابن حجر ہوں یا مولوی شعلی۔ اصلیت سب جلا اور  
سے سب علیہ۔ چونکہ یہ نہ حقیقت رہ افسانہ زندگی یہ واقعہ رواست اور روایت دونوں طریقوں سے صحیح ہے حضرت  
ابوبکر اور حضرت بلال کی شرکت کے غلط اصنام نے یہ سارے مہرے پیدا کر دے جو حقیقت ایسا سب جھوٹ ہے جو کسی  
طرح نہیں چھپ سکتا۔ ایسی کوری جیعلی ہے حکی تاہل مکمل ہیں۔ کیا بنے باب ہمان بات بنائے۔ یہ حقیقت  
ابن حجر سے کوئی بات نہیں بن سکتی تھی۔ انہوں نے صرف اس حصہ حدیث کے ساطلی سے اصل حدیث میں جھوٹا ہو جانا  
اعتراف کر دیا تو کس بڑا کید یہ تو اسکا ضعف تھا ہمیں کہا جاسکتا تھا کہ اسکا عین جھٹل اور اپنے اصول کی کمالی ہدی  
قراردید جاوے گی۔ غلطی صاحب اپنے مولفانہ تلون پر ذرا بھی خیال نہیں فرمائے۔ میری دانست میں ابن حجر نے وہی سے  
زیادہ قصور نہیں کیا ہے۔ آپ خود تلخیص مستدرک سے وہی کا یہ قول اذیر نقل فرما چکے ہیں کہ میں اس حدیث کو موضوع  
جھوٹا اور بنایا ہوا خیال کرتا ہوں۔ اب اس بیان کو ابن حجر کے کلام سے ملایا جاوے تو مدعا دونوں کا ایک ہی پایا جاوے گا۔  
فرق یہ ہے کہ وہی نے بڑے حرم و احتیاط اس غلط حصہ روایت یا واقعہ کا نام نہیں بتلایا اور ابن حجر نے اپنے کمال ہی سے  
اس غلط حصہ روایت یا اضافہ حدیث کو بتلایا لیکن شکل تو یہی ہے کہ اب آپ کو یہ کیوں قبلائے کہ کن لوگوں نے کس عرسل  
وغایت سے پہلے نوڈ جوڑ دیا یا اسے اکون کراد مارے کہ ہر سدا رباعیان ہر بلبل چہ گفت و گل جہ شہید و صبا چہ کردہ

صحیحین کے مستحفاظ مرتب کا یہ مستحسن طریقہ تھا کہ یہ بحث یہیں تک رہنے دیجاتی۔ اور اس اضافہ کی وجہ اور اضافہ کر نیوالے کی تلاش نکلی جاتی۔ ہمو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ یہ حدیث جو صحاح کے معتبر کتابوں میں سے لیکر حدیث کی تمام جوڑی ٹری کتابوں میں اس وقت سے لیکر اس وقت تک نقل ہوتی چلی آئی ہے۔ صرف اپنے ایک حصہ کی غلطی کی وجہ سے بالکل غلط ہو جائے گی۔ یہ اصول آئین تفتیش کے مطابق ثابت ہوتا ہے اور یہ قواعد کلام کے موافق عبد الرحمن ابن غروان کی حرج و مرج بھی اصولاً ایسی مستحکم اور ناقابل التاویل نہیں معلوم ہوتی۔ اسی روایت کی نسبت آپ خود اعترافاً تحریر فرمایا ہیں کہ اسکوست سے لوگوں نے نقد ہی لکھا ہے اور بعض نے منکر بھی۔ اس بنا پر اسکے قطعی کاذب اور وضع ہونے کی بھی دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔ صرف ذہبی نے اسکو منکر لکھا ہے اور اسکے مرویات سے خصوصاً واقعہ راہب بچہ کو موضوع بتلایا ہے۔ تو گویا اس کی تنقید میں وہ متفرد ہیں۔ اب انکی منفرد رائے کو کثیر القراء محققین کے غماز سے مقابلہ فرمائیں۔ جو اسکی قوت و صحت کے قائل ہیں۔ تو ذہبی کے غماز منفردہ کا کیا وزن رہ جاتا ہے۔ اس لئے شبلی صاحب کی یہ تمام کد و کاوش بریکار اور غیر مفید کوشش ہے۔

اس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ عبد الرحمن نے حضرت ابو بکر وغیرہ کی شرکت کے قبل تک اس واقعہ کو پوری اصلیت کے ساتھ بیان کیا۔ اور بقیہ حصہ کو اس موضوع عیت کیا ہے بیان کیا ہے کہ اس نے غمروں سے غلط سنا تھا اب رہا یہ امر کہ اس روایت کے تمام طریقہ مرسل ہیں۔ تو اولاً اصول نقد حدیث کے مطابق ماریل صحابہ قطعاً درست ہیں یہ اعتراض بجا ہے۔ ثانیاً اس کیلئے صاحبانِ شیخین جوابدہ ہیں۔ جنہوں نے نقل و نقد حدیث کے اصول اقسام اور الاب بھی قائم کئے اور اپنی تالیفات کو ان اصول موضوعہ کا بطا بہ سخت پابند بھی بتلایا۔ پھر ان موضوعات اور نئی بات کی بہرہ بھی انہیں کتابوں میں بھردی۔ اس کا جواب متفقین صحیحین دیکھتے ہیں یا خود شبلی صاحب جو اپنے تفسیر کتاب میں اسے مطراق سے ان بزرگوں کی مدح سر لنی کر چکے ہیں۔

حقیقت میں شبلی صاحب کی یہ تنقید عیسائیوں کی فتح عظیم کی تردید تو کیا کرے گی تاہم اللہ البتہ کرتی ہے کیونکہ یہ حادثہ جنگی باہمانہ مذہب و تردید۔ تحلیل و بعد تصحیح۔ جو اسلامی دائرہ میں۔ اکابرین صحاح سے لیکر عام محدثین و شارحین تک میں پھیلی ہوئی دکھائی گئی ہے جو بوقت مخالفت کی نگاہ سے گزرے گی اور انکی تعریف و تردید کے حوصلوں کو اور بھی کشادہ کر دے گی اور وہ سمجھ لیں گے کہ بس یہ حضرات ایسے تھے اور تھے۔ اپنے خیال میں شبلی صاحب نے عیسائیوں کو اس تنقید سے اپنی مشاغل دکھائی ہے۔ مگر اس سے بھی انکی قیاسی فتح عظیم کی بیخ کنی نہیں ہوتی اور انکی دلیلیں و فنیہ کا کوئی پہلو بھی اس تحریر میں نہیں نکلا بیخ تو یہ ہے کہ شبلی صاحب کو وہ پہلو معلوم ہی نہیں اور اسکی وجہ یہی ہے کہ عیسائیوں کی ذرا سی تعریف پر آپ نقد مضطرب الحواس ہو جاتے ہیں کہ حقیقی واقعات کو چھوڑ کر زور دیا اور ذرا قیاس و رائے سے جواب دینا چاہتے ہیں اور اپنی علم کی تخلیق کے ثبوت دیکر انکی تردید پیش کرتے ہیں جو گویا جواب تسلیمی ہو جاتا ہے۔ دیکھئے شبلی صاحب اس روایت کو



عیسائیت کی فتح عظیم سمجھے ہیں وہ یقیناً انکی شکست فاش ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ عیسائیت آپ کو خوف ہے عیسائی اس وقت سے انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راہب تھے اسے رموز نبوت اور اصول شریعت کی تعلیم حاصل کرنا ظاہر کرتے ہیں لیکن انکا یہ دعویٰ محض افتراء و قطععی بنے دلیل ہے۔ یہ مسلم ہے کہ یہی دلیل ادکا اصلی حاد ہے۔ مگر اسکی بالتمامہ عمارت سے انکو دعویٰ کا ایک حرف بھی ثابت نہیں ہوتا۔ روایت موجود ہے عبارت حاضر ہے الفاظ پیش نگاہ ہیں۔ کوئی عیسائی بتلاؤ کہ اسکے کس حملہ کس حرف کو کس لفظ کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ راہب بھیرانے مجھ کو نبوت کے رموز اور شریعت کے اصول بتلائے۔ جب ایسے معنی نہیں نکلتے تو وہ ضرور چھوٹے ہیں اور اسکا دعویٰ سراسر جھوٹا ہے اور انکی فتح عظیم حالی ہو امیں قلعہ بندی ہے۔

یہ تو سرسری طور پر ادن کی موہوم فتح عظیم کی حقیقت بیان کی گئی خوشی صاحب کو اسما خوف اور مضطربانے ہوئے تھی۔ ہم نے اسکو ادکی شکست فاش فرادیا ہے ہم اب اسکو ثابت کرتے ہیں۔ دیکھئے تاریخ طبری کے الفاظ روایت یہ ہیں۔

حساب ابی طالب قریش کے تجارتی قافلہ کے ساتھ شام کے قصدے  
 حائے لگے جب اسباب سفر اور سواری کا سامان درست ہو گیا تو چلا  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملول ہوئے اسوجہ کہ متہو تھکا لایکے عمر  
 آپکو اپنے ہمراہ اس عزم میں نہیں لیا پیش گئے حضرت ابیطالب نے  
 آپکو ملول دیکھ کر اور مال کماحت اس علف ضروری کر دیا کہ میں اپنوں ہرگز  
 کو لے کر بغیر کہیں یا نہیں جاسکتا اور نہ کسی حالت میں کسی وقت  
 اپنوں ہرگز بارہ کو چھوڑ کر سکتا ہوں۔ چنانچہ ابیطالب نے انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو  
 اپنوں ہمراہ لیا جب قافلہ شہر بصری میں جو علاقہ شام کے قوافل سے  
 ہو ہو چکا وہاں ایک راہب نصرانی رہا کرتا تھا جس کا نام یحییٰ تھا  
 اور اسکا وہاں خاص منصوبہ تھا (خانقاہ) اور وہ اس زمانے کو تمام  
 نصرانیوں میں باعتبار علم کتب سماویہ اعلم الناس تھا اور یہ کمال علی  
 اسکو درائشاؤ کے سلسلہ میں ایک بزرگ کے بعد ویکر بزرگ  
 لے تھے۔ ابکی مار یہ قافلہ تجارت قریش وہاں منزل گرین ہو تو چکر لڑنے  
 انکی ضیافت کیلئے باظراف کھانا تیار کیا اور یہ اس باعث ہو تھا کہ  
 اس نے چاہے ہوئی کہ اس حالت میں نہ کیہ لیا اور یحییٰ ان لیا تھا کہ بکری اور

ابن ابی طالب حرج فی رکب میں قریش الی الشام تاجروا  
 تھیا الرحیل واحصم السیر صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وآلہ وسلم یما یزعب فوق لہ ابیطالب وقال واللہ لا اخرج  
 لہ معی ولا یعارفی ولا انا رقبہ اللہ اوکما قال فخرج لہ  
 معہ فلما نزل الرکب بصری من ارض الشام وبھا راہب  
 الیہ بصیر علیہم عن کتاب ہا یمنعون تھو لوقہ کا تراعن  
 کا برعلیہ لاد لک العام یحییٰ اصنع لہم طعاما کثیرا وذلک  
 اللہ راہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی صومعتہ علیہ عمامۃ  
 تھو لہ من صبیح القوم تھو ابنا لہ حتی نزلوا فی ظل الشجرۃ وریا  
 سہ مطرا الی العمامۃ حین اطلت الشجرۃ وھضت اعصا  
 الشجرۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی استطل تحتھا فلما  
 اوی والک یحییٰ نزل صومعتہ فلما نزل الیہم ودسا  
 حمیعا علما وای یحییٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالخطۃ لخطا  
 تدید او یطرانی استیاء من حسدہ قد کاں لھا  
 عدۃ من صفتہ علما ورج القوم من الطعام وتھو

مسئل رسول اللہ صلعم عن اشباع فی حالہ فی قسطہ  
و فی فمہ جعل رسول اللہ صلعم کجیدہ محمد ہا حیدر  
مواقفہ لما عندہا من صفتہ فخر فطوالی طہورہ  
الذوقہ بن کفہ قال فی العتہ انا طالب ما هذا العلام  
مک قال انی قتال لہ سجد اما ہوا سجد لہا  
العلاء ان یكون اویہ حیاً قال ماہ اس اخی قاجما  
فصل اویہ قال مات وامہ حلی بہ قال صدقت  
ادحم بہ لہا وا حذر علیہ یهود و اللہ لئن رآہ  
وعرفوہ امہ ما عرفتہ لیتعنتہا فانیہ کاس شان  
عظیمہ و اسرج بہ الی لہا فخر بہ عتہ سر یعا  
حتہ اقدامہ مکۃ

طبری ۱۲۵۰ مطبوعہ جرس

ابوہان قافلہ کے آپ کے فرق مبارک پر ایک بارہ ایسا یہ گن تھا  
اس اتنا میں قافلہ کے لوگ آئے اور اس کے صومہ کے پاس ایک رخت  
کے سائیں مروت جوئے۔ رامہا بھرا اوس ایسا یہ گن کو بارہ گن  
ابوہان کہ اوس درخت کی ڈالیاں بھی رسول اللہ صلعم کو طوف سنا  
کر دیے کی فرض سے جھکنے لگیں تا انکا اونھوں نے آپ کے  
فرق مبارک پر پورا سا پکڑ لیا یہ دیکھ کر رامہ پھر اپنے صومہ پر چڑھا  
اور تمام مجمع قریش کو اپنے پاس بلا باب بھرا کی نظر آپ کے روی  
منور طریق طبری تو طبری دیکھا آپ کے جمال مبارک کی نیرت کرتا  
اور آپ کے جسم مطہر میں اون اشیا کا مشاہدہ کرتا رہا جو آپ کی  
صفات کے متعلق اون کی کتابوں میں لکھے تھے اور اوس نے پتھر  
تھے تمام لوگوں نے جب کمانے سے فراغت کی تو بھرا نے جناب

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے خواب و بیداری کے حالات

استفسار کئے۔ آئے اُسے تھلائے تو اوس نے آپ کے جوابات کو بھی اون صفات مخصوصہ کے مطابق پانا۔ جو اون کی کتابوں  
میں لکھی تھیں۔ اوس کے بعد اوس نے آپ کی پشت مبارک پر غور کیا۔ تو مہر نبوت کو دو تھمڑے کا بین پانا۔ پھر آپ کے غم و غم  
ابوہان اللہ کی طرف طبع ہوا اور کہنے لگا یہ لگا تمہارا کوں ہے حضرت ابیطالب نے کہا میرا بیٹا ہے رامہ بھرا نے کہا کہ میرا بیٹا  
آپ کا ہو نہیں سکتا اس لئے کہ میرے علم میں اس کے باپ کا زندہ رہنا ممکن نہیں ہے حضرت ابیطالب نے جاہد باکٹر بھیجی  
بھرا نے کہا کہ اس کا باپ کیا ہوا ابیطالب نے کہا کہ وہ مر گیا اور اسکی ماں بھی گذر گئی بھرا نے کہا کہ آپ یہ حق فرماتے ہیں۔ اچھا تو آپ کو  
اپنے ہمارے شہر طبرستان سے واپس لے جائیں اور اس کے متعلق یہودیوں سے ہمیشہ غافل رہا کریں قسم خدا کی اگر وہ آ  
دیکھ نہ پائے گے۔ اور اسی محسوس کے ساتھ عیا کہیں نے اسکو پہچان لیا ہے وہ بھی پہچان لوں گے۔ تو پھر اس کے ساتھ شہر  
فساد ہوا کر گیا کیونکہ اس کے ایک شان جیٹرم و دیت ہوئی ہے۔ یہ نہ کہ آپ کے غم و غم آپ کو اپنے ہمارے میکروان سے واپس  
ہوئے اور نہ ہی کہ ہو گئے۔

دوسری روایت طبری کی یہ ہے۔

صحیح ابوطالب ابی الشام و خبی مہ رسول اللہ صلی  
علیہ وآلہ وسلم فی استیاح من قریش فطیبا انہ جوائے  
انہ لہب فطیبا انہ لہب فطیبا انہ لہب فطیبا انہ لہب  
کا کما قن قائلک یروون فلا یمنح الیہم ولا یست

حضرت ابوطالب تمام کا سہو کیا صاحب سائے ابی اللہ علیہ آدہ سلم  
آپ کے ہزار تھے۔ اور تمام کارین قریش بھی قافلہ میں آئے تھے۔ یہ سب  
اور آپ کے پاس پہنچ کر دیکھ کر ان کے راہزنی مسلمان بھی تو ہونے لگے۔

قال فہو یحیون روحہم فہو یحیون روحہم حۃ حۃ واحد سید  
رسول اللہ صلعم فقال ہذا رسول رب العالمین ہذا یسہ  
اللہ تعالیٰ رحمۃ للعالمین فقال لہ اشیاخ من بنی ماعک قال  
اکثر حین اشرقت من العقیۃ لورین شرف ولا ہر الاخر  
ساحدا ولا یسجدون الا للشی وان اعر وہ نماز لک  
اسئل من عصر وف کتفہ مثل النماۃ فوج مصنع لم  
طعا ما انا ہر بہ کان رعیۃ الابل قالوا ہلوا علیہ فقل  
وعلیہ عمامۃ فقال الطروا الیہ علیہ عمامۃ تظللہ فلما  
دنی من القوم وجد ہر قد سسقۃ فیما انی حی فلما  
جلس مال السیرۃ علیہ فقل الطروا الی فی السیرۃ مال  
علیہ مال فلما ہوا قاشم علیہ ہر وہو یسجد ہر لای ہلوا  
لہ الی الروم فان الروم اذاعہ عرفواہ بالصفتۃ قتلوا  
فالتقت فاذا ہو یسجدۃ ہر قد قبلوا من الروم فاستقبلوا  
فقال ما جاء بک قالوا احسان ہذا النبی خارج وہل  
التمہو فلو یق طریق الی بیت الیہا ما س واما احتیاجیۃ  
اعتنا الی طریقک ہذا فقال ہر ہل حلفہم حلفکم احد  
ہو حیدر مکر قالوا اہما احتیاجیۃ لطریقک ہذا  
قال امرائکم امر اذاد اللہ ان یقصیہ ہل یستطیع  
احد من الناس مدۃ قالوا لا فتا نعوہ واقاموا معہ  
قال فلما ہو فقال التذکر اللہ الیک ولیہ قالوا الی طاب  
علمہ ما سندۃ حترۃ وقت معہ او یکرۃ وبلالا  
وزر وودوہ الراہب من الککک والریت۔

طبری ص ۱۱۲۶ ح ۱

وہ راہب پنے صومعہ سے باہر نکلا۔ حالانکہ اس سے قبل قریش کا ظہ  
نجاتی چند بار آچکا تھا اور وہیں قیام کر چکا تھا۔ مگر وہ راہب کسی بڑے  
پاسک یا تھا اور نہ ان لوگوں سے ملنے ہوا تھا۔ راہب کی اس صورت  
حال اور طرز سلوک نے سامان اور تار موالوں کو ایک حیرت انگیز فکر  
دامتگیر ہوئی یہاں تک کہ اس راہب نے آنے ہی آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک تھام لیا اور کہا کہ یہ سید العالمین اور رسول  
رب العالمین ہیں اور یہ وہی ہیں جنکو خداے سبحان تعالیٰ نے دونوں  
سمان کی حرمت ناکر مبعوث فرمایا ہے۔ سسکر کا قریش نے یو بچا کہ یہ  
مے کیسے جانا راہب جو ان کے حق و کرم کی بیان آئے اور اس بار  
اور سامان سفر وغیرہ اتار لے گئے تو میں نے دیکھا کہ کوئی شہر اور کوئی  
شہر ایسا باقی نہیں رہا جو ان کے سجدہ قطعی کے لئے نہ جگ گیا ہو۔  
سوائے سب کے اور کسی کے لئے سجدہ قطعی نہیں کیا جاتا اور میں نے انکو  
محسوس سے بھی پہچان لیا جو ان کے دوش مبارک کے حصہ گیر ہیں کہ  
نمایاں ہے۔ یہ مکر وہ چلا گیا۔ اور ان لوگوں کی دعوت کیلئے گمانے کیلئے  
پہنچا لایا تو آنحضرت صلعم انہوں کو حیران ہے تھے۔ راہب نے کہا کہ  
اکو لا بھیجو جب آپ آئے تو روق مبارک پر بارہ ارسا پر گستر تھا پھر  
قریش سے خطاب کر کے کہا کہ اس بارہ کو دیکھئے جاؤ جو اسے سر  
سایہ کی ہوئے ہی پھر جب آپ قوم سے قریب آ گئے تو اس نے سر سے ٹھیک  
کیصیت ظاہر ہوئی جو پہلی روایت میں بیان ہو چکی ہے پھر جل آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخت کے نیچے بیٹھ گئے تو وہ درخت آگے آئے  
جھک گیا پھر نے پھر جمع قریش سے کہا کہ اس درخت کی جھکے کہ پھر  
یہ وہ راہب جمع قریش میں کڑے ہو کر مساندہ کے طریق میں کہو لگا کہ  
میں تم پر تاکید کرتا ہوں کہ تم انکو آنحضرت صلعم کو روم میں (خلافت شام  
اسوقت روم کا تحت تھا) نہ بھیجیو کیونکہ اہل روم اگر انکو ان صفات کے ساتھ پہچان  
لینگے تو قتل کر ڈالینگے۔ پھر انکو سات سو فی جو روم  
سے ہوائے تھے پھر پہلے انھیں سے مخاطب ہو کر کہے لگا کہ کہو ان مشاہدات کا تم پر کیا انکشاف ہوا اور ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے

میں تم پر تاکید کرتا ہوں کہ تم انکو آنحضرت صلعم کو روم میں (خلافت شام  
اسوقت روم کا تحت تھا) نہ بھیجیو کیونکہ اہل روم اگر انکو ان صفات کے ساتھ پہچان  
لینگے تو قتل کر ڈالینگے۔ پھر انکو سات سو فی جو روم  
سے ہوائے تھے پھر پہلے انھیں سے مخاطب ہو کر کہے لگا کہ کہو ان مشاہدات کا تم پر کیا انکشاف ہوا اور ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نے





عن کارنا فلما رواد الله العالم بحیرا وکانوا کثیرا ما عمرو  
 به قیل فذلک فلا یکلمهم ولا یعرض لهم حتی کان ذلک  
 العام فلما ترکوا له قریبا من صومعة صنع لهم طعاما  
 کثیرا وذلک فیما ترعمون عن شیء رالا وهوی صومعة  
 ویرمعون الله رعی رسول الله صلعم وهوی صومعة  
 فی الکوکب حیث قبلوا وغمامة نطلم من بین القوم  
 قال فما اقلوا فسرنا فی ظل شجرة قریبا من مطالی  
 الغمامة طین اطلت الشجرة وتمدت اعصاب  
 الشجرة علی موال الله صامر حتى استطل تحتها فلما  
 رعی ذلک بحیرا من صومعة وقد امر الله بالطعام  
 فصنع لهم رسول الله فقال انی اصعدت لکم طعاما ما  
 معشر قولت فانا احب ان نعدوا کلکم صغیرکم وکبیرکم  
 وعمدکم وحرکم قال له رجل صومع والله بالحیرا ان الله  
 لسان الیوم ما کنت تصنع هذا وقد کتمت مک کثیرا  
 فماتنا بک الیوم قال له بحیرا صدقت قد کان ما  
 نقول ولکنکم صغیر وقد احسنت ان اکرمکم واصنع لکم  
 طعاما فاکلون منه کلکم فاحتموا الیه وتخلف علیہ  
 رسول الله صلعم من بین القوم لیلته شتی فی رحال القوم  
 تحت الشجرة فلما نظر بحیرا فی القوم ولم یرو صفت  
 الی یعرف ویجد عنه فقال ما معشر  
 فتریت لا یتخلص احدکم عن طعامی قالوا له یا بحیرا  
 ما تخلص عنک احد یمعی له ان ماتیک الاعلان وهو  
 احداث القوم منا فتختلف فی رحالهم فقال لیسوا  
 الدعوا یرخص الطعام لکم قال فقال رجل من قریش  
 ولات والعربی ان کان اللؤم ما ان یتخلص ان عند  
 بن عبد المطلب طعام من نسیا تر قام الیه فاحصه  
 واحلسه مع القوم فقال رالا بحیرا جعل یخطه لخطا

متحرقا اور اس صومعہ میں اس سے بڑھ کر کوئی عالم ترین راجب نہیں تھا  
 تھا اور اس کی دست پستہ رخصا کا س کا علم و کمال وراثتاً ایک ترک  
 کے بعد و سر برگ سے سینہ بسیدہ ہو چکا تھا۔ انکی بارہ قریبوں کا کھا  
 قافلہ۔ بحلاف اس کے کہ قیل میں وہیں اکثر ملا تھیکا تھا مگر اس  
 راجبے لوگوں سے گفتگو کی تھی اور نہ اس کسی قسم کا تعرض کیا تھا انکی  
 راجب یہ لوگ اس کے صومعہ کے قریب اور تر تو میراے انلوگوں کی صیانت  
 کیئے اور اس سے کہانے بکوائے اسکی دست انلوگوں سے خیال کیا کہ حضرت  
 مسلم کو دیکھنا اس بوعیت کی کہ کویکہ سید لوگ اور تے تھے تو وہ  
 صومعہ سے دیکھ رہا تھا کہ اہل قافلہ کے درمیان آپ کے سر مبارک پر  
 ایک بارہ ارسا لگن ہے نا سیکہ اسی حالت سے قافلہ کے لوگ  
 ایک درخت کے نیچے جو وہاں سے بالکل قریب تھا رکتے ہوئے  
 تو بحیرا ل قافلہ نے اس بارہ اکر کیرط نظر کی تو اسکو اس درخت پر  
 سایہ گسر دیکھا۔ اور درخت کی شاخوں کو بھی حساب سولی اصلعہ پر الی انکی  
 کی عرس سے سرگلوں یا یا۔ حب بحیرا نے یہ مشاہد کیا تو وہ اپنے صومعہ  
 سے نیچے اور تر۔ تب ان لوگوں کے دعوت کا انتظام کیا اور آپ کہانے پائے  
 توان لوگوں کے پاس کھلا بھی کہ حضرت قریش میں نے آپ کی مہمانی کیئے  
 کھائے کوائے ہیں اور میری اس دعا ہے کہ آپ سب لوگ میرا راجب  
 چہ علام چہ آزاد تشریف لاکو حضرتنا اول فرما میں قریش کے ایک حساب  
 کئے لگے کہ اے بحیرا سید اح کے دن کیلئے کوئی مخصوص سال ہے۔  
 کیونکہ تم نے ہمارے ساتھ اس قیل کہی اسے محاسن سلوک ظہر  
 ہیں کئے تھے آج کی کیا شان ہے بحیرا نے جواب دیا آپ لوگ  
 راتے ہیں لیکن بات یہ ہو کہ آپ لوگ مہمان ہیں۔ آج میری یہ خواہش  
 ہوئی کہ میں آپ حضرت کا اکرام و تواضع کر میں اور آپ کیلئے کھائے تیار  
 کر دین کہ آپ سب لوگ ملکر کھائیں۔ چنانچہ سب لوگ خواں دعوت پر جمع  
 ہوئے لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صومعہ کی اور میرساں کی

شد بد او بیطری الی اشیاء مریدہ و قد کان یجدھا  
عندہ عن صغریٰ حتیٰ اذ افرع القوم من طعامہ و  
قصرو اقامہ لہ یحیوا فقال یا غلام اسئلك عنی اللہ  
والعزیز لکما احیوتنی عما اسئلك عنہ و اما قال  
لہ یحیو ذلک لکما سمع قومہ یحلمون بہما فترجموا بہ  
اللہ صلے اللہ علیہ والہ وسلم قال لا تسألنی ما لای  
والعزیز شیئاً فواللہ ما اعصت شیئاً قط ففضھل  
فقال لہ یحیو فواللہ لا ما احترقنی عما اسئلك عنہ فقا  
لہ بسئلی عما ذلک فجعل لیساء لہ عن اشیاء من حاکم  
من قومہ و هیئۃ و امریہ فجعل رسول اللہ صلعم  
تخبرہ فیواق ذلک ما عند یحیو امر صغریٰ ترونظری  
طہرہ فزلے حاتمہ النبیۃؐ میں کتبیہ علی موضعہ  
من صغریٰ عندہ (قال اس ہتام و کان مثل  
الواحی) قال ابن السنی قلنا فرج اقل علی عملہ الی الخ  
فقال لہ ما هذا الخ لاسمک قال اسی قال لہ یحیو  
ما ہو یا سمک و ما یبغی لہذا الخ لادان یکون اوہ خیا  
قال فانہ ابن اخی قال عما تعلی اویۃ قال مات و انا  
حلی بہ قال صدقت فارجر ما بن اخیک الی ملکہ  
واحدہ علیہ یحیو فواللہ لئن راوہ و عرقا منہ ما  
عرفت لہ لیتنیہ شرا و انا کاش لادن احبک ہذا تا  
عظیم فامرہج بہ الی بلاد ہجر بہ ہججہ امیاط سید  
حتی اقد بہ ملکہ حین فرج من تجارۃ فالتسام و فرج  
فما روی الناس ان ذریہ لو تا و ما و ہو ہو ہو ہو  
الصل الکتاب قد کا و امر حاتم رسول اللہ صلعم بار  
یحیو و ذلک السفر لہی کان فیہ مع محمد امیاط بار

نگرائی کی وجہ سے اسی وقت کے نیچے چھوڑ دیا جب پیرائے نام لوگوں کو  
مجمع نظر کی اور کسی کو بھی ادن میں سے اس صفت کا نہیں دیکھا  
وہ پیمان چکا تھا کہ لنگہ کا حضرت قریش کیا آپ کے کسی کو  
بیچے چھوڑ دیا ہوا و اسکو دعوت میں شریک نہیں کیا ہوگوں نے  
کہا کہ ہم نے اپنے لون تمام لوگوں میں منسکونہ نہ دیکھا ہے کسی کو بھی  
نہیں چھوڑا۔ مگر ان ایک لڑکے کو التباپنے سامان کی نگرائی کیے  
چھوڑا کہ پیر، بچہ نہ کہ نہیں ایسا دیکھو کہ انکو بھی ملا لیجے اور  
دعوت میں شریک کر لیجے۔ باسی اثنا میں مجمع میں سے ایک صاحب  
اوشے کلات و غزی کی قسم یہاں ہی لشم الطبعی ہے کہ اگر اس  
دعوت میں حضرت عبداللہ بن عمر لطلب کے پیغمبر نہ کہ چھوڑ دین اور  
اوسکو کھانے میں اپنا شریک نہ کریں یہ کہہ کر وہ اوشے اور آنحضرت  
صلعم کو لا کر تمام قوم کے ساتھ خوان دعوت پر بٹھلا دیا۔ جب پیرائے  
آپ کو دیکھا تو ہوا خاص سے وینک خوب فکر کرتا رہا اور پیرائے کے  
حسم مبارک پر کچھ ایشیا کو دیکھتا اور تاش کرتا رہا تا انکہ ادن تلم  
ایشیا کو یا گیا۔ جب کو وہ آپ کی صفات خاص کے متعلق خاص چکر  
ہا تھا صاحب تمام لوگ کھانے سے فراغت پا چکے اور اوہ ہوا ہر  
منتظر ہو گئے تو پیرائے آپ کے کہ اسے نوجوان۔ مجمل کلات و غزی کی  
یقین نہ دینا ہوں کہ میں تم سے اسوقت چور نہ ہوتا ہوں۔ چاکر اسکا  
پیرا جواب ویر مجھ سزا اسوجہ سے آپ کو کلات و غزی کی تقرری  
تھی کیونکہ وہ آپ کے اہل تافکہ کو انکی قسم کھاتے ہوئے میں چکا تھا  
جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے پیرا کا یہ حال سکر  
ارشاد کیا کہ مجھے کلات و غزی کی قسم دیکھ کر کوئی شے نہ ہو چو مجھے  
کسی شے سے اتنی نفرت اور اتنا انقض نہیں ہے جتنا اللہ عز و جل  
سے یہ سکر پیرائے کہ اگر اچھا تو آپ کو اب غزلی قسم دے کہ پیرا  
ہیں نہ کہ آپ کے لخت ہوں آپ کو اچھا اور ان کی لخت نہ ہوں یا ہن باب

حرمہم عنہ یحیوا و ذکرہم اللہ و ما یحدون فی اللہ  
 من ذکرہ و صفتہ و انہما انما ارادوا انہ لہ  
 یخلصوا الیہ و لہ یزلہم حتی عرفوا ما قال لہم و صدقہ  
 لہما قال فرکوا و الصوفی قواعدہ ان ہمام جلد اول طبع  
 مطبوعہ مصر

یونینا ہو وہ یونینو یہ سکر بجزا نے آپ سے آپ کی جواب میلہ کی اور بجزا  
 حالات و غیرہ کے متعلق سوال کئے۔ اور آپ نے اس کے مستفسر  
 کے جواب اس کی معلومات کے مطابق دیے تھے جو اس کو آپ کی صفات  
 مخصوصہ کی نسبت پہلے سے حاصل تھے۔ اس کے بعد اس نے آپ کے  
 دوش مبارک کے درمیان منبر کوٹ مشاہدہ کیا اور یہ بھی اُن علامات

میں داخل تھی۔ جو اس کو آپ کی صفات کے متعلق پہلے سے معلوم تھی۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ ہر ثبوت نشان حجامت یعنی بھینسنے  
 کے ایسے نشان تھے۔ جب بجزا آپ کی تلاش حالات اور مشاہدہ صفات وغیرہ سے فراغت کر چکا تو جناب الی طالب سے مخاطب ہوا اور  
 یونینے لگا کہ یہ یونان آپ کا کون ہوتا ہے۔ اسیطالپ نے کہا میرا بیٹا ہے۔ بجزا نے کہا یہ آپ کا بیٹا تو ہو میں نہ سکتا کیونکہ مجھے جمال  
 اس کے متعلق علم اطلاع ہے۔ اس کا ماپ زندہ نہ ہوگا۔ اسیطالپ نے کہا میری بھینس ہے۔ بجزا نے کہا اس کے ماپ کیا ہوئے۔ اسیطالپ  
 بولے اونھوں نے قصا کی اور ان کی ماں بھی گد گئیں۔ بجزا نے کہا آپ سچ دہاتے ہیں۔ آپ اپنے بھتیجے کو اپنے ہمراہ لیکر اپنی  
 ستر کی طرف جلد واپس جائیے اور ان کی نسبت یہودیوں سے ہمیشہ خائف رہا کیجئے۔ کیونکہ وہ لوگ اگر انھیں دیکھ جائیں گے اور یہی  
 معرفت سے جس معرفت سے میں نے انھیں پہچان لیا ہے یہ جان لیجئے تو ان کے لئے بہت سے مفاسد پیدا کرینگے۔ کیونکہ آپ کے  
 اس بھتیجے کیلئے مرتبہ عظیم حاصل ہوئیو الا یہ اس نے آپ جلد و انھیں لیکر بیان چلے جائیں بجزا کے یہ کلام سکر حضرت  
 اسیطالپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیکر سرعت تمام وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اور داخل مکہ ہو گئے جب اس  
 قافلہ تجارت کو تمام میں تجارت سے فراغت ہوئی۔ حیا بقول مسور۔ اہالیان قافلہ سے۔ زبیر تمامہ اور دین نامی یہودیوں نے  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بجزا ہی اسیطالپ اس سفر میں دیکھ لیا تھا اور انھیں صفات مخصوصہ سے پہچان لیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت  
 او سبقت سے ارادہ نہ کر لیا تھا۔ لیکن بجزا نے اوپر سحر اعراض کیا اور کہا خدا کی قسم کیا تم نے اپنی کتاب میں اس کی یہ صفات اور  
 حالات نہیں پائے ہیں اور اس خیال سے کہ وہ بد بخت آپ کے ساتھ ارادہ نہ کر چکے ہیں اس لئے بجزا نے لہو نکو او سبقت تک  
 نہ چھوڑا جب تک کہ ادن لوگوں نے بجزا کے قول معرفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت نہ کر لی۔ اس کے بعد وہ لوگ اپنی نفسوں  
 کی حیثیت سے باز آئے اور وہاں سے چلے گئے۔

ہم نے مضمون زیر بحث کے متعلق عربی مآخذ دن کی متعدد عبارتیں نقل کر دیں صرف اس لئے کہ دنیا دیکھ کر  
 اور پڑھ کر تبادا دے کہ ان طویل اور پُر تعلیل عبارتوں کے کس محلہ اور کس فقرے سے عیسائی مؤلفین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بجزا  
 بجزا سے تعلیم پانچکے معنی لیتے ہیں اور اس بنیاد پر بجزا کی فتح عظیم کا خوف و لاتے ہیں۔ واقعات تو صاف صاف  
 بتلاتے ہیں کہ بجزا نے عادت انبیا اور سیرت مرسلین کے مطابق آپ سے آپ کے ذاتی حالات و صفات کے متعلق چند مستفسر  
 پیش کئے اور آپ نے اس کے تمام سوالوں کے کافی جواب دئے۔ چنانچہ بجزا نے آپ کو موصوفہ صفات چند انبیا ہونا

بطور کامل یقین کر لیا اور یس۔

اتنی فیصلہ مکالمات اور مخاطبات سے کون یہ عقل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تعلیم و تلقین یا تدریس پانے کے مدعی بن گیا  
ہاں اگر اس فیصلہ مکالمات کے علاوہ یہ حیران کن اور شگفتہ آہ کی صحبت، خلوت اور مشورت کسی کتاب میں منقول ہوئی تو عیسائیوں  
کی ان بدگمانیوں کے لئے کفایت دہانہ ہو سکتی تھی مگر بیان دوسرے سے اس خیال کا وجود ہی نہیں۔ پھر ایسے بوجہ  
اور لا اصل خیال کی کمر بستی اور خوف ہی کیا۔ یہ سب تو بہت متعصبانہ ہیں جو مختلف قسم کے حبیب صورتوں میں پیدا  
ہو کر کو قطع عالمین عالم پرستی کے حاص عالم دکھلا رہے ہیں حقیقت شاسن کو اس فتح عظیم کے وسوسے کی اس بھی  
نہیں جاتا۔ بلکہ حقیقت کی نگاہوں سے جیسا کہ ہم اوپر لکھا آئے ہیں او کی اس قیاسی مع غلو کو حکمت کامل متاثر کر کے  
صورت و اقوال کی اس عیسائیت کے اتنے ترسے عالم متوجہ جو علم و کمال کے اعتبار سے اس زیادہ کی عیسائی  
دنیا میں اپنی مثال اور دنیا حجاب میں رکھتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی کامل طور پر تصدیق نہیں کی گئی تھی  
اور گوارا نہیں بلکہ کھٹا آواز ترخانہ علاوہ لرین۔ یہ تصدیق اور یہ توثیق بھی کیسے کی اور کیونکر کی۔ اس طرح کہ کتب و صحیفہ صفات میں  
سے مطالب کرنے کے بعد ایسی تصدیق و تحقیق معرفت کا اظہار و اقرار کیا۔ اس تحقیق و تصدیق پر بھی انکشاف میں کسی بشارت  
بعد خبر بھی کر لیا گیا یہ بطرح اسی اچھی ابن ہشام کی عبارت سے ثابت ہوا کہ اول راہب ان صفات کو آپ میں شہادہ  
کر کے تمام توحید کی دعوت کا سامان کیا لیکن نہ مان جب کہ ان کے کو بیٹے کو حیران کی واقفکار اور حواریوں کے انکشاف میں صفت  
کا تمام مجمع میں بھی ایک کبھی یہ یا باحکے حیر مقدم میں اس ضیافت کا خاص تاہم کیا گیا تھا اور حقیقت حال یہ بھی کہ  
ان صفات سے موصوف اور ان خصوصیات سے مخصوص حواری مقدس تھی وہ اس مجمع میں حج را کے میں نظر نہیں  
تا انیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر بلائے گئے جب تشریف لائے تو حیران کو پہرہ تمام اوصاف و خصائص نظر آئے  
اسکے بعد طبری کے الفاظ میں راہب حیران کا کہنا ہذا اسید المسلمین نعمہ رحمۃ اللعلین اور تصدیق رسالت اور اقرار  
موت کا کامل ثبوت ہے۔

حیران کی یہ تصدیق نبوت ایسی کامل اور جامع تھی جسکی توثیق و تطبیق قرآن مجید سے بھی ہوتی ہے تو گویا راہب کی  
معرفت تمام کتب سماویہ کے مطابق تھی پھر اس کے کمال میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر اکثر علمائے اسلام نے  
اس کے سابق الایمان ہو چکی تصدیق فرمائی ہے۔ دیکھو زرقانی جلد اول تذکرہ راہب حیران علاوہ ہلین امام المکیہ فی القرآن  
بانی کی معرفت نبوت کے قرار دادہ اصول کے مطابق اگر چاہیے شخص نے افراد شہادتین بھی نہ کیا ہوتا تاہم ایسے شخص کا  
ایمان بھی حاصل ثابت ہوتا ہے اور اسلام بھی کامل دیکھو الکلام تمس العلماء مولوی شبلی مطبوعہ حیدر آباد  
حیران کے اقرار نبوت کے بعد اسکا اعلان بھی مرقومہ بالا مشاہدہ تاریخی سے ثابت ہوتا ہے۔ حضرت

آنحضرت کی شان عظیم سے آگاہ کرنا۔ اور لڑے سے دور رہی کہ واپس لیجائے کی تاکید نہ دیکر رہا۔ استرازیہود کا جو ظاہر ہے جس جہاں یہود کھلتے تھے مگر حقیقت میں خود بخوار تھے اور خفاک آنحضرت صلعم کے متعلق ارادہ بد کرنا۔ بھیرا کا ایک مفسد دن بڑا کموسر لٹ کر مارا اور انھیں کی کتابوں سے اور کموسر لٹ کر مارا۔ یہ سب کیا تھا۔ نبوت کی سچی ہیجان تھی اور رسالت کا سما یاں اعلان موجود صورت حال کو دیکھ کر اور ڈیرھکر ہر شخص ملا تکلف سمجھ لیگا کہ اس عالم لصرانی کے موجودہ طرز عمل نے لصرانیت کی حقانیت پر محویت کا قلم بھیر دیا اور عیسائیت کو شکست کا مل ہیو کیا کہ صداقت اسلام کی فتح عظیم کا اعلان عام کر دیا ہے۔ مسیحی مصیبت کی خاص عادت ہے اور عیسائی مقررین کا قدیم طرز تحریر کہ وہ اسلام کی نقل واقعات میں طرح طرح کی قلم کاریوں سے کام لیتے ہیں اور اپنے موبابہ عرض و مقاصد سے انکے غلط معانی لگائے اور خلاف مطلب بتلانے میں درا کھی ترمیم میں کرتے۔ جیسا کہ راہب بھیرا کی حقیقت حال سے منکشف ہوا۔

اس بحث طولانی کے حاتمہ میں ہم کو اتنا اور تھلا دیا ضروری ہے کہ شلی صاحب ہوں۔ یا سر سید احمد خان انجمن کا اس واقعہ کے وجود ہی سے انکار کرنا ایک سیکار کو شمشیر ہے۔ کیونکہ ایسے صریح انکار سے موخرین اور محمد میں اسلام پر کیا سمجھ کر موصوعیت اور کثافت اثر کا التزام صحیح نہیں نکال سوج جاتا ہوا اور مقررین کی نگاہوں میں اسلام کے ایسے مستند اور متبرین علماء متبرین کی بے اعتباری اور غلط نگاری ثابت کرتا ہے جنکی تالیفات اور تصنیفات کے اعتبار یہ اصول اسلام کے قدر کی تیرہ سدی محض ہے۔ ایسی حالت میں یہ ترویج نگاری تمام کتب حدیث و صحاح کی کساد باری کر دیگی۔ حالانکہ انکی خطا ذرا بھی تا مدت ہمیں واقعہ صحیح ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں مگر خوش قسمتی سے عقیدت مندوں نے جو ٹر لگا یا ہے۔ وہ ایسے موقع اور بے شکا ہے کہ اصل و بیوہ کا فرق صاف نظر آتا ہے۔ یہ اہل صحاح کی سادہ لوحی ہے یا ایسے اصول اور طریقہ کی یا سدی کہ اس عسکے آج تک نکال نہ سکے۔

اب رہا یہ امر کہ اس واقعہ کے سر یا موصوع ہو سکے متعلق تہلی صاحب نے صحیح ترمذی کا قول یا تاریخ طبری کے رواد کی جج و قبح تحلیل و تعلیل قائم کی ہے۔ وہ سب دور را کار اور بیکار کا طومار ہے۔ جو تہلی صاحب نے سیرۃ النبی کے جلد اول و جلد دوم ہمت ہی ایسی حدیثیں مسدح کی ہیں جو مرسل کیا غریب۔ احاد اور ضواف میں داخل ہیں۔ اور ان کتابوں سے براہ اولے دیے ہیں جو تمام اقسام کی حدیثوں پر حاوی ہیں۔ ہم تو تہلی صاحب کے اس محققانہ اور متقنہ احتیاط کے اسوقت قائل ہوتے جب ہم دیکھتے کہ آپے ایسی کتابوں کو اپنا واحد نہ بنایا ہو تہلی صاحب کو گھسا چاہیے کہ ان کتابوں پر بھیر ہیں۔ ایک تہذیبی کیا تمام کتب صحاح احادیث مرسل سے پڑھیں تہلی صاحب اگر صحاح میں صرف صدوق و مرثوع کی تہا شرط قائم کر دیں گے تو اس معیار پر نہ بخاری بیگی اور نہ مسلم مسلم۔ جو کہ ہم اس بحث کو کسی قدر اور لکھ آئے ہیں سیلے سمین زیادہ طوالت بیکار ہے۔ باقی رہا تہلی صاحب کا یہ کہنا کہ ابو موسیٰ الاشعری طبری کے ایک طریقہ کا آخر راوی ابو موسیٰ الاشعری چونکہ تہذیب و واقعہ ہمیں تھا سیلے اسکا قول قابل قبول نہیں یہ آپ کا دم ہے جو ہم سید کی طویل حسن حدیث کا ضابطہ ہوا ہے۔ انکو بھی خطبات کے اکثر



مقامات میں ایسے ہی تو ہمارے پیش آچکے ہیں۔ مترخص بیٹے دونوں حضرات کو اپنی تصریح کی حقیقت اور مطالقت قائم کر لینی تھی اور وہ کسی طرح قائم نہیں ہو سکتی۔ بطور رسالت کے واقعات صحابہ کی ربانی مرقوم ہیں۔ انہیں آپ حضرت انکی ذاتی شرکت کی تلاش کیونکر کر سکتے ہیں اور انکی شرکت کو کیسے یا سکتے ہیں حضرت ابوبکر کے لیے قدیم صحابہ کی شرکت کو ابھی ابھی آپ خود موضوع و مہول ثابت کر چکے ہیں اور حقیقتاً ہے کبھی ایسا ہی۔ تو پھر ابوموسیٰ اشعری اور دیگر متاخرین صحابہ کی شرکت کی تلاش تو ایک کھوئی ہوئی عقل والے کا کام ہوگا حضرت ابوبکر مدکورہ بالا واقعہ میں اگر شرکت نہیں تھے تو یہ خود ضرور ہو چکے تھے اس لیے انکا اس واقعہ کا ذکر کرنا اگرچہ مفلاً مستعبد ہوگا مگر محال و ناممکن نہیں ہو سکتا۔ لیکن انکے ذکر شرکت پر ایسا تہذیب کا کرنا گویا تو پھر اس واقعہ میں ابوموسیٰ اشعری کے ایسے متاخرین صحابہ کی تلاش شرکت تو اپنے معیار سے خود انکار کرنا ہوگا۔ اس لیے شرکت واقعہ کی دلیل قائم نہیں ہو سکتی۔ ہاں آپ کو اسکے پوچھنے کا حق ضرور حاصل ہے کہ ابوموسیٰ نے کس سے سنا ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ عالماں احادیث اور امامان مرویات نے قول صحابہ کو اتنی اہمیت اور عظمت دیکر نقد احادیث کے اصول میں حنا صاف لکھ دیا ہے کہ مرسل صحابہ صحیح ہیں اور معتبر تو ایسی حالت میں اس مستفسرہ کا حق بھی آپ کو مشکل سے حاصل ہو سکتا ہے اسوس ہے کہ ہم اس بحث کو اس سے زیادہ ہمیں لکھ سکتے اور اتنا ہی کافی سمجھتے ہیں۔

راہبہا بھرا کا واقعہ اسلام کی صداقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کا معیار عظیم ہے رحمتہ العالمین کے صفات قدسیہ اور سید المرسلین کے کمالات نبویہ کے متعلق اس عالم نصرانی کا اقرار۔ اعتراف اسکی تصدیق و توثیق حقیقت میں اصول اسلام کی بنیاد کو ایسی مستحکم اور سنوار کر رہی ہے جو نصاریت اور ربہا بیت کے بڑے بڑے زوردار مایہ نازوں کے ہلانے نہ ہو سکتی ہے نہ گرائے کر سکتی ہے۔ عیسائیوں کی دراصل یہ کمزوری ہے اور ان کے اصول کا حقیقی ضعف جو اسلام کی عظیمیہ ان فتح کو صرف عالم مرتبی کی غرض سے عیسائیت کی کامیابی بتلاتے ہیں۔ یہ ان کا ایسا غلط دعوے ہے جو عقل سے ثابت ہو سکتا ہے۔ نقل سے۔

ہم کو آخر میں یہ بھی بتلادینا ضروری ہے کہ انہیں اسلامی سے اس واقعہ کی نقل و اندراج میں غلطی بھی واقع ہوئی ہو اور اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ محمد بن سے زیادہ مؤرخین کا طبقہ اسکے لیے زیادہ جواب دہ ہے وہ غلطی یہ ہے کہ کھیر کے واقعہ کو تمام مؤرخین اسلامی نے عموماً واقعات تاریخی کے سلسلہ میں بیان کیا ہے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ اونکے نزدیک یہ واقعہ اہل بیت میں پیش آیا جب بن مبارک بارہ تیرہ برس کا ہو چکا تھا۔ اس بنا پر تمام تاریخوں نے ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہویں سال کے تفصیلی حالات میں اس واقعہ کو قلمبند کیا ہے۔ مؤرخین کو اسکے نقل سے پہلے اسکی اصلیت اور مناسبت پر غور کرنا چاہی تھا۔ لہذا ہمیں کوئی کلام نہیں کہ یہ واقعہ آپ کی عمر کے بارہویں سال میں واقع ہوا لیکن سوائے اس تعلق اور مناسبت کے اس واقعہ کو آپ کے ذاتی حالات سے جو سیرت کا نہ اصل موضوع ہو اور نہ مقصود۔ کوئی علاقہ اور وسطہ نہیں۔ اس واقعہ میں جس قدر حالات ہیں وہ آپ کے صفات و علامات نبوت وغیرہ کا انکشاف کرنے میں اسکی کیا اصل

صحیح ہے کہ اس واقعہ کے نقل و ذکر کا یہ مقام نہیں تھا۔ بلکہ اسکو اعلان نبوت اور اظہار رسالت کے قریب جگہ دینی چاہی تھی اور نبوت کی پیشین گوئیوں اور سلسلہ بشارت میں انکو قلمبند کرنا بہتر تھا لیکن ما اہمہ یہ مقامی نامناسبیت اس واقعہ کی موضوعیت کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ مونیس نے چونکہ عام طور سے ایک بشارت کو وقوعات قبل از ولادت سمجھ کر اپنی اپنی تالیفات میں بہت کم بیان کیا ہے اور اپنی موضوع تالیفی سے لاندہ بھرا اور ایک حد تک صحیح سمجھا ہے۔ اسلیے اس واقعہ کو آپ کی صغیر سنی کے حالات میں نقل کر دیا ہے مگر وہ نقل بھی اسی حد تک جس حد تک اسکی اصلیت ہے اور وہ اتنی ہی ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات میں مجسہ کی نبوت و رسالت کے وہ تمام صفات و علامات جو اپنی کتب صحائف میں اسے پڑھے تھے تمام و کمال مستاہدہ کیے خود انکی تصدیق کی اور دوسروں سے کرائی ہوئی چیزیں اسلام کا اس واقعہ کے نقل و ذکر سے صرف اسی قدر مدد ماٹھا۔ اور اسکی حقیقت اور اصلیت بھی اتنی ہی تھی جیسا انی مصیہس کی دیاستداری اور حقیقت نگاری کا مقتضایہ تھا کہ اس واقعہ کو وہیں تک محدود رکھتے جہاں تک انھوں نے اصل ماخذوں میں یا یا تھا جیسا کہ مولوی سبلی صاحب بتلائے ہیں۔ اور متنا و دیات و عدالت بھی تھا کہ اسکے مقاصد و مطالب میں معویہ قلم کاریوں سے کام نہ لیتے۔ تو اہل اسلام کو اُنکے ان تحریر یا نہ نظر عمل کی تنقید و تردید کی بھی ضرورت نہ تھی لیکن مقتضائے طبعیتش نہایت کہ مطابق اُنکے متصنّب اور نفسانیت اس موقع کو اپنی عالمگیر قلم کاریوں کے لیے عیسیت سمجھا اور اس سے وہ لائینی اور نحل معنی و مطالب کا لے جنکو وہ حقیقت سے وسطہ ہے اور نہ اصلیت سے سروکار۔

مترجمہ بالا واقعات سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت ابی طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیکر اس مقام سے واپس چلے آئے اور ایسے جگہ گوتہ کی حفاظت جان کے مقابلہ میں مال تجارت کے نقصان یا اصل سرمایہ کے ناوان کا کوئی خیال اور کوئی پروا نہیں کی قریش کا برسالا نہ تجارتی قافلہ تھا اور اس میں ان کے قدیم دوستوں کے مطابق تمام قبلہ عسائر کے اکابر و عائدین شامل تھے یہاں تک کہ اسطالاب کے سوا عبدالمطلب کے اور صاحبزادے بھی شامل تھے۔ ہجرا نے جناب سالکاب صلعم کی حفاظت و نگرانی کے متعلق جو کچھ کہا تھا اور تائید کی تھی وہ ان کے سامنے کی تھی۔ اور میرا ایک ذات میں نبوت و رسالت کے جو صفات و علامات پائے تھے انکا اعلان کیا تھا۔ وہ کے مقابلہ میں کیا تھا لیکن بھرا کی اس صلح و ناکید کا جو کچھ اثر ہوا وہ صرف حضرت ابیطالب کے قلب پر اُڑی نہیں۔ یہاں تک کہ عبدالمطلب کے اور بیٹوں سے کوئی صاحب اتنا بھی مؤثر ہوئے کہ تجارت کے کاروبار میں چند دنوں بھائی بھتیجے کو لبرے سے کہ تک یہو بخا دین مطالب اسکی اصلیت کو خوب سمجھتے تھے۔ اسلیے اسکی نسبت نہ بھائیوں سے اصرار کیا اور نہ اتنا کس لئے، اسلیے کہ وہ اپنے موجودہ منصب کی ذمہ داریوں سے جو ب واقعہ تھے اور سمجھتے تھے کہ حضرت عبدالمطلب اس منصب کی تفویض میں تمہیں اختیار کی اور اس ودلیت انکی کی حفاظت و نگرانی کے لیے تخصیص جاری فرمائی جو حقیقتاً نظام مشیت کا اصلی نشانہ



و مدعا تھا۔ تو کچھ آسین دوسروں کی امداد و امانت کا خواستگار ہوا نظام قدرت بن نعل و اناہر حضرت ابطالب کی یہ جہت یلایہ تہلل اور یہ پاداری اُنکے اُن ذاتی خصوصیات و صفات کا پورا ثبوت تھی ہر جن کی بنیاد حفاظت رسول صلعم کے منصب اعلیٰ کے لئے مدبرین قدرت نے اُنکا انتخاب فرمایا تھا۔ اور اُن کے موجودہ اور نیر آئندہ نعل و اناہر خد مات اے اسکے لئے اسکو پورا و موریوں اور مناسب مانت کر دیا۔

مجاہدین اور بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سن مبارک اس وقت بارہ برس کا ہو چکا تھا وہ زمانہ تھا کہ طفولیت تمام ہو چکی تھی اور سب امعاذہ اور بائعات اس سفر کے لئے کچلے جانے لگے۔ زمانہ تک اس کا سفر کا صحیح طور پر ثابت نہیں لیکن حدیثوں کی کتابوں سے منہجی حضرت اسیطالہ بکات کم حیرت و بارہا خانہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر یہ روایات اصلاً اذھل و ہی ہیں جو حضرت ابو بکر کی مشارت کی مقتدا نہ تو بلا تائید ہیں اور صحت سے بالکل خالی۔ بعض موحین نے محدثین کے برابر اس کو جایا بل جی کر دیا ہے مگر وہ اعتبار کے قابل نہیں ہیں حقیقت یہی ہو کہ اس سفر کے بعد پھر آپ کا کل جوان ہو چکے زمانہ تک لکین کا سفر میں کیا اور ابطلہ الیہ آپ کی پھر بھی سفر میں ایسے ہر لکینے اس وقت سے لیکر جوان ہونے کے زمانہ تک آپ کی دات مابکات ان محاسن صفات سے حامل اعلیٰ اور یکت جو ہر ظاہر و آشکار ہونے لگے جو عام فطرت السانی بن سہایت کم بلکہ ہمیں یاد آئے جاتے تھے آپ کے تمام قومی مدد کے اس وقت فضل و کمال کے اس حدود انتہائی تک یہود پہ پورے تھے جن تک اسان کا دسترس و شوار تھا قولے علی لفظی۔ اور جیسی کے کمالات سے آپ کے تمام محاسن اعمال اور مکارم اخلاق واضح اور لائح تھے۔ نیک نفسی سیلاست روی۔ پاکیزگی بطوری ہر عمل سے پیدا تھے۔ شرم و حیا۔ کرم و عطا۔ نیکو دھار و صبر و تحمل اور عیلا والاضاف آپ کے خاص شعار صلہ رحم۔ ادا سے حقوق جبار اور اعانت مظلوم آپ کے صفات ذاتی کے اعلیٰ معیار تھے۔ علم و وقار۔ تواضع۔ راست گوئی۔ اور امانتداری کی فطرت خاصہ کے حقیقی جوہر و غور و فکر۔ ترک علان اور سحفاں فی الخفا۔ ترکیب طبع قدسیہ کے اعلیٰ عنصر تھے مقدس طبیعت اچھی باتوں پر جس طرح ہمیشہ راغب و رایل رہا کرتی تھی۔ اس طرح بری باتوں سے کارہ اور قیصر تھی۔ پاکیزہ و با استوار۔ اور صداقت شعار لوگوں سے ملنے جملنے کیلئے جتنا میلان طبیعت تھا اسی غور و ظالم۔ درشت خو کیسہ پرور۔ کثرت اور عود و عین لوگوں کی صحبت سے استراذ و سحفاں اختیار کیا جاتا تھا۔ ان محاسن صفات کا اس وقت سے کہہ کے نام قابل ہوا۔ قوام پرانہ اثر تھا کہ ہر فرد بہتر ہو گیا ایک طری مملت کی نظر سے دیکھا تھا خلوت و جلوت کی صحبتوں میں آپ کا سکوت کم سخن اور اکثر شرافتمندی۔ حاضرین کے قلوب پر خاص اثر کرتی تھی۔ جن میں مکمل کے وقت لفظ لفظ سے صحت و صداقت مضامحت و بلاغت کی اس کثرت سے گہری ہوتی تھی کہ کسی کو کجبال سخن نہیں ہوتی تھی۔ ابن سعد نے طبقات میں ان تمام صفات کو ذیل کی عبارت میں نقل کیا ہے بطری اور ایں ہستام جن بھی قریب قریب یہی عبارت درج ہے۔

وكتب رسول الله صلى الله عليه وسلم مع أبي طالب كتاباً رسالةً إلى الله عليه وآله وسلم ليعلم عمتهم من أبي طالب

فَوَكَّلَهُ اللَّهُ فِئْتَهُ وَنَحْوَهُ مِمَّا مَوَّلَاهُ اِهْلِيَّةً  
وَمَعَالِيَهُ لِيُؤْيِدَ مِنْكُمْ رَايَةً وَهُوَ عَلَىٰ ذِي قُوَّةٍ حَتَّىٰ  
يُلَاحِظَ اَنْ كَانُ رَحْلًا اَصْلَ قَوْمِهِ مَدِيْنَةً وَاحِسَهُمْ حُلُفًا  
وَكَثَرَهُمْ مَخَالِطَةً وَاحِسَهُمْ حَوَارًا وَاعْطَاهُمْ حُلَاوًا  
اِمَامَةً وَاصْلًا قَوْمِهِ حُدَايَا وَاعْدَهُمْ مِنَ الْعَشْرِ كَلَادِي  
وَمَارَايَ مَخَالِطَةً وَكَلَامًا اَحَدًا حَتَّىٰ سَاعَةَ قَوْمِهِ  
**الَاٰمِيْنَ** كَمَا جَمَعَ اللَّهُ لَهُ مِنَ الْاَوْدَادِ الصَّالِحَةِ فِيهِ  
فَلَقَدْ كَانَ الْعَالِبُ عَلَيْهِ مَكَّةَ الْاَمِيْنَ وَكَانَ لَوَطْلَابُ  
مَحْفَظُهُ وَيُعِضُّهُ وَيَصْرِفُ اِلَى اَرْسَالَتِ صَدَقَاتِهِ

انگرا فی میں جوان ہو گئے پروردگار عالم نے ہر طریقہ سے آپ کی  
تائید کی۔ اور ہم حالات کی تمام معاصبات و مناقصہ سے محفوظ رہے  
رہا کیونکہ ان کرامتوں سے ارادہ شذیت میں آپ کی قوم کو بیداری  
کے طریقہ پر لاتا تھا یہاں تک کہ آپ ان تمام محاسن و صفات اُلوامہ  
ہو کر اس بلوغ تک پہنچے تو تمام قابلِ وادارہ میں باعتبار اولیٰ مرتبہ  
کے اَصْل ترین حسن اخلاق میں یکو ترین۔ ماہرمانہ طور سے ان تمام  
اکثر ترین جملہ اوقات میں اعظم ترین اور تقریر و بیان میں صادق ترین  
تھے۔ انبارسانی میں جس نیا فی اور دیگر اخلاقی و فہم پر کسے والے لوگوں  
زیادہ چلنے والے اور ہمیشہ پر ہیز و احتیاط اختیار کرتے ہوئے تھے

کسی شخص نے آپ کو متذرع اور تلخ کلام نہیں دیکھا یہاں تک کہ تمام قوم قریش اور باشندگان مکہ نے نبوت سے آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب دیا اور حضرت اسطیبا کی حفاظت و نگہبانی۔ اعانت اور نصرت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ انتقال  
**حرب بن شریک** انبیا رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ستر برس کی ہوئی تو عجب یہ مشہور معروف لڑائی ہوئی  
ہوئی۔ صحابہ ام حالات کا آخر معرکہ تھا یہ جنگ بھی اہل عرب کے نام و سلسلہ جنگ کی ایک لڑائی  
اور ایام حالات میں موم انارسی اور خونخواری کی ایک زندہ مثال۔ یہ لڑائی قبیلہ قریش اور قبیلہ قیس کے فیما بین ہوئی پہلی سبب جنگ  
ان سعدان القاطن تیلے تھیں۔

كَانَ سَبَبُ حَرْبِ الْعِمَارِ اَنَّ الْعِمَارَ اَنَّ سَعْدَانَ الْقَاطِنِ تِلْكَ الْاَوْدَادِ  
لَا اِلَى سِوَقِ عَكَاطِ اِلَى الْخَمَارَةِ وَاحْدًا وَهَالَهُ الرِّحَالُ  
عُرُوهُ اَنَّ سَعْدَانَ اَنَّ حَارِ اَنَّ كَلَابِ فَرَسِ اِلَى الْمَلَاءِ  
يُقَالُ لَهُ اَوْدَادُ قَوْمِ الْبَرَاءِ مِنْ قَبْلِ حَدِيثِ كَوْثَرِ  
مَسَاةً مِّنْ كَنَانِهِ وَكَانَ حَلِيصًا اَعْلَى عُرُوهُ فُقِتْلَهُ وَهُوَ  
اِلَى حَبِيْبٍ فَاسْتَحْيَىٰ هَا صَدَقَاتِهِ  
اور یہاں گھر خیر میں جا چھا۔

جنگ کا سبب تو یہ تھا۔ اثر یہ ہوا کہ قریب قریب تمام قبائل و عشائر جمالت کے قدیم دستور کے مطابق آپس میں متحد گئے  
قتل و قصاص کا معاملہ تھا اس نے طریق سے منحل و سکوت اور راکشداشت قطعی ماحول بنی عروہ کے قتل کی حرب عکاٹ کے  
میل میں ہوئی جو اس وقت تمام قبائل و عشائر کا مرکز تھا تو اس خبر کے سننے ہی قریش اور ان کے حلیف اور طرفدار قبائل نے آپ کی

کا ساتھ دیا اور بنی قیس سے عروہ کا قصاص طلب کیا۔ قریش نے بنی قیس پر صرف یہی الزام نہیں لگایا تھا بلکہ ایام حرم میں خونریزی کرنے سے اونکو قومی جرم بھی قرار دیا تھا۔ قریش کسی کنہ اور اوکے معاون قبائل عروہ کے خون ناحق سے اسقدر متاثر ہوئے کہ وہ سب کے سب عکاظہ کے میلہ سے انہا ینا مال تجارت والیں لیکر مکہ چلے آئے اور بنی قیس سے مقابلہ و مقابلہ کی تیاریاں کرنے لگے۔ بنی قیس بھی عوب تھے۔ وہ کیوں دسنے لگے بالآخر حرام میں سے مقابلہ ہو ہی گیا۔ اور سخت محرت پڑا اور بڑی خونریزی ہوئی چونکہ اس میں تمام قریش کے قبائل داخل تھے اس نے بنی ہاشم بھی شریک تھے۔ اور ایسے اعام کے ساتھ صالحی لاکھ بھی علیہ وآلہ السلام۔ میدان کارزار میں بنی قیس کو قریشیوں پر دو ہزار تک علیہ چل رہا۔ مگر دوسرے کے بعد قریش نے بنی قیس کو زیر کر لیا۔ اور آخر کار لڑائی عابین سے صلح پر تمام کر دی گئی۔

خواب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس معرکہ میں اپنی شرکت کا جو ذکر فرمایا ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: انما انا رجل قد حصرته مع عجمی۔ میں اس معرکہ میں اپنے اعام کے ساتھ شریک تھا اس معرکہ میں آپ کی شرکت کا سبب اول تو یہ تھا کہ قریش حق پر تھے اور ایک خون ناحق کے طالب فصاص۔ اس سبب سے انکا بطر عمل شریف صراح اور عدالت متفق کے نزدیک پسندیدہ تھا اور مناسب دوم یہ کہ اپنے قبیلہ کی عظمت و اقتدار اور اہم حق میں ایسے بزرگوں کی حمایت و نصرت بھی ضروری تھی۔ وقت اور موقع کی ان مگر یہ ضرورتوں نے آپ کو اس معرکہ میں شریک ہو چکے لئے تیار کر دیا تھا۔ اور آپ کی شرکت اپنا اعام کی حمایت و نصرت تک محدود تھی جیسا کہ ابن ہشام قول رسول ص سے صاف طور سے ان الفاظ کی تصریح کر دی ہے۔ کنت امل علی اعامی اسی اذ عہد مل عدوہم اذ امواہر عہا میں اپنے اعام کی طرف سے میرا ہاتھ دینی بنا رہا۔ اور دیکر تھا جو میرے اعام پر اس کے دس جلائے تھے۔ اس قول مبارک کی بنا پر اس جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بالکل اعلیٰ اہمیت ہوتا ہے نہ فحاشا نہ اور حقیقت میں جمیع خواب رسالت تک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض اپنے اعام کی نصرت و حمایت کی ضرورت سے اس لڑائی میں شریک ہوئے تھے۔ اوسطرح بنی ہاشم بھی قریش کی قرابت اور باخود ہا کے مراسم کے لحاظ سے شریک جنگ ہوئے تھے۔ ورنہ اہل مخالفت بنی کنانہ اور بنی قیس کی تھی۔

امام سیوطی نے ابن ہشام سے زیادہ تفصیل کے ساتھ تصریح کر دی ہے۔

و اما لما اتقا تل و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع اعمامہم و آلہم و قد یلم من القتال لاکھا کات حرب فجاؤ کا قوا ایضا کلہم کمالہم و لم یؤذ اللہ لموس ان یقاتل الا یدکون کلمۃ اللہ علی العلیا

خواب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اعام کا ساتھ دیکر اس جنگ میں شرکت نہیں کی۔ باوجودیکہ آپ مقابلہ اور مقابلہ کے پس تک پہنچ چکے تھے۔ اس کا باعث یہ تھا کہ یہ جنگ اہام حرم میں واقع ہوئی۔ جو سبب یہ تھا کہ جاہلین کلمہ تھے۔ اور اہل ایمان کے لئے نصرت اعلا۔ یہ کلمہ اللہ کی تمنا غرض سے وسمت نقصہ ہونیکا حکم ہے

حرب الفجار کی وجہ سے یہ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے یہ جنگ ایام حرام میں واقع ہوئی۔ اور یہ ایام حرام

تکے میں جہالت اور اسلام دونوں زمانوں میں عام طور سے جہالت و قتال و جنگی اور خویشی وغیرہ قلعی ممنوع تھی ایسی بنا پر اس جنگ کا نام حرب الفجار رکھا گیا۔ ۵

**حلف الفضول کے** حرب الفجار کا فیصلہ طریقین کی مصاحبت سے ہو گیا۔ مگر کوئی راہ ہو نیک و بد۔ میر و دہر و معاہدے میں شرکت طبعیت والوں سے خالی نہیں رہتا۔ اس لئے حرب الفجار سے اہل مکہ کی در و مندر و انصافی و طبعیت والے بے حد متاثر ہوئے اور ان میں سے زیادہ افریقیے والے سی ہاشم تھے۔ ان سحر نے انکی تخصیص کی کامل تہجیر کر دی ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں کہ اعلیٰ احد اسحق دنی ہا اشمہ ہذا الحلف میری تحقیق میں نہ ہاشم پر کسی مرد واحد کی سنت اس معاہدے میں ثابت نہیں ہوتی طہقات ح ۱ ص ۸۲۔

اس معاہدے کا خیال نبی ہاشم میں سے پہلے زیر بن عبد المطلب سے پیدا کیا۔ اور انکی وصیرہ ہوئی کہ حسب فرائض بنی ہاشم نئی کائنات کے قتل و خونریزی کو دیکھ کر ان کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کم سے کم مکہ سے ایسے مرکزی مقام کو تو عرب کی سفاک اور سیر اور قوم کے حملات سے محفوظ رکھا ضرور ہے۔ لیکن یہ استعمال ہا ہا نہ تھا و کے معاہدے غیر ممکن نہیں ہو سکتا۔ اس غرض سے زیر بن عبد المطلب نے دیگر اکابر و عمائد قریش کو اس تجویز میں اپنا بیجاں اور ہکلام نہایا طبقات میں انکی تجویز و تدبیر کی علی صورت ان الفاظ کی توفیق مل گئی کہ کان حوہ الفجار فی شوال و ہذا الحلف فی ذی القعدہ۔ اس جنگ فرائض وال میں واقع ہوئی اور حلف الفضول دی قعدہ میں دوکان اشتر و حلف کان قعدہ اول من دعا الیہ الیہ

**۵** شبلی صاحب نے نری خصمیت کیا تھ لکھا ہے کہ حرب الفجار میں انکی شمولیت ضرور میں عبد المطلب تھے قریش کا رئیس اور سید الارض اعظم حرب اس امیر جو اوسعیان کا باپ اور امیر حادیہ کا دادا تھا اور یہ سارا اعظم کے حطانی الفاظ مٹے قلم سے لکھے گئے ہیں نہ سید عبد المطلب کی کوئی معرفت نہیں کرائی گئی ہے اور حقیقتاً کوئی ضرورت بھی نہیں تھی لیکن قریش کے یہ سارا اعظم حرب ابن امیہ کی کل تفصیل و تفصیل سے معرفت کرائی گئی کہ آپ اوسعیان کے والد امیر حادیہ معویہ صاحب کے صاحب محمد۔ اس مخصوص تفصیل سے جو آپ کی

غرض تھی وہ ہم سمجھ گئے آپ کی اتنی خام مر سائی رہی تھی امیہ کی درخواست ہی ہو اور وہ اس غرض سے ہو کہ آپ یہ وقت کو نبی ہاشم پر ہی امیہ کی ایک گویہ حکومت رمارت قائم کرنا چاہتے ہیں لیکن آپ کے اس منصوبہ اقتدار کی حقیقت کا انکشاف تو عنقریب ہم اپنے مقام کرینگے لیکن بیان اس امر ضروری ہے کہ آپ کے مدد و دکانی اقتدار حرب الفجار کے یہ سارا تھے۔ انکی دکانی اقتدار ہی کی حالت تو یہ میں سے ثابت ہو جاتی ہے۔ اب یہی نبی ہاشم کی امارت نہ شرکت رسول صلعم کو یہ سے فوج و فائدہ و حط و دات سرور کا ثبات پر لازم آتی ہے و یہی ساری ساری ہاشم و قریش پر اگر اس توضیح سے آپ کا یہی مفہور ہو تو خدا آپ کو مبارک کرے ہم نہیں سمجھتے کہ اس تصریح و توضیح کو میں محض سے سی امیہ کی کون سی غلط فہمیاں تھیں۔ حرب خود شبلی صاحب امام شبلی کی اس عبارت سے کانت حوہ فائدہ و کان فی الضمان کھٹا ایدر ہا تھی کہ یہ سب کچھ ہمیں کھار تھے۔ انکی حقیقت کو دیکھا کہ ہیں اور خدا کو فائدہ و جانیت تسلیم ہے کہ شبلی صاحب کے حرب امام اگر کسی حکمران کے یہ سارا اعظم کے کسی کامر سلطان و امیر ترک حکومت تھو اور اعظم کو اس سب لال سلام بار بار بیان کیے و دعوت دیا کہ میں نے اللہ علیہ سید ادا و جید و ربی عنہ

معاہدے کی زیرین علی علیہ السلام کی ابتدا کی اور لوگوں کو اس کی دعوت کی سی ماہرہ اور تیس سال معاہدے کی عرصہ بدلتا لیکن حدیث کے مکالم میں جمع ہوئے میلے حاضرین کی مبادعت کیلئے پھر سے مجلس مجمرہ کا انعقاد کیا اور صلہ کو درمیان دیکر جاس میں معاہدہ کیا کہ وہ لوگ غلو میں کس طرح کوتاہی

اس معاہدے میں نبی باہم کے فردا علیہ السلام کے سبک مایہ اختیار ہوئی حیثیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریک تھے خیمہ خود را فرماتے ہیں۔

عبدالطلب فاحتمول انہا شہر و دھوہ و تیدہ و قہ  
عبدالطلب من جلعان فصع لہم طحاما معاندا و  
قناہد و اللہ القائل لکون مع المظلوم حتی یؤد  
الیہ حقہ طبقات ص ۸۲

کے ساتھ اس وقت تک مقابلہ کریں جب تک کہ ظالم ایسے مظلوم کو نہ دیدے۔

اوس معاہدے کے عرصہ میں جو دار علیہ السلام حدیث میں منع ہوا تھا اور  
سواہم سے منع ہوا اور تیس سال اس قسم کی اس قسم کی تھی حلف اٹھایا تھا  
کہ وہ غلو میں کی اعانت و حمایت کیا کریں گے مجھے سرگٹالے اور تیس  
دینے جائیں تو میں۔ لوں اور آج بھی اگر ایسے معاہدے کیلئے مجھے کوئی

۱ احب انی لحلف حصرتی دار علیہ السلام حدیث  
سمر المعروانی اعلیٰ ہا شہر و دھوہ و تیدہ و قہ  
ان یکنو مع المظلوم و وصیت بہ لا حب و ہو  
حلف الفصل طبقات ص ۸۲

بلکہ تو میں حاضر ہوں وہ معاہدہ حلف الفضول تھا۔

یہ بھی ضرور متلاویس کے قابل ہے کہ حمایت مظلوم کے اس معاہدے میں ہر نبی یا شہرہ اور نبی یا شہرہ  
بنو امیہ کا نام کی تاریخ یہ شہادت کی کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس سبب لیکھا کہ قبل صاحب کا ابھی بھی بتلایا  
ہوا تھا انشاؤ ذی شرا و مقتدر قبیلہ اخلاق میں کسان کو زور واد و ظالم کا کیا ہو کر تھا جو اوجہ اسکے کہ اوس معرکہ میں فرج قریش کا یہ سال  
اعظم تھا لیکن اس سے نہ کچھ متاثر ہوا اور نہ اس کے قوم کے اس معاہدے میں شریک ہوا۔ بلکہ ایسی جمالت میں نہ فطرت اور اجازت  
طبیعت کے زیر اثر ہو کر استیصال ظالم اور قتال ظلمہ وقت کے جو انتظام عدالت یہ مدان و در و مدان قوم نے تجویز کی تھی اس  
اغراض و روگر۔ ان کی لکھی۔ اور شریک ہوا۔ ان میں شہابی صاحب نے جن قبیلہ کی قدامت اور عظمت ثابت کرنے کی بنیاد قائم کرنا  
چاہی ہے وہ آثار ہی سے بقاوت متعار و مظلومین کو چھوڑ کر ظالمین کا مددگار ثابت ہوتا ہے۔

حمان تک تحقیق کیا گیا جو اس معاہدے میں ہوائے مرقومہ بالاتین قبائل قریش کے کوئی دوسرا قبیلہ داخل نہیں تھا۔  
بلکہ قبائل دیگر کسان کی جگہ بیرونی قرب وحوار کے اکثر نفوس شامل تھے۔ یہ کسی لئے تھا؟ اس کا اس معاہدے میں نہ شریک  
ہوئیوئے قبائل ایسی جنگجو طبیعت سے مجبور تھے۔ اور جمالت کے اثر سے سفاکی اور جو نرمی اور قہر کے مظلوم کو ہمیشہ کا ہیشہ  
اور اپنی معیشت کا مستقل ذریعہ سمجھتے تھے۔ اس سبب خاص سے وہ اس معاہدہ میں شریک ہونے پر راضی نہ ہوئے جو ان کے  
اکساب معیشت کے طریقوں میں سبب ہوتا تھا۔

نسلی صاحب کی اس تحریر سے حواہیوں نے اس حلف الفضول کی وہ تسمیہ میں قلمبند فرمائی ہے ہمارے مندرجہ بالا

حمان تک تحقیق کیا گیا جو اس معاہدے میں ہوائے مرقومہ بالاتین قبائل قریش کے کوئی دوسرا قبیلہ داخل نہیں تھا۔  
بلکہ قبائل دیگر کسان کی جگہ بیرونی قرب وحوار کے اکثر نفوس شامل تھے۔ یہ کسی لئے تھا؟ اس کا اس معاہدے میں نہ شریک  
ہوئیوئے قبائل ایسی جنگجو طبیعت سے مجبور تھے۔ اور جمالت کے اثر سے سفاکی اور جو نرمی اور قہر کے مظلوم کو ہمیشہ کا ہیشہ  
اور اپنی معیشت کا مستقل ذریعہ سمجھتے تھے۔ اس سبب خاص سے وہ اس معاہدہ میں شریک ہونے پر راضی نہ ہوئے جو ان کے  
اکساب معیشت کے طریقوں میں سبب ہوتا تھا۔

بیان کی پوری تصدیق ہوا حتیٰ ہے ۲۲ اس معاہدہ کو حلف العفصول اس لئے کہتے ہیں کہ اول اول اس معاہدہ کا خیال آپ لوگوں کو ہوا اونکے نام میں مفصلیت کا مادہ داخل ہے یعنی فصل بن حرت فصل بن دواحد اور فصل بن لوگ جنہم ترمذی طور پر قلیلہ کے لوگ تھے، یہ تحریر تیار ہی ہے کہ دیگر قائل کے لوگ تو اس معاہدے میں نہ کیا ہوئے لیکن قریش بن ہاشم سے تین قبائل کے اور کسی کو اس میں شرکت کی تو موقع نہ ہوئی۔ حکمی وجہ صرف وہی ہو سکتی ہے ہوا دیکھ لینی گئی۔

لیکن قبیلہ صاحب نے اپنی اس تحریر میں اپنے سابق شمار سے احراف واریا ہے۔ آپ کے مسودہ چول کا یہ طرز لفظ آپ کی بالیعات میں اکثر مقامات پر پایا جاتا ہے۔ اس واقعہ کی ابتدا میں تحریر فرمایا گیا ہے ۲۳ حکم شمار سے لوگ واپس ہرے نور میں اس علماء طلبت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا اور خاندان کے سرگروہ تھے یحییٰ بن یحییٰ کی، غرض کہ نبی ہاشم کے ساتھ اس خیال کی اولیت کا خود اعتراف فرمایا گیا ہے اور اریا یہ افراد و اعتراف بھی طققات ابن ہشام کے حوالے پر منقول کیا کہ حکمی اصل عبارت ہم او بقیل لکرتے ہیں۔ اور جس میں آل ہاشم کا اس خیال و پیچیدہ میں سے پہلے سبقت کرنا بالتحقیق مستحجج ہے۔ پر ہر وجود اس افراد و اعتراف کے مصدر جہ بالا عبارت میں کہ ہوا دیکھ لکھنا جاتا ہے کہ اول اول اس معاہدہ کا خیال جن لوگوں کو پایا اونکے نام میں لفظ مفصلیت کا مادہ داخل تھا یعنی فصل ابن حرت فصل بن دواحد اور مفصل۔ یہ لوگ جنہم ترمذی طور پر قلیلہ کے تھے یہ لوگ یا معلوم ہوا کہ اسکی اولیت ہی ہاشم سے صحیح ہیں ہے بلکہ کسی جنہم ترمذی طور پر اس کے موصلاں ہیں بلکہ صاحب کے ان اعتراف و اختلاف کو غور سے دیکھ کر اہل منہش آپ کی تلون مزاحی اور تفسیر طبعی کی حوا اندازہ کر لیجئے۔ وہ تفسیر ہوا و فصل کی حمایت سے بتلائی گئی ہے اور کواصلی ماخذ کا حالہ میں دیا گیا ہے۔ اور عبارت یرین حاسہ میں ہاشم کے اسکو خود تفسیر بتلائی گئی ہے وہ امام سیوطی کی حاص را ہے۔ اس بناء آپ کی دوسری توجہ سے پہلی توجہ زیادہ قریب الغم ہے۔ یہ ہوا طققات وغیرہ میں اسکی وجہ تفسیر خاص طور پر ہیں لکھی گئی۔ متاخرین نے اپنی حدت طبعی سے قیامی توجہ میں ہاشم کی ہیں محسوس کہ انہیں سے کوئی صحیح ہو سکتا (ان قطعاً اعتبار و خواہ ہے۔)

## ترویج با حصر حدیث الکبریٰ سلام اللہ علیہا،

شعی صاحب نے سیرۃ النبی میں واقعہ ترویج کو سارے کتبہ کے واقعہ کے بعد لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو ص ۱۳۷۔ آپ کی یہ تحریر آپ کی ذاتی تجدید ہے۔ اور ابن ہشام طبری اور ابن سعد وغیرہم قدیم عربی ماخذوں کی ترتیب سے بالکل خلاف ہے۔ ہرگز نہ ایک ڈیڑھ ہزار برس بعد والے مولف کو ان امور میں مجدد ہونے کے شوق سے مقلد رہنا ہی ہنر ہے۔ اس لئے ہم اہل عربی کی ترتیب کے خلاف اسوۃ الرسول میں ترویج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعہ کو تفسیر کبر کے واقعہ سے پہلے بیان کرتے ہیں۔

حلف العفصول کے معاہدے کے وقت آپ کا بن میں برس کا سات ہو چکا ہے۔ اور آپ کی ترویج کو تمام مہرین محدثین آپ کی پچیس برس کی عمر میں تیار تھے۔ اس خفا و منفقہ کے رو سے واقعہ ترویج معاہدہ حلف العفصول کے پانچ برس

واقع ہوا۔ اور یہاں ہو چکا ہے کہ حضرت ابی طالب کی ہر اہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے قافلہ تجارتی کو ساتھ  
سفر کیا تھا اسوقت میں مبارک بارہ یا تیرہ برس سے زائد کا ہیں تھا۔ اس بنا برتات ہے کہ آپ نے بارہ برس کی عمر ہی سے غلام  
تجارت کے طور پر اسی مقدس طبعیت کا میلان ظاہر فرمایا تھا طبعیت ہما بولی کی یہ قدرتی اور موروثی صورت تھی قدرت کا انشا  
بالکل کھلا ہوا ہے۔ وہ یوں کہ اتنی کمسنی میں اس قافلہ کا رومار کی طرف طبع مقدسہ کا میلان اور رجحان نمایاں ہونے لگا جس  
رہ نامہ میں عام فطرت والے بچے سوائے کھیلنے کوونے کے ترتیب معاشرت اور تحصیل معیشت کی کسی فکر و تلاش کی طرف مائل  
نہیں ہوتے۔ موروثی فطرت کو وہ ملاوت ماسوت سے ہر بار با سال پیشتر سے آپ کا خاندان اعلیٰ اور دو مان والا حوالہ  
متواضعیل اور آخر قریش کے مخصوص نام و لقب سے تمام قطع عالم میں مشہور و معروف تھا ہیبتہ اور بربر تجارت ہیبتہ  
اس مشہور عالم سلسلہ میں قسطنطین کے وقت سے کار و مار تجارت کے فروغ یا بانی کی عملی تدبیریں جاری کیا گئیں اور ایک ایک  
آپ کے حد زبردوار ہاشم بن عبد مناف کے زمانہ میں وہ تدبیریں کامیابی کے نقطہ کمال تک پہنچیں۔ یہاں تک کہ سلاطین غیر ملک  
اور اقوام غیر مسلم بھی تجارت رفت کے لاپلاسی اور آسانی کا رومار کے لئے معاہدے لگتے اور روادار لاپلاسی دینے اور اپنے ظہر میں  
اطلاع عام کی صورت سے اسکے اعلان جاری کئے۔ حدیث کہ ہاشم بن عبدالمطلب کے حالات میں تفصیل سے لکھا گیا ہوا اسی طرح  
مسل طور پر ہاشم کے لئے مطلب مطلب کے لئے عبدالمطلب اور عبدالمطلب کے لئے اس سلسلہ کے تمام ہر ایک کا رومار  
تجارت وراثت رہے اور معیشت کا وہ طریقہ اور عام ذریعہ جدید تھے دراز سے اس سلسلہ میں جلا انھما ہی اسوقت تک قائم رہا  
رہا۔ اس بنا پر مولوی شمس علی صاحب کا یہ لکھا بالکل صحیح اور فی الواقع ہے کہ سس رشہ کو ہو پونچھ کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ  
آلہ وسلم کو جب فکر معاشرت ہوئی تو تجارت سے سہتر کوئی پیشہ نظر نہیں آیا۔

آپ نے اپنے اس موروثی مشغلہ کی ابتدا اپنے خاص اور تنہا سرمایہ سے مہین کی سہلہ متحرکہ سرمایہ سے اسکی خاص  
حاصل سرمایہ کی کمی تھی اور یہ بالکل ظاہر تھی اسلئے کہ نہ حضرت عبداللہ کوئی ایسا سرمایہ چھوڑ گئے تھے اور نہ حضرت ابی طالب  
اپنی کثیر العیالی اور حرج عیال داری کی مجبور یوں سے کبھی علیحدہ اور کافی رقم کا اور سرمایہ حاصل کر سکتے تھے۔ ان وقتوں کی پیم  
سے متحرکہ سرمایہ سے آغاز تجارت کا طریقہ اختیار فرمایا گیا اور یہ سرمایہ آسانی سے قائم ہو گیا۔ اس لئے کہ اسوقت یہ دستور جاری  
تھا کہ سہولیت کی حوص سے اکثر لوگ ایسا سرمایہ کسی استاد اور ہوت یا شخص کو جو بزرگ کے سپرد کر دیتے تھے۔ منافع میں اوسکو  
ایسا سہم نہایت تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت کے مشغلہ کو اسی طریقہ سے شروع کیا اور لوگوں نے بھی  
آپ کے ساتھ معاملات کو بطریق طر قول کر لیا۔ کیونکہ ہر شخص آپ کی یانت امانت اور صداقت کو بڑے بڑے چکا تھا۔

سنبلی صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن معاملات کی چند مثالیں سیرۃ النبی میں نقل کی ہیں۔ ہم بھی ان کو  
اپنے بیان کی تصدیق کے لئے دلیل میں نقل کرتے ہیں۔

عبداللہ بن ابی الجہل ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ نبی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خرید و فروخت کا سامنا



کیا تھا۔ کچھ معاملہ ہو چکا تھا کچھ باقی تھا میں نے کہا بھائیوں گا۔ اتفاق سے محکمہ بین وں تک ایسا وعدہ یا دہ نہ آیا میسر  
 دن جب وعدہ کیا گیا تو پوچھا تو حضرت مسلم کو اسی جگہ منتظر پایا لیکن اس خلاف وعدگی سے آپ کی بیشیانی پر بل تک نہ آیا۔  
 صرف اس قدر فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی۔ میں اس مقام پر تین دن سے موجود ہوں۔

ساتھ نام ایک صاحب مجسماں ہو کر خدمت افروز میں حاضر ہوئے تو لوگوں نے او کی تعریف کی آپ نے  
 فرمایا میں اللہ تم سے زیادہ جانتا ہوں سب نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فرمان ہوں آپ میرے شریک تجارت  
 تھے لیکن یہ بہت معاملہ صاف رکھا فکرت لاف لاسی فلا تمادی۔ میرا آپ کے دمہ نہ آپ کا میرے دمہ کچھ باقی ہے  
 قیس اس سبب مخدومی ایک اور صحابی تھے۔ آپ کے شریک تجارت تھے۔ وہ بھی انھیں انصاف کے ساتھ  
 آپ کے حسن معاملہ کی شہادت دیتے ہیں۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۳۶

سب کے ساتھ کاروبار میں آپ کی صفائی۔ معاملات تجارت میں اور لطمہ شرکت میں شریکاء کے ساتھ  
 آپ کی سچائی چاروں طرف مشہور ہو گئی تھی۔ اہل امت و دیات کا یہ عالم تھا کہ عموماً تمام تجارت اور اہل کاروبار آپ کی خوش معاملگی  
 اور صفائی کے گردیدہ تھے۔ تجارت کی غرض سے آپ نے بصرے اور شام کا سفر کیا تھا اور سیلے انھیں دونوں مقاموں میں  
 اسباب تجارت فروخت کر کے اپنے حق تدبیر و خوش لطفی سے کافی نفع اٹھایا تھا۔ پھر حرمین سرزمین ترقی ہوتی  
 گئی سلسلہ تجارت میں بھی اضافہ ہوتا گیا شام و بصرے کے علاوہ اور مقامات میں بھی جو تجارت کے محرک رہی مقام تھے  
 تشریف لیکے جعاشہ کا بار عرب میں سالار ملکی کاروبار اور حریدہ و خوش کے لئے بہت مشہور و معروف تھا۔ تجارت  
 کی غرض خاص سے یہاں بھی آپ کا تشریف لانا نایابوں سے ثابت ہوتا ہے۔

یہ واقعات بتلا دے ہیں کہ کاروبار تجارت میں آپ کی صفائی اور سچائی تمام تجارت پیشہ قوم و قبائل پر کامل طور  
 سے اثر پذیر ہو چکی تھی۔ اور شریکوں سے ایسے مقام پر آپ کو اپنا کاروبار تجارت پر جو کر کے کامی تھا انھیں لوگوں میں جناب  
 خدیج علیہ السلام بھی تھیں۔

یہ خوش قسمت اور عالی منزلت خاندان شرفا کے قریش کے ایک ممتاز خاندان سے تھی۔ یہ انجینیریت میں اہل انوار  
 محترمہ کا سلسلہ نسب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ تجارت اور کاروبار کے اعتبار سے تجارت کا  
 میں کوئی انکا مقابل نہیں تھا طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ جب اہل مکہ کا قافلہ تجارت کو روانہ ہوتا تھا تو انکیا حضرت خدیج  
 کا مال تجارت تمام قریش کے مال کے برابر ہوتا تھا نبلی صاحب اس عبادت کو ابن سعد کی عبارت بتلاتے ہیں حالانکہ یہ عبارت  
 طبقات ابن سعد کی نہیں ہے۔ بلکہ شرح زندقانی جلد اول صفحہ ۲۳۹ میں واقدی اور دیگر مورخین سے نقل لگائی ہے۔

نبلی صاحب ہی صفحہ کے زیر حاشیہ لکھتے ہیں کہ یکجا تمام حالات دیکھتے ہیں تو زندقانی جلد اول ص ۲۳۹ سے ۲۴۰ تک  
 دیکھنا چاہیے۔ حالانکہ حالات تفریع جناب خدیج شریک شرح زندقانی میں صفحہ ۲۳۸ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۴۰ میں تمام ہوئے ہیں

شبلی صاحب کی یہ سہو ہے۔ ان چھوٹی چھوٹی فرگنداشتوں کے لئے اہل تالیف قطعی محصور ہیں اور بالکل معفو۔ کیونکہ انکی مثال کل ان لوگوں کی کثیرالمتعلقہ و سہو الفطری یعنی ہے جس سے کوئی سبب نہج سکتا۔

ثروت و اقتدار کے اعتبار سے حضرت خدیجہؓ تمام تجارتیں عطلت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ مگر اور قرب و حوالہ کے تمام تجارت پیشہ قوم و قبائل کے لوگ اسکے ریزہ ریزہ تھے اور دست لگے۔ عادات و اوصاف کے لحاظ سے حضرت خدیجہؓ کی پاک نفسی حسن اخلاق اور عام ہمدردی مشہور وفاق تھی۔ انھیں تجارت کی خصوصیات سے ایام حیات ہی میں آپ کا لقب ظاہر و مشہور ہو گیا تھا۔ آپ کے ذاتی اوصاف کے متعلق ابن سعد بجزارت نقل کرتے ہیں۔

وہی جو عیسیٰ اوسط قریب نسبا و اعظمہ و شرفا  
ان ہتھام اور طری کے یہ الفاظ ہیں۔

و کانت حلیۃ تاجہ ذات شرف و عالی کثیر و تجارۃ  
تعت تھا الی لتمام متکون عیدہا کما عہد عرقیت و  
کانت نسبا حرا و زوال و بدفع الیہ مال مصادیہ  
لما نے تھے اور مع لیکر اہل سراہ دایں دیتے تھے

شبلی صاحب نے بھی اس مضمون کو سقیار بنی صفحہ ۱۳۶ میں لکھا ہے۔

جہاں رسالت آتصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہی حسن معاملات اور کارہ عادات حضرت خدیجہؓ کے میلان فاطر کے باعث ہوئے اور حقیقت میں بشارت قدرت کا یہ مقدمہ تھا۔ ابن ہشام اور طبری اسکی حقیقت ذیل کے الفاظ میں لکھتے ہیں۔  
جہاں صاحب نے جو کہ اسے حضرت علیؓ کے ساتھ لکھ کر اسکی صداقت یابی اعلیٰ اور علیؓ  
ما تطلی اور اعظم ترین اصلاق کی حریز ہو چکین تو ادا ہونے جو ایسی  
طرف سے اس تصریح کے ساتھ پیام صحیح اور درخواست کی کٹھن پر اسباب  
تجارت لیکر میرے علامہ سے کہ ساتھ شام کی طرف جاتے ہیں تو میں آپ کو  
اسکے معاد صدیقوں سے کہیں زیادہ وہ وہ لگی خود سے تاجر آپ کو  
یقابل لہ میبشیر

دیکھتے ہیں۔ اس ہتھام ۷۶ و مصری طبری ۱۱۳۴ (رحمن)

طہقات اور وہاں لبریک کی عمارات سے مستفاد ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ تعلقات تجارت قیام کے یہاں مشہور  
امیطال نے دی تھی۔ اور جب اس امر میں آنحضرت صلیم کا اختراع لیلیا تو حضرت خدیجہؓ سے اسکی خود تھک لکھ کر منائی۔ طہقات  
روایتی خرج صاحب لبریک ۲۳۳۔ اگر یہ سہو مدبر بالا عمارت سے آنحضرت صلیم کی ترتیب و درستی حدیث کی نہایت حضرت خدیجہؓ  
کے حال میں رہا بیٹھ کر عمل ثابت ہوتے ہیں لیکن جب اسکے دوسرے پہلو پر نظر ڈالی جاتی ہے اور لبریک الیہ کی حیثیت و تہمت جھرو

قناعت یہ جو بنی ہاشم کا تمنا ہے شرافت تھی۔ جہاں کیا جاتا ہے تو ابن ہشام اور طبری کے بیانات و مدارج و معنی و اہمیت سے قریب اثر ثابت ہوتے ہیں۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے اس پیام اور مجبورہ امتظام کو سنکر منظر و رالیا اور لاد کو معلوم میسر و نامی کے ہمارے سامان تجارت لیکر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ اس سفر میں آپ کی حسن تدبیر اور سلیقہ شعاری سے حضرت خدیجہ کی تجارت میں اُمید سے زائد ربح ہوا۔ میسر و ایک راندہ سے اپنی محدودہ کے کل کاروبار کا ختم ہوا۔ وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی اور دین خرید و فروخت میں خوش سلیقگی دیکر دنگ ہو گیا۔ معاملات تجارت میں میسر و نے آپ کی ایسی خوبیاں مشاہدہ کیں۔ جو اس نے دیکھیں کیا کبھی سنی بھی نہیں تھیں۔ کاروبار تجارت سے فراغت یا کرب فائدہ مکہ میں لوٹ آیا تو میسر و اپنے تمام مشاہدات جناب خدیجہ کے دہرا دیے۔

تمام اہل تاریخ و سیرت نے اسی واقعہ کو حضرت خدیجہ کے میدان خاطر کا باعث تسلایا ہے۔ اور ان کے ساتھ ملحق تجارت کے سلسلہ میں حضرت اسی ایک واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ اگر شلی صاحب نے صحت کے ساتھ حقائق و طور و ریاضات فرمایا ہے کہ اس سے پہلے بھی جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے کاروبار میں اپنی غایت و رصہ کی خوش سلیقگی حسن معاملات اور دیانت و امانت ثابت فرمائی ہے۔ اور انکی مفضلہ دلیل عبارت سے یوں انکشاف حال ہوا جاتا ہے۔

حضرت خدیجہ نے جہاں جہاں آپ کو تجارت کی عرض سے بھیجا تھا۔ ان میں جو جس بھی نفع جو میں ہے

حاکم نے مت رک میں لکھا ہے اور نوہی نے بھی تصدیق کی ہے کہ حشر میں آپ دود و دھوے شرب نیلے اور ہر وہ حضرت خدیجہ نے معاوضہ میں ایک اونٹ دیا۔ میسر و النبی ص ۱۳۸

ان ہشام و ابن سعد کی عبارات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت خدیجہ کی طرف سے ترویج کی سلسلہ جہاں شروع ہو گئی اور نفع بہ منت بہ منت تادی کا پیام لیکر جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئیں۔ ابن سعد ان الفاظ میں حقیقت حال کو بیان کرتے ہیں۔

عن نعیمہ بنت منبہ قلت کانت حدیثہ منہ	نعیمہ بنت منبہ کا بیان ہے کہ یہ حضرت جویلیہ بن اسد بن عبد العزی بن قبیلہ
من اسد بن عبد العزی بن قبیلہ	نڑی ہوتی یا روتہ و تریح بن خاتون قبیلہ بن اسد بن عبد العزی بن قبیلہ
مع ما راد اللہ بہا من الکرامۃ و الحمد و وہی و بشار و وسط	کا ارادہ توفیق و حرکت کے ساتھ اور کافق و متعادہ اس زمانہ میں اعتبار
قرین لسا و اعطیہم شرفا و اکثر ہوا و کل قومہا کا	مستبک کے اعلیٰ ترین قرین تہیں و صل و طرف کے لیا و اسے بھی اسل و عطر
حریصا علیہ کا حمالا و قدہ علی ذلک قد طلبوا ہا و مدلیا	تیں اور مال دولت کے شمار سے تمام قرین سے زیادہ متول اور حوال
ہما کا موال فامر ملتہ دسیسا الی محمد صلعم بعد ان ادھر	قوم و قبیلہ کے تمام لوگوں سے کلج کرنے کے متمنی تھے۔ اور چنی الاملا
لہ حریق بالصریح المرادے ہیں۔ میں ایک بہتر ہے۔ بیان کا چیرا اور وٹ مشہور ہے۔ تبیل من تراشہ صحابی اور اسد بن عبد الملک مسیحین کے ہستی	دائے تھے۔ تاہم اس الفاظ سے۔

اے کے سامنے تھی اگرچہ اسکے لئے صاحب حدیث کے تمام اموال بھی طلب  
فرمایاں تو وہ مدد کر کے لئے حاضر تھے نصیب کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ  
شام سے قافلہ تجارت کے واسطے آئے تھے مگر وہاں پہنچ کر اصل ان کے  
آگے و سلم کی صحبت میں پیام کج لیکر بھیجا میں نے حاضریت ہو کر  
عرص کی۔ اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اب ایسا یہ کہہ کر لے کر گئے تھے  
نافع ہے۔ ارشاد ہوا کہ میرے ہاتھ میں کیا ہے جس سے میں اپنے پیارے  
تسکد کروں میں نے کہا کہ اگر میں اس میں ایک کھالت کروں اور ایک  
ایسی جگہ لکھی گئی است لکھ دوں گا جو صاحب دست و دھار ہوگا

فی عید من التمام فقلت یا محمد ما یجمعک ان تروح فقال  
ما یدعی ما اروح بہ قلت فان کھیت ذلک و دعیت  
الی الحال و المال و التشر و الکھاء الا تخشع  
ھو قلت حدیجۃ و قال کیف لی بذلک قلت فقلت  
قال فاما فعل و دھست فاحدھما و اصل الیہ  
انت السائلۃ کذا و کذا و ادسلت الی عہما عہما  
لتروحھا فخصہ و اصل ھو اللہ صلی اللہ علیہ و  
اللہ و سلم فی عہدہ فوجہ احدھما و اصل ھو

مال و دولت بھی ہوا تو آپ کی کھالت بھی کر کے۔ تو کیا ایسی حالت میں آپ اسے قبول فرمائیں گے آپ نے ارشاد فرمایا۔ وہ کون  
میں گمادہ خاقون معطر عید ہے۔ ارشاد ہوا وہ کیسے اس امر پر راضی ہو گئی۔ میں نے کہا کہ انکی ذمہ داری مجھ پر ہے۔ ارشاد فرمایا کہ اچھا میں  
کر دینا عید کیا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مکرر نصت ہوئی اور صاحب حدیث سے اسے ادا و اقدہ میاں کر دیا حضرت حدیث نے  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اسی روز کج مقرر فرما کر کھایا اور آپ ہی عیال اس کے پاس اسکی حرکت کردی اور عید ترویج پڑھ دینے کے لئے  
کھایا۔ وقت مقرر یہ صاحب رات تاسع صلی اللہ علیہ وسلم آئے اعمام کے ساتھ حضرت حدیث کی عصمت سرا میں تشریف لگے اور آپ کے  
اعام میں سے ایک صاحب نے آپ کا خطہ کج چڑھا۔

مولوی شبلی صاحب ترویج کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔ وایں آئینکے تین جیسے بعد سفر شام سے حضرت خدیجہ نے  
آپ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا۔ انکے والد کا انتقال ہو چکا تھا لیکن آپ کے چچا عمران اس درندہ تھے عرب میں عورتوں  
کو یہ آزادی حاصل تھی کہ شادی سے پہلے خود گھٹک کر سکتی تھیں۔ اور آئین مالغہ یا مالغہ کی قید نہ تھی حضرت خدیجہ نے  
رجحان کے ہوتے خود براہ راست تمام رتبے کئے۔ یا ریحہ عقیقہ پر اوطالب اور تمام روضا کو ناز جن میں حضرت حمزہ بھی  
تھے۔ حضرت خدیجہ کے مکان پر آئے۔ اوطالب نے خطبہ کج چڑھا۔ یا یحییٰ و درم طلالی تمہارے مقرر کیا ہے یا سیرۃ النبی ص ۱۳۷  
بالغہ کے لئے تو عرب پر تو قوت میں تمام مالک اسلام اور غیر اسلام میں بھی یہی حکم و دستور قائم ہے۔ لیکن نابالغہ کے لئے  
شبلی صاحب کی تعلیم شرعی طریقہ سے اذون ہے اور عقلی قریمہ سے موزون۔ کیونکہ نابالغہ میں جب تک سن رشد نہیں پائی جا رہی  
اسکا کسی قسم کا اقرار یا اعتراف قائل اعتبار نہ ہوگا۔ اسلئے احکام شریعت اور قانون حکومت دونوں نے نابالغہ کے عقد نکاح میں  
ولایت کی ضرورت کو مشروط کر دیا ہے اور ایسا عام و دستور ہے کہ زیادہ تصریح کا محتاج نہیں اس بنا پر نابالغہ اور نابالغہ کا ایک  
حکم خلی کرنا۔ عام اس سے کہ قبائل اسلام ہو یا بعد اسلام شبلی صاحب کی غلط فہمی ہے۔

ابطالب کا خطبہ نکاح شبلی صاحب فی اوطالب کا خطبہ نکاح چڑھنا تو تحریر فرمایا ہے مگر اس خطبہ کی عبارت نہیں



ہیں اور کرتا ہوں۔ روضۃ الاحباب ۱۰۶۔ روضۃ الصفا۔ خاوند شاہ شہر قندھار۔ جلد سوم میں بھی یہی الفاظ مرقوم ہیں۔  
 علامہ زرقانی واقعہ تزویج کے سلسلہ میں کتاب فتی کی سند سے لکھتے ہیں۔

## ورق بن نوفل کا خطبہ نکاح

فی المستقی ولما اتموا طلاق  
 الحطة فکلمہ ورق بن نوفل

نوفل فقال الحمد لله الذي جعلنا كما ذكرتم وصلنا  
 كما على عدد من سادة العرب وقادتها فانه من  
 ذلك كله لا يمكن العشرة فلكم ولا يرد احد من الناس  
 منكم وشركم وقد رعاى الاتصال بحكمكم وتفرقكم  
 فاشهد واعلى معاشر قبيلتي ما في قدر وحت حدیجہ  
 بنت حويل بن محجل بن عبد الله على اربعين  
 دينارا واثم سكت فقال ابو طالب قد احييت ان  
 يشركك عمهما فقال عتهما معاشر قبيلتي في قد احييت  
 محمد بن عبد الله من خديجة بنت حويل وتهد  
 على ذلك صناديد قبيلتي.

فتی میں مرقوم ہے کہ حسب اربطالب ایسا عا نکاح حرم کر چکے تو ورق  
 ابن نوفل نے یوں تقریر کی کہ وہ عا قائل ستائیس ہیں بے ہلوگون کو  
 اوصاف سے موصوف کیا۔ جس کا آئینہ (اوطالت) دکھایا اور ہم لوگو  
 کو وہ حضائل عایت کے جس کا شمار و انحصار آئیے فرمایا۔ ہم لوگ  
 سرور قوم عرب ہیں اور پتہ دے قوم اور آپ حضرت (سی ہاتم) وہ  
 بر گوار ہیں جسے حضائل سے کسی مسلہ اور پتہ دے کو انکار ہو ہی نہیں  
 اور آپ کی معاصرو متعارف کر سکیں مرد و اہد کہ حر فیکری کی حرات ہو ہی  
 نہیں سکتی۔ ہلوگوں نے لطیف طر آب حضرت یحییٰ کو کر یا یا ادا کیے  
 مشارف میں شریک ہو یا قبول کیا۔ ای معاشر قبلی۔ آپ حضرت کے  
 گواہ رہیں کہ ہیں حدیجہ بنت عبد محمد بن عبد الله کے ساتھ جا  
 دیا مہر پر سیاہ دیا۔ یہ مکمل ورقہ حاضر مت ہو گئے تو حضرت اربطال نے ان  
 کو کہا کہ میری خواہش ہے کہ آئیس تعداد میں خدیجہ کے چچا کو

شریک کر لیں۔ یہ سکرادیکے چچا اسدا و ٹھکڑے ہوئے اور کہنے لگے اسے معاشر قبلی آپ حضرت گواہ ہیں کہ ہیں حدیجہ بنت حويل کا کل محمد بن  
 عبد الله سے کر دیا۔ تمام صنادید قبلی نے اس پر گواہی دی ص ۲۴۶

علامہ زرقانی اس کے بعد فتی کے اسناد سے لکھتے ہیں۔

اربطالب کو اس ترجمے سے ٹری مسرت ہوئی اور فرمایا اے اسکر ہے جتنے  
 ہمارے مشکلات و مہمت کو دور فرمایا۔

فرح اربطالب فرحاً متدیدا وقال الحمد لله الذي  
 اذهب عنا الكرب ورفع عنا الهموم

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و نگہ رانی اور آرام رسانی کے متعلق حضرت اربطالب کے تعلقات اور جذبات  
 کا اندازہ کرنا اور اد کو عام واقعات کی طرح پایہ ثبوت تک پہنچانا۔ اصول فطرت کے خلاف کو شش کرنا ہے۔ ہر آپ کو اپنے  
 سچ کی محبت ہونا لازمہ فطرت ہے۔ اسلئے مشاہدات کا ثبوت کیا اور بد بیات پر بحث کیسی۔ حضرت اربطالب نے اپنے خطبہ میں یہ  
 اس جذبات کو جن مبلغ اور بیسی العاطیہ میں بیان فرمایا ہے وہ انکشاف حقیقت کیلئے کافی ہیں۔ وہ یہ ہیں محمدؐ مس قد عوف و  
 قوائدہ محمدؐ سے میری قرارت کو سب جانتے ہیں۔ اس سے زاید یہ کسی انگشاف کی ضرورت تھی اور نہ کسی تفصیل و تیسرے کی احتیاج  
 اربطالب کا وہ خطبہ نکاح حوا پر نقل ہو چکا ہے ماسوا اسکے کہ زبان عرب کی فصاحت و بلاغت کا بی نظیر و بہتال نمونہ ہے اور

معاشرہ و مشارت بنی ہاسلم اور اسکے حاد فانی غفلت و وجاہت کے کمالات کا کیمیا اور حقیقتاً حضرت ابی طالب کے یہ اہل و عیال خود غنائی اور خود نمائی کی عرصہ میں موقع اور ناموزون نہیں تھے۔ بلکہ مناسب وقت کے اعتبار سے بالکل مطابق کیونکہ ان کا مشاغل ہمارے ہیں کہ جناب خدیجہ کی خواستگاری کیلئے تمام اکابر و عہدہ قریش اسی عہدہ الحالی اور فانی البالی کے لحاظ و مدد سے سامعی تھے۔ انکی تمنا کے خلاف امیطالب کے ایسے متوسط الحالی شخص کے گھر میں حضرت خدیجہ کا سیاقا ہانا اور اس سست پر اس عہدہ فانی اقتدار کا ملا عہدہ قائل راضی ہو جانا عواما حیرت پر اور تعجب انگیز تھا خصوصاً عہدہ میں وہ اکابر بن قریش کے اسی طبقہ میں ایکے باعث اور وجہ کی تلاش و امتیاز تھی جو حصول مدعا سے محروم و ناکام رہ گئے تھے۔ اس سبب حضرت امیطالب یہ تلامذہ بنیادیت ضروری تھی کہ مال و دولت کی کثرت حسنی غفلت اور سستی فطرت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ آہیں تک نہیں کہ باعتبار قومیت کے تمام قریش کیساں ہیں لیکن تاہم بنی ہاسلم کا قصدا اپنے اخلاقی و روحانی اوصاف سے اون میں خاص طور پر ممتاز ہے اور صاحب اعزاز اور ان کے بھی معاشرہ و مشارت خاص طور پر اس ترویج کے اہل باعث ہوئے ہیں۔ اور انھیں اوصاف مخصوصہ کو حضرت امیطالب نے ثابت و وضاحت سے ایسے خطہ ترویج میں اون الحاط کے ساتھ یاد دلایا ہے جو حلال حصہ بیتہ و سوا اس حرمہ و جعل لہا دنیا محض حاد و حرام و جعل لہا الدکام علی الناس حلال ہے کہ کما حلال اور حرم کا گمان مایا اور بہ کردہ گمراہی کا لگ جھگڑے میں اور اسکو تمام مخلوق کیلئے حائے اس مایا رہبر کو گویا حکم مایا یہ الفاظ بنی ہاسلم کے فضائل و خصوصیات کو اس اہمیت سے ثابت کر رہے ہیں کہ اہل اور دروسا قریش کے موجودہ مجمع میں کسی فرد کو عہدہ قائل کی مجال نہ ہوگی۔ مگر درقہ نونقل سے اپنے خطبہ میں ان تمام معارف و خصوصیات کو معارف طریقہ سے تسلیم کر کے بنی ہاسلم کی ترجیح کو تمام قریش کے مقابلہ میں اہل اسلام اور مسئلہ صدقہ ثابت کر دیا ہے۔ حضرت امیطالب نے مال و دولت کی ہستی یا استوار اور وجود کے اعتبار سے اس الحاط میں بیان کیا اس سے بہتر میں کے لئے کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اپنے مالی ضعف کے اعتراف کے ساتھ اپنے خاص ہر ماہ سے حضرت خدیجہ کا ہر مہر و مصل و مصلی طلائ سکون میں ادا کر دینا اور کمالی ہستی اور بلند جو صلی کے اظہار کے ساتھ صاف صاف بتلا رہی ہے کہ یہ اوصاف کا دست و پیر کسی سچے نہیں رہ سکتا۔

**ولیمہ نکاح** | ترویج کے متعلق عرب میں قدیم سے ایک خاص اور انبیازی دستور ہے۔ سیرۃ الخلیفہ میں خصوصیت کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ میل اولیمہ ہے جو حضرت علیؓ نے اپنے صرف خاص سے اس تقریب میں تمام قریش کو یاد کی عہد ہے۔ وہو اول ولیمہ و لیمہ اصل اللہ علیہ والہ وسلم۔

جناب قدیمہ کی طرف سے بھی ولیمہ کا ساماں کیا گیا عہد حدیثہ عہدہ سحر انکرام و نکاح و اطعمہ الناس ہل مع اھلک فاطمہ الناس حضرت خدیجہ نے ایسے سچے کہا کہ آپ ایسے انہوں میں سے ایک اوٹ و جھگڑے اور مع اپنے اہل و عیال کے تربیک ہو کر تمام لوگوں کو کما ماکھلا اپنے چنانچہ تمام لوگوں کو دعوت و ولیمہ دی گئی۔

حضرت خدیجہ کی دعوت ولیمہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت آوری کا خوش و منظر اور اس تقریب



چاہئین کی قلبی سرت کا عالم۔ صاحب کتاب متقی نے ان الفاظ میں مکمل کیا ہے۔

و دخل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقال معہا حقوۃ اللہ تعالیٰ علیہ وفوج ابوطالب فرحاً شديداً  
 اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قوتِ تامہ حاضرین کی کمر بستہ ہو گئے اور حضرت ابوطالب کو یہ سرت حاصل ہوئی۔

واقعہ مزید یہ بھی بعض غلط بیانات داخل ہو گئے ہیں مثلاً صاحب ان واقعات کی صفحہ ۳۱ میں ان الفاظ کا کیا تفسیر دیا ہے  
 بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت خدیجہ کے والد زیدہ تھے اور انکی موجودگی میں کاح ہوا لیکن وہ سراسر غمور تھے جب ہوتے آئے تو کاح کا حال سکریں ہو گئے کہ برابر کا جوڑ سیں، لیکن یہ روایت صحیح نہیں  
 امام سیوطی نے تفسیر اور بدلیل ثابت کیا ہے کہ حضرت خدیجہ کو والدِ حنک نما کر کے قبل انتقال کر چکے تھے۔  
 اس کے علاوہ طہات ان سعدین اگر جیسا کہ روایت کو نقل کیا ہے مگر پھر ان الفاظ میں ویسا بھی کر دی ہے۔

فقد الکلمہ عند ما علط ولت عندنا المحفوظ علی اہل العلم ان آباہا حیلہ دست اسد مات قبل الفخاد فان عثمہا عمر اسد و رجعہا رسول اللہ صلعم  
 یہ تمام واقعات میرے نزدیک بالکل غلط اور محض یہ اہل میں اور صاحبان علم اطلاع کے مجموعہ طریقہ سے جو میرے نزدیک ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ان کے ماپ خویلد اسد جنگ جبار کے قتل ہی پر چکے تھے۔ اور ان کے جی عمر اسد سے حضرت خدیجہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سیایا تھا۔

اسی طرح بعض کتابوں میں ایک اور غلط واقعہ اس کے متعلق پایا جاتا ہے جو شاید شیخی صاحب کی نظر سے بین گذرا ہو اگر گذرا ہی تو آپ نے اس سے عاصمہ کو چشم پوشی اختیار فرمائی۔ وہ غلط واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقد میں حضرت ابوبکر کی شرکت کا ہر کسی حقیقت ہم شرح زرقانی سے ویل میں لکھتے ہیں۔ سواہب الدیر کے اس اصل فقرہ کی شرح میں کہ حصہ ابوطالب نے عاصمہ کو خط ابوطالب۔ زرقانی کے الفاظ شرح یہ ہیں۔ ہذا هو الصواب المدکور فی الروص و عیدہ و طاقی لسمو ابوبکر رضی اللہ عنہ لاصل اللہ۔ قول صحیح و درست یہی ہے جب کہ کتاب روص وغیرہ میں مذکور ہے ابوطالب اور زینب ان حضرت تھے اور ابوطالب نے خط لکھا اور ان کتابوں میں جو حضرت ابوبکر کی شرکت کے متعلق جو لکھا گیا ہے وہ بالکل بے اصل ہے لہ

تعمیم زینب العقیقہ  
 اس وقت تک کہ ایک مکتب چار دیواری تھی تو کرم اونچی۔ ادب پر جھٹ رہتی تھی۔ نہ دروازہ تھا نہ کھڑکی۔ اہل عرب اپنے موجودہ تمدن کے مطابق اس پر زینب دیواروں کی قیمتی پوششوں سے آراش کیا کرتے تھے۔ اور ہر سال اپنے کمال عقیدت سے سورن کا ریشمی پردے چڑھایا کرتے تھے۔ ان دیواروں کی ساواگی اور بیف عدگی اور کمال عظمت کی اصل حقیقت کو بتلاتی تھی۔ ایک بار عتبہ و ان میں خوشبو سلگ رہی تھی۔ لوگوں کی نفخت سے خانہ کعبہ کے پردے میں آگ لگ گئی۔ اور وہ مشتعل ہو کر چاروں طرف پھیل گئی۔ چھت ہوئی تو نقصان ہوتا۔ زینب دیواروں کو تو کوئی حرج نہیں ہو چکا لیکن اوپر سے نیچے تک بالکل سیاہ ہو گئیں بعض روایتوں سے بہت آگئی کی یہ بدتمنا

سیاہی قریش کے لئے تعمیر کعبہ کی تجدید کا باعث ہوئی۔ مگر عام طور سے محققین نے ایک دوسرے باعث کو اس کی تعمیر کا سبب بتلایا ہے اور وہ یہ ہے کہ حانہ کو پیشہ میں واقع تھا۔ اس کے مالانی حصہ سے ہر سال بکثرت یا فی اتانہ اور عمارت کو نقصان پہونچا تاہنا قریش نے اس کی حفاظت کی یوں تدبیر کی تھی کہ اکثر متعلمات میں پانی روکنے کیلئے بڑے بڑے بنیاد دے گئے تھے لیکن سیلاب کی کثرت ان بندوں کو بھی توڑ دیتی تھی اور پانی کی روانی کعبہ کی دیواروں کو نقصان پہونچاتی تھی یا لآخر قریش نے اس کی از سر نو تعمیر کا مصمم ارادہ کر لیا جس اتفاق سے ایک جہاز کنارے سے ٹکرا کر سرجہ بندہ میں تباہ ہو گیا تھا قریش کو اس کی خبر لگ گئی۔ ولید ابن معیرہ اس موقع کو غیبت یا کرمہ پہونچ گیا۔ جہاز تباہ کی لکڑیاں خرید لیں۔ لکڑیاں بھی مل گئیں اور لکڑیوں کے ساتھ تخت اور معمار بھی مل گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ اُس جہاز پر باقوم امی ایک تخت تھا اور وہی اُس جہاز کا معمار تھا جہاز کی تباہی کے باعث وہ بالکل آستفہ حال اور پیشان روزگار ہو رہا تھا۔ باقوم رومی عیسائی تھا بعض اس کو قبلی الاصل بھی بتلاتے ہیں۔ ولید سے حقیقت اور ضرورت معلوم کر کے باقوم نے تعمیر کعبہ کا وعدہ کر دیا۔ ولید اس کو اپنے سپہ سالار کے ساتھ لایا اور اسی نے کعبہ کی عمارت کو از سر نو تعمیر کیا۔ زرقانی خانہ کعبہ میں آتش زدگی کے واقعہ کو اب العاطمین کہتے ہیں۔

یغوث بن سعید نے اساد صبیح کے ساتھ رہبری سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نے حانہ کعبہ میں حوت بوسلگانی اس کی ایک جھگڑی بڑی بڑی لگی اور میر تمام چل گیا۔

روى يعقوب بن سفيان ما ساد صبيح عن الوهري ان امرأة احمره الكعبة طارت من ارنه في ثيابها فاحرقتها۔

شہر کہ میں نسب میں واقع تھا اور بالائی اقطاع میں سے تہم میں اکثر سیلاب آیا کرتا تھا اور خانہ کعبہ تک پہونچ کر نقصان پہونچا کرتا تھا۔ لوگوں کو اس کا عمارت کا خوف ہوا۔ اور میر اسوجہ سے کہ خانہ کعبہ سے علات ویر کی قسم سے کیشے طلائی ہر لون کے وہ دونوں محستے حیرت منوی اور دیگر جہازات جڑ گئے تھے۔ اور وہ زمین میں مدفون تھے جو رسی چلے گئے تھے اس اتنا میں رومی تبار کی ایک کشتی آئی۔ جس کا رئیس باقوم تھا اور وہی اس کا معمار بھی تھا۔ باقوم نے اس کشتی کو تہ سے یکہ دور آگے لاکر ایک کھار میں ڈال دی اور وہیں وہ تباہ ہو گئے۔ یہ خبر یا کر ولید ابن معیرہ قریش کے اور حید لوگوں کو اپنے ہوا لیکر اوس کشتی کے مقام پہ پہونچا اور کشتی کی تمام لکڑیاں جمع کر کے حید کر لیں اور باقوم رومی کو لکڑیوں کی اولاد کو اپنے ساتھ مکہ میں لائے اور تعمیر کعبہ پر اس کو مقرر کیا اور اس کی ہدایت کو مطابق پتھر کو مٹی سے صاف کر کے جمع کر لیا۔ انھیں پتھر ڈھونڈ والوں میں صاف سلطنت صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ واقعہ تعمیر کے متعلق ابن سعد کے یہ الفاظ ہیں  
کانت الحرف سطة على مكة وكان السيل يداخل من اعلاها حتى يدخل الميت فاصتبح تحاولان هدم و سرق منه حليه وغزال من ذهب كان عليه ورو حو حمر كان موصوعا بالار من فاقلت سفينة في الحرفها روم وراسهم باقوم وكان مايا محمدتها الترحي الى السعينة وكانت مراء السفن قل حدة فتحطبت السفينة وحر الوليد بن المغيرة في عمر من قرين الى السعينة فابتاعها حشمتها وكنهوا الروم باقوم مقدم معهم وقالوا لنبا صحت زما فامر ابا الحجا ولة تجمع وتبني الصوامع منها فبنا رسول الله صلى الله عليه واله وسلم بقل معرو هو يومئذ ابن خمس ثلثون سنة ص ۹۳۔ حرم

آدم و سلم ہی ساتھ ساتھ بیٹھتے تھے۔ اس وقت س مبارک تیس سال کا ہو چکا تھا۔

تسمیر کے سب ضروری اسباب فراہم ہو چکے تو عمارت موجودہ کے گرانے کی ضرورت ہوئی۔ خدا کا گھر کوں ڈھائے۔ سب کے ہائے عقیدت میں لغزش تھی۔ کوئی اس مقدس عمارت کے اندام پر نہ ہاتھ اٹھاتا تھا اور نہ یادوں پر ہاتھ سمجھانے والے سمجھانے تھے کہ پیرانا عین اٹھانا اور یہ اندام عین قیام و استحکام عمارت ہے۔ الغرض اس مشکل کو بھی ولید بن مغیرہ نے دور کیا اور کعبہ کے پیلے کرنے کا قصد سے کعبہ کی دیوار پر چڑھ گیا۔ تاریخ طبری میں ہے۔

فقال ولید اس معبرۃ انا اداء کفری ہدھا فاخذ  
المعول ثم قام علیہما وھو یقول اللھم لا تنزع اللھم لا تنزع  
الا الخیر ثم ھدم من فاحیۃ الذکین فتمیز الناس  
بہ ثلاث اللیلۃ وقالوا لطران اصیب لھم ھدم صھا  
شیئاً اور دو ماہا کما کانت و ان لھم یصلہ تنی فقد  
رضی اللھ ما صعد ما فاصبر الولید بالمغیرۃ  
من لیلۃ غادیۃ علی عملہ فھدم والاس معہ حتی  
استھنی الھدم الی الاساس طبری ۱۲۵ ح ۱

عمل سے رہنا مندر ہو گیا۔ مدح و کرم کے وہ رات حیرت سے گزر گئی صبح کو ولید اس معبرہ نے پھر ایسا کام شروع کیا تو اور لوگ بھی اسے متربک ہو گئے۔ یہاں تک کہ دیواریں کھنڈ کر بنیا دون تک پہنچ گئیں۔

اسلام کعبہ کے خوف و عذاب کی طرف سے جب قریش کو اطمینان ہو گیا تو تمام قبیلوں نے آپس میں اندام کا کام شروع کر دیا اور بننے لگا اسکا انجام دیا۔ اسکے آغاز کے وقت ابو وہب خود بوائے شہر اور شرفائے قریش میں ایک مشہور و معروف زہر گ تھے۔ اور رشتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مامون ہوتے تھے مقامی حاضرین کو مخاطب کر کے فرمانے لگے۔ ابن ہشام۔ ابن سعد طبری اور زرقانی نے اوکی تعمر بن القاطین قلمبند کی ہے۔

یا معشر عربی لانی حلوا فی دینی انھما کسیر الہ  
طیباً لانی حلوا فیہما مھوئی ولا یبع دیا ولا مطلقۃ  
احد۔ ابن ہشام۔

اس تحریر و تقریر سے ثابت ہوتا ہے کہ باوجود عمارت جہالت کے قریش میں خاص اعتبار اور گریو اے معدودے چند حضرات اس وقت بھی موجود تھے۔ بہر حال۔ بنیادیں کھد کر صاف ہو گئیں۔ خدا کا گھر بننے لگا بڑے بڑے مالدار اور صاحب ثروت واقفدار خدا کے بندے۔ یہاں سے اپنے سروں پر بیٹھ رہو ڈھونڈ کر لانے لگے۔ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم



الحج علیہ حد لکرمدا را میطوف الناس من وراءه فععلوا  
ذلك وتوافق من الكلمة اساسا ممنون علیہ من تنق  
الحج وتوکلوا من وراءه من ساء السیت فی الحج سستة  
ادرج متواستوا علی ذلك فلما وصوا الید یھجر فی  
ساعہا قالوا یرجوا ما ھما من الارض واکیسوها  
حتی لا تدھلھا السیول ولا ترقا الا یسلم ولا ید  
الاس ادر تم ان کرھتم احدا اداھتموہ  
فععلوا ذلك ص ۱۰۹-۱۰۸ خاتمہ للعبد الرراں

### محمد الامین

امکان اور سامان کے مطابق جو اس قدر عمارت تملی جائے اور قیہ سیاد  
چھوڑ دی جائے اور اس پر صرف چار دیواری کی بنیادی جائے۔ لوگ بیت  
اور سکا طواف سہ لایا کریں۔ اس چھوڑی کی جہ سے اوکو محل عمارت کے  
اندر سے ایک سی دیوار سانی پڑی۔ اور یہی دیوار عمارت چھوڑ کی آخری دیوار  
قریبانی پر بقدر کہ اصل کعبہ سے رہیں (حطیم غلیہ کہ دیگی وہ چھوڑ  
اور جہالت۔ ان لوگوں نے کعبہ کو چار گراں ایک حالت کی کر دی  
اور اس قدر روپیگی کر سی پر دروازہ لکھا تاکہ سیلاب کا پانی پھر اندر نہ گئے  
اور کوئی شخص عبور نہ کرے۔ یہ چھوڑ کے اور اس ترکیب سے حکو جیا ہیں  
ہے جائے دن۔

الغرض جاند کعبہ کی موجودہ عمارت طول میں گھٹا کر اور ارتفاع میں بڑھا کر تکمیل کے قریب پہنچ گئی۔ اور حجر الاسود کے  
نصب کا وقت آگیا تو اس قدیم اور قابل التعظیم پتھر کو اس کے مقام پر رکھنے کے لئے قریش میں جنگیں چلی لگیں پھر شخص اس  
تشریفانی کے لئے حواستہ رہا اور اس اعزاز کے حصول کے لئے آپس کا اصرار بڑھتا رہتا ہے کہ ہر ایک اپنا حصہ دیکھ کر کے درجہ تک  
پہنچ گیا قریشیوں میں سب سے زیادہ قبیلہ بنی النضر اور بنی مکنہ کی طرف رجحان تھا۔ اس کی حسب ذیل تفصیل لکھی ہے۔  
حتی ادا ملع الدیان موضع الزکون احتصموا فیہ کل قبیلۃ  
تولد ان ترمعہ الی موضعہ دون الاخری حقہ فجاوزوا  
وتحالفوا وقاعدوا للقتال فقررت سوحید الدار حفصہ  
مماؤرۃ دما فترت قدا وھم وسوعدی ان کعب علی  
الموت وادخلوا الید ھم فی ذلك الذم فی المحصۃ

جہالت کے مطابق اپنے اور اپنی عدی میں کعبہ قبیلہ والوں کے ہاتھ اس خون سے بہرے ہوئے یہاں سے میں دلوائے۔ گویا کہ گشت و خون  
یہ سبیت استقلال سے ایسی آمادگی کا اعلان کیا۔

خیریت تھی کہ قریش کے تمام قبیلے اسے پر جوش اور ہمت سے دیکھ کر ہراساں ہو گئے۔ لیکن ماسہم اونکی انایت اور مخالفت کیا کم تھی  
نتیجہ ہوا کہ کابل چار دن گزر گئے اور وہ باخود ہا کے مشورۃ سے اس امر کو تصفیہ نہ کر کے خدا کے بندے خدا کا گمراہ بناتے تھے  
لیکن اپنا گمراہ ہے تھے حقیقی سہ پروردگار کہ یک منظور ہو سکتا تھا۔ اس لئے اُس نے اپنے نظام کربانی کی خاموش تدبیر سے  
ایک ایسی تدبیر کا لہری کہ اس کا گمراہ بھی بگیا اور قریش کی بات بھی بن گئی۔ ولید ابن معیرہ نے اونکو یہ لکھ کر راضی کر لیا کہ اس امر کو  
قدرت کے فیصلہ پر چھوڑ دیا جاوے۔ ذاتی انتخاب و تعین موقوف کیا جاوے۔ جو شخص کل صبح کو سہ پہلے خانہ کعبہ میں

داخل ہو وہی ابنی نصب علیہ کو انجام دے۔ خدا کو مات مٹانی تھی سب لوگوں نے یہ شہر طمانی کی جہاں اشتیاق اور صراط  
بین قریش نے یہ رات کاٹی ہوگی۔ واقعہ کی اہمیت تکرر رہی ہے۔ خدا کی قدرت کی کس کو حسرت۔ اس کی مشیت کی کس کو علم صحیح  
کو خدا کے گہرین شخص سے پہلے داخل ہوا وہ قریشیوں کا الایمن تھا اور رسول رب العالمین جب حقدار تھا لیکن  
یکے تھے اور سید تھیں و قریشین تھے۔ اول تو نقص اقرار اور خلاف معاہدہ ہو چکی وجہ سے اب انکو تامل کی کوئی وجہ باقی  
سین تھی۔ دوسرے یہ کہ اس عہدہ جلیلہ کی نسبت جناب رسول خدا صلعم کی ہر طریقہ و عنان سے منوریت اور اوجہ امت  
اونکے تامل و غور کیلئے کوئی خوشہ پیدا نہیں کر سکتی تھی اس لئے جمال جہان آرا بیڑ طریتے ہی ہتھخص کی زماں سے اہلا و  
سہما کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ابن ہشام نے قول کی عبارت میں اسکی تفصیل کی ہے۔

فمکت قریش علی ذلک اربع لیلالی و خمسین مترا تھم  
احتموا فی المسجد و تساودا و تصا صوا و بعض اھل  
الذوایۃ ان اما عینہ اس المعیرۃ و کان یومئذ اس قریش  
کاٹھا فقال یا معشر قریش اھلعلوا لیسکرم و ما تمخضون  
میلہ اولس یدخل من باب ہذا المسجد بعضی مدیکم  
تفعولوا مکان اولس دخل رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
والہ وسلم جملہ سارۃ و قالوا ہذا الایمن حبیبنا  
ہذا اھل صلی ص، ۶ مطہر مصر  
(صلعم) ہن ہر لوگ ابنی پر راضی ہیں۔  
قریش تو راضی ہو گئے۔ مگر اس اکی کی عدالت تھا ایسی شرفیابی اور امید و این کی محرومی پر راضی ہو سکی لیس حلق  
عجب نہ دے شرفیاب و ثناب ہو چکی رہایت آسان اور سہل ترکیب نکال لی۔ ایسی روئے سہا کہ چھادھی سنگ اسود کو  
اسین بھکر قریش کے قبائل اربعہ کے چار ممتاز ترین اشخاص کو ملایا۔ اور روئے مبارک کا ایک ایک گوشہ انکے ہاتھوں میں  
دیدہ پایا اور اس طرح اس رد اکو ادھار کر الاسود کے مقام پر لے آئے۔ یہ لوگ اس رد اکو ادھار لے رہے تھے دست مبارک  
سے حجر الاسود کو اس کے مقام پر نصب کر دیا۔ ابن ہشام ان الفاظ میں اس واقعہ کو لکھتے ہیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اھلما اقی تو یا  
فانی لا فاحد الا کوں موضعہ میں مدہ فحق قال لحد  
کل تعلیم لہ ما حیۃ من التوب تھار حوی و جمیعاً فھل  
حتی ملعلوا مک موضعہ و صعدہ ہو مدہ لا تو فی علیہ  
سارۃ رسولی اصلی اللہ علیہ والہ وسلم فخر یا یا ایک لیلۃ و سارۃ لایس  
دست مبارک سے حجر الاسود کو اسین بھکر پر دیا و بعض لاس کر لے کر  
بکڑے اور اونچا کرے سب نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ اسکو ہل علی مقام  
لے آئے تہا بھرت علی علیہ السلام فخر مدہ دست طہریہ اسکو بھکر  
فصبت کر دیا۔

حقیقتاً یہ ذات رسالت کی برکت تھی جس نے اس آسانی اور ہولیت سے قریش کی خاصیت کو دفع و دفع کر دیا۔ یہاں آئیں گی گشت و خون سے خانہ کعبہ نہا جاتا۔ اور بیانی کی جگہ خون کا سیلاب حرم محترم میں چار دن طوف آجاتا۔ ظاہر ہے کہ عمارت کی اندازے تعمیر کا یہ تجربہ نصب کیا گیا تھا لیکن حقیقت میں خانہ خدا کی تکمیل غفلت کا یہ سنگ آخری تھا جو تمام رسا اور خاتم نبوت کے دست منظر سے اسوقت رکھ گیا۔ مولوی علی شملی صاحب نے بھی اچھی وضاحت کی نسبت اشارہ فرمایا جو سیرۃ النبی صغیرہ ۴۲ کے یہاں سیرۃ تخریر فرماتے ہیں: ”یہ ایک حدیث کی طرف تلمیح ہے جس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ میں نبوت کی عمارت کا آخری پتھر ہوں“ لیکن میرے نزدیک یہ صرف تلمیح میں ہے بلکہ اس واقعہ کی تصریح اور کرمۃ قدرت کی کامل توثیق رسالت کی حرکت سے قریش کی جمالت کا ایک بہت بڑا فساد و عظیم جو ایک دن پر ہوا بیواں تھا رک گیا اور وہ نزع ماہی سے علمدہ ہو کر بڑی سرگرمی سے عمارت کی تکمیل متعلق ہو گئے۔ اور پھر جس تک کہ اس کی عمارت کا کام ختم نہ ہوا۔ اور میں کسی قسم کا اختلاف پیدا نہ ہوا یہ رسالت کے فیصلہ کامل کا اثر تھا۔

بالآخر عمارت کعبہ نہ گئی۔ مگر کسی نئی عمارت ابراہیمی سے طول دار تلحاح میں جو کچھ فرق پیدا ہوا تھا اسکو ہم اوپر لکے ہیں۔ اور اختلافات جو واقع ہوئے۔ اور کلام امارت کی اصلی عبارت سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

منوا حجتا ارجعوا اربعة اذرع و شذوذہ کیسواھا و  
و صحو اباہما مرتفعاً علی ہذا الذرع فقال لہما یوم  
الرومی اقلحون ان تحلونا اسقفہا مکساً و سطحاً  
فقالا اس بیت رہنا سطحاً قال فسواء سطحاً و  
جعلوا است دعائش فی صحن فی کل صف ثلاث دنانیر  
واجعلوا ارتفاعھا من حارجھا من الابل لی اعلاھا  
ثم امرتہ عیش در اعمھا و کمات قل ذلک تسعة اذرع  
فوادت قریش ان ارتفاعھا لے السماء تسعة اذرع و جعلوا  
میدانھا مسکمت فی الحج و جعلوا در حلتہ من حستہ  
ظنھا فی الزکات الشامی یبعد صہا الطیرھا من  
حطیم میں اور کعبہ کے اندر ایک کانٹہ کی سیر و حیت تک مانی اور حیت میں ایک رہستان رکھا جس سے کعبہ کے اندر راجا لہی رہے اور

اس میں سے حد مرث ہو کعبہ کی حیت پر تجربہ حادیں ترجمہ بقول ار خطمات سید احمد جلد ۵ صفحہ ۵۲۹

مفصلہ ذیل تفصیل سے قدیم اور موجودہ پیمائش پورے طور سے معلوم ہو جائیگی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمارت



بلندی - زمین سے چھت تک ۹ گز	
طول - حجر اسود سے رکن شامی تک ۳۲ گز	
عرض - رکن شامی سے رکن غربی تک ۲۲ گز	
طول - رکن غربی سے رکن عیانی تک ۳۱ گز	
عرض - رکن اسود سے رکن عیانی تک ۲۰ گز	
رکن شامی ۳۲ گز	رکن اسود ۲۰ گز
رکن غربی ۲۲ گز	رکن عیانی ۳۱ گز

افسوس ہے کہ شلی صاحب نے سیرۃ النبیؐ جلد اول ص ۱۱۲ میں علامہ ازرقی کی تحریر سے عمارت ابراہیمی کی جو پیمائش لکھی ہے۔ وہ صرف ایک ہی جانب کے طول و عرض کی تصریح لکھ کر ختم کر دی گئی ہے۔ بقیہ دو طرف کی پیمائش کو بیضیال کر کے پڑھنے والے دو طرف کی پیمائش کو محاسب مساوی خود سمجھ لیں گے مہین لکھا ہے۔ آپ کی اس کوتاہی سے بہت بڑی غلط فہمی کی بنا ہوتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہر شخص اس حساب پیمائش سے عمارت کعبہ کو مربع سمجھے گا۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ کعبہ کی عمارت ایک ترکیبی مکتب ہے نہ مربع اور اسی رعایت سے اس عمارت مقدسہ کا نام کعبہ نہ کہا گیا۔ تعجب ہے کہ شلی صاحب نے علامہ ازرقی کی جس عمارت سے اس پیمائش کو لکھا ہے اس کو پورا پورا بھی نہیں لیا جس میں دونوں طرف کی پیمائش میں اختلاف صاف صاف درج ہیں۔ اور جبکہ ہم نے اوپر کا نقشہ کھینچ کر پوری تفصیل سے دکھلادیا ہے تب بھی صاحب کے ایسے محقق کی یہ کوتاہی کیسی جائے یا عجلت رقی۔ سرسید نے شلی صاحب سے زیادہ صحیح اور صاف طور پر دونوں عمارتوں کا اختلاف پیمائش دکھلایا ہے۔ حالانکہ ماخذ دونوں کا وہی علامہ ازرقی کی کتاب تاریخ اخبار مکہ ہے۔

تشریف حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے لئے سے پہلے رسولؐ کا گھر چکا تھا۔ جناب رسولؐ اصالی اللہ علیہ وآلہ وسلم پتیلیں لٹکے ہوئے تھے۔ رسولؐ جب صاف تھے اس زمانہ میں آپ کے صرف مشاغل تجارت کا ذکر کیا ہے اور

آپ کے کسی اور خانہ داری تعلقات اور ذاتی واقعات یہ جن سے آپ کے محاسن اخلاق اور صلہ رحمی کی رعایت نہایت ہوتی ہے کوئی قصہ نہیں فرمائی ہے۔ حالانکہ ذرا سی رحمت گوارا فرمایا کی بعد یہ واقعات چھوٹی بڑی کتابوں میں سیرت و تاریخ کی موجود ہیں۔ ممکن ہے کہ آپ نے مدعاے تالیفی سے راہدہ کج فکر و فرما دیا ہو۔ یا اسکے مخفی رکھتے جانے میں آپ کی کوئی غرض خاصہ حائل ہو گئی ہو۔

میر حال اسی زمانہ میں حضرت علی مرتضیٰؑ کی تربیت و پرورش تعلیم و پرداخت حضرت علیؑ علیہ السلام نے اپنے ذمہ لی اور ایسی وقت سے مشہور علوم ظاہری و باطنی کے دروازے سے اس شخص صاحبزادے پر کھلنے لگے حضرت علیؑ کا رکن

مبارک اسوقت دس برس کا محقق ہوتا ہے۔ ہشام۔ طبری اور ابن سعد نے صورت و واقعہ یوں لکھی ہے۔

وكان اما طالب داعي الى كثير فقال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم للعاس عله كان من العير هي هاشم يا عاس ان احالك اما طالب كثيرا العيال وقد اصاب الناس ما توى من هذه الامة وانطلق بها فليخفف عنه من عياله احد من مديہ رحلا واحد من مديہ رحلا فمكهم ماعنه قال العاس معروفا مطلقا حتى ايتا اما طالب فقال اما مريد ان يخفف عنه من عياله حتى يكتف عن الناس ما يعرفه فقال له اما طالب اذ اتركتمالي عيالا فاصعما ستم واحدا رسول الله صلى الله عليه واله وسلم عليا فصم اليه واحدا العاس حعفر فصم اليه فلم ير علي اس ابي طالب مع رسول الله صلى الله عليه واله وسلم حتى نسه الله نسا فاتفق علي فامس به وصدق له ولم ير حعفر عند العاس حتى اسلم واستعفى عنه طبری سن ۱۱۶۴

من سے جدا ہو گئے۔

حضرت امیاطاب کثیر العیال تھے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عاس سے جو اسوقت تمام قبیلہ ہی ہاشم میں جسکی زیادہ خارج الدار اور جو جس حال تھے ارشاد فرمایا کہ آپ دیکھتے ہیں آپ کے بھائی کثیر العیال ہیں (الوطالب) اور اسوجہ سے تنگ حال۔ ہلوگوں کیلئے مناسب ہے کہ ادبی عیال داری کے مارکو ہلکا کر دیں۔ اسطرح سے کہ ادبکو بیٹوں میں سے ایک ایک بیٹے کو ہم آپ ایسے ایسے ورنہ لیں حضرت عاس نے اس مسرت کو قبول فرمایا۔ یہ دونوں حضرات حضرت امیاطاب کے پاس تشریف لائے اور اسی مسرت سے ادبکو مطلع فرمایا یہ مسکرالوطالب نے کہا کہ عقل کو میرے پاس چھڑو واقعی دو بخوں کیلئے جو آپ دونوں صاحب تاج ہیں انتظام کر لیں یہ سنکر جناب رسولی اصلم نے علی رضی اللہ عنہ کو لیکر ایسے عیال میں بلالیا اور پھر اسوقت تک کہ جناب رسولی اصلم درصورت پرنا ہونے لگے اور علیؑ نے آپ کی تصدیق فرمائی اور آپ پر ایمان نہ لائے آپ سے علیؑ نہ ہٹے۔ اسی طرح عاس نے حعفر کو لیکر اپنے عیال میں شامل کر لیا۔ اور حعفر بھی اسوقت تک کہ انحضرت پر ایمان نہ لائے اور اپنی محبت کے کار و بار خود نہ کر سکے حضرت

اسواقعہ نے جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادنیٰ قلبی تعلقات اور دلی جذبات کو پورے طور سے ثابت کر دیا جو آپ کو اپنے خاندان کے ساتھ عموما اور حضرت امیاطاب کے ساتھ خصوصاً ہمیت دل سے لئے رہتے تھے یہ رعایت صلہ رحم کے عیسوی مہیات تھے۔ اوطالب کے ساتھ خصوصیت تو صرف اسی سے ظاہر ہے کہ آپ کے اسکے کہ پیسے عباس کو یہ بھائی کی عزت اور مسرت اور خراج عیال داری کی کثرت کا فطرتا خیال ہونا چاہتا تھا۔ ملا کے خرد و ناخواب ہو کر اصل شہید۔ اگر کو سلم نے اس ضرورت کو محسوس فرمایا اور اپنے عم محترم کو رفع تکلیف کا انتظام فرمایا۔

اس کا سبب بالکل صاف ہے اور باعث بالکل ظاہر۔ اور وہ یہ ہے کہ اخلاق الہی کا وہ پیکر محمد درحقیقت رحمت عالم۔ پانچ برس کے سس سے لیکر پچیس برس کے سن تک حضرت ابی طالب کے استغراق و احسان کے مختلف طریقوں اور درجوں کو مشاہدہ فرما چکا اور والدین احسان کے تھلے ہوئے اصول اخلاق۔ کہ بموجب ان محاسن سلوک سے سکھاتا

وسما رہو یکے مساسدہ سحر طرکے پر اور موعہ ہمیشہ زیر نظر رکھا کرتا رہا تھا۔ صرف مسابقت اور مصلیٰ کا انتظار رہا ہوتا ہے کہ موجودہ راہ مسابقت اور مصلیٰ وہ ہو کہ اعتبار اول تھا اس لئے ان رعایت کی اداکاری کا یہ مستحسن طریقہ اختیار فرمایا گیا اور غالباً اس صلہ رحمہ نوویہ کی اداکاری یہاں موقع ہے انتخاب و خلاق حساب علی مرتضیٰ کی تویہ ظاہری صورت ظاہر ہوتی ہے لیکن حقیقت برکات لفظ کریم والے توصاف صاف بتلاوین گے کہ حدانے مسطح تمام قریش اور تمام بنی ہاشم میں جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب فرمایا تھا اسی طرح اہل کے رسولؐ نے حکم خدا سے تمام بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب میں حضرت علی مرتضیٰ کو منتخب کیا اور وہ ایسے اس دعوے کو کہ اَنْفُسَا کی نص صریح اور انا و علی من لور و احد جمع العوالم۔ مسائب المعازلی۔ مردوس الاحرار دینی مایع المودۃ مدد درسی ص ۹ مطبوعہ ممبئی سے مستنبط اور مستخرج تملائیگے۔

افسوس ہے کہ مولوی شلی صاحب نے اس واقعہ کو جو اس ہتمام بطری اور رزقانی وغیرہ تمام کتابوں میں مذکور ہے بالکل قلم فرمایا ہے۔ آپ کے اس تجاہل عارفانہ کی وجہاً، محموری کو ہم آپ سے زیادہ جانتے ہیں۔ لیکن باوجود اس کے مولوی صاحب کو اسکی اصلیت کا اقرار کرنا پڑا اور اسی سے ایک حقیقت شماس براس واقعہ کی حقیقت اور صداقت ظاہر ہو گئی۔ جیناچہ سیرۃ النبی ص ۵۰ میں۔ سابق الاسلام حضرات کے تذکرہ میں تحریر فرمایا گیا ہے کہ حضرت علیؑ تھے جو آپ کی آنحضرتؐ میں یلے تھے۔ اگرچہ استحضار ہی کے کہ انہیں میں یہ سہم الفاظ لکھے گئے ہیں مگر یہ کہ اس اختصار کے بھی مست گزرا ہیں۔ یہ بھی غنیمت ہے مولوی شلی صاحب کی تحریر کا یہ خاص انداز ہے کہ ایک مقام پر جس سے سے انکار ہوتا ہے۔ دوسرے مقام پر اس کا اظہار و اقرار بھی کر دیا جاتا ہے۔ آپ کا یہ تلوں بھی ایک خاص لطف رکھتا ہے۔

قبل بیوت بیرونجاتین | سیرۃ النبی ص ۱۳۸ حلا دل میں مرقوم ہے۔  
تجارت کی غرض سے سفر | مورخین یورپ نے جو علوم عجمی کے مسکر ہیں اور ثبات کرنا چاہتے ہیں کہ (موجودہ) آپ کے تمام محارف و معلومات سیر و سفر سے ماحوذ ہیں۔ قیاسات کے درجہ سے اس دائرے کو اور وسعت دی ہے ایک مؤرخ (مارگیولوس) اپنی تاریخ کے صفحہ ۵۰ میں لکھتا ہے کہ آپؐ نے بحر، بحر بھی کیا تھا۔ جسکی دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید اجماروں کی رفتار اور طوفان کی کیفیت کی ایسی صحیح تصویر ہے جس سے بخود اللہ دالہ تحریر کی لو آتی ہے۔ مؤرخ مذکور کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ آپؐ مصر بھی تشریف لے گئے تھے۔ اور ڈیڈیسی (بحر میت) کا بھی معائنہ کیا تھا، لیکن تاریخی دستران سے حالی ہیں۔

سیرۃ النبی کے جامع مولوی سید سلیمان صاحب مدوی ایسے ادوات کی مرقومہ ملاحظہ عمارت یرتاسیہ زیر صفحہ میں یہ نوٹ دیتے ہیں۔

یورہ میں مؤرخین۔ جنکی بنیاد صرف قیاس و رائے پر ہوتی ہے۔ اگر اس قسم کے واقعات میں کریں تو کوئی تحسین

لیکن اگر بحسن تشریف بجاہنے کی روایت صحیح ہے تو خلیفہ فارس آپؑ نے دیکھا ہوگا۔ بحجرت کا مشاہدہ بھی ممکن ہے۔ کیونکہ اس کا موقع عرب اور شام کے درمیان میں ہے جہاں سے کئی مال مال تجارت کے ساتھ گزرے ہونگے۔ زیر حاستیر  
ص ۸۳۸- سیرۃ النبی-

اوستاد و شاگرد کے اس اختلاف رائے کو دیکھ کر بہت تعجب ہوتا ہے۔ مولوی ستمی صاحب مخالفین اسلام کے خوف اعراض کی وجہ سے حواہی کی خاص عادت ہے۔ قیاس و رائے کی بالاعتدالی۔ اور کتب تاریخ میں جن اقوال کی عدم موجودگی کی بنا پر۔ اہل اصالت سے انکار کرتے ہیں لیکن مولوی سلیمان صاحب واقعہ بحرن سے حکایت کیا خود دیکھ لکھ چکے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفر بحری کے اس خیال و قیاس کی تائید کرتے ہیں۔ جبکہ سائر مخالفین اسلام کو اپنے قیاسی مغتربات اور فسادات کے طوفان اوٹھانے کا پورا موقع ملتا ہے۔ انھوں نے مولوی سلیمان صاحب نے پہلے تو یورپین مصنفین کے قیاس پر عیب لگایا ہے۔ پھر واقعہ بحرن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ فارس کا سامنا اور حضرت کے مشاہدات کا پتہ بتایا ہے۔ یہ بھی تو سلیمان صاحب کا صرف قیاس ہی قیاس کہ کئی کتابیں مستند تہذیبین۔ تو پھر عرض خدمت یہ ہے کہ لکھنؤ کے اوستاد نے۔ ان واقعات سے تاریخ و سفر خالی پا کر۔ اس زیادہ ضرورت بحجت کو تمام کر دیا تھا تو کیا کر کیا تھا۔ آپ اپنے خاص مخالف پر نظر ڈالئے۔ آپ اور آپ کے اوستاد دونوں قیاس کو معیوب ٹھہراتے ہیں لیکن صرف مخالفین اسلام ہی کا قیاس بڑا اور قابل الزام ہے یا اہل اسلام کا بھی۔ انصاف کا معقنی تو یہ ہے اور اصول اخلاق کی تعلیم تو یہ ہے کہ عیب یا نقص کسی قسم کا ہو۔ وہ تمام علوم و مذہب میں یکساں اور مساوی بڑا اور قابل اعتراض صحت بجا اور اس لئے کہ کسی صحیح متین ہو سکتا کہ اسلامی مولفین کے قیاس و آراء صحیح ہوں اور مخالفین اسلام کے قیاس غلط قیاس و رائے کسی کی بھی ہو۔ اگر صحیح ہے تو ضرورت کے قابل ہوگی۔ اور اگر غلط ہے تو چاہے کتنے ہی بڑے اسلامی یا غیر اسلامی عالم کی ہو۔ کوئی بھی نہ مانے گا۔

اس اصول کے مطابق تحقیق کا متلاشی جب تلاشی کرنے لگتا ہے تو قیاس و رائے کی اہمیت اور اہمیت کو مخالفین اسلام سے زیادہ تبدیل اسلام کے دائرے میں اور خصوصاً اس کثیر التعداد طبقہ میں کثرت سے پاتا ہے جو امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ کوئی کی تعلیم و اقتدار کثرت حاصل کئے ہوئے ہیں۔ افسوس ہے کہ حیا لے ایمانی اور غیرت اسلامی مجبوراً اس سے زیادہ اکتاف حقیقت کی اجازت نہیں دیتی۔ اور میں اتنی ہی اشارت کو صاحبان بعیرت کے سچے لیے کے لئے کافی سمجھتا ہوں۔

مولوی شعیب صاحب نے اگر گیلوس کی غلط فہمی کی تردید تو کر دی۔ مگر صرف قیاس کی کمزوری دلیل سے اس کمزوری کی وجہ وہی صحیح العین کے اعتراف کا خوف ہے یہ بھی آپ کا کمزور قیاس ہے جو ہم کے یقینی رد تک پہنچا ہوا ہے ہم بار بار مخالفین اسلام کے ان مغویانہ تعریضات کے متعلق لکھ چکے ہیں کہ حسد و بغض سے وہ مفیدانہ اعتراض کرتے ہیں اسی

شدت کے ساتھ معقولانہ جواب بھی اونکو دینا چاہیئے۔

ایجادہ کہتے ہیں کہ ہمارے پیغمبر صلیم نے سفر بحری کیا۔ اور اپنے اس مختار کو آپ کے اقرار کردہ سفر بحری سے مستنبط کیا۔  
 ہیں اور مولوی سلیمان صاحب بھی اس بنیاد کے اس قیاس کی تردید قطعی کو جواب دے قلمبند فرمائی ہے سینہ بہ سن کرتے بلکہ  
 انکے اس قیاسی مختار کی تائید کرتے ہیں۔ تو انکے (یورویسین جھیرن) اس قول کی تردید میں ہم صاف صاف اور کلمے  
 الفاظ کے ساتھ لکھ دیتے کہ بحری تک آپ کا سفر کرنا اور راستہ میں خلیج فارس کے مساطر کا معائنہ فرمانا اور بحری  
 نقول سلیمان صاحب بحری کا جو عرب و تمام کے درمیان میں واقع ہے۔ ملاحظہ فرمانا بھی صحیح ہے۔ اور بتوڑی  
 دیر کیلئے یہ بھی مان لیا جاوے کہ مارگیولوس کا وہ غلط قیاس جو اس نے محض عالم عربی کی غرض سے قائم کیا ہو اور آپ کی بحری  
 سفر کرنے کو لکھا ہے وہ بھی درست ہے اور پھر اس سفر سے اس کا یہ مراد لیا بھی کہ انھیں مشاہدات بحری کو خیالات و حضرات  
 مختلف طریقوں سے قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں صحیح ہیں۔ ان تمام فرضی اعتراضات کے بعد بھی تو ان منقولانہ کتب  
 و ترغیب سے مخالفین کا نہ دعویٰ تانتا ہوتا ہے اور نہ تاہم حاصل نہ خدا کے سچے رسول (صلعم) کی تکذیب ہوتی ہے  
 نہ اس کی سچی کتاب کی تردید مخالفین کا یہ قیاس درمیان اور یہ وہم بالائے وہم اللہ اسوقت اعتبار کے قابل  
 سمجھا جاتا۔ جب (نمود بانند) قرآن مجید کو بھی انہی مقدس کی طرح پولوس۔ متی۔ تیمون۔ اور یوحنا کی تالیفات بتلایا  
 جاتا۔ اسوقت یہ کہا جاسکتا تھا کہ عمارت و الفاظ قرآنیہ میں۔ اس کے مولف (نمود بانند) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ  
 وسلم کے تجارب و مشاہدات سفر و عمرہ کے اقتباسات داخل ہیں۔ قرآن مجید کو ہم کلمات انہی کے۔ انسانی تالیف  
 و تصنیف نہیں سمجھتے۔ بلکہ اسکو غلط لفظ اور حرفاً کلام الہی سمجھتے ہیں اور اسکی تمام و کمال عمارت میں بقدر ایک  
 شوشہ کے بھی کلام انسانی کی مداخلت کو صحیح نہیں جانتے۔ ایسی حالت میں پھر ہم ان معصداہ قیاسات کو عام اس سے کہ  
 وہ ہمارے کیسے ہی صحیح مآخذوں سے مستنبط بتلائے جائیں۔ جب معارض نشان قرآن ہوتے ہیں تو کیسے صحیح مان سکتے ہیں  
 طرد ترویہ ہے کہ ہمارے مآخذوں پر بھی یہ جھوٹا الزام ہے اور ناحق الزام۔ وہ صرف بحری اور تمام کے علاقوں میں  
 لغرض تجارت آپ کا تشریف لے جانا۔ مان کرتے ہیں اور ان علاقوں سے آپ کی پوری واقفیت ثابت کرتے ہیں  
 نہ ان میں آپ کے کسی سفر بحری کا نہ آپ کے کسی مشاہدہ کا کہیں کوئی ذکر ہے نہ مذکور۔ پھر ان مآخذوں سے ایسے منویا  
 اور معصداہ ملتے جلتے مکان۔ یورویسین جھیرن کی صاف اور بالکل کھلی ہوئی عالم عربی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ ہمارے  
 معترض کی حیثیت اور شخصیت پر بھی تو نظر رکھنا چاہیئے۔ پہلے سمجھ لیا چاہیئے کہ معترض کون ہے۔ ایک عیسائی ہے  
 جسکی آسانی کتاب نہ خدا کی بھی ہوئی اور نہ رسول کی ہونی ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ اس کے پیغمبر کے وہ اقوال ہیں جو اس کے  
 چار مختلف صحابیوں کے لکھائے ہوئے ہیں۔ اور پھر وہ سب ایسے میں مختلف۔ اس لئے وہ خدا کی کتاب کہلاتی ہو اور نہ  
 اس کے رسول خاص کے نام سے موسوم کی جاتی ہو بلکہ لکھی جاتی ہے۔ متی کی کتاب۔ لوقا کی کتاب۔ پولوس کی کتاب وغیرہ وغیرہ اس بنیاد  
 یہ بالکل یقینی ہے کہ ان کتاب اولہ میں جنہیں برائے نام انجیل مقدس کہا جاتا ہے انسانی خیالات و جذبات کا مجموعہ ہے۔

مارگیو لوس کے نزدیک چونکہ اس کی کتب مقدسہ کی عظمت و اسمیت اتنی ہی ثابت ہوتی ہے اس لئے وہ قرآن مجید کو بھی اسی  
پیارا پرچمال کرتا ہے۔

مارگیو لوس کے ان لغویات کی تردید نہایت آسانی سے اس طرح کرنی تھی کہ پہلے اس کو عمدتین و جدید کی وہ عبارتیں  
دیکھائی جاتیں۔ جس سے انسانی حیالات و اقتداسات کا پورا پورا اثر ثابت ہوتا ہے۔ اور یہ بالکل آسان تھا۔ عمدتین  
زیادہ تو عمدتین میں اس کی کتب متعدد متالین موجود ہیں۔ افسوس ہے کہ یہ کتب ہماری موجودہ تالیفات کا اصلی موضوع نہیں ہے  
اس لئے ہم اس کی مفصل انکشاف حقیقت سے محروم ہیں۔ ورنہ ہم کتب قدیمہ تو ریت و انجیل سے نکال کر۔ ایک مارگیو لوس کی  
تمام عیسائی مصنفین اور یورپین مورخین کے آگے پیش کر دیتے اور دکھا دیتے۔ اور پھر ان سے یہ نتیجہ کہ تبارک و تعالیٰ کے  
مضامین میں یا ہمارے ابدیاد و عریس کے سفرناموں اور زمانچوں کے مضامین اس سوال کا وہ جواب جو دیتے وہی  
ہمارا اور تمام اہل اسلام کا جواب اور سائل اور سائل کر نیکی لئے کافی تھا۔

ایک اور طریقہ اس کے سائل کر سکا سمیت قوی اور مستحکم بھی تھا کہ مناظر حرن کی تفصیل کے لئے تو عبارت قرآنی  
پر خیالات انسانی کے اظہار کا قیاس کیا جاتا ہے اور یہ فقر یا نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حامل قرآن روحی قیادہ نے ان عبارات  
میں ایسے ذاتی اقتباسات ظاہر فرمائے ہیں اس لئے کہ یہ مناظر آب کے مشابہ ہیں پہلے چکے تھے لیکن ان  
استیاد عالم کی نسبت جو قرآن پر مبنی متعدد اور متفرق مقامات میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے لئے کیا تفسیر پیش کی جاسکتی  
مثلاً ابرو باد کی خلقت۔ نباتات کی پیداوار۔ انسان کی ترکیب خلقت اور اس کے مراتب۔ دریا۔ پہاڑ۔ نباتات۔  
حیوانات یہاں تک کہ شہد کی مکھی تک کی ضرورت خلقت بالکل اس طرح بتلائی گئی ہے جس طرح آکل بڑے بڑے  
کالون میں مستور و معروف علم کائنات کی عالم اور دیر و مہر بتلاتے ہیں۔ تو کیا مارگیو لوس اور اس کے ہم طریق اور پرخیاں  
عیسائی مورخین ہر کسی ایسے معلم یا کسی ایسی تعلیم گاہ کا تبارک و تعالیٰ کے ہیں۔ جس سے انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ علم و  
اطلاعات حاصل کی ہوں۔ یا کسی میو ریم بالائبریری میں کم سے کم آپ کا تشریف لیجانا اور ان خلقت اشیا کی ان ترکیبوں  
کا مشاہدہ فرمانا نامت کر سکتے ہیں۔ اور جب ایسا نہیں کر سکتے۔ تو ان مفتر یا نہ عالم فریبوں سے نہ قرآن کی حقانیت میں  
کوئی کمی آسکتی ہے۔ اور نہ اس حامل روحی اور عالم علم لدنیہ کی صداقت میں کسی کو کلام ہو سکتا ہے۔

اب حقیقت حال کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے حرن اور علاقہ شام تک سفر کئے اور ضرور کئے۔ وہ محض تجارت  
کی ضرورت سے۔ اب اس سفر میں آپ نے نظام قدرت کے عجائب و غرائب جس حد تک مشاہدہ فرمائے۔ اس سے ازدیاد  
معارف الہی اور حصول حقائق محمولات مقصود تھے اور کچھ نہیں۔ باقی بہا جملہ اشیا عالم کی ترکیب اور کئے طباہ  
خواہ اور عمل کے انکشافات کا علم تو وہ علم لدنیہ اور کمال نبوت کے متعلق تھا جو آپ کو نبوت کے ساتھ ودیعت کیا گیا تھا  
تعبیر ہر کم و موسیٰ شلی صاحب نے عام طور سے یہ کیوں لکھ دیا کہ یورپین مصنفین عجیب کے قائل نہیں۔ دہریوں سے



سخت ہیں۔ انکے سلاوہ اور جتنے یورہ میں مصیص اور نصیب ہیں وہ ضرور عیب کے قابل ہیں۔ اگر قابل نہوں تو وہ عیسائی نہیں رہ سکتے عیب کا انکار کیا تو حضرت علیؑ کی رسالت ہی عائب ہو گئی۔ اس بنا پر یہ ضرور مان لیا جائیگا کہ وہ کئے عیسائی نہ سکتے۔ ایسے صرف حدود انسانی کی عرص سے صرف اسلام اور مانی اسلام علیہ السلام کی تصدیق و معرفت میں عالمگیری کی خاص عرص و نیت کے ساتھ قدم قدم پر ایسی سلسل و شواریان پیدا کرتے ہیں۔ جو کسی طرح قابل توجہ نہیں ہو سکتیں۔

**مراستم شرک سے اجتناب** حکماء و حکما کا خاص سلسلہ ہے اور عقل و حکمت کا عام کلمہ کہ طبیعت انسانی و فطرت خالصہ پر مخلوق ہوئی ہے ایسی طبیعت والوں سے اچھے بُرے دو نون اقسام کے اعمال صادر ہو سکتے ہیں لیکن طبیعت انسانی میں مخصوص وہ طبع ہے ہوتے ہیں جو انوار ہدایت سے معمور اور آثار نبوت کے جوہروں سے مالا مال پائے جاتے ہیں۔ اور انکی خلقت امتداد ہی سے فطرت صالحہ پر قائم ہوتی ہے اور ایسی پاک طبیعت کے رنگوں سے اچھے کاموں کے سوار ہے کاموں کا صمد و راز کا ب نامکمل ہوتا ہے فطرت صالحہ کے اصول پر مخلوق کئے جانوالے بربر گوارا اس سے قبل کہ وہ مروج موت اور ماصب ارشاد و ہدایت پر فائز فرمائے جائیں۔ اپنی فطرت صالحہ کے اس فضیلت سے اچھے کاموں کی طرف تہمت و رغبت رکھتے ہیں اور بُرے کاموں سے نفرت امتداد ہی سے اچھے کاموں کا اختیار کرنا اور بُرے کاموں سے اجتناب کرنا گویا انکی تعلیم و ارشاد و امتداد کی پہلا زینہ ہے۔ وہ اپنے ہمتیوں اور محصور کو اپنے طرفت اور اطوار کو کمال کر اچھے بُرے کاموں میں تمیز کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔

اسی اصول پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قبل از نبوت تمام حالات و معاملات پر غور کر کے صاف صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ کہی اور امور کی طرف توجہ نہیں ہوتے تھے۔ جو خدا کی طرف سے بُرے تلامے کئے تھے۔ اور ان امور کو اختیار فرماتے تھے۔ جو قدرت کی جانب سے جائز اور تحسن ٹھہرائے گئے تھے۔ یہ مسلم ہے کہ کل مجاہد اور وائیم کی حقیقت آپ پر قبل نبوت بھی اوسط طرح ظاہر تھی جس طرح بعد نبوت لیکن اس وقت اختیار و اجتناب اینہی بات تک محدود تھا۔ کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اعلان فریضہ نبوت تھا جو اس وقت تک تفویض نہیں ہوا تھا اور یہاں اسی کا فیصلہ اور اسی کا تقاضا تھا کہ جن سے ستاب اور تنبیہ کے زمانوں تک دو مانکہ خیالیں برس کے ہو چکے تھے اور نبوت نہیں پائی تھی، آپ نے کسی معصوم و حقیر کو جھوڑ کر کسی غیر معصوم کا اعتراف نہیں کیا۔ جس کلمہ کی تعمیر میں اس محنت اور جہالتسانی سے اینٹ پتھر ڈھونڈے تھے۔ اس میں ایک معصوم کی جگہ تین سو ساٹھ بت مشب روز پوچھے جاتے تھے۔ اسی مقام اور مکان میں آپ کی روزانہ آمد و رفت تھی۔ بیستہزار ہزار آدمی مکہ اور مدینہ سے آکر ان غیر حقیقی اور مصنوعی مجبوروں کے آگے سر جھکاتے تھے۔ مگر لگاتار تھے۔ یہ کاروانہ اور ستر کا نہ مشاہدات روزانہ نظر اقدس سے ملاحظہ فرمائے جلتے تھے۔ مگر چاہے اس سے کسی اترا و چسپی کی کوئی کیفیت آپ کے فک و فانی



مستولی ہوتی ہو۔ قطعی نہیں اور بالکل نہیں۔ ان کیفیتوں کے خلاف حوان مشاہدات سے قلب مبارک پر حواثر تہا وہ انکی کافرانہ عملت کا اور سرگاہ جہالت کا۔ اور انہوت سے پُر اور مملو دل ابتلا ہی سے درو مند ہوتے ہیں اور غیلم کیفیت اویسی فطرتی درو سمدی کے خواص تھے۔

ان امور کو ترک میں بعد باللہ صاحب رسولی راعلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ازمدالی اللہ کسی زمانہ یا کسی وقت میں انہماک و اشتغال منافی احلاق۔ معارض فطرت صالحہ کیا مناقص شان رسالت تامت ہوتا ہے۔ اور امور سے بھی جو صرف نامشروع مہسوب لی الکفر یا مشتبہ بالشرک ہوتے تھے بالکل ویسا ہی احتراز و اجتناب اختیار کیا جاتا تھا جیسے خاص اہل اعمال و مہمہ کے ارتکاب و انہماک سے۔

تعمت ہے کہ شبلی صاحب ثبوت کے ان اوصاف مخصوصہ کے اظہار و اقرار ان الفاظ میں فرما کر کہ ”یقطناً ثابت ہے کہ آپ یحییٰ اور شباب میں بھی جبکہ منصبی ہمیری سے ممتاز بھی نہیں ہوئے تھے۔ مراسم شرک سے ہمیشہ مختنب رہے“ (سیرۃ النبی ص ۱۳۹) پھر ایسے ان اعتراف سے اختلاف کرتے ہیں اور گویا جمہور کی اس کلید مسل اور مسئلہ مستفہ کہ مستفہ قرار دیتے ہیں اور انہی دانست میں عیسائیوں کے اس اتلال کی تنقید و تردید فرماتے ہیں جو انحضرت صلعم کی عصمت کو عہد نبوت اور تقویٰ منصب رسالت کے وقت سے قرار دیتے ہیں۔

حقیقت ہے کہ شبلی صاحب ثبوت و رسالت کی اصلی شان و حقیقت ہی کو نہیں سمجھے ہیں۔ اسلئے انکا خاص لکھا ہوا مصرع او کے حسب حال ہی عہدہ ورق کہ سیہ گشت و مدعا اینجاست۔ اول تو سیرت و تاریخ کو موعوہ تالیف میں عقائد کی بحث پیش کرنا خلاف سیاق ہے۔ خصوصاً اپنے تحقیقات کے متعلق غیردوں کے اعتراضات کو بیان کرنا مخالف اور معارض استدلال ہے۔ اگر مناسب مقام کی رعایت سے یہ خیال کر کے کہ مخالفین کے بے بنیاد اور بے سرو یا اعتراضات انہیں مقامات سے شروع ہوتے ہیں۔ اس خارج ارتکبش بیاں کی ضرورت نسوس ہونی ہے تاہم سمجھ لیا گیا ہے کہ آپ کی تنقید و تردید سے عیسائی مخالفین کی تعریضیں بے اصل ثابت نہیں ہوتیں بلکہ مخالفانہ کے صحیح بخاری کی متعدد روایات۔ مسند امام حنبلی وغیرہم کے موضوعات و مہملات کے کافی ثبوت مل جاسے ہیں۔ ان مضمرات کے متعلق شبلی صاحب کی اصل و حاشیہ کی مفصلہ دلیل عبارت استدلال ملاحظہ ہو (الف) ایک دفعہ قریش نے آپ کے سامنے کھانا لاکر رکھا یہ کھانا نبوتوں کے چڑھاوے کا تھا۔ حالانکہ حوزہ کی کیا گیا تھا وہ کسی بت کے نام پر فوج کیا گیا تھا۔ آپ نے کھانے سے انکار کر دیا، اس روایت پر پر صوفیہ حاشیہ چڑھایا گیا ہے۔

صحیح بخاری باب المناقب۔ ذکر زید بن عمر بن نفیل یہ حدیث امام بخاری نے اور ابواب میں بھی نقل کی ہے اور انکی الفاظ میں جمال رہ گیا ہے۔ جو اس روایت میں صاف ہو گیا ہے۔ مسند امام حنبلی (جلد اول ص ۱۸۹) میں ایک روایت ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید کو اس کمانے پر بلایا اور زید نے انکار کیا اور پھر حضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تاریخ سے کبھی بتوں پر ذکر کیا ہو اٹھا مانیں، کھایا، لیکن اس روایت کے راویوں کا حال ہمیں ملتا۔ اوریوں بھی بخاری کے سامنے اس روایت کی کیا حقیقت ہے۔ سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۳۹

آپ کی اس عقیدے سے معلوم ہو گیا کہ عیسائیوں کے مصدر حیوانات اور انکی خاص خمریات و مصنوعات میں ہر ایک پر آپکی مشہور اور مہر کتابوں سے ماخوذ و مستند ہیں۔ پھر یہ بھی معلوم ہوا کہ اس الفاظ و معانی میں معترضین اس واقعہ کو نقل کیا کرتے وہ متواتر ابواب میں امام بخاری صاحب نقل و بیان کے ہیں اور تمنا بخاری صاحب نے میں ملکہ اونکے اوستاد اور تہذیب شیخ امام احمد ابن حنبل صاحب نے بھی اپنی مسند کی جلد اول صفحہ ۱۸۵ میں تحریر فرمایا ہے۔ آپ معترف فرما دیں خود بھی اسکا اعتراف فرماتے ہیں تو اتنے اور اے اعترافات کے بعد آپ ہی تلامذین کہ آپ کی عقیدہ و تردید کا کیا وزن رہ جائے گا۔ اپنی موجودہ عقیدہ کی تفصیلی کیفیت بھی ملاحظہ ہو۔

آپ کے پاس صحیح بخاری کی کل ایک روایت اور متعدد روایات کی تفسیق موجود ہو جسکو آپ نے انکی اصل عبارت کے ساتھ لکھا ہے اور اسکو ہم واپس کر آئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل میں واقعہ یہ ہو کہ قریش نے ایک دعوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تنوں پر چڑھائے ہوئے حاکم کا گوشت منکر کھلانا چاہا تھا آپ نے انکا ذکر یہ یا اور یہ کھایا، مثلی صاحب غالباً معترضین کے اعتراضات سے بچنے کے لئے اس روایت پر اکتفا فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے یہ حدیث اور ابواب میں بھی لکھی ہے۔ اس کے الفاظ میں احوال رہ گیا ہے جو اس روایت میں صاف ہو گیا ہے، اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ حدیث جو بخاری کے اور ابواب میں مذکور ہیں۔ وہ معترضین کی علی الاثر مواضع اور موبد نہیں جسکے اتفاق و تائید کو آپ صرف اجمال رہ جانے کے معنوں میں لیتے ہیں۔ مگر یہی ایک روایت ہے جس سے معترضین کی تائید نہیں ہوتی۔“

اب آپ مصدر جہالہ تفصیل سے اپنی عقیدہ و تردید کی نشان دہی کر لیں کہ آپ کا یہ عذر کیا ضعیف ہے میرے چار دعوت یا ماقولین میں تین جھوٹی ہیں اور ایک سچی۔ لک بلی صاحب اپنے امام بخاری صاحب کو بونٹنے کا یوں موقع اور طریقہ ان رکتے ہیں اور دریافت کر سکتے ہیں کہ ایک امر کو متعدد اور متواتر مقامات پر لکھنا احوال لکھنا اور تہذیب مفصل طور پر لکھ دیتے ہیں آپ نے کیا خوبی لکھی ہے اور اس سے کیا فائدہ بھجھا ہے، دو باتیں بھین۔ اول یہ کہ اگر امام بخاری کو یہ امور ناقص نشان ثبوت حقیقتاً معلوم ہو چکے تھے۔ تو ان حرایات کو کتاب میں درج ہی نہ فرمایا ہوتا۔ اور اسی آخر والی روایت کے نقل پر کتنا غرائبی ہوتی۔ اور اگر منافی موت تین معلوم تھے تو پھر آخر روایت کو لکھنا نہیں چاہتا تھا یا اجتماع معترضین کی موجودہ حرکت و ترتیب تو مرد و ساد کا ناعت ہوگی۔ متعذرت بخاری سمجھیں یا نہ سمجھیں خواہ ہمیں بھی تو سمجھ کر رہ جائیں لیکن مخالفین تو پیہ رہنے کے نہیں۔ وہ تو آپ کی اس غلط ترکیب سے ضرور فائدہ اٹھائیں اور رائی کو برت کر دکھلائیں گے۔

اب صورت حال کا دوسرا رخ مشاہدہ فرمایا جائے آپ امجد امام جلیل سے اس واقعہ کی وہی مدعا صورت دکھلائے ہیں۔ جو محترمین بیان کرتے ہیں تو گویا بخاری سے پہلے بھی واقعہ کی یہی مدعا صورت آپ کی کتابوں میں نقل ہوئی چلی آئی ہے جس کا یہ خود لکھ کر افرار کر چکے ہیں تو اس مبارک واقعہ متواتر بھی ہو گیا اور قدیم بھی۔ اس تو اتراؤ قدامت کے جواب میں۔ آپ صرف یہ شکما فیصلہ کرتے ہیں کہ اس روایت کے راویوں کا حال نہیں ملتا اور بول بھی بخاری کے سامنے اس روایت کی کیا وقعت ہے؟

آپ کی تنقیدی جواب کا یہاں حصہ کہ اس روایت کے راویوں کا حال نہیں ملتا صریح و عاقلانہ ہی کہہ نہ سکتے۔ احمد بن حنبل میں سلسلہ روایت موجود ہے۔ رجال کی ایک نہیں متعدد کتابیں خذائے فصل سے آپ کے پیش نظر ہیں۔ ایک ایک راوی کی تصدیق و تکذیب اور حج و تعدیل کیوں نہ فرمائی گئی۔ مگر آپ کو تو ایک گونہ خود اس کا یقین ہے کہ اسکے راوی صحیح ہیں تب تو لکھا جاتا ہے کہ یوں ہی بخاری کے سامنے اسکی کیا وقعت ہے۔ یعنی صاحب یہ یوں بھی کیا ہے اسکے معنی تو یہ ہوئے کہ اگر روایت امام جلیل کے روایت متواتر صحیح بھی ہو تو بخاری کے سامنے اس روایت کی کیا وقعت ہے اب راویوں کی صحیح کلام نہیں رہا۔ امام بخاری و فصل کی ترجیح و فضیلت کا مسئلہ پیش ہو گیا، ہم تو کہہ سکتے کہ یہ آپ کی خود غرضی ہے اور جو شخص بخاری پرستی، اگر تھوڑی دیر کے لئے آپ کے اس عطا اصول کو مابین کے بھی تو وہی جنہوں نے تمام حدیث کی کتابوں میں سے صحاح کو منتخب کیا اور پھر صحاح میں صحیح بخاری کو سب پر ترجیح کی مخالفت کو آپ کی اس ترکیب کی بجا بدی کیوں ہونے لگی۔ اور سند امام جلیل کے مقابلہ میں صحیح بخاری کی اس تصدیق و توثیق کی نسبت آپ کے اس جلیج کو وہ کیوں مانے لگے۔ اور آپ خود بھی بخاری پرست اور سچے ہیں کہ اگر سواد اعظم میں کوئی شخص ایسے اعتراض پیش کرنا تو اس کے مقابلہ میں آپ کو اس جلیج دینے کا حق حاصل تھا کیونکہ وہ صحیح بخاری پرست جلیل کی اہمیت کو جانتا تھا۔ لیکن ایسی قوم دگر وہ کے مقابلہ میں جو بخاری اور امام جلیل کی مرویات سے اپنے دھاگوں دکھلاتا ہے اور راویوں کے فرق مابہ الامتیاز کو اولاد کی حج و تعدیل کو نہیں جانتا آپ کو اس جلیج کے پیش کرنے کا کیا حق حاصل ہے اور دنیا کی انصاف پسند طبیعتیں آپ کے اس طریقہ استدلال کو کب مان سکتی ہیں۔

صاف تو یہ ہے کہ آپ اس جلیج کی غامضی لفاظیوں سے عیسائیوں کو مرعوب کرنا چاہتے ہیں یہ کیوں نہیں کہتے کہ ہمیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل شان بھیجی اور نہ ہمارے امام بخاری صاحب نے امام جلیل صاحب نے فلاں متذہب نے عقائد کی درستی اور معرفت حلد قبول کے صفات و مدارج کی ترتیب و ترمیم کی تو اودوقت ضرورت بخاری فرمائی ہے جب ان کو حکامے معتزلہ سے مقابلہ کرنا ہوا ہے۔ ورنہ اس سے ڈیڑھ سو برس پہلے بے دیکھے سے بے سمجھے ہر طرح کی جھڑپیں ہر قسم کی روایتیں اس کثرت سے بن چکی تھیں کہ بقول آپ کے۔ ایک امام رہبر ہی کی تصنیفات انہوں پر لاد کر لائی گئیں تھیں۔ تو چہرہ اب تہلکتے ان جامعین حدیث کا اس وقت مدعا کیا تھا جمع حدیث یا ترتیب بخاری یا نہ

دیکھئے حالات دیکھئے واقعات یہ ہے معلوم ہوا کہ اگرچہ اس وقت ان جامعین حدیث کی نظر صرف مجمع حدیث پر تھی اور نہ ہی عقاید کو یہ دیکھتے تھے اور نہ ان کا یہ کام تھا۔ امین امام آخر صل صاحب کی روایت فی العقاید کو موجود اصول عقاید کے مقابلہ فرمائیے جو اصول تین عقاید کے قائم کے ہیں تو آپ اسان نہیں کا حرفی بانیں گے۔

اس ساری سیاقوں کے جواب میں آپ کو بخاری صاحب یا اس جملہ صاحب کی اہمیت سے دراصلی بحث کرنی نہیں ہوگی۔ لہذا ان نام روایات خلاف عقائد کی نسبت عام اس سے کہ وہ بخاری میں ہوں یا مسند امام صل میں یا کسی اور کتاب میں۔ آپ کو یہ کہنا پڑے گا کہ اسلامی اصول عقاید کے مخالف حوالہ قرآن مجید اور قول صحیح رسول سے منصب طہین کوئی روایت عام اس سے کہ اس امام کی ٹہری سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی کتاب میں کسی بھی معتز اور مستند روایت و اسات سے نہ درج ہو نہ قابل قبول ہے نہ قابل عمل۔ ایک ہی طریقہ استدلال متصرحین کے مقابلہ میں چل سکتا ہے۔ دوسرا نہیں کیونکہ ہمارے معتزین اس عقیدے کے لوگ ہیں جبکہ خداوند منہ بالذات ہر اور یہ رسول تبرع ان خطبات۔ اس لئے وہ تو صورتاً آپ کے ماحدوں سے اور غیر معتز اور غیر مستند روایات کو بڑھ کھالین گئے جن سے ان کے عقائد فاسد کی تائید و تطبیق ہوتی ہو البسی حالت میں استدلال سے تعریف عقاید کے معقول اصول پر استدلال قائم کر دیا جائے۔ نہ بخاری صاحب کی علوشان زیادہ ابن عسلی صاحب کے غلط بیان پر مشتمل صاحب یا تو اصول عقاید کے استخفاظ و مالین۔ یا عقیدہ اسلاف کو لفظ کر لیں اور اگر وہ چاہیں کہ استخفاظ عقائد بھی ہو اور اسلاف کی تقلید کی صحت بھی تو یہ غیر ممکن ہے۔ دوسری کا یہ طریقہ استدلال تو اسلام کی حاکم حکمران کے عموماً ان اور شبلی صاحب کی خاص جدہ داری کی داستان شروع کر دیگا۔ حواد بھی اسلام کی تصحیک تصحیف کا باعث ہوگا۔

(ب) سنی صاحب کی دوسری روایت یہ ہے کہ۔ نصاریٰ نے دعویٰ کیا کہ آپ (ص) کے استخفاظ و مالین حوالہ ہوا ہے وہ حدیث سے ہوا یا روایت سے پہلے آپ کا طرز عمل وہی تھا جو آپ کے حادان اور اہل شہر کا تھا چاہے آپ اپنے پہلے صاحبزادے کا نام عبدالعزلی رکھا تھا۔ یہ روایت خود امام بخاری کی تاریخ صغیر میں موجود ہے ایک یہ روایت اگر صحیح بھی ہو تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کیونکہ استدلال ہم سکتا ہے حضرت صدیق اکبر اسلام سے پہلے ہی تھے۔ انھوں نے یہ نام رکھا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی تک منصب ارثا دیر بامور نہیں ہوئے تھے اس لئے آپ نے تعزیر نہ فرمایا ہوگا۔ اور اس واقعہ یہ کہ یہ روایت فی نفسہ بات بھی ہمیں۔ اس روایت کا سب سے زیادہ صحیح حوالہ وہ ہے جو امام بخاری نے تاریخ صغیر میں روایت کیا ہے۔ اس کا اول راوی بخاری من ابی اویس ہے۔ اگر یہ بعض محدثین نے اس کی توثیق کی ہے لیکن گروہ کثیر کی رائے حسب ذیل ہے۔

(۱) معویہ ابن صالح۔

آئیل اور اس کا مایہ دونوں ضعیف ہیں۔

وہ محوٹ و نسا ہے اور محض جیسج ہے۔

ضعیف اور غیر رقبہ ہے۔

(۲) یحییٰ بن محمط

(۳) امام سانی

- (۴) نصرت مسلمہ مزدوری وہ کذاب ہے۔  
 (۵) داؤد ظنی میں اسکو صحیح حدیث کے لئے یہ نہیں کرتا۔  
 (۶) سیف بن محمد وہ تھوٹ حدیثیں سنانا ہے۔  
 (۷) سلمہ بن شیبہ اس نے مجھ سے خواہ اقرار کیا کہ جب کبھی کسی بات میں اختلاف ہوتا تھا تو میں ایک حدیث بتالیتا تھا۔ سیرۃ ایسی جلد اول صفحہ ۱۴۰

شہابی صاحب کے اس استدلال کا انداز تو پہلے سے بھی زیادہ خراب ہے۔ پہلے طریقہ استدلال میں اگر زیادہ یقین روایتیں تھیں۔ اور گو ایک ہی سی مگر موافق اور موید حدیث بھی موجود تھی۔ حکوآپ نے بڑی شان سے جیلنج دیکر دکھلایا۔ لیکن یہاں تو بخاری صاحب کا اقرار ہے اور وہ خود لکھ کر اقرار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پہلے صاحبزادے کا نام عبدالعزیٰ رکھا تھا (نعود باللہ) اس سے ثابت ہوا کہ معاذ اللہ آپ کو اس زمانہ میں سو فیصد تک عزیزی کی عبودیت کا واسطہ نہ تھا اور قریش کو تو لو اپنے لڑکے کا نام عبدالعزیٰ رکھنا اور سکا اترنا عزیزی کی عبودیت کی طرف منسوب کیا (العیاذ باللہ)

شہابی صاحب۔ اب میں سے سمجھ لیں کہ آپ بخاری کی ایسی منقید اور مجہول الکتاب سے اپنے مخالفین خصوصاً یورپ میں تحقیق کو کیا جیلنج دیتے ہیں۔ لطف تو یہ ہے کہ پہلے واقعہ میں تو اس کتاب کی تصدیق و توثیق کا چیلنج دیا جاتا ہے اور پھر دوسرے واقعہ میں جس کسی تاویل سے کوئی کام نہیں نکلتا تو مصداق۔ عذر گناہ بدتر از گناہ و اسی جیلنج دادہ واضح الکتاب کی خود تنقید و تردید فرمائی جاتی ہے۔ اور اس کے راویوں کو دردنگو۔ فریسی۔ یورپ۔ سب کچھ لکھ کر ثابت کیا جاتا ہے۔ آپ ہی فرمائی کہ آپ کا یہ انداز استدلال دیکھ کر مخالفین مصحح نہ کریں تو اور کیا کریں۔

اب یہ تو فرمائیں کہ سلسلہ روایت میں ایک راوی راہنمیل بن ابی ویس (کو جسے آپ جھوٹا اور چوٹا بتلاتے ہیں تھوڑا دیر کے لئے وہ ویسا ہی مان بھی لیا جاوے جیسا کہ آپ لکھتے ہیں تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بخاری صاحب کیسے بزرگ تھے جنہوں نے جھوٹے سچے۔ ایسا درمکار کی کوئی تمیز نہیں کی۔ اور انکے منکر کے ایسے جھوٹے راویوں کے غلط مقررات کو اپنی کتاب میں بھردیا۔

۲۔ تو بخاری صاحب کی محدثانہ شان تھی۔ اب یہی سائن محققانہ ملاحظہ فرمائی جاوے۔ وہی سلف کی قدیم تقلید کے مطابق آپ نے پہلے تو حمایت بخاری کی غرض سے تاویل کرنی چاہئے اور چونکہ موضوع بحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے۔ اسلئے تبلی صاحب کو خیر کی شکل پیش آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت بھی قائم رکھنی اور امام بخاری کی عزت بھی اس شکل سے کھلنے کا آپ نے ایسا تمسک طریقہ اختیار کیا جس سے بخاری صاحب کی تو خیر عزت بچ گئی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت یروہ نہ آگیا۔ یہ سب آپ کی ناحق یرستی کا نتیجہ ہے۔ اب بخاری صاحب کی حمایت میں لکھتے ہیں کہ یہ راہیت صحیح

بھی ہو تو اس سے آنحضرت صلعم کی نسبت کیونکر اتنے لال ہو سکتا ہے۔ اسکی تاویل یون کی حافی ہے حضرت خدیجہ عہد اسلام پہلے تیرہ رست تھیں۔ اونہوں نے یہ نام رکھا ہوگا۔ آنحضرت ۱۲ بھی تک مصعب استادیہ مایہ زمین ہوئے تھے اس لیے آپ نے تعرض ہو مایہ ہوگا۔ آپ ہی کہنے کیسا صعیف خواب اور کسی سترے مرآک تاویل ہے،

افسوس ہے کہ آپ نے پہلے یہ لکھا۔ جیسا کہ اس تاویل کے مدارج کو لکھا چکا کہ اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت فی نفسہ بھی ثابت نہیں اگر آپ سے کیے پہلے لکھ دیتے۔ آپ کو تو عیاری صاحب کی بھی عزت منھالی تھی اس ضرورت آئی تھی اس کفر عیاری کو صدیقہ کبریٰ صاحب خدیجہ سلام اللہ علیہا کے لکھا گیا۔ آپ نے ناموس رسول کی کفر عیاری کا اقرار تو کر لیا۔ مگر عیاری صاحب کی بدنامی اور بے احتیاطی کو تو گوارا فرما سکے۔ واقعی آپ کی یہ لیری تمام اہل اسلام کی حریت اور عزت کا باعث ہے۔ شعلی صاحب ہم آپ کو مایہ کر رہے ہیں کہ آپ کی اس تروماک اور ولایت تاویل نے تمام مخالفین کو خوب ہنسوا یا۔ مگر ملا امتیاز تمام اہل اسلام کو آٹھ آٹھ آنسو رو لویا۔

ہم کبیر کہتے ہیں کہ آپ رسول اللہ صلعم کی شان کو سمجھتے ہی نہیں۔ یہ ماں لیا کہ رسول اللہ اوسوقت تک تصدق و برحمت نہیں ہوئے تھے لیکن غری کی حقیقت کو تو جانے تھے۔ اور اگر آپ اس سے انکار کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم اسوقت تک غری کی حقیقت کو نہیں جانتے تھے۔ تو پھر بعد اللہ آنحضرت صلعم بھی ارقیہ کی طرح غری کا احترام اور اسکی پرستش کرتے تھے۔ اس دلیل سے متاثر نہ ہو گئے غری کی حقیقت و اصلیت آپ پر کیا حقہ ناست تھی جب تاں تھی تو بشل صاحب کا یہ احتمال جیسا کہ وہ اسی تاویل میں لکھتے ہیں کہ اسلے آپ نے تعرض نہ فرمایا۔ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے خود مائہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل حقیقت کو چھپایا اور یہاں تو اہل عقول و اہل عقول اور شان رسالت کو ادراست کر دیتا ہے۔ اسلے آپ کی یہ تاویل منافی شان رسالت ہو سکی ماعت طعی قطع ہے۔ اور محض حمایت بخاری میں وضع کی گئی ہے یہ تاویل خلاف واقع ہو سیکے علاوہ خلاف نقل و عقل بھی ہے۔ خلاف عقل تو اس طرح کہ سوائے آپ کے (کے آدمی) کو یہ سترہ ہی نزدیکانی عقلانی و عقلانی یعنی اور کرمانی کسی تاریخ بخاری نے اس واقعہ کے متعلق۔ رسول اور ناموس رسول صلعم کی خلاف شان ایسی دلیرا اور بے ادبانه تاویل کرنے پر جرأت میں کی لطف تو یہ ہے کہ یہ تاویل بھی کجانی ہے اور پھر اپنی اس تاویل کی فولکد سب بھی ویرا جاتی ہے۔ جیسا کہ اس تاویل کے بعد لکھ دیا گیا ہے۔ اور اصل واقعہ یہ ہے کہ یہ روایت فی نفسہ بھی ثابت نہیں اب آپ ہی تسلیم کریں کہ یہ واقعہ ناست ہی نہیں تو تاویل کی کسی، شعلی صاحب کی تحجج منطق ہی مقصود تاویل موجود۔ یہ تو مخالف عقل ہو سکی حالت تھی اس خلاف عقل ہو سکی کیفیت بھی ملاحظہ ہو۔

بخاری صاحب کے راوی کی کامل تفتید و تکذیب و انکار شعلی صاحب آحرین یہ عبارت تحریر فرماتے ہیں۔ یہ لفظ طوری ناست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت سے پہلے تیرہ رست کی کجانی شروع کر دی تھی اور جن لوگوں پر آپ کو اعتماد تھا اونکو اس بات سے منع فرماتے تھے۔ سیرۃ النبی ص ۱۴۵

شلی صاحب اپنی اس رائے پر غور فرمائیں اور بتائیں کہ جب فائز رسالت ہوئے سے پہلے آنحضرت صلعمت یرستی کی مخالفت فرماتے تھے۔ تو جناب حدیچہؓ کو نعوذ باللہ اس صریح یرستی اور کفر شاری سے کہ اپنے بیٹے کو غوثیت کا غلام سائیں اور سدہ قرادین کیوں منع فرمایا، اسکا کوئی جواب شلی صاحب سے نہیں ہو سکتا ہے سوائے اسکے کہ فرمائیں حضرت حدیچہؓ کو نعوذ باللہ آپ کے اہل معتمدین میں یقین یقین۔ جنکو اس امر سے منع فرماتے تھے۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے کہ جن لوگوں پر آپ کو اعتماد تھا اوںکو اس بات سے منع فرماتے تھے۔ اب آنحضرت صلعم کے نزدیک جناب خدیجہ صدیقہ کبریٰؓ کی نا اعتباری یا عموماً میاں بی بی کی باہمی بے اعتمادی کی ترمماک اور نفرت انگیز تفصیل شلی صاحب کی حیاداری کر سکے گی۔ کسی مسلمان کی دیداری تو سوائے حسرت و ہجرت کی ایک حرف بھی منہ سے نہیں نکال لیگی۔

(ت) سیرۃ النبی جلد اول ص ۴۰ کی اصل عبارت تمام مراکز یرین حاشیہ یہ عبارت تحریر فرمائی گئی ہے۔  
مطرا گیلوس نے اسکے برخلاف (مخالفت یرستی) ایک حیرت انگیز دعویٰ کیا ہے اور اسکے ثبوت میں دعویٰ زیادہ تر حیرت انگیز فریب کاری کی ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت حدیچہ (سلام اللہ علیہما) دونوں سونے سے پہلے ایک ست کی پرستش کر لیا کرتے تھے۔ جس کا نام عربی تھا۔ مصنف نے اسکی سند میں امام احمد بن حنبل کی روایت (جلد ۴ صفحہ ۲۲۲) پیش کی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

حدیثی حال الحدیث حدیث حولہ اللہ سمع اللہ صلعم	عجم سے حدیچہ ست تویلد کے ایک ہمسایہ نے بیان کیا کہ میں نے یہ عجم صلعم کو
وہو یقول بحمدہ واللہ لا اعد اللات والعوی واللہ	حضرت حدیچہ سے یہ دہاتے ہوئے سنا کہ اسے حدیچہ کھان میں کسی لات دعویٰ کی
لا اعد اید اقال مقول حدیچہ حل اللات حل العوی	پرستش نہ کرو گنا حدیچہ کسی تھی (کھتین یقین کہ لات کو عاید یچھے عوی کو مانا
قال کاب صمہہم للقا کاوا بعدد دن تم یصلحون	دیچھے (یہی کا و کر بھی نہ کیچھے) اس راوی نے کہا کہ لات دعویٰ وہ

ست تھے۔ جسکی پرستش اہل عرب سونے سے بڑھ کر کیا کرتے تھے۔

ایک معمولی عربی دان بھی سمجھ سکتا ہے کہ عمارت مذکور میں کانوا کا لفظ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اہل عرب لات دعویٰ کی پرستش کیا کرتے تھے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہؓ کی طرف اشارہ ہوتا تو یقینہ کا صغیرہ ہوتا۔ کہ جمع کا اسکے علاوہ خود اس روایت میں لات دعویٰ کی پرستش سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار مذکور ہے۔ ص ۱۴۰۔

شلی صاحب کا لکھا مالکل صحیح ہے اور مارگیو لوس کا سمجھا اور سمجھانا دونوں غلط۔ اسکو حقیقت سمجھا اگر مارگیو لوس نے لکھا ہے تو اسمن کوئی کلام نہیں کہ اس پوری وین محقق نے پوری فریب کاری سے کام لیا ہے۔

اتنا اور عرض کر دیا ہے کہ آپ کی تنقید میں بھی تھوڑا سا اجمال رہ گیا ہے۔ وہ یوں صاف کو دنیا چاہیے تھا عربی لفظ کا لٹوا۔ کا ترجمہ وہ لوگ۔ ہو یا چاہتا تھا۔ آپ کا ترجمہ اہل عرب لفظی ترجمہ نہیں بلکہ حادی ترجمہ ہوا۔ اسلئے عبارت ترجمہ میں وہ لوگ اہلی الفاظ عمارت میں اور اہل عرب خطوط معکوس کی مار ہونا چاہیے۔



بجہ تفتیک عبارت میں بھی کاوا کا ترجمہ اہل عرب ہی لکھ یا گیا ہے! سکو بھی ویسا ہی ہونا چاہیے۔ بھرتیج تفتیک میں بتلایا گیا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ کی طرف اس سارہ ہوتا تو تنبیہ کا صیغہ ہوتا نہ کہ جمع کا۔ فی الحال اہل اسلام میں بھی زبان عربی کی حقنی کی ہوتی جاتی ہے وہ ظاہر ہے! اسلئے تنبیہ اور جمع کا ماہمی فرق اور ان کے جداگانہ صیغوں کی تمیز عام اردو والوں کے لئے مشکل ہو جائے گی۔ اس ضرورت سے ادکواں الفاظ میں سمجھا دینا ضروری ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ انھیں حضرت خاص سے راوی کی مراد ہوتی تو زبان عربی کے قاعدہ کے مطابق راوی تنبیہ کا صیغہ لاتا۔ اور کاوا کی جگہ کا تنبیہ لکھتا۔ مگر جب اونکا ایسا نہیں کیا اور عام جمع کا صیغہ کاوا لایا تو اس سے تمام لوگ ایسی کل اہل عرب مراد ہوئے۔

اسکے علاوہ حضرت خدیجہ کی نسبت اعتقاد کفر کی تفصیل سبلی صاحب نے خدا جانے کس مصلحت سے چھپوڑ دی وہ یہ ہے۔ عربی کی عبارت سے صاف طور پر ثابت ہے اصلی روایت حضرت خدیجہ کے اس جواب پر تمام ہوئی۔ فقط قول حدیث حل اللات حل العری خدیجہ نے کمالات کو حالے دیکھے۔ عربی کو حالے دیکھئے یہ تو اب روایت کا راوی ایسے سامعین کو لات و عربی کی اصلیت و ماہیت بتلاتا ہے کہ لات و عربی اصل میں کیا شے تھے لات و عربی دوت تھے۔ جنکی پرستش وہ لوگ (الہ عرب) سونے سے پیشتر کر لیا کرتے تھے۔ یعنی عرب میں یہ دستور تھا کہ سونے سے پہلے اندون متون کی پوجا کر لیا کرتے تھے۔ اب اس تفصیل کی تشریح ملاحظہ ہو۔

راوی کو اس روایت کے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہوئی۔ وہ یہ ہے کہ راوی (خدیجہ کا کہنا یہ) جو اہل عرب تھا اور اس قدیم دستور کا حالے والا۔ ادکواں لوگوں حضرات (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجہ کے) مکالمات سن کر جو ملک قوم کے دستور قدیم کے صریح مخالف تھے۔ بالکل نیا اور الملوگون کا تنہا طریقہ معلوم ہوا۔ اس لئے اس واقعہ کی نڈرت اور ادونون حضرات کی کفر پرستی سے نفرت اور تمام قوم کے اس دستور قدیم سے مخالفت کی بنا پر راوی نے اس واقعہ کو اس سلسلہ خاص کے ثبوت میں کہ یہ دونوں بزرگوار است پرستی کے قدیم دستور اور رسم و رواج سے بالکل علیحدہ تھے اور تمام اہل عرب میں اس ماہیج راوی کفر کردار عادات سے بالکل مستثنیٰ تھے۔ ایسا حشد وید واقعہ بیان کیا ہی اور ثابت کر دیا ہے کہ حضرت صاحب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لات و عربی کی پرستش سے متنفر تھے اسی طرح حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کو اس سے محتر رہیں۔

مارکیو لوس صاحب کی سمجھ کا کیا کھنا۔ خوب سید ہے کا اوٹا سمجھے۔ افسوس ہے اونکے اس مورخانہ بیان پر راوی حسرت ہے اونکی محققانہ شان پر بقول شلی صاحب اس روایت کے غلط معنی لگا کر تمام دنیا سے ای عربی دانی کی داد لیتے ہیں۔ اور ساری دنیا کو ای غلط فہمی سے مرید دیتے ہیں۔ لیکن اپنی قوریت مقدس میں حضرت یعقوب کی مینی کا جنکا نام راحل دلاجل تھا۔ چونکہ خاص ایک حلیل القدر پیغمبر کی بیوی اور تمام انبیاء کے بنی اسرائیل کی مان یقین

اپنے باپ لاس کے بتوں کو چڑانا۔ اور اونٹوں کے کجاوے میں اونکو چھپا کر اونپر بیٹھ جانا۔ اور اس شکل وصورت سے پکڑا جانا اور حیض کا ہانا نہ کر کے اوس مقام سے نہ اٹھنا اور اس حیلہ و ترکیب سے اون بتوں کو اپنے یاس رکھ لینا اور باپ کو ایسے نہ دنیا یوری تفصیل سے ورج ہے۔ (سفر تکوین باب ۳۱-آیت ۵-۲۵) دیکھو ذرا بھی نہیں سٹہ مارتے۔ مارگو لو کے ہاں موت یا ناموس موت کی کوئی خصوصیت نہیں وہ اس شخص سے کو بھی قہیم میں لیتے ہیں اور جب حضرت یعقوبؑ کی حالت موت اور انکے خاص ناموس کے ان اہتمامات صریح کو واقعات صحیح سمجھتے ہیں تو سبغیر عرب اور اوسکے پاک و مقدس ناموس کی نسبت مارگو لو س کو اس معویانہ اور گمراہانہ فریب کاری کرتے ہوئے کب شرم و حجاب آسکتا ہے؟

مارگو لو س کی غلط فہمی اور عالم فہمی کی کامل تردید کر کے ہم شبلی صاحب نعمانی کی حدیث میں بھریا دہانی کرتے ہیں کہ آپ نے عبد العزیزی کے تسمیہ کی تاویل میں نہایت مبہا کی سے لکھ دیا ہے کہ حضرت حدیث اسلام سے پہلے تیرست تھیں آپ کا یہ لکھ دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ واقعہ کی اصل عبارت تو یہ بتلا ہی ہے کہ حضرت خدیجہؓ اسلام سے پہلے بھی تیرستی سے کا رہے اور تسمیہ تھیں تب تو فرماتی ہیں حل اللات حل عریٰ جس کا ترجمہ آپ خود اں العاطہ میں فرماتے ہیں۔ لات کو جاسید بکے عریٰ کو جاسید بکے (یعنی ان کا ذکر بھی نہ کیجئے) شبلی صاحب خود اپنے اں مختلف فتاویٰ اور اپنی فرمالین۔ جب آپ خود اعرافا لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود بقول آپ کے اں بتوں کے ذکر سے بھی منع فرماتی تھیں تو وہ پھر خود کیسے تیرستی کر سکتی تھیں اور ان کو کون بتیرست کہہ سکتا ہے۔

(ث) پھر بربر صاستیہ یہ روایت مرقوم ہے۔

مارگو لو س نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزنی کے نام پر ایک حاکی رنگ کی چھتری ورج کی تھی۔ صاحب موصوف نے اسکی سند میں مگر کوئی عربی ماحد نہیں پیش کیا۔ ملکہ دلموس کا حوالہ دیدیا ہے (دیکھو مارگو لو س کی کتاب ص ۷۸-۷۹) معجم البلدان (جغرافیہ کی ایک کتاب) میں ایک روایت اس مضمون کی موجود ہے اول تو اس موضوع خاص میں یہ کتاب خود بے سند ہے۔ ثانیاً یہ روایت کلہی سے ہے۔ حوسہ رور و غلو ہے شبلی صاحب کا پہلا اعتراض کہ مارگو لو س نے عربی ماحد کا حوالہ نہیں دیا بالکل صحیح ہے اور مارگو لو س کا بتوت میں انیما ماحد پیش کرنا بالکل خلاف استدلال ہے جب معجم البلدان میں یہ روایت دیکھ لی گئی تو مارگو لو س کے سر سے وضع حدیث کا الزام جاتا رہا۔ مافی رہا شبلی صاحب کا یہ دہانا کہ معجم البلدان جغرافیہ کی کتاب ہے اور صنف حدیث میں موصوع نہیں ہوئی ہے محالیں کے لئے تسعی کش نہیں ہو سکتا اس لئے کہ وہاں تو دیوانہ انداز سے بس است کا عالم ہے اور محیں حدیث و حوالہ کی تعین و تیسرے کام میں اوں کا تعصب اور انکی خود غرضی اور خیں تیز کر کہنے لگی۔ اب اونھوں نے ایک مسلمان مصنف کو دیکھ دیا۔ اور اوس کے قول سے لگا استدلال انکی تنقید و تردید کے لئے ہم پھر شبلی صاحب کی حدیث میں عرض کرینگے کہ اں سے استدلال میں وہی اصول قائم رکھے جائیں جو ہم ادیر لکھ کر بتلائے ہیں۔ یا قوت تہوینی کی جغرافیہ دانی یا حدیث سے ناواقف کاری یا کلہی کی موضوعیت اور

علاقہ کاری و کھلانے سے کام نہیں لیتے گا۔ صاف صاف لکھا اور اقرار کرنا ہو گا کہ خلاف اصول عقاید کوئی صاحب ہوں  
محدث۔ مورخ یا کوئی اور ہوں جس کوئی روایت کوئی واقعہ مخالف عقاید بیان فرمائیں گے۔ وہ مسلمانوں کے لئے نہ قابل  
قول ہو گا نہ لائق تسلیم۔ اس لئے یہ تمام واقعات و روایات حوالہ پر بیان کی گئی ہیں اور تاریخ بخاری اور مسند امام احمد بن حنبلہ  
انکا موازنہ کیا گیا ہے۔ سب کے سب محض لغویات ہیں اور صریح معتریات۔ مخالف۔ اسلام کسی وقت اور کسی زمانہ میں  
نہ ہمارے رسول صلعم کے طریقے اور عمل نامت ہوئے ہیں نہ اس کے اہل بیت کرام علیہم السلام کے رسول مآلے نہ اس کے بی بی نے  
کسی بت پرستی کی اور نہ کبھی کسی اولاد کا نام بتوں کے نام پر رکھا۔ حقیقتاً عبدالعزیٰ نام آپ کا کوئی عڑا بیٹا ہی نہیں تھا۔  
آپ کے بڑے صاحبزادے کا نام قاسم تھا۔ جسکی خصوصیت کی وجہ سے عرب کے قدیم قومی دستور کے مطابق آپ کی کنیت  
ابو القاسم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مشہور ہوئی لیکن قصائے الہی سے وہ بھی قبل بعثت انتقال فرما گئے۔ یہ تمام مرویات اس  
زمانہ اور اس زمانہ کے لوگوں کی موضوعات ہیں جس لوگوں نے اور ان کے عیب چھپانے اور ابر سامنے کے لئے شان  
رسالت کی تخصیص میں خواہ مخواہ تعمیر کو داخل کر دیا۔ ان لغویات کے لئے نہ اسلام حوالہ ہو سکتا ہے اور نہ امام احمد بن حنبلہ

## موحدین سے ملاقات

محض ضرورت سرخی ہے مشبلی صاحب اور تمام اہل امام کے نزدیک یہ حکم ہے  
کہ رسالت کے تمام طریقے یہی ہوتے ہیں تعلیم نہ بانی اور توفیق نیروانی امتداس  
لیکر انتہا تک رسول کے شامل حال ہوتی ہے تو یہ اسکی کوئی ضرورت و احتیاج نہیں کہ موحدین سے ملاقات ہو یا نہ ہو۔  
موحدین سے ملاقات اور مجالسات منصب رسالت میں تعلیم و انساب کے شعبے پیدا کر دیں گی۔ جو قطعاً منہ قص  
رسالت ہے۔ جن موحدین کا ذکر کیا گیا ہے یا حکم لے گئے ہیں ان کے اعتقادات فی الوحدۃ کی تفصیل و صورت بھی نہیں  
تسلطانی گئی ہے کہ وہ کس قسم کی وحدانیت کے قائل تھے۔ اس میں سے مشبلی صاحب نے ایک ورقہ میں نو نقل کا حال خود لکھا ہے  
کہ وہ آخرین عیسائی ہو گئے تھے۔ تو آپ ہی فرمائیے کہ انکی عقیدت فی الوحدۃ کس کام کی رہی۔ جب ادھون نے ذات الہی  
کو قابل تماس قرار دینا کر لیا۔ پھر توحید کا ایسا قلعہ اور مسد اسرمانی اعتقاد رکھے۔ اسے شخص کی ملاقات سے اس مرگ کو  
کیا اٹھاتا اور کیا فائدہ حاصل ہو نہ والا تھا۔ جو خالص اور کامل توحید کی تبلیغ و تعلیم کے لئے بھیجا گیا ہو اور جو خاص طور پر توحید کے  
راستوں سے اسے خار و خشاک کو پاک و صاف فرما دینے کے لئے اتارا گیا ہو جو سالکان وحدت کے داموں میں اولچھ اولچھ کر  
انکو گرفتار آگئی کے مصول سے روک رکھتے ہیں۔

اسکے علاوہ آپ خود اس وقت کے موحدین میں قیس بن مسعود۔ ورقہ بن نوفل۔ عیدان بن جحش۔ عثمان بن الحوات  
اور یزید بن عمر بن لعل (عرض خاص تو انکے نام کے سنبول سے تھی) کے نام ماکر خود لکھتے ہیں کہ اس میں سے آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم نے زید سے ملاقات کی تھی جس کا ذکر صحیح بخاری میں بھی ہے ص ۱۳۱ اس سے علوم ہدایہ بقیہ لوگوں  
سے ملاقات میں ہوئی۔ تو پھر آپ ہی کی اس خاص تحریر سے آپ کی یہ سرحی کہ موبدین سے ملاقات قطعاً اور محض بیحد و رت نامت

ہو گئی۔ مگر آپ نے آگے چل کر اپنے اس اعتراف و اقرار پر بھی اعتنا نہیں کیا اور یہی سبھی ملاقات ہونے کی یہ صورت نکالی تھی کہ ”ورقہ عیسائی ہو گئے تھے۔ اور چونکہ حضرت خدیجہ کے برادر عزم زاد تھے اور مکہ ہی میں رہتے تھے اس لئے قیاس ہوتا ہے کہ آپ ان سے ملے ہو گئے۔ بعض ملامتوں میں ہے کہ ان سے آپ کی دوستی تھی۔ ص ۱۴۱

میں کہتا ہوں کہ آپ کا قیاس صحیح ہے اور بالکل فی الواقع۔ آپ کو خود اسکی واقعیت یاد نہیں رہی۔ اسلئے قیاس کرنے کی ضرورت ہوئی۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ورقہ بن نوفل سے ضرور ملاقات ہوئی۔ آپ خود لکھ چکے ہیں۔ اپنی سیرۃ النبی جلد اول کے صفحہ ۱۴۸ میں ایسی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے

”آپ نے حضرت خدیجہ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ وہ آپ کو ورقہ کے پاس لے گئیں۔ جو عمری زبان جانتے تھے اور قوریت و انجیل کے ماہر تھے۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واقعہ کی کیفیت سنی تو کما یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰؑ پر اتر ا تھا۔“

یہی ملاقات ہو گئی لیکن اس ملاقات سے وہ ملاقات جو آپ کی اصلی مراد ہے۔ ثابت نہیں ہوئی۔ بلکہ بالکل غلط ٹھہری۔ محدثین سے ملاقات کی حاص سرخنی قائم کرنے سے جو آپ کا ارادہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انھوں میں ملاقات ہو۔ آپ ان کے پاس آتے جاتے تھے مکہ ہے کہ یہ لوگ بھی آپ کے پاس آتے جاتے ہوں۔ مگر ورقہ والی سند پر بلا واقعہ نے صاف صاف بتلادیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ورقہ میں اس واقعہ سے پہلے شامی اور اسم ہیں تھے کیونکہ اگر فیما بین آمد و رفت ہوتی تو حضرت خدیجہؓ کو ملے جاتے اور معروف کمرانی کی ضرورت نہ پڑتی اگر قریب سے آئیں میں روابطہ ہوتے۔ تو آپ بالکل مطمئن نہ ہو کر براہ راست ان سے اپنی تسکین و تسخیر فرمالتے جہاں خدیجہ کی مغربی کی ضرورت نہیں تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ یہاں میں صرف شامی تھی۔ محالست یا مکالت اور صلاح و مشورت ثابت نہیں۔

ورقہ بن نوفل ہو چکے تھے بن ساعدہ کی سب سے لکھا جاتا ہے ادب و محاضرات کی کتابوں میں عموماً اور بعض تاریخ نویس بھی مذکور ہے کہ قس بن ساعدہ نے عکا طین جو مشہور خطیبہ دیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس خطیبہ میں شریک تھے۔ شامی صاحب نے اپنے کسی اقرار پر قائم رہتے ہیں اور نہ اپنے کسی حتمی رائے پر ذرا اپنے دیباچہ میں نقل روایات کو متعلق اپنے مقرر کردہ حد و دفعہ یا درائے حایلین۔ پھر اپنے ادب و محاضرات کے حالات پر غور کیا جاوے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ یہ واقعہ آپ کے بعد مقررہ کے مطابق ہرگز قابل اندراج نہیں تھا۔ پھر آپ نے محض بے ضرورت اس کو کیوں لکھا۔ اور پھر لکھ کر آئندہ عبارت میں قوی دلائل سے اسکی تردید بھی فرمادی تو گویا تمام تر یہ آپ کی سعی حاصل تھی اور کچھ بھی نہیں کیا۔ آئیے ان واقعات کو خاک و سحر سے لکھ دیا اور حتی الامکان اس کی تردید بھی کر دی اس باعث سے کہ عیسائی مسنین انھیں غیر معید اور قدامت روایات کو اپنی عام غریبی کا نام نہ لیتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت ان لوگوں کی تسلیم ہدایت۔ مستور اور حجت کا نتیجہ بتلاتے ہیں

ہاں بھی باقرار ہے کہ یہ غرض آپ کی صحیح ہے اور یہی آپ کی حفظ و تقدیم کے اعتبار سے ایک حد تک سید ہے لیکن آئینہ  
 قس ابن ساعدہ کی روایت کے متعلق اسی تفسیر و تردید کو تمام کر دیا ہو ورنہ نوافل و خصوصاً زید بن عمر لیلیٰ کی نسبت  
 جیسا کہ اس کتابت اور دراصل صحبت کو صحیح یقین کر لیا ہے۔ کیونکہ - زید کی نسبت تو صحیح بخاری کے اسناد موجود ہیں۔ اسلیٰ  
 ان روایات کی تردید پر آپ کا قلم نہ اٹھ سکا جب قلم نہ اٹھ سکا اور تردید نہ ہوئی تو آپ کے مخالف کو ان ماعدوں سے اپنی  
 عالمگیری کے نتیجے کاٹنے کا تو دیا ہی موقع حاصل ہو گیا۔ اگر قس بن ساعدہ سے بین تو رتہ اور زید بن عمر سے استعدا دہ اور  
 مستور قنی علم الرسالت کا قیاس تو اپنی حالت پر قائم ہو گیا۔ حالانکہ یقیناً رسالت کو ان غلیظیات و قیاسات سے کیا و  
 اور کیا سروکار۔ اور ان متبہین فی المعرفت اور مشکوکین فی الوجدت کو سکینہ رسالت کے آگے کیا مقدار اور کیا اعتبار یہ  
 کم کر دیا گان حقیقت اسنے حیالات و جذبات میں نفسی کسی راہبر کے شاہد حقیقی کی تلاش میں اگر تھرا بہت سمجھ کر لڑ رہے  
 تھے۔ یا بلکہ لڑا کر سمجھ رہے تھے۔ وہ حقیقتاً اصل حدیث اسی اور معرفت سے کوسوں دور تھے۔ پھر مبلغ رسالت اور تمام موت کو  
 اس سے صحبت رکھنے کی۔ کوئی ضرورت تھی اور نہ مستور کر نے کی حاجت۔ اس سائر ان لوگوں کی ملاقات یا محاسنات کا  
 ذکر کرنا اور پھر اس اہتمام سے کہ اسنے ایک جدا گانہ عنوان قائم کرنا مستغنی عنہ کا اور معترض کا اور موقوف و لافظہ تھا اور وہ  
 کے توہمات کو اور قوی بنا رہا ہے۔ دیکھئے آپ خود۔ اسی کتاب میں جہاں انھوں کے بعد ان لوگوں کو کچھ کو شکوہ آپ موعیدین تھالے  
 ہیں اور ان سے رسول مسلم کی ملاقات کو ایک خاص باب میں بیان فرماتے ہیں ان الفاظ معقلہ ذیل میں لکھ کر دیکھتے ہیں  
 بفطرت سلیم اور نیک سرشت کا اقتضا تھا۔ لیکن ایک تزلزلت کمری کی تھامیں۔ ایک مدرسہ کامل کی  
 تفسیر اور رہائی کو میں کے منصب عظیم کے لئے کچھ اور درکار تھا اس زمانہ کے قریب میں تین اور قی پرتوں  
 (ورقہ زید عثمان بن حویرت) کے دل میں خیال آیا کہ جہاں لا یعقل کے آگے سر جہاں ماحقت ہی جہاں  
 سب مدرسہ حق کی تلاش میں پھلے لیکن ماکامی کی دیوار سے مرکز انکار کر دئے گئے۔ ورقہ اور عثمان عیسائی  
 ہو گئے۔ اور زید یہ کہتے کہتے مر گئے کہ اسے خدا اگر حکم معلوم ہوتا کہ تم کو کس طریقہ سے پوچھا جائے تو میں  
 اس طریقہ سے تھے پوچھا۔ یہ قول اسی حدیث اول ص ۱۴۶

حب آپ خود ان لوگوں کی ایسی حالت لکھ کر قرار کرتے ہیں کہ سب کے سب دیوار سے مرکز انکار کر دئے گئے۔ یعنی کوئی بھی باہر معرفت  
 یا منزل و حدت تک نہیں پہنچا۔ تو پھر آئیے ان کو موعیدین کیسے تسلیم کر لیا۔ اگر تون کی ہر تلاش مکر نے سے آپ کو ایسا قابل تو میر  
 ہو نہ کیا گناں ہوا ہے تو میں۔ مدہ او زمانہ شاہی تمام مرقوں کو موعیدین لیجئے۔ اور ان کے عالموں اور موعیدوں سے ملاقات  
 کر نیکو اگر اوقات مل جائیں، ایک رسول کے لئے ضروری اور عامل الذکر یقین کیجئے۔ اور اگر ورقہ وغیرہ کے عیسائی پوچھنے  
 سے آئیے موعید تھرا تو جہاں ہوا پر لکھ آئے ہیں آپ کو بھی مسئلہ تلبیک تو عین سبب بن کر لیا ہو گا فوس تو یہ ہے کہ آپ  
 خود عذرا تعظیفاً سلاف کے ساتھ و تحقیق و انصاف لینا چاہتے ہیں اور تمام حدیثیں محال ہے۔

ایک ریدر عمر بن لعل کی شخصیت اور معرفت قایم کرانے کے لئے حکم مسلمین میں پیشیت بعد حضرت عمرؓ الخطاب پیدا ہوئے۔ یہ تمام کو مستحسن لکھی ہے اس میں کلام میں کہ شلی صاحب کی یہ ایجا اور طرہ اور خاص میں۔ ملک ایک زمانہ سے علماء و محدثین نے حفظ و اتقاد کے خیال سے اور حضرت عمرؓ کے عائلی اور قدیم فضل و کمال ثبات کرنے سے اس روایات کو جو مرجع موصوفا میں تیلخ و سیرت کی کتابوں میں داخل کر دیا ہے۔ جو مناقص شمال رسالت ثابت ہوئی کے علاوہ طرح طرح کے فسادید لکری ہیں جن میں سے ایک تو عیسائی کے مستحسنین کو غلط تعریضات کی موقع دہی ہے جسکی آپ خود مقید و تردید فرمایا ہے جن اسکے علاوہ اور مفسدا ت ہیں نفوس اسلام میں سخت حرانی پیدا کرتے ہیں۔

یہ سرخی بھی بیکار ہے اور محض ہیر ورت۔ لیکن جس ضرورت حاصل سے آپ نے اسکو لکھا ہے وہ بھی اہباب خاص پوشیدہ میں ہے شلی صاحب کی عمارت یہ ہے۔

نوٹ سے پہلے جو لوگ آپ کے احباب خاص تھے۔ نہایت یا کثرہ اخلاق۔ بلند مرتبہ اور مالی مرتبت سے ان میں سب سے مقدم حضرت ابوبکرؓ تھے۔ جو برسوں آپ کے مشرک صحبت رہے حضرت حدیجہ کے چچے سے بھائی، تکیم بن غرام۔ جو قرین کے معزز رئیس تھے وہ بھی احباب نام میں تھے۔ جو م کا مصداقہ انھیں کے ہاتھ میں تھا۔ دارا السدودہ کے بھی ہی مالک تھے۔ جہا بچہ اسلام کے بعد ایمہ معاویہ کے ہاتھ میں ایک لاکھ درہم پر بیج والا۔ ایکس بیگل رقم خیرت کو ڈالی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر میں پانچ بیس برس تھے اگرچہ یہ مدت تک یعنی ہجرت کے آنکھوں میں سال تک ایمان نہیں لائے۔ لیکن اس حالت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت محبت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ کعبہ میں دویرن کا اسباب نیلام ہوا تھا۔ اوس میں ایک ٹکٹ تھا۔ انھوں نے اوسکو پچاس اشرفین پر خرید لیا اور دینے لیکر آئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مذکر میں آپ نے دیا یا کہ شکر میں کا ہدیہ قبول ہیں۔ کہ البتہ قیمت لو تو لے سکتا ہوں مجھ پر ہو کر انھوں نے قیمت لینی گوارا کو لی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے اوسکو لیلیا ضما د ابن قلعہ حواز کے قبیلہ سے تھے۔ جاہلیت میں طبابت اور جراحی کا پیشہ کرتے تھے۔ یہ بھی احباب خاص میں تھے۔ نبوت کے زمانہ میں یہ مکہ میں آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ راستہ میں حارسہ ہیں اور بھیچے پونڈروں کا غول ہے مکہ کے کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو محوئے کہتے تھے۔ لوٹوں کا غول دیکھا کہ صادم نے بھی یہی قیاس کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور رشتہ لگے کہ محمدؐ و صلعم میں جنوں کا علاج کرتا ہوں۔ آپ نے حمد و ثنا کے چند بیوٹر محلے ادا کئے ضما د مسلمان ہو گئے۔ اس واقعہ کو مسلم اور انسانی نے مختصر لکھا ہے لیکن یہ بات وہ فیصل مستدام احمد بن مسل جلد اول ۳۰۲ میں ہے۔ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ

محاربت کے کاروبار میں مشرک تھے۔ اور بن سے ایک صاحب قیس بن سائب مخزومی تھے  
 محارب بن حنیفہ مشہور مفسر گذرے ہیں وہ انھیں کے غلام تھے۔ ان کا بیان ہے کہ ترکہ کے ساتھ کچا  
 معاملہ ہریت صاف رہتا تھا اور کسی کوئی جھگڑا یا مناقشہ پیش نہیں آتا تھا۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۴۴  
 احباب خاص میں اگر حضرت ابوبکرؓ کو اب بعد نبوت احباب خاص میں ہمارا فرماتے تو مجھے کوئی غدر نہیں تھا۔ مگر انفس ہے کہ کچھ  
 قبل نبوت انکے احاطہ حق میں ضرورتاً مل ہے۔ اسلئے کہ شعلی صاحب خود ابیب بخیر کے قصہ میں لکھتا ہے کہ ان کے چکے ہیں کہ  
 اس روایت میں مذکور ہے کہ حضرت ملالؓ اور ابوبکرؓ بھی اس سفر میں شریک تھے۔ حالانکہ اس وقت بلالؓ کا وجود بھی ممکن  
 تھا اور حضرت ابوبکرؓ تھے۔ سیرۃ النبی ص ۱۳۱ ممکن ہے کہ فیما بین شناسائی ہو لیکن محض شناسائی احباب خاص کی خصوصیت  
 تک نہیں پہنچتی خصوصاً حبس و سال میں فیما بین اتنی تفاوت واقع ہو کہ ایک سیرہ سالہ ہو۔ قریب ملع اور دوسرا بخیر  
 سہ سالہ یا چار سالہ۔ شعلی صاحب احباب خاص کی ضرورت اور مقاصد و مطالب کو خوب جانتے ہیں علی العموم احباب خاص  
 وہی انتہا میں جاتا تھا جس دس سالہ علم و کمال اور فکر و خیال میں مساوی ہوتے ہیں۔ ان حصائص میں سے کوئی خصوصیت  
 اس وقت تک حضرت ابوبکرؓ کے لئے ایسی ثابت نہیں کی جاتی جس میں وہ انھیں صمدی کے ساتھ مساوی ٹھہرائے جائے جب کوئی  
 ایسا قریہ اور رعبہ یا ضرورت ایسی ملے کہ وہی تو حضرت ابوبکرؓ کو قبل از وقت نبوت کے خاص احباب میں شامل کرے سے  
 آپ کی وہی غرض دعایت جھٹا تا قدم اور تشیدی بھی جاوگی خواہ اباب موقدین کی فخرت قائم کرنے میں آپ ربیع بن عمرؓ فیصل کے  
 مشمول کی نسبت نظر رکھ چکے ہیں۔ عرب کی قدیم تاریخوں میں تو ناباب موحیدین سے ملاقات رکھنے کا ذکر ہے اور یہ احباب  
 خاص کا تذکرہ۔ ان ہیبتوں سے ماحول کی سیرت و تاریخ کی کتابوں میں عالم صحابیت کی بنیاد رکھنے کے لئے ان واقعات کو  
 قلمبند کرنا از حد ضروری سمجھا گیا ہے کیونکہ یہی حضرت قبل نبوت تک تو احباب خاص رہتے ہیں اولی نبوت اصحاب خاص  
 ہو جاتے ہیں۔

میرا اسی خیال یہ ہے کہ تہا حضرت ابوبکرؓ کا ثمول کافی نہ تھا۔ بہتر ہوتا کہ عشرہ مبشرہ کے تمام حضرات احباب خاص کے  
 اس قدیم دائرے میں لے لئے جاتے۔ تو صحت بھی معقول ہو جاتی۔ اور ان زرگوار لوگوں کے آئندہ جس حدیث بھی آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت و رفاقت کے لئے ایسی صلاحیت و موزونیت کو آپ ثابت کر دیتے۔ لیکن شعلی صاحب میں  
 نہ اتنی جرأت اور اتنی جدت کہ وہ عقیدہ سلاف کا قدیم طریقہ پور کرنا بھی مضمون آرائی میں کوئی ناگہانی سپار کریں۔ اسلئے آپ نے  
 وہی بڑائی اور پائمال گیر ہوئی۔

حکیم راہن خرام جو حضرت خدیجہؓ کے عیال اور بھائی ہوتے تھے دوسرے نمبر میں احباب خاص تھائے حالانکہ  
 حضرت ابوبکرؓ کے احباب خاص پہنچے تو کوئی خصوصیت نہیں بتلائی گئی۔ بلکہ انکے او صاف و خصائص کی قدر سے معروف  
 کرائی گئی ہے اول یہ کہ حضرت خدیجہؓ کے مرد و زن زادے۔ اصولاً یہ فرات بھی معیدہ طلب نہیں ہوتی۔ کیونکہ واقعات تو یہ



بتلائے ہیں کہ حضرت حدیث کا اپنا بھائی۔ واصل میں جو بلکہ وہ نہایت انہی تھا حقیقی ترین مسترکین کے ساتھ حال رسالت کا مرتبہ تک  
دشمن ساز ہوا اور آخر کار معرکہ بدر میں حبیب علی مرتضیٰ کی تیج آبدار سے واصل جہنم ہوا یہ تو حقیقی بھائی کا مال کا رہے۔ اسکے مقابلہ  
بروز عزم زاد کا کیا شمار۔ اور اس میں ترقی کی جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ بدبخت اولیٰ حبیب حوالی قرابت میں اپنا جی ہوتا تھا۔ ہستی  
خان ساز ہوا تو پھر اس سنی علاقہ میں دن کا کیا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔ دوم یہ کہ قریش کے مامور رئیس تھے۔ ذوالعدوہ اور فادہ کے  
مالک یہ سب صحیح اور فی الواقع۔ مگر یہی وجوہات ثبوت کے احباب خاص ہونے کے اگر اسباب خاص قرار دیے جائیں تو نبی  
رہا نہ کی حیثیت رسول اور اہل منزل سے یا آخر کے دربار میں صاحبین سے زیادہ ثابت نہیں ہوگی۔ اور پھر موت و رسالت کے  
ابتدائی جذبات و خیالات امارت و ریاست کے موثرانہ اقتباسات جملہ کئے جائیں گے۔ وہم پرست مخالفین تو آپ کے اس قیام  
بے مقدار کا طومار باندھیں گے۔ سو ہم یہ کہ آخر میں ان احباب خاص کا مال کا رجحان ثبوت و رسالت کا مدعاے خاص ہونا چاہیے۔  
یہ ثابت ہونا ہے کہ یہ سرگ آٹھویں سال ہجری تک نہ اپنے محبت خاص کو رسول برحق سمجھ سکے اور اسکی رسالت کو سچی رسالت۔  
نیکوچہ پہنچا کہ باوجود اسے مراسم و راہ کے نبوت ان پر اپنے فیضان کا کوئی اثر نہ پہنچا سکی پھر یہ تمیز کرنا کمال خاص کو احباب خاص  
بنانے سے کیا مانڈہ ہوا۔ اسکے بعد شبلی صاحب صلوٰۃ والا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ اس واقعہ سے تو حکیم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم کی محبت والفت کیا ایک قسم کی نفرت ثابت ہوتی ہے۔ اور اسی مقام سے صل مدعاے نبوت معلوم ہو جاتا ہے جو  
ہر نبی اللہ کو ابتدائی سے نظر رہتا ہے۔ آپ اپنے قدیم دوست کے ہدیہ کو صرف اس بنا پر واپس دیتے ہیں کہ وہ اس کا مالک یا  
نہیں لایا ہے۔ اور یہ بالکل صحیح ہے۔ اس لئے کہ جس شخص سے ایسا لگے اور قدیم اتحاد قائم ہے۔ وہ اب تک دل میں تو چھوٹا سمجھتا ہے  
لیکن محض ظاہر داری کے طریقہ پر اس کے ساتھ تالیسی خلوص و محبت کا اظہار کرتا ہے۔ یہ معاملات تو احباب خاص کی خصوصیت  
کو اور بدھماسا دیتے ہیں۔ اور احباب خاص ہو ہی کا عیسائیت صلی صاحب کا قیاس ہے کوئی کافی ثبوت نہیں ہو چکا ہے یہ تو خیر حکیم  
خیرام کا ہدیہ تھا جو ملا قیمت نہیں لیا گیا اور اسوجہ خاص سے کہ حکیم کو سوقت تک مسلمان مین ہوئے تھے۔ ہم تو شبلی صاحب کو  
حضرت ابو بکر کا ہجرت کے موقع پر اوٹ کا ہدیہ پیش کرنا یاد دلاتے ہیں حضرت ابو بکر تو ہجرت سے مسلمان بھی ہو چکے تھے اور سوقت  
رفیق تھا ہمارے حاجکے تھے۔ ام المؤمنین حضرت عاتکہ سے نکاح بھی ہو چکا تھا۔ اسوجہ سے قرابت سبھی پر بھی فائز ہو چکے تھے  
لیکن ان تمام خصوصیات پر بھی مصاعف قیمت دیکر اوٹ کا اونٹ لیا گیا۔ ایسا عالی ہمت۔ یہ جہت و اہم مستغنی المزلح نرگ کیا اوٹ کا  
احباب بننا یا اوٹ کو اپنا احباب سا مالک گوارا فرماتا۔

صنادید ثعلبہ اردی عیب کا۔ جو احباب خاص کے تیسرے نمبر میں رکھے گئے ہیں حکیم ان خرام کے ایسے دو متمند شخص سے  
اچھا مال کا جو اور کیر فیضان ہوت کے اچھے اور پورے اتر ہوئے۔ ان کے مخلصانہ سوال کے جواب میں ہمارے مبارک سے  
چہرہ موثر جلون کا ارشاد ہونا تھا۔ صلیا کہ لکھا گیا ہے صنادید مسلمان ہو گئے شبلی صاحب اسی واقعہ سے شان رسالت اور فیضان  
نبوت کی حقیقت کو سمجھ لیں۔ ابھی تک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فائز برسات بھی نہیں ہوئے تھے۔ بھر کمال تسخیر اور ثبوت

تایید جو سوائے قدرت روحانیت کے آئے۔ آمین، سکتی۔ اس وقت آپ کی ارشاد میں کیسے اور کہاں سے آئی۔ اس وقت تک مردِ قرآن بھی نہیں ہوا تھا۔ جو یہ کہا جاوے کہ آپ نے وہ قرآن کے جملے پڑھے تھے۔ اور یہ کلمات اسی کی جبروتی تاثیر تھی جس نے ضماؤ کو قبول ایمان کی طرف کیج لیا یہی وہ مشاہدات ہیں جو ہر زمانہ میں ہی زمانہ کو عام اس سے کہ وہ فائز رسالت ہوا ہو یا نہ ہوا ہو ہدایت ارشاد کے مخصوص موقعوں اور ضرورتوں کے وقت ان کمالات روحانیہ سے ہمیتہ کامل ثابت کرتے ہیں یہ کمالات اس کی فطرتِ صالحہ کے ساتھ ساتھ پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ بالمرابح نشو و نما اور ترقی پاتے رہتے ہیں۔ اسی سبب انبیاء و مرسلین کا اہم لفظ اللہ عزوجل تمام کمالات برقرار ہونا اسلام کے اصول عقائد میں داخل ہے۔ ملاحظہ ہو سورۃ المائدہ قیس اس سبب محرمونی کا احباب خاص کی فہرست میں جو تھا سمر رکھا گیا ہے۔ میرے خیال میں اسکا اندراج تو بالکل بی ضرورت ہے۔ اگلے خیالات سے سوائے اسکے کچھ اور نہیں معلوم ہوتا کہ جس لوگوں کے ساتھ آنحضرت صلعم مکہ میں کاروبار کیا کرتے رکھتے تھے۔ ان کے ساتھ آپ کے معاملات کو یہ ہمت صاف رکھا جاتا تھا کہ یہ ہیں۔ ان سرگ کے اس بیان سے نبوت کی حقیقت کیا معلوم ہوئی۔ ہاں اس زمانہ میں مشعل تجارت کے متعلق آپ کا کمال تدبیر نامت ہوتا ہے جو شبلی صاحب کے موضوع تالیف سے کوئی واسطہ نہیں رکھتا۔ تجارت میں کمال تدبیر کوئی ایسی تدبیر نہیں جو آپ کی ذات میں من حیث التجار کوئی خصوصیت نامت کرتا ہو یہ تو تجارت اور اہل تجارت کے لئے عموماً اتنا ضروری ہے کہ اسکے لیس ایک دن بھی ادکار و مانع نہیں چل سکتا۔ فی زمانہ سٹریٹری جیسی ناہر کمینیاں کھلی ہیں اور قریب قریب تمام تر عیال اسلامی ہیں۔ اور ادون میں کمال تمدن نامت ہوتا کہ تو کیا انکے اس کمال تمدن سے ہم ادون میں شائستہ نبوت بھی تسلیم کر لیں اگر ایسا ہی ہو تو ہر سی آدمی سی ہو سکتا ہے۔

اموس ہے شبلی صاحب کی اس جو عرضہ صافہ عقلت اور موافقہ پارہ احفا و حیرت پوشی پر۔ آپ نے احباب مومنین اور مخصوصین کی ہر سنیں کمال تعجب و تلاش سے مقرب کر لیں اور بڑے خرم و احتیاط سے سرے سے سیرونی اور غیر سرکاری لوگوں کو آنحضرت صلعم کے ارباب ملاقات اور احباب روالطو اتحاد میں شامل کر لیا لیکن آپ کی یاد اور آپ کی نظر تو ہر کہی اس طرف نہ گئی کہ محمد صلعم کے گھر میں بھی کوئی کچھا جس سے آپ مجالست، مکالمات یا صحبت کا لطف اوٹھاتے اور اسکو محب خاص بناتے۔ ورنہ تمنا رہے ہیں کہ آپ کی تحقیق میں یا تو محمد (صلعم) کا گھر آدمیوں سے بالکل جالی تھا یا ادون کے گھروالے ایڑی ناکارے تھے کہ آنحضرت صلعم سرے سے اونکو منہ لگانا نہیں چاہتے تھے۔ اور ادون سے مجالست، مکالمات یا صحبت رکھنے والے کی ذلت کو گوارا نہ فرماتے تھے۔

نئی ہاشم پر جیسی کہ آپ کی اندازے تالیف سے لطف شفقت ہے وہ اس کتاب میں ہم ہر ہر مقام پر دکھلاتے آئے ہیں اور انشاء اللہ دکھلاتے آئیں گے شبلی صاحب۔ دل لگتی ہوئی باتوں کو کتاب میں لکھا کچھ جس سرگوار کے گھر میں ایک کیرٹس حدامی حد کے فضل و کرم سے اسکے گیارہ ہوشیار اور اہل کار و بار بیٹے اور پھر ان بیٹوں کے متعدد بیٹے موجود ہوں۔ کہ نہ کا کتبہ اور قبیلہ کا قبیلہ ایسا بھرا ہوا ہو۔ وہ اسنے تمام غیرواقارب میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی مراسم دروالبطہ پیدا کرے۔ نہ کسی سے ملاقات

رکھتا ہوا قزاقوں میں سے کسی کو ایسا دوست اور احبابِ خاص بنانا ہو۔ آپؐ کیسے کس قدر خلافِ عادت ہے اور مانتے عادت۔ کیا توفیقاً اللہ علیہ السلام کے حکم میں سب کے سب اولیاء ہی تھے۔

سب کو حائے دیکھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے چھوٹے چچا حضرت حمزہؓ جو سب میں تھیں بھائی اور رضاعی بھائی بھائی بھی ہوتے تھے حکم متعلق آپؐ خود لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمام میں حضرت حمزہؓ کو آپؐ سے خاص محبت تھی۔ تاہم احبابِ خاص میں نہ لائے گئے (وہ آپؐ سے بن میں دو تین برس صرف بڑے تھے۔ اور ساتھ کھیلے تھے۔ و دونوں نے تفریق کا دودھ یا تھا اور اس رشتہ سے بھائی بھائی تھے۔ وہ ابھی تک اسلام میں نہ لائے تھے لیکن آپؐ کی ہر ادا کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ تاہم احبابِ خاص کے جانے کے قابل نہیں تھے) اور ان کا مذاقِ طبعیت سیسہ کی اور تنکا رانگنی تھا۔ ان ہر تمام تمام دن تنکا میں مصروف رہتے تھے۔ تمام کو واپس آتے تو پہلے حرم میں جاتے۔ طواف کرتے قرآن کے رومحرم حرم میں الگ الگ دربار حاکم بنٹھا کرتے تھے۔ حضرت حمزہؓ (۱۱) لوگوں سے صاحبِ سلامت کرتے کبھی کسی کے پاس بیٹھ جاتے اس طریقہ سے سب سے پیارہ تھا۔ اور سب لوگ آپؐ کی قدر و منزلت کرتے تھے۔ (مذہبی صاحب کو آپؐ کی اتنی قدر بھی گوارا نہ ہو سکتا کہ رسولؐ کے احبابِ خاص میں ان کا نام بھی لکھ دیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ماحولین جن سے بے رحمی سے بیت آتے تھے بیگانوں سے دیکھا نہ جاتا تھا۔ ایک دن اوہل نے رو در رو آپؐ کے ساتھ گستاخیاں کیں۔ ایک کینزدیکہ رہی بھی آئے تو اس نے تمام ماحولین حضرت حمزہؓ حصہ سے بیتاب ہو گئے۔ تیرو کمان ہاتھ میں لئے حرم میں آئے اور اوہل سے کہا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں میرا اللہ علیہ السلام جلد اول صفحہ

دیکھئے سنی صاحب لکھتے کو تو سب لکھ گئے۔ لیکن حضرت حمزہؓ کو جو حق محبت اور جذباتِ قرابت کے اصلی اور عملی خدمات کی تفصیل کو انکل مرفوع القلم فرمائے۔ گویا اس واقعہ میں حضرت حمزہؓ کی رفاقت و حمایتِ نبویؐ کے یہ مبادیات آپؐ کی روک و کر کے قابل ہی نہیں تھے حقیقتاً ہم آپؐ کی اس فروگزاشت کی ضرورتِ خاص کو جو آپؐ کا اصل مدعا ہے خوب سمجھتے ہیں ان کے اگر آپؐ اسکی تفصیل کر دیں تو موحائین سے ملاقات اور احبابِ خاص کی طلسمی فرست تو آئندہ ایک ٹرسے عالمِ خاص کی مبادیاتِ کریم کے نیلے مرتب کی گئی ہے۔ انکل عادت اور زیادہ ہو جائے۔ مگر ہم مجبور ہیں۔ حقیقتِ حال کا انکشاف کو بغیر ہم نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ یہ پورا واقعہ توہم حضرت حمزہؓ کے اسلام لانے کے متعلق کہیں گے۔ یہاں ہم صرف اسکے متعلق اوتنی ہی عبارت اور اسکی تفصیل دے دیں۔ درج کرتے ہیں جیسا کہ اصل واقعہ سے کمالہا ہے۔ اور عربی ماحولوں کی اصلی عبادتوں کے ترجموں میں حواہ خواہ قطع و برید کر دی ہے۔ دیکھئے آپؐ لکھتے ہیں۔ ایک دن اوہل نے رو در رو گستاخیاں کیں۔ ایک کینزدیکہ رہی تھی۔ حضرت حمزہؓ تنکا سے لوٹے تو اس نے یہ ماجرا کہا۔ حضرت حمزہؓ حصہ سے بیتاب ہو گئے۔ تیرو کمان ہاتھ میں لئے حرم میں آئے اور اوہل سے کہا کہ میں مسلمان ہو گیا۔

صلی صاحب کی صدرہ بالا عبارت کو دیکھ کر حقیقتاً ایک مضمون ہے جس کی صرف استدہا ہے خبردار ہر شخص سمجھ لے گا

کہ حضرت حمزہؓ غصہ سے تیار ہو گئے۔ تیرو مکان لئے حرم میں آئے اور اوجھل سے کہا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ مگر تاہم اوسکو آپ سے یہ پوچھنے کا حق باقی رہ جائے گا کہ حضرت حمزہؓ غصہ سے اتنی بتیاری کی کیا وجہ تھی۔ اگر اوجھل کی گستاخیاں اسکی ناشحقین پڑھیں ان بتیاریوں کا نتیجہ کیا نکلا۔ یہ بھی میں تب آپ کے گلے کے مطابق اسکی توجہ پر غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ امان ستور استوری و مابین بے نیکی۔ یہ حالی ذمہ کی تھی اور رانی پر جوتی تھی۔ تیرو مکان لئے یہ کمرے کے کمرے رہ گئے اور کچھ بھی نہ کر سکے یہ معلوم وہ غصہ کیا تھا اور کیا ہوا۔ اوسکی بتیاری کیسی تھی اور کیا ہوئی۔ ان امور پر غور کرنے کے بعد ہر شخص آپ کے مہربان ہو گیا کہ اپنے اپنی اس عمارت میں ایک واقعہ کی متذکرہ تھا۔ ایک اوسکی جبر کی کوئی خسروئی۔

اب میں اوس استانی کے ترکہ کے متعلق دیتا ہوں کہ اس واقعہ کے نتیجے سے حضرت حمزہؓ کی حمایت و رفاقت موی و حقیقتاً قرأت و کجی تھی کے اصلی مقصود میں بڑے طور سے ثابت ہوتی ہیں۔ اس مہنامہ طبری۔ قسطلانی۔ اور زرقانی سب لفظ لکھتے ہیں۔ فاحتمل حمزۃ العصب لما اراد اللہ بہ منکرامۃ فخرج سرہا لا تقف علی احد کما کان یصعق بید الطیء والکھنہ معدلاً لا یحمل ادا لقیہ ان فہم بہ فلما دخل المسجد نظر الیہ حال ساقی القوم فاقبل نحوہ حقۃ احاطا علی راسہ وضع القوس مصداقاً مہارہ فسلحہ فہا متیمۃ مسکرتہ۔ طبری ۱۱۰۸۔ اس مہنامہ ۹۹ رتانی ۹۹

یہاں تک کہ آپ اوسکے سر کے بالکل قریب آ گئے۔ اسی کہاں (عائنا وہیہ کی ہوگی) اوجھل کی دوا سے اوسکو ایک صرب متدیر لگا گئی۔

نتیجہ کی شدت اور انتقام کی برجستگی کی کیفیت ہوتی ہے کہ شتم مقابل مخالف کو اسوقت تک وجہ انتقام میں مبتلا کر دیتا ہے کہ فعل انتقام کو عملی صورت میں انجام تک نہیں پہنچا لیتا یہی کیفیت غصہ کی بتیاری سے حضرت حمزہؓ کی ہوئی۔ جب اوجھل کو مار چکے یا یوں کہو کہ اس سے انتقام لیجئے یا اوسکو اسکی گستاخی کی نہز تک پہنچا لیجئے تو اس سے مبالغہ طبری یوں ارتداد فرمایا۔ انتقام وانا علی دینہ دارے دیکھ۔ تو اسے گایاں دیں اس وقت کو اوسکی میں آگیا، دیکھ کے انصاف پسند اور حق میں حضرت دیکھ لیں فیلی صاحب نے میجر کے ایسے دسوزاران شارب احباب خاص کی سرور وستی اور جان ستاری کی خدمات کو کیا جھپایا ہے اور قطع و برید فرما کر کیا غارت کیا ہے۔ کیا سبلی صاحب غیر صلعم کے ایسے حاشا راز میں و مددگار کو احباب خاص اور ملاقات رکھنے والے حضرات کی فہرست میں نہیں لے سکتے تھے یہ کیا فعل اسلام او کی یہ جان ستاری اور حمایت رسول او کی محبت جاں اور اختہ خاص کو ثابت نہیں کرتی۔ کیا یہ واقعات ثابت نہیں کرتے کہ خود اسوقت رسول اللہ صلعم کے گھڑوں اور کیسینہ پر آیا چون گر گئے والے موجود تھے۔

اسی طرح اعام میں حضرت عباسؓ کا نام بھی ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اونکے تعلقات اور رضائیت

اُسی مقدار و اعتبار پرین کے جائینگے۔ جتنے اور جیسے حضرت حمزہؓ کے۔ یہ وہی مرگ تھے جس سے قتل رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عیال داری اور ناداری کی حالتوں میں احاسات و کفالت کی در خواست کی تھی اور خاص مجلس مشورت قائم کر کے عقیل کو ابیطالب کے پاس رہنے دیا۔ علیؓ کو اسے پاس رکھ لیا اور جعفرؓ کو ان کے (عباس) حوالہ کر دیا تھا۔ شبلی صاحب کے پاس اس معاملہ و رومنہ کمان جو بنی ہاشم کے ان باہمانہ اور دلسوزانہ جذبات و کجہتی اور تعلقات قلبی کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے اور قابل الذکر سمجھتے۔ آپ کو تو ہمیشہ و کراغبار سے لطف آتا ہے۔ اور اسی سبب سے اس واقعہ کا ذکر بھی سیرۃ النبی میں نہیں کیا ہے۔ اور کیوں کرنے لگے؟ لیکن حقیقت نے اپنا انکشاف کرا ہی لیا۔ اور حضرت عباسؓ کی سست عروہ بدر کے آخرین آپ کے قلم سے اتنا نکل گیا ہے کہ

دوسری طرف محنت کا یہ اقتضا تھا کہ حضرت عباسؓ کی کراہ متکرات کو آپ آرام نہ کر سکے۔ لوگوں نے گڑھ کو ملی تو آئینے آرام فرمایا۔ سیرۃ النبی ص ۲۴۳

اب آپ ہی تصفیہ فرمائیں کہ جس کی محنت کے تقاضے اس حد تک بڑھ چکے ہوں کہ اس کی تکلیف کی وجہ سے رات بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند نہ آئی۔ جب اس کی تکلیف رفع کر دی گئی تب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا۔ تو کیا ایسا شخص اجاب خاص کی تعریف میں سینہ آسمان پہ لیکن سبلی صاحب مجبور تھے ان واقعات کو کیسے لکھتے حضرت حمزہؓ اور عباسؓ و ولولہ تھا جی ہاشم تھے۔ اہدیت کے دائرہ میں شمار ہوتے تھے۔ چمکے و کروام سے سبلی صاحب کو جھیکا۔ آئی ہے۔

حمزہؓ اور عباسؓ۔ اعظام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات تمام کر کے آپ کے ہاتھوں کے حسن خدمات ملاحظہ ہوں۔

حباب رسالت اب علیؓ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائیوں میں عبد اللہؓ س حارث بن عبد المطلب بھی اُسی گہر میں تھے۔ اس زرگ کے حالات اور جبین کو محو کر بدر میں بڑھ لے جائیں۔ آپ خود لکھتے ہیں۔

عقبہ حضرت حمزہؓ سے اور ولید حضرت عباسؓ سے مقابل ہوا۔ عقبہ کے بھائی شیبہؓ نے حضرت عبیدہؓ کو زخم کیا حضرت علیؓ نے ہر گز شیبہؓ کو قتل نہ کیا اور عبیدہؓ کو گندہ پر لڑو تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے عبیدہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں دولت شہادت سے محروم رہا۔ آپ نے فرمایا نہیں تم نے شہادت پائی عبیدہؓ نے کمال حوصلہ زہر ہوتے تو تسلیم کرتے کہ ان کے اس شعور کا مستحق میں ہوں و مسلہ جتنے نصیح حوالہ۔ و دھل عن اما تھا و الحلا اقل۔ ہم مجھ کو اس وقت و تمہوں کے دالے کر دیں گے جب ہم ان کے آگے گزرمے جائیں گے۔ اور ہم مجھ کے مقابل میں ایسے میٹوں اور بیٹوں کو کھول جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ

اس حال نشانہ اور ولیدؓ کی بھائی کے قلمی جذبات ہیں اور عملی خدمات۔ چاہو کہ آپ خود اذکار کر چکے ہیں۔ یہ بھی ملحوظ خاطر ہے کہ منافق زرقانی اور ابن ہشام۔ اس وقت ان تمام ہاشمیوں میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں جان نمار کی کواصر تھے۔

یہ سب سے کبریا سن تھے۔ ایک اس وقت تڑپٹھ برس کا ہو چکا تھا حضرت حمزہؓ آنکے چچا ہوتے تھے لیکن ان سے آٹھ برس س  
 میں چھوٹے تھے غزوہ بدر میں حضرت حمزہؓ کا س ۵۸ برس کا اتفاق تامت ہے۔ اس کے علاوہ اگر قتل و عدل اسلام کی بھی بخت پیش  
 کیا جسے تو ان کا اتنا راسخاں کو بڑھنا اور اپنے جذبات و خدمات کو ان کے مطابق بتلانا ثابت کر رہا ہے کہ او کی یہ سرور و شہادت  
 موجودہ حالات کے اثر سے نہیں پیدا ہوئی ہیں۔ بلکہ یہ تعلقات و جذبات او سے بوقت سے اپنی قدامت و اہمیت کا حقیقی ثبوت  
 دیتے ہیں جو بوقت سے ان اشعار کے اصلی مصنف نے ان کو نظم فرمایا ہے۔ اور انھیں احساس و اختصاص سے ان خدمات  
 کے روحانی تعلقات والستہ تھے۔ جس کے ریزہ ریزہ کبریا نے یہ اشعار نکالے تھے۔ اور اپنے دل کی ترجمانی کا کام اسی زبان  
 و بیان سے لیا تھا لیکن افسوس ہے بشارت صاحب کے دل میں ان عربوں کی طرف سے اس دور اور اتنا احساس کہاں کہاں تھا  
 ان خدمات پر غور کی نظر ڈالیں اور ان کی قدر کریں اور احباب خاص میں ان کو بھی شمار فرمایا کریں۔

اس فدائی بھائی کی طرح ایک فدائی بھائی گھر میں ابھی اور بھی تھا۔ وہ حضرت جعفر بن ابیطالبؓ تھے یہ غریبی  
 عبیدہ مرحوم کے خلاف قبل اعلان نبوت سے لیکر ہجرت کے آٹھویں سال تک راسخاں کی خدمت میں سرکف جان تیار  
 کیلئے حاضر رہے یہاں تک کہ آپ ہی کے تحریر و قاری کے مطابق ”غزوہ موتی میں جعفرؓ اس بے جگری سے لڑے کہ خون سے  
 چور ہو کر گر پڑے“ اس قدیم فریق رسالت کو اور اس کے حسن خدمت کو آپ بھی جانتے ہیں اور دنیا بھی جانتی ہے۔ یہ وہی قدیم  
 رفیق ہے جو اعلان نبوت اور اظہار اسلام سے برسوں پہلے پیغمبر صلی علیہ وسلم کی خلوت اور جلوت میں مددگار رہا۔ یہاں تک کہ آپ کے  
 ساتھ عبادت الہی میں بھی اس وقت سے شریک تھا جب مشرکین قریش کے حوٹے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیہ  
 سہار نہیں چڑھ سکتے تھے ہجرت اور ترک وطن و مفارقت احباب کے مصائب اور اٹھا کر مکہ معظمہ سے مصر گیا۔ نجاشی کو واپس  
 مہاجرین کی طرف سے ترخان بنا۔ ابوسفیان اور عمر عاص وغیرہ سفار کے سرکان قریش کی تعزیمات کا کلمہ لگا اسی نے جو ادب یا  
 کامل جبریں تک غیر ملک اور عرق و قوم میں بال بچے لئے بڑا رہا عین فتح صبر کے موقع پر حاضر ہو کر قدوس رسالت ہوا بجا  
 رسالت تمام صلہ نے بچھڑے ہوئے بھائی کو گلے سے لگا کر قمر مسرت سے ارشاد فرمایا کہ خدایا میں تیری کس کس نعمت پر تیکر  
 مسرت کا اظہار کروں۔ تعلقات خیر کی موتجات پر یا جعفر سے ملاقات پر۔ دیکھئے خاتمہ حضرت جعفر کے احوال میں شلی  
 صاحب خود قمر طراز ہیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ (شہادت جعفرؓ) کا سخت صدمہ ہوا حضرت جعفر سے آپ

کو خاص محبت تھی۔ سیر النبی جلد اول ص ۳۷۲

سلاطین و دلیری کے مقامات پر بے جگری کے خلاف حکومتی کا لفظ زیادہ موزون تھا جو زمانہ محاورہ کے مطابق تھا۔ اگر چی ہو کر  
 لڑنے کے طرف تیس الفاظ صاحب کا خیال کیا ہے تو پہلے ہی اور لڑنے کے ورق کو سمجھ لیا تھا۔ اسلئے یہاں بے جگری کا لفظ بالکل ناموزون۔ بیوقوف  
 اور صلاب محاورہ ہے المؤلف عفی عنہ

انسوس ہے کہ ایسا بقی اور احسان شایعہ کی جس سے محنت خاص رکھتی جانے کا قبلی صاحب خود اقرار فرماتے ہیں اہباب خاص کی ہرست خاص سے کیونکہ قلمزد کروایا گیا ۱۱ العلم عبداللہ

ہم اپنے موجودہ مسئلہ تحت منفصلہ کو تمام کرنے ہیں اور علی صاحب کو تلوایتے ہیں کہ آپ کی دونوں ہرخیان اور آپ کے دونوں عنوان، موصوہیں سے ملاقات کی تعمیل اور احباب خاص کی ہرست دونوں تذبذب زبان ہیں مخلو آپ نے اپنی ضرورت خاص سے ایجا کیا ہے۔ ورنہ کسی تہذیبین یا متاخرین صاحب میر و تاریخ نے اپنی تصنیفات و تالیفات میں نہ الیواہ قائم کئے ہیں اور نہ یہ عنوان۔ آپس کلام نہیں کہ سبیل و کر رسول اللہ صلعم سے انلوگن کے ملنے کا ذکر آیا ہے لیکن اونین کچھ ایسی خاص اہمیت نہیں ہے جو کہ کے قابل بھی جاوے مگر علمائے محدثین نے جو کلام و مسائل کو رنگ آمیز یوں پر زیادہ متوجہ تھے۔

اون حضرت سے حضرت ابوکر اور زید بن عمر بن نفیل کے متحمل نام سے سچا نفع اٹھانے کا ارادہ کیا ہے۔ حالانکہ یہ سچی تہذیبی عیامت اور آپ کے حاصل اقرار و اعتراف سے نہ اسکی کوئی حقیقت ثابت ہوتی ہے اور اہمیت بھریہ کیوں لکھے گئے؟ باعث دہی ہے۔ خود عرضی اور تقلید اسلاف کہ حضرت ابوکر کی قدامت رفاقت ثابت ہو اور زید بن عمر بن نفیل سے قدیم صحبت حالانکہ یہ کوشش بھی محض بیکار ہے۔ رفاقت اور محبت سے ایسے کام نہیں نکلتا۔ انکے ساتھ اور نیز بھی ضروری اور لامتناہی ہیں جنکی تفصیل کا یہ موقع ہے اور نہ یہ مقام۔

تاریخ و سیر میں جس عرض سے انکا ذکر کیا گیا ہے وہ صرف اتنی ہی ہے کہ اوس زمانہ میں جو لوگ ت پرستی و کراہت کرتے تھے اون میں فطرت صالحہ کے حقیقی جوہر تو کمان۔ ہاں اونین عقل سلیم کا کسی قدر مادہ آجلا تھا اور یہی اونکی کراہت اور انکا دایطع کا باعث ہوا تھا۔ صرف اتنی نوعیت خیال کی وجہ سے قابل لوگوں کو ادبیر محققین۔ وحدت ہونے کا عام گمان ہو گیا تھا مگر بات یہ ہے کہ اوان جاہلون میں اوسوقت وحدایت کے علم جانے والا کون تھا۔ جو ان لوگوں کے علم توحد کی پوری حقیقت کو جاننا اور اصل تو حید کے اصول سے اونکے معلومات کو مقابل کرتا۔ اصل تو حید کے مسلک اور اوسکی اصل تعلیم کے متمم کا اوس زمانہ میں ظہور ہو چکا تھا اور تو حید کامل کی تلقین اوسکے مقدس وجود کا اہل مقصود تھا۔ اس بنا پر جناب رسول اللہ صلعم قبل رسالت ان لوگوں سے بعض اوقات ملتے تھے۔ یادہ آپ کی صحبت سے مستفید ہوتے تھے۔ جبکہ اس سیر و تاریخ میں لکھا ہے۔ انجا اسات و مکالمات میں حضرت رسالت اکرم صلعم کو صرف اونکی حقیقت تو حید کا تعضد مقصود تھا۔ نہ اونکے خیالات و جذبات سے کوئی اثر پیرہی متطوہی اوزہ اونکی غلط تو حید دانی پر جو گری۔ اسی آمدورفت سے آپ نے اوس زمانہ کے مشہور و مشہورین کے کمال معرفت اور علم تو حید کے مبلغ و مایہ کو پورے طور سے اطارہ کر لیا اور خوب سمجھ لیا کہ سہ ابن رواکہ میری عمر کا تست۔ لیکن چونکہ اعلان قوت اور احوال احکام رسالت کے لئے اوسوقت تک ماذون جمین ہوئے تھے۔ اس لئے ان لوگوں سے کوئی تصریح نہیں درمائی گئی اور اوں کو ادسے خیالوں پر جوڑ دیا گیا۔

موصوہیں سے ملاقات اور احباب خاص کے پیدا کرنے کی حقیقت تو اتنی تھی۔ بہت ملی صاحب اسکو حتنا نہ ہا لین



لیکن ساتے وقت امتنا ضرور خیال رکھیں جیسا کہ ہم پر بتلائے ہیں کہ اگر آئین و راجھی اہمیت دی گئی تو رسالت کی کامل اور خالص توحید و انی میں بیرونی اور خارجی اقتباسات و اکٹاسات کے نقص پیدا ہو جائیں گے۔ جو سراسر مناقصہ تھا رسالت میں یہ تو صرف موصدین سے ملاقات رکھنے کی حقیقت و کمال کو محکومیت بخت کر لی تھی۔ اب ہم احباب خاص کی نسبت بھی بالحقہ نظر یہ لکھ کر اس بحث کو بھی تمام کئے دیتے ہیں۔ ہم نے اپنے تنقیدی بیان میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گالون میں اکثر برکواروں کے حالات اور ان کے محاسن حدیث آپ ہی کے اظہار و اقرار سے لکھ کر بتا دیا ہے کہ ان اوصاف کے اعتبار سے شبلی صاحب کو احباب خاص کی فہرست تیار کر نیکے وقت بہت سے حضرات مل سکتے تھے جو آپ کے بخیر کردہ لوگوں سے اوصاف اولب اور رضیات کے اعلیٰ اعتبار و امثال سے احباب خاص ہونے کے قابل تھے۔ اور حقیقتاً تھے بھی ایسے ہی۔ آپ کا یا کسی کا استیاد و اسکار گوشت سے خون کو علی و تہین کر سکتا۔ آپ یا کوئی اور عالم اس سے لکتے یا نہ لکتے سب کے یا نہ کے یہ روحانی تعلقات اور فطرتی تسلمات۔ نہ اظہار کے طالب میں نہ اقرار کے طلبگار شبلی صاحب نے بڑی ذوق و اشت کی جو ان بزرگوں کو احباب خاص کی فہرست سے قلمزد کردیا۔ حالانکہ ان حضرات سے طرہ کسی کو آپ کے احباب خاص ہونیکا ادسوقت نہ حق حاصل تھا اور نہ دعویٰ۔

افسوس ہے کہ شبلی صاحب نے ان کے قبل اسلام حالات و واقعات پر غائر نظر نہیں ڈالی یا ان کو اپنی ضرورت خاص سے تادمہ کھمکر مطلقاً دیکھا بھی نہیں ورنہ آپ کو معلوم ہو جاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق و تائید کرنے والے ہر بات پر جان دینے والے اونٹنگہری میں حد کے فصل و کرم سے اتنے تھے کہ آپ کو کسی بیرونی اور خارجی معاون مددگار اور طرفدار کی ضرورت نہیں تھی۔ احباب خاص سے خصوصیت پیدا کر کے کی محتاجی تھی۔ نہ مصاحب عام سے مصاحبت کی مجبوری آئین آپ کو یہ بھی بلخو ظاہر ہے کہ عقاید اسلام کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اہل اکرام اور سی ہاشم خلفائیکہ اقسام و قائل قریب طریقہ توحید پر متبطل تھے۔ گو وہ توحید و توحید اسلام کے مقابلہ میں کتنی ہی قلیل اور بے مقدار و جویا کہ اکثر بزرگان بنی ہاشم کے متعلق آپ سیرۃ النبی میں خود اعتراف فرما چکے ہیں۔ ہم اس بحث کو یوری تفصیل کے ساتھ عنقریب میاں کریں گے۔

**اسباب الت** اعازت و توحید کی تفصیل حالات سے پہلے ہر کو جناب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے اسباب اور وجوہات یوری تفصیل و تشریح کے ساتھ لکھ دینے نہایت ضروری ہیں۔ اس لیے کہ عالم اسباب میں ہر شے کے نظم کے لئے ایک سبب کا ہونا ضروری ہے۔ نظم دنیاوی کسی شمار میں ہیں جب نظام آسمانی کیلئے ایک سبب خاص کا ہونا ضروری تسلیم کر لیا گیا ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہوئی۔ دوسری یہ ہے کہ قولیض رسالت کی نسبت وہ اسباب ضروریات اونٹکے اصلی واقعات اور حقیقی تاہرات کے ساتھ و کلا دینا اور تباد وینا نہایت ضروری ہیں حکمی ناگزیر و غیر متبطل موقعوں پر قدرت کو ایک جدید اور ایک تازہ پیغمبر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اخبار و اسفار قدیمہ و توحید و انجیل اسے قدرت کے ان انتظامات کا سلسلہ

اور مابیت استوار بقوت مائت ہے۔ اور ایسے ساتھ ساتھ وہ ضرورتیں بھی نہایت صحاحت سے معلوم ہو جاتی ہیں جو قدرت کے لئے تفریض رسالت کے باعث اور اسباب قرار پاتے ہیں۔ اگرچہ بڑی دیر کیلئے نگینہ قدیمہ میں ان واقعات کو دیکھنے کی رحمت گوارا کر لیا جائے تو مسابیت آسانی سے حقیقت انکشاف ہو جائیگا ان دو وجہوں کے علاوہ آثار رسالت سے پہلے اسباب رسالت بیان کرنے کے لئے ہر ایک وجہ اور ایک ضرورت خاص جو ہماری دونوں مندرجہ بالا ضرورتوں سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر ایک اور اس رسول ص کے حالات اور اس کی رسالت کے اسباب خاص بیان کرنے میں جو نقول نبی صاحب مسیح علیہ السلام کی طرح صرف تبلیغ دعوت پر کفایت کرنے میں آیا تھا۔ یا حضرت کلیم کی طرح صرف اپنی قوم کو دیکھ کر نصرت نکل جانے کی عرض سے مہین تعین دیا گیا تھا۔ وہ خاتم الانبیاء تھا و صلوات اللہ علیہ اجمعین خاتم الانبیاء بنا کر اسی لئے بھی لایا تھا کہ دنیا کے تمام خطرات و مفسدات سے خود و مسالمت رہ کر عرب اور نہ صرف عرب ملک تمام مملوہ عالم کو اپنی انوار رسالت اور آثار ہدایت سے پرورہ فرمادیتا۔ شریعت بھی اسی سے وابستہ تھی اور انتظام سیاست بھی۔ اس بنا پر اس ذات مقدس کی ذمہ داریاں ان تمام بزرگواروں سے بدرجہا بڑھتی ہوئی تھیں۔ یہ لازمی ہر کہ ان کے اسباب بھی ایسے مقدار میں بڑھے ہوں۔

نبی صاحب تو ہمیشہ اشاروں سے کام لیتے ہیں اور تفصیل دوسروں پر چھوڑ دیتے ہیں۔ ہندوئہ بالا عبارت میں ضرورت اور اسباب رسالت آنحضرت صلعم کو مبسم طریقہ سے بتلا تو گئے اور کتب عمدہ عتیق و جدید کی گزشتہ شریعتوں پر غرانی کی ترجیح بھی دکھلا دی گئی ہے لیکن اشارات و کنایات تک اصل مدعا کہیں حد تک محدود و مضمحل رکھا گیا کہ کوئی سمجھا اور کوئی نہ سمجھا حالانکہ یہ موقع ان امور کی خاص تفصیل اور کامل تشریح کا ہے ورنہ بیان میں دعویٰ بے دلیل ہونی کا نقص لازم آئے گا۔ خیر آپ نے ضروریات تفصیل پر توجہ فرمائی۔ اور واقعات رسالت ہی کی تفصیل سے استغناء فرمایا۔ یہ آپ کا خاص حق و تالیف ہے لیکن ہم نے واقعات رسالت کے آغاز سے پہلے اسباب و ضروریات رسالت کے بیان کو ضروری یقین کر لیا ہے۔ اور ان اسباب میں اس آخر سبب و ضرورت کو مفصل طور پر لکھ دینا سب سے زیادہ اپنے لئے ضروری سمجھ رہا ہے جس سے خاص طور پر یہی دیکھنا معلوم ہو جائے کہ جس شریعت کو وہ بالکل ناقابل اصلاح غیر مبدل ابدی اور مطلق آسمانی حکومت یقین کئے ہوئے تھے۔ وہ اصول اپنے سلسلہ امت کو ان کی اصلی تبلیغ اور حقیقی تعلیم سے چھینے کی تدبیر مدیدہ میں تعصب و تعصبانیت اور خود غرضی کی غلط کاریوں سے تباہی و بربادی کے آخر کاروں تک پہنچ گئی تھی اور ایسے خراب ہو گئی تھی کہ ان کی موجودہ خرابی پرستی اور بت پرستی میں کوئی فرق باقی نہیں رہا تھا۔

ہم کو یہ بھی لکھنا ضروری ہے کہ عیسائیت ہی پر مختصر نہیں۔ اس زمانہ کی عام تاریخ میں تمام مذاہب قدیمہ کی مذہبی خراب حالت تھی لیکن چونکہ اس زمانہ میں تمام مذاہب عیسائیت غالب تھی اسلئے سب سے زیادہ ان کی تفصیلی کیفیت کا بیان کرنا ضروری ہو گا۔ ہمارے موضوع تالیف میں ہر ایک مسیحی کے تمام عقائد و موصوفات حلات کی تعداد لکھنا ایک قسم پریشانی کی

صدیکہ ہمارے گذشتہ بیان سے ظاہر ہو چکا اور آئندہ ظاہر ہوتا جائیگا شریعت کی تباہ کاریوں کے ساتھ انکی سیاست کی سیما بکائی کی تفصیل بھی نہایت ضروری ہے۔ اسلئے کہ یہ مضمون کائنات علیہ وآلہ الحیات، کھلیات عالم کے دونوں مجموعوں کو یکجا اور یک وقت درست و مرتب قرآن کے لئے بھیجا گیا تھا۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح اکثر اسلامی مؤرخین نے ان مصائب کی تفصیل کو اسوجہ سے ضروری نہیں سمجھا ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہر ملک و قوم و مذہب کے حالات و واقعات کو جو بجائے خود مشابہت کے معیار تک ثابت ہیں بیان کرنا بضرورت ہو گا لیکن علی الاکثر مصنفین و مؤرخین نے ان امور کی تفصیل کو بھی اپنی تصنیفات و تالیفات کا جزو ضروری سمجھا ہے۔ ایتی موجودہ تالیف میں میں نے اپنا بھی یہی مختار قائم کیا ہے۔ اور مندرجہ بالا تفصیل کو نہایت ضروری سمجھا ہے۔ اس موضوع خاص میں میں نے عربی، فارسی، اردو اور انگریزی کے اکثر مفسرین کو بالالاستیعاب لکھا کسی اسلامی مؤلف نے اس مضمون کو ایسی وضاحت اور تفصیل سے نہیں لکھا ہے جیسی تصریح و تشریح مخرج مخرج و وطن راسٹ آبریل مٹر سید امیر علی سی۔ آئی۔ ای۔ مالقانی نے اپنی کتاب اسیرٹ آف اسلام میں

اکثر حصرات کو پیشہ ہو گا کہ اسلامی واقعات و کارنامات کی تائید میں اسلامی مؤرخین کے مختار و آثار کو پیش کرنا۔ استدلال کلامیہ کا ضعیف اور نامقول طریقہ ہے لیکن ہم انکو باور کرتے ہیں کہ مولف ممدوح کے تمام سیامات، باتوں کے خاص مختار میں اور نہ انکے خاص آزاد اقوال۔ ملک یا نکل پور دین میں مؤرخین و مصنفین قدیم و جدید کے خاص اقتباسات ہیں اور اعترافات اسلئے حقیقتاً وہ اسلامی مؤرخین کی تحریر میں اور نہ انکی تائید صدیکہ عمقریب اصل عمارت سے متفصیل ظاہر ہو گا اس تفصیل میں مولف ممدوح نے جو ترتیب بیان قائم کی ہے ہم اس میں کسی قسم کی مداخلت کو مناسب نہیں سمجھتے۔ بلکہ اسی ترتیب و ترکیب کے ساتھ پہلے دین مسیحی کی تمام خرابیوں کو بالترتیب میں دکھلائیں گے اور تمام اقطار عالم میں اسکی نظمیں اور بد عملی کو مثلاً آخر میں جزیرہ نما عرب میں اسکی (عیسائیت) خراب حالت اور وہاں کی ملکی اور قومی خرابیوں کو بالتفصیل بیان کریں گے۔

مذہب یہودی کی روانی بدیر حالت | یہود کو شاہان بابل کے قید سے غلطی پائے ہوئے گیارہ صدیان گذر چکی تھیں اور اس مدت میں انکے حالات میں ہمیشہ اختلافت پیدا ہو چکے تھے مصائب و شدائد کے وہ سلسلے جو حضرت موسیٰ کی تباہ شدہ قوم کو پیش آتے گئے۔ وہ ٹیٹوس اور ہارڈین کی ٹرائیون کے موقع پر ہی انتہائی درجن تک پہنچ گئے تھے۔ لہذا مذہب حکومت

ٹیسٹوس (طیطوس) اس کا اصلی نام **FLAVIUS SABISWSUSVE SPASINUS** (فلویوس سبیلینوس و مسابیاوس) ہے ایک رومن بادشاہ تھا سبیلین نامی شاہ روم کا بیٹا تھا۔ یہ ایسے باپ کے عہد میں سید سالار تھا اور محاصرہ بیت المقدس میں اس نے ٹری ناموری چاہی کی۔ اس نے مشہورین تحت حکومت پایا تھا کہ زمانہ میں یہ واسطہ منزل اور مضبوط سمجھا جاتا تھا اسوجہ سے لوگوں کو خوف تھا کہ یہ اپنے زمانہ شاہی میں ایک دوسرا طور سے مات ہو گا لیکن اسکے مامور کے اعلیٰ درجہ کے اہلوار سے ثابت ہو گیا کہ اسکی نسبت

روم نے اس کے تمام معاہدہ کو مسمار کر دیا اور ان کی قومیت کو الگ اور خود پزیری کے قریب سے بالکل ٹھیک سے دبا دیکر یو ایس ایٹو کو مست  
قسط طغیان سے بھی سرجانہ غیظ و غضب کے ساتھ اڑھائی قبا کیا لیکن بلا تہمید اور نیک گذشتہ مصائب آئندہ کے لئے ان کو کوئی  
اچھا سبق نہ دے سکے۔ ان کے یہ تمام ذاتی مصائب بھی جو انہوں نے اپنے سرجم تعاقب کرنے والوں کے ہاتھوں اڑھائی قبا  
اور یسین انسانیہ اور اطمینان سے رہنے کی قدر و منزلت نہ سمجھا سکے۔ ان کی خود بخوارانہ سیرجیانہ جو انہوں نے مصر سیرجیانہ  
اور سیرجیانہ کے شہروں میں۔ وہاں کے بے قصور یا بشددت کے ساتھ محض مٹکانا اور مذہب طغیان سے کی تھیں وہ ان کے  
خونخاک طریقہ عادت کا ثبوت دیتی ہیں۔ سلسلہ اسرائیلی تہمتیں بالکل تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ ان کی قوم کے لوگ ظلم  
روئے زمین پر پریشان دہے سامان مارے پھرتے تھے۔ دور و دراز قطعات عالم میں اپنی پناہ و محافطت کی مقامات پر پناہ  
پھرتے تھے لیکن ان کے ساتھ ہر گز اور ہر مقام پر اپنا وحشیانہ غصہ غیر مغلوبہ نہ تھوٹ۔ لغات و غیرت کی سیرت اور سیرت  
نے حملے تھے۔ جن کا عیب و انراؤ ان کو ایک ہی سلسلہ انسانیہ کے وسیع سے رابطہ لگا گیا اور تباہ کیا گیا۔ غیرت کا ملک میں بھی  
یہودیوں نے اپنے ہامن کے مقامات میں اپنی گذشتہ حرکات کے مناظر پیش کر رکھے تھے۔ اگرچہ تمام قوم یہود کو پھر اپنے دن پھرتے  
کی اشد ضرورت تھی۔ مگر وہ اشد بھی ایک طرف غیر مغلوبہ نہ تھوٹ اور ایک طرف اشد وحشیانہ تعسفات و اسرافات کی خواہشوں سے  
مغلوبہ تھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے بھی اور چلے بھی گئے لیکن اس قوم کے لوگوں پر اپنا کوئی مایان اثر نہ پہنچا سکے۔ طغیان  
بوت (حضرت عیسیٰ) صرف رسول سیماء کے ان جنجالوں میں (اور رد و قبول کی حالتوں میں) پچھو رکھا گیا۔ جو ان دنوں صراحتاً

حاشیہ صفحہ گذشتہ: تمام خیالات محض بے اصل تھے۔ اور بالآخر تمام طبقہ رعایا میں وہ اس قدر ہر دور پر ہوا کہ اس کو بھی قیاس کی سیرت عام کا  
لقب دیا گیا۔ سلسلہ میں سیرجیانہ اور سیرجیانہ میں مگر۔ (Belton's Hist (3) P 887)

سے ماڈریس یا ڈریس۔ اصلی نام اس کا پیلریس الیوس (Publius Aelius) شاہان روم میں بہت عظیم الشان وادوں کا گدا  
ہے۔ اس سے حکومت میں نہایت اعلیٰ قابلیت و کمالات، پہلے اسے فتح کی ملازمت اختیار کی اور ایک ہی دہائی میں اس کے رسالے میں داخل ہو گیا۔  
لیکن اس نے سیر (Saline) شاہ طحان (Tupan) کی لڑائی کے ساتھ شادی کر لی اور اس کو فوجی میں اسے ساتھ لیتا گیا پھر  
بالسیرجیانہ وہ علاقہ سپریا (Pannonia) اور وہاں کی کوسل کا گورنر مقرر ہوا سلسلہ میں شاہ طحان کے مرے کے بعد وہ تخت نشین ہوا لیکن  
شاہان فارس سے صلح کر لی اور رعایا سے روس کا قرض ادا کر دیا کسی مادہ نے خاص طور پر سیاحت کے ملک کے اندرونی حالات سے اس  
واقعت میں سیرجیانہ تھی آڈریس نے۔ اس نے یہاں وہ دور و دراز مقاموں میں سفر کیا اور تمام ملک کے علاقہ کو خود ملاحظہ کیا۔ سلسلہ میں اس کو  
علاقہ گال کی سیرجیانہ اور وہاں سے برطانیہ میں آیا جان انکراؤس نے اس کو سیرجیانہ (Solway Firth) سے لیکر ویاٹے (Wye) کے علاقہ  
ایک ویاٹیا کرادی۔ یہ ویاٹیا اس شخص سے ملتی تھی کہ وہ اس علاقہ کی کلیدی دھن کے کلمات سے معذور ہے۔ سیرجیانہ سے کوئی کہ وہ ملک اور قریب  
اور ایشیا میں گیا سیرجیانہ اس نے اسے ایلوسین (دریہ اطلس) میں نام لکھا۔ اور یوں اس کے عقاید تہذیب کے مطابق ہیں  
محمول کے قریب سے اس نے اپنے مریکے اندیا قریب الیاد (Elyades) میں اپنا دائمی مقام پایا۔ اس کے بادشاہت میں عیسائیوں نے پڑے پڑے مطالعہ

عالم میں پھیلے ہوئے تھے۔۔۔ جن ایام میں اس طفل نبوت کی مقدس ولادت اور مسعودت واقع ہوئی تھی۔۔۔ انہیں کلام نبیین کہ صحیفہ و امیال کی عمارت نے جو قوم کی سین سخت مصیبتوں کے وقت مرتب ہوا تھا۔۔۔ اس معلوم اور مبلغ نبوت کا دلیر ہدایت گرسے اثر پھونچا ہے تھے۔ اور وہ قوم کی مہلتاں کا جانوں پر صوں کر۔ ہاتھ۔ یہودیوں کے فرقہ ریزیاں کی ظالمانہ مدعا پائے کو مہتمانی مساکن میں فرقہ ریز یون کی آزادی کے نیک خیالات فرقہ الیہون کی حیالی امید نجات پھیل کر ایک۔ دولت و حکومت اسکندریہ تک پہنچ گئے اور دوسری طرف بدعتنا کے زیر اثر آئے ہوئے ملک ہندوستان تک صحرائین و درویشوں کی ہدایات اور تہذیب و تہذیبہ انساوات شکی ہستیان و رہا ہر دوس سے علویہ کی اختیار کرنے کے جرم میں قربان ہو گئیں۔۔۔ ایسے دلی استغاثے حضرت عیسیٰ سے پیش کرتے تھے۔ لیکن حیرت انگیزی کی جو بچہ سلطنت یہودیہ کے دل کے اندر بیوست ہو گئیں۔ اور اس کے تمام محافل و دستمائے فوج کے نظام ملکی کے متعلق امید انقلاب پائمال ہو گئیں حضرت عیسیٰ کی تبلیغ رسالت میں خاموشی اور صرف خدا کے ذریعہ سے سلطنت آسمانی کی امید حصول اس زمانہ کے معیار خیالات و جذبات پر صرف مبنی تھی البتہ زور و غضب اور غیر مطلوب متعصب لوگوں کو حضرت عیسیٰ عام اخوت اور محبت کی تعلیم دینے آئے تھے۔ ایسے مغرور و متعصب سینہ قوم یہودیہ کے درمیان آپ نے تواضع اور انکسار کی راہ تہلانی۔۔۔ ایسے خاص حوالیوں پر ہمیشہ مہربان اور تفریق رکھ کر تمام طبقات انسانی کے ساتھ طریقہ سلوات قائم کیا اور اس نے زہد و اتقا کی اعلا یا دگا رجحور سی۔ زبردست دولت مند اور حکمران طبقوں میں تواضع و عیسیٰ کی تبلیغ نے نفرت۔۔۔ دہشت۔۔۔ تفریق اور تردید کے جذبات کو مشتعل کر دیا۔ لیکن نادار و مفلوک الحال اور ان پڑھ لوگوں میں اس معلم ربانی کی گہری محبت نے خلوص و احسان مندی کے خیالات کو ابھار دیا۔ ایک دفعہ روز روشن میں وہ اپنی رسالت

**حاشیہ صفحہ گذشتہ** اٹھائے اس نے کوہ مقدس کالوری (Calvary) یا سارہ جو پٹر (Jupiter) برج کے نام پر ہیکل تیار کیا اور بیت لحم میں اونیوس (Aelius) کا ست قائم کیا۔ اور بیت المقدس کے دروازے پر سٹو کی تصویریں نقش کر دیں یہ باتیں تماموں پر کثوت و قبی ہیں کہ اس کو عیسائیت سے محبت نفرت تھی یہودیوں کی لڑائی جو اس کے ظالمانہ اطوار کا مقبوحی۔ اربابی برتن تک قائم رہی۔ جس میں پانچ لاکھ اسی ہزار آدمیوں کی حاشیہ تلف ہو گئیں اوس نے بزرگ پر ریاں لاطیں میں کیہ اشعار نظم کئے جن میں اپنی روح سے حاصل طور خطا کیا ہو چکے اعتبارات پوچھے اپنی مستور نظم۔ ایک مرتبہ جو نے عیسیٰ کی مناجات میں داخل کیا ہی۔ اس کلام نبیین کہ اوس میں بہت سی خوبیاں ہی تھیں لیکن یہی ایک طریق میں مغلوب ہو گئیں تین عشرہ میں پیدا ہوا دہشتہ ام میں موت ہوا۔ (Beelona P 28)

**افیتروس** Epitrus یعنی وہانی میل سفر کا نام ہے اس کی تعلیم تھی کہ تعیقات اصل دماغے حیات ہے۔۔۔ ق۔ م میں پیدا ہوا اور دہشتہ ق م میں فوت ہوا۔ (Charmela P 23) اونیوس (Adina) شام (اسیرا) کے ماساہ تھیاس مای کا بیٹا جو ایک لڑکی کے جاننا کے بطن سے تھا۔۔۔ دس روزہ کا معشوق تھا۔ وہ کار کا طاعادی تھا۔ اس کی معشوقہ نے جوشی خوشنوا اور دس کے شکار سے اسے منع کر دیا تھا اس کے کہ اس کے شکار اس کی جانک مانع ہو گیا خوف لگا تھا۔ اوس نے اپنی معشوقہ کی اس مشورت پر دست کم قوت کی کہ جو ایک معشوقی سوز نے اس کو ایک ملک مرم ہو چکا جبکہ اس نے زخمی کیا تھا۔۔۔ جب بارہ روزہ کوئی ہو گئی تو اس نے اپنے عاشق کو اپنے ناز اور دلو کو اس کو ایک تازہ پھول یعنی Anomo کی شکل میں نقل کر دیا۔ دیکھو

کی پوری کامل یقین و امید مسیحی موجود کی پوری عظمت و شان کے ساتھ معائنہ یہود کے دار السلطنت (بیت المقدس) آیا۔ شاید وہ پہنچے آئے ہوئے نہیں گذرے ہوں گے کہ وہ چھٹی ۴۰۰ء اپنے مدعا کی اصلی کامیابی کے ساتھ مصلوب کر دیا گیا۔ ان تمام روایات میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات اور واقعات سیرت کے متعلق مستور ہیں۔ اتنی بات تو ضرور نماں ہو کہ آپ ناداروں میں پیدا ہوئے تھے۔ اور آپ کے مواعظ و تہذیب و بھی حرا کی حاب تھے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ آپ انہوں کے علوم میں پورے کمال رکھتے تھے۔ آپ کی قلیل المدت رسالت قصبات کے عام طبقات کے ساتھ محدود و قبیح جن میں بالکل نادار کا مستحکم رادو قصیدہ گیلی خلیل، کے اہی گیر شامل تھے۔ اس بنا پر آپ کے حواریوں محض غنا اور بے لکھے پڑھے انشاؤں عیسائیت کی خرابی

یہود اپنی زود قبول اصول طبیعت اور ان پھر تہذیب و مشاہدات کے حوالے قلوب یاروں میں علم ثانی کے یکایک چلے جانے سے یوقن ہوا تھا۔ تاہم ان لوگوں (حواریوں) نے اوس معرکہ کو ایک انسان سے زیادہ میں بجا اسکے یہ تھا یاد اور اسکی تعلیم و سوقت تک ایسی ہی قائم رہی تھیں کہ یہاں لے۔ اس شخص (حضرت عیسیٰ) کا ایک خاص طریقہ مذہب تھا اور کیا۔ یہ وہی شخص ہے جس نے حضرت عیسیٰ کے مصلوب کئے جانے کے مجلس مسرت میں صدیقی اختیار کی۔ اسی کے اختراع و ایجاد سے مذہب عیسائیت میں ذات الہی کے ساتھ فرشتوں کی مخالفت کا رواج ہوا۔ دییات عیسائی کے مؤثرین کا عیسایاں ہے کہ مصلحان روح القدس یونچائے جانے کے بعد سے کہ رخا ف یہ قرار پایا کہ کتب الہامی کی تائید و جمی نطت کے لئے ایک ایسا مؤید و محافظ و راہم کرنا ضروری ہے۔ جو تمام علوم و فنون میں کامل ہو۔ جو اپنے فنی حروں سے علمائے یہود اور لاد حکما یونان سے مقابلہ و جدو کر سکے۔ اس ضرورت خاص سے خوشن علیہ السلام نے ایک غیب عربی آواز کے ساتھ آسمان سے اپنے ایک تیرہویں حواری کو لیکارا جس کا نام پہلے سال (سادل تھا) پھر بعد میں بال (پولوس) قرار پایا اسکو علوم یونانیوں میں وسیع استعداد حاصل تھی۔ اسیرٹ آف اسلام۔ دیباچہ۔ ص ۱۰۱

حاشیہ صفحہ گذشتہ شیکسپیر کی نظم پس اور دیوس (پراسپائن) نے عیا کہ میان کیا جاتا ہے مار ویرا و سکوردہ کیا۔ ملائیں سطر کہ یہ جینے وہ نیس کیب تھیں کرے اور جیہ جیسے پراسپائن کے ساتھ لطف صحبت اوٹھائے حریف نبی کی کتاب میں ٹونچ (Bum) نامی شخص کا ذکر آیا ہے اس سواڈینوس سمجھا جاتا ہے جہ نہیںوں کے ترو و مندرجہ بالا کو مرد و گرم کے سالانہ فصلوں کا باعث خیال کیا گیا ہے۔ دینوس

کے نام پر ایک دریا ہے جو کوہ تھان سے نکل کر دریائے نائلس میں گرتا ہے Butano P. 27

ذیلیات (Zelots) غائب یہود کی ایک جماعت جسکی مخالفت تمام سلاطین روم کے آخر کا زشتہ میں ت المقدس کی برادی کا باعث ہوئی

Chambers P. 45.

۱۷ ہروس (Heros) یہودیوں کو جادو شاہ جسکے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب کئے گئے۔

۱۸ یزیم ہائی۔ رومن بادشاہوں کی علامت سلطنت۔

۱۹ یہود اپنے ملک کو دیون کہتے تھے اور اکثر احبار بھی المولف سید اولاد حیدر عی عمہ



## فرقہ زرتشتی

میگزورسٹین *Manigktoaristamany* ایک یات دہندہ و مستتر کی آمد کا عقیدہ رکھتے تھے۔ ہروش کے لقب سے متور کر لے تھے اور مشرق سے اس کے بطور کی امید کرتے تھے۔ پورے مذہب کے لوگ خدا کے ایک مال کا جابلیک لان و ذخیرہ سے پیدا ہوگا۔ عقیدہ رکھتے تھے اہل اسکندریہ کے صوفی مشرب فقر و مقالات لاغوس اور رمیا عورت (Demogage) کے قائل تھے۔ وہ مخفی عقائد جو حیات ممات اور نجات اور مس (Ousia) کے متعلق اور اس کے پس (Demiourge) کی نسبت اس صورت میں کہ ماور و ذخیرہ ایسے نولود و حلے جس پوروس (Horus) کو اپنی کویر میں لے ہوئے بائے جاتے تھے اور یہ عقاید مالک مصر و تمام میں علی العموم رائج تھے۔

پولوس نے خالص عیسائیت کو ایل (ایولس) افطرتافریسی *Pharasse* عقائد کا عالم تھا کامل طور پر ایں خارجی عقائد کی آلودہ کر دیا۔ یہ صوفیانہ نیم فلسفانہ وقتی خیالات اور مقامی جذبات میں مبتلا ہو گیا۔ خواب و خیال کا ہمیشہ سے عادی تھا۔ لیکن فلسفہ ثابت بر جوش تھا۔ عواض جسمانی سے بھی وہ خالی نہیں ستلایا حاتم تھا جس کا اٹھاروس کے (Stoics) میں کرتا ہے کہ وہ کسی اور معلم اعظم (مسیح علیہ السلام) سے ملت حاصل بہین ملا تھا (دہ یال) جوڑا اس کی

لے لاغوس۔ اسٹانگ عالم میں (Stoic Philosophy) انسان کی وہ قوت و نظام دیکھ کے نزدیک کے خالص نظام *Chambers Puz* لے دیا عورت۔ نادی طلسمی کی حکمت عقاید باقرین (دہرتو) میں وہ قوت و حویا ادا کرتا یا کی میل کندہ ہو گیا۔ وہ حکمے کا قور کے تابع ہے۔ *Chambers Puz* اسیر (Oseus) تدبیر مصلحتوں کا مت قواعد و حقیقت (Shub) اریٹ (Not) کا شیا تھا ان کی بی کا نام آس (Nidia) تھا۔ اسیر کو سٹے مارڈا لیکس پوروس نے بہت سے ایسے باپ کا معا و صلیلیا اور ہندو و عیسائیت متقم کے عقیدے پر مامور تھا *Chambers Puz* المولف سید اولاد حیدر عفی علیہ

کے اٹھاروس کا پہلی نام ڈیوٹ۔ جرڈرک اٹھاروس (David Fredrick Straus) پر حوالہ دینے شہر ٹیوٹی جرمی) کو اٹھاروس اسٹینٹ ٹیوٹر مقرر ہوا۔ ۱۸۳۷ میں اسے ایک لطیف تالیف موسوم بحیات علمی و تالیف کی۔ اور ان کی حیات پر مقدمہ تبصرہ کی۔ اور معصل طور پر یہ کہا کہ تزلزلت عیسائی کی تاریخ علمای عیسائیت نے تیار کی ہے وہ ملو با موصوعات اور عوامہ تدبیر کی اسرار شیع کی جلی اور مضمونہ احوال پر قائم ہوئے۔ عیسائی اصول کو دوسری صدی میں عیسائوں نے عیسائیت میں باوجود کیا اور وقت سے التذریع تمام دوسرا عیسائیت کا عقائد میں داخل ہو گیا۔ ایں جرم میں دو ٹوٹیوں کی ملازمت سے متوف کر دیا گیا پھر (Stottquait) اسٹارٹ کا تالیف مقرر ہوا۔ ایک کتاب کی ترویج تالیف ہوئی تو اس نے اس کے دوجہ کا جواب لکھوا عقائد طریق سے لکھ شائع کرائے لیکن ایسہ ملک و قوم میں اس کی طرف سے مخالفت ایسی جوت اور گری ہو گئی تھی کہ اس کے بعد جب وہ دارالعلوم دوررح (Zouneh) میں طلسم اور تاریخ مذہب کا پروفیسر مقرر رہا تو اس کو کولہ مستغنی جو جانے پر مجبور کیا گیا اور وہ اہل اطامیہ میں لے اس کو فر کیا تھا رصاحت کر دی گئی پھر اس نے ایجوکریٹ (Schueler) جس کے متھو رنار کی سوانح عمری لکھی پھر سری کتاب عیسائیت کا عقاید نامی لکھ رانج کی مشتمل ہوئے اسٹارٹ کو اس کا عمیر مقرر ہوا اس کی آخر تصنیف عیسائیت کے قدیم عقائد کے تمام کثرت میں نری برقی پھیلا دی۔ متھو رنار لکھ میں مبتلا ہو اور متھو رن ل میں مشتمل عیس و تھو رنار (Beechams Hook) 798



ذات میں اسے) وجود الوہیت یا طور فرشتہ کے تسلیم کر سکی طرف مائل ہو گیا۔ پولوس نے اس کی بنا پر اس میں جلیل کی ساری تعلیم میں  
 تاہم یہ فیضیائے عورت (Neo-Platonicism) کے مخفی اصول۔ اور اپنی ذہانت و طامعی کے دلائل اور توحید فی التثلیث کے  
 طغیانات حکمو اسے ممالک مشرقیہ سے اخذ کیا تھا۔ داخل کر دے۔

بیرونی اور مقامی عقائد عیسائیت کے باہمانہ رنگ و عداوت۔ یہودیوں کے مخالف و موافق طریقہ کے عقاید کی عجیب و غریب  
 شہرت۔ دو حواریوں یعنی (پٹر و فطرس) اور یال (یولوس) کی باہمانہ مخالفت و عداوت نے بالکل طشت از باہم کر دی۔ اسیر شاد

اسلام یہاں پر ص ۲۲ بحوالہ Milner's Hist of the Church of Christ Vol I PP 28+28.

اور نائٹ (ایبونی) (Ebionites) فرقہ کے لوگوں کے عقائد نئی ناصری کے اصلی  
 حواریوں کے عقائد کے مائل نمونے تھے اور ان کے عقاید میں نئی ناصری ان لوگوں سے اپنی رست  
 کے زمانے میں جس معمول ہند کلام ہوتا تھا۔ ساتھ بیٹھتا اور اٹھتا تھا۔ اور وہ اپنی تمام

عیسائی کی متعلق عیسائیوں کے  
 مختلف عقائد مختلف فرقہ

افعال عقلی اور بشری کے اعتبار سے ہمیشہ ان کے سامنے اوسے فطرت و خلقت کا آدمی ظاہر ہوا کیا جس فطرت و خلقت کے وہ لوگ  
 خود تھے۔ انہوں نے اس کی پین سے بال تدریج حوان ہوتے۔ اور آغاز حوانی سے کامل انسان ہونے تک پیش قدم خود ملاحظہ کیا تھا اس طرح  
 انہوں نے بال تدریج اس کے تمام قوانے جسمانی اور عقلی کو ترقی کرتے ہوئے دیکھا تھا اس لئے ان لوگوں کا عقیدہ حضرت مسیح علیہ السلام  
 کے انسان محض ہونے کی نسبت ان لوگوں کے ذاتی علم و مشاہدہ پر مبنی تھا۔

اس اصلی عقائد سے تفریق و علیحدگی جو بہت سے درمیانی طریقوں کی صورت میں اور انواع و اقسام کے فرقوں میں ہو کر  
 اس وقت سے لیکر اسل مالس واقعہ ۲۵ء تک پیش طریقہ ڈوس ٹیوس (Deoties) اور قینیون (مارکاؤٹا میٹس)

ملہ جتنا عورت۔ یونان کا مشہور حکیم اسکے ذاتی حالات کی تاریخ بہت مختصر ہے لیکن مل غالب یہ ہے کہ اس نے مسقر میں سالہا سال ابتدائی تعلیم  
 پائی تھی۔ اور مالک ایسیا کے قلعہ کیر میں بیروسیاحت کرنے کے بعد اسے وطن میں واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ حکیم بلقیراطوس نے تہرہ سوس  
 کی (Samos) حواص کا وطن تھا حکومت کو ناجی غضب کر لیا ہے۔ یہ دیکھ کر وہ دوا شہر اپلی (سولہ صحر) کی دار السلطنت گردن  
 (قرطہ) (Ephesus) میں چلا گیا۔ اور وہاں اس نے طبی سائنس و تریک سے فلسفہ کی تعلیم شروع کی چاروں طرف سے جوق جوق طلباء تحصیل علم کی  
 غرض سے اس کے گرو جمع ہونے لگے۔ پانچ برس تک وہ بالکل جمہشی کی حالت میں رہا۔ اور اسے شاگردوں سے اس نے اپنی تعلیم دینے کا کوئی  
 معاوضہ نہیں لیا۔ پانچ برس کے بعد اس نے اوکی جہاد کو سراہہ ستر کہ میں جمع کئے جائیں گے حکم کیا۔ اس وقت اس کے تین سو شاگرد ہو چکے تھے اور وہ ایک  
 مدرسہ عقائد کی طرح اپنے ماہر طریقہ اتحاد میں واسطہ تھے اس نے باستان دکان تہرہ قرطہ کے طریق و شعاریں بے حد ترقی و اصلاح پیدا کر دی اور  
 اس کے شاگردوں میں بہت سے لوگ اہل تدبیر و سیاست بن گئے جین طیبوس (Jehannes) مایت مستور رمانہ ہولہ پہلا شخص جو حکیم و حکام کے  
 خطاب سے مستور ہوا اور تیسری علم و حکمت کہلایا۔ اس نے پہلے تھلا یکہ آفتاب وسطا عالم میں واقع ہے اور دیگر قیامت اس کے دور میں گروتس کہتے  
 رہتے ہیں اسی نے احسام مختلفہ میں حلول روح کے مسئلہ کو پہلے پہل بتلایا۔ اور انوار و کلمات کھانے کی قطعی مخالفت تعلیم کی۔ اس نے اپنی کوئی

(MACONITEs) (پاتریسٹوں) پٹری یا شینس (Patriarchians) (نظریوں) میں طاہر ہوئی۔ وہ خاص حضرت مسیح علیہ السلام کی معرفت میں عیسائیوں کے احکام و آراء کا ایک غیر محدود سلسلہ ثابت ہوتی ہے۔ (مسیح م) کی الگوہیت اور مخلوقیت کے مروجہ عقائد سے ہر طبقہ کے لوگ اور خاص طور پر وہ لوگ جنہوں نے ایسی ہی مذہبیں دیکھا تھا اور اس کی ذات میں جو خاص مخلوقیت کا متنازعہ اور اس کی روزانہ معاشرت اور سیرت میں اس کے افعال و اعمال ستری کا سنا نہ ہیں کیا تھا۔ بلکہ عدد و قائل اس کی الگوہیت تسلیم کرنے کے لئے پہلے سے آمادہ تھے۔ قسطنطنیہ (Constantinople) کی تحت تینوں کے قبل سے بہت سے ذرائع و رسائل نے مذہب عیسائی کی ترقی اور مقبولیت میں تائید و یار کی تھی۔ لاندہی۔ اور کفر و تعاری کے قطعی بطل اور کسی حاکم شریع کی عدم موجودگی نے جو کئی عظم نام رہ سکتا۔ اور مریدوں علوم و طبع کی کثیر تعداد مدارس کی اقتدار نے عیسائیت کی ترقی و وسعت کی راہوں کو سہل بھی بنا دیا اور ہر اچھی عیسائیت کی ترقی نے ایسے عقائد کے ذریعوں سے طبقہ اعلا کے صاحبان عقول کو متوجہ کر لیا۔ مخلوک الحال طبقات میں اس نے سکون و آرام پیدا کر دیا۔ اور عیسائیت میں جس اسکے متبعین نے اپنی رائے کی ذمی اعتداری سے طالبان تحقیق کے دل دریاں کو حاشوش کر دیا تھا اس کی تبلیغ نے اس لوگوں کی تسمار کو پورا کر دیا تھا جو دہ سے فہم معاشرت کو گہراں ہو کر ایک یا کمرہ معاشرت کے حواہاں تھے اور ملا دہریں ان لوگوں کے طامانہ تعاقب کی مصیبتوں نے بھی۔ جو اکثر اوقات دھالم یہودیوں کے ہاتھ) اکو اوٹھائی ہوئیں۔ اس کی عظمت و اقتدار کو طبقہ عوام کے دونوں جاگیرین کر دیا۔ اور ان رہبران قوم کے متعلق حصول سہادت کی اصالی سست نے اور اس کے مدعا کو قوی کر دیا۔ اسناد میں رسالت مسیحی کی تبلیغ کے مدہو حاسے اور اس صلہ تعلیم کے حالی اراصول ہو جانے نے لوگوں میں توسیع و عورت و تلاش کیلئے زیادہ آرا دی تھی اور عالما اس سے علم و عمل دونوں کے لئے کافی وسعت دی گئی تھی جبکہ قدیم رہبران عیسائیت کے حالات سے معلوم ہوتا ہے) فرقہ العالین کو رہبران شریعت مسیحی کے اصول و قواعد میں غرا کی گھایش دیدی بلکہ خاص ذات مسیح کے متعلق بھی انکار و انقضائے لئے وسیع میدان چھوڑ دیا۔ یہیت المقدس سے یہودیوں اور عیسائیوں کے استخراج نے جبکہ یاس مسیح انسان موعے کے اجار و اتار کثرت سے تھے۔ بعد ازاں ان لوگوں کے ساتھ جو یہودیوں کے شامل ہو جانے نے۔ خوف و حوار میں آمادہ عقیدہ اور جس میں نومیٹا حورانہ یا بولوس کے خیالات متعلق نظام عالم موجود تھا۔ ایش حیاں غیر مستقل اور موہوم کو بخوشی علیہ السلام کے متعلق اس کے عقائد میں داخل تھا تا محمد و اقسام کے طہیات اور فرقوں میں متفرق کر دیا اس طریق تفصیل سے تمام مخلوقیت کے آمادہ علامات اور ادائے متعلق وہ تمام استناد حواہج اراعتوات تھے وہ اس کے متاثرہ خدام موعے کے قابل تنظیم مرقع سے ہٹا دیئے گئے۔ اور وہ محال احترام و احلاص واقعات حیات حیات علیہ السلام

حاشیہ صفحہ گزشتہ - ایف ایچ عبدالوہاب چوہدری - اس پیارے اصل طریقہ تعلیم کی حقیقت رکال بعین اس وقت تک حمایت و ترویج ہی نہیں ہو سکتی جس میں  
 تشویش - ہم میں میڈیا اور تقریر شناسہ قسم میں فحش پروا (Beelona Hindi Porn) ۵۰ فحشوں حضرت عائشہؓ کو قطعاً اذیت دے رہے تھے  
 مار دھڑکوں حصر عائشہؓ کے محلوں کی اور دروازے قابل تھے - مگر آپ کو صدمہ کا فائل قرار دیتے تھے اور اس انداز میں ایک دست لگا اعتقاد تھا کہ ذات الہی کو عام سال  
 کی آنکھوں میں بطور معائنہ دستاورد پیش کرنا جو کسی ضرورت کی استیلا کا ذات الہی میں صرف ہلکا سا ردہ کھڑا کیا تھا کہ اسال محمدؐ کی صورت میں ملاحظہ نہ کر کے  
 اندر نہیں آسکتا تھا بلکہ مہرؤں کے عقاید میں تاب بھی دینے کے ساتھ صلیب پر صلیب ہو گیا - اس پر آف اسلام بھائی  
 Noshwari, Qubon in loco  
 Meenadez Vol II P. 150, 301

عیانیات قصص و احادیث نادیدہ گئے اور ان کے واقعات حیات کی محترفات و مصنوعات کے ذریعوں سے اس درجہ لقاؤں کی لگیں کہ فی الحال پہلوگوں کے لئے یہ معلوم ہونا بالکل دشوار ہو گیا ہے کہ حقیقتاً حضرت عیسیٰؑ کیا تھے اور کیا کر گئے۔

الغرض عیسائیت کی وہ مختصر ماحولیتیں جو رول ٹیڈر علیہ السلام سے صدیوں پہلے قائم ہو چکی ہیں۔ دلچسپ بھی ہیں اور سبق آموز بھی۔ مادیات کے دلائل تعلیمی جو اواخر صدی اول مسیحی اور ہارڈس کی فتح بیت المقدس کے ساتھ ہی ساتھ وجود پیرہوئیس اسی زمانہ خاص کی ایجاد و اختراع ثابت ہوتی ہیں۔ اور یہی اختلاف کی صورتیں ہر عیسائیوں اور یہودیوں کی بحث و کلام کا ہمیشہ ماعت بنی رہیں۔

**پہلی صدی میں عیسائیت کا حال** اگر میناٹوس (فانیطوس) نے (Clement) اس صدی کا بہت طر متہو دورہ ادیت کا عالم تھا۔ اپنے شاگردوں کو باب بیٹے دونوں کی ریتش کی تعلیم دی۔ اور انہوں نے باب بیٹے کے متعلق اس کا عقیدہ تھا کہ عیسیٰؑ جو پیدائندہ عالم کا حامی ہے عیسیٰؑ مخلوق سے بالکل جداگانہ جنس ہے۔

یہ لوگ کی محنت عیسائیت کی تھی معری اور ان کی ماحول کو شش نے اسی محترہ تربیت کو مدارس فلسفی اسکندریہ کی تعلیم و تصا کے مطابق ساما جاتا تھا عیسائی زمانہ میں انیسوس سکاٹس (Ammonius Saccas) نے دین مسیحی کی ایک نئی تربیت کو حکمت اطال کے اصول پر مرتب کیا۔ حکم اگلس (organ) اور دیگر اہل تربیت نے مل کر مرتب کیا تھا اس نئے سائنس و تصا کے جسکی تحریر کے آثار قدیم عیسائیت کے تمام مشہور نویس کی تصانیف میں موجود ہیں عیسائیت کے تمام طریقوں اور فرقوں میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان کوششوں کے نوس طریقوں میں تو وہ بالکل مانی کا نمونہ بن گیا ہے اور ایسی معاصرین میں بیشک زیادہ ملد نظر ثابت ہوا ہے وہ ایسی ایک خاص درگاہ قائم کرنے میں ضرور کامیاب ہوا۔ لیکن اسکی تعلیم و تبلیغ قومی عقائد و اخلاق کی درستی کا کوئی انتظام نہ کر سکی۔

**دوسری صدی میں عیسائیت کا حال** دوسری صدی میں عیسائیت۔ مدیطی اور جنگ و جدال ماہانہ مسیحا پر اور مملو ہو گئی۔ عیسائیوں کے تمام مدارس دینی میں تفریق اور موضوعات بالعموم مروج تھے۔ مادیات (دہرت) کا بہت طرہ و رنگ تھا۔ عیسائی ہر طرف سے اس کا ٹکڑا ٹکڑا کر رہا تھا۔ وہ حیدر تھے جو اس صدی میں پیدا ہوئے وہ خاص طور پر اس سبب سے قابل لحاظ ہیں کہ صرف ان میں وہ جو سائیاں یا بی جاتی ہیں جو اسکی عام تعلیم سے پیدا ہوئی ہیں۔ بلکہ ان میں مدبب تر روشنی۔ اصول و فتنہ عورت اور شریعت کے تاریکیوں پہلی صدی میں ہی ایک دہر عالم تھا جو عیسائیت میں عاصد کو خدائے کی تربیت کا سمت مخالف تھا اس نے شہر اسکندریہ میں تعلیم پائی تھی اور تہہ و سبب میں رہتا تھا اسکے حالات اور تصنیفات کے متعلق بہت کم علم و اطلاع ہے بیٹس ہسٹری ص ۴۶۱۔

انیسوس سکاٹس (Ammonius Saccas) ہتھیں اہل میں مارا کا پاساں تھا بھر مال الحمر شراب کا ڈھونڈ لاکھتا تھا جو میں عیسائیت کی حکمت کا بہت طرہ و رنگ تھا اس نے اسی دوری حکمت تربیت کا ایک مدبب تر اسکندریہ میں کو لا اور وہ تربیت کا بہت طرہ و رنگ تھا اس نے اپنے طریقہ تربیت میں حکمت اطالوں اور حکمت ارسطائیس میں اصول تعلیم قائم کرنے کی کوشش کی اور کتاگوں میں اور حیاوس تعلیم میں اور لایوس کے سب نامی ہوئے اسکندریہ میں مقام اسکندریہ فوت ہوا۔ اسکندریہ اور حیاوس (جیسا عورت کتا کر دیکھتے تھے) کا مشہور تاجر حیدر تھے اس میں پیدا ہوا اور

صائبہ کا لہریہ کے بھی تمام احبار و آمار سائیاں ہیں۔

**فرقہ مارکوٹاٹسٹ** | حواریوں کا مشہور فرقہ تھا۔ وہ اصولاً دو وجود کا قائل تھا ایک کامل الخیرہ و دوسرا کامل الشر۔ لیکن

دونوں وجود الوہیت کے مابین ایک وجود اوسط بھی تھا۔ جو دیمرج کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ وہ بالذاتہ کامل الخیرہ یا کامل الشر۔ بلکہ اور اسکا وجود ان دونوں اوصاف سے مرکب تھا۔ اور خداوند اہل عالم اسی سے خلق متکالی حالت میں مارکوٹاٹسٹ

کے عقائد کے مطابق یہ دیمرج عالم اسفل کی کایا لکندہ تھا اور اس بنا پر وجود کامل الشر سے ہمیشہ معکوس آراہا کرتا تھا۔ دیسیں سے

عیسائیت میں مذہب زروستی کے ازادہ ملاحظہ کو سمجھ لیا جائیے) اوس وجود اعلیٰ نے جو سراپا از لرینت ارا لوہیت ہے

ان دونوں مخالف تنظیمیں عالم کی ماہرہ حگ و حال کو حالت تک پہنچی نے اور پھر انسانی کو ان مصائب کے قبول و سختی کو اپنی

عجیبی خاص سے قوم ہودی کی ہدایت کے لئے ایک وجود کو تو قریب قریب ادسکا مائل تھا۔ نارل فرمایا اور وہی عیسیٰ ابن المذنب

جو محمد لسان کی شکل و صورت میں صرف اسعرض سے پیدا کئے گئے تھے کہ وہ لسان کی فانی انکوں کے کشا پنے اور صائے

میں آسکیں۔ اس سلسلہ رسالت کے فرائض منصبی یہی تھے کہ وہ دونوں تنظیمیں عالم کی سلطنتوں کو تباہ کر کے انسان کی پریشانی

و سرگستہ ارواح و نفوس کو حلالہ حقیقی تک پہنچا دے عیسیٰ کی تعمیل فرائض پر دیگر حرج نہایت سختی سے عمل کیا لیکن ادسکا

کوئی عمل اس وجہ سے کارگر نہیں ہوا کہ عیسیٰ کا محمد تو صرف ظاہر تھا۔ اس سب سے وہ کوئی تکلیف پہنچائی جائے کہ فطرتاً

قابل ہی نہیں تھا۔

**فرقہ والینٹین** | والینٹینس یا والینٹین (VALENTIANS) فرقہ کے عیسائی بچے اثر زیادہ راتہ تک دیر یا

رہے۔ ایسے عقائد میں سمجھتے تھے کہ خدا نے آسمان سے اپنے بیٹے عیسیٰ کو اسلئے نازل فرمایا ہے کہ وہ انسانوں کو ان

تمام آلاتوں کے پاک و صاف کر دے کے لئے جس میں وہ الودہ ہو گئے تھے۔ انکار رول اصلی صفات الوہیت کے ساتھ

نہیں ہوا تھا۔ بلکہ آسمانی اور روحانی کیفیات کے ساتھ وہ دنیا میں مارل فرما کئے گئے تھے۔ ان کے عقائد میں حضرت

عیسیٰ جو الوہیت کا ایک انسانی سکیڑھے۔ جو پس مرگم تا رہی کے سلطنت کو عارت کر سکیے لئے نازل فرمائے گئے تھے۔

**فرقہ افاٹیسٹ** | افاٹیسٹ (APHYTES) کا فرقہ مالک مصر میں ترقی کر رہا تھا۔ ادسکا عقیدہ بھی دیگر مادہ میں مصر کے عقیدے

کی طرح وجود دہرین ازسیت کا قائل تھا۔ اور وہ ایجاد عالم کو دیمرج کی محض جھانسی کی ایک صورت علان تثلیث الکی تسلیم

تھا۔ اسلئے وہ ادسکا بھی قائل تھا کہ روحانی کراست عیسیٰ کے یکا لسانی میں متحد ہو کر اسواسطے مارل کیا گیا تھا کہ عاص و دیمرج

کی حکومت کو بر باد کر دے۔ ادسکا بھی عقیدہ یہ کہ وہ انجی جس نے آدم و حوا کو موت میں فریب دیا تو نہایت خود کراست تھا یا صوبہ

نقیہ حالت یہ گنہگار۔ شکر اہلین بوت ہوا۔ BEETONS HIST P 637

لہذا ایٹس۔ والینٹینس۔ دھندلے کا مشہور عالم اور دہریت کا یکم لہر میں بوت ہوا CHAMBERS P 1097

لہذا افاٹیسٹ۔ افاٹیسٹوں۔ دہروں کا ایک فرقہ جو سب کی پرستش کرتا تھا۔ CHAMBERS P 635

حضور زما سانپ کی صورت میں پہنچا ہوا تھا جس زمانہ میں ہادیوں کے مختلف فرقے یکے ما دیگر کے کالہی فلسفے کے اتر سے وجود میں آتے چلے جاتے تھے جن میں اوسے زمانے میں یوایونوں نے خیال کی باپ بیٹے اور روح القدس والی تعلیم تئلیت میں اور یہ وجود عیسیٰ میں۔ دو جدا گانہ جنسوں کے باہمی اتحاد کے دلائل اور لہام عالم کے متعلق اپنے مسلمانہ عقائد کے بنیامین اتفاق و مطابقت کی کوشش شروع کی۔

**قرمہ پیرا کوس** | اس فرقہ کا بانی پیرا کوش (PARAKOS) تھا عیسائیت میں وہم برتی کی تعلیم پھیلانے والا پہلا ایسی شخص تھا۔ اور وہ صرف اس جہلہ و تدبیر سے اسے رواج تعلیم میں سے آگے ماری بلکیا۔ اوس نے عیسائیوں کے اس عقیدے کو تسلیم کر لیا کہ باپ بیٹے اور روح القدس میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ان لوگوں نے یہ بات تسلیم کر لیا کہ باپ اپنے مخلوق سے پہلے کے ساتھ اس طرح متحد فی الوجود تھا کہ باپ نے بھی بیٹے کے سب معاصی مقدار و سادی مردانت کئے۔ اور اس کی طرح آپ بھی مرنا موت مردداشت کر گیا۔

**قرمہ مانیٹوس** | مانیٹیم (MANICHA) کا سیاں ہے کہ یہ تمام فرقے علوم فلسفی کی ذرات تھے۔ اس سے زیادہ غلطی اور پرادی کی بلا و بدیہی پر ایک شخص مانیٹوس (مانیٹیم) (MONTANUS) نامی مانتہ فرقے کے ہاتھوں آئی اس شخص نے تمام علوم اور ادبی حاکمیت کو بالکل سبقت و تلامذہ اور اسے آپ کو عیسائی کا قلیط موجود PARAELEFE غلام یا مانیٹوس نے نہت جہل و تدبیر سے متعلق پیرا کوش سے جن میں سے دو عورتیں پر سکلا PRISCILLA اور سکلا (MAXIMILLA) مہمان ٹنوت تھیں۔ اور نہایت مشہور و معروف تھیں۔ یہ دونوں عورتیں حق پرستہ حس و حال کے لئے مشہور تھیں اسی قدر کہ طریق اور نیک اعمال نہیں تھیں۔ اندرون ملک و بیرون ملک کی تعلیم کو ترویج عام تیا دیا۔ اور اسے مجتہد مانتہ مطالع سے تمام قوم انسانی یہ جو فاک معاصی وار د کئے۔

**پیرا کوس و اقوس** - (PARAKOS) دوسری صدی کا ایک عالم جس نے سب سے پہلے مانیٹیم (MONTANIST) کو کماہت مستندی پر مصلحت کر کے اصول تئلیت میں ایسے مختصر حاتم و موضوعات کی تعلیم شروع کی۔ اسکے مانیٹیم (SABELLIAN) فرقے کی سببیں ہونی مرقولین TURTULLIAN

نے اس کی تعلیم کی رد لکھی ہے یہ شخص دوسری صدی تک مدور رہا BEETONS Hist P. 606

**مانیٹوس یا مانیٹیم** (MONTANUS) فرقہ عیسائی کا مانی بہتر فرقہ کار ہے والا حکیم تھا۔ اوس نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ اوس پر روح القدس کا مہول ہوا ہے اور اسی کی طرح اوس کی دو گانہ عورتوں پر سکلا (PRISCILLA) اسکلا (MAXIMILLA) نامی بھی روح القدس ہوا ہے مانیٹوس نے تئلیت کا قطعی حکم دیا اور دوسری صدی کے لئے کو تلامذہ سمجھتا تھا اس کے کثیر التعداد مقلد بن گئے۔ اور ان لوگوں نے عیسائی امت میں بری اثر تئلیت اور بدیہی پھیلانی۔ اس نے اسی سمت مہول و حق پرستہ دعویٰ کیا عورتوں نے عیسائی علماء اور حکما اوس کی تعلیمیں آگے سے مل کر حضرت الیزہم تو یہ ہوا کہ مقلدین کے ایسا عیسائی عالم تھیں اوس کا مقلد ہو گیا لیکن یہ عالم اسے حرام میں اوس کے مقلد تھے اسے ملحدہ ہو گیا مانیٹوس دوسری صدی تک مدور تھا۔ بصورت ہو گیا۔

BEETONS Hist P 353

المؤلف عفی عنہ

فرقہ ماتویہ عین اوسے زمانہ میں جب مارکونائٹس۔ والنتین اور ماسینٹ اور دیگر فرقہ مادیوں میں  
اپنی تعلیمات دیسی پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے۔ فارس میں ایک شخص پیدا ہوا جسکی شخصیت اور حیثیت دونوں عظیم  
(ایتیادولریہ) کی حکومت و فلسفہ پر نہایت گہرا اثر ڈالا۔ مانی طریقہ اور قرینہ سے تعلیمی کمال و جامعیت کا تیار اور کامل سکر  
خاص تھا۔ اعلیٰ درجہ کا نحوئی۔ اعلیٰ درجہ کا علم کیمیا و طبیعیات کا ماہر اعلیٰ درجہ کا معنی اور اعلیٰ درجہ کا مصلو تھا۔ فرق  
تھا شی میں اس کے کمال ضرب المثل ہیں۔ اور ہر شخص آحتک آرزنگ مانی سے یورے طور پر واقف ہے۔ وہ  
یہودیوں کے علوم رموز اسفار سے بھی کامل طور پر واقف تھا۔ عالمان مادیہ میں کی تعلیمات سے بھی کما حقہ ماہر تھا اور  
مشرقی فلسفہ اور تصوف کی حکمت پر بھی عبور کامل رکھتا۔ بذات خاص بررگان منع کے خاندان سے تھا۔ اور لغت  
عیسوی کی بھی کامل تعلیم پاچکا تھا۔ ان تمام کمالات و اوصاف میں کامل ہو کر اس نے موجودہ مذہبی خدشات سے  
حواد کے گرد و پیش ہر طرف بھٹا ہونے سے سحت نفرت ظاہر کی اور اپنے ان مختلف مذاہب و طریق کے مجموعہ سے  
ایک شریعت خاص کی بنا ڈالی۔ جو تمام احوال انسانی و نفسانی کو بھی یوری کر سکتی تھی اور مقاصد قلبی و روحانی کو بھی  
مانی لے اپنی اس حرأت بیجا سے حواس نے تمام مروتہ مذہب کی موجودہ سیل رد ان کو ایک بالکل نئے اور خارجی  
طریقہ عقیدہ سے روک دیا۔ اور اپنے اس طریقہ میں وہ اس عام تنقید و تردید کے الزام میں خواہ مخواہ داخل ہو گیا جس  
نے تمام مذہب کی تعلیم و تلقین اور ہدایت و ارشاد کے کام بند کر دیے۔ مانی نے اپنے طریقہ خاص کی تعلیم و ہدایت  
کو طری را زرداری سے مخفی رکھا فرقہ اسماعیلیہ نے ایک زمانہ بعد کے اٹھانی کا یہ طریقہ اختیار کیا۔ اور پھر فرقہ باطنیہ نے بھی  
اپنے زمانہ میں دیگر رموز و مذاہب کی تنقید و تردید سے بچنے کے لئے مخفی انداز یہ کیا۔ اسی باعث سے ہر فرقہ اور  
طریقہ مانی کا مخالف ہو گیا۔ پھر تو حقیقت میں یہ نوت یہوئی کہ جہاں کہیں مانی یا اس کے شاگرد و متبعین طریقہ یہوئی  
وہاں ان کا نہایت سیبا کا نہ مطالب کے ساتھ تعاقب کیا گیا۔ حقیقتاً مانی کی شریعت۔ ملت عیسائی کے متعلق۔ قدیم ایرانی  
اور کلدی فلسفہ کا مجموعہ نہ تھا۔ اس کے عقیدے کے مطابق۔ مادہ و روح ہمتہ مہر کہ آرائے مخالفت تھے۔ اندون  
ضدین کی مخالفت سے ترکیب انسانی کی ایجاد خلقت ہوئی۔ انسان کا اصل جوہر دو قسموں تقسیم ہوا۔ ایک مادی  
ایک روحانی۔ روحانی جوہر وہ تھا جو باہر راست آسمان سے انسان میں ودیعت کیا گیا تھا۔ اور مادی وہ خلقت  
کے امتراج عناصر سے وجود میں خود بخود آیا۔ اندون متضد جوہروں کے اختلاف و ضرور کر نیکی لئے اور جوہر  
روح کو قفس جسمانی (مادی) سے نجات و خلاصی دلوانے کے لئے جس میں وہ (جوہر روحانی) مقید تھا۔ خدائے تعالیٰ  
نے قضائے آسمانی سے ایک ازلیت کے مجسمہ کو اپنے خاص جوہروں کے ساتھ نازل فرمایا۔ جو دنیا میں کرائسٹ  
کہلایا۔ کرائسٹ امت یہود کے درمیان ایک ظاہری بیکہ انسان کیسا تھا نمایاں ہوا اور اس نے اپنے دوران  
رسالت میں فانی ہستیوں کو صورت جسمانی کی ظاہری بدکاریوں سے ارواح نورانی کی خلاصی حاصل کرنے کی تعلیم دی



اور اس طریق سے اپنے خراب اور صرساں جو ہر پکا مل فحشیاں حاصل کی۔ عالم ظلمت کے بادشاہ نے یہودیوں کو اسکے بارے میں کی امتعال دی۔ خباثت وہ صرف ظاہر طور پر حقیقت میں مصلوب کر دیے گئے۔ حالانکہ تجلات اسکے وہ تبلیغ رسالت کے ماسب تمام ورا کر اپنے ممکن اعلیٰ کی طرف حوضائے شمس میں واقع ہے۔ واپس گئے۔

اں دلائل کے مطابق۔ مانی کا قرار دادہ کرائسٹ نہ کھا سکتا ہے۔ چہ پی سکتا ہے۔ نہ مصائب و تکالیف برداشت کر سکتا ہے اور نہ کسی مر سکتا ہے۔ وہ اسطریق سے خدا کا آخر شامل بنا کر بھی نازل نہیں کیا جاسکتا۔ غرضکہ وہ آخر میں ایک ہوائی بیولا قائم ہوتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔ وہ پیکر نورانی جو تمام اشیاء میں نورانیت دلیکتا ہے مگر خود مادہ میں مقید سلا یا حاما ہے لیکن بغیر صورت مخلوق اختیار کرنے کے وہ صورت مادی سے علیحدہ ہو جانے کے لئے گوشان کہا جاتا ہے۔ یہ کیسے؟

بہر حال۔ مانی کے یہ عقائد اور اسکے دلائل۔ عام اس سے کہ کیسے ہی صریح کفر آمیز اور خلاف عقل ہوں لیکن ظاہری طور پر ایسے عقل سے بعید ہیں معلوم ہوتے ہیں حقدار عیسائیوں کا موجودہ مسئلہ TRANS SUBSTANTIATION کی عقیدت جبکہ آج تک اتنی کثیر التعداد قوم عیسائی تسلیم کر رہی ہے۔ یعنی طعام مذہب مسیح کا خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خون و لحم میں بہو چکر مستحیل ہو جانا۔

مانی نے اپنے مقلدین کے دو گروہ قرار دیے۔ اور دونوں میں سے پہلے منتخب شدہ لوگ ہر اہمیت سختی سے زبردانہ اور جردانہ معاشرت اختیار کر نیکے لئے مجبور رکھے گئے تھے۔ یہ لوگ ہر قسم کے گوشت وغیرہ کی خوراک کھانے اور شراب و عمرہ اشیاء منشی کے پینے سے سخت منع کئے گئے تھے۔ ازدواج اور دیگر لذات نعانی کے اختیار کرنے سے بھی محروم رکھے گئے تھے۔ دوسرے قسم کے لوگ مقلدین سماعی کہلاتے تھے۔ ان کی تکلیف نرم داسان رکھی گئی تھی وہ گھڑا زین رکھنے اور مال و متاع حاصل کر نیکے لئے ناؤں تھے۔ وہ گوشت بھی کھا سکتے تھے۔ شادی سیاہ بھی کر سکتے تھے لیکن ناہم اکی یہ آزادی بھی اکی بہت سے حدود و قیود کے اندر اور ان میں سخت سے سخت ورجہ اعتدال قائم رکھنے کے شرائط کے ساتھ دی جاتی تھی۔ مانی کو بہرام گور نے قتل کر ڈالا۔ لیکن ناہم اکی کی تعلیم شریعت عیسوی میں اثر کر گئی اور ان تمام اختلافات و مناقشات میں جو آئندہ مختلف عیسائی طریقوں میں واقع ہوئی وہ پورے طور سے نمایاں تھی۔

تیسری صدی میں عیسائیت کا حال  
تیسری صدی کے اوسط میں سیلیں فرقہ نمودار ہوا۔ اوس نے ایک سے قسم کا اختلاں مذہب مسیحی میں پیدا کیا۔ سیلیں  
SABALIAN نے بتلایا کہ حضرت عیسیٰ ۱۴ انسان محض تھے

۱۵ سلسلہ SABALIAN تیسری صدی کا عالم رومانی جس نے دو عیسائی کی الوہیت کے خلاف امت سے وضوعات غریب کئے مآخیز طریقتوں کے حکم سے ملک روم سے خارج اہل کیا گیا۔ ۸3۵ P CHAMBERS



اور او کا عقیدہ تھا کہ ایک قوت خاص پیرا اعلیٰ کی طرف سے مازل ہو کر عیسیٰ کے میکرا انسانی میں ملتی دیتی ہو گئی تھی۔ اور اس  
سپاہروہ اس رائے قرار پائے یہ خاص طور کی تعلیم جو قول گمن (Gnosticism) کے موحدین کی اصلی راہ قرست تھی عیسائیت  
کے مختلف فرقوں میں سخت مدطی کا باعث ہوئی۔ چنانچہ جو تھی صدی کے ابتدائیں۔ اس بنا پر اور یجن (Origenism)  
اس عقیدے کی تعلیم پھیلائی کہ الوہیت تین جدا گانہ حصوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ یہ مذہب تثلیث قدیم لاندہبی کی تلخیص  
حواست سچی کے لوگوں نے ایجاد کر لی۔ کثیر اللہی کے طئیات سے او کی فطرت اصولاً سربادگی ہوئی تھی عقیدہ تثلیث  
تحقیقاً عیسائیوں کی ایک قسم کی دیرانہ مصلحت (دیوانسی) تھی جو انھوں نے تربیت عیسوی اور مذہب کثیر اللہی کے درمیان  
اختیار کر لی۔ بعد از انحصار ایام تعلیم تثلیث کامل طور سے تربیت تثلیث منکر ضروریات دینی میں داخل ہو گئی مگر قبل اسکے  
اے ناعت سے بہت سے فلسفہ طریق و لائل عیسائیت میں داخل ہو چکے تھے اسیرٹ آف اسلام (MOSHEIM P 411)  
چوتھی صدی میں عیسائیت کا فرقہ ایریں کا ظہور عیسائیت کی خلاف عقل تعلیم سے عام اساتون کے قوائے ذہنی  
حال فرقہ ایریں کا ظہور کی معرکہ آرائی کا نتیجہ ہے۔ شہر اسکندریہ میں جو مجموعہ مانہ طریقہ کے عیسائیوں کا ٹرام کر

مقام تھا۔ اریوس (Arius) نامی ایک شخص نے۔ اپنے عالم مجتہد کے ارتداد کے بالکل خلاف۔ نہایت دلیرانہ  
اور بیباکانہ طور پر عموماً تمام ملک و قوم میں یہ صدائے احتجاج بلند کی کہ کراٹس ہرگز ذات الہی کے جوہر کے ساتھ مترک  
نہیں ہیں۔ اریوس کی تعلیم بہت حد تک مصر اور شمالی افریقہ میں پھیل گئی۔ اور برخلاف اون تمام حملات و تعاقبات کے  
ہوا سکی اقتدار اور سدباب کے لئے انواع و اقسام کی صورتوں میں پیدا کئے گئے۔ اس طریقہ کی تعلیم ان ممالک میں  
نہایت استحکام سے پھیل کر قائم ہو گئی۔ بلکہ ممالک اسپین (Spain) تک پہنچ گئی اور اسکے قیام و استحکام کی یہ  
حالت اس وقت تک ایسی ہی رہی جب تک کہ اس عقیدے والوں نے مذہب اسلام نہ قبول کر لیا۔ اریوس کے اس  
طریقہ تعلیم سے جو عیسائیت میں تفریق کثیر پیدا کر دی اور اس تفریق نے شاہ قسطنطین کو ۳۲۵ء میں بمقام قیسیا  
(BYZANTIUM) کونسل ناس منعقد کرنے کے لئے مجبور کر دیا۔ اس مجلس مشورت میں طریقے سے سخت رد و کر کے

۱۵ اریوس (Arius) امت مسیحی میں وقت ایریں کا موداد اصول تعلیم مانے سیر اسکندریہ کا سخت مخالف اس نے رات مسیح میں وجود الوہیت کے متعلق ایسے  
ایسے استکانات اعلیٰ قائم کئے کہ ملائکہ شاہ قسطنطین کو ۳۲۵ء میں کونسل ناس منعقد کر کے ضرورت ہوئی اس کونسل مانے کے فیصلہ سے اقوال اریوس منسوخ و رد  
کر دئے گئے اور جو اصول عقائد فی التلیث اس کا بول میں وضع کئے گئے وہی جاری ہو گئے۔ اسکے موداد اریوس حلاوہ ط کرو یا گیا ایکس دو یں بعد قسطنطین میں  
دائیں ملایا گیا لہذا یہ عقائد سے تائب ہوا اور گردہ مخلص میں داخل ہو گیا لیکن جب یہاں سے شہر اسکندریہ میں (Athanasius)  
اوسکو تہرایا دیا۔ اس سے ہر حیرت میں حاکم کی کوسن کی گراماں تہرے سختی سے رو کیا محو ہو کر وہ مصر میں چلا گیا اور وہاں سیریکر پھر اوس پر  
لاؤس و عام طغات میں سورش پیدا کر دی یہ حرا کر پھر قسطنطین اوسے دربار میں بلوایا اور حکم کیا کہ وہ کونسل مانے کے فیصلہ کو اتفاق کر لیا اقرار کر۔ درجہ  
اوس کو دیکھا گئے گا۔ اریوس نے خلاف لیکر اقرار کیا تو بادشاہ نے پھر اوسکو مذہب عیسائی میں بلوایا حاکم بائیکس میدون حب دہڑے مسد عیسائی میں جاری تھا  
راستہ میں ہو گیا لیکن اس کی تعلیم مرتبہ اوس کے ساتھ تھی لہذا لایسائیت میں عیسائی پیدا کر دی تھی ۳۳۵ء میں سیریکر ۳۳۵ء میں دہڑے ہوا ۱۵۶

اریس کی تعلیم قطعاً ممنوع کر دی گئی اور گویا حرم قانونی قرار دیدی گئی اور کراسٹ بددعا علی کے جوہر تحت تسلیم کر لئے گئے۔

ایسٹ اب اسلام آباد ۱۹۵۵ء GIBSON Vol IV R305

اس انتظام سے مذہبی عیسوی کی جو حالت ہوئی ہو اوس سے قطع نظر کہ کہ آپ اس وقت سے اس مذہب کی تاریخ ستم جوہر اندرونی جنگ و جدال، خوفناک اور ظالمانہ حملات، باہمانہ نفرت اور قتل و غارت سے آئیں کی رد و نفرت، شہادت عام قلوب انسانی سے عقل و الصاف زائل کر دینے کے تفصیلی و قریب کر رہی ہے۔ ان تمام واقعات و حالات میں علما ان شریعت کی بدکاریاں جزو غالب بنکر داخل ہیں۔ ان علما ان شریعت کی مفسرہ تشریح و تفسیر عیسوی اور بدکاریاں بیاورن طرف سے عام شکایتوں کا باعث ہوئیں۔ رہا نہ قدیم کے طریقہ بخیر و ذوق مانگ و مہمہ صہارہ کو اپنا نام اٹھایا۔ اور ان صاحبان تہجد کی بدکاریاں ضرب المثل بن گئیں۔ مانگ فرقانے عیسائیت کے عرب اور تیار فوجی رہا تھے جو ہمیشہ انواع اقسام کے فساد و تکرار اور مخالف سلطنت و رجوشیاں و رومہ انگلیسی اسکندریہ اور مسطظنیہ کے ایسے مسیحی حکومت کے مرکزے شہر کی عام شاہراہوں اور سڑکوں پر واقع کیا کرتے تھے ان کے ان مفسدہ انگیزی اور شرارت طبعی کے نتیجے ہمیشہ سخت خونریزیوں میں مایاں ہو کر رہے تھے۔

اسطوریٹس اور سینٹ سائیل (NESTORIUS & SYCYRELL) تاتالان بیتیدا (NPTIA) دوسری علما کی باہانہ جنگ و جدال نے عیسائیت کی تاریخ میں ایک قابل ذکر باب کا اضافہ کر دیا ہے۔

مختلف مذہبی کسٹلیمن | دوسری مذہبی مجلس مشورت جو کونسل بسینفس کے نام سے مشہور ہے۔ انھیں اختلاف مذہب دور کر کے لئے جو شریعت میں واقع ہو گئے تھے منعقد ہوئی تھی۔ مگر جیسا کہ تو جی کین کا بیان ہے۔ اس مجلس مشورت میں

۱۔ اسطوریٹس (NESTORIUS) شاہ خیمہ و جس کے مدین مسطظنیہ کا نائب مقرر ہوا اوسے شہر انطاکیہ سے سرحد جہاد و جدال کی اور مسطورین سہمی کے حالات احکام میں سے اس نے بہت بڑی ماموری حال کی۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶

عالم اسکندریہ کی خود رائی نے بحث و کلام کی آزادی کو بالکل روک دیا۔

دو جنس غیر کی تعلیم و عقیدتیں یہ حکم عام دیکر بالکل حرام کر دی گئی کہ جو لوگ ذات عیسیٰ کو دو حصہ حصوں میں تقسیم کرتے ہیں وہ تلوارِ حق سے خود حصوں میں تقسیم کر دیے جائیں۔ وہ خود پارہ پارہ بنا دیے جائیں اور جلتی آگ میں جلادے جائیں۔ یہ ایک عیسائی اور مسورت کے غیر ملکہ مقاصد ثبات ہوتے ہیں۔

**پانچویں صدی کے حالات** اس کے بعد تھرچالکیت (CHALCEDON) میں ایک تیسری مجلس مشورت قائم ہوئی۔ یہ مجلس روم کے شیب کے استصواب رائے سے قائم ہوئی تھی اس مجلس میں ذات واحد عیسیٰ کا عین ظہور نہ کر سکیں۔ دو جداگانہ عناصر کی ترکیب کیسا بھڑا بڑا عجیب و غریب عقیدہ بالوحنا مت عام طور سے تسلیم کر لیا گیا۔ فرقہ مینوفیسائیٹ (MONOPHYSITES) اور نسطورین (NESTORIAN) نے فیصلہ چالکیدون کے سدرہ ہونیکلی کو مشش کی لیکن اس عقیدت کے متعصبین کے ہاتھوں سے حواینہ زعم خاص میں کرائسٹ کے وجود اور ذات خاص کے راز کی تحقیق کمال کر چکے تھے۔ ان لوگوں کا قتل عام کر کے استیصال کامل کر دیا گیا۔ تھرچیت المقدس عیسائی راہبوں کے قبضہ میں آگیا۔ اور ان لوگوں نے عقیدہ ظہور ذات واحد کی صدارت احتجاج بلند کر کے تمام شہر کو عارت کر دیا۔ جلادیا اور قتل کر ڈالا۔ یہاں تک کہ فرار عیسیٰ ہی خون انسانی سے نایا کوا لودہ کر دیا گیا۔ اسکندریہ کے عیسائی جو ایک عورت کو قتل کر چکے تھے اپنا عظیم ترین پیشوا سے مذہبی کو بیت المقدس میں عین اصطبل غ دیتے وقت اسی مقام مقدس میں قتل کر دینے سے باز نہ آئے۔ یہاں تک کہ اس کی صاف اور ستھری لاش کو آگ میں جلادیا اور اس کی خاک کو دریا میں بہا دیا۔

**چھٹی صدی کے حالات** چھٹی صدی کے وسط میں مینوفیسائیٹ فرقہ کا طالع باز دن بھر ایک بار یعقوب (JACOBS) نامی تھرچیت کے شیب کے زیر ہدایت ہو کر راستی برآیا تھا۔ یعقوب اور اس کے شاگرد اور قائم مقاموں کے زمانے میں پھر اس فرقہ نے مشرقی حکومتوں میں بہت بڑی شہرت

بقیہ صفحہ گذشتہ کے ہیں مدحاً مستزاد میں سلسلہ میں ولادت اور شہداء میں وفات ہے۔

BEETONS HIST 641

لیہ چالکیدون (CHALCEDON) درمیانے پونٹس (PONTOS) کے دہانے پر موجود تھرچاطوم (قسططیر) کے دوسرے جانب واقع ہے یہاں قوم (MEGGIES) کے لوگ پہلے آباد تھے اس تھرچو سیٹنس (SYTHIANS) (قوم سیٹال) نے مادتاہ عیسیوس (GALINUS) کے عہد میں تیسری صدی عیسوی میں عارت کر ڈالا پھر ساہ جینیٹس (JASTINIANS) نے چھٹی صدی میں آباد کیا۔ پھر اسکوتروں نے ایسے زمانہ زوج میں رہنا کر کے استبار عمارت کو تھر قسططیر (استسول) میں ڈھو کر اسی عمارت میں صرف کیا۔ یہ تھر حکیم دیا قراطیس (ZENCRATIS) کا مولد تھا۔

BEETONS HIST P 425

**مینوفیسائیٹ (MONOPHYSITES)** عیسائیوں کا وہ فرقہ جو ذات مسیح کو صرف ایک جوہر سے مخلوق سمجھتا ہے۔ بحال عیسائیوں کے

علم عقائد کے عیسوی کی ذات کو الوہیت اور انیسیت، دووں جوہر دس سے مرکب جاتے ہیں۔

BEETONS HIST 585

اور عترت میلہ کی فرقہ مائے لسطوریہ۔ متعصبین عیسائیت اور اہالیانِ جالکینڈون پر اسے متواتر حملات کر کے ان لوگوں کو فرقہ یثقبونی نے تمام دنیا کے عیسائیت میں تباہ و برباد کر دینے والی لڑکیاں اور خونی زبان جادوگر طرف واقع کر رکھی ہیں غیر عیسائی طریق کے لوگوں کے سر دیک مایوفیسیائیت کی تعلیم کہ عیسائی کی صفات روحانی والسانی ماہم متحد ہو کر ایک جس خاص تیار ہو گئی ہے اور اس اتحاد صدیں سے کوئی تغیر بالفرق۔ دوست یا محملہ میں کہ کسی صورت سے نمایاں ہوتی ہی اور یہ پید ہوتی ہے اصول مقرر کردہ کونسل جالکینڈون سے کہ طرح علیحدہ اور مختلف نہیں ہوتے۔ لیکن ماہم یہ اختلافی خصوصیت بھی کثیر التعداد قوم السانی کی مصیبتوں کا باعث ثابت ہوتی ہے۔ آخر کار ۱۳۳۷ء میں شاہ ہرقلوس (ہرقل) (HARGLUS) نے ان مذہبی مرقعاتوں میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی ضرورت سے ایک خاص عقیدہ کو جاری کیا اور اس کا نام مانوتھیالیٹس (MONOTHEISTES) رکھا

ساتویں صدی کے حالات  
قرنہ مانوتھیالیٹس کی ابتدا  
اس فرقہ کی تعلیم باپتی ہمارا نہ تھی اور نہ مجرمانہ مانوتھیالیٹس کے عقیدے میں نہ عیسائی  
حدائے کامل تھے اور نہ انسان کامل۔ لیکن انکی ترکیب خلقت الوہیت اور انسانیت

کے دونوں حوہوں سے قدر مشترک مرکب تھی۔ اور ایسی کہ اسکی ذات نہ مرکب معلوم ہوتی تھی اور نہ اس ترکیب میں کوئی تغیر یا بدلتی تھی۔ بلکہ اس ماہمی تو وحدت و وصل سے صرف ایک ہی ذات یقین کی جاتی ہے۔

بخلاف اسکے کہ یہ صلح کل طریقہ تعلیم قلوب مختلفہ عیسائیت میں سکون و آرام۔ اتفاق و اتحاد پیدا کرے اسکے متبعو نے تو عیسائیوں کے مختلف قبضہ فرقوں کے درمیان حرا میوں کو اور گمراہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایشیائے مغربی اور قریب شمالی اور مالک یورپ کے اکثر حصوں میں بھرت عیسائی کی منسوب الیہ قربانگاہوں میں قتل عام وغیرہ کے وہی منظر اور وہی عالم ہمیشہ پیش آتے رہے۔

آمد آمد اسلام سے ماقبل کی صدیوں میں مالک مسیحی کے مذہب و ملت کی یہ کیفیت تھی۔ حواہیر بیان کی گئی خلاصہ یہ ہے کہ قسطنطنین کے مذہب عیسائی اختیار کرنے سے مذہب عیسوی نے سلطنت روم کا لکھری میں سما یاں قوت پکڑی۔ لہذا مذہب کی راہ تو بند ہو گئی۔ لیکن اسکے (لامذہبی کے) ازوال کو وقت بڑے بڑے عظیم الشان اور خالص رومی سلطانین اسکو قائم رکھنا چاہا۔ لیکن اسکا زوال و اسلام لا علاج ہو چکا تھا۔ مورتج گس کا بیان ہے کہ لامذہبی اور کفر پرستی کے قطعی موقوف ہو جانے کے بعد یہ امید تھی کہ قوم عیسائی امن و امان اور سلامت رومی کی حالتوں میں رہا ہو کر اپنی کامیابی سے آرام و سکون پائے گی۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اصول مذہب کا باہمانہ نفاق اونکے سینوں میں ابھی تک زندہ تھا۔ اور بجائے اسکے کہ وہ پیغمبر کے اصول و قواعد کی عملی طور پر پیش دیا بندی کریں اور لوگوں نے ذات عیسائی کی تحقیقات و تصدیقات کا محققانہ انداز اختیار کیا۔ تمام مسیحی یورپ گمراہی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا اور شرعیت عیسوی اولع اقسام کے اختلافات و موضوعات سے بھری پڑی تھی مردوں کی روحیں اسی طرح کثرت سے بوجی جاتی تھیں اور عزیزین قوم و ملک کے

مجھے اس طرح قابلِ تنظیم و برتن تسلیم کئے جاتے تھے۔ تو برستی اور برتن پرستی دونوں عالمگیر ہو رہی تھیں۔ اور اس طرح عیسائیت کفر پرستی و مادی گئی تھی۔ عیسائیت کی ماتحتی کی وجہ سے قوم کی ملکی اور معاشرتی حالتیں بھی بالکل فزونی و زوال ہو رہی تھیں

عیسائیت کے جوانی و نطفہ | انسان سے خیالات و فیصلہ جات کی آزادی صلب کر لی گئی تھی۔ اور عیسائی کی حکومت لامتناہیوں اور کامقروں کی پرستش قرار دیا اور انسانی نمونہ تک محدود کر دی گئی تھی۔ جو عقاید و موصوفہ ملک بال بھی اختلاف کی سبب حوت نکرتے تھے۔ شہر اسکندریہ کی کنگی شہر کا اور مذہب دنیا کی کنگی آنگھوں کے سامنے۔ زمانہ قدرت کی غریب ترین عورت با قائل الذکر و مظلوم کے ساتھ۔ ایک عالم عیسائی کے ہاتھ سے جبکہ نام و فخر عیسائیت میں شہید کے لقب مقدم سے برابر تحریر کیا جاتا ہے۔ اور جس کے لئے موجودہ روایتی کے زمانہ میں ایک غرضخواہ (ڈریپر) (DRAPER)

بھی پیدا ہو گیا ہے۔ فوج کرڈ الیگٹی ڈریپر کے خوش بیان صفحات میں اون خوشخوارانہ طرک کے پورے واقعات موجود ہیں۔ سو ابدالہا تک عیسائیت کو دان یہ بہت بڑا داغ لگائے رہیں گے۔

قتلِ ہمتیا | ایک خوش جمال عقیدہ اور نہایت پارسا خاتون پر جسکی دس گجہ مثل اسکندریہ میں صاحبانِ فوق و اہلِ سانس ت موصوفہ کی کثرت سے یہ تہ نہری بہت تھی۔ بعلین اور حلیہ عیسائیت کے ایک گروہ نے عیس اور سوقت حکم کر دیا جب وہ اپنی تعلیم گاہ سے باہر آ رہی تھی۔ ان موبدین مذہب کے تصور عقل میں وہ اپنی گاڑی پر سے کھینچ لی گئی۔ اور کنگی سڑک پر بالکل سبکی کر دی گئی۔ وہ تو خوف کی شدت سے سچو اس ہور ہی تھی اور اسے اسی شکل سے کھینچ کر ایک قریب کے گرجے میں لگے اور وہاں انہیں مذہب کے پھر سے قتل کر ڈالیا گئی۔ اور کنگی غریب لاش کے ساتھ بدکاری کی گئی۔ اس کے بعد اسکی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گئے۔ اسی طرح یہ خوشخوارانہ مظلوم اور سوقت تک تمام نہیں کئے گئے۔ جب تک کہ سپیدیوں سے اس کا گوشت ٹھون سے بالکل کھینچ نہ لیا گیا۔ پھر قریب اخڑے لاش کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ اور باوجود ان تمام مظالم کے وئیائے عیسائیت نے اس ظالم (قاتلِ ہمتیا سیٹ ساریل) کو مذہبی امام و مدنیو کا خطاب دیا جس نے اسی خوفناک اور انقلاب انگیز خوشخواری دکھائی غریب ہمتیا کا خون بہا سو اسے عمر انب العاص کی تلمیذ اس کے اور کوئی دوسرا نہ لے سکا۔

۱۳۵ | صحت (Mental Power) | ان کی لڑکی تھی۔ اور شہر اسکندریہ کی ستر مری با صی وان حکیمہ۔ باب کے مرنے کے بعد اس نے حکمت و ملاطفت کی سند اس قدر میں حاصل کی۔ اور کثیر التعداد طلباء اور شاگردوں کو با صی اور فلسفہ کی تعلیم دینے لگی۔ یہاں تک کہ کیرمان اور اسکندریہ میں تعلیم حکمت اور ملاطفت میں اسکی تہرت تمام ہو گئی۔ عیسائیت جس نے اس میں عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور کنگی ظالم تھا۔ اس طرح اسے اسطیپیوں جو حکام اسکندریہ تھا پتہ کی پوری تہر و سرت کرنا تھا اور ہزار ہندو میں اس سے متور کیا کرتا تھا۔ حکام اسکندریہ و سائیل (قاتلِ ہمتیا) کے دریاں سخت سادت تھی جو اس میں نہیں جنگ و جدال کی صورت میں مدول ہو گئی تھی۔ اور رہا دق (Monks) کی راستہ جماعت نے سائیل کی طرف توجہ اسطیپیوں سے چلا کر دیا اور اسطیپیوں کو مالا توجہ سے بھاگنا پڑا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے ہمتیا کو یکڑا۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے

عیسائیت کے مظالم اور  
عالمگیر بدکاریاں

حکومت قسطنطنیہ کی حالت خصوصاً شاہ جیستین (JASTINIAN) کے ایسے نامور اور مہیا عیسائیت کے ایام حکومت میں۔ تمام عیسائی حکومتوں کی ملکی اور قومی بدکاریوں اور مذاخرا قبول کی مرتب فہرست ہے۔ (اقاصہ روم کے تحت شاہی بریلک تھیوڈرا (THEODRA) کے قدم اٹنے اور وہ سلطنت کے تمام نظام میں بادشاہ کی شریک بلکہ شریک غالب بن گئیں تھیوڈورائے شہر قسطنطنیہ میں اپنی (بدکاری کی) علامت تجارت شروع کر دی اور وہاں کے آوارہ فرلح باسندوں میں انکا نام ضرب المثل ہو گیا لیکن بااثر ہمدونش میں کمال تنظیم و تکریم کے ساتھ یہ سلطنت تسلیم کر لی گئیں اور بڑے بڑے حاکمان قتل و قصاص مجتہدان عصر تھوڈورائے واقعہ کشا سپر سالاران افواج انکی اعظیم و اقترام کرنے لگے۔ تھیوڈوراکے جور و مظالم سے سلطنت روم تمام دنیا کی نگاہوں پر خلیل و خوار ہو گئی۔ جن مظالم کو نہ کوئی نصاب نہ بھی روک سکتا تھا اور نہ حدود قومی یہ شور و غوغا مگر معدے۔ خونریز ہنگامے جن میں علمائے مذہب کی ہمیشہ نمایاں شرکت رہتی تھی۔ اس زمانہ خاص کے آئیں تھے۔ ان موقعوں پر تمام حکام نظام۔ عام اس سے کہ نظام انسانی ہوں یا احکام روحانی سب پامال کر دیے جاتے تھے۔ معاہدہ و مزاج درباران کا بہن و خواہاں سے نایاک ہے ہوئے تھے کوئی تمام ذہن و کلام کے قابل تھا اور نہ طاقت و اقترام کے لائق۔ قومی قوانین بالکل متروک کر دیے گئے تھے۔ اور باعیاۃ بدکاریاں دن و دہار سے ہمیشہ جاری رکھی جاتی تھیں۔ کوئی واقعہ ایسا خوفناک اس نایاک تہذیب اور موت کا ظاہر نہیں ہوا تھا حدیث کہہ کر کے عام بلوے کی صورت و طریقہ میں شاہ جیستین کے باپوچین سال جلوس میں اقامہ ہوا طبقہ رعایا کی عام طوائف الملکو اپنی تمام خونریزیوں اور بدکاریوں کے ساتھ شاہی اولاد متعصبین کی حمایت کی وجہ سے ترقی و وسعت پا کر بالکل دست یازہ اندازہ صورت میں اس حد تک پہنچ گئی تھیں کہ سلطنت کفار میں بھلون کی نظیر نہیں بنتی۔

شاہ ماریوس کا  
خون ناحق

اب ہم قسطنطنیہ کی ان حالتوں کا مقابلہ کرنے لگتے ہیں تو حکومت فارس کی حالت کو اس زمانہ میں اس کا کہیں بہتر تھکتے ہیں۔ عام جذبات انسانیت۔ ان مظالم و جرائم کو دیکھ کر حضوں نے مسیحی قسطنطنیہ کے کارناموں کو سرا یا و اعذار بنا دیا ہے۔ بالکل علیحدہ ہو جاتے ہیں۔ جس زمانہ میں کہ مسیحی اسلام علیہ السلام بالکل کس جیسے عین اوسوقت ایک نہایت نیک اور پرہیزگار عیسائی حکمران قسطنطنیہ جس کا مثل آج تک تحت بار کبیرم رسانی

بقیہ صفحہ گذشتہ۔ اسکے اعضاء کو خلاصہ الایہ پتیا نے دس واسطوں (Decisions) کی تالیف اور دیگر کتابوں کی تفسیر میں لکھیں اور مقصد بنامہ ملو رور۔

چارلس گنگلے Kings by Revd Charles ایک خاص کتاب میں اسکے واقعہ کو لکھا ہے۔ BEETONS HIST P 955

اس بادشاہ کا نام راقس رومی تھا (MAURICE) جسے عیسائیت کے تمام مذاہن روم کا مرکز تھا۔ شاہ راقس سے اس واقعہ کا مرکز خاص میں تھا۔ وہاں اس سے فتح معظم حاصل کی گئی تھی وہ شاہ طبرستان کا قیام تمام ہوا۔ اور اس کی لڑائی کے تباہی کر لی اہل فارس روم پر غیانی کر دی تھیں جس سے آواز ہوئی اور کمال شہر میں تک نامی ہوئی۔ اور اس واقعہ پر کئی کے حکومت سے مترن گئے تھے جسے روم میں لڑائی کے تحت سے متبرع ہو کر حروے راقس سے ملک مانگی۔ اور اس سے مدد قومی دکر اور سکوا رومی تخت و دوا و اس کے معاوضہ میں چارلس راقس کے بدلے اسکے اصحابا و جرائد



ماتمسطیہ پر نہیں بیٹھا تھا ایک عیسائی بادشاہ کے اشارے سے قتل کر دیا گیا وہ ظنوم بادشاہ اپنے قصر شاہی کے عبادت خانہ سے باہر کھینچ لایا گیا اور یوں بیٹے ایک ایک کر کے اوسکی آنکھوں کے سامنے قتل کر دیے گئے اور یہ جبرتا کہ منظر بادشاہ کا خاص تمام کر دیے جانے پر رحم کر دیا گیا۔ اسکے بعد اوسکی بیوہ سلطانہ پر اور اوسکی ٹرکین پر ہر ماک مطالعہ دہائیے گئے اوسکو بھی اوسی مقام قتل کر دیا گیا۔ جو مقام اوس سے بیٹے شاہ فرقس کے حوں سے ریگین ہو چکا تھا۔

اسکے بعد کے واقعات مطالعہ۔ موقوف بادشاہ کے احباب درمعا کے ساتھ عمل میں لایے گئے۔ وہ عیسائیاں قسطنطنیہ کے اخلاق کی کامل درست ہیں اوسکی آنکھیں چھوڑ دی گئیں۔ نالوسے رانیں کینچ لی گئیں۔ متل حیوانات کے اوس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گئے۔ اوس میں سے اکثر مانیوں کے نیچے مر گئے۔ اکثر لڑکے شعلوں میں جلا کر خاک ہو گئے اکثر کے کام تیر مار مار کر تمام کر دیے گئے۔ اور جلدی سے مار ڈالا۔ تو لفظوں گن ایک قسم کا ہمت بڑا رحم تھا۔ حواں بدصیون کو مشکل سے نصیب ہوا۔

سلطنت قسطنطنیہ خون تھوک تھوک کر قریب المرگ ہو رہی تھی۔ اور ملکی اور مذہبی تفریق و مناقشات سے صدیہ ہوا کر اور عقلی مجادلوں سے بیدل ہو کر مذہبی عقاید میں اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کی کوششوں سے بالکل کمزور ہو چکی تھی۔ اور مذہب کشت و خون۔ بدکاریوں اور جو خادوں کے مناظر پیش کرتی رہی۔

عیسائیوں کا ہمت بڑا مشہور معروف مورخ ریلین (MILMEN) قسطنطنیہ میں اوس زمانہ کی معنوی عینیت کی یہ حالت بیان کرتا ہے۔

قسطنطنیہ کا بپ (مجتہد اعظم) سلاطین قسطنطنیہ کا دہس سترہ سکار۔ اونی علام اور جوتس نلق والا مصاحب تھا۔ اور کبھی ایسا کامل اصلاحی اثر حاکم سلطنت کے مراح پر نہ ہو سکا۔ اس سے طبقہ فریرین کے ماتحتی علماء و دانشواں مذہب عیسوی قطع نظر اسکے کہ اونھوں نے اپنے دوسرے احساں و اتفاق قوم پر مبدول کر کے قوت و دولت اور مراتب حاصل کر لئے ہوں۔ جس سے وہ قوم کی حریص اور دیگر خواہشات نفسانی کو روک سکیں مگر ماد جو اسکے ادبی یہ تمام قوانین اتنی کافی سبب ہیں کہ وہ تمام قوم کے قلوب پر کسی نظام امن قائم کئے کیلئے کھلم کھلیں۔ یا قدیم زمانہ کی بد اخلاقیوں کو موقوف کر سکیں۔ باہماہ مناقشات و اختلافات میں سکون پیدا کر سکیں اور دو گرتی ہوئی قوموں کو یکجا کر دس بظاہر نو وہ قلوب پر حکمرانی کرتے تھے اور اس سے قبل زمانوں میں بھی وہ حکمرانی کر چکے ہیں۔ لیکن قلوب عامیہ پر یہ حکمرانی کسی اقتدار و عظمت یا احسان و خلوص کے ذریعہ سے نہیں کی جاتی تین ملکہ جاہل متبعین کو دہم پرستی کے خوف دلانے۔ ڈرانے اور دہم کالے سے

بقیہ حاشیہ گذشتہ۔ ردیوں میں جگہ دافع ہوئی جس میں اہل برستارہ ہزاروں عیسویوں کو قتل کر لیا ساگر چھرا سے مدیدہ دیکر اوسکو چھوڑا لیا جا مگر عروک دے سے انکار کر دیا اور س کو قتل کر ڈالا۔ اس جرم میں فرح نے مراقب کیا تھہ عذر کرنا اور فوکس (PHOCOX) کو دیا یا دساہ ساما اور قسطنطنیہ پر حملہ کر کے



خفہ متاس طبقہ کے لوگ (علمائے عیسائیت) مدت خود جہالت کے غار میں گر پڑے تھے۔ اور حالت و حیوانیت کے آگے سرگرم ہو گئے تھے اور یہ ایک نہایت ذلیل درجہ کی تہذیب تھی۔ رہبانیت نے قوم کے تسلیم و اتحاد و افراد کو محض زناہانہ اور دیہی متاعل میں نہایت مستعد اور کارآمد لوگ بناتے ہوئے ہیں۔ اپنی طرف کھینچ لیا۔ لیکن ان رہبانوں نے جب ملک کے جو کچھ آرائے اور مخالفانہ معاملات ملکی میں ایسے تھے اور مرتے ناسزا کر شکریت کی۔ اور موت سے اونکی نگاہوں میں اونکی وقعت اور اوں کے انزبالکل کم ہو گئے۔ وہ کہے کہے لئے تو دنیا سے بالکل علیحدہ تھے۔ تارک الدنیا والعلائق تھے۔ حیرت و تنہائی کے وادی میں ہنساک تھے اور انہیں لوگوں میں وہ راہبیں جو مانک (Monk) کے نام سے مشہور و معروف تھے ایسے صومعات میں تو سوائے خود نہایت مستحکم اور پرامن تھے۔ اور ایسا ہی وہ اپنی نجات کی کست بھی یقین کامل کہتے تھے لیکن ایسے فرقہ کے سوائے تمام نوع انسانی کو ایک لاعلاج فنا و نیستی کے لئے چھوڑے بیٹھے تھے سیرٹ آف اسلام ص ۳۱

نحوالہ

MULMANS LATIN CHRISTIANITY VST INTRODUCTION P. 84

جو قطعاً ملکی۔ انبیائی ترکستان میں۔ وریائے قرات سے مغرب کی طرف واقع تھے۔ وہ پارٹھین (PARTHIAN) اور رومن قوموں کے ہاتھوں کے ماہیگرے برباد ہو چکے تھے۔ پھر ان دونوں تباہ کن قوموں کے عدوان مالک کو ایران اور رومنوں نے یا مال کر کے تباہی و بربادی کے آخر درجوں تک پہنچا دیا تھا۔ وہاں کی رعایا کی مدد کار یاں اونکی قومی تباہی سے طرہی ہوئی تھیں متعین عیسائیت نے اونکی قومی حالتوں میں ترقی پیدا کرنے کی جگہ اونکی جراسیوں کو اور وزنی کروا دیا تھا وں مالک میں مذہب رومی ذلیل ترین عیسائیت سے ایک طرف اوجھا ہوا تھا۔ اور فرقہ مسطورہ (NESTORIAN) اپنے متعصبین مذہب کے گروہ سے دوسری طرف دست و گریبان تھا۔ اور یہ وہی قدیم جنگ تھی جو فابین۔ مانیٹینوس اور دوسرے ہائے اسواں کے درمیان ایک زمانہ دراز سے جاری تھی۔ العرض ان مفصلات نے مغربی ایشیا کو بربادی اور مایوسی کا مایہ ناک اور برباد سا رکھا تھا۔

وہ گروہ واد فتوحات جو افریقہ ہو کر گر گیا۔ وہ قتل عام کشت و خون۔ معلین و مسلیحین مذہب عیسائیت کی ریادتی اور بد عنوانی سے مالکل جزیر اور ملو تھا۔ اُس نے لورعلاق کے ایک ایک ٹورے کو چن چن کر ملک مصر اور دیگر ممالک افریقہ کے حصوں سے جو قرب قریب زوال بنستی کے ہوئے تھے نکال پھینکا۔ قوم کی حالت اس سے بھی زیادہ مہینناک

سہ پارٹھین (PARTHIAN) ایٹائے معری کے ایک علاقہ قاص کا قدم مام ہے جو کہیں کے حوب و مشرق کی حاصل ایک مونی حاکم سے ہر قاص (Hypocrite) سے ملتا ہوا ہے اس وہ علاقہ جراسان کے شمالی حصہ میں داخل ہے یہ قدیم سے ملک فارس کا علاقہ تھا اسکو سکندر اعظم نے فتح کر لیا تھا اور بعد فتح ملک شام سے ملا دیا تھا لیکن بیان کی رعایا نے عدوت کر کے اسے ملک کو راہ کر لیا۔ اگر جہر و دیوں نے اونکو مصروح کر لیا متواتر دستن کی لیکن پھر وہ کھمی کامیاب نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ اس کے حاکم ارباٹینوس چہارم (ARBATINUS IV) نے فارس والوں کے ساتھ جنگ کی اور عین محو جنگ میں مارا گیا۔ اسی وقت سے یہ علاقہ مالک فارس کے ساتھ ہمیت کے لئے ملحق ہو گیا۔ (BEETONS HIST 528)

ہو رہی تھی اور روشن میں حکام ان تلخیز اور قوم کے لوگوں کی دونوں آکھوں کے سامنے مار سیتے (NARSIS) کے اس ایک قوم و ملک شہر قسطنطنیہ کے بازار میں زندہ صلا دی گیا۔ ایسے ہی شنگاہ روم میں اگر آج ر (EXARCH) نائب السلطنت کے آکھوں کے سامنے قرین مخالف سب کے طرف داروں نے اعلان جنگ دیدیا اور تمام گرجاؤں کو عیسائیوں کے خون سے بھر دیا۔

ملک اسپین (انڈس) نے ان سے بھی زیادہ خوفناک بربادی اور طاقت الملوکی کے واقعات پیش کئے۔ دو تہہ طبقہ قوم اور وہ ہندو صاحبان اقتدار و حقوق جو حکومت کی طرف سے مخالفانہ ملکی کے عہدوں پر مقرر تھے یا حکامان وقت ہونیکے خطابات و واقعات رکھتے تھے۔ وہ گ تمام دینی اور دنیاوی تکالیف سے البتہ بکدوش تھے۔ وہ انتہا درجہ کی عیش و عشرت کے ساتھ اپنے اپنے خواست نامیات میں رہتے تھے۔ غلام و کینہ خدمت کے لئے کھینچاؤ زمین گیر سے بہت تھین وہ لوگ اپنے اوقات زیادہ تر کامی صحبتوں میں صرف کرتے تھے۔ حوا کی سدا کیوں کے اطلال کی اصل شکل گاہ تھی۔ یا قمار بازی کی میز پر اپنا وقت گزرتے تھے۔ اس سے جو وقت بچتا تھا وہ کھانے اور پینے میں صرف ہوتا تھا۔ ان کی یہ کثیر عیش و عشرت اور ان میں ان لوگوں کی بے حد زیادتیان۔ عام طبقہ رعایا کی لانا انتہا ناداری اور تکلیف کے ساتھ ایک خوفناک مقابلہ کا موقع دیتی تھیں۔ اب یہی متوسط طبقہ قوم جو کہ شہروں اور قصروں کی آزار دہانیاں جاتا تھا۔ وہ روز و رات ہوں کے نظام سے روزانہ جیسے جیسے تھے۔ زمین دارانہ غلامی موقوف ہو گئی تھی۔ اس کے قائم مقام آہل اند غلامی قائم ہو گئی تھی اور اس نے آٹومی اور غلامی کے درمیان کی صورت اختیار کی تھی۔ بعض حالتوں میں وہ غلاموں سے زیادہ آسودہ اور خوشحال تھے وہ جائز طریقہ میں شادی بھی کر سکتے تھے۔ اور اپنی کاشت کے محل میں قدرے حصہ لینے کے بھی مستحق ہو جاتے تھے اور ان کے ملک اور مال و پیشی نہیں لے سکتے تھے۔ باستثناء ان کے وہ اور حالتوں میں ملک کے غلام تھے۔ اور ان کی ذاتی خدمات بالکلیہ حکومت سے وابستہ تھیں۔ ان کو سر لے جسمانی اسی طرح دیگر تسمی صی طرح گھر کے نوٹڈی غلاموں کو دی جاتی تھی۔ رعایا کچھ ایک ہی شخص کی غلام نہیں تھی بلکہ ملک بھر کی۔ ان کی خدمات کے تعلقات موروثی اور ناقابل الحاکم طریقہ سے ان کی زمین کاشت سے متعلق تھے۔ جسے وہ جوتے لوتے تھے۔ ان غلامان حکومت کے حالات جو خاص کر تمام حکومت کی رعایا پر مشتمل تھے۔ ناقابل بیان تھے۔ ان پر جو افزوں سے بھی زیادہ ظلم و بر حیمان کی جاتی تھیں۔ جہالت ملکی کے مارٹانی حملات ان بد قسمت قطعات زمین پر

سے نارسس یا نارسیر (NARSIS) اس میں ایک خاص طرح اوسا ہاں قسطنطنیہ کی حرم میں مولیٰ عہد سے برابری تھا اور قدرتہ شام میں سے خاص ہو گیا۔ اور ان آفریدیوں کی تمام احوال کا کتابت اعلیٰ اور نگار و سب لار سکیا۔ یہ قوم کا تھرا (GATH) کے مامورین روم میں کی طرف سے سیلا رافیل مقرر کر کے بھی گیا۔ اور اس قوم میں وہ قیاب ہوا اور تہہ طالعہ (Tetha) اسی گم میں مارا گیا۔ اس کے بعد شاہ روم کے مالک ایلین میں مارا گیا۔ یا کہ بھی گیا۔ جس سے تہہ مالک الطالیہ میں بہت خوب انتظام کے لیکل آفریں اوس پر جس طرح طبع کا لازم لگا گیا۔ اور تہہ شہین کے بعد وہ اس حرم میں اس کے بعد سوزل کو دیا گیا اور پچاس برس کا ہو کر تہہ روم قسطنطنیہ میں شہر میں زندہ صلا دی گیا۔

اس سے بھی زیادہ خوفناک بلاؤں مصیبت لائے لیکن جب ان میں بیداری آئی تو وہ ان خود رقیہ جو ممالک اور کامل الارادہ ہو گئے اور انہوں نے ان طبقات آراضی کو لوٹا قتل کیا اور باقی ماندہ لوگوں کو غور اور باطنی لوگوں کو اپنا علام بنایا۔ کثیر القدادو بن اس خبر پر ممالک یورپ میں آباد تھیں مقلدین حضرت عیسیٰ کے ہاتھوں جیسے جیسے خود نکام مظالم ان کے ساتھ ہوئے اور جس طرحی سے ان کا تعاقب کیا گیا وہ لشکر بہن ان لوگوں کا تعاقب عالمان شریعت عیسوی کے ہاتھوں اور ان کے حکم خاص سے غیر حکم شاہ و ہنگو تھیں سلبست (Vagabondage) سے شروع ہو کر اس وقت تک یہیں تمام کیا گیا جب تک اسلام ان مظلومین جمالت و جنون کے لئے پروانہ بجات نہ لایا۔ یہ اسلام ہی تھا جس نے یورپ کے یہودیوں کو اس قابل بنادیا کہ میمونائڈس (Moses Maimonides) یا ابن جریر کے ایسے قابل افراد پیدا کر سکے۔ سیرط اسلام اس ۱۱۹۰ء رائلٹ۔ آریمل مٹرسید امیر علی بی۔ آئی۔ اسی سال قاہرہ نے مندرجہ بالا عبارت تفصیلی میں صنعت عالم یہ الکفر صلیہ واحد کا کی ایسی اچھی تصویر کینچی ہے کہ پھر اس کی دوسری مثال یا عکس ثانی پیدا کرنا دشوار ہے اس تفصیل سے بہتر نہیں سمجھ لیگا۔ کہ ظہور اسلام اور بعثت حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ الکرام کے وقت کفر و شرک اور ضلالت و جمالت عام تاریکی دنیا کے اس سرے سے لیکر اس سرے تک پھیلی ہوئی تھی۔ اور عادت الہی کے مطابق یہی وقت اور یہی موقع افوار رسالت کی ضیاء انسانی کا خاص تھا۔ اس تفصیلی عبارت کے متعلق جھکوسے اصافہ کی ضرورت نہیں تھی لیکن چونکہ موجود زمانہ میں تمام یورپ کا زمانہ ہے اور اس کتاب میں تمام یورپ و بین صغین کی تفصیلات سے مقابلہ ہے اس لئے ضرور ذکر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت ممالک یورپ کی جمالت و ضلالت جیسی تاریکوں سے تاس ہوئی ہو وہ بھی تفصیل کے ساتھ پیش کر دی جائے کیونکہ مندرجہ بالا عبارت تفصیلی میں اس تشریح کی کمی رہ گئی ہے اس غرض سے ہم مفصلہ ذیل عبارت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت یورپ میں ممالک کے علیحدہ علیحدہ حالات قلمبند کرتے ہیں

ممالک یورپ میں عیسائیوں کی دینی اور دنیاوی بد نظمی	رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت تمام یورپ میں جمالت کا دور دورہ تھا۔ انگلستان میں برٹن (Barton) اور سیکس (Saxon) تو میں آباد تھیں۔ نار تھمر لینڈ۔ ڈلینڈ۔ کونٹیر۔ مارفاک۔ سہاک۔ اور سیکس (قرب قریب تمام اضلاع انگلستان میں) ہیں ووڈن (WODDEN) کی پرستش ہوتی تھی۔
--	--

قرائن اور اس کے اضلاع۔ سرن بلڈ۔ سگ بڑت۔ فری دی گوٹن دی۔ بلہارک میر اساتہ و قصص کی حالت میں گرفتار تھا

سے ابن جریر علی۔ یہود کا سمت ملا عالم شریعت ہیں کا ماندہ تھا۔ عام طور سے موسیٰ ہری کلمات تھا کیونکہ وہ حاکم مصر کا حکیم خاص تھا اور اس قریب سے کو مسلمان تباہ تھا اس لیے کہ اس وقت کو اسلامی سلاطین یہودیوں کے سخت مخالف تھے وہ مختلف زبان و گویش واقف تھا اور حاکم علم فلسفہ اور علم الادب کا سمجھا کا مل تھا وہ علم شریعت کی حقیقت کا بھی ماہر تھا۔ اور در اس زمانہ وہ تعالیم و حدیث یہود پر اس قدر بڑی بڑی تشریحات لکھیں اور لائل عقیدے اور ان کے خطابات کے سکا تعات کی اسکی تعلیم بڑی مجید ہیں اور اسکی قدر و مرلہ یہود و نصرانی میں تھی کہ وہ کسی دوسرے عالم کی نہیں۔ یہود تو اسکو موسیٰ ثانی کہتے ہیں اسکی ترح قوریت اصول فقہ علمایاں و عمرہ مناہر تصانیف میں مقام قسط شہ ۱۳۰۰ میں پیدا ہوا اور ۱۳۵۰ء میں فوت ہوا

اور اس علاقوں میں باڈویوں کے ایما سے بہت سی مدکاریاں روار کھی جاتی تھیں۔ فرانٹس ہمیشہ سکیں قوموں سے دیریا آلب (R ELBE) پر معرکہ آرا رہتا تھا۔ یہ ٹرائی سٹٹہ عیسوی کے بعد تک جاری رہی جس میں سارے چار ہزار سکیں قیدی تھے۔ بیرجی سے شہر وارڈن (WARDEN) میں ہلاک کئے گئے۔

ہینڈنگری۔ اندون استمادہ کی وحشی و ناشائستہ اور آوارہ قوم کے ہاتھوں میں تھا۔ شکوہ حسیانہ اور طامانہ و سائے اپنے مذہب میں لایا گیا تھا۔ (سول ٹری گریٹ مورچہ ۲ اکتوبر ۱۹۷۹ء ڈیٹوریل بوٹ)

ہندوستان میں یونان کا زمانہ شروع ہو گیا تھا۔ اور تمام بارگی قرقہ قالو یافتہ تھا۔ وہ اپنے گدے اصولوں کی طرف سنگان حلکی راہری کرتا تھا۔ مندرون میں رن و مدو کی برہنگی کی مثالیں بنا کر رکھی جاتی تھیں اور انہیں کی برہنگی کی جاتی تھی عبادت خانوں کے درو دیو الہی سرائیافتش تصویرین کندہ کیجاتی تھیں جسکے تصور ایک ہندو شخص کو لیت آئی تھی۔ چین اور مشرق بعید کے بادروں نے اپنے ملک کو آسمانی فرزند کی با۔ شاہت سمجھ کر حلا سے موخہ مٹوڑیا تھا ہر کام کے لیے جہا جہا بت مقرر کر لے تھے۔ کوئی مارش کا۔ کوئی اولاد کا۔ کوئی جگ کا۔ کوئی امن کا۔

قبل بعثت عرب کے خاص حالات

اور ملکی و قومی نظام کیسے تیار و برپا ہو رہے تھے۔ اب ہم ان اقطاع عالم کے سدرجہ بالا احاطات کو بالتفصیل بیان کر کے حسب الوعدہ اخیرین جزیرہ نمائے عرب کی موجودہ تباہی و سراپا کی حالت ذیل کے مضامین میں کہنچے ہیں جس سے معلوم ہو جاوے گا کہ اس عام تاریکی کے زمانے اور اس دائمی ظلمت کے عین عالم میں اس قطعہ عالم کی جسکی نسبت وہاں کے باشندے قلب عالم ہونیکا دعویٰ اور اپنی سرزمین وطن کو ایک نامحدود و غیر محدود زمانے سے تھنیں کا مرکز۔ رسالت کی تبلیغ کا محزن۔ ابراہیم کا معبد اور اٹھیل س کا مسکن قرار دیتے آئے ہیں۔ ان خصوصیات و اوصاف سے تو یہ چاہتا تھا کہ وہ اور اس کے باشندے مقابلہ اور مقامات اپنے اطوار و کردار میں خدا برستی اور صلاحیت کے مسلک قدیم پر قائم ہوں لیکن واقعات اسکے برعکس یہ بتلاتے ہیں کہ اوخون نے اپنی قدیم غمت کے تمام خصوصیات کو بالائے طاق رکھ کر ایک مدت سے کعبہ میں بت پرستی اختیار کر لی تھی تفصیل یہ ہے۔

کئی صدیاں گز گئیں تھیں سیکڑوں نسلیں ختم ہو گئیں تھیں کہ جزیرہ نمائے عرب میں اس وقت سے لے کر اس وقت تک کسی فرمانروا کا پورے ملک پر نہ تسلط ہوا تھا اور کسی بادشاہ کی حکومت۔ ایک زمانہ واز سے ملک کا ملک ٹبر ہوا تھا۔ نہ کسی حاکم سے واسطہ نہ کسی حکومت سے سروکار حضرت شعیب کے بعد سے جسے تین ہزار سال سے زیادہ کا عرصہ ہوتا ہے آج تک اس قطعہ زمین پر نہ کوئی ہادی امت نازل ہوا تھا۔ نہ کوئی راہبر اور نہ پیغمبر اور نہ تھا۔ اسوجہ سے یہ ملک کا ملک قوم کی قوم نہ خدا کے اصول ہدایت سے واقف تھی اور نہ قانون سیاست سے اسٹما۔ ایک خالص از او قوم تھی اور کامل

حابل ملک حکمی آراوی محض حیوانی تھی۔ اسانی لیکن وہ آراوی بھی انواع اقسام کی گیز کردار یونین میں گرما کرتی تھی۔ اور ملکی نام و نمود بھی نہ اطر جون کی جاہلیت میں سست و نابود۔

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب حقیقتاً کسی الہامی مذہب کو نہیں مانتے تھے۔ اونکو خدا کے وجود ہی سے انکار تھا اور حشر کے منکر تھے۔ اور چونکہ وہ گناہ کے فائل نہ تھے اس لئے عینے میں روح کی جزا و سزا کے بھی فائل نہ تھے۔ وہ ایسے آپ کو جملہ قیود و قانونی خواہ حدود و تنسی سے بالکل مبرا اور سرہ تصور کرتے تھے۔ اور ابینی ہی آزاد مرضی کے موافق کام میں ہوتے تھے اونکا عقیدہ تھا کہ انسان کا وجود یا میں ایک دولت یا جانور کے ماسد ہے وہ سیلا ہوتا ہے اور بھگی پر ہیو بیکر سترل بیکر ٹا ہے اور مر جاتا ہے اور جانور دن ہی کے مانند بالکل نیست نابود ہو جاتا ہے اکثر ان میں معتدل خیال والے بھی تھے۔ اور وہ روح کو غیر فانی سمجھتے تھے۔ اور اوسکی جزا و سزا کو آدمیوں کے بیک و بلا مثال پر منحصر کرتے تھے۔ اس لئے ضرور تھا کہ وہ ایسا طریقہ اختیار کریں جس سے اونکو وائی خوشی حاصل ہو اور اونکو امدنی تکلیف اور جزا سے محفوظ رکھے۔ لیکن جو دانکے پاس کوئی ایسا اصول جسکے وہ کاربند ہیں موجود نہ تھا۔ اسلئے اونہوں نے اون قواعد کی طرف توجہ کی جسکو اونکی ہمسایہ قومیں مانجی تھیں اور اسی سیمکے موافق پر قوم سے ان لوگوں نے کچھ کچھ باتیں اخذ کر لیں۔

**عربین بت پرستی کیسے آئی** | اسی اسباب تھے جن اسباب سے عرب نے شام کے بت پرستوں سے بت پرستی سیکھی اور عراس بخیرہ پہل مامی بت کو شام سے لا کر اور خانہ کعبہ میں نصب کر کے عرب کی بت پرستی کا بانی اور داعی مشہور ہوا۔ ان لوگوں نے نہت سے معتقدات اپنے ہی اہلی وطن کے الہامی مذہبوں سے اور بت سے غیر ملکوں کے خیالات سے اخذ کر لئے تھے۔ اور پھر ان سب کو اپنے لوہات سے خلط ملا کر کے اپنے معبودوں کو دین و دنیا کے اختیارات دے رکھے تھے لیکن اتنا فرق تھا کہ وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ دیتیوی اختیارات بالکل اون معبودوں کے ہاتھ میں ہیں اور عین ہی کے اختیارات کی سمت اونکا یہ اعتقاد تھا کہ اون کے بت یعنی وہ چکی سیش کے لئے وہ بت بنائے گئے تھے اونکے گناہوں کی معافی کے لئے خدا نے تعالیٰ سے شفاعت کریں گے عرصہ کہ ظہور اسلام سے پہلے ملک عرب میں بت پرستی کی یہی کیفیت تھی۔ تمام عرب جاہلیت کا ستیوہ بت پرستی تھا۔ اور جن بتوں کی وہ پرستش کرتے تھے اونکی تفصیل یہ ہے۔

**عرب کے بتوں کے نام اور مقام** (۱) ہنسل۔ ایک بہت بڑا بت تھا جو خانہ کعبہ کے اندر دایسے طرف جو جزا نہ کا کنواں تین گز گلا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھودا تھا۔ اوسپر کلا رکھا گیا تھا۔ علم ان بت

**ہنسل**

اسکو ارض جزیرہ سے لایا تھا۔ اُحد کی کڑائی میں اوسفیان نے اسی سے مدد چاہی تھی۔ حساب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے فتح کر کے روز حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کو ڈالا۔ تو ریت کے قدیم بت نسل کی یہ غالباً تصحیف ہے۔

(۲) وود۔ قبیلہ بنی کعب کا بت اور وہ لوگ اسکی پرستش کرتے تھے۔ عرب کا رسم و رشتان مشہور سیلا ان عربین عبد و د کا نام اسی بت کے نام سے خاص نسبت رکھتا ہے۔

- (۳) سوآع۔ یہ قبیلہ مدح کا تھا اور وہ اسکی پرستش کرتا تھا۔
- (۴) یغوث۔ قبیلہ بنی مراد کا تھا اور وہ اس کی عبادت کرتے تھے۔
- (۵) یعوق۔ بنی ہمدان کے قبیلہ کا بت تھا اور وہ اسکو معبود سمجھتے تھے۔ اور عبادت کرتے تھے۔
- (۶) نسر بنی ہمدان کے قبیلہ کا بت تھا اور یمن کے لوگ اسکی پرستش کرتے تھے۔
- (۷) عزیٰ۔ قبیلہ بنی غطفان کا بت تھا اور وہ قبیلہ اس کی پرستش کرتا تھا۔ ۴۱ مل میں عزیٰ یمن و رختون کا مجموعہ تھا جس میں ذات باری غوث کا حلال سمجھا کر لیتے تھے۔ عزیٰ لفظ غزیر کا متوش ہے۔
- (۸) لات۔ یہ ایک بن گڑھا پتھر تھا جس میں لوگ حیاں کرنے تھے کہ شان باری تعالیٰ کے کرسٹھے نے حلول کیا لات کو عورت یعنی دیوتی سمجھتے تھے۔ اسی رعایت سے لفظ اللہ کا مؤنث اللات ہوا۔
- (۹) منات۔ یہ ایک عظیم الشان بت تھا اور سمندر کے کنارے پر قدیدہ کے پاس عمر بن لجیم نے نصب کیا تھا۔ لات و منات کے بت کسی خاص قبیلہ سے علاقہ نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ عرب کی تمام قومیں انکی پرستش کیا کرتی تھیں۔
- (۱۰) دوآر۔ یہ بت نوجوان عورتوں کی دیوتی تھی و چونکہ اسکا طمان کرتی تھیں پھر اسکو پوجتی تھیں۔
- (۱۱) اصاف۔ صفا پر نصب تھا۔
- (۱۲) نائلہ مردہ پر تھا۔ ان دونوں بتوں پر قریم کی قربانی ہوتی تھی۔ اور سفر میں جانے اور سفر سے آنے کے وقت انکو بوسہ دیتے تھے حقیقت انکی یہ ہے کہ بنی جرہم کے زمانے میں صفا و عروہ پر یہ دونوں بت نصب کئے گئے تھے صفا پر حوت تھا وہ مرد کی شکل تھا اور اسکو اصاف کہتے تھے۔ دوسرا بت جو مردہ پر یہ ماوہ عورت کی شکل تھا۔ اور اسکو نائلہ کہتے تھے۔ ظاہر معلوم ہوا ہے کہ یہ دونوں انسان تھے۔ اور بنی جرہم انکو اپنا دیوتا سمجھتے تھے انکے مرنے کے بعد انکے دو بت بنا دیئے گئے اور پرستش ہونے لگی۔
- (۱۳) تخمیک (۱۴) مطمعم۔ یہ بھی عرب کے دو قدیم بت تھے۔ بھیک کوہ صفا پر نصب کیا گیا تھا۔ اور مطمعم مردہ پر۔
- (۱۵) ذات الانواط۔ یہ ایک ست ٹلسبز و شاداب درخت مقام حنین میں تھا جسکو لوگ پوجتے تھے۔
- (۱۶) ذو الکفین۔ یہ بھی ایک بت تھا۔ جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جلوا دیا۔
- (۱۷) عبعب۔ ایک بڑا پتھر تھا جس پر اونٹوں کی قربانی کی جاتی تھی۔ اور عرب ذبیحہ کے خون کا مہنا اوس پر نہایت نامور سی کی بات سمجھتے تھے۔
- انکے علاوہ۔ کعبہ کے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مورت بنی ہوئی تھی۔ اور انکے ہاتھ میں قرعہ امداری کے تیر تھے حوازا لام کہلاتے تھے۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمعیل کی تصویریں دیواروں پر بھی لٹنی ہوئی تھیں۔ حضرت مریم کی بھی ایک مورت تھی۔ اس طرح کہ حضرت عیسیٰ اور نبی کو دین ہیں۔



عرب کی ملکی ریایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دو بیعت۔ یعوق اور نسر۔ مشہور لوگوں کے نام ہیں جو ایام جاہلیت میں گذرے ہیں۔ اونکی تصویریں پتھروں پر نقش کر کے بطور یادگار کے خانہ کعبہ کے اندر رکھ دیں تھیں۔ ایک مدت مدید کے بعد اونکو تہذیب معیوبیت و کبر پرستش کرنے لگے۔ آہن کچھہ شک میں کہ عرب کے نیم جشی باشندے ان مورقوں پر حملہ کرنے کا پورا اعتقاد نہیں رکھتے تھے۔ اور نہ اون لوگوں کو جنگی بیوریتیں یقین معبود سمجھتے تھے بلکہ انکو مقدس جیہ کی مندرجہ ذیل حیوانات عرب جاہلیت ان مورقوں کو اول شخصوں کی روحوں کی یادگار سمجھتے تھے۔ اور اونکی تعظیم و تکریم اس سب سے ہیں کرتے تھے کہ ان مورقوں میں کوئی تال الوہیت موجود ہے بلکہ محض امود سے اون کی غرت و تعظیم کرتے تھے کہ وہ اون مشہور اور نامور اشخاص کی یادگار ہیں جن میں اونکے اعتقاد کے موافق مجاہدات الوہیت یا قسم کی شان الوہیت موجود تھی۔ اون کے نزدیک ان مورقوں کی پرستش سے اون لوگوں کی روحیں عوش ہوتی ہیں جن کی وہ یادگار ہیں تھیں۔ اونکیا اعتقاد تھا کہ خدا کے تعالیٰ کی جلالہ قدرتیں۔ سیاروں کو تعاجت ناپائیداری عطا کرتا تھا اور دیگر آفات ارضی و سادی کا دور کرنا۔ اونکے مشہور و معروف لوگوں کے اختیار میں بھی تھا کہ جنگی طرف اونہوں نے صفات الوہیت منسوب کر رکھا تھا اور وہ خیال کرتے تھے کہ ان مورقوں کی تعظیم و پرستش کس ایسی گناہوں کی دعائیں اور منتیں قبول کی جائیں گی اونکیا بھی مستحکم عقیدہ تھا کہ یہ اشخاص خدا کے محبوب خاص تھے۔ اور انی مورقوں کی پرستش سے خوش ہو کر پریش کرینا اون کو خدا کے تعالیٰ کے قرب حاصل ہونے کا ذریعہ ہونگے۔ اور اون کو تمام روحانی خوشی عطا کریں گے اور اونکی منفرت کی شفاعت کریں گے۔

بتوں کی پرستش کے لئے اون کا یہ قاعدہ تھا کہ بتوں کو سجدے کرتے تھے۔ اونکے گرد طواف کرتے تھے اور اونکو قربات ادب اور تعظیم سے نوسہ دیتے تھے۔ اور انہوں کی قربانیاں کرتے تھے۔ موشیوں کا پہلا پھل اور نذر کے پڑھاتے تھے۔ انچہ کینین کی سالانہ میلہ اور ازمویشی کے انتفاع میں سے ایک حصہ معین خدا کے واسطے اور دوسرا حصہ بتوں کے واسطے اٹھا رکھتے تھے۔ اگر بتوں کا حصہ کس طرح کم ہو جاتا تھا تو خدا کے حصہ میں سے اسکو پورا کر دیتے تھے اور اگر خدا کا حصہ کس طرح ضائع ہو جاتا تھا تو بتوں کے حصہ میں سے اسکو پورا نہیں کرتے تھے۔

عرب کی اخلاقی اور معاشرتی خرابیاں اور معاشرتی خرابیاں  
مفصلہ ذیل مضامین میں ملاحظہ ہوں۔

عورتیں حقیقت میں۔ ہر قوم و ملک کی معاشرت کی زیور ہیں۔ عرب جاہلیت انکو سب سے زیادہ خرابیات میں رکھتے تھے۔ مردوں کو اختیار تھا کہ اپنی عورتیں کر لیں۔ لیکن عورت شوہر کے بعد بھی اس سے مجبور تھی اگرچہ اس باب کے تعین کرنے کے لئے کوئی قانون منضبط نہیں تھا کہ مرد کو کونسی قرابت عورتوں سے شادی کرنا جائز ہے اور کون سی ناجائز مگر با این ہمہ یہ رسم شائع تھی کہ اس عورت سے جو قریب تر رشتہ رکھتی ہو۔ ازدواج نہیں کرتے تھے اور



یہ اعتقاد خاص رکھتے تھے کہ ایسی عورت کی اولاد عموماً ضعیف اور کمزور ہوتی ہے۔ عرب کی جاہلانہ سمجھ میں سب سے زیادہ ترسناک رسم اور ان سب سے زیادہ بیزارم گرم گرم لڑکیوں کا مار ڈالنا یا اوکو زندہ دفن کر دینا تھا۔ لڑکے اپنی سو میلی ماؤں کے ساتھ اردو شجہ کر نیکے محار تھے لیکن باپ اپنے بیٹے کی یا ممتی کی زوجہ کے ساتھ شادی کرنے کا محار نہ تھا اور اس کے خلاف عمل کرنا بہت سےصیت اور گناہ سمجھا جاتا تھا۔ توہر کے بعد اس کا سوتیلہ بیٹا۔ اگر وہ نہ تو کوئی قریب کا رشتہ دار بیوہ کے سر پر ایک چادر ڈال دیتا تھا اور تو شخص اس طرح چادر ڈال دیتا تھا اس سے شادی کر لے کر مجبور ہو جاتا تھا۔ عورتیں اپنے متوجہ شوہر کا تمام ایک سال کا دل تک کیا کرتی تھیں اور بیوہ و معیتہ کے بعد بیوہ اونٹ کی جینہ بیگیاں یا تو کسی کتے پر یا جو اپنے کندہ پہنے ہوئے اسے ایسی بیٹھ کر چھینک دیتی تھی جس سے یہ مرد بھی کہ اس بیوہ عورت کو اپنے متوجہ شوہر کا کچھ بھی خیال نہیں رہا۔ عورتوں میں اسے گھر سے بے حجاب نکلے اور عام محوں میں بدوں پردہ اور حجاب کے آنے کا دستور تھا۔ اور اپنے جسم کے کسی حصہ کو کھلا رکھے اور عوام الناس کو دکھلانے میں کوئی لے جیانی اور بے شرمی کی بات نہیں تھی۔ زنا کاری بھی عام تھی اور ایسی کہ رہاں و حاشہ پیمان کے لئے اپنے اپنے گروں اور حیموں کے آگے ایک نشان لگا کر دیتی تھیں اور اس رعایت سے وہ صاحب زیادت کی بھی جاتی تھیں۔ اصطلاح عام میں ان صاحب زیادت زماں و حاشہ کو کائنات کہتے تھے۔ ملک کے بڑے بڑے بیویاں اور دنگھوں میں یہ عاید اور کار قوم۔ رؤسا اور امرا کی خاص دلچسپی کا باعث ہوا کرتی تھیں۔ انکے خیمے ڈیرے اور رہنے کے مکانات و مقامات اور رؤساے تخت و سید کے عشرت گدے اور تفریح گاہیں بے رہتے تھے۔ اور شخص بہایت آزادی سے بلا تامل اس مازاری عورتوں کے ساتھ ارتباط اور دروازہ آمد و رفت رکھتا تھا یہ مخالفون اور شراب کی عام دوکانوں پر ان کی طری صورت تھی۔ گویا انکی موجودگی ترکیب کی جزو و غفلم تھی۔ اس رعایت سے میسر وستان عرب ٹری طری رقبہ احرار میں دیکر ان میں سے متعدد افراد کو اپنی بی دوکانوں پر مقرب کر لیا کرتے تھے۔ اور اپنے محاورے میں انکو سواہد کہتے تھے۔

عمر خاص اور زیادہ اس سہیہ کی ماں انھیں عورتوں میں نہیں۔ سکاکی۔ جو نریزی۔ رہنی گویا اوکی فطرت تھی اور قتل و قضا کی عادت تھی۔ حوں کا عوض خوں ہی ہوتا تھا۔ حوں لوگ خوں کی دیت لیتے تھے اوکو اونکے محسن و غارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اوکیا عتدا و تھا کہ اگر کسی آدمی کے حوں کا عوض خوں سے نہ لیا جادے تو ایک جھوٹا سا سیرد اکیرا مقتول کے سر سے کل کر آسمان پر اسقوئی اسقوئی کہتا ہوا چلاتا پھرتا ہے۔ اور بعض کا خیال تھا کہ مقتول کی روح ایک جھوٹی چڑی کی صورت میں مشکل ہو کر اوکی قر کے گرد گھومنا کرتی ہے اور اسقوئی اسقوئی (جھکو رہانی) بلاؤ (جھکو بلاؤ) جلاتی رہتی ہے۔ اس کیڑے کو ہاتھ اور چڑے کو صدمی کہتے تھے لہذا شاعر ایک لوصہ میں کہتا ہے۔

وما هم عید اصدا و ہام

فلیس الناس بعدك فی نفیر

۱ رہا تم کے کوئی بھی تجھ پر بعد و زاری کرے والا نہیں ہے

ترجمہ۔ تو ایسا کیسے کہ تیرے بعد سوائے صدمی

ادن کا بھی عقیدہ تھا کہ انسان کی روح اسکی سانس کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔ روح محض ایک ہوا ہے۔ حواس ان کے جسم کے اندر ہے لیکن حواس میں زیادہ تعلیم یافتہ تھے۔ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ روح ایک سمیت چھوٹا سا جانور ہے جو انسان کے پیدا ہونے کے وقت اس کے جسم میں گھس جاتا ہے اور ہمیشہ ایسے آپ کوڑھاتا ہے۔ اس کے مرنے کے بعد وہ جانور جسم کو چھوڑ کر قرعے گرو پھرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک الگو کے برابر ہو جاتا ہے۔

زمانہ جاہلیت کے عرب دیوؤں اور جیوت ارواحوں کو مانتے تھے۔ تمام خیالی۔ وہی اور فرضی صورتیں جو میانوں یا پرانی عمارتوں اور سمار اور مندرم کھنڈروں میں اونکو نظر آتی تھیں اور حکی تھا آدمی کے خیال میں اکثر ایک خاص صورت جاتی ہے۔ ان سب کو مختلف قسم کی حدیث اور احسن تصور کرتے تھے۔ بعض لوگ ان معاملات نظری کو مختلف بروح کی تاثیر کی طرف سے منسوب کرتے تھے۔ اور انکی رائے اور رائے کے مقابلہ میں اصل تر معلوم ہوتی تھی۔

ٹونکوں اور تنگوں کے لیے بین ادن کا مصبوط اعتقاد تھا۔ جب کوئی مصیبت یا تباہی ان پر نازل ہوتی تھی تو بہتر کی چھوٹی چھوٹی لکیریں لیکر کچھ اور بیرٹ پر لکھ دیتے تھے۔ اور انکو پھینکتے تھے اور ایسا کرے سے اس مصیبت کے دور ہو سکی توقع رکھتے تھے۔ جانوروں کے اوڑھے اور لوٹنے سے بھی ایک وندنگوں کیا کرتے تھے مثلاً اگر کوئی شخص بیٹھا ہے اور کوئی جانور اس کے دہانے طرف سے بائیں طرف راستہ کاٹ گیا تو اسے تنگوں سے بچھتے اور سناٹے کھتے تھے۔ اور اگر وہ بائیں طرف سے داہنی طرف راستہ کاٹ گیا تو تنگوں سے بچھتے تھے۔ اور حارج کھتے تھے یہ لوگ نیک و بد خات میں بھی عقیدہ رکھتے تھے۔ انکی مختلف شکلیں اور صورتیں تمام کر رکھی تھیں اور ادن کے مختلف نام رکھ لیے تھے۔ ان کے نزدیک بعض جنات نصف جسم انسان کے ایسا اور نصف جسم روحانی رکھے تھے یہ لوگ علامہ خات کے اور وجود دون میں اور دیگر اقسام کی روحوں میں بھی اعتقاد رکھتے تھے۔ حواس ان کی نظر سے غائب رہتی تھیں لیکن آئینہ کی تہیوں کو آواز بلند ظاہر کرتے تھے اور خود ہمیشہ بوسیدہ رہتے تھے۔ وہ فرشتوں کو اور ارواحوں کو بھی خود کھانی نہیں دیتی تھیں مانتے تھے۔ اور مختلف شکلیں ادن کی طرف منسوب کرتے تھے۔ (مختصر خطبات احمدیہ لاہور ص ۱۵۸ ۱۵۹)

عرب کے المامی مذہب | عرب کے ظہور اسلام کے وقت چار المامی مذہب بھی ایک حد و مقدار تک رائج تھے ان میں مذہب صابئی | قدیم ترین مذہب صابئی تھا۔

مذہب صابئی کو عرب میں قوم صابئہ نے رواج دیا تھا۔ چونکہ ہمیشہ سے یہ لوگ اپنے آپ کو قدیم مذہب کا پیرو سمجھتے تھے وہ حضرت شیث یا اخوخ یعنی اورین علیہ السلام کو اپنا نبی مانتے تھے۔ اور اپنے مذہب کو انھیں کی طرف منسوب کرتے تھے۔ ان کے پاس ایک کتاب بھی تھی جسکو وہ صحیفہ شیت کہتے تھے۔ صابیوں کے ہاں سات وقت کی نمازیں تھیں اور وہ اونکو وسیط ادا کرتے تھے جس طرح مسلمان اپنی نمازیں ادا کرتے ہیں۔ مردے کے بھی ماز پڑھاتے تھے۔ اور وہ مسلمانوں کی طرح کابل ایک مدینہ قمری کا دورہ بھی رکھتے تھے۔ لیکن با این ہرہ جو رانیان اور خرابیاں آہستہ آہستہ ان کے مذہب میں پھیلی گئیں

وہ پتھن کو وہ ستاروں کی پرستش کرنے لگے۔ تھران کے معد میں یہ لوگ بنیت حج جمع ہوتے تھے۔ اوکھون نے سات ہیکلین یعنی معد میں ستاروں کے نام پر بنائی پتھن اور جس ستارے کا جو معد تھا اوس میں اوس ستارے کی پرستش کرنے تھے۔ غار کعبہ کی بھی ٹبری تعظیم کرتے تھے۔ اون کا سب سے بڑا بتو ہا اوس روز ہوا کرتا تھا جبکہ آفتاب برج حمل میں ہو سوسم ہوا کا دل برج ہے۔ داخل ہوتا تھا۔ اور چھوٹے چھوٹے بتو ہا اوس وقت ہوتے تھے جب پانچ ستارے زحل مشتری مریخ زہرہ اور عطارد بعض روحوں میں یکے با دیگرے داخل ہوا کرتے تھے۔ اون کا اعتقاد تھا کہ ان ستاروں کے سوراخوں سے انسان کی قسموں پر اور دنیا کے تمام امور پر برتے ہیں وہ یقین کرتے تھے کہ مارش یا مینہ کی کستیں انھیں ستاروں کی تاثیر کا محسوس ہے۔ یہ خیال اور اس قسم کے اور خیالات و عقائد صابیون کے سوا عرب کے اور لوگوں میں بھی رائج ہو گئے تھے۔

ان لوگوں میں اعتقاد کر بیکہ بھی رواج تھا۔ غاروں اور پہاڑوں میں حیدر و زنک ہراقہ اور سکوت میں بسر کرتے تھے

مذہب ابراہیمیؑ | اسلام سے پہلے پانچ انبیاء عرب میں مسوٹ ہو چکے تھے۔ (۱) حضرت ہودؑ (۲) حضرت صالحؑ (۳)

حضرت ابراہیمؑ (۴) حضرت اسماعیلؑ اور (۵) حضرت یحییٰ علیٰ نبیہ وآلہ علیہم السلام یہ سب انبیاء علیہم السلام حضرت موسیٰؑ اور نبی اسرائیلؑ پر احکام عشرہ نازل ہونے سے پیشتر گذرے ہیں۔ اصل اصول ان جمیع انبیاء کی تشریعت کا قدارے واحد کی عبادت تھی۔ اور دیگر احکام و مسائل جنکو انبیاء نے ذکر کرے قبلانی تھے۔ باستناد احکام و مسائل حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ اہل عرب کو سب فراموش ہو گئے تھے۔ اور کوئی مقامی روایت ایسی موجود نہیں ہے جو ہوا اس وقت اس بات سے واقف کرے کہ وہ احکام کیا تھے اور کیسے تھے۔ ان قوموں کی دست فاضل معاصر مولوی محمد سلیمان صاحب نے رحمۃ اللہ علیہ میں نہایت مختصر لیکن خوب جامع طور پر یہ عمارت لکھ دی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے آپ کو مذہب سے درست کر نیکی بجائے۔ مذہب کو اپنی دھم سے خراب کر دیا تھا۔ اگر موسیٰؑ عیسیٰؑ یحییٰؑ اور صالحؑ علیہم السلام پیغمبروں کو اون کے دیکھنے کا موقع ملتا تو وہ ہرگز نہ پہچان سکتے کہ یہ ہمارے ہی اصول پر چلنے والے لوگ ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ دیا جہ ص ۸

حضرت ابراہیمؑ و حضرت اسماعیلؑ کے مذہب کے احکام و مسائل کی نسبت بھی اسطرح کوئی ایسی سد کا فی نہیں ہے جس سے کہ ہر اونکو تفصیل و اربیان کر سکیں۔ اور ایسے بہت کم مسائل ہیں جنہوں نے باستعانت روایت مذہبی اور روایات مقامی کے ایسا تاریخی رقبہ حاصل کیا ہو کہ ہم اس کے حوالہ دینے کے لائق ہوں۔ حضرت ابراہیمؑ کے نقول اور پرہیزگاری کا سب سے پہلا کام بت پرستی کا ترک کرنا۔ اسنے باب کے بتوں کا توڑنا۔ اور خدا کے برحق یقین کر کے صدق دل سے اسکی پرستش کرنا تھا۔ جتنے کرنا اور ڈاڑھی کا رکھنا رسوم مذہبی ہیں۔ جتنے بیان کرنے کی چندان ضرورت نہیں ہو کہ چونکہ ہر شخص کو معلوم ہے کہ یہ سب حضرت ابراہیمؑ نے مروج اور متبع کی تھیں۔ خدا نے تعالیٰ کے نام پر قربانی کرنا بھی حضرت ابراہیمؑ نے مقرر کیا تھا اور یہ رسم آج تک اونکی اولاد میں اور اونکی اولاد کے بیرون میں بجا رہی ہے۔

خدا تعالیٰ کی عبادت کیواسطے خانہ کعبہ کی تعمیر کی نسبت عرب کی تمام مقامی روایتیں اور تمام مورخ اس امر متفق ہیں کہ خانہ کعبہ کو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے بن کر بنایا تھا۔ سیٹ پال <sup>ST PAUL</sup> جواری نے جو کلیشہ اولوں کے نام خط لکھا ہے۔ ہمارے رائے میں اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ خانہ کعبہ کو جو بیت المقدس کا ہیابہ ہے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل نے بنایا تھا۔ خانہ کعبہ میں اول خدا کی عبادت اور اسکے اندر باہر کیا کرتے تھے اور اسکے طواف کے وقت ساری جماعت یکجا کر رکھتا کہ تمام قیمتی بھتی اور بوسہ دیتی جاتی تھی۔ تمام آدمیوں کا میدان برحقا میں جمع ہونا جہان کہ حضرت ابراہیم کا حجر اسود ہے نہ حضرت یعقوب کا سنگ عبادت یعنی قربانچہ اور نہ حضرت اسماعیل کا سجدہ مکہ مکرمہ میں ایک وسیع میدان ہے۔ ان لوگوں کا ایک ساتھ شامل ہو کر خدا کا نام لیکر پکارنا اور اپنے گناہوں کی معافی چاہنا خاص خدا کی عبادت ہے۔ جس کا نام مسلمانوں نے حج رکھا ہے۔ اور حضرت ابراہیم کا معنی اسی طرح ہے۔ عباد خدا کے مالی ہوئے تھے پس کون مشید کر سکتا ہے کہ حج اور اس واجب الوجود لاشریک کہ کی خاص الخاص عبادت نہیں ہے اسوں ہے کہ رفتہ رفتہ ملک و دین پرستی کا عام رواج ہو گیا تھا اور با اینہم جو معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک ایسے اشخاص تھے جو ان مذہب الہامی میں سے کسی کسی مذہب الہامی کے متبع تھے۔ اور خدا کے واحد پرستش کرتے تھے انھیں لوگوں میں سے متعدد لوگوں نے نجد و مدینہ ہونیکا دعویٰ کیا ہی اور اللہ تعالیٰ کے معبود حقیقی ہونیکا جس میں تمام غلط کہا ہے۔ اور لوگوں کو بت پرستی چھوڑ دیے پر ترغیب دی ہے۔ وہ لوگ تمہیں لے اپنی نسبت مجدد و نبی کی شہادت دتے کہی تھی اور ان کے نام یہ ہیں جنہذا ابن عرفان۔ خالد ابن ننان۔ اسد ابوبکر۔ قیس ابن سیدہ وغیرہم اور بعضوں نے حضرت عبدالعظیم کو بھی ایک مجدد مذہب قرار دیا ہے۔

لیکن کیسا ہی حیرت انگیز نام کہ یہ نہ معلوم ہو کہ اس شخص کی اولاد جس نے اپنے باپ کے بتون کو توڑا اور ان کی پرستش سے موہ نہ موڑا اور خدا کے واحد کی پرستش کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اتنی دھت و جھٹی و لدی و فطرت اللہ و والہا ص حیدہ و ما انا ص المستر کہیں رفتہ رفتہ بت پرستی کی حالت میں ڈوب جائے لیکن اس سے زیادہ تعجب انگیز تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی کی اولاد میں ایک ایسا شخص پیدا ہوا۔ جس نے پھر اپنے بتوں کو بلکہ تمام عرب کی بتوں کو غارت کر دیا۔ اور جس نے خدا کے عظم اور علام النبوت کی عبادت کو۔ جو تمام چیزوں کا سبب اور مرجع ہے۔ رواج دیا۔ اور اعلیٰ ترین درجہ پر پہنچا دیا اور جس نے نہالت اور کفر کی اس گہری تاریکی کو جس میں اس کے تمام بھولن مبتلا تھے دین حق کے پاک و شفاف نور سے مٹو کر دیا۔

لے سیدنا صاحب اکثر الکریموں کی غلط تقلید میں کی ہے۔ ا۔ اور اورو کہ انہم کما لان الفل کر دیتے ہیں۔ مسلمانوں نے حج کا نام میں رکھا ہی بلکہ خدا کی اسی نام سے اپنی عبادت کے اس طریقہ کو مخصوص و مخصوص کیا ہے کہ و احاد ص اللہ و رسولہ الی اناس یوم الحج الاکبر۔ سورہ توبہ و بقرہ علی اناس حج المسیت دال عمران) امیر شاد ہے المؤلف۔

**مذہب یہود** یہودی مذہب کو شام کے یہودیوں نے عرب میں پھیلا یا تھا جو عرب میں اکرا باد ہو گئے تھے۔ ۲۰۰ سال پہلے کہ یہودی مذہب عرب میں اور یہودیوں کے ساتھ آیا تھا۔ جو یا یحییٰ صدیقی بل مسیح میں بخت نصر کے ظلم و جور سے ٹپکنے ملک وقوم کی تخریب کا باعث ہوا تھا۔ بہاگ گئے تھے۔ اور شمالی عرب میں ہفام حیرا باد ہو گئے تھے۔ تہوڑے زمانہ کے بعد عرب اور یمنی صعب کی حالت نے کسی قدر سکون و قرار کیا تا وہ یحیون نے اسے مذہب کو پھیلا نا شروع کیا اور قبیلہ کنانہ حادث اس کعب۔ اور گندہ کے بعض لوگوں کو اسے مذہب میں ملا لیا۔ ۳۰۰ سال پہلے ترقی میں تیس کے بادشاہ و فواس حیرری نے مذہب یہود اختیار کیا۔ تب اوس نے اور لوگوں کو بھی بالچراہی مذہب میں داخل کر کے اوسکو ترقی ترقی دی۔ اوس زمانہ میں یہودیوں کو عرب میں طراقتار حاصل تھا اور اکثر شہر اور قلعے ان کے قبضے میں تھے۔ لیکن ماہینہ وہ اپنی عادت سے محروم تھے۔ جہاں وہ جاتے تھے اونکی جگہ اور مسدہ الگیر طبیعت اور اطرا سرتھ ساتھ جاتے تھے۔ اور اونکے زیر اثر یہود کروم میں اختلاف۔ فرقوں میں نکار اور ہسایہ قبائل و عشائر میں فساد پیدا کرتے تھے۔ خو خوارری کے ساتھ عرب میں سود خوارری کے بہت بڑے حامی اور معاون ہی لوگ ثابت ہوئے ہیں۔ اگر تہا ہر لمون اور عام گذر گا ہوں پر دلیانہ حملہ کر کے ملک وقوم کو یہ لوٹ نہ سکتے تھے۔ تو گہر ہیکر سود خوارری کے ذریعہ سے انھوں نے خاندان کے خاندان اور قبائل کے قبائل کو لوٹ کر خاک سیاہ کر ڈالا۔

عیسائیوں کی دیکھا دیکھی انھوں نے بھی حضرت خذیر کو ابن اللہ تسلیم کر لیا۔ صرف اسوہ سے کہ انھوں نے تین سو برسوں کے بعد تورات کو ازبر لکھا دیا تھا۔ دولت مندی کی کثرت سے سود خوارری کی ایسی قمار خوارری کی تعلیم و شعلہ بھی انھیں لوگوں نے پھیلا یا۔ فاقہ مست عرب کے قبائل کو روپیہ قرض دیکرا وں سے مہمت خدمت لینا اور اسے رقم قرض تک اونکو ایک طرح کی غلامی کی حیثیت میں لہر کر نیکی قیوم جاہلیت کا رواج بھی انھیں نے جاری کیا۔ بالآخر انکا وجود ملک و قوم کے لئے فائدہ اور رفاه کی جگہ ہر قرینہ سے نقصان دہ اور تباہ کن ثابت ہوا۔

مذہب عیسوی تحقیق سے یہ امر مسلم ہو چکا ہے کہ عرب میں عیسائیت نے سب سے صدی عیسوی میں داخل یا یا تھا احمد یہ ہونی لکھیا اے مشرق کی نظریوں اور بدعتوں کی وجہ سے معری فرما روایاں مسیحی نے ان کلیسا کے متعین عیسائیوں کو گمراہ سمجھا کر ان کے مالک سے کالہ دیا تھا۔ اور وہ ترک وطن چھوڑ ہو کر عرب میں آکر بس گئے تھے۔ اس سے یہ صحیح نتیجہ نکالنا چاہیے کہ جو مصیبت اور مجبوری یہودیوں کو شام سے عرب میں لائی۔ قریب قریب وہی بلاؤ آفت عیسائیوں کو بھی عرب کی سرزمین پر پہنچ لائی۔ اور عرب کی سرزمین نے جہاں خلا کا گمراہ تمام مخلوقات کا مامن قائم تھا۔ ان مصیبت زدوں کو پناہ دی۔ عیسائی مصنفین نے بیان کیا ہے کہ مذہب عیسوی نے اہل عرب میں بہت ترقی حاصل کی۔ مگر ہم اس امر میں ان سے اتفاق نہیں کرتے۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ باستانشناس صوبہ خیلان کے جس کے اکثر ماسندوں نے عیسوی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ قبائل حیر غسان۔ ربیعہ۔ ثعلب۔ طے اور حیرہ میں سے معدودے چند اشخاص نے انکی تقلید کی تھی۔ اور کوئی حجت

کثیر۔ یا قوم کی قوم عیسوی مذہب میں نہیں آئی تھی۔ اعلیٰ کہ الہ متعلق اسرائیل متصرف کی دسواں حصہ۔ حضرت عیسیٰ کی تصویر خواہ صورت حضرت عیسیٰ کو گو دین لیے ہوئے خانہ کعبہ کے اندر ولی دیا اور اس پر بیٹھ گئی ہو یا اولیٰ کے اندر رکھی گئی ہو۔ سرورِ مہم پر۔ خود لکھا اقرار کرتے ہیں کہ نہایت قلیل تعداد میں مذہب عیسوی سرزمین عرب میں بیان دہان پایا جاتا ہے۔ علاقہ بحران میں بنو حارث۔ علاقہ بامہ میں بنو حنیف۔ حیدرآباد قائل طے پر عیسائیت مروج تھی۔

عرب کے اکثر حصوں پر ست ہاں روم و اقصیٰ کی صفت آریون سے خاص طور پر متبع ہو کر۔ عرب کے دو ملکی جاندان ملک غسان اور حیرہ نے۔ خسرو اور قیصر کی متابعت کو قیام میں اسطرح تفہیم کر لیا تھا کہ سلاطین حیرہ ملک فارس کے میطیع تھے۔ اور رومانو یاں غسان اقصیٰ روم کے ماتحت تھے۔ اکا سرور اور اقصیٰ روم کی باہمی جنگ و جدال نہ حقیقتاً تمام ملک قوم کے قسم سے خون چوس لیا تھا۔ حالانکہ اسباب جنگ میں بمقابلہ عیسائیوں کے ایرانیوں کے مطالبات حق بجانب ثابت ہوتے ہیں۔ انھیں کے زیر اثر ہو کر عرب میں حیرہ اور غسان کی ماتحتی حکومتیں بھی باہمی کشت و خون اور اورادائی جنگ و جدال میں مصروف رہتی تھیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ عیسائیت کس اصول کے ساتھ عرب میں مروج تھی۔ اسکی تحقیق جہان تک کی جاتی ہے صاف طور سے معلوم ہوتا ہے کہ سرزمین عرب پر عیسائیت کے مختلف طریقے اپنی مختلف فیہ اقسام کی تعلیم و تبلیغ پھیلا رہے تھے۔ طرہ ترقی یہ ہے کہ یہ لوگ ایک طرف تو دوسروں کو اپنے دینیات کی تعلیم دیتے تھے۔ اور دوسری طرف خود میں لڑے مرنے تھے۔ فرقہ نستوریہ اور فرقہ یعقوبی ماہر گریور کہ آرا تھے۔ بحلاف یہود کے یہ عیسائی فرقے اپنے غلط عقائد کی تائید میں استناد وجہ کے ضدی اور بھٹ دہرمیتے ہوئے تھے۔ اور حضرت عیسیٰ کے وجود ذات کی نسبت ذات الہی کا خاص مماثل۔ یا کم سے کم اوس کا فرزند حقیقی یا اوس کا کلام خاص یقین کرتے تھے۔ آپ کی پیدائش کو وہ کنارائیت سے مختص سمجھتے تھے۔ اور آپ کے ظہور ذات کو الوہیت کا مماثل یا پیکر انسانی میں الوہیت کا مبدل جسکی ترکیب خلقت خاص کر عالم نور سے ہوئی ہے۔ قرار دیتے تھے۔ اس عقائد کی بنیاد عیسیٰ کی ایسی مسٹرہ اور مقدس ذات نہ فنا کی جاسکتی تھی اور نہ تو فنا ہوئی۔ وہ کلمات استعاذہ جنکو متعصبین عیسائیوں نے خاص حضرت عیسیٰ کی زبانی ادا کئے جانیکی شہرت دے رکھی ہے۔ حقیقت میں وہ نہ انکی زبان سے نکلے تھے۔ اور نہ کبھی نکل سکتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ شخص جو مصلوب ہوا وہ غیر عیسیٰ شخص تھا۔ اور اصل عیسیٰ دشمنوں کے ہاتھ سے سرا یا محفوظ رکھا اور انھیں عالم نورانیت کی طرف دایس تشریف لیکے جہاں وہ نازل ہوئے تھے۔

یہ دلیل اگرچہ کسی ہی متوہمانہ سمجھی جاوے۔ لیکن انہی حضرت عیسیٰ کے متعلق بمقابلہ اور دلیلوں سے زیادہ حیران معلوم ہوتی ہے اور نظاہر قریب الامکان خیال کی حاتی ہے۔ پالیٹ یا ونٹیوس (PILATE PONTIUS) کی حضرت الہ یا نیٹ یا نیٹوس شخص مذہب میں ہرگز مقرر ہوا تھا اس شخص نے حضرت عیسیٰ کو پہلے تمام الزامات سے سقیم کر لیا تھا لیکن آخر میں



عیسیٰؑ کی جان بچانے کے لئے اسے جدوجہد میں جسکو طرطولین، طاہر توہیدی، لیکن اراطا عیسائی قرار دیتا ہے، خاص ہرودس  
 HERODIUS کا بھی قتل عیسیٰ کے انرا گوارا کرنے سے انکار۔ اون جہد ساعات تک جن میں وہ قوم سی انسان کا محسن اور  
 مسلح۔ اون دن تک، اس طرح انجام رہی کے لئے کہینچ لایا گیا۔ عام مارکی کا پھیل پھیل کر تمام رات تک اوسے طرح قائم رہا  
 اور صلیب دیے جانے کے وقت خاص کر ایک قدرتی طالع کا تمام رے میں پھیل پھیل جاتا رہا یہ سب قرآن متی و متفق ہو کر  
 اس امر کے قرب الامکان ہوئے کا یقین دلاتے ہیں کہ سخطا و قصور بالکل محفوظ رہ گیا۔ اور انرم و محرم مصلوب کر دیا گیا  
 مدد صلا عبارت میں براتنا رہ گیا ہے کہ عرب میں عیسائیوں کے مختلف فرقے جو آباد ہو گئے تھے۔ وہ مذہب  
 میں اختلاف آرا کی باپوائس میں لڑا کرتے تھے۔ اسکی تفصیل کے لیے مختصراً تاکمکرتا دیا کافی ہو گا کہ عیسائی نو  
 محصر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو اس اللہ تسلیم کرتے ہی تھے۔ لیکن عرب میں یعقوبی فرقہ کے عیسائی حضرت مریمؑ کو  
 (نور اللہ) حلکی فی اور فرستوں کو اسکی بیانی قرار دیتے تھے۔ اس سبب فرقہ نستوریہ سے حور یادہ تر عراق عرب میں  
 آباد تھے۔ اور یعقوبی فرقہ سے حورام سے اگر حجاز میں آباد ہو اٹھاڑے ٹرے مقابلے اور مقابلے پیش آ رہے تھے۔  
 ظہور اسلام کے وقت۔ خاص عرب کے۔ دینی۔ اخلاقی۔ ملکی اور قومی خرابیوں اور بربادیوں کا یہ مرقع تھا جو ہم نے  
 ہایت وضاحت سے کہینچ کر دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ سرزمین عرب پر یوقوف و محدود ہیں ہے۔ اس سے پہلے ہم تمام  
 اقطاع عالم کے دینی اور دنیوی حالات۔ جو محصر مسلم کے بعثت کے وقت۔ ثابت ہوئے ہیں۔ یہ یورپی تفصیل سے  
 دکلا چکے ہیں۔ ہمارے مرقومہ مالا تفصیل حالات کو تیر کہہ شخص باسانی سمجھ لیا اور یقین کر لے گا کہ عام گمراہی و ضلالت  
 اور سربا تارکی و ظلمت کے ایسے شدید و سخت زمانہ، وقت میں۔ یہ ایک کسودہ رہیں و آسماں اور خدایے رحیم و رحمان  
 یقینہ صفحہ گذشتہ صلب دیے جانے کے لئے اسکی تباہی کا اعلان بھی ایسی رات سے برآمد ہوا یہودیہ کا گورنر ہو کلاس نے قوم سامری کے  
 یہودیوں کے ساتھ بہت سخت ظلم کے اس لئے شاہ طورس نے اور تہمتیں واپس لایا۔ اور اسکو عمدہ امدت سے معرور کر کے علاقہ گال  
 کی طرف خارج اند کر دیا۔ جہاں اسے خود کشتی کرنی اور اس طرح شہید میں مر گیا۔

۱۵ طرطولین کتب اربعہ انما صلی کا ہایت تاہم اور مشہور و معروف یونانی مترجم اور مشہر۔

۱۶ صلیا ڈو اینٹیاں یا ہیردوس۔ شہر علیہ (کلیگی) میں اسی ماب کا قائم مقام ہوا۔ اس لئے شاہ ارطاس۔ سلطان عرب کی لڑائی کو جو  
 اوکی مری بھی طلاق ویدی اور ایسے صحافی صلیب کی بیوی سے عقد کر لیا۔ ارطاس شاہ عرب اس ماعت سے ہر دوس کے ساتھ جنگ کی۔ اس  
 بدبخت نے حضرت یحییٰؑ کی دوسری سادی کے ماحاکر تھلے پر جرم میں قتل کر دیا۔ اس سبب یہودیوں نے اس کے خلاف میں لعادت کو ہی۔ وہ ناگ  
 رومہ انگریز میں جلا گیا اس امید پر کہ وہ اس کو یہودیوں کی سہاہت ہی کا مصب عطا کر دینا۔ لیکن وہ وہاں بھی وہ حصول نہ پایا  
 کا کامیاب رہا اور وہ آخر حلالرطی کی حالت میں مر گیا۔ یہ ہر دوس تھا جسے اس حضرت مسیحؑ کا کوہمیلیٹ یا بیٹوس نے بھیجا تھا۔ جس میں شری



کی رحمت کو ایسے بدمذہب کی بحالت و مصلحت و راستی کی تعلیم و ہدایت۔ اور کفر و الجاد سے ترک تعلق کرنے اور اس ذات واحد کی پرستش و عبادت بحالانے کی خاص غرض و عایت سے ایک ایسے رتبہ راسخ کامل کو نازل فرمایا کی ضرورت ہوئی چاہئے انوارِ تعلیم و ارشاد سے کفر پرستی کی تباہ کنیوں کو دور کر کے معمورہ عالم کو غیر نور و کر و دنیا۔ جن دلوں نے اہم سابقہ کے ازمنہ خاصہ میں بالاسمعیاب حالات و واقعات بڑھے ہیں اور انبیاء سابقین کے اسباب رسالت اور اہم ماضین کی دینی اور دنیاوی ضرورتوں کو کامل طور سے سمجھ لیا ہے وہ موجودہ عالمگیر حالات و صدمات میں جناب رسالت آت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضرورت رسالت کو یوں بطور سے سمجھتے ہیں۔ اور ان کو یہی طور پر علم ہے کہ حضرت موسیٰ کو دنیا سے اٹھنے ہوئے دو ہزار سال اور حضرت سلیمان کو کوٹلیہ ہزار سال اور حمات عیسیٰ بن مریم کو آسمان پر صعود فرمائے ہوئے یہ سو برس ہو چکے تھے۔ اس زمانے میں ان حضرات کی تعلیم و تبلیغ بے حقد و دیکھ اور اہل دنیا کو برائی سے بچایا اور انکی بگڑی ہوئی حالتوں کو بنایا تھا اتنی مدت میں انہوں نے اپنی غفلت اور جہالت سے اس قدر پاپی دینی اور دنیاوی حالتوں کو بگاڑا تھا ان مقصود بہر اہل روحانی اور دینی غیر انسانی نے سب سے پہلے جس چیز کی تعلیم انھیں پہنچانی تھی۔ وہ معرفت اور وحدت الہی تھی اور اس وقت سب سے پہلے جس چیز کو ان لوگوں نے بگاڑا تھا وہ بھی تعلیم تھی اور اسی وحدت الہی کی خراب و برباد حالت تھی جو ہر فرقہ۔ ہر قوم۔ ہر ملک کے مندرجہ بالا حالات و واقعات سے دور سے طور پر معلوم ہو چکی ہے حقیقت یہ ہے کہ ان کے عقائد میں وجود آتی ہی قائم نہیں تھا۔ توحید کا کیا ذکر۔ نام کو تو یہ سب لوگ اپنے آپ کو مذہب الامام کا متبع تہلکے تھے۔ مگر حقیقتاً ان میں نہ مذہب الامامی کے کوئی آثار پائے جاتے تھے۔ اور نہ انمار و نیات کی خرابی کی وجہ سے ان کے اخلاق۔ تدبیر۔ معاشرت اور آداب ایسے خراب و حسدہ ہو رہے تھے کہ حیوانیت اور انسانیت میں کوئی فرق ماتی نہیں رہا تھا۔ جن اصول عقائد کو وہ اپنے خیال میں حق پرستی سمجھتے تھے وہ حقیقت میں بت پرستی سے بھی بدتر تھی۔ جن مذہب۔ اخلاق اور آداب کو وہ اپنے زعم میں معیار انسانیت خیال کرتے تھے وہ اپنی اصلیت کے اعتبار سے متعارف حیوانیت تھے اور اہل انسانیہ۔

دنیا کے محققین جانتے ہیں کہ تیرازہ عالم کی ایسی ہی شگستگی اور ابتری کے خاص عالم میں۔ اور زمانہ کی ایسی ہی عالمگیر تباہی اور سیاہی کے خاص وقتوں میں اور بندگان الہی کی ایسی ہی سیاہ کاریوں اور کافر کرداروں کے موقع پر اس را حکم برحق اور ناظم مطلق کو ایسی رحمت کی فیض رسانوں کی ضرورت پیش آتی ہے۔ بدر قدرت و اصلاح عالم کے لئے اس وقت بھی وہی انتظام جاری فرمائے جو ہمیشہ سے عادت الہی قرار پا چکے تھے لیکن اپنے اس نظم میں الکی بار یہ خصوصیت اللہ قائم کر دی کہ اس وعدہ بہم آتی عالم کے اس انتظام کو ایسا معصل اور مکمل بنایا اور اس نظم کے ناظم و مجتہد کو سلسلہ ہدایت و رہبری کا ایسا خاتم اور متمم قرار دیا کہ پھر سامنے کو بہر کی ضرورت نہ رہی۔

وہ خاتم سلسلہ رہبری متمم جریہ پیغمبری۔ خاتم النبیین۔ سید المرسلین حضرت محمد ابن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حوچالیں برس کے سن میں خاص معیار برہمی اور یوں اس کی شہرکہ منظمہ میں بقول عموم اٹھارہ دین رمضان یوم  
دو ستہ سالہ عام الفیل مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء اور بقول مشہور و جمہور تائیسویں رجب کو مبعوث برسات ہوئی  
خاص عرب میں مبعوث برسات خاصکہ جزیرہ نمائے عرب میں حضرت خاتم النبیین حبیب خدا محمد مصطفیٰ  
ہوئی کی مخصوص ضرورت علیہ وآلہ وسلم واللہ اعلم بالصواب برسات فرمائے جانے کی وجہ خاص  
ہدایت کئی اور صاف ہے۔ ذیل کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

اگر ہم ملک عرب کو گروہ ارض پر دیکھیں تو اس کے محل وقوع سے معلوم ہوتا ہے کہ خدائے عز و جہ نمائے عرب کو  
ایسیا۔ یورپ اور افریقہ کے براعظموں کے وسط میں جگہ دی ہے اور وہ خشکی و تری (دو فون راستوں سے) دیا گیا ہے  
واہتے اور بایں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔ اس لئے ایسے ملک میں دنیا کے جملہ ملک پہنچ جانا اور ہدایت کی حکومت  
علی کے زیر اثر ہو کر سب ہی کا بگڑ جانا بخوبی ذہن نشین ہو سکتا ہے اور اسی طرح یہ بھی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اگر تمام دنیا کے  
ہدایت کے لئے ایک مرکز واحد قائم کر کے لئے ہم جگہ کا انتخاب کرنا چاہیں۔ تو عرب ہی اس کے لئے موزوں ہے خصوصاً اس  
زمانہ پر نظر کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب افریقہ۔ یورپ اور ایشیا کی تین بڑی قطعات ارض (سلطنتوں) کا عربی تعلق تھا  
تو عرب کے اہل ارض براعظموں میں بہت جلد پہنچ جانے کے ذرائع بخوبی موجود تھے۔ رب العالمین نے اسی لئے سیدنا محمد رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عرب میں پیدا کیا اور ان کو بتدیر پہلے اپنی قوم۔ اپنے ملک۔ پھر تمام عالم کی ہدایت کا کام سپرد فرمایا  
رحمۃ للعالمین ص ۹

کرۃ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ ۴۰۔۰ درجہ عرض البلد اور شمال میں زیادہ سے زیادہ  
۸۰۔۰ درجہ تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ ۱۲۰۔۰ اور نصف ۶۰۔۰ ہوا۔ جب تک کہ ۴۰۔۰ درجہ شمال سے تفریق کریں تب  
۲۰۔۰ درجہ پہنچاتے ہیں اور جب ۶۰۔۰ سے ۴۰۔۰ درجہ جنوبی کو تفریق کریں تب بھی ۲۰۔۰ (درجہ شمالی) پہنچاتے ہیں۔ اور مکہ ۲۱  
درجہ پر آباد ہے۔ اس لئے کئی کرۃ ارض میں بھی وسط ہونیکا وجہ رکھتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مکہ کا نام لغات عرب کی  
کتابوں میں ناف زمین ہے۔ انسان کے جسم میں ناف بھی ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی۔ بلکہ قریباً وسط میں ہوتی ہے اور  
یہی وجہ ہے کہ عرض بلد میں مکہ بھی وسط حقیقی کے قریب واقع ہے۔ اور ان ہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام نسلیں اس طرح  
مقیم ہیں کہ مشرق میں قوم آریا (ایرین) اور منگول (منگول) مغرب میں حبشی و ہامانٹ (حام) اور بڑا انڈیز امریکہ کے  
باشندے (پھر جب کل قوموں میں تبلیغ کا پہنچنا مد نظر ہو تو عرب ہی اس کا مرکز آخر قرار دیا جاسکتا ہے۔ غالباً اسی  
لئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ وَحَلَّلْنَاكُمْ كَوْنًا مِّنْهُ وَمَسَطْنَا لَكُمُ الْوُجُوهَ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ۔ ہم نے تم کو درمیانی اُمت (درمیان عالم کی  
رہے۔ الی) سایا اس لئے کہ تم تمام قوموں کے سامنے خدا کی تہادت ادا کرو۔ حاشیہ رحمۃ العلیں ص ۹۔

تبلیغ دینیات کے علاوہ اگر سیاسی ضروریات کی نظر سے بھی دیکھا جاوے تو ایسے رہبر آخر الزماں یا انبیاء کرام کی تبلیغ

دینی اور تعلیم و اجرائے احکام سیاسی کی ضرورت سے۔ جو جدید عالم میں ہندوگان الہی کی دینی و دنیاوی امور کی شیرازہ بندی کے لئے خاص مبعوث فرمایا گیا ہے۔ معمورہ عالم کے وسط مقام کو اپنی تعلیم و تبلیغ کا مرکز بنانا کس قدر ضروری اور لازمی تھا اور اسی سے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاتم المرسلین و انبیاء ہونے کے خاص مبعوت ملتے ہیں کیونکہ ان سے پہلے جتنی رسالتیں گزر چکی ہیں وہ سب ایک ہی کام اور ایک ہی مقام کے لئے معین ہوئی تھیں۔ حضرت موسیٰ قوم بنی اسرائیل کو مصر سے فلعسی دلو کر اپنے وطن اصلی کی طرف واپس لائیکے لئے امور فرمائے گئے تھے۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمانؑ بنی اسرائیل کی قوم و ملک میں احیائے شریعت و دینیات اور اجر اے نظام حکومت و سیاسیات کی غرض سے مبعوث فرمائے گئے تھے۔ جناب عیسیٰ مریمؑ باقی ماندہ احکام عشرہ توراۃ کی تعمیل و تکمیل کے لئے نازل فرمائے گئے تھے۔ ان تمام رہبران مقدسین کے ذمہ ایک ایک خاص مقام اور ایک ایک خاص کام کی درستی۔ اصلاح اور ترمیم کی گئی تھی لیکن بخلاف ان حضرات کے ہمارے سرور کائنات۔ منعم موجودات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تمام معمورہ عالم کی ہدایت حق اور رہنمائی۔ وہ تبلیغ دینیات کے بھی ذمہ دار تھے اور تعلیم سیاسیات کی بھی حسین و درستی اخلاق۔ تمدن اور معاشرت غرض تمام انسانی ضرورتیں۔ جو ہر قوم و ملک کو ابتداء سے عمر سے لے کر انتہا تک لاحق ہوتی ہیں شامل ہیں۔

تاریخین شاہد ہیں اور دنیا کے کارنامے ایک سے لیکر ہزار تک گواہ ہیں کہ اس نبی امی خطاب نے علوم دینیات و سیاسیات کی اس خوبی اور خوش سلیقگی سے ایسی کامل تعلیم دی کہ پھر اس وقت سے لیکر ابد الابد تک کسی رہنمائے عالم کو ہدایت و رہنمائی کے لئے تشریف لانے اور تکلیف دمانے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔

ان ضروریات اور انکی تعمیل کے ذریعہ و وسائل پر خیال کر کے سہلٹی الذہن اور عامی العقل شخص بھی فوراً سمجھ جائے گا کہ ایسی کامل رسالت کی انجام دہی اور نیز دین و دنیا دونوں طریقوں میں ہندوگان الہی کی رہبری کے لیے مقام وسطیٰ تبلیغ و تعلیم کا مرکز اگر کسی زاویہ یا گوشہ ملک میں قرار دیا جاتا تو ممکن نہیں تھا کہ دین الہی کی تعلیم اور دستور و آئین ملکی و قومی کی ترمیم اس وسعت اور استقرار و استقامت کے ساتھ کامل ہو جاتی۔

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ مشعلی صاحب واقعات تاریخ و سیر کو پیلیوں کی طرح اذگلیوں پر سجانا چاہتے ہیں حالانکہ اوتھیں معلوم تھا کہ خاتم رسالت اور تمام نبوت کی سیرت نگار کے لئے خاص کاران امور کو لکھ کر نامت کر دینا اور بتلانا دینا۔ جن سے آپ کے خاتم النبیین اور سید المرسلین ہونے کے سہو و ثبوت قائم ہوتے ہیں۔ کس قدر ضروری تھا۔ لیکن مشعلی صاحب نے اپنے انداز تالیف میں محبت رقی کے ساتھ کہ قلمی بھی اختیار فرمائی ہے جس سے مقصود تالیف مفقود ہو جاتا ہے اور اصل معامہ مٹا کر رہ جاتا ہے۔ بالآخر کو مجبور ہو کر اتنے اوراق میں آپ کی کمی کو پورا کرنا ہوا جو ناظرین کتاب کے پیش نظر ہے۔

مشعلی صاحب کا خاندان جناب رسالت تاب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بن مبارک چالیس برس کا ہو چکا تھا

## رسول پر غلط الزام

فطرت صالحہ کے اثر سے قلب مبارک کا ریچھاں اور طبع مقدس کا میلان حبیب کہ اوپر میان ہو چکا ہے آغاز عمر سے اس وقت تک ہمیشہ امور خیر کی طرف متوجہ اور منعطف تھا۔ اگرچہ تمام ملک قوم میں گمراہی کو شکار جماعت و ضلالت کے اطوار جاری تھے۔ چاروں طرف انواع اقسام کی بدکاریاں اور کفر کردار بیان قائم تھیں لیکن آپ ایک ذرہ بھر بھی کسی ان سے اثر پذیر ہونا تو درکنار کبھی انکی طرف متوجہ بھی نہیں ہوئے اور جب کسی ایسا موقع آئے تو آپ نے اس تمام افعال و ذمیمہ سے قوم و ملک کے لوگوں کو تنبہ فرمایا۔ تسلی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

مکہ میں رہتے ہی کا مرکز اعظم تھا۔ خود خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان کا تمنا کے نفرت اسیت رہا کہ اس صہم کے سے کہ متولی تھے اور کلید بردار۔ مابین ہمہ انصرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ان باتوں کے آگے سر نہیں جھکایا۔ دیگر رسوم جاہلیت میں بھی کبھی شرکت نہیں فرمائی۔ قریش نے اس بہا پر کہ ہر بات ممتاز رہنا چاہیے یہ قاعدہ قرار دیا تھا کہ ایام حج میں قریش کے لئے عرفات میں جانا ضرور نہیں۔ اور یہ کہ جو لوگ ماہر سے آئیں وہ قریش کا لباس اختیار کریں۔ ورنہ انکو عریاں ہو کر کعبہ کا طواف کرنا ہوگا۔ خیال یہ اسی بنیاد پر طواف عریان کا رواج عام ہو گیا تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی ان باتوں میں اپنے خاندان کا ساتھ نہ دیا۔ فی النبی جلد ۱ بالکل صحیح ہے۔ خواب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی جماعت و ضلالت کے افعال و ذمیمہ اور مراسم قبیحہ میں کبھی اپنی قوم اور اپنے وطن کا ساتھ نہ دیا۔ اور نہ ان میں شرکت فرمائی۔ لیکن مشکل تو یہ ہے کہ شبلی صاحب کی نظر توجہ ہمیشہ خاندان رسول پر

مہند دل رہتی ہے اور شروع سے لیکر کفار قریش اور مشرکین کعبہ کے افعال و ذمیمہ کی تصدیق و شہادت میں خاندان رسول ہی کے رویہ اور اطوار کی مثالیں بیٹیں کی جاتی ہیں۔ شبلی صاحب اپنے اس انداز بیان میں سخت عالم فہمی سے کام لے رہے ہیں اور سخت نفرت انگیز اور مغویانہ طریقہ سے قوم اور خاندان کو ایک ہی معنی میں شبلا رہے ہیں حالانکہ معمولی علم و اطلاع والا شخص بھی دونوں لفظوں کے فرق بالمعنی کو دورے طور سے جانتا ہے۔ قومیت ایک علیحدہ شے ہے اور خاندان ایک جداگانہ شے ہے۔ یہ ضرور نہیں ہے کہ قوم کے تمام لوگ اس کے خاندان میں داخل شمار کئے جائیں۔ لیکن شبلی صاحب کو تو اس عام قریبانہ اور مغویانہ ترکیب سے تعظیم اور مساوات فی المدارح کے غلط اصول قائم کرنے کی ضرورت خاص لاحق ہے۔ حیلہ اور کد عقلانہ اعتبار سے ان کے تمام موضوع تالیف کی ترکیب و ترتیب کا احصاء ہے۔ اسلئے اگر وہ اجتہاد ہی سے قوم کو خاندان اور خاندان کو قوم نہ بتلا میں تو تعظیم و مساوات کی ترکیب قدیم کیسے ثابت ہو۔ یہ ضرورت تھی جس نے شبلی صاحب کے قلم سے خاندان رسول کے اکابر اور اہل کعبہ کا ستوبی لکھ کر بتلائے جانے پر حرات و دلائل اور بھیکفار مکہ اور مشرکین کے ادوں جاہلانہ مراسم حج بحال لاتے وقت ننگے ہو کر طواف کرنے میں بھی انکے شامل ہونا شہادت کے طور پر پیش کیا۔

اس میں کوئی گلام نہیں کہ کفار قریش میں یہ جاہلانہ رسم ضروری جاری تھی۔ جہاں عرب برہنہ ہو کر طواف کرتے تھے آپ کے حوالے کے مطابق ابن ہشام نے ان کے اس وحشیانہ کردار کو یورپی تفصیل سے جلد اول صفحہ ۶۶ مطبوعہ مصر میں لکھا

اور ہم نے اولیٰ تمام عبارت کو غور سے پڑھا ہے۔ لیکن اونکی عبارت میں آپ کی طرح خاص خاندان رسول کی کو کوئی تصریح نہیں کی ہے۔ بلکہ عام لفظ قریش سے واقعہ کی تفصیل آغاز کی ہے۔ اون کی ابتدائی عبارت یہ ہے۔ قال ابن اسحق وقد كانت قریش لا ادری قبل الھیل او بعد ہ امتدعت دای الحس الى اسحق کہتے ہیں کہ قریش نے قبل واقعہ الھیل یا بعد اس کے تمام جس کی ریت کو آغا کیا۔ قریش میں خاندان رسول ہی اسی طرح شامل ہے جس طرح خاندان ابوبہل اور خاندان ابوسفیان پہر اس میں خاندان رسول کو اس خصوصیت سے لکھنے کا آپ کو کون سا حق حاصل تھا۔ اور ابن ہشام کی مرقومہ بالا عبارت میں اپنے کس لفظ سے ان تخصیص و خصوصیت کے معنی پیدا کئے اور یہ مطلب کمال لئے۔ ہاں۔ اگر اس عبارت میں بنو ہاشم یا بنو عبد المطلب میں قریش کے الفاظ تصریح و تخصیص ابن ہشام نے لکھے ہوتے تو آپ خاندان رسول کی تصریح و تخصیص فرمانے کے ضرورت نہ تھی۔ جب صورت حال ایسی نہیں ہے تو آپ نے صریح فریبہ ہی کی نیت خاص سے خاندان رسول کی تخصیص فرمائی ہے۔

شعبي صاحب ہر واقعہ کو دیکھ کر لکھتے۔ دیکھتے قوم قریش میں سے بھی جس قبیلہ اور شجرہ نے اس رسم جاہلیت پر بطور افتخار کیا ہے۔ اور دوسرے قبیلوں والوں سے امتناع و انکار کے موقع پر تکرار کی ہے۔ اونکی تفصیل اشعار عرب کی شہادتوں سے ابن ہشام نے پوری تصریح کے ساتھ جلد اول ص ۶۸ میں قلمبند کر دی ہے۔ لیکن آپ نے نہ اس کو ٹیڑھا اور نہ اون پر غور کیا۔ ایسی اپنی کتاب میں صفحہ ۶۸ کا حوالہ نہیں دیا۔ یہ آپ کا خاص مولفانہ طریقہ استخفاف و اسقاط حالات ہے۔ ہم اسکی تفصیل اسی صفحہ ۶ سے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(۱) گفار قریش کے اس معاہدے میں سب سے پہلے ہی عام جو قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ تھا داخل ہوا اور انہوں نے عمر بن سعد کے کرب کو اسکے متعلق فخریہ اشعار لکھ کر بھیجے۔

(۲) بنی عامر کے ایک قائم مقام عباس بن مرداس السلمي نے جنگ جملہ کے موقع پر اس رسم جاہلانہ کو اپنی مفاتحہ کے اشعار میں منظم کیا۔ اس لڑائی میں بنی عامر نے مخالف قبیلہ بنی خطلہ پر غالب آئے۔ اسی معرکہ میں لقیط بن زرارہ بن عدس قتل ہوا۔ اور عمر بن عمر بن عدس بن زید بن عبد اللہ بن دارم بن مالک بن خطلہ بھاگ گیا۔ پھر اسی جنگ قبائل کے اخیر سلسلہ میں بنی خطلہ نے اپنے حریف کو شکست دی۔ یہ جنگ نجب کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس میں جہان بن مویہ الکندی۔ جبکی کنیت ابو کبشہ تھی۔ بنی عامر کی طرف سے قتل ہوا۔ زید بن الصیق الکلابی اسیر ہوا اور طفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب ابو عامر بن الطفیل بھاگ گیا۔

اگر شعبي صاحب فرماتے کہ ان دعوی داران اور مدعا داران رسم جس میں رسول صلعم کے خاندان کے کسی ایک فرد کا بھی نام پایا جاتا ہے۔ یا کسی نوع و طریقہ سے ان معرکوں اور اون کے اسباب میں ان حضرات کی سازش و شرکت کا کہیں برائے نام بھی ذکر پایا جاتا ہے۔ پھر شعبي صاحب نے کس رعایت نسبت اور خصوصیت کے اعتبار پر خاندان رسول



گو اس جاہلانہ اور وحشیانہ مراسم کے ساتھ خاص طور پر منسوب کیا اور یہ ثابت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مراسم جاہلانہ میں اپنے خاندان کے شریک نہ ہوئے۔ کیا ابن ہشام کی کسی عبارت سے شبلی صاحب نے یہ ثابت فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان والے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب بھی کفار قریش کی طرح ننگے ہو کر طواف کرتے تھے؟ یا ابن ہشام۔ ابن اثیر۔ طبری وغیرہم کسی عربی مؤرخ کی سند سے یہ واقعہ تحریر فرمایا جو کہ عبدالمطلب یا اون کے کسی صاحبزادہ کو کسی شخص نے ننگے ہو کر طواف کئے ہوئے دیکھا ہے؟ اگر کوئی ایسا واقعہ ابن ہشام وغیرہ سے نقل کیا جاتا تو ہم آپ کے اس دعوے کی صحت اور اس بیان کی اصلیت پر اعتبار کرتے۔ افسوس ہے۔ آپ کی اس خود غرضی پور اور ایسی مغویانہ دلیری پر آپ اپنے قلم سے بلاتامل آفریں و پیش وہ باتیں لکھ دیتے ہیں جب کائنات آپ کے اصلی ماحذون ہیں کہیں نہیں پایا جاتا۔ اور اس پر سخت دلیری کہ ماذک حوالہ بھی دیدیتے ہیں۔ صرف یہ سمجھ کر مصر کی چھپی ہوئی ابن ہشام۔ ہمدستان میں کہاں ملتی ہے اور کون دیکھتا ہے۔ استغفر اللہ ربی۔

اب دیکھئے۔ اسی ابن ہشام سے خاندان رسول کے اس معمول کی حقیقت کہاں تک صحیح معلوم ہوتی ہے۔

اس اسحاق عسکری عن ابی بکر سے محمد بن عرس حرم سے  
وہ عثمان بن ابی سلیمان بن حمر بن عظم سے وہ اپنے چچا نافع بن حمر  
وہ اپنے ماب حمر بن عظم سے مائل بن حمر کا بیان ہے کہ ہم نے قبل نبی  
وہی حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام عرفان میں قوم  
کے لوگوں میں سے ایسے خاص اور بڑے ہوئے دیکھا کہ آپ  
میرے سامنے اویس دو گون کے ساتھ ہوتی تھی جو اس وقت آگے  
تال ملاتی تھیں لکھئے ص ۷۹

قال اس اسحق حدیثی عن عبد اللہ بن ابی بکر عن  
محمد بن عرس حرم عن عثمان بن ابی سلیمان بن حمر  
بن مطع عن عثم نافع بن حمر عن امیہ حمر بن مطع  
قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
قبل ان یدخل علیہ الوحی واندہ لواقف علی بعلہ  
لعمرات مع الناس من بین قومہ حتی یدفع معھم  
مھا ووفی قاصن اللہ ورسولہ صلعم ص ۷۹۔

اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ مقام عرفات میں جانا اس رسم جنس کے رُود سے بالکل ترک کر دیا گیا تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیلو گون کے ساتھ قبل ثبوت عرفات میں موجود تھے۔ اور راوی کے مطابق۔ وہاں توقف فرما کر اوسکے سامنے ہی اپنے ہلچل میں شریک و شامل تھا۔ تو پھر آپ کے ساتھ یہ کون حضرات تھے جنکو حدیث ابن مسعود نے دیکھا۔ شبلی صاحب کی دیانت و فہانت جو کہے لیکن دنیا کی عدالت اور امانت تو یہی شہادت دے گی کہ وہ حضرت ممتاز بن بنی ہاشم تھے اور معزز بن نبوعلہ لمطلب۔ توفیقات الہی اسی وقت سے جبکہ شامل حال تھی اور اسی وقت سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی اقتداء کو اپنا مقناے شرافت اور مدعاے قربت سمجھتے تھے

واقعات مناقضان رسالت | شبلی صاحب مرقومہ مالا جہارت میں جس رسول کے ایسے خصوصیات

انکے فائز رسالت ہونے سے پہلے اس اہتمام و شان سے دکھلائی گئی تھیں اور آئندہ عمارت میں اس کے اطوار اور رفتار کو محض عامیانہ طریقہ معمولات کے مقابلہ تک خود لکھ کر بتلاتے ہیں۔ عبارت یہ ہے۔

(۱) عرب میں افسانہ گوئی کا عام رواج تھا۔ راتوں کو لوگ تمام اشغال سے فارغ ہو کر کسی مقام میں جمع ہوتے تھے۔ ایک شخص جب کو اس فن میں کمال ہوتا تھا۔ داستان شروع کرتا تھا۔ لوگ بڑے نوبوق و توق سے رات رات ہر سُننے لگتے۔

پس میں ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس جلسہ میں شریک ہونا چاہا۔ لیکن راہ میں شادی کا کوئی حال تھا دیکھنے کے لئے کھڑے ہو گئے وہیں نیند لگ گئی۔ اوشٹے تو جمع ہو چکی تھیں۔

(۲) ایک دفعہ اور ایسا ہی اتفاق ہوا۔ اوس دن بھی یہی اتفاق پیش آیا۔ چالیس برس کی مدت میں صرف دو دفعہ اس قسم کا ارادہ کیا۔ لیکن اندونون دفعہ توفیق الہی نے بچا لیا کہ تیری شان ان متاغل سے بالاتر ہے۔

ان دونوں واقعات سے معلوم ہوا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے جلسوں میں جن پر جو لعب اور افعال و اشتغال عبث کی تعریف پوری مطابق ہوتی ہے دلچسپی رکھتے تھے۔ اور ان میں شرکت فرمانے کی اکثر کوشش کرتے تھے۔ لیکن توفیق الہی ہر بار آپ کو اس کی شرکت سے بچا لیتی تھی۔ اس بنا پر ثابت ہو گیا کہ وہ عمل حسین آپ شریک ہونا چاہتے تھے۔ حقیقتاً مذموم و محبوب اور شان رسالت کے خلاف تھا۔ اور جو امتناع شرکت کی قدرت عملی ترکیب کمال لیتی تھی وہ مستحسن اور جائز تھی۔ مگر شبلی صاحب کے تحریر کردہ واقعات اس کے خلاف بتلاتے ہیں۔ جن مجمع میں آپ شریک ہونا چاہتے تھے۔ وہ عربوں کی داستان گوئی کی صحبت تھی۔ جس میں وہ غالباً اپنے اسلاف قدیم کے معرکہ آرائیان۔ تھو واریان۔ شجاعت۔ دلیری۔ داد و دہش اور دیگر صفات و خصوصیات کے ذکر بیان کرتے ہونگے اور اس میں بھی کلام نہیں کہ اوس میں مباغہ آمیزوں سے کام لیتے ہوں گے۔ لیکن با اینہما ان میں بظاہر حرام غیر مشروع اور باعث محصیت ہونے کی کوئی صورت نہیں پائی جاتی۔ تا وقتیکہ ان صحبتوں کے محسنہ و بلطفہ تقریر لکھ کر ان کے حرام اور غیر مشروع ہونیکے ثبوت کامل نہ ہو پچائے جائیں۔ اس بنا پر اگر یہ مجمع ایسا ہی داستانیں اور واقعات سننے کے خاص موقعے اور مقامات تھے۔ تو پھر یہ مذموم کہو نہ کہ جائز لگے۔ اور ان میں کسی کی شرکت محبوب کیسے کہی جائیگی۔ اس سے زائد تو شبلی صاحب کی استحفاظ شرکت کی جو تدبیر لکھتے ہیں وہ مذموم اور مقبوح معلوم ہوتی ہے جیسا کہ آپ خود لکھتے ہیں لیکن اتفاق سے راہ میں سادی کا کوئی حال تھا۔ دیکھنے کیلئے کھڑے ہو گئے۔ نیند لگ گئی۔ اوشٹے تو جمع تھیں۔

بقول آپ کے توفیق الہی نے ایک مشغلہ سے بچانے کے لئے جس دوسرے مشغلہ کی طرف متوجہ کر دیا وہ شادی کا حال تھا اگرچہ اس جلسہ سادی کے بن کوئی تفصیلی حالت نہیں لکھ گئے لیکن اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ جلسہ داستان گوئی کے مجمع سے زیادہ پر لطف اور دلچسپ ہو گا۔ تب تو شبلی صاحب لکھتے ہیں کہ (نمودہ بالہ) آپ دیکھنے کے لئے کھڑے ہو گئے اور نیند لگ گئی اوشٹے تو جمع تھے گویا رات بھر اسی جلسہ میں کٹ گئی۔ مگر جب اس جلسہ شادی کی کوئی تفصیلی حالت نہیں لکھی گئی تو شبلی صاحب



اپنے شاہی کے جلسوں کی مثالوں پر اندازہ کر کے خود تصفیہ فرمالین کیا یا آپ کی عقیدت رسول کی معرفت۔ ایسے جلسوں  
مجمعوں اور صحبتوں میں۔ رسول تو درکنار غلامان رسول تک کی شرکت کو ایسی محویت و مصروفیت کے ساتھ گذارنا  
سے صبح کر دی۔ ایک منٹ کے لئے بھی گوارا کرے گی۔

سبلی صاحب اپنی جاوید پرچہ شیون میں جاویدجا اور مناسب و غیر مناسب طریق و انداز بیان کا  
اپنی تحریر و بیان میں مطلق خیال نہیں کرتے۔ آپ نے عیسائیوں کے اس اعتراض کے جواب میں کہ آنحضرت صلعم  
خیالات و جذبات میں جو کچھ تغیر آیا ہے وہ ادعائے رسالت کے بعد۔ ورنہ آپ کے طرز و اطوار سب آپ کی قوم کے لوگوں  
کی طرح تھے۔ آپ کقدر چراغ پا ہوئے اور اپنی گذشتہ بحث بیان میں کتنی کد کاوش اور سعی و کوشش سے او کی تعریف  
کی تغیر فرمائی یہاں تک کہ صحیح بخاری کی ہی تعلیط کی نوبت پہنچائی۔ اب اگر وہی عیسائی آپ ہی کی اس تحریر کردہ اطوار  
رسول کو اپنے دعویٰ اعتراض کا شاہد بنائیں تو آپ کے پاس اونکا کیا جواب ہوگا۔ مشکل تو یہ ہے کہ ہم اکثر متقات  
پر دیکھتے آئے ہیں کہ آپ ایک مقام پر ایک واقعہ کا اقرار کرتے ہیں اور دوسرے مقام پر دوسری سے انکار فرماتے ہیں۔ اس  
تکون طبعی کا کیا علاج ہو سکتا ہے یہ دونوں واقعات جو لکھے گئے ہیں ان کے مابین کوئی حوالہ نہیں دیا گیا ہے کہ حقیقت  
حال کی کچھ تحقیق کی جاتی لیکن ہم کو اس بات کا خود یقین ہے کہ آپ نے انکو بے ماعدہ نہیں لکھا ہوگا۔ جو خاندان اصحاب حدیث  
ہی ہوں گے۔ ہر ارباب تاریخ۔ سب زیادہ مضحکہ انگیز طریقہ تو آپ نے یہ اختیار فرمایا ہے کہ حاستہ یہ یہ صفحہ میں انکے اسامہ  
حوالہ کی جگہ۔ سر ولیم میور صاحب کی یہ عمارت ترجمہ نقل فرمادی ہے۔

سر ولیم میور صاحب کہتے ہیں کہ ہماری تمام تصنیفات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں انکے چار چلن کی  
عصمت اور انکے اطوار کی پاکیزگی پر جواہل کہ میں کیا اب بھی متفق ہیں،

بچے تک جانتے ہیں کہ یہ شہادت کیسی ہے۔ اس شہادت کے اندراج سے تو خود بخوبی صاحب پر اعتراض  
قائم ہو جاتا ہے کہ سر ولیم میور اور تمام عیسائی مصنفین تک آپ کے اطوار کی پاکیزگی کو اتنے اعلیٰ درجہ تک تلمذاتے ہیں۔  
بخلاف انکے آپ سلمان ہو کر انکو ایسے عامیانہ معمولات اور بازارانہ گپ اور ہود و لعب کے جلسوں میں صحبتوں میں شام  
سے صبح تک محو واللہ دکھاتے ہیں نا فہم قدر۔

ہم ایسے غلط فہم نہیں کہ آپ کے اس ضمن کو بلا سبب ہمیں چکولہ یقین ہے کہ آپ نے اسکو اپنے اسلاف کے کسی مابین  
اصلی سے نقل کیا ہوگا۔ لیکن نقل کرنے کے وقت آپ نے اسکو بیچر و غور نہیں کیا کہ یہ این راہ کیسوی بترکان است  
آپ جن حالات و واقعات سے ذات رسول کی عصمت اور پاکیزگی قبل از نبوت ثابت کرنا چاہتے ہیں وہی واقعات معمولی  
اور عامیانہ جلسوں اور مجمعوں میں آپ کے رسول کی شرکت اور محالست ثابت کرتے ہیں اور پھر اتنی محویت کے ساتھ کہ شام کو  
صبح ہو گئی۔ رہبر توفیق بھی استغفار رسول کی نسبت ایک سو قی ہوئی تدبیر عمل میں لاتا ہے۔ اور اہل مکہ و مابین شروع جلسوں

کے مشاہدے سے باز رکھنے کے لئے صرف رسول کو دہن سلا دیتا ہے۔ اوس سے اتنا نہیں بن پڑتا کہ رسول کو گھر پہنچا دیتا کہ مشاہدہ معصیت کے ساتھ شرکت لہو و لعب کے ارام سے بھی پورے استغنا ہو جاتا۔ نہ ایسے ایسے سراپا غلط واقعات اسلامی کتابوں میں مندرج کئے جاتے نہ انکی بنیاد آج ان گنابانہ اعتراضات کا غافین کو موقع ہاتھ آتا۔ یہ دلائل صاف تکرار ہے ہیں کہ یہ واقعات و حالات ہی بالکل غلط ہیں۔ نہ انکی کوئی اصل ہے نہ حقیقت۔ طبقہ اسلام میں مساوت اور سلسلہ حضرت سید الانام میں تعمیم و طریقہ عام پیدا کرنے کی غرض سے پہلے خاندان رسولؐ اوسکے بعد۔ شان رسول صلعم کی نیوٹ بیونجانی گئی۔ فاعترفا و اولی الالبصار۔

یہ تو قبل بعثت کے حالات تھے۔ عین زمانہ رسالت میں اور خاص صحن مسجد میں۔ جب رسول اللہ کی طرف (معاذ اللہ) حبشیوں کے نواح و کھنڈ اور دکھانا منسوب و مشہور کیا جاتا۔ ہے تو قبل بعثت ان لہو و لعب کے متاعل کی کیا شکایت ہے۔ وائے گراں پس لہو و زب و ذوائے۔ افسوس تو یہ ہے کہ دوسروں کی پردہ پوشی کے لئے رسولؐ کی اتنی اور ایسی پردہ داری کی جاتی ہے۔ ہم بار بار کہتے چلے آتے ہیں کہ شبلی صاحب اور ان کے اسلاف متقدمین نے حقیقتاً شان رسولؐ ہی کو نہ سمجھا ہے اور آج تک سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ پہلے یہ حضرات شان رسولؐ کی حقیقی معرفت کا سلیقہ پیدا کر لیں۔ ہم پھر سمجھائے دیتے ہیں کہ قبل رسالت کی شرط میرا رہے۔ جب ہم نے ذات رسول صلعم کو از اول تا آخرہ فطرۃ صالحہ لہیرہ برقاہیم و مترتب تسلیم کر لیا تو پھر عام اس سے کہ صحاح والے ایسے مناقصہ شان رسالت واقعات لکھنے والے ثابت ہوتے ہوں یا مسانید و سنن والے ہم کو کواہنہ بنیں

## نزول وحی اور حصول رسالت

نبلی صاحب نزول وحی اور حصول رسالت کی تفصیل کی امتلا اس عبارت سے فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت سے دنیاوی تعلقات تھے۔ تجارت کا کاروبار تھا۔ متعدد اولادین تھیں۔ تجارت کی ضرورت سے اکثر سفر کرنا پڑتا تھا لیکن دست قدرت کو جو کام لینا تھا وہ ان تمام مشاغل سے بالاتر تھا۔ دنیا اور دنیا کے تمام کام آپ کو بیچ نظر آتے تھے۔ تاہم مطلوب حقیقی کا ایک پتہ نہ تھا۔

بالکل صحیح ہے تفویض رسالت اور تعین نبوت کے وقت یہ تمام تعلقات معاشرت آپ کے گرد و پیش تھے جو حد کی طرف سے اسوۂ حسنہ بنا کر دنیا اور اہل دنیا کی تربیت و ہدایت کی غرض سے دکھلائے جانے والے تھے۔ اور احصاء تجرؤ اور رہبانیت کے ہر اسالہ طلسم ہمیشہ کے لئے توڑے جانے والے تھے۔ اور انکے خلاف اہل عالم کو تعلیم دینی منظور الہی تھی کہ دنیا کے تمام جائز اور حلال تعلقات کے ساتھ رہ کر بھی۔ الہیات و دنیات کا مبلغ اخلاقیات و سیاسیات کا معلم معرفت آسمانی کی کافی تعلیم دے سکتا ہے۔ اور رہنمائی کو تین کے تمام خدایات ادا کر سکتا ہے اویسی تعلیم کامل نے تمام بنی انسان کے قلوب پر پیریزین اصول کا پیر کر دیے کہ ویتا اگر اصول دین اور حد و شریعت کے اندر رہے تو عین دین ہے۔

سانک تو تسلی صاحب کی عمارت شان رسالت اور اوصاف نبوت کے مطابق ہے لیکن آپ کا اخیر فقرہ کہ تمام مطلوب حقیقی کا ارتکاب تہا قابل قبولیت نہیں اسلئے کہ آپ کے ادسی قایم اصول تعلیم کی طرف راجح ہے اور پھر ان فقرہ پر بھی وہی مہیا یوں کا گمراہانہ قیاس کہ جو کچھ آپ کی ذات میں تغیر آیا وہ وقت رسالت سے "صادق آجاتا ہی لاجل ولا قوۃ۔ حالانکہ یہ مطنہ قاسم ہے۔ رسول کی حبیبی عصمت ذاتی قدیم ہے وہی اوسکی معرفت الہی بھی قدیم ہے ابکی قدرت نبویا امتدادی سے علم لدیہ کے فیوض و آثار پر فائز ہے۔ وہ ہدایت و ارشاد کے لئے صرف ایک مدت خاص تک حکمی مناسبت اور مصلحت کا علم عام ذات باری تعالیٰ کے متعلق ہے وہ ماذیل و مامور نہیں کیا جاتا ورنہ اوس میں تمامی اوصاف و علامات نبوت۔ تفویض رسالت کے قیل سے پائے جاتے ہیں۔ ہمارے رسول برحق کے متعلق کتابوں میں کثیر التعاد و واقعات ایسے موجود ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر کافر و عمائد عرب نے قبل از نبوت آپ کو دیکھ کر انھیں محاسن اوصاف و مکارم اطوار کے اعتبار پر آپ کو سی اللہ ہوئی کی صحیح تجارت یہو یحائی بھی چنانچہ طلبا بنان سعد میں ایسی خبر و واقعات کو ایک علمی ماب میں جمع کر دیا ہے۔

اس بنیاد پر یہ لکھ دینا کہ ہمارے رسول کو چالیس برس تک صلہ کا تہانہ لگا۔ اور چالیس برسوں کے بعد بعثت کے وقت سے وہ خدا کا ستنا سا ہوا۔ عقائد مسلمہ اسلام کہ بالکل خلاف ہے۔ نعوذ باللہ اگر فرض محال ایسا ہی ہے تو پھر چالیس برس تک وہ کس وجود کا قائل اور کس مسلک کا سالک تھا؟ اور پھر اوسین اور ورقہ بن نوفل اور عثمان بن حویرث وغیرہ کی ذات و صفات میں کیا فرق مابہ الامتیاز ماتی رہا۔

بھیر ہم وہی کہیں گے کہ تسلی صاحب شان رسول کو سمجھے ہی نہیں پہلے آپ سمجھ لیں کہ قبل بعثت انبیاء و مرسلین کے قلوب نورانی پر کون سے احوال مخصوصہ مستولی ہوتے ہیں۔ وہ امتدادی سے خدا کے وجود کو کیا اوراد سکے ازلی اور ابدی ہونے کا یقین کامل رکھتے ہیں اور اوس طرح انکو خدا کی تمام ذات و صفات کا علم راسخ اور یقین و اثن ہوتا ہے۔ وہ رسالت و نبوت کے منصب پر فائز ہونے سے پہلے۔ عالم کائنات کے تمام اشیاء اور ازل کے تمام افراد و اخلا سے اوس صانع برحق اور قادر مطلق کی قدرت کا مشاہدہ اور ثبوت قائم کیا کرتے ہیں۔ اور حقیقتاً اس عالم اور اس زمین میں وہ اپنی واقفیت علم کو یقین اور پھر یقین کو سکینہ الہی کے انتہائی حدود تک پہنچاتے ہیں اور یہیں سے حدود انسانی کی انتہا اور مضامین ملکوتی کی امتداد ہوتی ہے جسکا یہ لازمیہ رسالت ہے۔ انکے اس غور و تفحص اور فکر و تحسس فی ذات کو خاص کر تلاش وجود و معبود سے تغیر کرنا محض غلط فہمی ہے۔ اور یہی فہمی شعبلی صاحب کو بھی بیان لاتی ہوئی ہے حقیقت میں یہ مطلوب حقیقی کی تلاش نہیں تھی۔ بلکہ اوس غیر مرنی وجود کا ثبوت اوسکے ظاہری محاورات و مصنوعات کے مشاہدات سے حاصل کرنیکا ریاض تھا۔ اور اس تلاش و جستجو سے معاذ اللہ کتیب قلب کا ہم و گمان ہمیں کیا جاسکتا ملکہ تسلیہ قلب کا یقین ہوتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم نے خداوند عالم کے اس سوال (اَوَلَمْ نَقُؤْ مِثَّکَ) کیا تم میرا بیان نہیں رکھتے کے جواب

میں فوراً ارشاد فرمایا کہ نلی، لکن کی طبعیت قلعی۔ ہاں میں تجلیاں لکھتا ہوں لیکن یہ استعارہ صرف اطمینان طلب کی عرصہ خاص ہے یہ اس واقعہ اور اسی کے ایسے خاص حضرت ابراہیم اور متاہدہ احرام فلکی حضرت خضر و موسیٰ اور حضرت داؤد و سلیمان علیٰ علیہ السلام کے حالات و تفسیر سے مندرجہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ان حضرات مقدسین کو قبل، بعد رسالت ان تفسیرات سے وجود آتی کی خاص تلاش منظور نہیں تھی بلکہ اس کے ثبوت قدرت کی جو عین ثبوت وجود تھے کیونکہ ذات الہی عین صفات ہے اور صفات عین ذات۔ اس غور و تفحص اور تلاش و تجسس میں وجود قدرت کی علوہ آرا مطلوب تھی اور اس کے مشاہدے اور معائنے و کار تھے۔ جس کے ذریعہ سے ان کی معرفت اور تبلیغ رسالت کی ضروریات میں اور استحکام و تقویت سے دلائل و براہین بیان کرنے اور دنیا کے آگے بہیات کی صورت میں مثال بیت کربلا میں آسانی اور سہولیت حاصل ہو

اب شبلی صاحب سمجھ لیں۔ شان رسول یہ ہے اور اس کی تلاش اور جستجو بھین مشاہدات قدرت کی طرف تھی نہ صلی وجود قادر مطلق کی جانب اس بارگاہ کا آخر فقرہ آب کی صریح غلط فہمی پر مبنی تھا جس کی الحمد للہ کامل اور کافی اصلاح کر دی گئی۔

شبلی صاحب کسی مضمون کو سلسلہ سے کبھی نہیں لکھتے۔ نزول وحی کی ابتدا آخر مراتب وحی سے لگتی ہے اور اس کا آغاز واقعہ نزول اقرار سے کیا گیا ہے۔ اس سے دینیات کا مبنی۔ اس بیان کو پھر ہر حقیقت وحی کو یہیں تک محدود کر دیا گیا۔ اور سمجھ لیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک بارگی یوہن وحی آسمان سے اوپر پڑی۔ شبلی صاحب۔ آپ نے کتاب خاص و عام سب کی واقفیت و اطلاع کے لئے لکھی ہے۔ ہر مضمون کی تفصیل کو خاص طبعات کے علم و اطلاع پر منحصر کر کے قلم انداز کر دیا۔ عوام کو کیا فائدہ دیکھتا ہے۔ اس بارگاہ کو نزول وحی کے مدارج و مراتب سلسلہ وار (بالاختصار ہی) لکھ کر بتلادیا نہایت ضروری تھا۔ کہ ان کی سمجھ میں آجاتا کہ مدبرین قدرت نے اپنے رسول کے میکافاتی یہ مدارج روحانی کے مار۔ بتدریج اور رفتہ رفتہ نازل فرمائے ہیں کہ وہ سیکر مظر اس کے جلال قدرت کو اپنی امکانی قوت کے مطابق سنھال سکے۔ طرفہ تو یہ ہے کہ حواسی زیرین بین کہیں کہیں جب العادت انکا اشارہ بھی کر دیا گیا ہے پھر نہیں معلوم کہ مصلحت سے وہ معنایں و عبارات داخل کتاب نہیں لگائی

شبلی صاحب سے بات بات پر کون اولیٰ کرے۔ ہم شبلی صاحب کی ان تمام فروگزاشتوں سے قطع نظر کر کے جبکہ ہم انکو مقام پر فیصل سے بیان کرینگے جناب رسالت آب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استغراق فی اللہ اور جس فی اثبات الوجود المحض کے عوالم و کوائف کو جنہیں مدارج وحی کی حقیقت بھی ضمناً داخل ہے۔ ذیل میں بیان کرتے ہیں۔ اور باتفاق جمہور یہ ثابت ہو کہ معارف ربانی اور مکاشف روحانی کے یہ عوالم و آثار قبل انبوت آپ کے قلب ذرانی پر استولیٰ بالکرم اور پریاں ہو چکا ہے کہ جناب رسول خدا صلعم کے حسن معاشرت اور اس کے جاتر اور ضروری مشاغل میں آپ کا

انہما کے لئے اسوۂ حسنہ تھے لیکن جیسا کہ شبلی صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ بالینہر دست قدرت کو جو آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کام لینا تھا وہ ان تمام مشاغل سے بالاتر تھا! اس لئے اس کام کے مقابلہ میں جو مخالفانہ عقائد آپؐ کی عظمت صالحہ کے ساتھ مخصوص فرمایا گیا تھا۔ آپؐ دوسرے کاموں کو سمیقدار اور بیوقوف سمجھتے تھے۔ اور زیادہ تر اسی مرض مخصوص کی طرف متوجہ رہا کرتے تھے۔ وہ فرض مخصوص کیا تھا۔ پہلے یہ ذہن نشین کر لینا چاہیے۔ وہ ذات واجب الخ کا ادراک اور عالم کائنات کے ہر ہر جزو سے اس کے ظہور قدرت کا ثبوت۔ اور اشیائے مخلوق میں انوار خالق کے مشاہدہ قدرت کا اشتیاق تھا۔ اگرچہ یہ عالم آپؐ کی فطرت صالحہ کے ساتھ مخلوق تھا تھا لیکن خلقت انسانی کے اصول نمونہ اور افعال مطابق۔ حیوان حیوان میں ترقی ہوتی گئی۔ ان جذبات روحانیت میں بھی افزائش ہوتی گئی۔ تاہم ایک وقت نسبتاً سن مبارک چالیس برس کا ہو گیا تھا اسی مقدار سے آپؐ کے ان قلبی اور روحانی ادوار معارف میں بھی کامل اضافہ پیدا ہو کر یہ کمال بھی تکمیل کے درجہ تک پہنچ گئے۔

انہیں جذبات روحانی کے اثر سے جیسا کہ تمام تاریخ و سیر کے اتفاق اور کتب تفسیر و حدیث کی تفصیل وسین سے ثابت ہوتا ہے۔ آپؐ بسا اوقات گھر سے ماہر میدانوں۔ بیابانوں اور کوہستانوں میں نکل جایا کرتے تھے بیوقوفوں اور مہینوں کی حوالہ اور اونٹوں کا یا با اپنے ہمراہ لے لیا کرتے تھے۔ اور مہینوں۔ بیابانوں اور کوہستانوں میں قدرت الہی کے عجائب و غرائب اور اسکی صفت لامتناہی کے مدایج و مناصب کا سراغ العین مشاہدہ فرمایا کرتے تھے۔ اور ان مشاہدات سے اس قادر مطلق اور صنایع برحق کے جو کائناتوں میں لایا کرتے تھے تاؤ فکر لکھنے کی حقیقت کامل طور سے نہ معلوم ہر لہجہ تھی۔ دوسری شے کی ماہیت کی تلاش کا سلسلہ اوٹھایا جاتا تھا۔ اگر اسد میدان میں کمانے بیٹے کی چیزیں تمام ہو جاتی تھیں تو اگر واپس نہ بیٹ لاکر قید بصر دردت پھر وہ چیزیں ہمراہ لے لی جاتی تھیں اور پھر انہیں یہ مقامات میں واپس آجائے تھے۔ بسا اوقات ان تحقیقات کا مشاہدہ انوار الکیات کے ذریعہ سے عالم رویا میں ہو جایا کرتا تھا بعض اوقات

النام۔ الفا۔ اور تدار کے طریقہ سے مسئلہ تحقیق طلب کا فیصلہ آخری آپؐ کو تبادو یا حاکم تھا۔ تدار و عرو کی حالتوں میں آپؐ صرف کلمات ناکوس لیا کرتے تھے۔ اور نہ کنندہ کو باوجود تفصیل تلاش کے اپنے گرد و پیش کہیں بھی نہیں پاتے تھے و رہا ہے جس کے حلو کر دین میں کہیں اپنے وجود ذاتی سے اس کے وجود باقی اور اتالی کے ثبوت فراہم کئے جاتے تھے یہی کبی ایذا کی عبادت تھی۔ جبکہ علمائے تابع و حدیث نے کجگشت کی خاص اصطلاح سے تمام کائناتوں میں لکھا ہے اور حقیقت یہی ہے کہ یہ اسوقت بھی تھکاوٹ و تجسس فی انشاء الوجود۔ آپؐ کی عین عبادت تھی جن لوگوں نے ایمانے سائقین کے حالات اور خصوصاً حضرت ابراہیمؑ کی تفصیل معرفت کے واقعات کم سے کم اسوۃ الرسولؐ حلالوں میں پڑھ چکے ہیں۔ وہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان مجاہدانہ تجسّسات کو حضرت ابراہیمؑ کی تلاش وجود سے بالکل مطابقت پائیں گے۔ ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان میں آپؐ کی اس عبادت کے حالات لکھتے ہیں۔ کہہ کے کو بہستانی مقامات میں

آپ نے جس مقام کو اپنی عبادت کے لئے تجویز فرمایا تھا وہ عاصی تھا۔ یہ عبادت کو معلم سے تین میل کے فاصلہ پر اس کو ہستانی سلسلہ میں واقع تھا جس کو جبل فاران کہتے تھے۔ یہ غار طول میں چار گز اور عرض میں پونے دو چار گز تھی۔ بدست سے سات برس پہلے انوار الہی کی تخلیقات اسی غار میں آپ پر ظاہر ہونے لگی تھیں۔ علامہ عبد اللہ بن فیروز آبادی سفر السعادت میں لکھتے ہیں کہ کتاب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان انوار الہی کی صفو شائینوں کو دیکھ کر بیجا سو رہے تھے۔ مگر ان تخلیقات میں کوئی صورت یا اس سے کوئی آواز نہیں پیدا ہوتی تھی۔ رحمۃ العالمین ص ۲۹

بعثت کا زمانہ جتنا قریب ہوا جتنا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبع مبارک میں حالت گزینی کی عادت ٹریٹنی جاتی تھی۔ ان ایام میں آپ اکثر باغی اور شکاریہ سے لکھی کوں دور غار حرا میں عاکر بیٹھ رہا کرتے تھے۔ اور شبانہ روز عبادت الہی کیا کرتے تھے۔ اس عبادت میں تحمید و تقدیس الہی کے علاوہ قدرت الہیہ پر تائید و تکریم بھی داخل تھا اور یہی آپ کی قدیم عبادت تھی جس کو تحفہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ مولوی شبلی صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ غار حرا میں آپ محنت یعنی عبادت کیا کرتے تھے یعنی شیخ بخاری میں ہے۔

قل ما کان صفة تصدہ احسن ماں ذلک  
ما لشکر ولا اعتل

سراں کیا گیا ہے کہ اس وقت آپ کی عبادت کیا تھی  
کہ غار حرا میں رہتے تھے۔

یہ وہی عبادت ہے جو آپ کے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبوت سے پہلے کی تھی۔ سمارون کو دیکھا۔ تو چونکہ تجلی کی جھلک تھی۔ وہ بولا ہوا۔ یہاں تکھا اور شہ پہ ہوا۔ آفتاب پر اس سے زیادہ لیکن جب سب نظروں سے غائب ہو گئے تو مسیحا نے پکارا کہ انا آج کل میں مانی بیرون کو میں سید کرنا۔ راقی قاضی حضرت وحی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنا تہ اسی کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔

لیکن مغربی مؤرخ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس عبادت کی کیفیت اس طرح ادا کی ہے۔

سفر و حضر میں ہر جگہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دل میں ہزار سوال پیدا ہوتے تھے۔ میں کیا ہوں؟ یہ میرا تہا ہی عالم کیا ہے؟ نبوت کیا ہے؟ میں کن چیزوں کا اعتبار کروں؟ میں کیا کام کروں؟ کیا کوہ تراکی چلاؤں؟ کوہ طور کی سرنگ کیوں چلاؤں؟ گھنڈہ لڑکیاں کسی نے ہی ان سوالوں کا جواب دیا۔ تین۔ چار۔ گز نبیوں۔ بلکہ گند گردان۔ گروں لیل و نهار بچھتے ہوئے تیار رہتے ہوئے بادل ان سوالوں کے جواب نہ دے سکے۔ سیرۃ النبی ص ۱۴۷ بحوالہ کارناٹیل ہیرڈ

حناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عالم خاص کو دیر سچ نبوت سمجھنا چاہیے۔ اس عالم کی تکمیل کے بعد آپ کی رویا کے صاف ہونے لگے۔ اور ان کے ذریعہ سے انکشاف حقائق ہونے لگے۔ اس عالم سے نبوت و رسالت کی تصدیق شروع ہوتی ہے۔ صحیح بخاری میں ہے اول ما لدیہ رسول اللہ صلعم من الوحی الوہی آء التماسا فی الوم جس پر پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی الہی نازل ہوئی وہ سچے جواب ہوتے تھے۔ اور جواب ہی کے ذریعہ سے آپ



اسرار مستف ہونے لگے۔ جو کہ آپ خواب میں دیکھتے تھے تعبیر یہی پیش آتا تھا۔ سیرۃ النبی (دعاستیہ۔ عربی)۔  
اس سے ثابت ہو گیا کہ روایہ صادقہ بھی وحی الہی کا ایک شعبہ خاص ہے شاہد ہے اسکے ثبوت میں مائتہ  
آدی فی المائہ سمیں درج اسمعیلؑ کی پوری فہرست اسرارہم کو عالم خواب میں دکھلا دی گئی تھی۔ لیکن یہ بھی یقین کر لینا  
چاہیے کہ یہ خواب انبیاء و مرسلین کے مقدس دامن تک محدود تھے۔ ہمارے آپ کے خواب کو ان سے مسامت  
نہیں ہے

اس سورا کے متعلق خود آنحضرت صلیم کے یہ اقوال نقل کرتے ہیں انا معشر الانبیاء تمام اعیننا ولا تمام قلوبنا  
ہم لوگوں انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں سو جاتی ہیں۔ قلوب میں سوتے۔ پھر رستا و مواتے ہیں امام عبیدائی ولا یمام قلبی میری دونوں  
آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا قلب میں سوتا۔ یہ حقیقت ہے انبیاء علیہم السلام کے خواب کی۔ خواب کی حالت خاص میں انبیاء کے  
قلوب نورانی انکشاف حقیقت کے لئے بیدار اور کشادہ رہتے ہیں۔ اس بنا پر اکثر حکماء اسلام نے انبیاء کے خواب  
بھی لفظیاً یعنی بیداری میں شامل کیا ہے قبل نبوت ایک معتبر زمانہ تک اسرار الہیات کے انکشافات روایہ  
صادقہ کے ذریعہ سے ہوتے رہے اسکے بعد تداو الامام کے مدارج وحی آغاز ہوئے۔ طبری نے نہایت تفصیل سے  
اسکی کیفیت لکھی ہے۔ ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

عمرانی کثیر قال سئلت ابا سلمہ ای القرآن اول  
اول فقال یا ایہا المدثر فقلت بقولہ اقرا باسم  
ربک فقال انا سلمہ سئلت حارث بن عسہ اللہ ای  
القرآن اول فقال یا ایہا المدثر فقلت اقرا  
ما سمرک الذی خلق فقال لا اکرہ ما حدثنا النبی  
صلی علیہ وسلم قال فی حواء فلما قضیت جوارى  
هبطت فاسدیت طست الوادی صودیت مطرت  
عن عینی وعن سمائی وحلمی وقد اخی قلمی راہتہ  
مطرت فوقی راسی فادھا جالس علی عرقہ

اس کی کثیراں کرتے ہیں کہ میں نے اوسلمہ کو پوچھا کہ قرآن مجید میں کون آیت  
پہلے مارل ہوئی ہے اوسلمہ نے کہا یا ایہا المدثر میں نے کہا لوگ تو  
کہتے ہیں اقرا باسم ربک میرے سے پہلے مارل ہوا۔ اوسلمہ نے جواب  
کہ میں نے یہی سوال حارث بن عسہ انصاری سے کیا تھا اور انھوں نے  
مجھے بتلایا تھا کہ قرآن میں پہلے یا ایہا المدثر مارل ہوا ہو یہی  
بھی یہی اور سے کہا تھا۔ حارث نے میں نے یہی بتلایا ہوں جو میں نے  
خود جواب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے مجھے فرمایا  
کہ میں حسب معمول عار جہا میں علت گزین تھا کہ صلا کا مرتبہ جمعہ مارل ہوا  
اور مجھے سدا کی میں نے وائیں۔ مائیں اور آگے بھیجے۔ ہر چند اس ندا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ یہاں دیا اس سے اپنے سرور و گارویجاں لیا کے مطابق اور الاہسان بصیر علیٰ ہستہ (اساں اپنی نفس کا  
خود دیکھا ہے) کے حکم کے موافق ایسے ہی سوالات و جہدات قلب مبارک میں بیدار ہو کر آپ کو خود مانتے تعالیٰ کے کافی ثبوت یہو بخاتے تھے لہذا عیساں  
نے اس شعبہ وحی بھی راجع کو بہت وسیع اور محض عام کر دیا ہے۔ اس کے نزدیک ہر شخص اس جواب (ڈرل) کی صلاحیت رکھتا ہو اس شعبہ وحی پر کیا  
موقوف ہو خصوصاً احکل علیا یورب تو ہر شاعر کے کمال کو کہاں موت و سادی درشتی تلاتے ہیں ہنوز مائیں الموقوف یہ لاداد حیدر علی



استاءوا الارض محسنت مہمانت حدیث ۴۴ فقلت  
د توفی وصقوا علی ماء قال حد توفی وصقوا علی ماء  
ماؤہ اعدلت یا ایہا المؤمنون۔

ماکرے والے کی تلاش کی لکیر کسی کو بھی دکھا۔ پھر میں نے سراٹھا کر اوپر  
دیکھا تو اوس ماکسرد کو آسمان میں کے درمیاں مہمانت کیا دیکھ کر

عجیب حلال اتنی کاروباری ہو گیا۔ میں خود لکھ لوٹ آیا اور حدیث ۴۴ سے کہا کہ مجھے کپڑا ڈال دو میری مہربانی چھڑکدے۔ یہ سن کر اوروں نے  
مجھے کپڑا ڈال دیا۔ بھڑکانا میرے موہید بڑا الا تو وہ کیسی رائل ہو گئی اسکے بعد کہ یا ایہا المؤمنون تامل ہوا۔ طریقی میں مٹھوئے میں  
صاحب رحمۃ العالمین نے مشکوٰۃ باسناد صحیحین اور تاریخ طبری کے متفقہ روایات سے ماحوۃ فرما کر اس  
واقعہ کو یوں لکھا ہے۔

حب انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر چالیس سال قمری پر ایک دن اور پڑھا تو نوین ربیع الاول سال ۱۱  
(مطابق ۶ فروری ۶۱۰ء) کو روزِ دو شنبہ۔ روح الامین خدا کا حکم نوت لیکر آنحضرت صلعم کے پاس آیا۔ اس وقت  
آنحضرت ۳ غار حرا میں تھے۔ روح نے کہا۔ اے محمد! بتاات قبول فرمائیے۔ آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل  
ہوں۔ سہرا لحدت محمد الدین فیروز مادی اسکے بعد بھی صلعم فوراً گھر میں آئے اور بیٹ گئے۔ بی بی سے کہا کہ مجھے کپڑا  
ڈال دو (حدیث ۴۴) حب طبیعت میں فراسکون ہوا تو موسیٰ سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے  
اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے مشکوٰۃ ص ۵۱۴۔

نزول اقرار۔ حسب المعمول ایک دن (ما سنا و طبری ۱۸ رمضان سنہ عام الفیل مطابق ۱۱ سالہ ۶۱۰ء)

غالب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار حرا میں تشریف فرما تھے۔ کہ فرستہ غیب (روح الامین) نے آکر  
آپ کو ان الفاظِ رہنمائی میں بتارت دی۔

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ الْإِنْسَانَ  
مِنْ عَلَقٍ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ  
عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا كُنْ يَعْلَمُ

پڑھ (دعوتِ وحی) اوس حد کے نام کو۔ جس نے کائنات کو پیدا کیا  
میں نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا پڑھ اوس  
حد کے برگ نام کو یعنی اوس خدا نے برگ کے نام پر عام لوگوں

کو دعوت دے۔ جس نے انسان کو وہ ماس سکلائیں کہ جنکو وہ پس جانتا تھا۔

شبلی صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

آپ اس واقعہ کے بعد اوس وقت گھر واپس تشریف لائے۔ تو جلال الہی سے لبریز تھے۔ آپ نے حضرت  
خدیجہ سے تمام واقعہ بیان کیا۔ وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لوگین اور جو عجمی زبان جانتی تھے اور توریت و انجیل کے  
ماہر تھے انھوں نے آنحضرت صلعم سے واقعہ کی کیفیت حسی تو لکھا یہی ناموس اکبر ہے جو موسیٰ پر اترتا تھا۔ روایت میں  
ہے کہ آنحضرت صلعم کو ڈر پیدا ہوا۔ حضرت خدیجہ سے کہہ کر آپ متروک نہ ہوں۔ خدا آپ کا ساتھ نہ چھوڑے گا۔ پھر وہ آپ کو  
ورقہ بن نوفل کے پاس لوگین قوادہنوں نے آپ کی تصدیق کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے بلاشبہ

یہ الفاظ کچھ ”جھکڑ رہے“، لیکن یہ تروید ہے۔ یہ اضطراب حلال الہی کا تاثر اور نبوت کے مارگران کی عظمت کا تحمل تھا۔ آپ نے کیا دیکھا، ماموس اعظم نے کیا کہا، کیا کیا مشاہدات ہوئے؟ یہ وہ مارک مایتن ہیں جو الفاظ کا تحمل نہیں کر سکتے۔ صحیح بخاری باب التعمیر میں ہے کہ چند روز تک وحی رک گئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کی جوتی پر پڑھ جاتے کہ ایسے آپ کو گرا دیں۔ وقتاً حضرت حرمل نظر آجاتے تھے اور کہتے تھے۔ اے محمدؐ۔ تم واقعی خدا کے پیغمبر ہو اس سے آپ کو اس وقت تسکین ہو جاتی تھی۔ لیکن جب بیرونی کچھ دنوں تک رک جاتی تھی تو پھر آپ کسی بیمار کی جوتی پر پڑھ کر اپنے آپ کو گرا دینا چاہتے تھے۔ اور پھر حضرت حرمل نمایاں ہو کر تسکین دیتے کہ آپ واقعی خدا کے پیغمبر ہیں۔ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے حقل اول کی شرح میں معترضین کا اعراض نقل کیا ہے کہ ایک پیغمبر کو نبوت میں کیونکر شک ہو سکتا ہے۔ اور ہو تو کسی عیسائی (ورقہ) کے کہہ دینے کی تسکین ہو سکتی تھی۔ پھر ایک مشہور حدیث کا یہ جواب نقل کیا ہے کہ موت ایک امر عظیم ہے۔ اسکا تحمل وقتاً نہیں ہو سکتا۔ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب کے ذریعہ سے اس سے مانوس کیا گیا۔ پھر جب دفن فرشتہ نظر آیا تو آپ مقتضائے بستریت خوف زدہ ہو گئے۔ حضرت خدیجہ نے آپ کو تسکین دی۔ پھر جب ورقہ نے آپ کی تصدیق کی تو آپ کو پورا یقین ہو گیا۔ محبت مذکور کے الفاظ میں ملتا سمع کلامہ ایقن بالحق واعترف بالحق آپ نے ورقہ کا کلام سنا تو آپ کو حق کا یقین آ گیا اور اپنے اس کا اعتراف کر لیا۔ محبت مذکور اسکے بعد لکھتے ہیں کہ وحی مارا مارا اس لئے رک جاتی تھی کہ آپ رفتہ رفتہ اسکی برداشت کر سکیے قابل ہو جائیں۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب التعمیر جلد ۲ ص ۲۱۰ مطبوعہ مصر

لیکن جبکہ ترمذی میں یہ حدیث موجود ہے کہ موت سے پہلے جس درخت کے نیچے آپ بیٹھے تھے۔ اسکی تمام شاخیں آپ پر چھبک آئیں جس سے لاہب بھرانے آپ کے نبی ہو سکا یقین کر لیا جبکہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اس پیغمبر کو پہچانتا ہوں جو نبوت سے پہلے مجھ کو سلام کیا کرتا تھا۔ حکم صحاح میں موجود ہے کہ نبوت سے پہلے فرشتوں نے آپ کا سینہ چاک کیا۔ اور حبشی آلایش نکال کر بھینکی تو خود ان روایتوں کے روایت کرنے والے کیونکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ فرشتہ کا نظر آنا ایسا واقعہ تھا کہ جس سے آپ تقدیر خوف زدہ ہو جاتے تھے۔ کہ ایک دفعہ تسکین ہو کر بھی مارا اضطراب ہو رہا تھا۔ اور اپنے آپ کو بیمار سے گرا دینے کا ارادہ کرتے تھے۔ اور مارا حضرت حرمل کو اطمینان دلانے کی ضرورت جوتی تھی کیا کسی اور پیغمبر کو بھی اتنی وحی میں کبھی شک ہوا تھا۔ حضرت موسیٰؑ نے درخت سے آواز سنی کہ میں خدا ہوں تو کیا اونکو کوئی شبہ پیدا ہوا تھا؟

حافظ ابن حجر وغیرہ کی بیرونی کرینکی بہک ضرورت نہیں۔ بلکہ پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ خود اہل روایت بہ سند مرفوع متصل ہے یا نہیں۔ یہ روایت امام زہری کے بلاغات سے ہے یعنی سند کا سلسلہ زہری تک تمام ہو جاتا ہے اور آگے نہیں ٹر رہا۔ خیال پھر خود شارحین بخاری نے تصریح کر دی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے عظیم الشان واقعہ کے لئے

سند مقطوع کافی نہیں۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۵۰

الحمد للہ شیلی صاحب کی انکھیں کھل گئیں۔ اور وہ سب حلد اپنے اسلاف کی غلط فہمیوں کو سمجھ گئے اور اس پر کچھ تقلید اسلام کی کچھ حد بھی ہے۔ آخر کمان تک؟ آپ کو نزرگان سلف پر پیش آ ہی گیا۔ اور پھر قوطیش میں آپ لے ملا تامل اور بلا خیال پس دیتیں کتب صحاح سے لیکر۔ اس حجر اور امام زہری تک۔ ایک ایک کی پوری خبر لے لی۔ نہ بخاری صاحب کا اور نہ مسلم صاحب کا لحاظ۔ اور نہ خود اسوقت کی رجوسی میں اسنے اعترافات و مسلمات کا کوئی خیال رہا۔ حکو آپ اسنے دست و قلم سے مابین الفاظ و بیابان سیرۃ النبی میں لکھ چکے تھے کہ صحیح بخاری مسلم نے ایک غلط کیسی ضعیف تک روایت اپنی کتابوں میں نہیں لکھی۔ اب انھیں شیلی صاحب نے ان حضرات کی اتنی مردانہ یرسے سے قلم بھیر دیا۔ اب شیلی صاحب خود فرمایں کہ آپ کا دیباچہ والا یہ اصول کہ حدیثوں کی کتابوں کو تاریخ میرٹ کی کتابوں پر ضرور ترجیح ہے اسلئے کہ او میں ایک حدیث بھی غلط اور ضعیف نہیں۔ آپ ہی کے اس تنقید و تردید سے صحیح ثابت ہوا یا غلط۔ لاحول ولاقوة۔ اس عبارت تنقیدی کو تمام کر کے نتیجہ یہ نکالا گیا ہے کہ چونکہ مرقومہ بالا روایت امام زہری کے ملاعات سے ہے اسلئے نہ قابل اعتبار ہے نہ لائق استناد۔

اسوقت اپنی ضرورت سے آپ حوچا ہیں کہ لیں۔ لیکن سب سے پہلے تو سوال بخاری مسلم صاحبان سے ہے کہ یہ حضرات نقادان فخر اور اُتادان احادیث کیسے تھے جو روایات میں لاغات اور متصلات کی بھی تمیز نہیں رکھتے تھے شیلی صاحب امام زہری کو ضرورت وقتی سے مجبور ہو کر بیابان کچھ نہ کہیں۔ مگر خدا کے لئے آگے پیچھے کا بھی خیال رکھیں انھیں امام زہری کی مدح و ستائش (دیباچہ ص ۵۱) کتنی خامہ فرسائی کی گئی ہے۔ درادوسکا بھی خیال رہے۔ اور اگر اوپر نہیں خیال کیا جاتا تو اصول عقائد کے مطابق تو ادب اسلام تو ضرور واجب ہے۔ دیکھئے امام زہری کون ہیں؟ تابعین ہیں وخیل تابعین کے القاب اضافی سے ہمیشہ کتابوں میں ذکر کئے جاتے ہیں۔ یقرتالین کی مرویات کو آپ کے علمائے اتعاصرتہ دے رکھا ہے کہ مرویات صحابہ ادن سے فزتری ہیں۔ اور تابعین کے مرویات میں الیہی خصوصیت ہی حکو آپ مجھے بہتر جانتے ہیں۔ ایسی حالت میں بلاغات و مراسلات تابعین کی نسبت آپ مذہبان ہلا سکتے ہیں اور نہ ایک حرف منہ سے کال سکتے ہیں تا وقتیکہ تقلید اسلام کا قلاوہ گردن سونہ اٹھا لیجئے اور ان تمام غلط اصول عقائد صحابہ و تابعین کو اپنے ہاتھوں سے نہ مٹا لیجئے۔ فافہم فتدبر

شیلی صاحب کی غلط سبلی صاحب کی اتنی صفائی اور خامہ فرسائی کی کوششوں کے بعد بھی ہم دیکھتے ہیں کہ معتضدین کے اعتراض اپنی جگہ پر ویسے کے ویسے ہی قائم ہیں۔ اور آپ ہوں مآب کے اسلام کسی صاحب سے حقیقتاً اصل مدعاے اعتراض کا جواب نہ ہو سکا

آپ نے اپنے قدیم طریقہ تکذیب و تضعیف رواۃ و مرویات کا خانگی جھگڑا پیش کر کے جواب تو حاک دیا۔ میرج دفع الوقتی

کر دی۔ آپ کو بار بار لکھتے تھے کہ فیض اسلام کے اعتراضوں کے مقابل میں اپنے رواد و روایات کی تکذیب و تضعیف کی ترکیب مفید کار نہ ہو گے۔ وہ اس کے حوالہ نہیں ہو سکتے۔ کہ آپ کا فلان راوی قابل وثوق ہے یا نہیں۔ یا اس کی فلان روایت قابل اعتماد و استناد ہے یا نہیں اگر وہ راوی اور او کی روایتیں جھوٹی ہیں یا سچی تو وہ اپنی ہی ہیں اور آپ ہی ہنسا اسکے حوالہ ہیں۔ اس سپر ریٹاپ کی مرقومہ بالا عبارت معترضین معترضین کے لئے قابل تشغیر و الطیمان نہیں۔ باوجود آپ کی اتنی طولانی صفائی کے بھی معترضین کا یہ اعتراض کہ پیغمبر عرب کو لغو مالہم نروان کی ہوئے پر بھی اپنی نبوت کا یقین نہ آیا۔ یہاں تک کہ حزقیل کے بار مار یقین دلائے بھی یو ارمین تھا لیکن ایک مرد عیسائی مذہب و رقبہ بن نوح کے کہہ سنے سے آپ کو اپنی نبوت پر اعتماد و اعتبار بالکل حاصل ہو گیا۔ ابھی آپ کے ذمہ باقی ہے۔

قیامت کی کہ آپ نے سند میں ایک لا معلوم الاسم رحمت کا یہ قول لکھ دیا فلما سمع کلہا یہ انقی الہی واعتوت۔ حسب آپ نے اس کا درجہ و عل کا کلام آوا آپ کو حق کی بجائے ہوئی۔ اس نے معترضین کی تعلق کو پوری تو یہ نجات دی۔ حوت الہی طاری ہونے تک کا جواب۔ آپ کے گستاخ محمد بن جس کا نام اور حبشی کتاب کا نام ضابطا جس میں صلیحت سے آپ تیار نا نہیں جانتے تو ماسب اور فی الواقع ہے لیکن درجہ سے دریافت کر کے اعراف نبوت حاصل کر لیں کہ لکھ اس نے تو ایسی فاش غلطی کی ہے کہ حقیقتاً نشان مخصوصہ نبوت اور صفات منصوبہ سالات ہی پر علم پھیر دیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ شبلی صاحب نے بھی مابین دعویٰ و حق العطری اس پر کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ لیکن دیکھا حقیقت متناہوں سے خالی نہیں۔ اگر ایک آپ کی نظر اصلیت اور حقیقت تک پہنچنے سے کسی تو کیا مولوی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری۔ صاحب رحمۃ العالمین کی قدر اس کی حقیقت تک پہنچ گئے اور انھوں نے مفصلہ ذیل عبارت میں معترضین کا ایک حد تک اطمینان دہ جواب دیا ہے۔

اس واقعہ (مزدول وحی) کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے راہ گھر میں آئے اور بیٹ گئے۔ سیوی سے کہا کہ چپکے چپکے آؤ اور حسب طبیعت میں ڈرا سکون ہوا تو سیوی سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے اس فقرے سے محضو کا مطلب مشکلات نبوت کا بیان تھا۔ خدیجہ الکبریٰ نے کہا۔ نہیں آپ کو ڈر کا ہے کہ ہے یعنی یقینی ہوں کہ آپ اقربا پر شفقت فرماتے سچ لوٹے۔ رائے دون متعین اور یکسو کی دستگیری کرتے ہیں اور زمان و ازمی فرماتے ہیں۔ اصل مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔ خدا آپ کو کسی انڈیگن بر فرما کر گناہ کا بدلہ دے گا۔ اس میں اب خدیجہ الکبریٰ کو خود بھی اپنے اطمینان قلب کی ضرورت ہوئی۔ اس لئے وہ بھی مسلمہ کو ساتھ لیکر اپنے رستہ کے چمچے ہنسا ورنہ بن نوح کے پاس کہیں حضرت خدیجہ کی در خواست یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا۔ علیہ واکہ وسلم نے ورنہ بن نوح کے سامنے جبریل کے آئے۔ مات کرنے کا واقعہ بیان کیا۔ ورنہ بن نوح اہل بیت کی دعا مانوس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر درخت تھا۔ کاش میں حوان ہوتا۔ کاش میں اوسوت تک زندہ ہوتا۔ جب آپ کو آپ کی قوم کا لہرے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یونہی کیا تو مجھے نکال دے گی۔ ورقہ بولا ہاں۔ اس دنیا میں جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی اوس سے شروع میں عداوت ہی ہوتی رہی ہے۔ کاس میں ہجرت تک زندہ رہوں اور حضور کی نمایاں خدمت کروں۔ شکوۃ ماسدا صحیح ص ۵۱۴

عمارت عروکہ مالاک کے اُل الفاظ سے جن پر خط کھینچ دیا گیا ہے کس قدر حقیقت کا انکشاف ہو گیا ہے حقیقت واقعہ یہ ہے کہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی نعت اور حصول منصب رسالت کے متعلق رسول ملک اور حصول وحی کے وقت ہی سے ایسا یقین داتق ہو گیا تھا کہ کسی سے استفسار و افادہ کی مطلق ضرورت نہیں تھی جو سال رسالت و منصب ہوت سے عقلاً اور نقلاً مستعد ہے۔ اور درحقیقت یہ یقین یہ استعنا رسالت کا عین مدعا اور نوت کا خاص مقتضا تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے (اگر روایات صحیحین صحیح ہیں) غالباً یہ اطمینان قلب اور مزید تسعی کے لئے ورقہ بن نوفل کے پاس آپ کو لے جا کر اسوجہ سے آپ کے بیان کی تصدیق و توثیق کرنی ہوگی کہ وہ علی الاکثر کہہ کر تھے کہ غنقریب ایک رسول ظاہر ہونے والا ہے۔ جو اہلس اور اسکے لشکر پر غالب آئے گا۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خدیجہؓ تصدیق رسالت کی غرض سے اپنے برادر عزم زاد ورقہ کے پاس خود آپ کو لیکر تشریف لے گئے تھے۔ جناب رسول مقبول صلم نے خود ورقہ کے پاس تصدیق رسالت کی غرض سے گئے تھے اور نہ آپ نے خود خدیجہ کو بھیجا تھا۔

سلی صاحب تعلیہ اسلاف کے ایسے والد و شیدا ہیں کہ واقعہ کی حقیقت و اصلیت بھی اصل ماضی میں تلاش کر لیتا یا پسند نہیں فرماتے۔ اس واقعہ کی نسبت چونکہ غلط طور پر عروکہ صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں نقل ہوتا چلا آیا ہے کہ جناب رسول خدا صلم خود یا حضرت خدیجہؓ کو لیکر ورقہ کے پاس آئیں۔ اور جب ورقہ نے آپ کے بیان لے کر آپ کے دعویٰ رسالت کی تصدیق کر لی۔ تب آنحضرت صلم کو اپنی رسالت کا یقین ہوا جیسا کہ ابھی ابھی صحیحین کے حوالہ اور شکوۃ کی عبارت سے تحریر ہو چکا۔ سلی صاحب نے بھی لے دیکھے ہمارے اسی کو حروف جرح نقل فرما دیا۔ کم سے کم آپ نے تاریخ طبری اوٹھا کر اس واقعہ کو اوس میں دیکھ لیا ہوتا تو آپ کو فوٹا حقیقت کا پتہ لگ جاتا۔ اور کتب تاریخ پر کتب حدیث کو ہر مقام و موقع پر ترجیح دے جانے کا غلط معیار جو آپ نے دیباچہ کتاب میں قائم کیا ہے ثابت ہو جاتا۔ امام الموفقین ابن جریر طبری مفصلہ ذیل عبارت میں اس واقعہ کی حقیقت یوں لکھتے ہیں۔

سایں رسول وحی کو آنحضرت صلم سے سکر حضرت خدیجہؓ نے کہا۔ یاس عمو آپ کی ساریت ہو۔ آپ نے جو کچھ کہا وہ سب صحیح ثابت ہے۔ اور اوس حدیث کی قسم جس کے قضاہ قدرت میں خدیجہ کی جان ہے مخلوقیں چہ کہ اپنی اُس کے سے ہیں یہ لکھ حضرت خدیجہؓ کڑی ہیں۔ اپنے کپڑے پہنے اور انہو کو

فقال حدیثۃ الشہام عروا مت والدی لیس  
حدیثۃ میدا الی لاجوا ان تکون بی حدیث الامۃ  
قامت فجمعت علیہا تیانہا ثم اطلقت الی ورقہ بن نوفل  
اس اسلمہ ہوا بن عجمہا وکان ورقہ قد تمصر وقر

الکُتُبُ واسمع من اهل التوراة والانجيل ما حذرته  
مما احذرناه رسول الله صلعم له والى وسمع قفا  
ورقه قدوس قدوس والذى نفس ورقه سيدنا  
صلى الله عليه وسلم يا حذيفة لقد جاءه الاماموس الاكبر  
بالماس حذريل عليه السلام الفانى كان ياتى مؤبى  
والله لى هذه الامة فقولى له فقلت ورجعت  
حذيفة الى رسول الله صلعم فاخبرته بقول وورقه  
طبرى ص ۱۱۵ مطبوعه جرس

عمراودرقس ولس اس کے یاس آئیں۔ ورقہ عیسائی طریق کے  
آوی تھے عیسائی علما سے علم توریت داخل حاصل کر چکے تھے جب  
حدیث لے ورقہ سے وہ حریں سیاں کیں خود رسول اللہ صلعم سے  
شکر آئی تھیں اور ورقہ نے اوکو س لیا اور اریہ عورت کیا تو کیا اٹھا  
قدوس قدوس۔ اسکی قسم کے قصہ قدرت میں ورقہ کی حالت  
اگر یہ سچ ہے۔ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے تو اسے حدیث وہ ماسوں اگر  
یعنی حریں علیہ السلام ہیں۔ یہ ہی ہے حضرت مؤبىؓ پر بار ہا  
تمنا و تحقیق کہ وہ آنحضرت (صلعم) اس اُمت کے سب سے پہلی

طرف سے حاکم اور سے کہہ رہا ہے مدعا پر ثابت قدم رہیں۔ یہ سکر حجاب حدیث وہاں سے وایس آئیں۔ اور جو کچھ ورقہ نے کہا تھا  
سب اگر حجاب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث میں عرض کر دیا۔

کئے تائیں طبری کے مرقومہ بالا عبارت سے یہ کمان ظاہر ہوتا ہے کہ حجاب رسول خدا صلعم خود بغرض تصدیق  
رسالت اور قدس و فضل کے پاس گئے۔ یا خباب خدیجہ اس غرض سے آپ کو لو لائیں۔ جیسا کہ صاحب کتاب کوۃ نے  
صحیحین کے اسناد سے لکھ کر بتلایا ہے۔ تو ایسی حالت میں معتضضین کے اعتراض کی تائید آپ ہی کی کتب حدیث  
سے ہوئی کہ تاریخ سے۔ تو پھر انکی تردید و تنقید کی آپ کیسے ہمت کر سکتے ہیں۔ اسی وجہ خاص سے تو آپ کو گناہم فشر  
صاحب نے بھی مرویات صحیحین ہونے پر اعتقاد کر کے اسکو قبول کر لیا ہے اور لکھ دیا ایقن بالحق واعترفہ اور آپ  
نے بھی تقلید اسے تسلیم کر لیا۔ تسلی صاحب حالت موجودہ سے خود بھی لیں کہ معتضضین کے اعتراض کا جواب کمان بھگا۔  
یہ روئے او تو عین اقبال و ایجاب بتلاتی ہے۔ اب فرمایا جائے کہ ایسا سر یا غلط واقعہ جو سراسر ناقص رسالت ہی۔ آپ کی  
حدیث کی کتابوں میں نقل ہے یا تاریخ کی کتابوں میں خود ملاحظہ فرمایا جائے۔ تاریخ میں جو واقعہ نقل ہے اور لکھ دیا گیا  
ہے۔ او میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ وہ معیار رسالت اور اقتدار نبوت کے بالکل مطابق ہے۔ بخلاف اسکے جو کچھ انکی  
حدیث کی کتابوں میں لکھا گیا ہے۔ وہ شان رسالت اور نبوت کے سراسر مخالف اور مناقض ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی  
معتضضین کے تمام اعتراض کی بناء ہے۔ جب صورت حال ایسی قائم ہوتی ہے تو آپ ناحق موقع و موقع تاریخ کی  
کتابوں پر حدیث کی کتابوں کو ترجیح دیتے ہیں۔

نہ تسلی صاحب کو خبر ہے اور نہ ان کے آئمہ حدیث کو کہ ورقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کب لے وہی تاریخ  
تابت کرتی ہے کہ نزول وحی۔ اور حصول رسالت کے بعد جب اس نعمت کے ادائے شکر یہ کے لئے آپ خانہ کعبہ میں  
تشریف لیگے تو وہاں ورقہ سے ملاقات ہوئی۔ اور جس تقدیس و عظمت سے ورقہ لے آپ کی تعظیم و تکریم کی وہ تاسر



طہری کے مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

ما نصہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لالی الکعبہ طوافھا  
طقیہ ورقہ بن وعل دھویطوف بالمسجد فقال ما  
احی احی ہمارایت او سمعت ما حیدر رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال لہ ورقہ والذی نفس  
ورقہ میدا لک لسی ہدہ الامۃ ولقد جاءک  
الاموس الاکبر اللہی حلا الی موسی ولتکذمنہ و  
لتودیہ ولتجر حنہ ولتعالک لہ ولئ انا ادرکت ذلک  
لا تضن اللہ فصل علیہ قمر اذنی راسہ فقل ما فوجہ

حاج رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبہ میں طواف کر نیکی غرض سے تشریف  
لیگئے۔ ورقہ آپ کو طواف میں مشغول دیکھ کر آپ کے پاس سے چلے آئے اور  
کہنے لگے اے میرے بھتیجے تم نے کیا حیرین شاہدہ کی ہیں یا سنی ہیں مجھے  
کہو تو۔ حاج رسول خدا نے تمام باتیں اوں سے کہیں۔ ورقہ مسکرا  
کنے لگے۔ قسم ہے اس کی جیکے قصہ قدرت میں ورقہ کی حال ہے کہ تم اس  
اُمت کے ہی ہو۔ اور متیک تیر دہی اموس اگر مارل ہوا ہے۔ چہ حضرت  
موسیٰ پر مارل ہوا ہے لوگ تمہاری تکذیب کریں گے تمہیں ایذا دیں گے۔  
تینین خارج الید کریں گے اور تمہارے ساتھ جگ و قتال کریں گے۔ اگر میں

رمانہ تک رمدہ رہتا تو میں تمہاری نصرت کرتا۔ رمدہ تمہاری نصرت کریگا۔ پھر انیسار قریب لاکر آپ کی بیانی اور کالوسہ لیا ص ۱۵۲۔ اس میں  
یہ مشاہدہ تاریخی صاف صاف بتلا رہا ہے کہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ خود ورقہ کے پاس گئے اور نہ  
آپ کو کوئی اور کے پاس لے گیا۔ بلکہ رسول جبریل اور وصول اقرار معاودت و دولت مر اور تصدیق و ايجاب حضرت جد کعبہ  
الکرمی۔ غرض ان تمام واقعات کے بعد جب آپ حس معمول خانہ کعبہ کے طواف کے لئے تشریف لیگئے تو آپ کو دو قیل  
اور جو کچھ فیما بین گفتگو ہوئی وہ طبری کی زبانی اور نقل کر دی گئی۔ قریب قریب تمام تاریخوں کا اسی پر اتفاق ہے۔ اور حقیقتاً واقعہ  
سی ہی ہے اور اتنا ہی ہے۔ ماتی سب کتاون کا طومار ہے۔ اور زیادہ تر اھیں طومار سے عیسائی معتز ضین نے اپنے گمراہانہ  
اور مغویانہ دفتر سیاہ کئے ہیں۔ تعجب ہے کہ متعصبین یورپ۔ تیار خ طہری میں اس کی حقیقت حال کو دیکھ کر جسے خود انھوں  
نے اپنے چھایک شایع کیا ہے۔ ذرا بھی شملہ تے نہیں۔

صدیقوں کی اسی طومار یکار کے سلسلہ میں التوائے وحی کی حالتوں میں جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے  
انتشار و اضطراب کے متعلق اور نکایہ بیان کہ نعوذ باللہ۔ آپ یہاں کی جو بیٹوں پر سے اپنے آپ کو گرا دینا چاہتے تھے اور اس  
اضطراب و التھاب کی خاص اور انتھائی حالتوں میں خدا نخواستہ آپ اپنی جان عزیز دیدینا چاہتے تھے بالکل لغویات  
اور حملات ہیں جسکی تردید و تکذیب خود شلی صاحب بھی فرماتے ہیں لیکن یہ کہو بھی اتنا لکھ کر بتلا دینا ضروری ہے کہ خدا کا سچا  
رسول جو حاکم حائز اور ماحائز امور۔ حلال اور حرام کا سب سے ستر جاننے والا اور ان امور کے متعلق صحیح  
طریقہ عمل بتلا ہوا الہام نفس النعین خود کستی کے ایسے اخلاقی۔ مذہبی اور سیاسی حرم پر اقدام کرنے اور نعوذ باللہ حرام موت مرہ پر  
آمادہ ہو گا۔ ان ہذا اعدا الابعاد۔ کیا حلال سے جاہل بھی کوئی مسلمان اسکو مانے گا۔

اس میں کلام نہیں کہ کچھ دفون تک وحی کے رک جانے سے آپ کو ایک فکر و تعلق لائق حال ضرور ہو جاتا تھا اور



یہ آپ کے خشیتہ اللہ کا باعث تھا۔ اور پھر جب وحی آنے لگتی تھی تو فوراً اطہیان خاطر بھی ہو جاتا تھا۔ بات اتنی تھی کتنی بڑھادی گئی۔ افسوس ہے کہ بات بڑھانے والوں نے اپنی باتوں کو تو بہت کچھ بڑھادیا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رسالت کو بالکل گھٹا دیا۔ ان تمام طومار اور قیاسات و دراز کار کا خلاصہ یہ ہے جیسا کہ شہود تاریخی سے کسکرتیڑا گیا ہے کہ خباب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ خود ورقہ کے پاس گئے اور نہ کوئی آپ کو اونکے پاس لے گیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم علم لدنیہ کے ذریعہ سے اپنی رسالت و نبوت کا بالنفس النفیس خود یقین کامل تھا اور کسی کی تصدیق و توثیق کی مطلق ضرورت نہ تھی۔

مرد دل وحی کو تشریل اقراء سے آغاز سمجھا۔ دوسری غلط فہمی ہے جو اکثر علمائے حدیث و تاریخ کو پیدا ہو گئی ہے اس سے قبل جیسا کہ ہم اقسام وحی کے بیان میں مختصر لکھ چکے ہیں۔ انواتجلیات کے مشابہات روایات سے صادقہ و واقعات نادر صدائے غیب کے خطامات اور القاء والامام کے خاص حالات مختلف صورتوں میں قبل از نزول وحی روح القدس خباب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شکست ہو کرتے تھے۔ اور یہی مدارج وحی الہی ہیں جسکی علماء و حکماء اسلام نے تشریفات تملائی ہیں۔ زر قافی شارح مواہب لدنیہ نے منجملہ شتر اقسام وحی کے چارہ صورتوں کو ساری تفصیل سے اپنی کتاب کی جلد اول صفحہ ۲۷۲-۲۷۸ تک میں بیان کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نزول وحی کی ابتدا اسی واقعہ سے نہیں ہوئی۔ بلکہ نزول قرآن اور رسالت و نبوت کا اعلان آج ہی کے دن ہوا۔ آج تک خدا کا رسول تبلیغ و تعلیم دین الہی کے لئے ماذون و مامور نہیں فرمایا گیا تھا گو یا آج سے وہ منصب تبلیغ رسالت اور عمدہ ارشاد و ہدایت پر منجانب اللہ ماذون فرمایا گیا۔ حقیقت اتنی تھی قیاسات و ظنیات کا اتنا طومار لگا دیا گیا کہ اللہ کی پناہ۔

## تبلیغ رسالت

نبوت کا یہ سلسلہ سوال

شبلی صاحب قمر طراز ہیں۔

خاتم الانبیاء علیہ والہ التحیۃ واثنا کا کام خود رسالت رکھ کر عرب اور نہ صرف عرب بلکہ تمام عالم کو فروغ اسلام منور کر دینا تھا۔ اس لئے نہایت تدبیر اور تدبیر سے کام لیا پورا۔ سب سے پہلا مرحلہ یہ تھا کہ یہ پرخطر راستہ پہلے کس کے سامنے پیش کیا جاوے۔ اس غرض کے لئے صرف وہ لوگ انتخاب کئے جاتے تھے جو فیضیاب صحبت رہ چکے تھے۔ جنکو آپ اخلاق و عادات کی ایک ایک حرکات و سکنات کا تجربہ ہو چکا تھا۔ جو پہلے تحریک کی بنا پر آپ کے صدق و دعویٰ کا قطعی فیصلہ کر سکتے تھے یہ لوگ حضرت خدیجہؓ آپ کی حرم محترمہ تھیں۔ حضرت علیؓ تھے جو آپ کی آغوش تربیت میں

یہ تھے۔ زید تھے۔ جو آپ کے آزاد کردہ غلام اور بندہ خاص تھے حضرت ابو بکرؓ تھے جو برسوں سے فیضِ نبوت تھے سب سے پہلے آپ نے حضرت خدیجہؓ کو یہ پیغام سنایا۔ وہ سننے سے پہلے مومن تھیں۔ پھر ادھر گون کی باری آئی اور سب ہمہ تن اعتقاد تھے "سیرۃ النبی"

یہ تدریج و تدریس بھی رسول صلعم کی ذاتی تھوڑ نہیں تھی۔ بلکہ قدرت کی تدریس تھی اور نبوت کی ترتیب۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ بہت بڑا راز تھا۔ ہم شبلی صاحب کی طرح اسکو بہ خطر تو کہہ نہیں سکتے۔ یہ راز البتہ کہہ سکتے ہیں۔ اور کیونکر ہوتا خداوند عالم اسی راز کو دنیا والے عظیم کے خاص الفاظ سے تفسیر فرما دیتا ہے۔ اور یہ اور بھی بالکل مطابقت ہے کہ انسان اپنے تمام راز کا مجموعہ آغاز انکشاف اپنے معتبر ترین محرم راز سے کرتا ہے۔ اور اس صفت خاص میں جنابِ پیغمبر اکرمی سلام اللہ علیہما سے بڑھ کر متنازع اور کون ہو سکتا ہے۔ خدا کے محرم راز نے۔ خدا کے اس راز کو سب سے پہلے اپنے محرم راز سے کہا۔ صدیقہ کبریٰ نے فوراً تصدیق کر لی شبلی صاحب کا یہ لکھنا کہ آپ نے حضرت خدیجہؓ کو یہ پیغام سنایا۔ وہ سننے سے پہلے ہی مومن تھیں۔ بالکل واقعہ ہے۔ نہ کوئی قلم آرائی ہے نہ طبع آزمائی۔ اب اسکی حقیقت اور واقعیت طہری کے خاص الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

اس حمید سلمہ سے اسلمہ اسحاق سے۔ آیہ امانہ محمدؐ زکریاؑ

کی تفسیر میں روایت کرتے ہیں کہ طرہ یہ ہے کہ رسول صلعم جو ملت کے خدا طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے تم لوگوں سے اسکو سنا کر یعنی امور نبوت جو تم پر مبدل ہوئے ہیں۔ اسکو سنا کر الہی سے بیان کرو۔ اور اب کی طرف لوگوں کو نالہ اسحاق کا سنا ہے کہ اس آیہ کے نزول کے بعد سے آنحضرت صلعم تمہارے نبوت اور کرامات رسالت کو۔ جو آپ پر تبلیغ عبادت کی غرض سے نازل ہوئی تھیں بیان کرتے پر مستعد ہو گئے لیکن آپ نے اسکو بالکل بطور راز پہلے اپنے لوگوں سے ظاہر کیا جن لوگوں پر آپ کو پورا اطمینان تھا۔ اور ان میں سے پہلے یہ راز

حد ثنا اس حمید قال حد ثنا سلمہ عن اسحاق واما  
سَمِعَ رَبِّيكَ فَحَدَّثْتُ اَيُّ مَا حَدَّثَ مِنْ اللَّهِ مِنْ نِعْمَةٍ وَ  
كَرَامَةٍ مِنَ السُّوَّةِ فَحَدَّثْتُ اَيُّ ذِكْرٍ مَا دَاعَى اِلَيْهَا قَالَ  
فَفَعَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَعْمَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ  
عَلَى الْعِبَادَةِ مِنَ السُّوَّةِ سَلَّمَ اِلَى مَنْ يَطْمَئِنُّ اِلَيْهِ مِنْ  
اهْلِهِ فَاَنْ اَوَّلَ مَنْ صَدَّقَهُ وَ اَمَّنَ بِهِ وَ اتَّعَلَّقَ بِحُلِيِّ  
اللَّهِ فَمَا ذَكَرَ رَوْحَةَ حَدَّثَتْهُ مَتَّ خَوْلِدٌ وَ هَمَّا اللَّهُ

طہری ص ۱۱۵۶

بیان کیا گیا وہ آپ کی روئے محترمہ حضرت خدیجہؓ الکرسی تھیں جو تمام ہر کان الہی میں سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کر موالی۔ آپ یہ بیان لایا کہ اگر آپ کی اطاعت و اتباع کرنے والی ہوئیں۔ خدا ان پر رحم کرے۔ اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ اوپر مقرر صادق کی زبان سے دعوت اسلام کے الفاظ نکلے اور ہر صدیق کے منہ سے نکلے۔ اس واقعہ سے جو حضرت خدیجہؓ کا استعمال فی الایمان ثابت ہوا اب شبلی صاحب کے اس لکھنے کا بھی کہ حضرت خدیجہؓ اس پیغام کے سننے سے پہلے مومن تھیں ثبوت بھی

ملاحظہ ہو۔

فقال حدثنيك يا ابن عمي عنك ما كنت تيقنا قال فقلت لها  
بعثت محمد بن عبد الله الى بن ابي عمير فقلت له ما بن عمير  
انتم موالي بن عمير حدثنيك ميلة الى لادوان  
تكون هذه الامنة

ابو اب رول دجی سے صرف اور صلا ال آئی سے سزا بنوہر کر دوسرے  
تشریف لائے تو آپ کے اس عزیز مہول اور دھال کو دیکھ کر صاحب حدیث  
نے پوچھا کہ کیا آپ نے آج کچھ دیا تھا وہ دیکھا ہے۔ صاحب رسالت  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ہاں۔ پھر جو کچھ رول حضرت  
اور رول دجی آئی کے متعلق مشاہدہ فرمایا گیا تھا صاحب حدیث سے ارشاد فرمایا گیا۔ کہ صاحب حدیث نے فرمایا۔ اے میں ہم آپ کو شہادت دے رہا  
آپ اپنے ارادے زیادت قدم رہیے۔ اور اس حدیث کے تصدیق قدرت میں خدیجہ کی جاں ہے مجھے یقین ہے کہ آپ اس امت کے سیرت میں۔  
طبری ص ۱۱۱۔

اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ جناب رسول خدا صلعم نزل دجی کے مشاہدات کا صرف دو ہزار تھا کہ جناب خدیجہ نے  
اوسکی تصدیق فرمائی۔ حالانکہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسوقت کے بیان سے تبلیغ و دعوت منظور نہیں تھی  
بلکہ صرف اظہار حالت کیونکہ حضرت خدیجہ نے آپ پر ایک نئی حالت طاری دیکھ کر استعجابا استغفار کیا تھا۔ اوس کے  
جواب میں جو حالت حاضر تھی بیان کر دیکھی یہ سنتے ہی جناب خدیجہ نے اصل استقلال واستقامت سے تصدیق  
رسالت فرمائی ہے۔ وہ الفاظ مندرجہ بالا سے ثابت ہے۔

پہلچو نہا رہے کہ اسوقت تک انحضرت صلعم نے دعوت کے قصد سے جناب خدیجہ سے نہ ارشاد رسالت کیا  
تھا اور نہ خود خدیجہ نے اسوقت تک ورقہ کے پاس جا کر رسالت انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اپنا  
اطمینان کیا تھا۔ ان تمام صورتوں میں یہ تاریخی واقعہ جناب خدیجہ کی تصدیق صاف الفاظ میں قبل از احراز دعوت بت  
نہایت کرتا ہے اس لئے شبلی صاحب کا یہ کہنا کہ سینے سے پہلے جناب خدیجہ مومن تھیں۔ بالکل صحیح اور فی الواقع  
عالم تاریخ کے علاوہ دینائے حدیث میں صدیقہ کبری سلام اللہ علیہا کی تصدیق رسالت میں سبقت ملاحظہ  
فرمائی جائے۔ امام قسطلانی تحریر فرماتے ہیں۔

وكان اول من آمن بالله وصدق صدقة الانبياء  
علامه عبد السامق رفقاني اسکی شرح میں لکھتے ہیں۔  
قال اس امحاق وموسى اس عقبة والواقدي  
الاموي وعمر بن الخطاب والموذي وهو الصواب عند  
جماحة من المحققين وحكى التعلبي واس علي لدر  
والسهيلى على الاتفاق وقال ابن الاثير لو تقدم  
رجل ولا امرأه باجماع المسلمين رفاقا لدر

اس سے پہلے جو میرا ہاں لایا یا تصدیق رسالت کی وہ صدیقہ النساء  
من اسحاق وموسى ابن عقبة واقدي اور الاموي وغيرهم کا بھی یہی قول  
اور امام نووی کہتے ہیں کہ جماعت محققین کا بھی یہی ہمارے مؤلفین علیہ  
امام شامی علامہ ابن عبد البر اور امام سیسی سی اس باتفاق کرتے ہیں  
ابن کثیر کہتے ہیں کہ ہم جماعت میں سے کسی کو دیکھنا عورت حضرت خدیجہ  
سلام اللہ علیہا سے پہلے اسلام میں لائی۔

امام قسطلانی قیل از وجہ حضرت خدیجہ کی تصدیق رسالت کے واقعہ کو حکومہ کسبہ قدر زور دیکر آئے ہیں باین الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔

واقعه رسول وحی میں فرما کر محاب رسالت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اڑنا دیا یا کچھ کو ایسی حال کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے فرمایا کہ آپ کو رسالت صحت کی قسم جانتا رہا ہے ساتھ کوئی مراحہ نہیں کر گیا اور ایسے اس قول پر انحضرت صلی علیہ وسلم کے محاسن عادات اور کارام اخلاق کے تمام صفات موجود گو میں فرما کر اوشا دیکھا کہ جو شخص ان صفات حسنہ سے موصوف ہوا دیکھے ساتھ کبھی کوئی واحدہ نہیں کیا جاسکتا۔

فقال لها عليه الصلوة والسلام حثيت على نفسي فقال له اسرفوا لله لا يحرك الله الله انما امر استدللت ما به من الصفات والاخلاق والتبليغ على ان من كان كذلك لا يخفى انما ما به لا يبر

اسکی شرح میں علامہ زر قانی رقمطراز ہیں۔

دھوم من مدح علیہا و توقیۃ عامہ تھا یہ استدلال حضرت خدیجہ کے کلمات علم یقین کے عرائسات اور آپ کی قوت کلام و ہدایت کے لوازمات سے ہے رد قالی جلد ۱ ص ۳۸

## حضرت علی رضی کی سبقت فی الاسلام

جناب صدیق اکبر رضی حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے بعد حضرت صدیق اکبر فاروق الامتہ۔ اسد اللہ العالی

علی بن ابیطالب تصدیق رسالت فرما کر مشرف بایمان ہوئے۔ ان ہاشم اور طبری میں ہے۔

اس اسحاق کہتے ہیں کہ مردوں میں سب سے پہلے جو شخص جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان تمام امور پر جو محاب اللہ آپ کے اور نازل کئے تھے۔ ایمان لایا اور تصدیق کی وہ حضرت علی بن ابی طالب تھے۔ اس عبد المطلب بن ہاشم تھے۔ اس وقت ان کا سن دس برس کا تھا اور وہ تمام لوگوں سے بزرگ و جماعت کے شامل حال مرانی تھے وہ

قال اس استحق کان اول ذکر من الناس امن برسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وصدق بها جاء امر الله تعالى على بن ابی طالب بن عبد المطلب من هاشم و هو ابن عرس سین پو مند و کان مہاجر اللہ علی بن ابی طالب وصی اللہ انہ کان فی حجر رسول اللہ صلعم یہ بھی کتابچہ میں سے آغوش رسول میں پرورش پا رہے تھے۔ (۱) طبری لکھتے ہیں۔

جو شخص محاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لایا وہ علی بن ابی طالب ہیں یہ قول از زید بن ارقم۔

عن زید بن اسحق قال اول من اسلم مع رسول الله صلعم علی بن ابی طالب۔

جابر بن عبد اللہ الانصاری سے منقول ہے کہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے کے دن موت رسالت ہوئے اور حضرت علی رضی

عن جابر بن عبد الله السهمي صلى الله عليه وآله وسلم يوم الاثنين وصلى على يوم الثلاثاء

امام احمد بن حنبل متفق من امام سنی نے حصہ نص میں۔ امام حنبل نے مترک میں۔ حافظ اور دیگر علماء اس الی شیعہ نے اپنی مجلس میں۔ اس عام

(س)

مسک

عن عباد بن عبد اللہ قال سمعت علیاً یقول یا علی اللہ  
واحدہ یسولہ واما صدیقہ الاکبر لا یقولہا ابدی  
الا کا دہب وہ عتر صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
المناس لسیع سین

اس دعویٰ بیان کی شہادت عینی بھی ملاحظہ ہو بطریق تواتر  
عن عقیف قال حدثت فی المعاہلۃ الی مکہ فمررت علی  
المناس من عند المطلب قال لما طلعت الشمس خلعت  
فی السماء واما النظر الی الکعبۃ اصل شاعر ویمضی  
الی السماء ثم استقل الکعبۃ مقام مستقلاً علی  
ملت حتی خاف علامقام من یمیدہ قال علی یلیت  
حیات اموات فقامت خلفہما ذریع المساکین علی  
وامرؤۃ ذریع المساکین مع اعلام والمرؤۃ فخر النساء حدیثاً  
فقلت یا عباس امر عظیم فقال مر عظیم الذاری  
ہذا احدث لا قال ہذا محمد بن عبد اللہ بن علی المطلب

مسک کے دل آب کے نیچے جاری تھی۔

عباد بن عبد اللہ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت علیؑ کو یہ دہاتے  
ہوئے سنا ہے کہ میں خدا کا مرد ہوں اور صدیق اکبر اور شہید  
کوئی صدیق اکبر کے کا دعویٰ کر لیا وہ جھوٹا ہو گا۔ یہ فخری کیونکہ  
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام لوگوں سے سات رس قبل مار  
ڈیڑھا کرتا تھا۔

عقیف سے منقول ہے کہ ایام حالات میں مکہ گیا اور عباس ابن  
علی المطلب کے پاس مقیم ہوا جب آسمان طلع ہو کر آسمان پر یار وطر  
پہنچ گیا تو میں کہہ کر طوف دیکھے لگا۔ اس تابین ایک جوان شخص  
کعبہ میں آیا اور اس نے ایسا طعن کر کے آسمان کی طرف دیکھا  
بھیر کعبہ کا دوسرا۔ بھیر کعبہ کی طرف موٹھ کر کے کھڑا ہو گیا۔ یہ کعبہ  
نہ ہوا تھا کہ ایک فوجی لڑکا آیا اور اگر اس جوان شخص کے واسطے  
طرف کھڑا ہو گیا بھیر کعبہ پر دیر لگی تھی کہ ایک عورت آئی اور وہ اندرون  
کے نیچے کھڑی ہو گئی۔ اس تابین وہ جوان شخص رکوع میں گیا  
تو وہ جوان اور وہ عورت بھی رکوع میں گئی بھیر وہ جوان کھڑا ہو گیا

بقیہ صفحہ گذشتہ لے ابی بن من۔ حواشی و ترمیم اصحابی نے علی الاولیاس۔ امام عقیلی نے اور علامہ مشکطی نے یہاں اس طرح میں لکھا  
عن عباد بن عبد اللہ قال علیؑ واما عبد اللہ واحی رسولہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واما صدیقہ الاکبر لا یقولہا ابدی  
عیدی الا کا دہب صلیت قبل المناس مبع سین۔ عباد بن عبد اللہ سے منقول ہے کہ فرمایا احباب علی رضی اللہ عنہ کہ میں مردہ خدا ہوں اور  
اوسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی میں صدیق اکبر ہوں۔ میرے سوا کوئی ایسا قول و دعویٰ میں نہ کر سکتا۔ سوائے اسکے کہ وہ جھوٹا ہو گا یہیں سات سن  
پہلے سب لوگوں کے ساتھ یہی امام قتیبہ معارف میں کہتے ہیں مع عبادۃ العزیز یہ حالت سمعت علیاً یقول علی المساکین اما صدیقہ  
الاکبر صلیت قبل الی سلم او یسولہ صاۃ اللہ ویکتی ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ کو بھیر کے سر رکھتے ہوئے ساہو کہ میں صدیق اکبر ہوں  
اور میں انوکھ سے پہلے سلام لایا ہوں۔ امام بخاری حضرت اس عباس اور آخر میں بل ایسی کے اسناد سے لکھتے ہیں قال رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الصداقین ثلاثہ حبیب النحاص الیاسین الہدی قال یقیم اتع لیسلیس وحق قبل من  
ال وحق الہدی تقنوں رحلان یقول لہ اللہ وعلی ابن الی طالب وھو اصابہم واما حبیب رسالتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ  
صدیق ہیں حبیب النحاص وحق الیس کہ صدیق ہیں جسے کہا تھا کہ یقوم ہم پر حق کی تمامت کہ وہ دوسرا منقول جو میں آل مدون جس نے کہا تھا

اس احی اندری من هدا مده فقلت لا قال هدا علی  
اس الی طالب من عبد المطلب اس احی اندری مده  
الامراءة التي حلها قلت لا قال هدا حدیجة بنت  
خویلد ورحمة اس احی وهدا حدیة ان ربك و السماء  
امرهم هدا الذی تراهم علیه و ائبر الله ما علم علی طهر  
الارض کلها احد اعلی هدا الذی عن هو لا التلاتة  
طبری ص ۱۶۱ حرم

اور اسکے ساتھ ہی وہ لوحِ احوال اور وہ صورت بھی کٹری ہو گئی۔ پھر وہ لوحِ شخص سے میں گیا اور ادر کے ہمراہ یہ دونوں بھی سجدے میں گئے۔ عیسیٰ کا میں نے کہا کہ یہ تو امرِ عظیم ہے۔ پھر عباس نے کہا کہ امرِ عظیم ہے تم جانتے ہو یہ کون لوگ ہیں۔ میں نے کہا میں عباس نے کہا کہ حواں شخص محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب میرے کھانی کے بیٹے ہیں۔ عباس نے کہا جانتے ہو یہ لوحِ احوال کون ہے میں نے کہا میں عباس نے کہا یہ علی بن ابی طالب بن عبد المطلب میرے کھانی کے بیٹے ہیں۔ پھر عباس نے

یو بچا جانتے ہو یہ عورت کون ہے میں نے کہا میں جواس نے کہا یہ بدلے کیلئے منت ہو گیا میرے بھتیجے محمد کی روح میں (احمد علی صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے کہا ہے کہ اودکا خدا میرا کس دے میں آساں چاودا اسی نے اس امر کے کریکا اودکا حکم دیا ہے تو تم دیکھتے ہو۔ اور قسم خدا کی اسوقت تک میرا علم میں سوائے اں تین آدمیوں کے دے زمین پر کوئی دوسرا ایک بھی اس میں نہیں ہے۔

حاشیہ صفحہ گد شدہ۔ ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کہتا ہے خدا میرا پروردگار ہے تیسرے علی اس ابی طالب اور یہ جب فصل ہے  
 ۲۴ قاروقی الأئمة۔ امام دہلوی و طرابلسی لکھتے ہیں عن سلمان العارسی قال قال رسول الله صلعم لعلي هذا الاول اس فی و هذا الاول من  
 یصا فی یوم القیمة و هذا صدیق الاکبر و هذا قاروقی الاکبر یعرف فی الحق و الباطل و یغزل العیسوی المومنین و الما  
 نعسب المناقین حضرت سلمان فارسی سے منقول ہے کہ حضرت رسول اکرم صلعم نے حضرت علی کی نسبت فرمایا کہ علی وہ ہے جو سب سے بڑے مجاہد ہیں لایا اور سب  
 سے بڑے ہی محسن قیامت کے دن مصاحف کریمہ اور یہی صدیق اکبر ہے اور یہی قاروقی اعظم ہے کہ حق اور باطل میں جھلک کر نکلا۔ اور یہی مومنین کا امیر ہے۔

توازنرمی۔ ویلی اور عبدالبرکلی استقبایا میں لکھتے ہیں۔ عن ابی یعلیٰ قال قال رسول اللہ صلی علیہ وسلم من لحدی فندۃ  
 واد اکان ذلک فالمرء علیا فاندہ العادوق من الحق والمائل او لیلی سے روایت ہو کہ نہایت احباب رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے کہ عنقریب میرے بعد میری امت  
 میں مفسد رہا ہو گا۔ حب الیہا ہو تو تم علی کی ملازمت اختیار کرو تحقیق کہ وہ حق و مائل میں فرق کرنے والا ہے

۱۵ اس ہشام نے حضرت علیؓ کا سر مبارک دس برس کا کلمہ صحریٰ حال لکھا آپ کا سر بیٹھہ میں سے لیکر سو گھر میں تک کا تھلایا گیا جو چابیچہ  
مترجہ رزقانی میں ہے وقال عبد المہراق عن معمر بن حاتم عن قتادہ عن الحسن وعبدہ قالوا اول من اسلم محمد بن علیؓ یحییٰ علیؓ وهو انجیل  
عقبہ سنتہ اول سنت عیسٰی سنت استقیات حامد دوم ص ۱۶۴

عبدالملق ممبر ہے اپنے ہا میں اؤ فتاویٰ سے فتاویٰ مصری و عجمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ کے بعد۔ حباب علی مرتضیٰ کے پہلے اسلام لائے اسوقت آپ کا سن سیدہ رہا جس کا تھایا سولہ برس کا۔

ابن ہمام نے اوجین محدثین کی روایتوں پر اعتبار کیا جو حضرت علیؑ کی سقّت فی الاسلام کے مسئلہ کو جب سیطیح روپوش نہ کر سکے تو آپ کی طرف سقّت کو کم وقعت کر چکی اور اس سے صغیر سی کے عالم میں عقلا کو ناقابل اعتبار خیال کرتے ہیں وہ ہیں حائے کہ ماں کی گوداد گمراہ اور کن اندر اور





یہاں تک تو شبلی صاحب نے سابقین اسلام کی ترتیب سلسلہ وار قایم کی ہے اسکے بعد سلسلہ میان کو پریتاں کر دیا ہے حالانکہ تاریخ وحدیث کی کتاب میں ابھی صحابہ اولین کی قبولیت اسلام اور شرف باباں ہو چکے متعلق ترتیب وار سلسلہ ثابت کر رہی ہیں۔ ہر حال۔ اگر حضرت ابو بکرؓ کے یہاں آدھ بیوں کے بعد اسلام لانے والی روایت کو حکو امام طبری نے اپنی روایات کے اخیر میں لکھا ہے قابل اعتبار نہ سمجھا دے اور ترتیب مشہورہ کے مطابق آپ کو چوتھے نمبر میں شمار کیا جاوے تو پانچویں ابو ذرؓ چھٹے خالد بن سعیدؓ ابن العاصؓ۔ ساکنین عمران عتہ السملی ثابت ہوتے ہیں لیکن تاریخ وحدیث کی کتابوں میں ان بزرگواروں کے مابین استغراق اختلاف کثیر ہے کہ بالآخر کوئی صاحب اس کا تصفیہ نہ کر سکے کہ آخر ان تینوں حضرات میں کون بزرگ پہلے ایمان لائے طبری میں مرقوم ہے۔

واقفی کا قول ہے کہ ان کے ساتھ خالد ابن سعیدؓ ابن العاصؓ اسلام لائے وہ تینوں یا پانچویں نمبر میں تھے پھر ابو ذرؓ اسلام لائے وہ چوتھے یا پانچویں (آخر طبریؓ گھڑا کر لیتے ہیں) ہمارے نزدیک آپس اختلاف کثیر ہے کہ ان تینوں بزرگوں (خالدؓ ابو ذرؓ عمران عتہ السملی) میں کون بزرگ پہلا اسلام لائے ان تینوں متقدمین اسلام اور ان کے بعد کے ایمان لایو والے مسلمانوں کے مابین جس کا ہم نے ذکر کیا ہو بہت سی روایات مختلف ہیں۔

قال الواقفی اسلمو معہم خالد بن سعیدؓ ابن العاصؓ خامسا واسلم ابو ذرؓ قالوا اربعاء او خامسا واسلم عمران عتہ السملی فقال رابعا او خامسا انہما اختلف عند ما فی ہذا لاء المصرا یسمی اسلام اول ذلک روایات کثیرۃ قال فی مختلف فی التاریخ المحدثین فی ذلک ھو کلام الذین کتبتنا بعدہ۔ طبری

اس میں کلام نہیں کہ واقفیؓ ہوں یا طبریؓ۔ ایسے مقام میں مورخ اور محقق کی مجبوری ظاہر ہے لیکن اس مسئلہ کے حل کی صرف یہی صورت باقی ہے کہ ان تینوں حضرات کا اسلام باندک تفاوت ایک ہی روز میں تسلیم کیا جاوے۔ اس بحث تقدیم میں طبریؓ۔ ابن ہشامؓ اور دیگر کتب احادیث کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اور حضرات نے

لاہ عمر بن عبسہ السملیؓ۔ یہ بڑا سلامی حدیثوں کی سنا اور اسلامی تاریخوں کا یاں کہ اب تک معلوم ہیں کہ ان تینوں بزرگوں میں کون صاحب پہلا اسلام کا ایک حضرت ابو بکرؓ کی سقت فی الاسلام ثابت کر چکی کوششوں نے حاصل کردہ حیثیتوں کے ذوق و تریا یحون کے کار نامے سب مل جڑ پھل کر کے صاف صاف پہلے گئے حالانکہ عمران عتہ السملیؓ کے بارے میں جو امام عبدالبر نے استقیاب جلد دوم ص ۴۷۴ میں لکھا ہے کہ عمران عتہ السملیؓ کو ایک شخص نے اہل کتاب میں سے بشارت دی تھی کہ مکہ میں ایک شخص ظاہر ہوگا کہ جو افضل ترین دین لائے گا جس کی چہرہ سنا تو تم اس کی پیروی کرنا یہ شخص مکہ کے قریب آیا کہ تا تھا اور آپ کے متعلق برابر لوگوں سے دریافت کیا کرتا تھا جب کچھ خبر نہیں معلوم ہوتی تھی تو وہ اس جیسا کرتا تھا یہاں تک کہ ایک مدد گجہ لوگوں سے انکو معلوم ہوا کہ ایک شخص مکہ میں پیدا ہوا ہے جس نے دین آبیائی کو بالکل ترک کر دیا ہے۔ یہ سنکر عمران عتہ السملیؓ مکہ میں آئے فسئلہ عمدہ فوجدہ مستحقاً ووجدت قریباً الیہ علیہ لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت صلعمؓ معی ہیں۔ اور تمام قریش نے آپ کی مخالفت کی ہے۔ یہ واقعہ صاف صاف تھلا رہا ہے کہ بہت سیجے کا ہے پھر باقیات کا دعویٰ کیسا ہے اس نے ہشامؓ اور طبریؓ کے رائج اور خامسا کی حقیقت پر اپنی پیروی المولف اولاد حیدر رضی عنہ۔

حضرت ابو بکرؓ کے اسلام لانیکے بعد۔ انھیں کی تحریک و ترغیب سے اسلام کو قبول کیا تھا وہ حضرت عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ وغیرہم آٹھ حضرات تھے۔ ان حضرات کو بھی متقاضی میں شمار کیا گیا ہے لیکن تعجب ہے کہ انکو شمار تو کر لیا ہے لیکن ہنر شمار نہیں کیا ہے لطف تو یہ مالا تر ہے کہ ان لوگوں کے بعد حضرت مشرف باسلام ہوئے خالد بن سعیدؓ، ابو ذرؓ اور عمرؓ ابن خطابؓ۔ انکو شمار بھی کیا ہے اور انکا نمبر شمار بھی بتلایا ہے۔ چنانچہ ابن ہشام در طبری سے ترجمہ و خلاصہ کر کے مشہلی صاحب لکھتے ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ دو تہمت۔ ماہر لفظ۔ اصحاب الراسے اور یاض تھے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ جب وہ ایمان لائے تو انکے یاس چالیس ہزار درہم تھے۔ غرض کہ ان اوصاف کی وجہ سے مکہ میں انکا عام اثر تھا۔ اور معززین شہر کے ہر باب میں مشورہ لیتے تھے۔ ارباب روایت کا بیان ہے کہ صحابہ کبار میں سے حضرت عثمانؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمنؓ بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت طلحہؓ سب انھیں کی ترغیب و ہدایت سے اسلام لائے۔ بحوالہ اصناف فی احوال الصحابہ۔

تفصیل و بیان سے ان حضرات کی حقیقت قبول اسلام تو ضرور معلوم ہوئی لیکن انکے قبول اسلام کا وقت و تاریخ معلوم ہوا اور نہ نمبر شمار و تعداد۔ بخلاف انکے حضرت ابو ذرؓ، خالد بن سعیدؓ وغیرہ کے مشرف باسلام ہونے کی کیفیت اگرچہ ان لوگوں کے بعد لکھی گئی ہے لیکن صاف صاف لکھ کر بتلادیا گیا ہے کہ یہ حضرات جو تھے یا پانچویں نمبر کے بعد گوار تھے اسلئے موزین و محشین کا ان حضرات کے لئے شمار اور عدد و خاص قایم کرنا بتلایا ہے کہ یہ حضرات ان لوگوں کے اسلام لانے سے ضرور پہلے اسلام لائے تھے۔ اس بنا پر ابو ذرؓ، خالد بن سعیدؓ وغیرہ حضرت عثمانؓ، طلحہؓ اور زبیرؓ وغیرہم سے مسبق اسلام میں مقدم ہیں۔

ہم ان سادات و تمندان ازلی میں سے حیدر زنگواروں کے تفصیلی حالات ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

حضرت ابو ذرؓ غفاریؓ کا اسلام لانا۔ امام عبدالبرؒ استیعاب جلد اول میں لکھتے ہیں۔

انی جزہ ان عباس کی رافعی نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ علیہ السلام کے مکہ میں مسوس ہو چکی تھیں اور عفا دی کہ معلوم ہوئی تو ابو ذرؓ نے اپنی سہیلی انیس سو کہا کہ اس آدمی میں حاکم اور آدمی کی جملہ صلوٰۃ و حکم و زعم ہے کہ اسکا سواو کے پاس تہائی ہو ہم اس کے قول کو سن آؤ۔ اور وائیں اگرچہ سب کو ان کے عفا دی اس میں ہاں کو چلے۔ مگر میں آئے اور حضرت علیؓ علیہ السلام کے ارشاد کو سنا اور حضرت ابو ذرؓ کے پاس اس جاکر کہنے لگے کہ میں نے اس رنگ کو احوال و ارشاد کو احوال و ارشاد کو احوال کے اصول پر پناہ اور

عن ابی حمزہ عن اس عباس لما بلغ انا در صفت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم تلة قال لاخيه ابليس اوكب الى هذا الوادي واعلم لي هذا الرجل الذي يرعاه تلة الخيرو الساء واسمع قوله ثم اتى وانطق بالارح حنة قد م مكنة وسمع من قوله فمرجع الى ابو ذر فقال را يا مرمك ارم الاحلاد وسمعت منه كلاما هو بالشر فقال ما اتعيتني مما اردت مرود ولى سنته له في

ماء حتى قدم مكة فاني المسعد والممسح المي صلح  
 مني معوه وكه ان يسأل منه حتى ادركه الليل فاصطح  
 حواء على ابن ابى طالب وقال كان الرجل عرب قلال  
 قال الطلق الى المدول فاطلقت معه لا يسألني عشي  
 ولا اسأله قال لما اصحت من الند رجعت الى المسجد  
 فمقيت يومى حتى امسيت ومرت الى مصعبى فمررت على  
 فقال ان الرجل اد يعرب سرله واقامه ودهت وما  
 يسأل واحدا منها صاحبه عن شئ حتى ادا كان يوم  
 الثالث فعل مثل ذلك فاقامه على معه ثم قال له الا  
 تجدنى ما لى اقدمك هدا الله قال ان اعطيتنى محمد  
 او ميثاق التوسدنى فعلت فافعل واحده على صلى الله  
 عليه انه سبى وان ما جاء به حق والله رسول الله صلى الله  
 عليه وسلم فاجا اصحت فاستعنى فاني رائي سيدنا احب  
 ملكي فميت كافي اريق الماء وان مصيت فاستعنى حتى  
 دخل معى مدخل قال فاطلقت نقوه حتى دخل على رسول الله  
 فميت معى رسول الله صلى الله عليه وسلم فميت الاسلام  
 الله وكت اول من حياه نبي الاسلام فقال عليك  
 السلام من اسلمت رجل من منى عماره من على الاسلام  
 فاسلمت وتهدت ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله  
 فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم الى قومك واحده واولا  
 امرائى اهل مكة فاني احبهم عليك فقلت والذى  
 نفسي بيده لا صوتين هما بين ظهرانيه خرج حتى اتى  
 المسجد فنادى يا على صوتيه انهد ان لا اله الا الله  
 واشهد ان محمدا رسول الله فنادى القوم عليه فصرخوا حتى  
 اضمحوا الى العباس فاك عليه وقال وليكوا المستم

کلام میں ایسی تیر سی یا بی حوا تعارض میں نہیں ملتی تھی یہ سکر حضرت  
 اودرے مرایا کہ تا وقتیکہ میں جو وہاں بخاؤں میری خاطر خواہ نیکند  
 تشفی میں ہوتی ہیں و یوقت وہ روانہ ہو اور صراکیم جو بی سی کو  
 شکایے ساتھ لے لی تھیں یا بی ہر لیا اور کہ کے مسجد الحرام میں داخل ہوئے  
 آنحضرت صلعم کی زیارت و متروک ہوئے مگر آپ کو بچیاں اسکے اورہ کی  
 پرچینے کی حرارت ہوئی۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی وہیں لیٹ رہو الگو اسکا  
 میں دیکھ کر حضرت علی اس اسبطالت اس سے اگر دریافت کیا کہ تم کوئی مرد  
 مسافر ہو۔ کوئے ہاں علی نے کہا کہ میرے ساتھ جلاؤ اور کاسیاں ہے کہ  
 میں وہاں سے اٹھ کر آپ کے مکان پر آیا مگر میں نے آپ سے پوچھا اور  
 پوچھے کہ یہ کس فسار دیا یا یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور ہر میں صبح سے مسجد  
 اگر تمام دن بیٹھا رہا یہاں تک کہ شام ہو گئی۔ تو پھر میں اپنی دروگاہ کی  
 طرف واپس آیا اور پھر حضرت علی میرے پاس آئے اور کھا کہ اس شخص کی  
 حالت پر تعجب ہے کہ یہ میرے ساتھ تو مقیم ہے اور میرے ہی ساتھ  
 جاتا ہے لیکن نا ایسہ آج تک مجھے کسی امر کے متعلق میں پوچھا۔ چیرے  
 دن ہوا اور اوس دن بھی اور دنوں کے ایسا ہی ہوا تو پھر حضرت علی اس  
 اسبطالت میرے پاس آئے اور مجھے پوچھنے لگے آیا تم مجھے اس تہ میں  
 اپنے آپ کا کہہ سکتے ہو اور نہ کہہ سکتے ہو ان البتہ مگر آپ مجھے  
 بیان کر سکتے کہ آپ مجھے ہدایت یا ہدایت کے طریقے بتلا دیں گے کہ میں اس کے  
 مطابق عمل کروں حضرت علی نے غصہ تلا با کہ وہ مرگ سنی اللہ میں اور  
 اور ہر لے مارل و مال ہوس صحیح و رقی ہوا وہ حاملہ حدیث کی طرف سے  
 عمدہ رسالت پر مامور ہوئے گئے ہیں جب صبح ہو تو تم ہمارے ساتھ چلیا  
 اگر میں تمہارے لئے کسی تو کا خوف دیکھوں گا تو اب افتادہ کہ بیچ ٹھرا  
 رہو گا اسکے بعد تم میرے ساتھ ساتھ آما اور حمان میں جاؤں وہاں  
 اودر کہتے ہیں پھر کچل چلے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ آپ  
 جہاں رسولی را صلعم کی کومت میں آئے اور میں ہی آپ کے ہمراہ

فعلیہم انا من عبادک فی طریق تحدتکم الی السلام  
وانقذہ منہم من عبادک من احد متلہا وتار والیہ وصی  
فاک علیہ العاس وانقذہ منہم لفقہہ فکان  
ہذا اول اسلام ابوذر العبادی استیعاب جلد اول  
استعیاب جلد اول

حاضر خدمت ہوا۔ میں نے بطریق اسلام آنحضرت صلعم کو سلام کیا اور کہا  
السلام علیک یا رسول اللہ۔ اور میں پہلا شخص ہوں جسے طریقہ و آداب  
اسلام کے مطابق آنحضرت صلعم کو سلام کیا۔ میرے جواب میں آنحضرت  
صلعم نے فرمایا تم کون ہو۔ میں نے عرض کی کہ میں قبیلہ غفار کا ایک  
آدمی ہوں۔ اس کے بعد آپ نے حقیقت اسلام غیر ظاہر کی اور میں اسلام

مستوف ہوا۔ کلمہ شہادت پڑھا استہداں لا الہ الا اللہ واستہداں محمد رسول اللہ۔ پھر اس کے بعد آنحضرت صلعم نے مجھے فرمایا کہ اب تم ایسے قید کیطرت  
حادث اور اسوۃ اسلام لائیکے معاملہ کو اہل مکہ سے پوشیدہ رکھو کیونکہ یہ لوگ سب اس کے قوت پر ظہور تم کرینگے۔ ابوذر نے عرض کی کہ قسم ادا کی کہ جسکے قصہ قدرت  
میں میری جان ہے کہ میں تو اس کے سامنے حاکم اس امر کا آوارہ بننا اعلان کرونگا یہ مکہ وہ آپ کی خدمت سے اٹھنے سے سخت میں آئے اور تاکوا اللہ  
دراے لگے استہداں لا الہ الا اللہ واستہداں محمد رسول اللہ یہ سنتے ہی تمام قریش ان پر ٹوٹ پڑے اور مارنے لگے یہاں تک کہ یہ جی ہو کر  
اس شامیں حضرت عباس ابن عبد المطلب آئے اور ایک بجالیے کی عرص سے پھر گر پڑے اور شریک سے کہے لگے افسوس میں تم پر کیا تم میں جانتے تھے  
کہ قبیلہ بنی غفار سو ہیں۔ جو قبیلہ تمہارے قافلہ تجارت کی راہ تمام بڑا ہے۔ پھر انکو اون لوگوں کے پنجہ سے چھڑا دیا پھر دوسرے دن صبح  
صبح ایسا ہی واقعہ پیش آیا پھر شریک قریش ان پر ٹوٹ پڑے اور انکو مارنے لگے۔ حضرت عباس پھر گر پڑے اور اس ترکہ کے ایک بچا لیا  
اسکے بعد حضرت ابوذر غفاری رہا اپنے قبیلہ کیطرت چلے گئے یہ حضرت ابوذر کے اوائل اسلام کے حالات تھے۔

امام حمزا لیرکتے ہیں

وکان من کبار الصحابة قد لیا الاسلام یقال اسلم بعد  
۱۸۴۲ کان حامسا۔ استعیاب جلد دوم ص ۲۶۴  
لیکن شبلی صاحب ہیں کہ خواہ انکو چھڑ ساقون نمبر میں شمار کرتے ہیں۔  
اور درہم سقت اسلام کے اعتبار سے انکامیں صحابہ سے تھے اور کہا  
ہے کہ یہ چار آدمیوں (احمد علیؓ، زیدہ، ابوبکرؓ) کے بعد اسلام لائے اور  
ایک چار مسلمان ہیں

استعیاب کی تفصیلی عبارت سے جو اوپر لکھی گئی ہے ثابت ہو گیا کہ اسلام کی معرفت اور بانی اسلام کی تصدیق حضرت  
ابوذر نے اپنی غایت تحقیق سے حاصل کی تھی جو انکے کمال فہم و حسن عقل و شعور کا کافی ثبوت ہے۔ مکہ معظمہ میں داخل ہونے  
پر بھی حقیقت اسلام کے متعلق نہایت احتیاط سے کامل تین دن تک غور فرماتے رہا اور بار بار رسالت تک بار بار پائی کیلئے ایک

ملی شہابی صاحب نے بھی سیرۃ النبی ص ۵۲ میں انکا ذکر کیا ہے مگر اپنی خاص ترکیب اختصار سے کہ حضرت علیؓ کی اکی قبولیت اسلام میں لایہ جانی نہ تھی  
یو سیکس ملی صاحب نے زیادہ تفصیل تو صاحب جہمۃ العالمین نے لکھے واقعہ کو لکھا ہے جس سے ایک بقول اسلام میں حضرت علیؓ کی راہنمائی پورے طور پر ثابت  
ہم مانتے ہیں شبلی صاحب کی کوتاہی کے یہ خاص مقامات ہیں۔ لیکن انکو سمجھ لیا چاہیے کہ یہ امر مولانا جیس کے مالک خلاصہ ہو۔ آپ نے  
اُن لوگوں کے حال پر جو حضرت ابوبکرؓ کی تحریک و ترغیب سے مسلمان ہوئے تھے کس تفصیل سے لکھے۔ لیکن یہ سرگ چو کہ حضرت علیؓ کی رسالت  
ہاں لکھتے اسلئے اسکی تفصیل کی ضرورت نہیں کہ اس ذکر کیا تھے علیؓ کا بھی صریح ذکر آجائے گا۔ اہم فتیر المولف عفی عنہ

ایسے بزرگ متبرکواتنا ہوا ہوتا ہوتا رسول کا نام العلم مشہور ہے۔ یہ تمام امور انکی خوش وقتی خوش قسمتی اور خوش انجامی کی دلیل واضح تھے حقیقتاً یہ اسلام کی حقانیت اور روحانیت کے اصلی ثبوت ہیں کہ محض ابتدا ہی سے اسکی عظمت و شہرت اس سرعت و عجلت کیساتھ دور در دور پھیل گئی کہ طالبان ہدایت اور حاضمتان حقیقت ٹری ٹری مسافیتین ملے کر کے آتے تھے۔ اور اسلام سے فیضیاب ہوتے تھے۔

حضرت عمارؓ ابن یاسرؓ اور انکے قبیلہ کا اسلام لانا حضرت عمارؓ یا سر اور انکے قبیلہ کے مشرف بایمان ہونے کے متعلق تحریر ہے۔

وحله الله مالا سلام واسلم يا سر ابيہ عمار و ائمہ صحبہ  
وعند الله اخو عمار بن ياسر وكان اسلامهم قد يمر  
بماضي اوله الا سلام وكان وصي الله عنهم من بعد  
في الله وكان رسول الله صلعمهم بهم وهم بعد  
فيقولون صلوا يا ال ياسر وقد فعلت ومن حديث  
ابن شهاب عن سمعيل بن عبد الله بن جعفر عن  
ابيه قال قال رسول الله صلعمهم بياسر وعمار واهل عمار  
وهم يودون في الله فقال لهم صلوا يا ال ياسر  
اني من عبدكم الحنة استغيا بجلد دوم ص ۴۳۶

حب اسلام کو خدا نے ظاہر فرمایا تو یا سرؓ اور انکے صاحبزادی عمارؓ کی  
ماں سمیہ عمارؓ کے بھائی عبداللہؓ بن یاسرؓ اسلام لائے۔ ان حضرات کا  
اسلام ابتدائی اسلام ہی سے قیوم تھا۔ اور یہ وہ بزرگوار تھے جن پر خدا کی  
راہ میں ظالموں کی طرف سے ظلم و عذاب سچا کیا گیا تھا جیلان  
لوگوں پر ظلم کیا جاتا تھا تو اہل حق و حجاب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم  
بھی ادھر سے گزرے۔ ان حضرات کو اس عالم میں دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ  
او ال یاسر صبر کرو ساری روزگار تو ال یاسرؓ کے اعمال کو دیکھیں  
تختہ اور ان تمنا کی روایت کے مطابق اسماعیل بن عبداللہ بن  
جعفر بن عمارؓ کی ربانی نقل کرتے ہیں کہ صاحب رسول خدا صلعم کا گزر  
آل یاسر عمار۔ ان عمار و عیال پر ایسے وقت میں ہوا کہ ان لوگوں پر ظلم و ستم کیا جا رہا تھا یہ دیکھ کر آپؐ نے فرمایا اے آل یاسر صبر کرو یہ تحقیق  
تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔

طفیل ابن عمروؓ سی کا اسلام لانا۔ مولوی محمد سلیمان صاحب سلمان منصور پوری زاد للمعاد ان المقیم کے حوالہ  
سے اپنی کتاب رحمة العالمین جلد اول میں طفیل ابن عمروؓ سی کے متعلق لکھتے ہیں۔

انہیں دونوں طفیل ابن عمروؓ سی مکہ میں آیا۔ یہ قبیلہ دوس کا سردار تھا اور فاحی میں بنی اوہلی خاندان کی رئیسانہ  
حکومت تھی طفیل بذات خود شاعر اور دولتمند شخص تھا۔ اہل مکہ نے آبادی سے باہر جا کر اسکا استقبال کیا اور اعلیٰ سپاہ پر اسکی  
خدمت اور تواضع کی طفیل کا اپنا بیان ہے کہ مجھے اہل مکہ نے یہ بھی بتلایا تھا کہ جو شخص ہم میں سے نکلا ہو فلاؤس سے بچو رہنا  
اوسکو جادو و آنا ہے جادو سے ماپ بیٹے شوہر وزن اور بھائی بن میں جدائی ڈال دیتا ہے ہماری جمعیت کو پریشان کر دے  
ہمارے کام کو اتر کر رکھا ہے ہم نہیں چاہتے کہ تمہاری قوم پر بھی کوئی ایسی مصیبت پڑے اسلئے ہماری زور سے یہ نصیحت کہتے  
تم نہ اوسکے پاس جا مانہ اوسکی مات سننا اور نہ خود بات چیت کرنا یہ باتیں انہوں نے ایسی عمدگی سے میرے ذہن نشین کر دیں کہ

حسب میں کہہ میں جا رہا تھا تب تھا تو کالون کو روٹی سے منکر لیتا تھا تاکہ محمدؐ کی آوار کی بھشک بھی میرے کان میں نہ پڑے ایک روز  
میں صبح ہی جا رہا کہ میں گیا۔ یہی مسلم ساز پڑھ رہے تھے چونکہ حد کی مشیت ایسی ہی تھی کہ اونکی آواز میری سماعت تک ضرور  
پہنچے اس لئے میں نے سنا کہ وہ ایک نہایت عجیب کلام پڑھ رہے ہیں۔ اسی وقت میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا  
کہ میں خود شاعر ہوں یا علم ہوں۔ اچھے ترے کی تیر رکھتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے اور کون سی روک ہے کہ میں الکی بات  
سُنون اچھی بات ہوگی تو انوں گا۔ ورنہ میں نا تو گناہ میں یہ ارادہ کر کے تیر گیا۔ حب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور میں کو  
جیلے تو میں بھی پیچھے پیچھے ہو گیا۔ اور جب حاضر ہوا تو یہی مسلم کو اپنا واقعہ مکر میں آنے کا۔ لوگوں کے سکھانے میں یہ دگوت  
نہ ہنسا، راج حضورؐ کی زبان سے کچھ سُن جانے کا کہہ سمایا۔ اور عرض کیا کہ مجھے اپنی بات سنا ہے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم نے قرآن پڑھا۔ بخدا میں نے ایسا کیا کہ کلام بھی سنا ہی نہ تھا خواہ تقدیر کی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو۔

انقرض طفیل اس وقت مسلمان ہو گیا۔ جیسے قریش بات بات میں مداع و مخدوم کہتے تھے وہ بات کی بات میں  
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل و جان سے خادم اور طبع نیکیا۔ قریش کو ایسے شخص کا مسلمان ہونا نہایت شاق اور ناگوار  
گذا۔ بخدا راو المعاد جلد اول صفحہ ۴۴۳ و ۴۴۴

صفا بن ثعلبہ از دی کا اسلام لانا | مولوی شبلی صاحب سیرۃ النبی جلد اول میں ذیل تذکرہ خفا میں ثعلبہ از دی رہا  
تحریر فرماتے ہیں۔

صفا بن ثعلبہ خفا کے قیدیہ سے تھے جاہلیت میں طبابت اور راجی کا پیشہ کرتے تھے۔ یہ بھی احباب خاص میں  
تھے نبوت کے زمانہ میں یہ کہہ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا کہ راستہ میں جا رہے ہیں اور  
پیچھے لوٹوں کا عول ہے کہ کہہ نہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے تھے۔ لوٹو دن کا غول دیکھ کر صفا نے بھی یہی خیال  
کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ محمدؐ (صلعم) میں جنھوں کا علاج کر سکتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ  
نے حضورؐ کے چند روزہ مجھے ادا کئے۔ صفا مسلمان ہو گئے۔

اس واقعہ کا اختصار اگر امام سہبائی اور مسلم نے بھی لکھا ہے لیکن زیادہ تفصیل مسند امام احمد بن حنبلہ جلد ۳  
میں موجود ہے سیرۃ النبی جلد اول ص ۴۴۴ بحوالہ اصحاب۔ استیعاب امام عبدالمطلب جلد دوم طبع مدینہ ناماد۔

خالد بن سعید بن العاص کا اسلام لانا | امام عبدالمطلب استیعاب میں ذیل تذکرہ خالد بن سعید بن العاص لکھتے ہیں  
خالد بن سعید بن العاص یہی امام سعید قبل تھا  
یقال انہ اسلم عند ابو بکر الصديق مکان ثالثا واولی  
وقبل کان حامسا وقال صبرہ ان ربيعہ کان اسلم  
خالد بن سعید بن العاص لکھتے ہیں  
کہ وہ ابو بکر الصديق کے بعد کال لائے۔ اس لئے وہ تیسرے مسلمان ہیں یا چوتھے  
اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ یا چوتھے مسلمان ہیں یا پھر اس رید کا بیان ہے کہ خالد  
ابو بکر الصديق کے پہلے ایمان لائے۔



انھیں سابقین اسلام میں۔ مقداد بن جبدر۔ خطاب بن المارث۔ سعید بن زید بن ورقہ بن نوفل۔ عبد اللہ بن مسعود۔ عثمان بن مظعون۔ عیدہ۔ ملال۔ ابو کلیبہ اور صہب رومی بھی داخل ہیں۔

مقداد بن جبدرؓ کا اسلام انشلی صاحب کی کوثر قلمی ٹبری موقع سناس ہے۔ سابقین اسلام میں آپؐ فرماؤ تمام حصہ کا نام لکھ کر تیار کئے۔ لیکن حضرت مقدادؓ اس جذب کا کھولے سے بھی کہیں نام نہیں لیا گیا حالانکہ استیاب بن ابن عبد اللہ میں۔ جو فت تالیف آپ کے ہم عصر پیش نظر تھی۔ یہ عمارت صاف صاف لکھی ہوئی ہے۔

پہلے سات آدمیوں نے ایسا اسلام ظاہر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ابو بکر عمار۔ اورادوں کی ماں سمیہ۔ صہب ملال اور مقداد۔

اول من اظهر الاسلام سبعة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وابوبكر وعمار واما سمية وصهيب وملال والمقداد حله اول من

تین برس تک تبلیغ رسالت کی مخفی انتظام سے ہم کلمہ چکے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ نے حسن تیزی سے کامیابی حاصل کی اور اس کی تعلیم نے حبیبی جلد ترقی پائی دینی کسی دوسرے مذہب نے نہیں۔ بعثت سے چند دنوں میں ان سوا و تلمذوں نے جسکے نام پر لکھ کر تیار دیے گئے ہیں۔ اسلام کی دولت اور ایمان کی نعمت سے شرفیابی اور بہرہ اندوزی حاصل کی واقعات تیار رہے ہیں کہ ان میں زیادہ تر وہی حضرت بن جبدر خطاب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی خاص تعلق اور واسطہ بھی نہیں تھا یہ صرف اسلام کی حقانیت تھی۔ اور جناب سید الانام علیہ السلام کی تعلیم کی یا کسب روحانیت۔ جنھوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے روحانی فیوض کا اتنا اثر پہنچا یا کہ تمام بریگاہ نے عقیدت اور محبت میں ایسے لوگ اپنے نظر آنے لگے اسلام کی یہ کامیابی کچھ ایسے ہی وطن اور اہل وطن تک محدود نہیں رہی۔ بلکہ اسی وقت سے دوز و راز مقامات میں آپ کی مقدس تبلیغ اور پاک تعلیم کی تہرت سر۔ وہ لوگ جو عرصہ سے افواجی کے متلاشی تھے حاضر ہو کر شرفیاب اسلام ہوئے۔ حضرت ابوذر غفاری۔ طقیل ابن عمرو۔ صہب سلمہ ازوی۔ عمران عبسہ سلمی وغیرہم انھیں سوا و تلمذوں میں تھیں لیکن بقول شلی صاحب کے یہ جو کچھ ہوا پوشیدہ طور پر ہوا۔ نہایت احتیاط کیجاتی تھی کہ عمران خاص کے سوا کسی کو بھی خبر نہ ہوتے یا اے تاریخ طبری میں ہے۔

نعت سے تین برس تک حضرت کو حکم تھا کہ ایسے امر کو بطور راز مخفی رکھیں اگر اس کے بعد تین برس گزر جائے یہ آبی وانی ہدایہ وادعیر تک الاقرین (یعنی قرین رستہ مدد کو عدل آبی سے ڈراؤ) کے مطابق۔ اہل دار حکم مار لیا

في السنين الثلاث من مبعثه الى ان امر باظهار الدين عام الى الله مستترا محفيا امره واصل عليه والاد عشبتهك الاقرين۔

حدیث و تاریخ کی متفقہ روایات سے ثابت ہے کہ ابتداء سے اسلام میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین الہی کی تعلیم و تعمیل کی دونوں صورتوں کو نہایت حزم و احتیاط سے مخفی رکھا کرنے تھے۔ منشا و قدرت بھی یہی تھا اور مقصد بھی یہی تھا کہ نہایت مخفی ہی۔ زمین آبی کی تعلیم و تلقین کو خلوت کی صحتوں میں ہوتی تھی۔ جن میں وقتاً فوقتاً لوگ حاضر ہو کر شرف باسلام ہوا کرتے تھے



یہ حاصری بھی بڑی حفظ و احتیاط کے ساتھ ہوتی تھی۔ عمر ابن عبسہ السلی کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف امور تبلیغ ہی کے مخفی رکھے جانے کا حکم نہیں تھا بلکہ ذات مقدس کو قطر عام سے محفوظ رکھنے کا بھی خاص طور پر فرمان تھا۔ اس لئے کہ تعلیم ایمان سے تحفظ جان مقدم تھا۔

خلوت کی حقیقی تعلیم بعد ائمتہ۔ وقت نزول آیہ ماصدق لما قوموا وارضوا عن المسترکین (اپنی رسالت کے امور کی ظاہر کرو اور مسترکین سے علیحدہ رہو) سے شروع ہوئی اور آیہ وانی ہادیہ وامنہ وامنہ وامنہ (اپنے قریبی رشتہ داروں کو عداوت سے ڈراؤ) کے وقت نزول تک قائم رہی۔ اس زمانہ میں آنحضرت صلعم ہی کے حرم و احتیاط اور صبر و ثبات کا یہ حوصلہ تھا اور آپ ہی کے عزم و استقلال کی یہ بہت کہ کھلا دشمنوں کے درمیان تئیں دانتوں میں ایک زبان بن کر اپنی ذمہ داری کو ایسی رازداری اور خرداری کے ساتھ من احسن الوجوہ انجام دیے گئے۔ اور انھیں مخفیہ طریقہ اور رازدارانہ ذریعے سے تبلیغ اسلام اور تعلیم ایمان کے سلسلہ کو برابر جاری رکھا یہاں تک کہ تین برس میں مسلمانوں کی معتدیہ جماعت تیار ہو گئی۔

حدیث و تاریخ کے مشاہدات سے ثابت ہے کہ فرائض اسلام میں پہلے دو رکعت نماز کی تعلیم فرشتہ غیب سے آنحضرت صلعم کو پہنچائی گئی۔ چنانچہ طبری لکھتے ہیں۔

و جوب نماز ان الصلوۃ من افترعت علی رسول اللہ صلعم اتاہ حویل وھو یا علی مکہ فھمز لہ بعقۃ فی ناحیۃ الوادی فالھرب مدہ عین قوضاۃ حدیث علیہ السلام و رسول اللہ صطری الیہ لیریہ کف الطھور للصلوۃ قوضاۃ رسول اللہ صلعم کما رآی حدیث ۲ قوضاۃ قوضاۃ حدیث عرفۃ ۳ صلی اللہ علیہ وسلم بصلاتہ تما نصف حدیث ۴ حجاز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قوضاۃ لھا یرکھا کیف الطھور للصلوۃ کما رآہ حدیث ۵ قوضاۃ کما قوضاۃ رسول اللہ توصل لھا رسول اللہ صلعم کما رآی ۶ حدیث ۷ فصلت بصلاتہ ص ۱۱

حب و ریحہ ساز کے وجوب کا حکم ہوا تو حضرت حسرت بن علیؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے آپ اس وقت مکہ کے مالائی حصہ میں حضرت حسرت بن علیؑ آپ کو اس وادی کے ایک طرف گھاٹی میں لے گئے اور وہاں ایک حیشہ جاری کر کے پہلے حسرت بن علیؑ وضو کیا۔ اور آنحضرت صلعم او کو وضو کے طریقہ عمل کو دیکھتے رہے کہ وہ ہمارے لئے طہارت کا کیسے سامان بنے ہیں۔ پھر ان کے بعد آپ نے اسی طرح وضو کیا۔ جیسا حسرت بن علیؑ کو دیکھا تھا پھر حسرت بن علیؑ نے نماز پڑھی اور آنحضرت صلعم نے بھی ایسی ہی پڑھی۔ پھر وہاں سے آپ واپس ہو کر گھر میں تشریف لائے۔ اور حضرت حدیثہ کے سامنے اسی طریقہ سے وضو کیا صطرح حسرت بن علیؑ کو وضو کرتے دیکھا تھا۔ پھر حضرت حدیثہ نے بھی اسی ترکیب و عمل سے وضو کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حدیثہ کے ساتھ اسی طرح نماز پڑھی جس طرح حضرت حسرت بن علیؑ کے ساتھ پڑھی گئی تھی۔

یہاں تک تو ہم نے مخفی ذریعہ سے دین الہی کی تعلیم و تبلیغ کے حالات لکھ دیے اب ہم اس کے فرائض و واجبات کے حالات لکھتے ہیں۔ مولوی شبلی صاحب رقمطراز ہیں

ان ایام (اختیار) میں جب نماز کا وقت آتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سیار کی گھاٹی میں چلے جاتے اور

وہاں مابقی غامض اور گہرا ہے کہ چارست کی نماز حرم ہی میں ادا کر کے تھے کیونکہ یہ نماز قریش کے نہیب میں منع ہوئی تھی۔ ایک دفعہ آپ حضرت علیؑ کے ساتھ کسی دورہ میں باہر پڑے تھے۔ اتفاق سے آپ کے چچا ابوطالب آ گئے۔ ان کو اس صید طریقہ سعادت پر تعجب ہوا کہ کھڑے ہو گئے اور بڑبڑا کر کہتے رہے۔ نماز کے بعد پوچھا یہ کون دین ہے آپ نے فرمایا ہمارے دادا حضرت ابراہیم کا یہی دین تھا۔ ابوطالب نے کھامیں اس کو اختیار تو نہیں کر سکتا۔ لیکن تم کو اجازت ہے۔ اور کوئی شخص تمہارا ہمراہ نہ لے سکے گا۔ پہلے غریب امت نے دعوتِ اسلام قبول کی پہلی صاحب اس مقام پر اقلین اسلام کی غربت و افلاس میں مشرف باسلام ہوئے کہ اسلام کی حقانیت کا کافی ثبوت پھیرا یا ہے اور اس سبب سے عزت و عظمت کے ساتھ اس معارفِ حقیقت کے لوگوں میں تبلیغ اسلام کے ترقی کرنے سے مخالفین اسلام کے اس مغویانہ تمیز کا جواب تیرہ ہی نکال دیا ہے جو عالم عربی کی غرض خاص سے دنیا کو یہ بتلاتے ہیں کہ معصومہ عالم میں مسندِ نبی اسلام تلوار کے زور سے پھیلا یا گیا ہے۔ ہم ان کی تحریک کو قابلِ عقل سمجھ کر معصودِ ایل میں قلمبند کرتے ہیں۔

یہ تاریخ اسلام کا ایک بڑا اہم مسئلہ ہے کہ اسلام کیونکر پھیلا؟ مخالفین نے اس کا رد کیا تو ابراہیم ہے۔ اس مسئلہ پر بحث کتاب کے دوسرے حصہ میں آئے گی لیکن ایک خاص پہلو پر یہیں نگاہ ڈال دینی چاہیے یعنی یہ کہ اوائل اسلام میں جبکہ اسلام لانا جان و مال سے ہاتھ دھونا تھا۔ کون لوگ اور کس قسم کے لوگ ایمان لائے۔ یہ امر سب میں متحرک تھا کہ یہ لوگ قریش کے مہذب و اعظم میں سے کوئی منصب نہیں رکھتے تھے بلکہ اکثر ایسے تھے۔ مثلاً عمار بن جحاش۔ ابو لہب وغیرہ۔ یہ لوگ غیرہ و غیرہ حکومت و جاہ کے دھارین و گاہی سب میں مل سکتی تھی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان لوگوں کو لے کر حرم میں جاتے۔ تو رؤسا و قریش ہنس کر کہتے تھے۔ اھو لا عس اللہ علیہم میں دنیاوی لوگ جس ہی رحمانے ہو گئے کو ہر گز امان نہ کیا ہے کہ ان کے ردیک ان کا افلاس ان کے فقر کا باعث تھا لیکن یہی یہی تھی کہ جسے ایمان کی دولت سب سے پہلے انھیں کے ہاتھ آ سکتی تھی۔ دولت و مال ان کے قلب کو سیاہ نہیں کر چکا تھا۔ فقر و غور ان کو انصاف و حق سے روک نہیں سکتا تھا۔ ان کو فتنہ نہ تھا کہ اگر تیری ہی پروردگار کے لوگ یہ کوئی منصب عظیم ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ غرض کہ ان کے دل قریش کے رنگ سے پاک تھے اور حق کی شاعین اور پروردگار توکل پر ہو سکتی تھیں۔ یہی سبب ہے کہ انہی کے ابتدائی ہیرو ہیٹ نادر و مؤسس لوگ ہوا کرتے تھے عیسائیت کے ارکان اولین باہمی گیر تھے حضرت نوحؑ کے مقررین خاص کی نسبت کفار کو علامتہ کہنا پڑا۔

ما نزلک الا الذین ہوا داخلوا مادی الزلزلۃ وہا  
توئی لکھ علیہما من مصل علی دیکھ کر کد میں

ان ناداران قوم کی سبقت فی الاسلام کے اسباب و علل میں جیسا کہ پہلی صاحب کا غما ہے سو اسے ان کی خلوص و  
لہ بد قرہ عالم موضوعیت کی خاص ایجاد ہے۔ مولف

محنت کے اور کون سا باعث تملایا جاسکتا ہے۔ اس بنا پر مخالفین کا یہ خوبانہ خیال کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا یا گیا کقدر لغو اور بھل ثابت ہوتا ہے کیونکہ اسی تو اسلام کی تبلیغ کے لئے ظاہری اعلان کا حکم بھی نہیں ہے۔ باقی اسلام علیہ السلام تعلیم ایمان سے پہلے اپنی حفاظت حان قائم رکھنے کی بنا پر محض جلوت اور مخفی مقامات میں دین الہی کی تعلیم اور واجبات مذہبی کی تعلیم کے لئے ٹری تاکیدوں کے ساتھ مامور فرمائے گئے ہیں۔ اسی تو نہ اسلام کے ہاتھ میں تلوار ہے نہ اس کی کوئی فوج ہے اور نہ کوئی رسالہ تیار۔ صرف اس کی اعجاز بانی اور صدق ربانی اور محاسن اخلاق کی یہ تاثیر ہے کہ جو سنتا ہے وہ اس کا مطیع و متقلد ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں معترضین اور نگوں کی قبول اسلام کا ذریعہ تلوار کی دھار کو کیسے تملاسکتے ہیں۔ جو کل تین برس کے اندر سیگڑوں کے تعداد میں۔ مکہ معظمہ اور ادس کے گرد و نواح سے آکر مشرف باسلام ہو چکے تھے۔

مخالفین اسلام اگر تھوڑی دیر کیلئے تعصب کا حجاب اپنی آنکھوں کے سامنے سے اٹھا دیں تو حقیقت حال کا سائیت آسانی سے مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اسلام نہ کوئی نئی شریعت لایا ہے۔ اور نہ اس نے اپنے مضامین و حکم شرعیہ کی نسبت کسی نوعیت کا دعویٰ کیا ہے۔ بلکہ وہ تمام ادیان و مریکین گذشتہ کی بنیادیں اور شرعیتیں ثابت اور کامل کر دینے کیلئے نازل کیا گیا ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ اسکے تمام تعلقات ابتداء سے لیکر انتہا تک قریب قریب تمام سر و پائے ساتھ ہی مطاق ہوں۔ اہم سابقہ کی گذشتہ مثالوں سے کما حقہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ جس طرح انبیائے سابقین پہلے ایمان لانے والے زیادہ تر نادار اور مفلوک الحال افراد ملک قوم ثابت ہوئے ہیں۔ اسی طرح اسلام کی ابتداء تبلیغ و تعلیم کے ایام میں بھی علی الاکثر یہی حضرات دولت ایمان سے بہرہ اندوز ہوئے۔ ہم اس سے زیادہ اس بحث کو اس مقام پر طول دینا قبل وقت سمجھتے ہیں۔ ان شاء اللہ اس کی تفصیلی بحث اپنے مقام مناسب پر قلمبند کی جائے گی۔

ابتداء میں اہل اسلام کی حضرت اسماعیل صاحب ابن اثیر کے استناد سے ایہ لکھ چکے ہیں کہ جناب رسول خدا ﷺ علیہ وآلہ وسلم نماز چاشت حرم محرم میں جا کر پڑھا کرتے تھے۔ اسلئے کہ یہ نماز مذہب قریش میں بھی جاری تھی۔ اس عبارت سے متفاد ہوتا ہے کہ مشرکین قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امور سے انکار و ضرور تھا لیکن یہ اگر وہ انکار مخالفت اور خصامت کی حبیب صورتوں میں بھی تک تبدیل نہیں ہوا تھا۔ وقتاً فوقتاً وہ اپنی جہالت و ضلالت کو قعاض سے طعن و تنبیہ اور تعریض کے کلمات بگتے اور اسلام پر آواز دے رہتے تھے جیسا کہ اھولاء میں اللہ علیہ وسلم نبی کے الفاظ تعریضی سے صاف ظاہر ہے۔ لیکن وہ خطا پوش و عطا پاش عالم رحمۃ للعالمین محمد بن عبد اللہ علیہ وآلہ وسلم انکار و نفور آگاہی و احوص عن المشرکین کے مطابق۔ ان کی ان جاہلانہ حرکات و برکات کوئی توجہ اور اعتناء فرماتا تھا۔ اور نہایت صبر و سکوت اور ثبات و استقلال سے تبلیغ اسلام اور تعلیم ایمان کے فرائض انجام دیتا تھا۔ اس کے خاموشانہ انداز و طریق تبلیغ نے آہستہ آہستہ تھوڑے دنوں کے اندر معتقدین کی جمعیہ جماعت قائم کر لی لیکن اتنی زبرد کا میابی پر بھی اس کو غم و غمش استقلال نے اپنی طرف سے پر جویشی کے کسی اہلار کو نہ مصلحت وقت سمجھا اور نہ مناسب مقام اس کا عزم بالجزم

اوسی استفدال و باد آری سے کام کرتا گیا اور ایسی ترقی اور توسیع تبلیغ کا قدم آگے بڑھاتا گیا۔

لیکن پرچوش معتقدیں سے ایسی روکاوٹ میابی کے حذبات نہ رک سکے۔ اور وہ اسلام کے امور کو زیادہ مخفی رکھا جانا فطرت عامہ کے اصول معمول کے مطابق ایسی کمزوری۔ اپنا ضعف اور کسر شاں سمجھنے لگے۔ اور حجاب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبلیغ اسلام کے اعلان پر اصرار کرنے لگے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ خدا کی مصلحت کو خدا جانتا ہے۔ یا اوس کا رسول معمولی طبیعتیں اور اقل قدرت نہیں ہو سکتیں اس قدر قوت کی مصلحتوں کو نہیں سمجھ سکتیں اور ان کے اصرار پر قدرت کا لازماً منصفیست کا ذمہ دار برابر انکار فرماتا گیا۔ وہ ان کے اصرار و رائے انکار کی حقیقت و مصلحت کو یورے طور سے جانتا تھا اور اوس کی پیرا ہونا تھا۔ لیکن عقیدت مندوں کی معمولی طبیعتوں میں تحقیق شناسی کے استنباط جو ہر کمان تھے جو اس کے منافع اور ضرر کو بخوبی سمجھ سکتے۔ اس کی مثال حضرت ابوبکرؓ کے مصائب کا مفصلہ ذیل قصہ ہی۔ جو حضرت حمزہؓ کے عین اسلام لانے والے دن واقع ہوا۔ جس کو ہم تاریخ المجنیس کی عبارت سے نقل کرتے ہیں۔

الکتاب متقی میں مرقوم ہے کہ اسلام حمزہ اس عبدالمطلب اوسو رواج ہوا رسول حضرت ابوبکرؓ نے مار کھائی وہ یہ ہوئی کہ حب اصحاب رسول کی مقدار اتنی ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ نے حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اصرار کرنا شروع کیا کہ آیا آپؐ ظہور فرمایاں حضرت نے فرمایا اے ابوبکرؓ اسی ہم قلیل التعداد ہیں لیکن حضرت ابوبکرؓ نے اپنے اور ایسا اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک ان کا اصرار تھا کہ مالاخر حضرت نے نواحی مسجد میں ظہور فرمایا اور حضرت ابوبکرؓ نے خطبہ پڑھا شروع کیا اور یہ بلا خطبہ تھا جو ہر رسول کی دعوت کی متعلق پڑ گیا۔ حب رسولی راہوش مٹنے ہوئے تھے۔ اس پر گروہ مشرکین میں جو لوگ موقع پر موجود تھے اس قدر ہرجاں ہوا کہ وہ سب کے سب حضرت ابوبکرؓ اور دیگر مسلمانوں پر موجود تھے۔ ایک اور ٹیٹے عتہ میں یہ بھی فاسق نے حضرت ابوبکرؓ کے قریب آکر پاؤں سے جو تے نکالے جو یہود اور نصاریٰ اس ترکیب سے مارا شروع کیا کہ صدر بیوند ہوتا تھا اوسی کو چہرے کی طرف گما دیتا تھا جس سے حضرت ابوبکرؓ کا چہرہ اس طرح گیا تھا کہ چہرے پر پاؤں نہیں معلوم ہوتی تھی۔ اس اتنا میں یہو تیم اس کے قیدہ والے آگئے اور سر سے جھڑکے ایک چادر میں اوٹھا کر اکوٹھ لگائے۔

وفی المتفق وکان حمزہ من عبدالمطلب اسلمو یوم صرب ابوبکر وذلک ان اصحاب رسول اللہ صلعم و رہی اللہ عنہم لما احتلموا وکانوا تسعة وثلثین رجلاً الخ ابوبکر علی رسول اللہ صلعم فی الظہور فقال یا اما لک انا قلیل فلم یزل یلع علیہ حتی طهر رسول اللہ فی نواحی المسجد وقام ابوبکر فی الناس خطیباً ورسول اللہ صلعم جالس وکان اول حطیث عالی اللہ عزوجل والی رسولہ وبارکوا لشرکوں علی ابوبکر وعلی مسلمین یضربونہم فی نواحی المسجد صراستیدا او طشوا الوکر وضراب صراستیدا ودامامہ الفاسق عتہ بن رسیعہ فجعل یضربوہ سعید بن قیس ویحییٰ قیس وچہدہ وافر علی وچہدہ الی بکر حتی ما یفرقہ من وجہہ وحات سوبہ واخلوا لشرکین علی ابوبکر واخلوا لکونی ثوب حتی اخلوا لہ بدتہ

جلد اول ص ۳۲ مطبوعہ مصر

حضرت ابوبکرؓ کماں ایمان کی مصلحتوں کو نہیں سمجھتے تھے اس لئے انھوں نے اس کے اصرار پر اصرار فرمایا حالانکہ جناب رسولی نام

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اختفا و کتمان کی مصلحتوں کو سمجھ کر انکار نہ کیا بلکہ غلط اصرار سے برابر سمجھاتے رہے لیکن چونکہ یہ رازدار قدرت اور واقفکار تحقیق نہیں تھے۔ اس لئے نہ مانے نتیجہ یہ ہوا کہ خود بھی مصیبت میں پڑے اور دیگر مسلمانوں کے لئے مصائب کے سدا کا فتح الہاب کر گئے۔

بہ تو تبلیغ اسلام کے فرائض میں معتقدین کی سچا مصداق قریش کی اشتعال طبعی خصوصیت اور اذیت اہل اسلام و انبیاء اسلام کا باعث ثابت ہوئی۔ اسی کے ایک ایک دو سرا امر یا عاقبت اندیشانہ طریقہ سے سعد بن ابی وقاص کے ہاتھوں اسلام کی تعمیل و احیاء کے متعلق سرزد ہوا۔ جو اسی تاریخ کی مفصلہ دلیل عبارت سے ظاہر ہے۔

اصحاب رسول صلعم اس راہ میں جب مارٹ پڑتے تو ہڈیوں کی درد میں جا کر ایسی قوم سے چھیک کر مارٹ پڑا کرتے تھے ایک مرتبہ سعد بن ابی وقاص صحابہ کے ساتھ مارٹ پڑ رہے تھے کہ اودھر سے کھار قریش کا گدڑ ہوا۔ الوگوں نے انکی مار بر استہراؤ تمسخر کیا یہاں تک کہ عاصم بن زکریا کی کوست ہو بیٹھ گئی خیارہ سعد بن ابی وقاص اس کی ہڈی اڑھکا کر ایک کا در کو مارا جس سے اوسکا سر زخمی ہو گیا یہ پہلا خون ہے جو اسلام میں بہایا گیا جلد دوم ص ۱۹۱

وكان اصحاب رسول الله صلعم ادا صلوا ودهو الى الشعاب ما استحقوا من قومهم فبينما سعد بن ابی وقاص في نفر من اصحاب النبي صلعم في شعب من شعاب مكة اذ اظهروا عليهم نعر من المشركين وهم يصلون ما كراهم وغانا عليهم وارضعون حتى قاتلواهم وقاتلواهم فصر سعد بن ابی وقاص رحلا من المشركين يلحى من حملها مشقة كما ان اول دهر اهرق في الاسلام۔

عبداللہ بن مسعود صحابی نے بھی اوائل اسلام میں ایسے ہی حرارت سچا کی تھی جسکی مفصل کیفیت ہم تاریخ طبری کی عبارت ذیل میں لکھتے ہیں۔

ایک راوی اصحاب رسول صلعم جمع ہوئے اور آپس میں کہنے لگے کہ ابھی تک قریش نے صلہ اور دوا صلہ آواز سے قرآن نہیں سنا ہے ہمیں یہ کون ایسا شخص ہے جو انکو قرآن صلہ آواز سے حکم کرے اور اسے عبداللہ بن مسعود لوئے وہ میں ہوں۔ اصحاب نے کہا تمہاری طرف سے یہ کجوف ہوئے کہ قریش میں کوئی صاحب قسیدہ نہ تھا کہ تمہارے ارادہ میں تمہارا ساتھ مراحمہ کرے اور تمکو مار کرے عبداللہ لوئے۔ آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت سے اسے گائیے کہ اس ام عبداللہ بن مسعود کا لقب ہی کیا تھا یہو سو تو الوگوں نے کیا یہ تو یہی چیز ہے جو حلیہ

اجتمع يوما اصحاب رسول الله صلعم فقالوا والله ما سمعت قریش لهذا القرآن يحمروا لسانه قط من رجل يسميهم فقال عبد الله بن مسعود اما قالوا اما تحسنا هم عليك امها ريد رحلا لده عتيرة مسعونه من القوم ان ارادوه فقال دعوني فان الله يسمعني قال فقد ان مسعود حتى اتى المقام في الصبي وقریش في انديتهم حتى قام عبد المقام قال ليسم الله الرحمن الرحيم رافعا لها صوتها الرحمن علم القرآن خلق الالسان علمه اللسان ثم استقلها يقرء فيها قالوا تاملوا وحلوا يقولون



ما یقول اس ام عد تم قالوا لیسوا بعض طحام  
 له محمد فقاوا الیہ فحملوا یصرؤن فی وجهه وحل  
 یقرء احتمہ بلغ مسہا ما ساء الله ان یبلغ تم اصرت  
 الی اصحابہ وقد اتروا وجهه فقاوا هذله الذی  
 حسیما علیک قال ما کان اسداء الله اھون علی منھم  
 الا ان لئن تشتم لا عاد سھو علی امتلھا قالوا لا احسک  
 فقد اسمعتم ما یکوھوں تیاع طری مطوعہ جس صفحہ ۱۱۸

ان لوگوں کے رُغم کے مطابق مارل ہوئی ہے یہ سستی ہی تمام قریش اٹھ  
 کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن مسعود کے منہ پر بھڑک مارنے لگے لیکن  
 جہا تک حد کو اس سے تلاوت ترآن کو فی مطوۃ تھی یہ تلاوت کر چکے تھے  
 تلاوت کر چکے تو اصحاب رسول صلعم کے یاس وایس آئے۔ چھوہ پر مارا  
 نشان بالکل نمایاں تھا۔ اصحاب اس حالت سے انھیں دیکھ کر  
 لگے کہ تمکو تمہاری نسبت اسی بات کا اندازہ تھا عبداللہ نے کہا کہ  
 حد کی طرد سے یہ امر مجھے بالکل آسان معلوم ہوا ہے۔ اگر آپ لوگ

جیساں تو پھر کل میں اسی طرح کو کھلاؤں۔ اصحاب نے کہا میں یہی کافی ہے جس چیز سے وہ کراہت کرتے تھے وہ تم نے انکو سدا دی۔  
 شبلی صاحب نے بھی اس واقعہ کو اسی حوالہ سے لکھا ہے لیکن اپنی اختصار کے قدیم میرا یہ میں طبری کا حوالہ بھی  
 غلط دیا ہے صفحہ ۱۱۸ کی جگہ ۱۱۸ ہونا چاہیے۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۷۱

یہ واقعات بتلاتے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی عقیدہ مندوں اور معمول سیدوں نے رازدار رسالت کے مصالح و فتنہ  
 کی قدر و عظمت نہیں کی۔ اس لئے کہ وہ اس کے حقیقت شناس نہیں تھے اسلامی محدثین میں عین کے خلوص عقیدت اس وقت  
 ان حضرات کے ان طرز عمل کو حسیا کچھ مستحسن نہ تھامیں۔ اور انہیں سے ایک کو اسلام کا خطبہ اول اور پھر اسے کو حملہ اول  
 یہ ظاہر فرماتے ہیں۔ وہ ان کے حسن عقائد سے متعلق ہے لیکن بحلاف ان کے حب ایک عاقبت میں اور مال اندیش محقق ان  
 واقعات پر نگاہ غور ڈالے گا تو اسکو صاف طور سے معلوم ہو جائیگا کہ ان کے یہ عجیب و غریب عقائد باعث مفاسد تھے اور انکی  
 یہ مبادرت محض بیجا بیوقت اور بالکل ناانسیبا تھی۔ یہ بہت وجوہ صریح اشتعال انگیزی تھی اور قسطنطین بنی رسول  
 بار بار ان پر جو شیون کے اظہار سے منع فرماتا تھا۔ خدا و غرض عن المشرکین کہ کفر معاملات کفار سے کفارہ کشی کی تاکید  
 کر رہا تھا لیکن یہ پر جوش عقیدت مند کیسی ہی نہیں سننے جلتی آگ کے شعلوں کو اپنے ہاتھوں سے بھر کاتے ہیں اور ان  
 آپ ہی آپ گرے جاتے ہیں۔ ان بیجا جراتوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام قریش کے غیض و غضب میں ایک بیجانی  
 کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اسلام و بائی اسلام علیہ السلام کی طرف سے جو وہ اب تک خمو شاتہ اور غیر سر و کار نہ رہتے  
 اختیار کئے ہوئے تھے اور اسوقت تک اپنے انکار و اکراہ کو صرف جاہلاد طعن و تیغ اور وحشیانہ استہزاء و مسخر تک محدود کر  
 تھے ان واقعات سے اتنا متاثر ہوئے کہ اسلام اور غیر اسلام کی کھلی کھلی عداوت اور مخاصمت پر پڑی مستعدی سے  
 آمادہ ہو گئے اور گویا اسوقت سے خاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام مسلمانوں پر بلا و مصیبت کو قلع الباب  
 شبلی صاحب نے ان واقعات کو سرے سے مرفوع القلم فرما دیا ہے۔ گویا تاریخی واقعات کی حیثیت ہی  
 نہیں رکھتے۔ حالانکہ ان حالات کو تاریخوں سے زیادہ حدیثوں نے بیان فرمایا ہے۔ بیجا پنچہ صاحب تاریخ الخلفاء نے ان کو

حدیث کی مشہور و معروف کتاب المنقح سے نقل کیا ہے۔ خواب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخلا و انوار کی سیرت  
مردت جس جرم و احتیاط ہو شہیاری اور سیداری سے کاٹی وہ آپ کے استقلال اور بہت کے کافی ثبوت ہیں حتیٰ  
یہ رسالت ہی کی ذمہ داری اور نبوت ہی کی قوت و یاد داری تھی۔ اسی حال کی حفاظت مسلمانوں کے حال و مال  
کی نگرانی کفار قریش کی مہنوناہ تعریض اور مغرورانہ طعن و تشنیع پر کت و خموشی فرید بران۔ یہ جوش عقیدت مندوں کی سجا  
مسادرت اور نازیبا حرأت و بہت کا ضبط و سطر اتنی اہم ضروریات اور مشکلات کو حساب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم  
العیس تمہارے کہ میں احسن الوجوہ طے فرماتے رہے۔ جتنا بخیر شبلی صاحب بھی اتنا ضرور اعتراف لکھتے ہیں۔  
تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہایت راز داری کے ساتھ فرض تبلیغ اور کیا برس ۱۵۳

## نبوت کا چوتھا سال دعوت قریش

سہ سالہ رسالت احصاء کے انقضائے بعد قدرت نے وقتی تناسب اور مصالح نظر کر کے حساب رسالت صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم کو اندر بخیر تک الاقرین ایہ قریب کے رتہ داروں کو علحدہ سے ڈاؤں کا حکم حکم مازل فرمایا۔ جو لوگ تحقیق سید نبین اور  
حقیقت شناس۔ وہ قدرت کے ان نظام بالمدیرین کی مصلحت و خوبی کو کافی طور سے سمجھتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ایسے  
مارک وقت میں تبلیغ مذہب کی ادکاری بالکل راز داری تھی۔ ہر خاص و عام سے اظہار و اعلان قیام اسلام  
مات نقصان اور باقی اسلام کیلئے خطرہ حال بننا یا مذہبی سوا کے اظہار تبلیغ اور راز و تصدیق کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
کے خاندان میں اون ذوات مقدسہ سے آغاز کیا گیا جو آپ سے اقرب ترین تھے اور جبکہ خلوص ایمان اور وقوف عمدہ  
بیان پر خدا و رسول کو یقین تھا وہ بر گوار حضرت خدیجہ آپ کی بی بی تھیں۔ آپ کے بارے میں کھانی حضرت علی مرتضیٰ تھے پھر کے  
یہ وہ خاص زید ابن حارثہ تھے۔ انھیں حضرات سے بالفاق جمہور تبلیغ اسلام کی استدرا فانی گئی۔ ان بزرگواروں نے  
فوراً تصدیق رسول مکرلی اور سب لوگوں سے پہلے مشرف ماسلام ہو گئے۔

مشیت خداوندی نے وہی نظام مصلحت جو امتائے تبلیغ میں جاری فرمائے تھے اس وقت بھی نافذ فرمائے  
اگر یہ اظہار تبلیغ اور اعلان دعوت اسلام کا (امد بخیر تک الاقرین) حکم صادر ہو چکا تھا۔ لیکن تاہم اسکے لقاؤ کا آغاز بھی  
ایسے خاص اعراف و اقارب سے کئے جانے کا خاص طور پر فرمان دیا۔ اس لئے کہ گناہوں پر یگانوں سے زیادہ اعتماد ہوتا  
خواب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس حکم خداوندی کی جس مستعدی اور سرگرمی سے تعمیل فرمائی اور  
ضرورتاً ہم پہلے شبلی صاحب کی عبارت میں جب ذیل نقل کرتے ہیں اور یہ اس کے بعد مقدانہ طریقہ سے اصل واقعہ  
کا انکشاف حقیقت کرتے ہیں۔ صحیح بخاری ص ۱۰۰ کے حوالہ سے لکھا جاتا ہے،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر یکایک مہاجرین و انصار کو جمع ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کی جانب و ایک سنگراں رہا ہے



تو تم کو یقین آئیگا، سب نے کہا ہاں۔ کیونکہ ہم لوگوں کو ہمیت سچ بولنے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا تو میں کہتا ہوں کہ اگر تم ایسا نہ لاؤ گے تو میرا دل  
شہید مارل ہوگا۔ یہ سب کس لوگ جن میں آیا کا جیالو سبھی تھا۔ سخت مرہم ہو کر چلے گئے۔

چند ور کے بعد آپ نے حضرت علیؓ سے کہا کہ دعوت کا سامان کرو۔ یہ درحقیقت اسلام کی تبلیغ کا سیلا موقع تھا تمام خاندان عبدالملک  
موجود کیا گیا حمزہؓ، ابوطالؓ اور عثمانؓ سب تک تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانیکے بعد کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں وہ چیز  
لیکا آیا ہوں جو تمہارے دین و دنیا دونوں کو کھیل ہے اس بازار کے اٹھالے میں کون میرا ساتھ دینگا۔ تمام مجلس میں نہاٹا تھا وقتاً حصر علیؓ  
نے اٹھ کر کہا گو مجھ کو آشوب حشرم ہے گو میری ٹانگیں تیلی ہیں اور گو میں سب سے بوجھ ہوں تاہم میں آپ کا ساتھ دوں گا قریش کے لئے ایک ہیرت اگر  
مستطرتما کہ دو شخص جس میں ایک سیرہ سالہ جوان ہے دینا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں حاضرین کو مساحتہ ہسی الکی لیکن آگے چکر رہا ہے  
نکادیا کی پیرایہ سج تھا جلد ۱ ص ۱۵۴

ظاہر ہے کہ تسلی صاحب نے اس واقعہ کو صرف صحیح بخاری سے نقل کیا ہے۔ اور کسی تفسیر، حدیث اور تاریخ کی کتاب سے  
میں اسلئے کہ آپ کے اصول موضوعہ کے مطابق جس کا عنوان جو ملائیم لے لیا۔ آپ نے وہاں یہی سے اٹھایا ہے۔ بخاری  
سے طرہ کوئی دوسری کتاب معتبر نہیں تھی اسکے مقابلہ میں تیسرتی تاریخ تو سب سے دور ہیں تو ان کا ذکر ہی کیا رہے۔ ایسے ہی تفسیر  
حدیث یہاں تک کہ تفسیر خمسہ صحاح بھی اسکے مقابل نہیں ہیں گو آپ کے اس طلسم بخاری کی حقیقت ہم آپ کے دیباچہ کے تبصرہ میں  
پورے طور سے دکھائی گئی ہے لیکن خاص اس روایت بخاری کی حقیقت حاشیہ زیر میں صفحہ کی عبارت میں پوری تفصیل سے لکھتی ہیں۔

اسی وجہ سے حضرت بخاری کا طلسم علی صاحب نے دیباچہ کتاب ہی سے اس عرص و عایت و مادہ ہاتھ کر ان عظیم التاں واقعات فصائل و مسائل حضرت  
صلی مرتضیٰ اور جان رسولی ام کے ساتھ آپ کی اصل ترین قوت رفاقت اور بصرت و حمایت اور سیرا سلام کے ساتھ آپ کی مریدانہ اور عمامہ شفقت اور  
حسرت پرور سے طور سے نقاب الکی کی جائے جس سے دیباچے صحاح میں سادات اور تعظیم کے عطا اصول قائم نہایت ہوں اس بار اس واقعہ کو  
اور اسکے ایسے تمام واقعات اسلامی کو انواع اقسام کی صحت و حریت اور مختلف وضع و قیاس کی قلمکاری سے حتی الامکان مٹایا گیا  
ہے اور چھپایا ہے جیسا کہ اس واقعہ آئندہ تمام واقعات کے متعلق یہاں ہی تفسیری عبارت زیر حاشیہ سے بطور طور پر ظاہر ہوگا ہم نے  
بخاری کے استحقاق اور اختصار واقعہ کے خلاف اس علاقے کی بار کی تصنیفات سے اسکے تفصیلی حالات لکھتے ہیں اگرچہ ان حضرات کی تہرت اور  
اعلیٰ کسی توفیق کی محتاج نہیں ہے لیکن تاہم اصول کلام اور مریدانہ طبعیات کی غرض سے ہم ان کی توفیق معصومہ و بل عبارت حاشیہ میں قلمبند کرتے ہیں  
ہم نے امام سانی کے حصص النص کی عبارت سب سے پہلے لکھی ہے اس بار پہلے او کی توفیق ملا خطہ ہو۔

توفیق من امام سانی۔ امام سبکی طقات الشافعیہ میں لکھتے ہیں۔ قال اس الطاهر المقدسی شات سعد بن علی الدیمحانی عن دحل جوف  
فقلت صغیرہ الشافعی فقال یا سنی ان لانی عبد الرحمن شرطی الرجال اند من شرط النخادی بن طاہر مقدسی نے سعد بن علی  
س بخاری سے ایک راوی حدیث کا حال پوچھا اسے اس کی توفیق کی میں نے کہا سانی نے تو اسکو صغیر کہا ہے تو سعد نے کہا اے میرے بیٹے عبد الرحمن  
سانی کے شرط رجال بخاری سے زیادہ سخت ہیں۔ اسی طرح طقات الحفاظ امام سیوطی میں ہے قال المدھی ہوا حطط من سلطان محتاج

ششلی صاحب اور اون کے اسلاف بخاری وغیرہم کی پہلی عرض مدعا ان ترکیبوں سے کیا تھی؟ وہی حضرت علیؓ کے مضائل و مناقب کا استحواظ اگرچہ سواد اعظم میں یہ مواد عالمگیر ہے لیکن امام بخاری صاحب اس مرض میں آغاز ہی سے متلاہین اور اسکے ساتھ آپ کو شغف خاص ہے ہم دعوتِ قریش کے واقعہ کو صحاح مستدرسن تفسیر اور تاریخ کی اصلی عبارتوں کے ساتھ دلیل میں نقل کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جاوے گا کہ واقعہ کیا ہے اور بخاری صاحب لکھتے ہیں کیا اس سے پہلے ہم امام سانی کے مضامین سے جو ادبی صحیح میں داخل ہے۔ اسکی حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں۔

عن ربيعة بن ربيعة ان رجلا قال لعلي اس يطالب يا امير المؤمنين لمرورته اس عكك دون عكك قال جمع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بي عبد المطلب فضع لهم مئذامن الطعام قال فاكلوا حتى شبعوا فنفى الطعام كما هو كان لمرعيس فمر دعامة فتروا حتى تردوا ولقي القتل كان لمرعيس ولوميرف فقال يا سي عبد المطلب اني نعت اليكم حاصلة والي الناس عامة وقد رايتكم اياكم ما يعني علي ان يكون احمي وصاحبي وداري فلم يقم

مرعيس ماجه سے مروی ہے کہ کسی نے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کو یہ کہا کہ آپ ہی کون وارت رسول ہوئے اور آپ کے حجاز وارت رسول نہ ہوئے۔ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ نے حامداں عبد المطلب کو بلا کر غزوہ دی۔ ایک طعام اور ایک بیالہ یابی سے س کو سیر کر دیا اور کھانا یا فی اسی طرح بحر یا بحر دیا یا اے سی عبد المطلب ہم تمہاری طوت خاص پر مسوت ہوئے ہیں۔ ار لوگوں کیلئے عام طور سے۔ تو کون شخص تم سے ہمارے ہیبت کرتا ہے۔ اس ستر پر کہ وہ ہمارا وارث ہو اور ہمارا صاحب ہو اور ہمارا کھانا ہو۔ ارتا سکر کوئی بھی کہ اس میں جو ہم ہر بار کھڑے ہو کر

باقی عبارت حاشیہ دہی کہتے ہیں کہ وہ سانیؓ مسلم الحاح اصالحیہ مسلم سے زیادہ حافظ حدیث تھے۔ علامہ عبد المظاہر زرقانی ایسی ترح میں لکھتے ہیں النساء ابو عبد الرحمن احمد بن یحییٰ الخراسانی قتل المصیری الحافظ احداً مئة المشریین والعلماء الطوائف والحفاظ المتقیین حتی قال اللہمی هو احفظ من مسلم ابو عبد الرحمن احمد بن یحییٰ خراسانی بعد مصری کے ارانکہ معتبرین علماء مکرین اور حفاظ متحرین میں سے ہیں اور قول دہی مسلم سے زیادہ حافظ حدیث ہیں۔ علامہ بیوطی تدریس الرازی ہیں حکے اکثر حوالے سلی صاحب نے بھی سیرۃ النبیؐ میں دیے ہیں۔ لکھتے ہیں

قال اس طاهر المقدسی شرط البخاری ومسلم ان یخرجوا الحدیث الجمع علی نقیة ورحاله الی القنای المتھور فال عراقی ولیس ما قالہ یحیدلان النساء صنف جماعة اخرج لہذا السنحان او احدہما ص ۳۸ آں ظاہر کہتے ہیں کہ شرط بخاری ومسلم یہ ہے کہ وہ ایسی حدیثیں روا کرتے ہیں حکے رجال موفق ہوں یا صحابہ کا اجماع ہو۔ عراقی کہتے ہیں یہ درست ہیں کیونکہ سانیؓ نے نہت سے ایسے راویوں کو ضعیف کر دیا ہے جو بخاری ومسلم نے روایت کیا یا صرف بخاری نے یا صرف مسلم نے روایت کی ہے۔ اس سوال یہ ہوتا ہے کہ ہم نے روایت حصائص سانیؓ سے نقل کی ہے نہ صحیح ہے اس سائر ہالافرض ہے کہ ہم ثابت کریں کہ حصائص بھی حاصل صحیح ہے اور یہ کہ حصائص اسی صحیح کا ایک حصہ و حاص ہے اور ایک ہی شے ہوا کے ثبوت میں ملاحظہ تدریب التہذیب اس محرک معقلہ دہل عبارت۔ وکانہ لمریق علیہا واللہ الموفق (المقزی) داود علی دوم ولیلہ للنساء عن السنی وھو من حملة کتاب السنی فی روایۃ اس التمر و اس السیاد وکذا لك افو حصائص علی وھو من حملة المناقب فی روایۃ اس السیاد

الیہ احدہ ثلثت الیہ وکنت اصغر القوم قال احلس  
 قالت ثلاث مرات کل ذلك اقوم فیعول احلس حتی  
 کان فی الثالثة صریدہ علی بدنی ثم قال حدک  
 ورت ان عی دوت عی حصان من مطونہ جلد ۹ ص ۶۸  
 مالکہم سب سے چھوٹے تھے حضرت یس یا اس کلام کا امادہ کیا  
 لیکن کوئی شخص پھر میرے نہ کہرا ہوا یہ ہم ہی ہر بار کہہ رہے تھے۔ تو حضرت صلعم  
 نے یہ نادرست مبارک میرے ہاتھ پر مارا حضرت علی بیان فرماتے ہیں کہ ہم  
 اسوۃ ایسے اس عم کے وارت ہوئے۔ یہ ہمارے عم زرگوار حصان من مطونہ  
 صحیح بخاری کی عبارت مندرجہ بالا سے حصان من سانی کی موجودہ عبارت کو ملایا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ بخاری صا  
 لے اپنی جو برہمنی سے اس واقعہ کو کیسے مہم اور منسل طریقہ سے بیان فرمایا ہے اور اصل واقعہ کہ جس سے حضرت علی کی رفا  
 سوئی کے حقیقی قول و قرار و خطاب مجبّر صادق کی ربانی اونکے مرات و مدارج کے اظہار ہوتے تھے۔ بالکل مرفوع القلم  
 کر دیا گیا اور انکا وقوع ہوا ہی نہیں تھا۔

اب مسند امام جلیل کی عبارت ذیل میں ملاحظہ ہو۔  
 حد ثنا عبد اللہ تالی اسود بن عامر تبارک عن  
 الاعمش عن المسہال عن عامر عن عبد اللہ الامدی  
 عن علی قال لما نزلت هذه الآية وَاُولٰٓئِكَ عَشٰرُكَ  
 الْاَقْرَبٰٓیْنَ قَالَ اَجْمَعِ الْمَشٰیءَ مِنْ اَهْلِ بَيْتِیْ وَاجْمَعِ بَنُو  
 عبد اللہ تالی اسود سے۔ اسی اسود عامر سے۔ عامر تبارک ہی تبارک  
 اعش سے۔ اہل مہال سے مہال عامر سے۔ عامر عبد اللہ اسدی  
 سے عبد اللہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیہ فَاُولٰٓئِكَ عَشٰرُكَ  
 الْاَقْرَبٰٓیْنَ نازل ہوا تو صاحب رسولی راضی علیہ و آلہ وسلم نے اپنے  
 گھر کے لوگوں کو جمع کیا وہ لوگ میں آدمی تھے۔ ۱۰ لوگوں کی حیات

لقیمہ حاشیہ  
 ولویورہ التفسیر ہو فی روایۃ حمزہ وحده ولا کتاب الملتک ولا مستعاده والطب وبعذرک وقد تعذر مد لک داود  
 راوہما تین لی وجہہ احوادہ للخصائص وعلی قوم المیلۃ مری مصنف تدبیر سانی کی کتاب علی یوم ولیلۃ کو علحدہ کیا مالک نے روایت  
 اس احمد و ابن سیارہ بھی کتاب السنن سے ہے۔ اسی طرح حصان من سانی علی و تفسیر کو بھی علحدہ کیا مالک نے وہ منہلہ جو مناقب ہوا اور علحدہ  
 کیا تفسیر کو نہ کتاب الملائکہ کو نہ کتاب الاستعاذہ کو اور نہ کتاب الطب کو جسکے متعلق ایک ایک راوی مہر ہوا سانی سے تو ہر ایک اسکی کوئی دوسری  
 معلوم ہوئی کہ کتاب الخصائص اور علی یوم واللیلۃ کو کیوں اہل کتاب سے علحدہ کیا گیا تدبیر المتدبیر جلد ۱ ص ۶۸

۱۔ اسکے بعد یہی سن لیا جاوے کہ حصان من سانی کا لکھا اسکے وقت میں انبار حرم عظیم تھا کہ سوائے قتل کے اسکی دوسری سزا ہی نہیں  
 تھی۔ چنانچہ سانی عرب بھی اسی جھپٹ میں آگئے اور اسی حصان من سانی کے گھنے کی دوسرے اہل حال گئی۔ ان کا یہ قصہ سن حجر کی ربانی ذیل میں  
 ملاحظہ ہو۔ قال اس عاص سمعت المنصور العقیقہ و احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاوی یقولان ابو عبد الرحمن امام من المسلمین  
 وقال محمد بن سید المادری ذکرہ النسائی لغا سمر المطور فقال هو امام یستحق ان یکن اماما وقال ابو علی المہتبی اور ی  
 سئل النسائی الا ما مر من لاجلہ وقال فی موضع رأیت من اسمۃ الحدیث ادعیت فی ربانی واسعاد بن ابقان تشارک  
 محمد بن النعمان و ابن ہبیم بن ابی طالب والنسائی بہم وعد ان فی الاہوار وقال مامون المصری خرجنا فی طوطوسی  
 واجتمع من الحفاظ عبد اللہ بن احمد و مریع و ابو الاذان و کلیمہ و عذرہ و فکس و اکھم و انما ابی النسائی وقال ابو الحسن

ما كلوا واشربوا فقال فقال لهم من يصبر على ربي و  
مواعيدى ويكون معى فى المحنة ويكون حليقى فى اهلى  
فقال رجل لم يسمه تبارك ما رسول الله صلعم انا كنت  
حرا من تقوم ههنا اذ قال الاخر قال فعرض ذلك على  
اهل بيته فقال على اهل بيته فقال على انا حاء

کی گئی۔ اور تمام لوگوں نے ملکر کہا یا یہا۔ ہیرا کی لے اوں لوگوں کو  
مخاطب کر کے کہا کہ تم میں سے کون شخص عمامہ پہنا ہے کہ میرے مرض کو  
اداکرے میرے دوا دیکھو یوں کر کے اور میرے ساتھ ہمت میں رہے  
اور میرا حلیفہ ہو حاضرین میں سے ایک شخص جس کا نام رادی لے میں لیا  
اوتھ کھڑا ہوا۔ رکھے لگا کہ آیا یہ کیا ضروری ہے کہ ایک ایسا شخص  
ہو کہ لوگوں پر عرض کیا مالا آخر حسرت سہی لے اٹھ کر کہا کہ وہ میں ہوں  
سے ہیں ہے لیکن وہ الفاظ موجود ہیں جیسے پڑھنے لکھنے اور سننے  
اور اس میں خلافت علی کا انبار اقرار ہے۔

کے معاملات فی سبب الاقوال والاحوال علیہ ص ۳۹۷ میں اسکی صورت واقعہ لیں تحریر ہے۔

عمر علی قال لما نزلت هذه الآية وأندبر عتيد يكره  
 أن يقر بيني على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم  
 فقال يا أبا علي إن الله أمرني أن أمد رعتي في ولائها  
 فصمتت بذلك فزاعوا وعرفوا إلى متى أمد يجمع هذا  
 الأمر إلى مد ما أكره فصمتت عليها حتى جاءني جليل

حضرت علی مرتضیٰ عسی موی ہی کہ جب آئے واپس رخصت ہو کر آقرا میں  
 سب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بار بار ہوا تو آپ نے مجھے ارشاد  
 فرمایا کہ یا علی مجھے حرامے حکم دیا ہے کہ میں ایسی قریبی رستہ داروں کہ  
 سب آسمی سے ڈراؤں لیکن میں نے اس میں جیسے توقف کیا انہوں  
 سے کہ مجھے گمان ہوا کہ وہ میری ہدایت سے انکرا کر گنہگار ہو رہی تھیں

من المطر سمعت متاعاً مصر يعترفون لى عند الرضى السائى والقدم والامامة ويصفون مراحتهاده والعاره  
بالليل واليهاد وما طيبته على الله والحج والجهاد واقامة السن الماترة واحتراره عن محال السلطان وان ذلك لم يزل  
الى ان استشهد واوقال الحاكم سمعت على بن عمر الحارط عير مرة يقول السائى افقه متاع مصر فى عصره واعظم  
ما يصحهم والتسقيم واعلمهم بالرجال فلما بلغ هذا الملع حسدوه فخرج الى الزمالة فسئل عن مسائل المعربة  
فامسك عنه مصر فوه فى الحارط فقال ارحمنى الى مكة وارجوه وهو عليل وتوفى متولاً شهيداً فقال ابو  
المامون سالت عن قصصه كتاب الحصاص فقال دخلت دمشق والمحب بها عن على كثير وصف كتاب الحصاص  
وحاء ان يعيد يوم الله بصف بعد ذلك كتاب تصائل الصحاة وفعها على الناس وقيل له واما هذا الاصح فمضا  
معية فقال اى تى ارجع اللهم لا تسيع مطه وسكت السائل - توفى سنة

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ اعلیٰ میثا یوری کہتے ہیں کہ لسانی ائمہ المسلمین سے تھے۔ میر کہتے ہیں کہ لسانی امام ہیں ملا ماضی و دیگر مقام پر کہا کہ ہمے چار آدمیوں کو ائمہ حدیث سے دیکھا ہے۔ محمد بن اسحاق ابراہیم بن اسحاق لسانی مصر میں۔ عبدان اہوا میں۔ ماموں مصری کہتے ہیں حفاظ حدیث سے عبد اللہ بن احمد۔ ربیع۔ الوالدان کلجہ وغیرہ جمع ہوئے رستہ لسانی سوا خباب لکھا کرد۔ ابو الحسین مطہر کہتے ہیں بہار

فعال یا محمد ان لو تعمل ما قومہ بعدک ربک فاصبح  
صباحا من طعام واحد علیہ جل ساء و لعلہ لعلہ  
من لیس تم اجمع لی سی عدا المطلب حتی اکلہم و اطلع  
ما امرت بہ فعلت ما امری بہ تم دعوہ و ہر و ہر و ہر  
اربعون رجلا و ہر قصورہ و ہر اعمالہ ایتان و ہر  
والتناس و اولہب لہما احتتموا الیہ دعای ما طعام  
الذی صعدہ لہم تحتہ فلبما و صعدہ تناول السی  
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حسنت حزیۃ من اللہ  
ما ساءہ تم القاهانی و اخی الصغیرہ تم قوا و اکلوا  
لیسما اللہ الرحیم فاکل القوم حتی قتلوا و اعہ  
ما تری الا انارما صعبہم واللہ ان کاں الرجل الواحد  
لیا کل قتل ما قدمت لہم صعبہم تم قال استی القوم یا علی

ماتیں گے اس میں میں محسوس ہوتا تھا ایک بھر حریٹ مارل ہوئے لوگوں کی  
مدد کو تار ہے کہ اسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر تم نے ایسا نہیں کیا میں  
تم کو حکم دیا ہے تو تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب کیا جاوے گا پس تم  
(اے علیؑ) نقد ایک صاع (پونے تین سیر بحیرہ) طعام (دو ڈیائیاں) تیار کرو  
ایک مری کی گوشت یکلو۔ اور ایک کا نہ میر جیسا کرو اور تمام سی عدا المطلب  
کو صیادت میں ملاؤ تاکہ میں اسی مجلس صیادت میں اوں سے کلام کر دوں اور  
جو کچھ اوں کے متعلق حکم ہوا ہے اسکو بخیا لاؤں اور اوں تک پہنچا دوں خیر  
علیؑ مرنے میں کہیں نے نصرت رسولؐ کا صلہ کے مطابق سب سامان جیسا  
کر دیا اور تمام سی عدا المطلب کو ملا لیا وہ لوگ تیار ہیں کہ دستیں جائیں آدمی  
تھے اور اوں میں آنحضرتؐ صلعم کے بچا۔ اول طالب حمزہ عباس ابوبکر  
سب ہی موجود تھے۔ جب یہ سب لوگ جمع ہوئے۔ تو آنحضرتؐ صلعم نے مجھ  
وہ کہا کہ اکلانے کیلئے حکم دیا جو لوگوں کے لئے تیار ہوا تھا میں حلیان  
کہاؤں کو حضرت کے سامنے لایا تو آپؐ نے ایک یا رہہ گوشت اور کھایا اور  
ایک دوں مارک کی کاٹ کر طست میں رکھ دیا اور حاضرین ہی کہا اس میں ایک کلو

بقیہ عمارت حاشیہ متاع رابر امامت اور تقدم سانی کے قائل تھے۔ اور رابر کی عبادت حج و اہتمام کی تعریف کیا کرتے تھے اور یہ کہ جس  
ماتورہ کی اقامت کرتے تھے اور محاسن سلاطین سے برتر کرتے تھے یہی او کے طریقہ اداب و معاشرت قائم رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہوئے۔

امام حاکم کہتے ہیں کہ میں نے حافظ علیؑ اس عمر کو حید مار کئے تھے کہ سانیؑ نقیبہ ترین ہیں اپنے رانہ کے مشائخ میں اور سب سے زیادہ علم ہیں  
صحیح و نفیم احوال رجال کے یہ جب اسد رحہ و مراب یرفان ہوئے تو لوگوں نے ان کو حمد کیا جس سے وہ رملہ کیرف چلے گئے وہاں  
لوگوں نے اسے حمد کیا اور صائل معویہ کو ان کو یو بیا تو انھوں نے سکوت اختیار کیا جس پر سب نے مسیہ جامع میں ملکر لکھو جو مارا لکھو  
نے کہا کہ ہکو کہ لے چلو وہیں انھوں نے مقتول و شہید ہو کر وفات کی۔ او کہ ما مون کہتے ہیں کہ ہم نے سانیؑ سے کتاب حصائص کی دو  
تالیف یو بھی تو کہا کہ جب ہم دمشق میں پہنچے تو وہاں کے لوگوں کو حضرت علیؑ سے سحر پڑا۔ لہذا اس امید پر کتاب لکھی کہ شاید او کی ہدایت  
اس کے بعد مضائل صحابہ لکھے اور سب کے سامنے اسکو پڑھا تو کسی نے یو بیا کہ معاویہ کے فضائل نہیں لکھتے تو میں نے اس سے کہا کہ اسکی  
فضیلت کیا لکھی جاوے کیا اللہم لا تشع بطہ (مکہ کسی اسکا بیٹ نہ مرے) لکھ دیا جاوے۔ یہ مذکورہ سائل محسوس ہو گیا اور میں  
سہی حیب ہو گیا۔ سانیؑ سے سترہ عین وفات پائی۔

فضائل علیؑ کو لکھنا اور معاویہ کے فضائل کو نہ لکھنا۔ اس کے قتل کا باعث ہوا تحقیق خور کر لیں کہ جس فضائل علیؑ کے استحقاق و استقامت  
اتر بیت الایم سے چلے آتے ہیں تو جو وہ سورسوں کے بعد اس اصلیت اور حقیقت کا صحیح تیا لگا لکھا دستوار ہے بلکہ یہی حضرت علیؑ کی  
حقیقت کی دلیل واضح ہے کہ اتنے اہتمام اور اتنی مدت ایام کے بعد وہیں کی کیا لوں سے اصل حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے۔



مَحْشَرُهُمْ بِمِلْكِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَرَاهُ مِنْ جَمِيعٍ  
 أَيْتَرَأَى اللَّهُ إِنْ كَانَ الرَّجُلُ الْوَاحِدُ مِمَّنْ لَيْسَ بِهِ سَهْمٌ فَلَمَّا أَرَادَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَكْتُمَهُمْ بِدَارِهِ  
 أَوْ لَيْسَ إِلَى الْكَلَامِ لَقَدْ سَمِعَهُمْ صَاحِبُكُمْ فَتَفَرَّقَ الْقَوْمُ وَ  
 يَتَكَلَّمُ بَعْضُهُمْ بِرَسُولِ اللَّهِ فَقَالَ الْغَدَاةُ يَا عَلِيُّ إِنْ هَذَا الرَّجُلُ سَمِعَ  
 إِلَيْنَا قَدْ سَمِعْتَ مِنَ الْقَوْلِ فَتَفَرَّقَ الْقَوْمُ فَلَمَّا أَكَلَهُمْ  
 نَعْدُ لَمَّا مَرَّ بِالْعَامِ بِمِثْلِ مَا صَعَتِ تَوَاحُشُهُمْ إِلَى قَالِ  
 فَعَلْتُ تَوَاحُشُهُمْ لَمْ يَدْعَ إِلَى مَا لَطَعَ فَمَقَرَّتْ لَهُ  
 فَعَمِلَ كَمَا يَعْمَلُ الْكَلَامُ وَالْهَمْلُ لَمْ يَلْمِ لَمْ يَلْمِ لَمْ يَلْمِ لَمْ يَلْمِ لَمْ يَلْمِ  
 قَالِ اسْتَمِعُوا مَحْشَرُهُمْ بِمِلْكِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَرَاهُ مِنْ جَمِيعٍ

تبادل دیا میں تمام لوگوں نے کیا اور سیر ہو گئے۔ اے دکھانا دیا ہونے  
 دیا سیر ہوا دیا میں او کی ہاتھوں کے نشان تک سیرین معلوم ہوتے تھے  
 حضرت علی فرماتے ہیں کہ قسم ہے اوس خدا کی جس کے قصہ قدرت میں  
 سیری حال ہو کہ وہ کما ماحوسب نے مل کر کیا یا تھا مقدار میں اس کا کم تھا  
 کہ اکیلا آدمی اوسے کھا جاتا اسکے بعد آپ نے مجھے حکم دیا اچھیں سیر  
 کرو میں نے اوبھیں دہی وودہ کا شربت پلایا اور وہ سب کے سب  
 سیر ہو گئے اور قسم خدا کی وہ ایک آدمی کہے بیے کی مقدار تھا۔ اسکے بعد  
 اللہ سلم نے کلام کر کے قصہ کیا اس آما میں اولیٰ نے اٹھا کر آپ کا  
 قطع کلام کیا اور قوم سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہاری صاحب نے تمہارے  
 کیا یہ سنا تھا کہ تمام قوم کے لوگ متفرق ہو گئے۔ دوسرے دن پھر

بقیہ عمارت حاشیہ دوسری روایت امام احمد بن حنبل کی ہے۔ علامہ سبکی کی کتاب طہقات الشافعیہ کے صفحہ ۱۹۹  
 لیکر صفحہ ۲۱ تک امام احمد بن حنبل کی توثیق میں لکھے گئے ہیں۔ بحرف طوالت ہم پوری عمارت ہمیں لکھ سکتے اور یہ تمام ترجمہ کی نقل کر سکتے  
 ہیں صرف اس کے خلاصہ کو ایسی ضرورت کے لئے ماسکتے کافی سمجھ کر قلمبند کرتے ہیں کتاب کچھ ایسی مادی میں ہے جو الٰہ موجود ہے  
 ہر شخص پوری عمارت دیکھ لے سکتا ہے امام سبکی کہتے ہیں (۱) یہ کتاب دس امام احمد بن حنبل، ایک اہل ہے اصول سے اس امت کو (۲)  
 یہ اہل کبر ہے (۳) مزج ویت ہو (۴) بہت سی احادیث سے اسکی حدیثیں منتخب کی گئی ہیں (۵) یہ سند امام قرار دی گئی ہو (۶) یہ کتاب  
 معتد علیہ ہے (۷) بلحاظ (۸) مستند ہو (۹) امام احمد نے کہا ہے کہ میں نے سات لاکھ حدیثوں سے اسکو منتخب کیا ہو (۱۰) امام احمد  
 نے کہا کہ جس چیز میں لوگ اختلاف کریں وہ اس کتاب کی طرف رجوع کریں (۱۱) امام احمد نے کہا کہ حدیث آئین ہو وہ حجت نہیں ہو سکتی  
 (۱۲) اسکی تمام حدیثیں مستند تھیں (۱۳) امام احمد نے کہا ہے کہ ہم نے اس کتاب کو امام بنایا ہو (۱۴) جب کسی حدیث میں اختلاف ہو تو  
 کی طرف رجوع کرو (۱۵) اس میں اوبھیں لوگوں سے روایت لی گئی ہو جسکی صداقت و دیانت ثابت ہو۔ نہ ایسے شخص سے جس میں کوئی  
 ہو۔ (۱۶) سند اور متن میں یورپی احتیاط کی گئی ہے (۱۷) اسی روایت کو وارد کیا ہو جسکی سند میں صحیح تین آئمیں امام سبکی نے امام ابو موسیٰ  
 کا یہ قول کہا ہو قال امام ابو موسیٰ ومن الذلیل ان ما و دعة الامام مسددة حد احاطہ اسناد او متناہی ہو  
 الا ما صح سلسلہ طہقات الشافعی امام سبکی ص ۲۲ ترجمہ یعنی امام ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ امام احمد نے اساد و متن میں ٹری احتیاط کی اور اسی حدیث  
 حدیث کو وارد کیا ہے جسکی سند صحیح ہے۔

مَحْشَرُهُمْ بِمِلْكِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَرَاهُ مِنْ جَمِيعٍ  
 رسول اللہ ص ۱۷۱ و ۱۷۲ و ۱۷۳ و ۱۷۴ و ۱۷۵ و ۱۷۶ و ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۷۹ و ۱۸۰ و ۱۸۱ و ۱۸۲ و ۱۸۳ و ۱۸۴ و ۱۸۵ و ۱۸۶ و ۱۸۷ و ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۰ و ۱۹۱ و ۱۹۲ و ۱۹۳ و ۱۹۴ و ۱۹۵ و ۱۹۶ و ۱۹۷ و ۱۹۸ و ۱۹۹ و ۲۰۰ و ۲۰۱ و ۲۰۲ و ۲۰۳ و ۲۰۴ و ۲۰۵ و ۲۰۶ و ۲۰۷ و ۲۰۸ و ۲۰۹ و ۲۱۰ و ۲۱۱ و ۲۱۲ و ۲۱۳ و ۲۱۴ و ۲۱۵ و ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۱۸ و ۲۱۹ و ۲۲۰ و ۲۲۱ و ۲۲۲ و ۲۲۳ و ۲۲۴ و ۲۲۵ و ۲۲۶ و ۲۲۷ و ۲۲۸ و ۲۲۹ و ۲۳۰ و ۲۳۱ و ۲۳۲ و ۲۳۳ و ۲۳۴ و ۲۳۵ و ۲۳۶ و ۲۳۷ و ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۴۰ و ۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۳ و ۲۴۴ و ۲۴۵ و ۲۴۶ و ۲۴۷ و ۲۴۸ و ۲۴۹ و ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ و ۲۵۳ و ۲۵۴ و ۲۵۵ و ۲۵۶ و ۲۵۷ و ۲۵۸ و ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ و ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶ و ۲۶۷ و ۲۶۸ و ۲۶۹ و ۲۷۰ و ۲۷۱ و ۲۷۲ و ۲۷۳ و ۲۷۴ و ۲۷۵ و ۲۷۶ و ۲۷۷ و ۲۷۸ و ۲۷۹ و ۲۸۰ و ۲۸۱ و ۲۸۲ و ۲۸۳ و ۲۸۴ و ۲۸۵ و ۲۸۶ و ۲۸۷ و ۲۸۸ و ۲۸۹ و ۲۹۰ و ۲۹۱ و ۲۹۲ و ۲۹۳ و ۲۹۴ و ۲۹۵ و ۲۹۶ و ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۲۹۹ و ۳۰۰ و ۳۰۱ و ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۰۶ و ۳۰۷ و ۳۰۸ و ۳۰۹ و ۳۱۰ و ۳۱۱ و ۳۱۲ و ۳۱۳ و ۳۱۴ و ۳۱۵ و ۳۱۶ و ۳۱۷ و ۳۱۸ و ۳۱۹ و ۳۲۰ و ۳۲۱ و ۳۲۲ و ۳۲۳ و ۳۲۴ و ۳۲۵ و ۳۲۶ و ۳۲۷ و ۳۲۸ و ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶ و ۳۳۷ و ۳۳۸ و ۳۳۹ و ۳۴۰ و ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ و ۳۴۵ و ۳۴۶ و ۳۴۷ و ۳۴۸ و ۳۴۹ و ۳۵۰ و ۳۵۱ و ۳۵۲ و ۳۵۳ و ۳۵۴ و ۳۵۵ و ۳۵۶ و ۳۵۷ و ۳۵۸ و ۳۵۹ و ۳۶۰ و ۳۶۱ و ۳۶۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴ و ۳۶۵ و ۳۶۶ و ۳۶۷ و ۳۶۸ و ۳۶۹ و ۳۷۰ و ۳۷۱ و ۳۷۲ و ۳۷۳ و ۳۷۴ و ۳۷۵ و ۳۷۶ و ۳۷۷ و ۳۷۸ و ۳۷۹ و ۳۸۰ و ۳۸۱ و ۳۸۲ و ۳۸۳ و ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ و ۳۸۷ و ۳۸۸ و ۳۸۹ و ۳۹۰ و ۳۹۱ و ۳۹۲ و ۳۹۳ و ۳۹۴ و ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ و ۳۹۹ و ۴۰۰ و ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۰۳ و ۴۰۴ و ۴۰۵ و ۴۰۶ و ۴۰۷ و ۴۰۸ و ۴۰۹ و ۴۱۰ و ۴۱۱ و ۴۱۲ و ۴۱۳ و ۴۱۴ و ۴۱۵ و ۴۱۶ و ۴۱۷ و ۴۱۸ و ۴۱۹ و ۴۲۰ و ۴۲۱ و ۴۲۲ و ۴۲۳ و ۴۲۴ و ۴۲۵ و ۴۲۶ و ۴۲۷ و ۴۲۸ و ۴۲۹ و ۴۳۰ و ۴۳۱ و ۴۳۲ و ۴۳۳ و ۴۳۴ و ۴۳۵ و ۴۳۶ و ۴۳۷ و ۴۳۸ و ۴۳۹ و ۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ و ۴۴۵ و ۴۴۶ و ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۴۹ و ۴۵۰ و ۴۵۱ و ۴۵۲ و ۴۵۳ و ۴۵۴ و ۴۵۵ و ۴۵۶ و ۴۵۷ و ۴۵۸ و ۴۵۹ و ۴۶۰ و ۴۶۱ و ۴۶۲ و ۴۶۳ و ۴۶۴ و ۴۶۵ و ۴۶۶ و ۴۶۷ و ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱ و ۴۷۲ و ۴۷۳ و ۴۷۴ و ۴۷۵ و ۴۷۶ و ۴۷۷ و ۴۷۸ و ۴۷۹ و ۴۸۰ و ۴۸۱ و ۴۸۲ و ۴۸۳ و ۴۸۴ و ۴۸۵ و ۴۸۶ و ۴۸۷ و ۴۸۸ و ۴۸۹ و ۴۹۰ و ۴۹۱ و ۴۹۲ و ۴۹۳ و ۴۹۴ و ۴۹۵ و ۴۹۶ و ۴۹۷ و ۴۹۸ و ۴۹۹ و ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ و ۵۰۳ و ۵۰۴ و ۵۰۵ و ۵۰۶ و ۵۰۷ و ۵۰۸ و ۵۰۹ و ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۲ و ۵۱۳ و ۵۱۴ و ۵۱۵ و ۵۱۶ و ۵۱۷ و ۵۱۸ و ۵۱۹ و ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۲۲ و ۵۲۳ و ۵۲۴ و ۵۲۵ و ۵۲۶ و ۵۲۷ و ۵۲۸ و ۵۲۹ و ۵۳۰ و ۵۳۱ و ۵۳۲ و ۵۳۳ و ۵۳۴ و ۵۳۵ و ۵۳۶ و ۵۳۷ و ۵۳۸ و ۵۳۹ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و ۵۴۲ و ۵۴۳ و ۵۴۴ و ۵۴۵ و ۵۴۶ و ۵۴۷ و ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ و ۵۵۱ و ۵۵۲ و ۵۵۳ و ۵۵۴ و ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷ و ۵۵۸ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳ و ۵۶۴ و ۵۶۵ و ۵۶۶ و ۵۶۷ و ۵۶۸ و ۵۶۹ و ۵۷۰ و ۵۷۱ و ۵۷۲ و ۵۷۳ و ۵۷۴ و ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ و ۵۷۸ و ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۱ و ۵۸۲ و ۵۸۳ و ۵۸۴ و ۵۸۵ و ۵۸۶ و ۵۸۷ و ۵۸۸ و ۵۸۹ و ۵۹۰ و ۵۹۱ و ۵۹۲ و ۵۹۳ و ۵۹۴ و ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۵۹۷ و ۵۹۸ و ۵۹۹ و ۶۰۰ و ۶۰۱ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۴ و ۶۰۵ و ۶۰۶ و ۶۰۷ و ۶۰۸ و ۶۰۹ و ۶۱۰ و ۶۱۱ و ۶۱۲ و ۶۱۳ و ۶۱۴ و ۶۱۵ و ۶۱۶ و ۶۱۷ و ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۶۲۱ و ۶۲۲ و ۶۲۳ و ۶۲۴ و ۶۲۵ و ۶۲۶ و ۶۲۷ و ۶۲۸ و ۶۲۹ و ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ و ۶۳۷ و ۶۳۸ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲ و ۶۴۳ و ۶۴۴ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۵۴ و ۶۵۵ و ۶۵۶ و ۶۵۷ و ۶۵۸ و ۶۵۹ و ۶۶۰ و ۶۶۱ و ۶۶۲ و ۶۶۳ و ۶۶۴ و ۶۶۵ و ۶۶۶ و ۶۶۷ و ۶۶۸ و ۶۶۹ و ۶۷۰ و ۶۷۱ و ۶۷۲ و ۶۷۳ و ۶۷۴ و ۶۷۵ و ۶۷۶ و ۶۷۷ و ۶۷۸ و ۶۷۹ و ۶۸۰ و ۶۸۱ و ۶۸۲ و ۶۸۳ و ۶۸۴ و ۶۸۵ و ۶۸۶ و ۶۸۷ و ۶۸۸ و ۶۸۹ و ۶۹۰ و ۶۹۱ و ۶۹۲ و ۶۹۳ و ۶۹۴ و ۶۹۵ و ۶۹۶ و ۶۹۷ و ۶۹۸ و ۶۹۹ و ۷۰۰ و ۷۰۱ و ۷۰۲ و ۷۰۳ و ۷۰۴ و ۷۰۵ و ۷۰۶ و ۷۰۷ و ۷۰۸ و ۷۰۹ و ۷۱۰ و ۷۱۱ و ۷۱۲ و ۷۱۳ و ۷۱۴ و ۷۱۵ و ۷۱۶ و ۷۱۷ و ۷۱۸ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۱ و ۷۲۲ و ۷۲۳ و ۷۲۴ و ۷۲۵ و ۷۲۶ و ۷۲۷ و ۷۲۸ و ۷۲۹ و ۷۳۰ و ۷۳۱ و ۷۳۲ و ۷۳۳ و ۷۳۴ و ۷۳۵ و ۷۳۶ و ۷۳۷ و ۷۳۸ و ۷۳۹ و ۷۴۰ و ۷۴۱ و ۷۴۲ و ۷۴۳ و ۷۴۴ و ۷۴۵ و ۷۴۶ و ۷۴۷ و ۷۴۸ و ۷۴۹ و ۷۵۰ و ۷۵۱ و ۷۵۲ و ۷۵۳ و ۷۵۴ و ۷۵۵ و ۷۵۶ و ۷۵۷ و ۷۵۸ و ۷۵۹ و ۷۶۰ و ۷۶۱ و ۷۶۲ و ۷۶۳ و ۷۶۴ و ۷۶۵ و ۷۶۶ و ۷۶۷ و ۷۶۸ و ۷۶۹ و ۷۷۰ و ۷۷۱ و ۷۷۲ و ۷۷۳ و ۷۷۴ و ۷۷۵ و ۷۷۶ و ۷۷۷ و ۷۷۸ و ۷۷۹ و ۷۸۰ و ۷۸۱ و ۷۸۲ و ۷۸۳ و ۷۸۴ و ۷۸۵ و ۷۸۶ و ۷۸۷ و ۷۸۸ و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ و ۷۹۳ و ۷۹۴ و ۷۹۵ و ۷۹۶ و ۷۹۷ و ۷۹۸ و ۷۹۹ و ۸۰۰ و ۸۰۱ و ۸۰۲ و ۸۰۳ و ۸۰۴ و ۸۰۵ و ۸۰۶ و ۸۰۷ و ۸۰۸ و ۸۰۹ و ۸۱۰ و ۸۱۱ و ۸۱۲ و ۸۱۳ و ۸۱۴ و ۸۱۵ و ۸۱۶ و ۸۱۷ و ۸۱۸ و ۸۱۹ و ۸۲۰ و ۸۲۱ و ۸۲۲ و ۸۲۳ و ۸۲۴ و ۸۲۵ و ۸۲۶ و ۸۲۷ و ۸۲۸ و ۸۲۹ و ۸۳۰ و ۸۳۱ و ۸۳۲ و ۸۳۳ و ۸۳۴ و ۸۳۵ و ۸۳۶ و ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹ و ۸۴۰ و ۸۴۱ و ۸۴۲ و ۸۴۳ و ۸۴۴ و ۸۴۵ و ۸۴۶ و ۸۴۷ و ۸۴۸ و ۸۴۹ و ۸۵۰ و ۸۵۱ و ۸۵۲ و ۸۵۳ و ۸۵۴ و ۸۵۵ و ۸۵۶ و ۸۵۷ و ۸۵۸ و ۸۵۹ و ۸۶۰ و ۸۶۱ و ۸۶۲ و ۸۶۳ و ۸۶۴ و ۸۶۵ و ۸۶۶ و ۸۶۷ و ۸۶۸ و ۸۶۹ و ۸۷۰ و ۸۷۱ و ۸۷۲ و ۸۷۳ و ۸۷۴ و ۸۷۵ و ۸۷۶ و ۸۷۷ و ۸۷۸ و ۸۷۹ و ۸۸۰ و ۸۸۱ و ۸۸۲ و ۸۸۳ و ۸۸۴ و ۸۸۵ و ۸۸۶ و ۸۸۷ و ۸۸۸ و ۸۸۹ و ۸۹۰ و ۸۹۱ و ۸۹۲ و ۸۹۳ و ۸۹۴ و ۸۹۵ و ۸۹۶ و ۸۹۷ و ۸۹۸ و ۸۹۹ و ۹۰۰ و ۹۰۱ و ۹۰۲ و ۹۰۳ و ۹۰۴ و ۹۰۵ و ۹۰۶ و ۹۰۷ و ۹۰۸ و ۹۰۹ و ۹۱۰ و ۹۱۱ و ۹۱۲ و ۹۱۳ و ۹۱۴ و ۹۱۵ و ۹۱۶ و ۹۱۷ و ۹۱۸ و ۹۱۹ و ۹۲۰ و ۹۲۱ و ۹۲۲ و ۹۲۳ و ۹۲۴ و ۹۲۵ و ۹۲۶ و ۹۲۷ و ۹۲۸ و ۹۲۹ و ۹۳۰ و ۹۳۱ و ۹۳۲ و ۹۳۳ و ۹۳۴ و ۹۳۵ و ۹۳۶ و ۹۳۷ و ۹۳۸ و ۹۳۹ و ۹۴۰ و ۹۴۱ و ۹۴۲ و ۹۴۳ و ۹۴۴ و ۹۴۵ و ۹۴۶ و ۹۴۷ و ۹۴۸ و ۹۴۹ و ۹۵۰ و ۹۵۱ و ۹۵۲ و ۹۵۳ و ۹۵۴ و ۹۵۵ و ۹۵۶ و ۹۵۷ و ۹۵۸ و ۹۵۹ و ۹۶۰ و ۹۶۱ و ۹۶۲ و ۹۶۳ و ۹۶۴ و ۹۶۵ و ۹۶۶ و ۹۶۷ و ۹۶۸ و ۹۶۹ و ۹۷۰ و ۹۷۱ و ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴ و ۹۷۵ و ۹۷۶ و ۹۷۷ و ۹۷۸ و ۹۷۹ و ۹۸۰ و ۹۸۱ و ۹۸۲ و ۹۸۳ و ۹۸۴ و ۹۸۵ و ۹۸۶ و ۹۸۷ و ۹۸۸ و ۹۸۹ و ۹۹۰ و ۹۹۱ و ۹۹۲ و ۹۹۳ و ۹۹۴ و ۹۹۵ و ۹۹۶ و ۹۹۷ و ۹۹۸ و ۹۹۹ و ۱۰۰۰ و ۱۰۰۱ و ۱۰۰۲ و ۱۰۰۳ و ۱۰۰۴ و ۱۰۰۵ و ۱۰۰۶ و ۱۰۰۷ و ۱۰۰۸ و ۱۰۰۹ و ۱۰۱۰ و ۱۰۱۱ و ۱۰۱۲ و ۱۰۱۳ و ۱۰۱۴ و ۱۰۱۵ و ۱۰۱۶ و ۱۰۱۷ و ۱۰۱۸ و ۱۰۱۹ و ۱۰۲۰ و ۱۰۲۱ و ۱۰۲۲ و ۱۰۲۳ و ۱۰۲۴ و ۱۰۲۵ و ۱۰۲۶ و ۱۰۲۷ و ۱۰۲۸ و ۱۰۲۹ و ۱۰۳۰ و ۱۰۳۱ و ۱۰۳۲ و ۱۰۳۳ و ۱۰۳۴ و ۱۰۳۵ و ۱۰۳۶ و ۱۰۳۷ و ۱۰۳۸ و ۱۰۳۹ و ۱۰۴۰ و ۱۰۴۱ و ۱۰۴۲ و ۱۰۴۳ و ۱۰۴۴ و ۱۰۴۵ و ۱۰۴۶ و ۱۰۴۷ و ۱۰۴۸ و ۱۰۴۹ و ۱۰۵۰ و ۱۰۵۱ و ۱۰۵۲ و ۱۰۵۳ و ۱۰۵۴ و ۱۰۵۵ و ۱۰۵۶ و ۱۰۵۷ و ۱۰۵۸ و ۱۰۵۹ و ۱۰۶۰ و ۱۰۶۱ و ۱۰۶۲ و ۱۰۶۳ و ۱۰۶۴ و ۱۰۶۵ و ۱۰۶۶ و ۱۰۶۷ و ۱۰۶۸ و ۱۰۶۹ و ۱۰۷۰ و ۱۰۷۱ و ۱۰۷۲ و ۱۰۷۳ و ۱۰۷۴ و ۱۰۷۵ و ۱۰۷۶ و ۱۰۷۷ و ۱۰۷۸ و ۱۰۷۹ و ۱۰۸۰ و ۱۰۸۱ و ۱۰۸۲ و ۱۰۸۳ و ۱۰۸۴ و ۱۰۸۵ و ۱۰۸۶ و ۱۰۸۷ و ۱۰۸۸ و ۱۰۸۹ و ۱۰۹۰ و ۱۰۹۱ و ۱۰۹۲ و ۱۰۹۳ و ۱۰۹۴ و ۱۰۹۵ و ۱۰۹۶ و ۱۰۹۷ و ۱۰۹۸ و ۱۰۹۹ و ۱۱۰۰ و ۱۱۰۱ و ۱۱۰۲ و ۱۱۰۳ و ۱۱۰۴ و ۱۱۰۵ و ۱۱۰۶ و ۱۱۰۷ و ۱۱۰۸ و ۱۱۰۹ و ۱۱۱۰ و ۱۱۱۱ و ۱۱۱۲ و ۱۱۱۳ و ۱۱۱۴ و ۱۱۱۵ و ۱۱۱۶ و ۱۱۱۷ و ۱۱۱۸ و ۱۱۱۹ و ۱۱۲۰ و ۱۱۲۱ و ۱۱۲۲ و ۱۱۲۳ و ۱۱۲۴ و ۱۱۲۵ و ۱۱۲۶ و ۱۱۲۷ و ۱۱۲۸ و ۱۱۲۹ و ۱۱۳۰ و ۱۱۳۱ و ۱۱۳۲ و ۱۱۳۳ و ۱۱۳۴ و ۱۱۳۵ و ۱۱۳۶ و ۱۱۳۷ و ۱۱۳۸ و ۱۱۳۹ و ۱۱۴۰ و ۱۱۴۱ و ۱۱۴۲ و ۱۱۴۳ و ۱۱۴۴ و ۱۱۴۵ و ۱۱۴۶ و ۱۱۴۷ و ۱۱۴۸ و ۱۱۴۹ و ۱۱۵۰ و ۱۱۵۱ و ۱۱۵۲ و ۱۱۵۳ و ۱۱۵۴ و ۱۱۵۵ و ۱۱۵۶ و ۱۱۵۷ و ۱۱۵۸ و ۱۱۵۹ و ۱۱۶۰ و ۱۱۶۱ و ۱۱۶۲ و ۱۱۶۳ و ۱۱۶۴ و ۱۱۶۵ و ۱۱۶۶ و ۱۱۶۷ و ۱۱۶۸ و ۱۱۶۹ و ۱۱۷۰ و ۱۱۷۱ و ۱۱۷۲ و ۱۱۷۳ و ۱۱۷۴ و ۱۱۷۵ و ۱۱۷۶ و ۱۱۷۷ و ۱۱۷۸ و ۱۱۷۹ و ۱۱۸۰ و ۱۱۸۱ و ۱۱۸۲ و ۱۱۸۳ و ۱۱۸۴ و ۱۱۸۵ و ۱۱۸۶ و ۱۱۸۷ و ۱۱۸۸ و ۱۱۸۹ و ۱۱۹۰ و ۱۱۹۱ و ۱۱۹۲ و ۱۱۹۳ و ۱۱۹۴ و ۱۱۹۵ و ۱۱۹۶ و ۱۱۹۷ و ۱۱۹۸ و ۱۱۹۹ و ۱۲۰۰ و ۱۲۰۱ و ۱۲۰۲ و ۱۲۰۳ و ۱۲۰۴ و ۱۲۰۵ و ۱۲۰۶ و ۱۲۰۷ و ۱۲۰۸ و ۱۲۰۹ و ۱۲۱۰ و ۱۲۱۱ و ۱۲۱۲ و ۱۲۱۳ و ۱۲۱۴ و ۱۲۱۵ و ۱۲۱۶ و ۱۲۱۷ و ۱۲۱۸ و ۱۲۱۹ و ۱۲۲۰ و ۱۲۲۱ و ۱۲۲۲ و ۱۲۲۳ و ۱۲۲۴ و ۱۲۲۵ و ۱۲۲۶ و ۱۲۲۷ و ۱۲۲۸ و ۱۲۲۹ و ۱۲۳۰ و ۱۲۳۱ و ۱۲۳۲ و ۱۲۳۳ و ۱۲۳۴ و ۱۲۳۵ و ۱۲۳۶ و ۱۲۳۷ و ۱۲۳۸ و ۱۲۳۹ و ۱۲۴۰ و ۱۲۴۱ و ۱۲۴۲ و ۱۲۴۳ و ۱۲۴۴ و ۱۲۴۵ و ۱۲۴۶ و ۱۲۴۷ و ۱۲۴۸ و ۱۲۴۹ و ۱۲۵۰ و ۱۲۵۱ و ۱۲۵۲ و ۱۲۵۳ و ۱۲۵۴ و ۱۲۵۵ و ۱۲۵۶ و ۱۲۵۷ و ۱۲۵۸ و ۱۲۵۹ و ۱۲۶۰ و ۱۲۶۱ و ۱۲۶۲ و ۱۲۶۳ و ۱۲۶۴ و ۱۲۶۵ و ۱۲۶۶ و ۱۲۶۷ و ۱۲۶۸ و ۱۲۶۹ و ۱۲۷۰ و ۱۲۷۱ و ۱۲۷۲ و ۱۲۷۳ و ۱۲۷۴ و ۱۲۷۵ و ۱۲۷۶ و ۱۲۷۷ و ۱۲۷۸ و ۱۲۷۹ و ۱۲۸۰ و ۱۲۸۱ و ۱۲۸۲ و ۱۲۸۳ و ۱۲۸۴ و ۱۲۸۵ و ۱۲۸۶ و ۱۲۸۷ و ۱۲۸۸ و ۱۲۸۹ و ۱۲۹۰ و ۱۲۹۱ و ۱۲۹۲ و ۱۲۹۳ و ۱۲۹۴ و ۱۲۹۵ و ۱۲۹۶ و ۱۲۹۷ و ۱۲۹۸ و ۱۲۹۹ و ۱۳۰۰ و ۱۳۰۱ و ۱۳۰۲ و ۱۳۰۳ و ۱۳۰۴ و ۱۳۰۵ و ۱۳۰۶ و ۱۳۰۷ و ۱۳۰۸ و ۱۳۰۹ و ۱۳۱۰ و ۱۳۱۱ و ۱۳۱۲ و ۱۳۱۳ و ۱۳۱۴ و ۱۳۱۵ و ۱۳۱۶ و ۱۳۱۷ و ۱۳۱۸ و ۱۳۱۹ و ۱۳۲۰ و ۱۳۲۱ و ۱۳۲۲ و ۱۳۲۳ و ۱۳۲۴ و ۱۳۲۵ و ۱۳۲۶ و ۱۳۲۷ و ۱۳۲۸ و ۱۳۲۹ و ۱۳۳۰ و ۱۳۳۱ و ۱۳۳۲ و ۱۳۳۳ و ۱۳۳۴ و ۱۳۳۵ و ۱۳۳۶ و ۱۳۳۷ و ۱۳۳۸ و ۱۳۳۹ و ۱۳۴۰ و ۱۳۴۱ و ۱۳۴۲ و ۱۳۴۳ و ۱۳۴۴ و ۱۳۴۵ و ۱۳۴۶ و ۱۳۴۷ و ۱۳۴۸ و ۱۳۴۹ و ۱۳۵۰ و ۱۳۵۱ و ۱۳۵۲ و ۱۳۵۳ و ۱۳۵۴ و ۱۳۵۵ و ۱۳۵۶ و ۱۳۵۷ و ۱۳۵۸ و ۱۳۵۹ و ۱۳۶۰ و ۱۳۶۱ و ۱۳۶۲ و ۱۳۶۳ و ۱۳۶۴ و ۱۳۶۵ و ۱۳۶۶ و ۱۳۶۷ و ۱۳۶۸ و ۱۳۶۹ و ۱۳۷۰ و ۱۳۷۱ و ۱۳۷۲ و ۱۳۷۳ و ۱۳۷۴ و ۱۳۷۵ و ۱۳۷۶ و ۱۳۷۷ و ۱۳۷۸ و ۱۳۷۹ و ۱۳۸۰ و ۱۳۸۱ و ۱۳۸۲ و ۱۳۸۳ و ۱۳۸۴ و ۱۳۸۵ و ۱۳۸۶ و ۱۳۸۷ و ۱۳۸۸ و ۱۳۸۹ و ۱۳۹۰ و ۱۳۹۱ و ۱۳۹۲ و ۱۳۹۳ و ۱۳۹۴ و ۱۳۹۵ و ۱۳۹۶ و ۱۳۹۷ و ۱۳۹۸ و ۱۳۹۹ و ۱۴۰۰ و ۱۴۰۱ و ۱۴۰۲ و ۱۴۰۳ و ۱۴۰۴ و ۱۴۰۵ و ۱۴۰۶ و ۱۴۰۷ و ۱۴۰۸ و ۱۴۰۹ و ۱۴۱۰ و

حسبما تحکم رسول اللہ صلعم فقال ما سی علی  
الی واللہ لا اعلو شأنی الحرب حاقہ فیہ اصل  
قد حنکم لہ الی قد حنکم فی الدنا والاحیاء وقد  
امری اللہ تعالیٰ ان اذکر المیہ فایکرم لوارہی علی  
ہذا الامر علی ان یکون احی ووصی و حلیعتی فیکرم  
فاحکم القوم عہا حسیما وقلت والی لاحد قہر ساوار  
عیبا واعظمہم بطاوا حتمہم ساقا لایا سی اللہ علی  
علیہ واللہ وسلم اکون درہک علیہ واحد بوقتی فقا  
ان ہذا احی ووصی و حلیعتی فیکرم فامعوالہ و  
اطیعوا مقام القوم بصلحکون و یقولون لانی طاب  
قد امرت ان تسمع و تطیع لعلی

مجھے ملا کر حکم کیا کہ یا علی! اس شخص نے میرے کلام پر سبقت کی اور اس کے لئے  
کچھ کہوں تو تم کے لوگ مصروف ہو کر کھل گئے۔ میرا آج تم دنیا ہی کہا مانتا  
کرہ اور ہر سب لوگوں کو ملاؤ میں نے آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق  
آج بھی ویسی ہی سامان کئے جو کل کئے تھے۔ اور پھر اوس لوگوں کو حاکم  
ملا لایا جس میں کہا لایکہ آنحضرت کے پاس آیا تو آپ نے پھر وہی عمل کیا جو  
کل کیا تھا میں تمام لوگوں نے وہ کہا کہا یا ادریس ہو گئے۔ میری یہ  
ا سراب ہو گئے کما لے سے وراعت ہو چکی تو آنحضرت صلعم نے ارشاد کیا کہ اے  
اولاد علی! مطلقاً کسی قسم میں جو امان عرب میں کسی شخص کو لایا میں مانتا جو میری  
طرح تمہارے لئے دین و دنیا کی حرا لایا ہو۔ مانے مجھے حکم دیا ہی کہیں نہ لو کہ کل  
ملاؤں میں تم لوگوں میں سے اس امر میں میری وراعت کون شخص کرتا ہے  
حضرت علی کا ساں ہے کہ میں اس مجمع میں کھڑا ہو گیا ارکھتے لگا یا رسول اللہ

صلعم نے یہاں لوگوں میں سے کس ہوں گو میری آکھیں یا کس ہوں گو میری آکھیں یا کس ہوں گو میری آکھیں  
وریرتے کے سقہ ہوں یہ کسکر آنحضرت صلعم نے میرے ساتھ یہ پتھر دیکھ کر فرمایا کہ لوگو۔ دیکھو لو تم لوگوں میں یہ پتھر اٹھاتی ہے۔ یہ میرا وصی ہے اور یہ میرا جلیل  
ہے اسکی بات کو سہرا اور اسکی اطاعت کرو یہ سکر تمام لوگ ہستے ہوئے اوٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت اسطال کو مخاطب کر کے بطور تحریک لگی  
آج سے تم ایسے بیٹے علی کے مطیع و متقا و مانے گئے۔

یقیناً عمارت عاشیہ مایا ہے جس سے حدیث رسول بھی لائی جاتی ہے تو طریق حدیث ایک طریق سے بھی اس میں ہے اسکی تو اہل ہو اور جو اس  
اسکی کوئی اہل ہیں

مند و مستان کے امام المسکین شاہ عبدالعزیز صاحب عجا کہ نافع میں لکھتے ہیں حضرت والدہ ماجدہ قدس سرہ پھر امید کد سدا امام احمد سرور  
تقیارین طبقہ تیار است و اصل است و معرفت صحیح و سقیم کوئے ساتھ می شود۔ حدیث را کہ از اہل است اما یہ کہ از اہل نیست صحیح و سقیم کی روایت  
کسر افعال ملا علی متقی کی ہے جس کا اکثر حوالہ سنبل صاحب بھی دیا ہے اور جس کے مصنف کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ حجتہ المند شاہ  
ولی اللہ صاحب و سر شاہ عبدالعزیز صاحب کے احوال نے یثرب میں نماز کیا ہے ہم انکی توثیق میں مرید اطیماں کے لئے کتاب کشف المطون میں  
جمع الحوامع سیوطی کے بعد اس کتاب کا طولانی ذکر کیا گیا ہے صرف اسکی عمارت کو دلیل میں لکھتے ہیں ان السیخ العلامة علاء الدین  
علی بن حسام الدین الہندی التہذیب المتقی و ہذا الکتاب الکبیر کما جامع الصغیر و مآ کمال افعال فی س  
الاقوال والاحوال ذکر فیہ اللہ وقف علی کثیر مباد و لہ الاکمل من کتب الحدیث فایر ایدہ اکثر جمعاً منہ حیث  
فہ فی الاصول ستہ و احاد مسموع کثرہ الحدیث و حسن الافادہ تیج علامہ علاء الدین علی بن حسام الدین ہندی المتوفی نے



سلسل اور مفصل حقیقت حال تو یہ ہے جو کثر الحال کی مدبرجہ بالا عمارت سے معلوم ہوئی دیکھنے والے خود دیکھ لینگے اور پڑھنے والے خود سمجھ لینگے کہ ایسے مفصل واقعہ کو محض جو عرضی اور تعصب کی مایہ خواہ مخواہ قطع درید کر کے کیسا مہمل مبہم اور فحش بنا دیا گیا ہے۔

تفسیر معالم التنزیل بن جحی السنہ۔ امام نعوی صاحب مشکوٰۃ المصابیح۔ بیک الفاظ۔ اس تمام واقعہ کو ویسا ہی لکھتے ہیں جیسا کہ کثر الحال سے اسی بھی نقل ہو چکا ہے ذیل میں صرف اونکے سلسلہ رواہ نقل کرتے ہیں۔ سدی محمد بن عبد العفاری القسم عن المہال بن عمر وعن عبد اللہ بن العفاری عن عبد المطلب بن عبد اللہ بن عباس عن علی بن ابی طالب۔

لغیۃ عمارت حاسبہ۔ اس کتاب عظیم کو وسیط طرح مرتب کیا ہے عیسیٰ کتاب جامع الصغیر بیوطی مرتب لکھی ہے اور اس کا نام کثر الحال فی سس الاقوال والاوال رکھا گیا ہے اس میں ہی ایسی حدیثوں کا ذکر کیا گیا ہے جو ائمہ حدیث کی لفظ سے چھوڑ گئی تھیں اور جو حدیث کے اصول سنہ کے مطابق قابل نقل تھیں اور اس بارے میں مصنف نے ٹیڑھی سی کی ہے اور اس سے ٹراٹا ہوا ہے۔

تلاعلی متقی کی توثیق تو ہو چکی مگر ملا متقی نے اس حدیث کو اسلما علامہ صیاد مقدسی کی کتاب مختارہ سے ماخوذ کیا ہے۔ اس کو سرور کہ ادنیٰ توثیق بھی ذیل میں نقل کی جاوے کثیف الطوبی میں ہر المختارہ فی الحدیث للحافظ صیاد الدین محمد بن حمد الوالد المقدسی الحدیث المتوفی ۶۴۳ھ کے تصنیف ہو اس میں الزام کیا گیا ہے صحت کا صحت ان بیوت کی ایسی صحت کی ہر جس کے قتل کوئی ساقی نہ ہوا۔ ان کثیر لکھتے ہیں کہ یہ کتاب ماتام رہی ہمارے بعض مناصح اسکو امام حاکم کی مترک پر ترجیح دیتے ہیں۔ تدریب الراہی میں ہے وصعد الحافظ صیاد الدین محمد بن عبد الواحد المقدسی جمع کتابا سماہ المختارہ الترمذیہ الصحیحہ و ذکر صحیحہ احادیث لمرسوق الی تصحیہا اسمہ او کے حافظ صیاد الدین محمد بن عبد الواحد مقدسی میں جنہوں نے ایک کتاب جمع کی ہر جس کا نام مختارہ رکھا یا اس میں صحت کا ایسا الزام کیا ہے کہ اس سے پہلے کسی نے ایسا الزام نہیں کیا تھا۔

یہی معموں کتاب التقدیر الایضاح۔ بن الدین واتی۔ اور ہر الامع سجاد اور شرح مشکوٰۃ شاہ عبداللہ و ہدی اور احکام السنن الیہ بن جحیمان اور قول شخص مولوی جس الزام صاحب میں ہی موجود حسین سے تقریب کی ہے کہ کتاب مختارہ کی کل حدیث صحیح ہیں۔

چوتھی حدیث امام نعوی کی تفسیر معالم التنزیل کی ہے۔ انکی توثیق بھی ملاحظہ ہو۔ امام ابن قیمیہ ہاج السنہ میں بدیل مذکور نقلی لکھتے ہیں تفسیرہ وانکان عالم الاحادیث الثقی دیہ صحیحۃ نعیدہ ما ہو کذب و موضوع بالثقات اہل الدیلم ولھذا الما احتصر او محمد الحسین بن مسعود المعوی وکان اعلم بالحدیث والسنة والعقہ مدہ والتعلی علم بالاقوال

صحاح مسند حسن اور مسند شریف کے انا و ہونیکے۔ اب ایک تاریخ ماقی رہی اگر تفسیر معالم القنزل میں ہیرت ان اسحق ہی سے  
یہ روایت لی گئی ہے اور ہمارے موت کے لئے یہی کافی تھا لیکن جس سلسلہ سے ہم نے ایسے سلسلہ بیان کو شروع کیا ہے اس میں  
ہم کسی احتیاط تو نہیں یا کوثر قلمی کو سید میں کرتے۔ اس سلسلہ بیان کو اخیر میں تاریخ طبری کی پوری عبارت دہل میں نقل کرتے ہیں  
مال حدیثی محمد بن اسحق بن عبد العزیز بن القاسم بن محمد بن اسحاق بن عبد العزیز بن قاسم بن سہال بن عمر سے اور وہ عبد اللہ بن  
بن عمر بن عبد اللہ بن الحارث بن دہل بن الحارث بن عبد المطلب سے اور وہ عبد اللہ بن عباس سے  
عن عبد اللہ بن عباس عن علی بن ابی طالب قال لما رأت  
هذه الآية على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال لا خير  
في الدنيا ولا في الآخرة يا علي هذا خير مما كان في الدنيا  
يا علي ان الله اقرى ان الله عسى ان يفرق بينك وبين  
ملاكك در عا و عورت انی متے اما دیکھو ہذا الامور  
ما اكرم مصعب عليه حق حاء فی حدیث فعال یا محمد  
انك لا تفعل ما تفعله بعدك من انك ما صنع لما صاعا

بقیہ عبارت حاشیہ۔ المفسرین والنحاة وقصص الادیاء فهذا الامور نقلها النعوى من النعوى والاحادیث والحدیث  
شیئاً من الموضوعات التي رواها النعوى بل يذكر الصحيح منها ويعرّوه الى النعوى وغيره والله صنف كتاب التلخيص  
وقام المصنف و ذكر ما في الصحيحين والسلي و لم يذكره الاحاديث التي يظن العلماء الحديث انها موضوعية كما  
يفعله غيره من المفسرين تفسیر تعلی میں اگرچہ غالباً احادیث صحیح ہیں لیکن بعض حدیثیں موضوع بھی آئیں داخل ہیں۔ اس لئے حدیث کو محمد  
بن مسعود نعویٰ یہ اس کو محض کیا تو تعلی صرف اقوال مفسرین و رواہ اور قصص الادیاء کو نقل کیا کیونکہ نعویٰ علم حدیث نیست اور قد میں اعلم تھے نسبت  
تعلی کے کہ وہ اقوال مفسرین کے اللہ اعلم تھے نعویٰ نے اول حدیثوں کو اللہ نہ لکھا تو موضوعات سے تھیں اور تعلی نے اس کو روایت کیا تھا  
نعویٰ اسی کو لکھتے ہیں بخاری وغیرہ سے کیونکہ یہ مصنف ہیں کتاب ترح ستر کتاب شکوۃ مصاحح کے اور ذکر کیا اسی کو جو صحیح دسن میں ہو اور  
لکھا دون حدیثوں کو حکی موہ و عیت ظاہر ہوئی علماء حدیث کہ حیا کہ مفسرین کرتے ہیں۔

آخر میں کچھ تاریخ طبری سے نقل کیا ہے۔ طبری کی بھی توثیق ملاحظہ ہو علامہ وادوی طبعات المفسرین میں لکھتے ہیں محمد بن حویر بن مرید  
بن غالب الطبری ابو جعفر ابن المفسر بن علی الاطلاق احد الائمة جمع من العلوم والملاہر لیسارکہ فیہ احد من اهل عصره  
وکان حافظ الکتاب نصیراً للمعانی و فقیہاً فی احکام القرآن عالماً بالاسیاس وطریقها صحیحاً و سقیمہا راستہا و سقیمہا  
وله تصانیع لعلامة مہما تفسیر القرآن و هو اهل الفاسد لم یوقف مثله کما ذکره العلماء فاطمة وذلك لانه جمع  
من الروایة والادبایة ولم یلتزم رکتہ فی ذلك احد الا مثله ولا عدہ مولدہ نامل سنہ و مات و م الاحد لسنہ محمد بن حویر

من طعام واحد على رجل ثمانية وأما إذا كان  
لنفس واحد جمع لى سى عبد المطلب حتى اكملهم واللعنه  
اموت به ففعل ما امرني به ثم دعوتهم له وهم ثلثون  
اربعون رجلا يريدون رجلا او مقصود به فيهم الحكماء  
الوطالب وحمزة والعباس وآلهم فلما اجتمعوا اليه  
دعاني بالطعام الذي صنعت لهم فحسنت به فلما وصفت  
تأول رسول الله صلى الله عليه وسلم حديث من اللخبير بشيها ما ساء له  
ثم القاهما في وادي الصفحة فمر قال حدوا لى الله  
ما كل القوم حتى ما لهم شئ حاجة وما ارى الامم  
ايديهم والبر الله الذي نفس على بيده وان كان  
الرجل الواحد سهم لما كل ما قد تمت لجمعهم ثم قال  
القوم فحسنتهم يد لك العن شتر بواحدة حتى ورواه  
حمدا واثير الله ان كان الرجل الواحد سهم لشر  
فلما اراد رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يكملهم بركة القوم الى  
السلام لهد سحرهم صاحبكم من القوم فلا يكمل رسول الله

کھانا تیار کرو۔ ۱- اصاح = ۲۱ بجتے سیر روٹیاں کیواؤ۔ ایک کمرے کا گوشہ  
تیار کرناؤ اور ایک کاسہ تیرہ میا کرو اور تمام سی عید طلب کو صیادت میں  
ملا لاؤ تاکہ میں اس کلام کروں اور جو کچھ کہہ خدا سنتا لیے اے اگلے متعلق مجھے  
تکدیا، وہ وہ اوں مک یہو عیادوں حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد  
کے مصنف سب وراجم کیا۔ اور امی ہی عید طلب کو لوگوں کو ملالایا اس میں  
وہ لوگ تعذیب میں تھیں آدمی مجھے اور انہیں آپ کے عیال واطال کے  
عالمس اور اولاد ہی شامل تھے یہ تمام لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے کہا  
کہا نے کے لئے مجھے کہا اور میں جو کچھ کہنا چاہتا تھا دیا آیا اور جناب رسولی اصلہ  
کے آگے رکھ دیا آپ نے اُس سے ایک بارہ گوشت اوٹھایا اور اس کو ایو دیا  
سارک سو کٹ کر طشت میں رکھ دیا یہ تمام لوگوں سے ارشاد فرمایا کہ السلام  
آپ لوگ سلاؤ فرمائیں۔ تمام لوگوں نے کہا ماتر ع کیا بیاتک کہ خوب سیر  
ہو کر کہا کیے اور کہا دیا کار یا ہی رہ گیا اس میں اوں ہاتھوں کا لٹا تک  
میں معلوم ہوتا تھا۔ جناب علی رضی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اس خدا  
کی حکمت قدرت میں علی بن ابی طالب کی حاکم ہو کر وہ کہا ہوا تو لوگوں نے ملکر کہا  
مقدار میں اس تک تھا کہ اکیلا آدمی اُسے کہا جاتا اسکے لی آپ نے مجھے حکم دیا  
کہ اس میں میرا کرو میں ادب میں دو دو کا تر تیلایا اور وہ کبے سے میرے  
اور قسم خدا کی وہ ایک آدمی کے سینے کی مقدار تھا اسکے بعد رسول اللہ صلی  
کلام کر دیا ارہ کیا اسل تائیں اولاد اس کو آپ کا قطع کلام کرو یا تو  
سے محاسب ہو کر کہا کہ تمہارے دوست نے تم سے کہنا کہ تمام لوگ تم سے  
ہو کر چلے گئے۔ دوسرے دن میرا آپ نے مجھے ملا کر حکم دیا کہ عالمی اس

بہیمہ حاشیہ۔ سیریدیں غالب الطبری کی کثرت الوصف ہے۔ علی الاطلاق اس المفسر ہیں مفسر اماموں کے ایک امام ہیں۔ وہ علوم ان کے  
تھے جس میں انکا کوئی شریک نہیں تھا۔ حاد و کتاب اللہ تھے صحیح تقسیم۔ نسخہ اور مسوح سے خوب واقف تھے تفسیر تو ایسی لکھی ہے کہ حاکم  
اوس کے مثل کوئی تفسیر لکھی ہی نہیں گئی کیونکہ انھوں نے آئین روایت و روایت و دلوں کو جمع کیا ہی جس سے انکا کوئی شریک نہ آئے قسمل ہوا اور  
نہ اسکی بھیجی دلاوت مقام آمل سلسلہ میں ہوئی اور وفات سلسلہ میں۔

علامہ یامنی مرآۃ قرآن میں لکھتے ہیں کہ مصنفات ملیحہ فی صوت علی یلادۃ ندل علی وسعہ علمتہ و عراۃ فصولہ و کثافتہ فی نقلہ و ما یحیۃ و قلیل ما دیحیہ اصحہ المتارخ و انتہا ہن مددہ میں الکی ہایت عمدہ تصفیہ میں جس سے الکی وسعت علم را معیت حاصل کمال ظاہر ہے نقل احادیث میں معتمد میں الکی تاریخ کو صحیح و ثبات ترین تاریخ کہا جاتا ہے۔

مصر کے اہل مطالع کی ایک حیرت خیز حرکت: تاریخ طبری کی اس روایت کے متعلق اتحاد حقیقت کی ایک حیرت انگیز حرکت کے اہل مطالع مل میں لائے ہیں وہ یہ ہو کہ یہ کتاب بیٹے حرّس میں چھپائی گئی جس کے مضمون روایت میں حضرت علیؑ کی نسبت آنحضرت صلعم کے حاصل الفاظ و صحیح و حلیہ معنی موجود ہیں۔ جس کا ہماری نقل کر چکے ہیں۔ ملاحظہ طبری مطبوعہ حرّس ص ۷۳ ۷۴ ۷۵ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹ ۸۰ ۸۱ ۸۲ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶ ۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱ ۹۲ ۹۳ ۹۴ ۹۵ ۹۶ ۹۷ ۹۸ ۹۹ ۱۰۰ ۱۰۱ ۱۰۲ ۱۰۳ ۱۰۴ ۱۰۵ ۱۰۶ ۱۰۷ ۱۰۸ ۱۰۹ ۱۱۰ ۱۱۱ ۱۱۲ ۱۱۳ ۱۱۴ ۱۱۵ ۱۱۶ ۱۱۷ ۱۱۸ ۱۱۹ ۱۲۰ ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ ۱۲۴ ۱۲۵ ۱۲۶ ۱۲۷ ۱۲۸ ۱۲۹ ۱۳۰ ۱۳۱ ۱۳۲ ۱۳۳ ۱۳۴ ۱۳۵ ۱۳۶ ۱۳۷ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۴۰ ۱۴۱ ۱۴۲ ۱۴۳ ۱۴۴ ۱۴۵ ۱۴۶ ۱۴۷ ۱۴۸ ۱۴۹ ۱۵۰ ۱۵۱ ۱۵۲ ۱۵۳ ۱۵۴ ۱۵۵ ۱۵۶ ۱۵۷ ۱۵۸ ۱۵۹ ۱۶۰ ۱۶۱ ۱۶۲ ۱۶۳ ۱۶۴ ۱۶۵ ۱۶۶ ۱۶۷ ۱۶۸ ۱۶۹ ۱۷۰ ۱۷۱ ۱۷۲ ۱۷۳ ۱۷۴ ۱۷۵ ۱۷۶ ۱۷۷ ۱۷۸ ۱۷۹ ۱۸۰ ۱۸۱ ۱۸۲ ۱۸۳ ۱۸۴ ۱۸۵ ۱۸۶ ۱۸۷ ۱۸۸ ۱۸۹ ۱۹۰ ۱۹۱ ۱۹۲ ۱۹۳ ۱۹۴ ۱۹۵ ۱۹۶ ۱۹۷ ۱۹۸ ۱۹۹ ۲۰۰ ۲۰۱ ۲۰۲ ۲۰۳ ۲۰۴ ۲۰۵ ۲۰۶ ۲۰۷ ۲۰۸ ۲۰۹ ۲۱۰ ۲۱۱ ۲۱۲ ۲۱۳ ۲۱۴ ۲۱۵ ۲۱۶ ۲۱۷ ۲۱۸ ۲۱۹ ۲۲۰ ۲۲۱ ۲۲۲ ۲۲۳ ۲۲۴ ۲۲۵ ۲۲۶ ۲۲۷ ۲۲۸ ۲۲۹ ۲۳۰ ۲۳۱ ۲۳۲ ۲۳۳ ۲۳۴ ۲۳۵ ۲۳۶ ۲۳۷ ۲۳۸ ۲۳۹ ۲۴۰ ۲۴۱ ۲۴۲ ۲۴۳ ۲۴۴ ۲۴۵ ۲۴۶ ۲۴۷ ۲۴۸ ۲۴۹ ۲۵۰ ۲۵۱ ۲۵۲ ۲۵۳ ۲۵۴ ۲۵۵ ۲۵۶ ۲۵۷ ۲۵۸ ۲۵۹ ۲۶۰ ۲۶۱ ۲۶۲ ۲۶۳ ۲۶۴ ۲۶۵ ۲۶۶ ۲۶۷ ۲۶۸ ۲۶۹ ۲۷۰ ۲۷۱ ۲۷۲ ۲۷۳ ۲۷۴ ۲۷۵ ۲۷۶ ۲۷۷ ۲۷۸ ۲۷۹ ۲۸۰ ۲۸۱ ۲۸۲ ۲۸۳ ۲۸۴ ۲۸۵ ۲۸۶ ۲۸۷ ۲۸۸ ۲۸۹ ۲۹۰ ۲۹۱ ۲۹۲ ۲۹۳ ۲۹۴ ۲۹۵ ۲۹۶ ۲۹۷ ۲۹۸ ۲۹۹ ۳۰۰ ۳۰۱ ۳۰۲ ۳۰۳ ۳۰۴ ۳۰۵ ۳۰۶ ۳۰۷ ۳۰۸ ۳۰۹ ۳۱۰ ۳۱۱ ۳۱۲ ۳۱۳ ۳۱۴ ۳۱۵ ۳۱۶ ۳۱۷ ۳۱۸ ۳۱۹ ۳۲۰ ۳۲۱ ۳۲۲ ۳۲۳ ۳۲۴ ۳۲۵ ۳۲۶ ۳۲۷ ۳۲۸ ۳۲۹ ۳۳۰ ۳۳۱ ۳۳۲ ۳۳۳ ۳۳۴ ۳۳۵ ۳۳۶ ۳۳۷ ۳۳۸ ۳۳۹ ۳۴۰ ۳۴۱ ۳۴۲ ۳۴۳ ۳۴۴ ۳۴۵ ۳۴۶ ۳۴۷ ۳۴۸ ۳۴۹ ۳۵۰ ۳۵۱ ۳۵۲ ۳۵۳ ۳۵۴ ۳۵۵ ۳۵۶ ۳۵۷ ۳۵۸ ۳۵۹ ۳۶۰ ۳۶۱ ۳۶۲ ۳۶۳ ۳۶۴ ۳۶۵ ۳۶۶ ۳۶۷ ۳۶۸ ۳۶۹ ۳۷۰ ۳۷۱ ۳۷۲ ۳۷۳ ۳۷۴ ۳۷۵ ۳۷۶ ۳۷۷ ۳۷۸ ۳۷۹ ۳۸۰ ۳۸۱ ۳۸۲ ۳۸۳ ۳۸۴ ۳۸۵ ۳۸۶ ۳۸۷ ۳۸۸ ۳۸۹ ۳۹۰ ۳۹۱ ۳۹۲ ۳۹۳ ۳۹۴ ۳۹۵ ۳۹۶ ۳۹۷ ۳۹۸ ۳۹۹ ۴۰۰ ۴۰۱ ۴۰۲ ۴۰۳ ۴۰۴ ۴۰۵ ۴۰۶ ۴۰۷ ۴۰۸ ۴۰۹ ۴۱۰ ۴۱۱ ۴۱۲ ۴۱۳ ۴۱۴ ۴۱۵ ۴۱۶ ۴۱۷ ۴۱۸ ۴۱۹ ۴۲۰ ۴۲۱ ۴۲۲ ۴۲۳ ۴۲۴ ۴۲۵ ۴۲۶ ۴۲۷ ۴۲۸ ۴۲۹ ۴۳۰ ۴۳۱ ۴۳۲ ۴۳۳ ۴۳۴ ۴۳۵ ۴۳۶ ۴۳۷ ۴۳۸ ۴۳۹ ۴۴۰ ۴۴۱ ۴۴۲ ۴۴۳ ۴۴۴ ۴۴۵ ۴۴۶ ۴۴۷ ۴۴۸ ۴۴۹ ۴۵۰ ۴۵۱ ۴۵۲ ۴۵۳ ۴۵۴ ۴۵۵ ۴۵۶ ۴۵۷ ۴۵۸ ۴۵۹ ۴۶۰ ۴۶۱ ۴۶۲ ۴۶۳ ۴۶۴ ۴۶۵ ۴۶۶ ۴۶۷ ۴۶۸ ۴۶۹ ۴۷۰ ۴۷۱ ۴۷۲ ۴۷۳ ۴۷۴ ۴۷۵ ۴۷۶ ۴۷۷ ۴۷۸ ۴۷۹ ۴۸۰ ۴۸۱ ۴۸۲ ۴۸۳ ۴۸۴ ۴۸۵ ۴۸۶ ۴۸۷ ۴۸۸ ۴۸۹ ۴۹۰ ۴۹۱ ۴۹۲ ۴۹۳ ۴۹۴ ۴۹۵ ۴۹۶ ۴۹۷ ۴۹۸ ۴۹۹ ۵۰۰ ۵۰۱ ۵۰۲ ۵۰۳ ۵۰۴ ۵۰۵ ۵۰۶ ۵۰۷ ۵۰۸ ۵۰۹ ۵۱۰ ۵۱۱ ۵۱۲ ۵۱۳ ۵۱۴ ۵۱۵ ۵۱۶ ۵۱۷ ۵۱۸ ۵۱۹ ۵۲۰ ۵۲۱ ۵۲۲ ۵۲۳ ۵۲۴ ۵۲۵ ۵۲۶ ۵۲۷ ۵۲۸ ۵۲۹ ۵۳۰ ۵۳۱ ۵۳۲ ۵۳۳ ۵۳۴ ۵۳۵ ۵۳۶ ۵۳۷ ۵۳۸ ۵۳۹ ۵۴۰ ۵۴۱ ۵۴۲ ۵۴۳ ۵۴۴ ۵۴۵ ۵۴۶ ۵۴۷ ۵۴۸ ۵۴۹ ۵۵۰ ۵۵۱ ۵۵۲ ۵۵۳ ۵۵۴ ۵۵۵ ۵۵۶ ۵۵۷ ۵۵۸ ۵۵۹ ۵۶۰ ۵۶۱ ۵۶۲ ۵۶۳ ۵۶۴ ۵۶۵ ۵۶۶ ۵۶۷ ۵۶۸ ۵۶۹ ۵۷۰ ۵۷۱ ۵۷۲ ۵۷۳ ۵۷۴ ۵۷۵ ۵۷۶ ۵۷۷ ۵۷۸ ۵۷۹ ۵۸۰ ۵۸۱ ۵۸۲ ۵۸۳ ۵۸۴ ۵۸۵ ۵۸۶ ۵۸۷ ۵۸۸ ۵۸۹ ۵۹۰ ۵۹۱ ۵۹۲ ۵۹۳ ۵۹۴ ۵۹۵ ۵۹۶ ۵۹۷ ۵۹۸ ۵۹۹ ۶۰۰ ۶۰۱ ۶۰۲ ۶۰۳ ۶۰۴ ۶۰۵ ۶۰۶ ۶۰۷ ۶۰۸ ۶۰۹ ۶۱۰ ۶۱۱ ۶۱۲ ۶۱۳ ۶۱۴ ۶۱۵ ۶۱۶ ۶۱۷ ۶۱۸ ۶۱۹ ۶۲۰ ۶۲۱ ۶۲۲ ۶۲۳ ۶۲۴ ۶۲۵ ۶۲۶ ۶۲۷ ۶۲۸ ۶۲۹ ۶۳۰ ۶۳۱ ۶۳۲ ۶۳۳ ۶۳۴ ۶۳۵ ۶۳۶ ۶۳۷ ۶۳۸ ۶۳۹ ۶۴۰ ۶۴۱ ۶۴۲ ۶۴۳ ۶۴۴ ۶۴۵ ۶۴۶

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال اعد ما علی ان هذا اول  
سنتہ الی قال ففعلت فمرحمتهم قد دعانی بالطہرۃ  
لہم ففعل كما فعل بالامس واكلوا حتى مالھوسی حاجتہ  
ثم قال استقمم عنکم بذلك العس فمر بواختی رواومہ  
حمیعا ثم تكلم رسول اللہ صلعم فقال ما سی عبد المطلب الی  
واللہ ما علمت یا فی العرب حاجۃ لہ ما وصل مما قد  
جئتكم به الی قد جئتكم بحیر الدیاء والا حرقہ وقد امرنی  
اللہ بعلی ان ادعوا الیہ فاکموا لوزری علی هذا الامر  
علی ان یكون احی دوصی وحلیفتی فیکموا تحم القوم عہما  
حمیعا وعلی والی لا حد فمر ساءوا مصمہم ساءوا عظمہم  
نظنا وحمسہم ساقا اما سی اللہ اکون ویرہ علیہ  
ما حد رفعتی ثم قال ان هذا احی دوصی وحلیفتی فیکم  
ما سمعوا لہ والطیعا قال دعام القوم ویقولون  
لا الی طالب تد امرک ان یستمع لابیک ویطیع

مختص نے مجھ پر کلام کرنے میں سخت کی اور قل کے کہ میں کہیہ کہوں تو تم  
کے لوگ متفرق ہو کر چلے گئے۔ میں بہر تم آج ویسا ہی کہا، اور سب سامان  
وہی مہیا کر دیا۔ اور بہر سب لوگوں کو مال الاؤ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو  
مطابق آج بھی ویسی ہی سامان سب مہیا کر کے اور بہر اداں لوگوں  
کہ ماکر ملا لایا۔ جب میں کہا مالیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث  
حاضر ہوا۔ تو آپ نے پھر وہی عمل کیا جو کل کیا تھا۔ تمام لوگوں نے وہ کہا  
کہ آیا اور یہ ہو گئے۔ وہ وہ بیاد و سیرا ہو گئے آپ و طعام سے خارج ہو کر  
حساب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں منجھانے کا حکم دیا کہ آج  
سی عبد المطلب حد کی قسم میں جو امان عرب میں کسی ایسی شخص کو نہیں جانتا کہ  
وہ حد کی طرف سے تمہارے پاس تمہارے دین و دنیا کی ایسی حر لایا  
جیسی کہ میں۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا جو کہ میں نہیں اس کی طرف  
ملاؤں میں تم میں سے کون شخص ہے جو اس امر میں میری وزارت کرے گی میرا  
بھائی ہوگا۔ اور تمہارے درمیان میرا صلہ ہوگا۔ یہ سب تمام لوگ خاموش  
رہ گئے حضرت علیؓ کا سواں ہو کہ میں اونٹن کا بچہ لگا کہ مادہ وجودیکہ  
میں عمر میں سب سے چوٹا ہوں میری اکہیں پر آشوب ہیں میرا پیٹ  
بڑا ہے میری پھلیاں تیلیں ہیں لیکن میں۔ مایہتمہ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم اس امر میں آپ کا ریرہ ہوں گا۔ یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے  
تائید و تہمتہ مار کر رستا دیا۔ یہ تم لوگوں میں مرا بھائی میرا دوصی ہوا میرا خلیفہ

بقیہ حاشیہ۔ سر کے مطبع میں چھپی جا لاگ دست اور جاری پرست ہالیاں مطبع کتاب میں ان الفاظ کا دیکھنا اور مافی رکھا۔ پس رکھ کر  
ما آخر عمارت میں دوصی وحلیفتی کی جگہ کد اوکذا کا لفظ لڑا دیا۔ امام بخاری ہی اکثر مقام پر ایسے ہی ترکیب را عمل میں لائے ہیں طری  
مطوبہ مصر کی عمارت متغیرہ ملاحظہ ہو۔ فایکویا اردنی علی هذا الامر علی ان یکون احی کذا اوکذا او احد و قیتی ثم قال  
ان هذا احی کذا اوکذا او احد و الطیعا من ۶۸ جلد ۹۔ اموس حقیقت کسی جیب میں سکتی دوصی وحلیفتی کو تو چھپایا۔ گویا متداری علی  
کو محدود کر دیا لیکن صورت حقیقت نے فاسموا لہ و الطیعا کو دلیا کا دلیا ہی صحیح و سالم پھیرا دیا۔ جو اسی متداری علی کی خبر معلول ہو  
منطق کے اصول الطباق میں مسلم ہے کہ جس کسی وجہ کسی حملہ یا فقرہ میں علی و اساتہ معلوم ہوں اور معلول و مسبب اس کا موجود ہو تو وہی معلول  
و مسبب اپنی علی کی حر کیلئے کافی ہوگا اسلئے کہ علی حقیقی دوصی وحلیفتی رہا تو وہ سب اس کا معلول معلول۔ اطاعت اور اس کی ساعت و متابعت  
تو اس کے مقام پر موجود ہے عالم میں ہو کہ اس کا عہدہ وزارت و عمارت مرقوم ہو یا نہ تو کیا جب اس کی ساعت۔ اطاعت کا حکم صریح موجود ہو تو  
وہ ماتہ مقررہ اطاعت تسلیم کیا عادی کا۔ بخودہ رسوں کے گدھانے کے بعد بھی آج تک مصائل و مناقب علی کے چھپائے گئے اور مٹانے کی کوشش  
کیسیت ہیں۔ ہیران سطر کے تحقیقی مراتب و مدارج کی حقیقت کیسے معلوم ہو سکتی ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ انھیں حقیقت نگاریوں کیلئے امام طبریؒ کی تصحیص کا الزام لگایا گیا تھا کہ انھوں نے بہت سی باتیں خلاف

اسکی باتوں کو سوادرا اسکی اطاعت کرو یہ سکر تمام لوگ ہستے ہوئے اور اسطیاب سے یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ تم اب ایسے بیٹے علی کو بیٹے  
و متغاد مائے گئے۔ اسکی باتوں کو سوادرا اسکی اطاعت اختیار کرو۔

اسلام کی اس اعظم ترین اور اولین واقعہ کی تفصیلی حالت یہ تھی۔ جسکو ہم نے ایسے متعدد اور متواتر ماحذوون سے  
نقل کر دی یہ واقعہ ہر طریقہ سے دعوت اسلام اور تبلیغ ایمان کا میلانزیمہ تھا۔ اسکی اہمیت تو اسی سے ظاہر ہے کہ لقول اب  
اسحاق امام طبری اور امام نجاشی و غیرہم۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اساتوقف فرمانے کیلئے عثمانہ تہدید  
نارل فرمائی گئی تھی۔ اور اس خیال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متاثر ہو کر اسکی تعمیل میں بہر جس سرگرمی اور مستعدی اور جس  
سامان و اہتمام سے ایک بار نہیں دو دو بار مصروف ہوئے وہ روزنہ واقعہ سے ثابت ہے۔ اگر حیدر علی مار بدخت ابولسکی  
عرفت سے آپ کو اسکے مقصدین کچھ بھی کامیابی نہیں ہونی سکن حکم خداوندی کی غفلت و حلال آپ کے بہت و اشتغال  
سے آپ کو ذرا بھی سیدل نہونبیا اور دوسرے دن اوسے اہتمام و انتظام سے مشاء خداوندی کے مطابق اس حکم  
آبی کو انجام دیا۔ اس تفصیل کو بخاری صاحب کے اقتصار اور شبلی صاحب کے اختصار سے مقابلہ کیا جاوے تو خود غرضی  
نفسانیت اور عصیت کے اسرار ہویا اور آشکار ہو جائیں گے اور وہ مقدمہ انکیز اغراض و اسباب بھی ثابت ہو  
جائیں گے۔ جبکی نیاز پر سوا واقعہ کو اس اختصار۔ استخفاف اور قطع و برید کے خاص طریقہ سے نقل کیا گیا۔ کیونکہ صرف  
اسلئے کہ اسکی تفصیل تمیم و مساوات کے اصول موضوعہ کو بالکل رد و باطل کر دیتی تھی اور جناب علی مرتضیٰ کے فضائل و  
مناقب کو آغاز اسلام سے دائرہ امت خیر الانام علیہ السلام میں خاص رسول اللہ کی ربانی عام اس سے کہ وہ چھا  
بقیہ حاشیہ۔ عقائد تحسین اور کو۔ لکھا جاسیے تھا۔ لکھدی ہیں لیکن مدت خاص اوکی اور اوکی تصانیف کی غفلت و اہمیت اسی تھی  
کہ اوکی شروک کر دینے سے بہت سے عقائد کی مفید اور ضروری مطالب و مقاصد نسبت و ماورد ہو جاتے سلی صاحب نے جو باہر ہیں ان امور  
پر بس احتصار کساتر و حقیقی ڈالی ہے اور ہم ادھیں کے حاشہ مختصرہ کی نقل پر لکھا کرتے ہیں۔

بیس حبیب دلیمانی (زبیری کی سب لکھا ہو کہ شیعہوں کیلئے حدیثین وضع کیا کرے ہے۔ لیکن علامہ دہسبی نے  
میراں الاستدال میں لکھا ہے ہذا جریا لطن الکاد بل اس حریوں کما رائتہ الاسلام المتحدین یہ جھوٹی بیگمانی ہے۔  
ملکہ واقعہ یہ کہ اس جریا اسلام کے معتد اماموں میں سے ایک بڑے امام تھے۔ دہسبی نے اس موقع پر لکھا ہو کہ اس میں فی الحکمہ شیعی تھا  
لیکن مفسر نہیں۔ تمام مستند مفصل تاریخیں تل بایع کامل میں تیریں حدود و الاصلہ خیر و غیرہ کی امور اور اسی کو مختصرات ہر سیرۃ النبی سابقہ  
اب ہم حسب اوسعہ بخاری کی اول روایتوں کی حقیقت و کلمات میں جھگو اوکھوں نے دعوت قریش کے متعلق اپنی صحیح میں درج کیا ہو سلی  
روایت یون ہو جس ان عناس لما روت و اندر عتیرتک الا قرہیں حمل السی یا دی ماسی نھو ماسی عدی میطوب  
قریش دعی ان عناس قال لما روت و اندر عتیرتک الا قرہیں حمل السی یا دی عوھو قائل قائل وعی ابوھو یرون  
السی مال ماسی عدی ماسی استروا الفسکھ من اللہ یا ماسی عبد المطلب استروا الفسکھ من اللہ یا ماسی ام راب  
من العوام حمہ رسول اللہ ما فاطمہ متھل استری الفسکھ من اللہ لا املک لکھا سیدنا سلوی من مالی ما شتہا اس



ہوں یا انصار صحابہ ہوں یا غیر صحابہ۔ از حج اور افضل ثبات کرتی تھی سب سے زیادہ دہشت خیز اور خوف انگیز تو امین خلیفہ تھے کا لفظ تھا۔ جس کا زبان رسول سے اقرار و اعلان شرف صحابیت اور صحابہ کی خلافت کا بے باک سوا کا گھر مٹی کر دیا اور اصول عقائد کے تمام مصنوعی اغراض و مقاصد کو خاک میں ملا دیا۔ تو پھر اسی حالت میں بخاری صاحب اور ان کے ہم خیال علماء و محدثین ایسے سادہ لوح ہیں تھے۔ جو اپنے اسلاف کی اتنی کی کرانی کا زور و یربانی نہیں دیتے اور ۵ ماہ چراغ خویش در خانہ سوختم کی نظیر و مثال بیسے کے مطابق بخاری صاحبے حسب ضرورت حسن و اوپچ اور کتر بیوت سے اس واقعہ کو اپنی صحیح کے متعدد مقامات پر لکھا ہے۔ یا ان کے ہم خیال محدثین نے جن جن ترکیبوں اور چالوں سے اس واقعہ کو نقل کیا ہے اس کو ہم نے تفصیل سے ہما شبہ زیرین کی عبارت میں محض عبرت ناظرین کے خیال سے لکھ دیا ہے۔ اس لئے ہم اس کی نسبت یہاں کچھ زیادہ تفصیل سے نہیں لکھیں گے۔

بقیہ عبارت حاشیہ عباس سے مروی ہے کہ آہ اندر شریک الاقرین مارل ہوا تو حضرت نے بکارنا شروع کیا اور قراوی عدی ہر اسطر قریش کو۔ دوسری روایت ابن عباس سے کہ آپ نے ہر ہر قبیلہ کو بکارنا شروع کیا تیسری حضرت ابو ہریرہ سے کہ حضرت نے فرمایا اے نبی خدا صاف اپنے نفس کو حد سے حرید کر لو اے نبی خدا مطلب اے نبی خدا سے حرید کر لو۔ اور ابو ہریرہ نے انوار و فاطمہ بنت محمدؑ کے نفس کو حد سے حرید کر لیا کہ تم تمہارے لئے کسی امر کے مالک نہیں ہیں جو یا ہو تم میرے مال سے لے لو۔

اب اسکی ترح اور حرج فتح الداری کے ان الفاظ میں ملاحظہ ہو وھذا القصة ان كانت وقعت في صدر الاسلام مكة فلم يلحق بها اس عباس لانہ قل الله في شيلات سين ولا اوھريه ولا نه لاسلم بالمدينة وفي ذل اعاطه بوئلي ايضاً ما قصه اخر القصة لانها كانت حينئذ صعيدة او مواھقة وان كان اوھريه خضراء ولا يماس للرحمة ولا امام السلام والھجرة مددة والذي يظهر ان ذلك وقع مرتين مرة في صدر الاسلام ورواية اس عباس و اوھريه لها من مراسل الصحابة وھذا الموافق للترجمة صححة وحواليها في متلذذ المسوق السوية ولو يذ لك ما ساقى من اولھب كان حاك ذلك وھو مات في ايام المد و مرة بعد ذلك حت يكن ان مدعى فيھ فاطمة او يظھر ذلك ابوھريه و اس عباس ح ۳ ص ۳۱ یعنی اگر قصہ تدریے اسلام میں مکہ میں واقع ہوا تو اس عباس شریک واقعہ نہیں تھے کیونکہ وہ تو موت سے صرف تین برس قبل پیدا ہوئے تھے اور ابو ہریرہ ہی تھے۔ کیونکہ وہ تو مدینہ میں مسلمان ہوئے ہیں پھر حضرت فاطمہؑ کو بکارنا بھی معصی تاہر قصہ ہے کیونکہ وہ تو اسودت بخت جھوٹی تھیں یا کچھ ہوس والی تھیں اور اگر ابو ہریرہ حاضر تھے۔ تو ترجمہ کے مناسب یہ روایت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو ایک رب کے بعد اسلام لائے اور ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ قصہ دو مرتبہ ہوا ایک مرتبہ اسلام میں۔ کیونکہ اول سے مکی خطبہ اور وہ قریب حگ مدینہ پہنچے۔ تو یہ روایت مرسل صحابہ سے ہوگی۔ اور دوسری بار مدینہ میں واقع ہوا تب دعوت فاطمہؑ در شریک اس عباس و ابو ہریرہ ممکن ہو سکتی ہے۔ اب تو کسی کو اس روایت کی عدم صحیح میں کلام ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اسکا اصل راوی وہ شخص ہے جو اس وقت پیدا ہی نہیں ہوا تھا۔ نہ وہ اس مجمع میں آیا تھا اور نہ اسلام لایا تھا تہ بخاری کی روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔



صرف امتداد و اضافہ کر دینے کے شعلی صاحب نے یہ فہم کتاب میں ترجیح حدیث علی السیرۃ اور ترجیح بخاری علی سائر الصحاح کی نسبت  
جو اس الطوبار با قدر باقتدا اور یہ تلاویح کا کہ رت رسول کے متعلق تمام روایات کو احادیث سے مستخرج کرنا چاہا ہے۔ اور وہ  
حدیثیں بھی کچھ جو صحیح بخاری میں مندرج ہیں۔ اوسکی اصلی غرض اور گویا اوس مسئلہ کی اب خبر معلوم ہوئی کہ بقول  
شعلی صاحب ۵۵ ہر ورق کہ سیرہ گیت و بدعا بنی است ۛ

ہاں جن مقاصد و عقائد کے اصول پر تبلیغی صاحب نے اپنی کتاب کی تدوین فرمائی ہے اور جن احادیث موصوعہ و مصنوعہ سے اس کو مرتب فرمایا ہے اس کے لئے وہ بات خاص مجبور و مامور ہیں۔ دوسرے لوگ یا وہ جو اصول تحقیق و انصاف کے مسلک پر قائم ہیں۔ اس کے لئے کیوں مجبور و محذور کئے جائیں گے۔ طبری ہی پر تو شیخ کا الزام لگایا گیا۔ اور یہ باوجود الزام۔ ان کو سواد اعظم کی امامت سے خارج نہیں فرمایا گیا۔ جس کا ذکر گو کہ یہی مختصر ہو۔ آج بھی اپنے دیباچہ کتاب ص ۲۰ میں کیا ہے۔ اس کا خاص باعث یہی تھا کہ امام موصوف نے تحقیق و انصاف کی رو سے اس واقعہ کو اور اس کے ایسے اکثر واقعات کو جن سے آپ کے اصول تعمیر و مساوات کی تردید و تغلیظ ہوتی تھی۔ اپنی کتاب میں نقل کر دیا۔ لیکن چونکہ طبری کی تاریخ و تفسیر کو خصوصاً طبقہ متقدمین میں جو اہمیت و افضلیت حاصل ہے وہ ہرگز

بقیہ عبارت حاشیہ روایہ میں اتصال مردی ہے کہ توحش راوی چودہ راوی لول سے ملا ہو۔ ہمان راوی اول ہی نہاد و ہے۔ کیونکہ اس عباس اور ابوہریرہ خود توحش معبود ہی تھے اسلئے ہا یہ حیران کہ دوسرے سے سنا ہو تو وہ نام صحی مدکور نہیں ہے۔ لہذا روایت ہی ساقط ہو گئی۔

اس تحریر کے جاری ہر پستی کے اصول پر یہ بات یاد کی کہ دوسرے اہل بیت اہوگا لیکن اسکی کوئی سند نہیں دی۔ اور پھر گئے علیہ السلام  
یعنی کر دیا کہ دو مرتبہ نزول آئے ماسا خلاف اصل جو پیراس ماسے سے مخالف حکم اتنی لازم آتی ہے۔ کیونکہ حکم ہے مرتبہ اقراس کے اندر  
انباب کا رتہ ہیں اور کے رتہ والوں کو کیونکہ یہ نام لیا ہے یہی فقر اس سے مارہ بشمول کا مصل ہے۔ یہ نام لیا ہو ہی عربی کی  
اس سے آٹھ یا نوایت کا مصل ہے۔ ان تحریر اسکی یوں تا دل فرماتے ہیں۔ وذلک لئلا یسئل فیہ فیل عسیرۃ الا وہی فیہ  
الذہار عشرتہ ولذہول قرینت کٹھانی اقامتہ وکان الذہار العسیرۃ تقنع بالمطیع ویکیون الذہار عید ہر مطیع  
الاذہول فی ۱۸ ص حضرت نے قریب واوں کو چھوڑ کر ور کے قائل واوں کو اسلئے دعا دی کہ ایسے عترہ کا امدار کر رہو بجائے اور نیز اسلئے  
قرآن کلم حضرت کے انباب سے ہے۔ یہی معلوم ہو جائے اور اس لئے کلام ادرتیر وکا، الطبع واقع ہوتا ہو اور کلام ادرتیر اولی ہوتا  
اس سے یہ صورتات ہو گیا کہ حضرت کو حکم تھا امدار اقراس کا اور حضرت نے اس کے خلاف تعمیل کی تو کیا کوئی مسلمان اس کو قبول  
کر سکتا ہے کہ اگر امدار اقراس سے امدار احدی حاصل نہ تاو لازم آنا کہ کلام جدا (نوعہ ما شد) صحیح ہو جس سے امدار اقراس کا حکم دیا۔ حالانکہ کلام  
ظہور کسی دیکھا جانا کہ جو حکم کیلئے پڑتا ہے خواص لئے آپ کو اس سے رزی جسے ہاں اور اگر کسی مساوات عام مانی جائے تو حجتا اشوا  
وہائل اعتبار اہل کتبہ شخصیں کا حکم مخصوص کیوں دیا جاتا۔ کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ جو قرات ہی با تم کو ابھرتا کہ اس کا تھوڑا ہی

اسکے متروک کر دیے جانے کی محرت نہیں ہوئی۔ کیونکہ اگر ایسا کیا جاتا تو سواد اعظم میں گویا تاریخ و تفسیر کا خاتمہ ہو جاتا اس بنا پر وہ بھی رکھ لئے گئے اور انکی تفسیر و تاریخ بھی۔ آخر میں ہکویہ لکھ دینا بھی نہایت ضروری ہے کہ صحیح بخاری اور انکو ہنجیال و ہم مذاق محدثین کے علاوہ دیگر مفسرین و محققین نے بھی اسی تفصیل و تصریح کے ساتھ اس واقعہ کو ایسی اپنی تالیفات میں درج کیا ہے جس تفصیل سے امام محی الشیخ ابو امام المعاری و السیرۃ ابن اسحاق اور امام طبری وغیرہم نے نقل فرمایا ہے۔ انکی کتابوں کے نام مستدرجہ ذیل ہیں۔

تفسير خازن - تفسير سراج المنيّر - تفسير ثعلبي - تفسير واحدی - تفسير ابن قرويہ - تفسير ابن الی حاتم - کنز العمال  
دلائل النبوة - حلیۃ الاولیاء - ذخیرۃ المال - عملي - مختارۃ ضیاء مقدسی - تمهید الآثار طبری - کتاب الاکتاف - تاریخ کامل  
ابن اثیر - تاریخ ابوالفدا - تاریخ روضۃ الصفا - تاریخ حبیب السیر - معارج النبوة - مدارج النبوة - ازالۃ الخفا  
شاه ولی اللہ صاحب ۔

تبلیغ اسلام کے اس عظیم ترین واقعہ کو جس پر گویا اساس اسلام قائم ہوئی، شبلی صاحب نے چند الفاظ میں لکھ کر دیا۔ ہم جانتے ہیں یہ آپ کی اختصاصی سیدی اور کوتہ قلمی کا خاص مقام ہے۔ اور ان واقعات و حالات کی شریحات و تفصیلات کی راہوں سے آپ ہمیشہ خموشی اور عجلت کے ساتھ گل جاتے ہیں لیکن تھکنے نہیں پاتے

بقیہ عبارت حاشیہ ہر عبارت علی علی دوسری تیم کو بھی آپ کے ساتھ تھقی۔ عاری کی اس قلم کاری سے اہل غرض تو یہی ہتی کہ کسی نہ کسی طرح

نئی عری مارنی تیم کو بھی آپ کی قرأت لاری میں داخل کر دیں۔

اب رہی یہ بحث کہ بخاری کی کچھ حدیث مرسل ہے انھوں نے اس کے لئے جو مخصوص باب باندھا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں باب ما یستحب  
الی ائدہ فی الاسلام والمجاہلیۃ (اب اور لوگوں کے حال میں جو جاہلیت و اسلام میں آپ کے آثار کرام کے ساتھ تعلق لسی رکھتے تھے)  
جو مامعقول ہے۔ کیونکہ اختلاف ہے تو اس میں کہ اگر راہ مہاجریت اور مت سحریت تو بہت تک انتساب ماحاضر ہے یا حائر کیونکہ امام احمد دارالوہابی  
روایت کی ہے کہ جو شخص اپنی نسبت کرے اپنے انا سے کفار کی طیف تو نیست تک۔ جس سے مفاہرت مقصود ہو تو وہ مرسون جنہم میں ہو مگر یہ مضمون  
مفسرین ان سے تین صحیح جاتا ہے۔ یہ الیسی بات مایہ سے کیا دائرہ پھرتی حدیثیں اس باب میں لکھیں وہ سب اس عنوان سے خارج ہوئیں  
حدیث اول میں حدیث ۲ لے دیا ہے۔ کریم اس کریم اس یوسف اس اسحاق اس ابراہیم و دوسری حدیث میں دریا ہے امان علیہ السلام  
تیسری حدیث میں دریا ہے۔ یاسی قرآن پانی عدی چو کھتی حدیث میں کہا ہے۔ یاسی عدم صاف یاسی عبد المطلب۔ یا صغیر تبت  
عبد المطلب یا قاطمہ مت محمد ص ان تمام روایتوں کو اس باب سے کوئی تعلق نہیں پھر الیسی روایتوں کے لانے سے کیا فائدہ کیونکہ مدار سند  
اتصال ہے اور بیان اتصال ہی مدار ہے۔

ابو دوسری حریت ملاطفت ہو باب قولہ والذین عشیرتک الاقریبین واحفظ حاکم اعی جاسک حد تماعی  
من حصص بن غیات قال حد تما الا خمس قال حدثنی عمر بن مرقہ عن سعد بن حنیع عن اسعاس قال لما ولت

حقیقت سدا رہے کہ سترہ دامن دل میکش کہ جا انجاست جان اسلامی علماء و محدثین فضلہ و کرامت کو جانے دیجئے جھگڑوں نے آپ کے خلاف اسکی اہمیت کو اس تفصیل سے لکھا ہم بھی کہتے ہیں کہ تقدیر سلاف کے اصول قدیم کے بالکل خلاف کیا لیکن حقیقت تو کسی سے چھپو والی نہیں مانتا ہو یا ریا یا آریہ لگا کیا علاج کر سکتے تھے۔ آپ نے فوجی الامکان بہت روک تھام کی لیکن بالکل ناکامیاب رہے۔

**دعوتِ قریش اور عیسائی**  
**مؤلفین کی تحقیق۔**  
 حقیقت کا یہ اثر تو ہے کہ چودہ سو برسوں کے بعد اسکی غفلت و اہمیت آپ کے ایسے مویدین اسلام پر اگر نہیں تو حقیقتاً اسلام کے قلوب پر پورے طور سے اثر کیا اور اتنی مدت دراز کے بعد اس واقعہ کی حیرت خیزی اور تعجب انگیزی۔ صداقت اور حقیقت کو جیسے اور جسے الفاظ میں انہوں نے بیان کیا ہے۔ ویسے ہی اور اتنے الفاظ میں آپ نے نہیں۔ وجہ یہ تھی کہ وہ حقیقت پسند تھے اور آپ اپنے مطلب کے غرض مند۔ ہم ان کے جملہ اقوال و مختار ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

بہیہ نہارت حاسیہ و املا عشریہ ثلاث الاقریس صلوا علی الصفا فعمل یبادی ناسی محمد رسانی عدی علی  
 ہر لبی حتی احمعلی عمل الرجل ادا لیسطع ان تخرج اہل ہسولہ لبطہ ما ہو لادعائہ اولہب وقریش فقال ان  
 لو اخرتکم ان خیلنا والادی تردان اور علیکم آکمتم مصدق قالوا امر ما خوینا علیک الا صد قال قال مانی لکم  
 من یدی عدان شدید فقال اولہب ثلاث سائر الیوم لہذا اسمعتا امرت مت یدنا الی لب و مت ما علی مالہ  
 کسب حدتنا الی ان قال احبر ما شعیب عن الہوی قال احبر ما سعل من المسب و اولہب من عدنا لومن ان  
 ہریرہ قال تمام رسول اللہ صلبر حبیب اللہ اللہ اللہ غیرہ ثلاث الاقریس قال یا معشر قریش اولکمہ تحوھا اہتروا انکسکرا اہی  
 عکم من اللہ تہیئنا ما عاس الیہد المطلب لا اہی عک من اللہ شہدا و یا صبیہ عدہ رسول اللہ لا اہی عدل شہد  
 باعدہ اصعب عن ابن وہب عن یونس عن شہاب صفحہ ۱۶۔ جلد ۳ صحیح بخاری ج ۱

مضمون وہی ہے جو اوپر پہلی روایتوں میں لکھا گیا اس لئے ترجمہ کی طوالت سے ضرورت ہو ان روایات کا اختلاف کو صرف ملاحظہ فرمائے پہلی روایت باب المناقب میں ہے کہ سترہ اندر یہ تک الاقرین مائل ہوئی تو حضرت یحییٰ نے گئے ایسی تہہ ایسی عدی اور بڑی  
 میں ہے کہ حضرت کوہ صہابہ پر چڑھ کر پلنگے جو صبر پر فحاشت روایت اول ہے (۷) روایت اول میں کوئی ذکر کے اجماع وغیرہ کا نہیں ہے  
 اور اس روایت میں یہ اہتمام نہ لکھا گیا ہے کہ جو آئیں سکتا تھا وہ ایسا قاصد بھیجتا تھا اور ام کسی کا بھی نہیں بتلایا گیا سنا اول کے  
 (۸) روایت اول میں کوئی ذکر حضرت کلام یا گھٹو گھٹو لے کا نہیں ہے اور یہاں آپ کا نام اور حضرت کوہ صہابہ کی روایت کرتا اور اس کی  
 کلامی کرنا کہ ابو ایک بار سے سورہ فثت بلا کارل ہر نام، روایت اول میں جو اوپر پہلے منقول ہے اور میں نے فرزانہ عبد مناف عبد  
 المطلب کے بعد حضرت صفیہ اور حبیب سیدہ کا نام ہے اور یہاں حضرت عباس کا نام نہ لایا گیا (۵) روایت اول میں جناب سیدہ اور صفیہ کو  
 سونو نے جن کو چھپا ہو میرے مال میں مطلقہ کر دے۔ صرف یہ خطاب بیان کرنا سیدہ کو تو ماہی حضرت صفیہ سے نہیں کیا کوئی ایسی کتاب کو  
 جسکے صرف ایک واقعہ میں اتنے اختلاف و تناقض موجود ہو صحیح کہتا ہی ہرگز نہیں۔ حالانکہ وہ دون کے راوی اول حضرت عبد مناف عباس ہیں

مسٹر جان ڈیوٹ پورٹ اپنی کتاب اپالوجی فار محمد اسٹڈنٹ ہز قرآن مین لکھتے ہیں۔  
 mohammed & his محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفین کی مخالفت کا کچھ خوف نہ کیا۔ اور دوا و احتیاج مان اپنے خاص  
 قیدیہ کے جمع کئے۔ اور ان لوگوں کے سامنے بیٹہ کا گوشت اور ایک پیالہ دودھ کا رکھا۔ اس نے تکلف ضیافت کو عبور وہ  
 اٹھٹے اور اپنے یا کیرہ صفات بیان کر کے اسپچ جسکی نظری حق سانی آتھک یاد گار ہے، اس درخواست کو ساتھ ختم  
 کی کہ کون تم میں اس بارگراں کی روداشت کرنے میں مدد کرے گا۔ اور کون شخص میرا نائب اور وزیر ہوگا جب طرح ہارون  
 موسیٰ کے وزیر تھے۔ کل جمع تعجب کیا تھ سکوت میں ہو گیا اور کسی کو اس مجوزہ عمدہ خوفناک کے قبول کرنیکی جرات نہیں  
 ہوئی۔ لیکن نوجوان پُر زور علی (محمد کے چچا زاد بھائی) نے اٹھ کر اور لٹکا کر کہا۔ اے نبی اللہ میں آپ کا نائب اور وزیر  
 ہوں گا۔ اگرچہ میں درحقیقت ان لوگوں سے کم سن ہوں اور میری طاقتیں ان لوگوں کے مقابلہ میں کمزور معلوم  
 ہوتی ہیں۔ اے سی ۱۲ میں ان لوگوں پر تیارا نائب ہوں گا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہاتھ علی کے گردن میں ڈال دیا اور انکو ایسے  
 سینہ سے لٹکا کر آوازلہ بند کیا کہ دیکھو میرے سامنے اور میرے وزیر کو۔

مسٹر کارل لائل اپنی کتاب ہیریز میں جس کا اکثر حوالہ شعلی صاحب نے بھی دیا ہے۔ لکھتے ہیں۔  
 اگرچہ یہ مجمع جبین علی کے ہاں ابو طالب بھی تھے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دشمن تھا۔ مگر تاہم سب لوگوں کو ایک اور طرے کے آتے  
 بقیہ عبارت حاشیہ۔ اور حضرت اہریرہ ہیں۔ اسکی شرح میں اس حجر عقلانی کی گہرائشی ملاحظہ ہو ہد امس مراسیل الصحا  
 و وللاک حرم لا اسمعیلی لان انا ہریرہ امما السملہ بلدیہ وھذا القصۃ وقعت مکہ و ابن عباس کان حیدئ  
 مالو یولد واما اطلالیہ حدیث مرآیل صواء ہر حکو ساد بیان کرتے ہیں۔ اہا علی نے اسکے ساتھ حرم و اعتیاد کی ہے کیونکہ اوہریرہ اکومت  
 دونوں کے بعد مدینہ اسلام لائے اور واقعہ مکہ میں ہوا۔ اور اس عباس اسوقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور دست بجے تھے۔

حدیث مرسل کا ضعف قوتات ہو گیا۔ یہ فرمایے کہ یہ حدیث مندرج صحیح بخاری کیونکہ ہو سکتی ہے۔ جس کا راوی ترکہ و اقلہ کیا  
 تک پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ دوسرا راوی وہاں موجود تھا اور نہ اسوقت تک مسلمان ہوا تھا۔ اور جس شخص کی دونوں انکون کے سامنے ملایا  
 ہاتھوں سے یہ واقعہ اور اسکے سامنے ساماں راہم اور احکام دیئے گئے ہیں۔ اسکی تہادت عینی کی بخاری صاحب تصدیق تین قرأتے  
 حکوماتنا اہلکے بسوا و اعظم کے تمام حدیثیں مفسرین صاحبس اور مؤرخین نے بمرتبہ متواتر لکھا ہے اور یاں کیا ہے۔ اب حدیث مرسل اور  
 تفصیلی حقیقت مدرسہ الراوی امام سیوطی کی۔ حکا اکثر حوالہ شعلی صاحب اپنی سیرۃ النبی میں دیتے ہیں مفصلہ دل عبارت ملاحظہ  
 صور المرسل حدیث صعیف لا یحتج بہ عند جماہیر المحدثین وللشافعی کہا حکا کا عہم مسلمہ و قد  
 صحیحہ و عند الدرقی المتعمد و حکا لا الحاکم عن ابن المسیب و مالک و کثیرا من الفقہاء و اصحاب الاصول حدیث  
 مرسل صعیف ہوتی ہیں۔ جس سے احتجاج میں ہو سکتا۔ جمہور محدثین اور شافعی کا یہی مختار ہے۔ حیا کہ مسلم نے اپنی صحیح کے تدریج میں اور امام  
 عدلہ نے اپنی تہذیب میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ اور حاکم نے بھی ابن کثیر مالک اور دست و فقہاء اصولین کا یہی مسلک تسلیم کیا ہے مدرسہ الراوی ص ۶۶

آدمی اور ایک سولہ برس کے لڑکے کا یہ فیصلہ کرنا کہ وہ دونوں ملکہ تمام دنیا کے رخصت کو شش کر نیگے۔ ایک مصلحہ کی بات معلوم ہوئی۔ اور تمام مجمع قہقہہ لگا کر نشر ہو گیا۔ لیکن ثابت ہو گیا کہ یہ منہنے کے لایق بات نہ تھی بلکہ ٹھیک اور درست تھی یہ نوجوان علی ایسا شخص تھا کہ ضرور ہے کہ ہر ایک شخص اسے پسند کرے اور اس امر سے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اور نیز اور باتوں سے جو ہمیت اس سے ظہور میں آئیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک صاحبِ اعلان فاضلہ محبت سے بہرہ ور اور ایسا بھلا شخص تھا کہ جسکی تیرو تند جرات کے آگے کوئی پیر نہیں ٹھہر سکتی تھی۔ اس شخص کی طبیعت میں کچھ عجیب طرز کی جو اگر تھی۔ شیرسا تو بہادور تھا لیکن باوجود اسکے مزاج میں ایسی نرمی۔ رحم اور سچائی تھی کہ ایک کرستین نائٹ King of

Christian (عیسائی دیندار مجاہد) کے شایان تھی۔  
 واشنگٹن آرون اپنی کتاب سکیرس آف محمد میں Successors of Mohammed لکھتے ہیں۔  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اپنی پہلی کوشش میں ناکامیاب رہنے کے دوبارہ بنی ہاسٹم کی ایک جماعت کو اپنی مکتبہ پر جمع کیا اور انکی ضیافت کی۔ یہ کھڑے ہو کر خدا کے الہامی حکم سے اپنے سلسلہ کے لوگوں کو نگاہ کیا اور یاد دلائے کہ اے اولادِ محمد! مطلب جس خدا نے تم لوگوں کو افضل ترین نعمتیں عطا کی ہیں اس کے نام سے تم لوگوں کو اس دنیا کی برکتیں اور بقیہ عمارت حاشیہ۔ امام نووی لکھتے ہیں فی شرح المحدث المرسل لا یختص بہ عند ما وعد محمد بن المحدث وجماعۃ من الفقہاء وحمایہ اصحاب الاصول والطرقات وحکاکہ الحاکم او عند اللہ عن سعید بن المسیب ومالك وحماد اهل الحديث والفقہاء ص ۵۴۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ مرسل سے احتجاج نہیں ہو سکتا۔ ہمارے نزدیک۔ یہ جمہور اصحاب اصول کے نزدیک۔ صاحبانِ نظر کے نزدیک۔ اور حاکم نے سعید بن المسیب اور مالک جماعت اہل حدیث و فقہاء سے اسی مختار کی حکایت کی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ صرف حضرت علی کی عداوت اور آپ کو مسائل و مناقب جھیلنے کی غرض سے بخاری نے روایت متصل کے ہوتے ہوئے مراسیل روایت سے کام لیا۔ سوید بن مرسل بخاری نے جو طوفان تائید بخاری میں اٹھائے ہیں اسکو ہم اگر تفصیل سے لکھیں تو بہت طوالت ہو جائیگی فتح المغیث میں (ص ۵۴) اس بحث کو کامل تفصیل سے لکھا ہے اور اخیر میں جب مراسیل صحابہ کی صحت پر تصفیہ نہیں کیا گیا کہ تبلیح کا کبھی مسلک ہے (دیکھو ویسایہ) تو پھر اس تصفیہ پر بھی اتفاق نہ ہو سکا۔ فتح المغیث میں نتیجہ بحث کے موقع پر یہ فیصلہ کن الفاظ درج ہیں والے بعض ہر فی المصنفی و مرد مرسل الصحابہ بیان تک سالہ کیا گیا کہ مراسیل صحابہ کو بھی رد کر دیا گیا ص ۵۴۔ اس کے موت میں فتح المغیث کی یہ عبارت ملاحظہ ہو۔ انه قال فی الحدیث الی علیہ عن عبد اللہ بن مسعود انه سئل کان عبد اللہ مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا او علیہ نے جو عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی تو فرمایا گیا کہ عبد اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے لیکن میں تو انہیں لکھا گیا نہیں۔ حالانکہ عبد اللہ بن مسعود جلیل القدر صحابی ہیں اور تفسیر داخل قرآن ہے مگر صرف اسور سے کہ وہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اسلئے یہ روایت معطل قرار پائی۔ تو یہ روایت میں ان عباس اور انہریرہ کی کس قابل قبول ہو سکتی ہیں جو اس وقت میرا بھی نہیں ہوئے تھے اب ایک اور عالم قاضی ملاحظہ ہو بعض علمائے اہلسنت اسکے قابل ہونے میں کہ حدیث مراسیل حدیث مستدرجہ۔ اسی فتح المغیث میں ہے

آئندہ کی تمام جو سیریاں پیش آئیں۔ پس تم اس سے کون اتھو میرا ہائی میرا وزیر اور میرا حاکم ہو گا یہ سب لوگ خاموش رہ گئے۔ بعض لوگ تعجب کرتے تھے اور بعض بے اعتقادی اور سخر سے ہنستے تھے۔ آخر کار علیؑ نے اپنی جوانانہ دلیری کے ساتھ پیغمبرؐ کے حضور میں عرض کی کہ اسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اس جوان کی گردن میں ڈال دیے اور انکو اپنے سینہ سے لگا کر گواہ بنا لیا کہ تم سب لوگ میرے بھائی میرے وزیر اور میرے حاکمین کو دیکھ لو اور اسکی فرمانبرداری کرو۔ نو جوان علیؑ کے اس جرات و مستعدی پر قریش نے ایک حقارت آمیز تمقہ لگا کر اس کسین خلیفہ ماکہ (امپطالب کو) اپنی بیٹے کے سامنے جھکنے اور اسکی فرمانبرداری کرنے پر ملامت کی۔

مسٹر گیبون - امی - بی - MR GIBBON M P اپنی تاریخ اقبال و ادبارِ رومن امپائر میں لکھتے ہیں -

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اجماع دعوت میں تامل فرمایا۔ اسوقت تک کل ۱۴ آدمی ایمان لا چکے تھے۔ لیکن چوتھے برس اونہوں نے اعلان اپنی رسالت کی طرف عام دعوت فرمائی اور تصدیق و حداثیت کا نو بھیدانے کی عرض اُنہوں نے خاندان نبی ہاشم سے چالیس آدمیوں کو دیکھ لیا۔ اور ان کے لئے سالانہ ضیافت تہنیا فرمایا۔ بعدہ اولوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اسے دوستو۔ اسے عزیزین تم لوگوں کے لئے افضل ترین نعمتیں دیں و دیا کا خواہ لایا ہوں جبکو میرے سوا دوسرا شخص نہیں دیکھتا۔ خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم لوگوں کو اسکی عبادت کی طرف ملاؤں۔ پس تم لوگوں میں سے کون میرا رفیق اور وزیر ہو گا۔ پیغمبر صاحب کے اس سوال کا کچھ جواب نہ دیا گیا۔ حتیٰ کہ وہ حقارت رشک اور تعجب کی خاموشی حضرت علیؑ کی جرات سے دفع ہوئی۔ جو اسوقت ایک چھارہ سالہ نو جوان تھے۔ انہوں نے عرض کی کہ

بقیہ عبارت حاشیہ صفحہ ۵۵ میں۔ فقرا حلفوا ہوا علیٰ من المسدود دہ او متلہ او تظہر فائدۃ الخلاۃ عبد المتعاضد والدی دہب الید احمد و کثیر المالکیۃ و المحققون من الحنفیۃ کا لطمی اوی او بکر راری مقدیر السنۃ قال اس عند الدرو تھبوا ذلک بالشہود یکون بعضہما اصل حالاً من بعض واقعد و انہو معرفۃ و انکناں الکلی عد و لا حائری المتصاۃ یعنی ایس اختلاف ہے کہ مرسل بہتر ہے سند سے یا کم ہے۔ یا مرارہ۔ اس اختلاف کا نتیجہ نعارض کی قوت ظاہر ہوتا ہے۔ درجہ احمد اکثر مالکیہ اور تحقیق حنفیہ مثل طحاوی اور ابوبکر راری یہی کہ حدیث مستندہ ہے۔ اس بعد اگر کا قول ہے کہ یہ ثابت ہو گیا ہی سے کہ بعض گواہی گواہ کی افضل ہوتی ہے بعض سے اگر جیسے عدول اور آثار التہات ہوں؟ اس اختلاف کو ہما یہ معلوم ہوا کہ بعض ایسے بھی عقل کے پورے ہیں کہ مرسل کو ترجیح دیتے ہیں متصل یہ وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ تحقیق کا یہی مذہب ہے کہ حدیث مستندہ متصل ہے مرسل سے تو اب کوئی عاری صاحب کی روح سے پوچھو کہ آپ نے حدیث مستندہ کے ہوتے ہوئے۔ جو آپ کے دستہ امام متصل کے منہ میں موجود ہے کیوں اویس مذکور چھوڑا اور اس مرسل کو ترجیح دے کر کیا بغیر اختلاف فی جواب علی مرتضیٰ اور کون امر باعہ تھا۔

اسرار احتجاج حدیث مرسل بھی ملاحظہ ہو۔ فتح المغنی میں ہے۔ و علی من نزلنا ہمار و نیانہ فی الحلیۃ من طوبی ان محمدی عن اس ہدیۃ اہل مع شیعہ من الخواج یقول بعد ما فات اہل ہدۃ الاحادیث دین و انطو عمن یاخذون دیکرو و انکا انما ہوتا اس ما صیر احدنا انقہ و کذا قال سیدنا اہل ہدۃ و اللہ قاصہ الطہر



اسے نبی اللہ میں ہر طرح اس کام میں آپ کی نصرت اور رفاقت کے لئے حاضر ہوں۔ میں مخالفین کی آنکھیں کھل لوں گا اور کے دانت توڑ دوں گا۔ اور کے سپٹ بھاڑ دوں گا۔ اسے نبی اللہ میں آپ کی عزت کے لئے حاضر ہوں جو محمد معلم علی کے التماس کو جوش کے ساتھ قبول فرمایا اور حاضرین نے ابھڑا بکڑ پٹے لڑکے کے اس عزت یافتہ نظریہ کلمات کو عیسائی موزین کے مندرجہ بالا بیانات سے ہمارے غرض شہادت واقعہ سے نہیں ہے۔ بلکہ شہرت واقعہ و طائفا تحقیق نریات ہو گیا کہ حقیقت سال دیری تفصیل و تشریح کی ساتھ کتنی مشہور و معروف ہے کہ انیشیا سے لیکر یورپ تک تمام صاحبان تحقیق اس سے پورے واقف ہیں اور اسلامی موزین و محدثین کیا غیر مسلم موزین و محققین نے بھی صلی ماضون اور عربی کتابوں سے اس کو لیکر اپنی اپنی تالیفات و تصنیفات میں قلمبند فرمایا ہے۔

بھیر ہم یاد دلانے ہیں کہ حقیقت کسی کے بھی چپاٹے چھپ نہیں سکتی۔ اس لئے کہ حقیقت ہی تجاری حساب اور انوکھ ہمواد ہنجیل حضرت نے اسے لکھ چھپایا۔ اور اس کی معافی و مطالب کو گھٹایا لیکن حقیقت کے جھوٹ نے ابھین کے ایسے بیشمار علماء و محدثین سے تو لکھوا ہی تھا۔ مخالفین اور اعیان سے بھی حقیقت کو تفصیل و اوقات کا اعتراف کرا ہی چھوڑا۔ اب رہی بخاری صاحب کی طلسمی قلم کاری۔ اس کی حقیقت عبارت حاشیہ سے دوسرے طریقہ واضح اور روشن ہو کر موبین بخاری کے لئے عبرت آموز ہے

### (نبوت کا پانچواں سال)

بقیہ عبارت حاشیہ المستحقین والمرسل اذ عدا الحجاج کات فی سدا کلا سلام والصالحۃ متواقرین ثم فی الناعین من بعد ہر وہو کلام کا ادا مستحسن اعرار حلاوا حدیثا و اشاعا عروما سمع الرجل المشی محمدت ملہ ولہ یزکرم حد ملہ فحسبنا اللظن فیحمله علیہ عیض و یحیی الذی یفتح الملقاط ففیہ ملہ مع کوہ اصلہ ما ذکر ت فلا حول ولا قوۃ الا باللہ واما الا لالزام بتعالیق المغاری مہوقد علم شطلہ فی الوحال و تقمید کا المصنوع بخلاف النابعین اس سے فرکہ وہ روایت ہو جو طریق اس حدیث ان ہمد سے مروی ہے کہ ایک شخص حاجی کو کہنے پر ساگودہ کھاتا تھا۔ یہ بیتیں چل دیں پس دیکھیں کہ تم کس سے ایسا دینے ہو کیونکہ ہلوگوں کا قاعدہ تھا۔ کہ جب کوئی مات لیتا تو ایک حدیث سلیتے۔ اس شاعر ہمارے سچے لکھاکر اس حدیث سے پورے طریقہ پر اردن لوگوں کی کہ قورۃ الی جو حدیث منزل کو تحت عاتہ ہیں جو تکرار ہے اور ہمارے سے ملے آئے ہیں حکم صحاح نہ کرتے تھے پھر روایت ان میں بھی اوکی ایسی ہی ستر تھی۔ اور اوکا دستور تھا کہ امر و پسند کرتے اور حدیث، ماضی اور اذرا کہ دیتے جس سے اکثر ہوتا کہ سے والے بوجہ جس طرح کے اس کو قبول کر لیتے اور دوسروں سے بیان کر دیتے جیسو کہ غیروں سے بیان کر لیتے اور بخیر اس سے وہ اسدلال کرتے تو روایت مقطوع سے استدلال کرتے ہیں۔ حالانکہ اوکی اصلیت یہ ہوتی ہے لایزال و لا قوۃ۔ رہ گیا آرام قضا کی تھی کا کہ تو وہ ایسے شخص ہیں کہ اوکا حال شان لفظ حال اوقیہ صحت معلوم سے مخلفات تابع ہیں۔

اس روایت نے جہاں نے بتایا کہ ابراہیل سے استدلال مانکل غلط ہے وہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بخاری کی روایتیں ان ہی قسم کی ہیں اور ان کی

کفار قریش کے اسباب مخالفت | ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ ابتداء کفار قریش اگرچہ مخالفت اسلام کے صیغہ میں نمودار رہتے تھے لیکن اسلام کے نام سے اونکو ایسی فطرتی نفرت تھی کہ اسکے ذرا سے اظہار و اعلان پر جریح پڑ جاتے تھے اور بنی ہدنی خبیث کاری کی طرح فوراً کھڑک اٹھتے تھے اور غزائے مسلمانوں پر جوا و سوقت تک محض اونگیل و ن پریشانہ کہ قابل تھے ٹوٹ پڑتے تھے اور اونکی غریب جانوں پر قیامت کے ظلم و ستم ڈھاتے تھے تفصیل آگے آتی ہے۔

تفصیل سے پہلے یہیں چاہیے کہ مشرکین قریش کے عام طبقہ میں مخالفت اسلام کے اسباب تلاش کریں اور یہی کر کے اونکو مفصل اور مسلسل طریقہ سے متلاویں اور دکھلا دیں کہ ہر شخص اونکی مخالفت کے بیرونی اور اندرونی اسباب کو کما حقہ سمجھ لے حدیث و تاریخ کی کتابوں میں یہ اسباب و علل ایک جگہ جمع کرنے کی ترکیب کے خلاف مختلف مقامات میں بہت واقعات کی رعایت و مناسبت کے اعتبار سے جمع کئے گئے ہیں۔ صاحب رحمۃ العالمین نے محمل طور سے اور شبلی صاحب نے مفصل طریقہ سے ان تمام توصیہات کو سیرۃ النبی میں مندرج فرمایا ہے۔ ہم اوس کی نقل و خلاصہ کو اپنے مدعائے بیان کے لئے کافی سمجھ کر حسب ذیل لکھتے ہیں۔

قریش کی مخالفت اور اسکے اسباب یہ تھے۔ مکہ کی جو عورت تھی کعبہ کی وجہ سے بھٹی۔ قریش کا خاندان جو تمام عرب پر مذہبی حکومت رکھتا تھا اور جسکی وجہ سے وہ ہمسایہ گمان (جار اللہ) خدا لکے آل اللہ۔ خاندان الہی کہلاتے تھے۔ نقیہ عہد ارت حاشیہ۔ تعلقات نے زیادہ حیرانی میں سب کو ڈال دیا ہے۔ کیونکہ وہ تنہا ایسی روایتوں ہی کو دیج صحیح نہیں کرتے۔ لکن اکثر مسلح بھی خواجہ تھے جو اس قسم کی سیدنی پھیلاتے تھے کہ جس قسم کی حیات حدیث سافیت اور وہ درج صحیح ہو جاتی۔ امام متناہی قریشین لکھتے ہیں۔ الساعۃ من کفر مدعۃ لم یحکم بہ الا لعلق ومن لا یحکم قبل لا یجمع بہ مطلقاً و اصل یحکم بہ اں لولیک من یستعمل الذکب فی بصرة مدھہ او لاھل مدھہ و حکم توالینا فی وصل یحکم بہ اں لولیک داعیۃ و عداھو الا ظہر لا عدل قوا، المکتبر و لا کترو صعب الاول ما احتیاج صاحبی الصمیمین و عید ہما لکتبہ من المعتد عین اللہ عاۃ (مقولہ از تریب الراوی سوطی) یعنی جو شخص قومہ بدعت کا درہم اوس سے مالا لفاق اسلہ لال میں ہو سکتا۔ رہو وہ لوگ جو بدعت کا سہین ہوئے اس میں اختلاف و لیس مطلقاً مانع ہیں لیکن حار جاتے ہیں لیکن طیکہ وہ ایسی مذہب یا اہل مذہب کی نصرت میں کہ آپ کو حلال بناتا ہو۔ قول شافعی کا ہے لیکن کہتے ہیں کہ اگر وہ اپنے مذہب بدعت کا داعی نہ ہو تو حار ہے اور اگر داعی ہو تو ناجائز یہی قول اظہر۔ اکثر ارا عدل ہو مگر قول اول اسوہ سے ضعیف کر دیا گیا ہو کہ متخین نے صحیح میں التردد عینوں سے روایت کی ہے \*

حار اللہ ہو یا اللہ۔ جو چاہیں قریش اپنے لئے نام و لقب اختیار کر لیں۔ لیکن اس سے بات ہو کہ اھی صمت کا مقدس خطاب و القاب اُلو وقتیک اھیں ررگواروں تک محدود تھا جسکی نسبت مخصوصہ قرآن مجید کے الفاظ مخصوصہ ادھا یدید اللہ عاکمہ الوصل اھلی المیت الھم میں موجود ہے۔ لیکن اس قول سے معلوم ہوا کہ کوئی قاعدہ متخین کی وجہ خاص سے درست نہیں رہ سکتا۔ عدم قبول حدیث رسول کا قاعدہ بخاوی کی وجہ سے مست ہوا۔ بدعتیوں سے روایتوں کا رواج صاحبین صحیحین سے ہوا۔ آخر یہ قاعدہ بھی متخین کی بدولت نہ قائم رہ سکا۔ آخر میں یہ بتایا گیا کہ اگر وہ دعویٰ ایسی مذہب کا داعی نہ ہو تو قوادسکی روایت نہ لی جائے۔ اسکے متعلق امام سیدوطی تریب الراوی میں لکھتے ہیں۔

اسکی صرف وجہ یہ تھی کہ وہ کمرہ کے محراب اور کلید بردار تھے۔ اس قلعے سے قریش کا کاروبار زیادہ پھیل گیا۔ آغاز اسلام میں جو لوگ قریش کے رؤسا، اعظم تھے اور جسکے آثار و اقتدار تمام مکہ پر تھا۔ انکے نام یہ ہیں۔

(۱) ابوسفیان بن حرب۔ معویہ کا باپ۔ عرب نجد میں قریش کا سیہ سالار۔

(۲) ابولہب آنحضرت کا عم نا قہم۔

(۳) ابو جہل ولید بن المغیرہ کا بھتیجا اور اپنے قبیلہ کا سردار۔

(۴) ولید بن مغیرہ تمالک کا باپ۔ قریش کا رئیس اعظم۔

(۵) عاص ابن دامل عمر بن عاص کا باپ نہایت کثیر المال۔ کثیر الاولاد اور صاحب اثر تھا۔

(۶) عقبہ بن ربیعہ معاویہ کا نانا۔ نہایت شریف الطبع اور صاحب ریاست تھا۔

ان کے سوا۔ اسود بن عبد المطلب۔ اسود بن عبد نفیث۔ نصر بن الحارث بن کلدہ۔ احنس بن شریق تقی

انی بن حلف۔ عقبہ ابن معیط لموی اور ابو النختری وغیرہم۔ صاحب اثر تسلیم کئے جاتے تھے۔

پہلا سبب۔ اس موقع پر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ خاندان بنی ہاشم اور بنو امیہ برابر کے حریف تھے۔ اور بنو

مین مدت سے رشک و رقابت چلی آتی تھی۔ تا تربیت یافتہ اور تند خوؤں مون کا قیام ہے کہ کوئی تحریک جو ان کو اکٹلی

بقیہ عبادت حاشیہ۔ الاول قید جماعہ مول عبد اللہ اعنیہ اذ العزیر و اما یقوی بہ عنہ صحیح بذلك الحافظ ابو یوسف

الحور جانی شیخ الوداؤد والنسائی مال فی کتابہ المعرفة الرجال و مسہم رافع عن الحق ای عن النسۃ الصادق

اللہمہ فہم فیہ حیلہ الا ان یوحد من حدیثہ ملا یكون مسکرا او المرقیہ مدعۃ و مدحرم شیخ الاسلام فی الجمع

وقال فی شرحہ ما قال الحور جانی یتمحۃ لان البیۃ التي لہا و حدیث الداعیہ و اذۃ قیما اذا کان ظل

ہذا المروئی یوافق المستج و لولہ لیکن داعیۃ التانی قال العراقی اعترض علیہ ماں التیجیس ایضا احتجوا بعد

الحمد من عند الرحمن المحامی و کان داعیۃ الی الامر جاء واحارب ماں داؤد قال لیس فی اهل الهوائ اصح حدیثا من

الخارج ص ۱۹ اسی جماعت حدیث سے حوالہ دیتے ہیں کہ وہ داعی ہو۔ اور اسی روایت کے لئے جس سے اسکی تہذیب کی

تقویت ہوتی ہو چکی تصویر کی حاشیہ اسحاق بن حنفی نے جو الوداؤد و او نسائی کے شیخ نہیں اور شیخ الاسلام نے بھی اسی کے ساتھ حرم کیا ہے اور کہا

لہ تنوع کہ شمس صاحب عنہ من ربیعہ سے وشمس رسول کو شریف الطبع کے اوصاف سے موصوف تلاتے ہیں کیا مدد کے واقعات آپ کو دامت برکات

کیا تہذیب اور ولید اس عنہ کی اسلام سے مخالفت اور جو کہ مدبرین منارت آپ نے جو مدیرۃ النبی میں ہیں لکھی ہے الکاتام جلد ان معانی میں اشارہ

سے ذکر کیا کی صاخرادی ہمدہ جگر جگر کی جو بخار کی کے حال ذکر کوئی کہ سکتا ہے بلوگ شریف الطبع تھے۔ المؤلف سید اولاد حیلہ

۲۰ سلی صاحب مساوات میں میں سر شام اور بی امیہ کا دعویٰ کرتے ہیں۔ توحید ان کوں تھا اور باقی کوں۔ اسکا بھی اظہار کر دیا گیا۔ لیکن ایسا میں

کر سکتے ہوا میں کی حاشیہ جواب کا لازمہ نظر ہو اور جس کا اتمام ہے ترویج تالیف سے قائم کیا ہے صاف صاف مکمل جائیگی اور تمیز مساوات کا ظہور

حوالہ ہا گیا ہے مراد ہو جائیگا کوئی تاریخ کوئی سیرۃ اس مساوات کو میں لکھتی۔ المؤلف۔ سید اولاد حیلہ رعنی

ہرم و عقاید کے خلاف ہوا دنگو سخت برہم کر دیتی تھی اور اسکے ساتھ ادنیٰ مخالفت محض زبانی مخالفت نہیں ہوتی تھی اور اونکی تشنگی انہماک کو جون کے سوا کوئی چیز نہیں بجا سکتی تھی۔ آج ہندوستان اس قدر صمدی ہو گیا ہے۔ لیکن اب بھی کسی عام مسئلہ مذہبی کی مخالفت کی جائے تو ایک حشر سراپا ہو جاتا ہے۔ اور اگر حکومت موجودہ منظم اور صاحب شہرت ہوتی تو اس سرزمین پر جون کا بادل رس نہ پکاتا تھا۔

دوسرا سبب۔ عرب ایک مدت سے بت پرستی میں مبتلا تھا۔ خلیل بت شکن کی یادگار (کعبہ) میں تین برس ساٹھ مہینہ ورنہ سے قرآن تھی پہل۔ خدا نے عظیم تھا۔ یہی بت ہر قسم کے نیرو شر کے مالک تھے۔ پانی رساٹھ تھے۔ اولاد میں دیتے تھے۔ معرکہ جنگ میں فتحیں دلاتے تھے۔ خدا یا تو سر کیسے نہ تھا۔ یا تھا تو جو مہمٹل تھا۔ اسلام کا اصل قرآن اس ظلم کو فوراً برباد کر دینا تھا۔ لیکن اسکے ساتھ قریش کی عظمت و اقتدار اور عالمگیر اثر کا بھی خاتمہ تھا۔ اسلئے قریش نے شدت سے مخالفت کی اور انہیں خلو گون کو حقدار زیادہ بقصاں پہنچنے کا اندیشہ تھا وہ اس قدر مخالفت میں زیادہ سرگرم تھے۔ قریش کا رئیس اعظم۔ حرب بن امیہ تھا۔ چنانچہ حرب فتحائین وہی سپہ سالار اعظم تھا۔ لیکن حرب کے مرتکب بعد ابوسفیان اس منصب عظیم کے حاصل کرنے کی قابلیت نہیں رکھتا تھا۔ اس لئے ولید بن مغیرہ نے اپنی لیاقت اور اثر سے ریاست حاصل کی تھی۔ ابوجہل اسی کا بھتیجا تھا۔ اور وہ بھی قریش میں اعتبار رکھتا تھا۔ ابوسفیان کو اپنے ہاتھ پر منصب نہ چاہا۔ لیکن بنو امیہ کے خاندان کا سردار وہی تھا۔ خاندان ہاشم میں سب سے ممتاز اور کیرلسن ابوجہل تھا۔

بقیہ عبارت حاشیہ و جہد اسکی یہ ہے کہ وہ ایسی روایت کرے جو اس کے مذہب کے موافق ہو تو وہ رد کر دی جائے گی۔ عراقی نے کہا کہ اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ تحقیق نے تو ایسے ایسے مذہبوں سے بھی روایت کی ہے جو اپنے مذہب خاص کے داعی تھے مثلاً عین حلال کے حوالہ میں روایت کی تھی۔ اور عیسیٰ و سلم نے عبد الحمید بن عبد الرحمن حافی سے اس مسئلہ لال کیا ہے۔ جو حرب ارعاء کا داعی تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حواہج سے ٹکر کوئی صداقی اللہ میں ہے۔ یہ کیوں؟ صرف اسلئے کہ عیسیٰ نے ان سے روایت لی ہے۔ اصل یہ ہے کہ انسان حق قدر صحیح کے حالات پر غور کرے گا۔ یہ مقدار اسکی حیرت مندی جانیگی۔ کیونکہ کوئی قاعدہ ایسا نہیں ہے کہ محدثین اہلسنت نے ترتیب دیا اور عیسیٰ و سلم نے اسکو اپنے طریق سے ٹور دیا کیونکہ دو مکرر تہذیب کے گئے کہ حدیث عرب عام طور سے ضعیف ہوتی ہے مگر عیسیٰ کا دار و مدار زیادہ تر عربی ہے (۲) اہل بیت کی عیسیٰ اور حواہج کی خصوصاً تمام روایتیں قابل احتجاج نہیں لیکن عیسیٰ نے اس قدر روایتیں خارج سے لیں کہ امر یہ کہتا ہے کہ حواہج سے زیادہ کوئی صادق اللہ میں ہے کیونکہ ایک نہیں عبدہ خارج رواد صیحیح عیسیٰ سے ہیں۔ امام سیوطی نے ایک مختصری فرست حواہج لادیاں عیسیٰ کی دی ہے جو دلیل عقل کی حافی ہے۔ دیکھو اہل المدۃ ترس اخرج لہم النورادی و مسلک واحد ہما و شہرہ سبک اہل مذہب تھوڑا سا ایسا ہی باہم میں کلیرس مرد تھا لیکن ممتاز ایک تھا۔ اور حضرت اسطالک مقابلہ میں لکھنا ردا عرا عدا کی کس نے دیا سوائے علی صاحبک اور کس کو نکلیا جائے اسوس ہر کسی پر زیادہ ہی کرتے ہیں آگے چلا اسی کو کبھی حال میں لکھتے ہیں اسے موم حرم کے جانے سے عرا لریں جیر کر چلا لائے۔ چور کو کھانا کھانا سبلی صاحب کی فاضل اصطلاح ہے۔

حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حقیقی چچا تھا قبیلہ سهم میں سب سے زیادہ اثر عاص ابن وائل کا تھا جو ہامیت و ولیمت اور کثیر الاولاد تھا۔ قریش کی عثمان حکومت انھیں کے ہاتھ میں تھی۔ اور یہی لوگ تھے جنھوں نے اسلام کی سخت مخالفت کی قریش کے اور اکابر مثلاً اسود بن عبد المطلب۔ اسود بن عبد لغوث۔ نصر بن الحارث۔ امیہ بن خلف۔ عقبہ بن معیط الاسدی انھیں لوگوں کے زیر اثر تھے۔ اور اسوجہ سے اعدائے اسلام بنے اور ان کے نام ہر جگہ نمایاں نظر آتے ہیں۔

قریش کا یہ خیال تھا کہ موت کا منصب عظیم اگر کسی کو ملتا تو مکہ یا طائف کے کسی رئیس کو ملتا۔ وقالوا لولم یزل هذا الامر ان علی رجل من القریش عظیم وہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کو اترتا تھا تو ان دونوں شہروں (مکہ اور طائف) کے رئیس اعظم یا ارباب دینی و علمی میں سے اور ابو مسعود ثقفی، عرب میں ریاست کے لئے دولت اور اولاد سب سے ضروری شرط تھی۔ اولاد کی نسبت اکثر وحشی قوموں میں ہندوستان میں بھی، یہ خیال رہا ہے کہ سچے صاحب اولاد نہ ہو۔ وہ عالم آخرت کے رکات سے محروم رہتا ہے۔ قریش میں ابوصاف مذکور کے لی نظر سے جو لوگ ریاست کا استحقاق رکھتے تھے وہ ولید بن مغیرہ امیہ بن خلف۔ عاص بن وائل السہمی اور ابو مسعود ثقفی تھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اوصاف

سے خالی تھے۔ دولت کے غبار سے آپ کا دامن پاک تھا۔ اور اولاد ذکر سال و دو سال سے زیادہ زندہ نہیں رہی۔ تبیل سبب۔ قریش کو عیسائیوں سے بالطبع نفرت تھی جسکی یہ وجہ تھی کہ ابرہہ الاشجری (شاہ حبش) جو کعبہ ڈھانیکو آیا تھا وہ عیبائی تھا یہی وجہ تھی کہ قریش کو عیسائیوں کے مقابلہ میں ہارسیوں کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ ایران اور روم کی جنگ میں ایرانیوں کو فتح ہوئی تو قریش نے نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ اور مسلمانوں کو شکستہ ہوئے۔ چنانچہ یہ آیت اور قری۔

بقیہ عبارت ماستیہ انکلیہ یا لکھو سلم و ہی ای نے رہایت کی ہے۔ نام یہ ہیں۔

ابوہریرہؓ جو ان ابوسفیانؓ کا کافری رہا تھا وہ بھی سہارے میں سوار عبدالحمید بن عبدالرحمنؓ (ابوہریرہؓ) عبدالحمید بن عبدالرحمنؓ اور عثمان بن عفانؓ وغیرہ۔ عثمان بن عفانؓ اور اسحاق بن سواد بن عبد العدی۔ سرین اسیر۔ حریر بن عثمان جہیں بن عمرؓ قاتلان امام حسین علیہ السلام خالد بن سلمہؓ القناریہؓ عثمان بن عفانؓ قیس بن حازمؓ ہولاءؓ جو مالک مصب و هو بعض علی دھن ابوہریرہؓ علیہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی مخالفت تھی اور نہایت کس علی بنی غیر کتاب کے امیر تقدیم دیے کا نام ہے۔ تدریب الراوی ص ۱۷ بحیرہ اسی کتاب میں ایک صفحہ کے بعد لکھتے ہیں و عکرمہ ص ۱۱ ابن عباسؓ والولید بن کثیرؓ ہولاءؓ اناضید و هو الحاج الدین انکر و اعلیٰ علی المتحکم و تدریجہ و من عثمان و دودہ و قائلہ عکرمہ اس کا علام اور ولید بن کثیرؓ خواجہ کے فرقہ یا خلیفہ سے تھے جو حکیم خباب علی مرتضیٰؓ کے منکر تھے حضرت عثمانؓ سے تیرا کیا اور ان سے مقابلہ کیا۔ ص ۱۲۱

۱۵ ان اوصاف کے ساتھ مکاری عیاری۔ و عیاری اور عیاری کی حاضری میں کہیں کہیں قرآن کی جگہ انیس مدہا۔ انا۔ اوس کو انوس سنا دودہ الحمد للہ کے مصلحین اوسوی الاشجری کو کھل دیکر جو بوقی مانا سب کچھ تو سنی صاحب کی میں (طریقہ)۔ المواہف۔ حق عند

يُحِبُّ الرُّومَ - فِي كَذِبِ الْأَرَمِينَ وَهَزْمِ كَذِبِ عَلَيْهِمْ  
مُسْغِلُونَ فِي نِقْصِ سَيِّئِ اللَّهِ الْأَمْرَ كُلِّ وَصِي  
وَيَوْمَ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِصَحْبِ اللَّهِ -

قریب کے ملک میں رومی محلوں ہو گئے۔ محلوں ہونے کے چند  
سال بعد پھر غالب آجائیں گے۔ صلابی کو اختیار ہے یہ بھی اور بھی  
اور تہ مسلمان ان کی مدد سے خوشی منائیں گے

اسلام اور نصاریت میں بہت سی باتیں مشترک تھیں۔ سب سے بڑا یہ کہ اس زمانہ میں اسلام کا قلمہ بیت المقدس  
بڑھتی منورہ میں بھی ایک دہت تک یہی قلم رہا۔ ان اسباب سے قریش کو حیا مل رہا تھا کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلم عیسائیت کا ایک کرنا چاہتے ہیں۔

چوتھا سبب۔ ایک ٹرا سب قائل کی خانہ دانی رقابت تھی۔ قریش میں دو قصبہ نہایت ممتاز اور حریف یک دگر  
تھے جنہی ہاشم اور بنو امیہ عبدالطلب نے اپنے زور و اثر سے بنو ہاشم کا پرہ بھاری کر دیا تھا لیکن ان کے بعد اس خانہ دانی  
میں کوئی صاحب اثر نہیں پیدا ہوا۔ ابوطالب دولت مند نہ تھے۔ عباس دو لقمہ تھے لیکن فیاض نہ تھے۔ ان  
بدخل تھے۔ اس لئے بنو امیہ کا اقتدار بڑھتا جاتا تھا۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں بدر کے سوا باقی  
تمام لوگ ان ایوسفیان ہی کے پیروں میں۔ اور وہی تمام لڑائیوں میں رئیس لشکر رہا عقلمند محیط دوست زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
تھا اور جس نے غارتگری کی حالت میں آپ کے دوش مبارک پر اوٹ کی اور جھگڑاؤں میں۔ انعمونی تھا بنو امیہ کے اقتدار  
بقیہ کو بنی ہاشم سے رابری کا دعوی تھا۔ وہ نبی مخدوم تھے۔ ولید بن مغیرہ اسی خانہ دانی کا رئیس تھا۔ اس لئے اس قبیلہ کے

بقیہ عبارت تھا شمشیر۔ اسے سرقا عود بھی ملاحظہ ہو۔ اسی تدبیراوی سیوطی میں ہے التالت العنوا بالہ الا یقل روایۃ  
الراصدہ وساب السلف کما ذکر فی المصنف فی الروصۃ فی مالہ قمان فی مسائل الافتاء۔ سب صحیح میں ہے کہ راصدہ کی  
اوراد کی چھلف کا رست کرتے ہیں۔ روایت یہ بھی ہے کہ سب سلف کے مال کے نام میں کہا ہے امام مسلم نے اس قاعدہ  
کو بھی تواتر الامتدب الراوی میں ہے قال الحاکم کتاب مسلوکان الشعب امام حاکم نے ہے کہ صحیح مسلم تو شعبہ راویوں سے سری تری ہو  
اس صحیح مسلم کی قریش دیکھی جاوے تو اسی کتاب میں ہے ع او علی الیثنا سری شیع الحاکم قال ماتحت اولیہ النساء کتاب اصح  
کتاب مسلوک ۱۶۶۔ او علی بن ابی حمزہ امام حاکم کے استاد کہتے ہیں کتاب میں ہے صحیح مسلم سے بڑھ کر صحیح میں ہے۔

اب صحیح بخاری و صحیح مسلم میں فرق نہایت ہو گا صحیح مسلم تندرہ راہ سے عمری ٹری ہے اور صحیح بخاری کے راویوں سے صحیح  
لیے تو اربع استاد بخاری ہیں اور بخاری راویوں سے روایت کرتے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ وہ کبھی اون راویوں کو لکھیں جو مسائل عام میں  
لے علی صاحب وہ بھی بخاری ہاشم کے بیچے پڑے ہیں۔ آپ کا یہ لکھا کہ عبدالطلب کے بعد اس میدان میں کوئی صاحب اثر نہیں پیدا ہوا۔ کہاں تک صحیح کی  
اور تاریخ کے مطابق ہے۔ ایک قول عبدالطلب کے بعد ان کے گھرمین دہی مقدس ہے وصلو علیہ وآلہ وسلم کی بھاری کا شرف آپ قابل کہہ میں اس کے  
نقل کو قاعدہ بھی ہی ہی۔ اچھا اب اس کو اسی گھرمین قریش میں متاثر تھائے جن عباس کو متول اور دو لقمہ قلند کر ہی چکے اسباب کی نسبت اس شہا  
ص ۲۲ بھی لکھ دیا کہ وہ قاعدہ کا خود موجود ہو کر لکھی گئی تھی اور اصول تعلیم کی تائید کی ضرورت میں بڑھ کر سب کچھ لے اترے بلکہ خوف بھی



آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت مخالفت کی وجہ سے اس بیان کی یوری تصدیق ہوتی ہے۔ ایک دفعہ افسس بن قریظ ابوہل کے پاس گیا۔ اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ ابوہل نے کہا کہ ہم اور بنو عبد مناف ہمیشہ حریف متقابل رہے۔ انھوں نے ہمدان راہان کین تو ہم نے بھی کین انھوں نے خون بھا دیے۔ تو ہم نے بھی خون بہا دیے۔ انھوں نے بھی فیا ضیان کین تو ہم نے ان سے بڑھ کر کین۔ یہاں تک کہ جب ہم نے کاندہ سے کاندہ ملا دیا تو اب بنی ہاشم پیغمبری کے دعویدار بنیں۔ خدا کی قسم ہم اس تمسیر کی بھی ایمان نہیں لاسکتے۔ حوالہ اس ہشتم ص ۱۰۸ مصر

پانچواں سبب ایک ٹراسب یہ تھا کہ قریش میں بد اخلاقیات پھیلی ہوئی تھیں بڑے بڑے ارباب اقتدار مثلاً ذیل مداحا قیون کے مرکب تھے۔ اولمب جو خاندان بنی ہاشم میں ممتاز تھا۔ اوس نے حرم محترم کے خزانے سے غزال زرین چاکری پڑائے تھے۔ افسس بن شریق جو بنو زہرہ کا حلیف اور رواسے عرب میں شمار کیا جاتا تھا۔ نام و کتاب تھا نصیر بن حارث کو جھوٹ بولنے کی سخت عادت تھی۔ اسی طرح اکثر ارباب جاہ مختلف قسم کے اعمال شنیعہ میں گرفتار تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک طرف بت پرستی کی مایان کرتے تھے۔ دوسری طرف ان مداحا قیون پر سخت وار کر کرتے تھے۔ اس سے ان کی عظمت و اقتدار کی شمنشا ہی تزلزل ہوتی جاتی تھی قرآن مجید میں یہیم اور علانیہ ان کا رد کی شان میں آیتیں نازل ہوتی تھیں۔ گو طہر بیان عام ہوتا تھا۔ لیکن لوگ جانتے تھے کہ ردی سخن کس کی طرف ہے

بقیہ عبارت حاشیہ دلوہیں یہی وہ ہے کہ بخاری نے تفسیر دائرہ تعمیر تک الاقرس میں اس روایت کو دیا تو صحیح اور معتبر اور اس کو لیا تو لغویا صحیح ہیں کیونکہ اس کے راوی اس عاصم بن حسان اقریہ کے ساتھ آٹھ برس بعد پیدا ہوئے۔ دوسرے ابوہریرہ ہیں جو اس واقعہ کے پچھوہ ما سترہ برس بعد میں آیا اور اسلام لائے پھر روایت کیے صحیح رہ سکتی ہے اس پر اس تحریر کا احتمال کرنا کہ ممکن ہے یہ آئید و قریبہ دل ہوا ہو یہ قدر خلاف اصل ہے کیونکہ جو کچھ روایت میں لکھی ہیں اصل عدم التکرار الاول و قد صح فی ہذا الزوا یہ ما دلک حس وقع مولد اصل ہی ہو کر تکرار میں واقع ہوئی کیونکہ جو اس روایت میں موجود ہے کہ یہ واقعہ سبقت کا ہے حققت یہ آئید کہ میں اسل ہوا ہو تو یہ کون روایت صحیح مانی جاسکتی ہے حضرت کا کوہ صلیح چکر لکھا گیا اس روایت میں ہو یا پہلی روایت میں ہیں پکارنا مذکور ہے کہ مکمل اس روایت میں تو یہی ہے کہ جب آئید مائل ہوا تو حضرت یکار لے گئے جس سے فوریت ظاہر ہے۔ تو ایک روایت ضرور غلط ہوئی۔

دوسرے لطیفہ۔ اور یہ اس شعر کے ہیں غرور عند الطیرانی من حدیث الی اما ملہ قال لما ملہ والدر عینک

الاذہیں جمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولسائہ واهلہ فقال یا نبی ہانتہم استنوا الفسک من الماد و اسعوا فی حکاک و قالک ما عائشہ مت اولیکما حفصہ بنت عمر یا ام سلمہ وکس حدیثا طویلا فہمد ان تمت دل علی تعداد الفصن الاول وقعت مکہ لتصریحہ فی حدیث الباب الہ سعد الصفا و لرتک عائشہ و حفصہ و ام سلمہ عندہ و مرافق احدہ و لمدیۃ یحجزان تکنون متاحوۃ عن الاولیٰ فیہن ان محض ہا ابوہریرہ و اس عاصم الصفا و یحمل قولہ لما ملہ جمع الی و دلک ان الجمع قولہ فتر حص کما سیاقی فتر مل نا یا و مرہطک مہلہ المخلصین محض دلک سی ہا مترو لسا عہ و اللہ اعلم و فی ہذا الیادۃ تعقیم علی الودی حیث قال فی ترج مسلم ان البخاری لویہم جہا اعی و مرہطک مہلہ المخلصین اعتماد علی ما فی ہذا السورۃ و اعلم کوہما موجودۃ عند البخاری فی سورۃ تہمت ص ۲۰۹ علیہ طرانی نے الی ام

وَلَا تَطْعَمُ كُلَّ يَوْمٍ مِنْهُنَّ أَهْلًا مِمَّنْ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ رَسُولَ اللَّهِ مِنْ فَتَاهِ وَإِنِ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْ ذَلِكَ فَنَسْأَلُوا النَّاسَ الَّذِينَ هُمْ أَغْنَىٰ عَنْكُمْ مِنَ الدُّنْيَا فَلَا يَكُونُونَ بِمَعْبُودِينَ

اور اس شخص کے کہنے میں نہا حوماتِ ناسم کہتا ہے۔ اگر وہ ماحوتہ ہے طاعن سے خوشنویان لگتا ہے۔ لوگوں کو ایسے کاموں سے روکتا ہے۔

نہہ گیا ہے بہتر تدوین ہے۔ اور اس سب باتوں کو مجموعاً مناسب ثابتا ہے اسلئے کہ وہ مالدار ہے اور لڑکوں والہ۔

سچا راستا دہوتا ہے۔

كَلَّا إِنَّ كُومَ يَلْمِيهِ لَسَفْوَالًا فَاصْبِرْ صَاحِبِةَ كَادٍ بِهِ

وہ س رکھ کر اگر وہ باہر آیا تو ہم اس کی بیانی کے مال بیکر کر بیٹھے جو کہ

جھوٹی اور خطا کار ہے۔

خَاطِئَةٌ

مکمل تھا کہ وہ عطا و پیر کا نرم طریقہ اختیار کیا مگر بالآخر اس کی غفلت، عربی تحوت، دولت و اقتدار کا فخر ریاست کا ذوق، ان میں فرق کے ہوتے ہوئے بہت جلد، ضرب ہمایہ سخت ہنوائی وہ چہرہ نہ ہوتے۔ اس کے لیے بڑے بڑے تیار اس طرح محافل کے آگے

وَمَرْيَمَ إِذْ مَسَّ حُلْفَتُهَا وَجَدْنَاهُ اجْعَلْ لَهُ مَا تَدْعُ وَوَدَّ  
وَسَيِّئَ سَمْعُهَا وَوَحَدْنَاهُ لَهَا فَمَهِنَهَا ثُمَّ طَبَعْنَا عَلَى أُذُنَيْهَا  
كَلَامَ اللَّهِ كَانَتْ لَا يَلْسَنَ عَمِيدًا

ہو کہ اور اس کو تنہا چھوڑ دیں مے اور سکون پر کیا بھرت سالانہ دیا بیٹے دے  
سالانہ دیا بھر چاہتا ہے کہ ہم اس کو اور دین ہرگز نہیں دہ ہزاری آیتوں کا  
دعائے ہے۔

یہ خطاب ولید بن مغیرہ کی طرف ہے جو قریش کا سربراہ تھا۔ اور یہ الفاظ اس شخص کی زبانی آواہوتے تھے جسکو ظاہری جاہ و اقتدار حاصل تھا لیکن مخالفت کی وجہ سے ٹری وجہ بھی اور جس کا اقتدار تمام قریش ملکہ تمام عرب پر یکساں تھا۔ یہ تھا کہ جو چیزیں سیکڑوں برس سے عرب کے حاجت روائے عالم تھا اور جن کے آگے وہ ہر ذریعہ پناہی کر گرتے تھے اسلام انکا نام و نشان مٹاتا تھا۔ اور ان کی شان مٹا رہا تھا۔

اَسْتَمِعُوا قُدُّوسٍ مِنْ دُونِ اللَّهِ خَصَّ بِهِمْ

تم احسن چیر و کلمہ لیتے ہو۔ وہ سب دوزخ کے اندر صحن ہوں گے۔

فقہیہ عبارت حاشیہ سے روایت کی ہے کہ جب یہ بارگاہِ اقصیٰ حضرت کو اپنے رُوح کو اور اہل کونج کو یاد دیا گیا کہ  
 میں باتم قرآنیہ جاؤ تو کچھ جلسے حدیث کر دو۔ اور اس سے پہلے کبھی کسی کو اس حالت میں اہل کونج سے اس وقت سے کہ اس کے بعد لفظِ اقصیٰ  
 کو کہنا ہے۔ پس اگر یہ حدیث ثابت ہو جائے تو وہ لائقِ ذکر ہے۔ لہذا حدیث کی یہ تفسیر صحیحہ اور اہل کونج میں اس امر کی تصریح موجود ہے کہ  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کونج میں بارگاہِ اقصیٰ اور وقت سے حالتِ موجود میں جس حدیث کو یاد دیا کہ یہ کونج میں اس وقت سے کہ اس کے بعد لفظِ اقصیٰ  
 یہ حدیث متاخر ہو اور اس وقت اس محاسن اور بیہودہ کی عامی بھی ممکن ہے اور حدیث میں موجود ہے کہ حضرت نے کونج کو یاد دیا اور شاید کہ پہلے وادار  
 میر تک الاقرین تہمازل ہوا۔ جس کے بعد حضرت نے قریش کو جمع کیا یہاں حدیث کی اور اس یاد دہانی میں تحقیق ہے کہ وہی ہے جنھوں نے شرحِ مسلم  
 لکھا ہے کہ کونج سے وہ تہمازل تھا کہ اقصیٰ کی روایت کلی۔ یعنی یہ وہی ہے اس وقت سے کہ اس کے بعد لفظِ اقصیٰ۔  
 اور اس سے غفلت کی کہ یہ بخاری کے نزدیک سورہ تہمت میں موجود ہے۔

اس تشریح سے گویا مقصد ہماری کمی کی تکمیل تو یہ ہونی کہ فضیلت و تعلقات حب امیر کو بالکل مٹا دیا گیا مگر جامع القرآن حضرت کی

**نہت تک قریش کے حمل کے اسباب** اس کے اسباب کے ساتھ جنین سے ہر ایک قریش کے سخت مشغول کر دئے

کے لئے کافی تھا۔ توقع یہ تھی کہ اعلان دعوت کے ساتھ سخت خونریز بیان شروع ہو جائیگا لیکن قریش نے حمل سے کام لیا اور اسکے ناگزیر اسباب تھے قریش خانہ جنگیوں میں بے پناہ ہو چکے تھے۔ اور حرب فجار کے بعد مسقدر عاثر آگے تھے کہ لڑائی کے نام سے ڈرتے تھے۔ قبیلہ یثربی کی وجہ سے لڑائی صرف اتنی ہی بات پر شروع ہو جاتی تھی کہ کسی قبیلہ کا کوئی آدمی قتل کر دیا جائے۔ مقتول کا قبیلہ بغیر کسی تحقیق کے انتقام کے لئے کمر اٹھاتا تھا اور متبک بدلانہ لے لیا جاوے یہ آگ مجھ نہیں سکتی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنا قریش کے لئے نہایت آساں تھا لیکن وہ جانتے تھے کہ بنی ہاشم خون کا انتقام نہ یہ چھوڑینگے۔ تمام مکہ جنگ میں مبتلا ہو جائیگا۔ ہمت سے لوگ اسلام لائیکے تھے اور قریش کوئی قبیلہ ایسا باقی نہیں تھا جس میں دو ایک آدمی اسلام نہ لائیکے ہوں اسلئے اسلام اگر حرم تھا تو صرف ایک شخص اس کا مجرم تھا۔ ملکہ سیکڑوں تھے اور سب کا

استیصال ناممکن تھا۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۵۵-۱۶۱

کفار قریش کی تمام مخالفتوں کے یہی اسباب تھے جو تفصیل سے لکھے گئے۔ عام اصول فطرت کے مطابق مخالفت کے جتنے مختلف اسباب تھے مخالفت کی اتنی ہی مختلف اور متفرق صورتیں بھی اختیار کی گئیں۔ ان عام خیالوں کے پہلے مخالفت اسلام کی جو تیز نکالی اور اسکو عملی صورت میں لائے وہ اسلام لانیوالوں پر خونخوارانہ ظلم و تعدی تھی کو تہ قریش یہ سمجھتے تھے کہ ان ترکیبوں سے عام طبقات کو ہجرت ہوگی۔ اور جو اسلام لائیکے ہیں وہ دست بردار ہو جائیں گے۔ ان میں سے چند غلطوین اسلام کے احوال ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

بقیہ عصارت حاشیہ۔ جو پردہ دہری ہوئی۔ کہو کہ کیا یہ دومرتہ نازل ہوا تھا۔ مگر ایک دفعہ کا الکل کا لیا گیا۔ حالانکہ صد ہا آیتیں مکرر ان میں موجود ہیں۔ مگر یہ آیت نہ رہے باقی۔ دوسرے یہ کہ اسلئے ساتھ یہ درمہ تک مسم الخالصین بھی قرآن میں۔ دومرتہ نازل ہوا تھا پھر صیح مسلم و صیح بخاری دونوں کا اتفاق ہے لیکن قرآن موجودہ میں اسکا کین و جود نہیں۔ تو پھر قریش قرآن میں اہل سنت کو کیا عذر ہو سکتا ہے طرہ تو یہ ہے۔ یہی اس تحریر میں۔ رادق تصدیق روایۃ الی اسامہ علی الاعمش لہذا السد و رھطک مسم الخالصین حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاشیہ صعد الصفا کھنک ما صاحبہ فقالوا من ہذا فاحتمعوا الیہ فقال اہل بیتہ ان احکمہ ان جملا خرج من سہم ہذا الحبل اکتمہ منہ فی قال ما احکمہ علیک کذا قال ما لی مذیہ الکرمین یدی عذابا شدید قال اولہب تیلک ما جمعنا الالہد اقوام حرامت تمت یدی الی لہب وقد تم ہکذا امراء الاعمش عمروں من قولہ ویتا اعن مالہ وما کسب حدتنا محمد بن سلام و اخبرنا ابو معویۃ حدتنا لا اعش عمروں مرو عن سعید بن جبیر عن اس عمار بن النعمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج الی السطواء فعد الی الحبل فادی باسا حاکمہ فاحتمعت الیہ قریش فقال لہم انکم کما وعدکم اللہ و ما کسبکم او مینکم کما وعدکم تصدقونی قالوا لہم قال انی مذیہ الکرمین یدی عذاب شدید فقال اولہب الہد ما جمعنا الہد ما جمعنا فقال اللہ تعالیٰ تمت یدی الی لہب الی امرہ یہی حبیبہ و امیر غیر تک الاقر من اور تو حضرت ماہر نے اور کوہ صفا پر چڑھ گئے اور ارادہ دیا تھا

ظالمین قریش اور غلامین اسلام سابقین مومنین کی قسمت غلاموں میں شمار اول ال یا سر میں جکے مصائب و شدائد کی قدر اور غلبہ ہو چکے ہیں۔ حالانکہ کاخانان طبقہ اول کا صاحب ایمان ہے۔ یا سر اصل میں جس کے رہنے والے تھے۔ یرشان ہو کر مکہ میں چلے آئے۔ اور ضلیعہ خرومی کی کینہ ستمنازی سے عقد کر لیا۔ لڑکے ہالے ہو گئے اور پھر یہیں سکونت اختیار کر لی۔ یا سر کی بی بی سمیہ یا سر کے دو قوی بیٹے عمار اور عبداللہ غرض کہ سارا گھر شرف اسلام ہو چکا تھا لیکن دولت ایمان کے سوا گھر میں کچھ بھی نہ تھا۔ تمام کاخانان عشرت اور اداوی میں لبر کرتا تھا۔ کھار قریش عربی لے یا تہج مکہ ان پر ٹوٹ پڑے اور ایک ایک کر کے ان غریبوں کو اتنا مارا کہ حینے کے لالے لڑکے سراسر باخروج ہو گئے۔ اتفاقاً ہی حالت میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اودہر آکھلے مومنین مخلصین کی یہ مصیبت آپ سے دیکھتی گئی لیکن مجبور سی الہی تھی کہ ہوائے سکوت و خاموشی کے دوسر کوئی یارہ نہیں تھا۔ انکی مصیبت کا۔ حالت شاہدہ فرما کر ارشاد کیا اصدولیا ال یا سر ہاں موعذ کو الحۃ دے آل یا سر صبر کرو تحقیق کہ ہمت تمہاری وعدہ گاہ ہے (کچھ اٹھ کر) نے یا سر کی بی بی سمیہ کو یہ زہر کی ٹوکین کو بیچ کر بار دالا غریب یا سر کا بھی ایسی ہی شہید مظلوموں سے خاتمہ پایا کر دیا گیا۔

سید علما ابن ظلموا ای معلل یقولون ظالمین وکلمہ میں گئے ار کی گئی بازگشت ہو رہی ہے۔

بقیہ عبادت حاشید صبح ہوتے تم ٹوٹ بیڑے لوگوں نے کہا تم کیوں نکالتے ہو غصہ کب جمع ہوئے تو حضرت نے کہا کہ اگر تم نکلو تو زکواس سدا کی ایت سے ایک اشارہ یا چاہتا ہے تو تم کو چاہا ہو گئے کہ ہم نے تم پر کسی کا کافر نہیں کیا ہو تو حضرت نے فرمایا کہ تم تم لوگوں کے ڈرانے والے ہیں عذاب شدید سے۔ اولیٰ نے کہا اذہود اللہم تم ہلاک ہو جاؤ کیا اسی نے تم سے تم لوگوں کو جمع کیا تھا۔ یا سر روٹی بیٹے نازل ہوا قَدْ قَتَلْنَا اَبْنٰی عَیْبٍ وَتَمَتَّ وَتَمَتَّ اِی طَرَحَ اَسْتِ تے اوس ردیڑ ہا تھا (مکہ قَدْ کا لفظ قرآن میں نہیں ہے) اسی ایک روایت کو جس متفق اس میں لکھا ہے اس سے کاری صاحب کی توحش سلیقگی ظاہر ہے دوسری یہ کہ ورنہ تک منعم المخلصین بھی مارل ہوا تھا جواب قرآن میں نہیں ہے تیسری یہ کہ قد قتل نازل ہوا تھا صرف متذکرہ گیا۔ اس پر بھی تحریف قرآن سے انکار ممکن ہے اور کوئی وجہ اس کی تلافی نہ تھی چہ کہ وہ منعم تک منعم المخلصین کیوں کال دیا گیا صرف اس لئے کہ ہمیں ہی باجم کی صریح مدح تھی پھر حضرات جامعین قرآن کب اسکو قرآن میں رہنے دیتے اس سورہ صحت کی مثال نزول کو دیکھا چاہیے کہ انور سورہ کب مارل ہوا کیونکہ واندہ سورہ کب الاقرین کے نزول کے بعد اس کا نازل ہونا عقلاً ہی ناجائز ہے اور عقلاً بھی عقل اس دور سے کہ وہ مقام تالیف قلوب تھا کہ حضرت امی نبوت کا اعلان کر رہے تھے ہوا یک ایسا غیب و غریب امر تھا کہ عرب کے کال میں اس سے استنارہ تھے کہ عرب میں بھی کوئی نبی ہو گا۔ اس لئے حضرت نے اس پہنچا سے اوکلی وجوہ کی لڑ رم القلا میں بتیلم الہی ہو چکی یا کہ کسی کو متفقہ ہوئے ہائے الہی حالت میں اس طرح کا سورہ انما جس میں ایک شخص کی مذمت ہو کہ سفیر مکتا عقل پر عقلا اس دور سے کہ نام کی عقلی اسباب العقول فی اسباب الرسول میں لکھتے ہیں۔ اخراج الصدا دی و عہدہ عن ابن عباس قال صعد رسول اللہ صلوات اللہ علیہ یوم علی الصفا امدادی یا صاحباً حاکم جامعاً المہ قریش قال اراکم لولہ و آخر تمکرات الحدیث متحکم اولیٰ قیسکم اکثرہ نصد قوی قالوا ملی قال فانی مذکورکم میں بدی عذاب شدید فقال اولیٰ قیسکم

(۲) خباب بن الارت - تبیم کے قبیلہ سے تھے۔ جاہلیت میں غلام بنا کر فروخت کئے گئے اور آم مارنے پر لیا۔ ایسے زمانہ میں اسلام لائے۔ جب آنحضرت صلعم ارقم کے گھر میں مقیم تھے اور صرف چھ سات شخص اسلام لائے تھے قریش نے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ ایک دن کوئلے حلا کر ریختے بچا لے۔ اس پر ملکوت لٹایا۔ ایک شخص چھاتی پر یاو کن رکھے رہا کہ کر دے۔ یہاں تک کہ کوئلے بیٹھ کے نیچے پڑے پڑے ٹھنڈے ہو گئے۔ خباب نے مرقون کے بعد یہ واقعہ حضرت عمرؓ کے سامنے بیان کیا اور پیچھے بول کر دکھائی کہ برص کے داغ کی طرح بالکل پھیل چکی۔ اس سند جلد ۳۔ خباب جاہلیت میں لوہار کا کام کرتے تھے بعض لوگوں کے ڈنڈے لگائی تھیں۔ مانگتے تو جواب ملتا کہ جب تک کہ محمد (صلعم) کا انکار نہ کر دے گا کوڑی نہ ملے گی یہ کہتے کہ نہیں جتیک کہ تم مر کے حیو نہیں۔ سیرۃ النبی بحوالہ بخاری ص ۶۹

(۳) حضرت بلال - یہ وہی بلال ہیں جو مؤذن مشہور ہیں حبشی النسل تھے۔ اور امیہ بن خلف کے غلام تھے حبشہ کے ایک دوہرہ جو حاتی تو امیہ انکو صلتی، بالور لیتا۔ اور پھر کی چٹان انکے سینہ پر کھدیا کہ جنبش نہ کرتے تھے۔ اکثر گردن میں سی بانڈ لڑکوں کو بکڑا دیتا اور وہ مکہ کے بیٹروں پران غریب کو جانوروں کی طرح گھسیٹتے پھرتے گردن میں رسیوں کے نیل پڑ جاتے کہ یہ بتواتھا کہ انکی مشکیں ماندہ کر زمین پر ڈال دیتے تھے۔ اور ڈنڈوں سے پیٹتے جاتے تھے۔ ان تمام ماروں کے بعد سیٹ کی مار بھی دی جاتی تھی جو سب سے بری تھی۔ متواتر کی کوئی دن تک غریب بے آب و داد رکھے جاتے تھے لیکن ان تمام مصائب و شدائد میں بھی وہ اسلام کا سبق نہ بھولے۔ ہر ہر ضرب پر اُحد اُحد کے نعرے لگاتے جاتے تھے۔ بالآخر حضرت ابوبکرؓ سے (اور بروایت عباس بن عبد المطلب نے) انکو انکے مالک سے خرید کر کے آزاد کر دیا۔

بقیہ عبادت حاشیہ۔ الحمد للہ اجمعا و اول اللہ قمت مد الی لہب رالی آخوہ۔ بر حاشیہ ص ۱۱۱۔ یعنی بخاری نے اس عباس سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم ایک روز کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور یکارے یا صبا آہ قریش جمع ہوئے اور ان لوگوں نے کہا ہلاکت ہو ہو کہو تم نے اسی لئے سب کو جمع کیا تھا۔ حیرت آیت مال ہوا (طحا) تو وہ روایت بخاری کی بالکل غلط ہوئی کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ وہاں حکومت وادعیر تک الاقرین سے کوئی تعلق نہیں جو اسی مکان ہے۔ کیونکہ حضرت تو اکثر موقع پر اگر تبلیغ وایا کرتے تھے لہذا کسی دور موقع کو اس واقعہ کا پیش آنا ممکن ہے۔ بخلاف واقعہ وادعیر تک الاقرین کے کہ اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اگر دوسری روایت برطر کا وادی وہ بھی ممکن ہے اور ان لوگوں کی خدمت بھی کہ اس سے کوئی لے اونی ہوئی ہو۔ آیت یہ دیکھا ہے کہ یہ واقعہ کس رات کا ہے و مشہور سیوطی جلد ۴ صفحہ ۳۴ میں ہے۔ اخرج ابو نعیم فی الدلائل عن اس عباس ما کان الی لہب الا من کھا قریش ما ہو حئے خرج من الشعب جبن کمالات قریش حتی حصروا فی الشعب وکھا ہر ہر ملہما خرج ابو لہب من الشعب لقی ہمد بنت عتہ بن رعیہ حبس فارق قومہ فقال ما ست عندہ هل بصرت اللات والعزی قال نعم فحراک اللہ تعالیٰ حراک یا لہما عتہ قال ان محمد ایضا ما اشیاء لا تراھا کائنۃ بعد الموت فما ذلک وضع فی یدہی فصریح فی یدہ کما قال تہا لکما ما وری منکم ما عتہا مما یقول محمد بنزلت قمت ید الی لہب قال ان عباس فخصر فی الشعب ثلاث سنین

(۴) **صہیب رومی**۔ یہ رومی مشہور ہیں لیکن درحقیقت رومی نہیں تھے۔ ان کے والد سلمان نامی کسریٰ کی طرف سے اُنکے کے حاکم تھے۔ اور اُن کا خاندان موصول بین آیا تھا۔ لیکن فخر رومیوں نے اس فوج پر حملہ کیا۔ اور جن لوگوں کو قید کر کے لے گئے اُن میں صہیب بھی تھے یہ روم میں لیے گئے تھے اس لئے عربی زبان اچھی طرح بول نہ سکتے تھے۔ ایک عرب نے اُنکو خرید لیا اور مکہ میں لایا۔ یہاں عبداللہ بن مسعود نے اُنکو خرید کر کے آزاد کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب عودۃ اسلام تشریف کی تو یہ اور صحابین یا سربراہ ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ نے اسلام کی مرغی بے دہی اور یہ مسلمان ہو گئے خویش اُنکو اس قدر لذت دیتے تھے کہ ان کے جوار خول چوہا نہ تھے جب انھوں نے مدینہ کو ہجرت کرنی چاہی تو قریش نے کہا ایا سارا مال و مناع چھوڑ جاؤ تو حاکم کے بہو انھوں نے حمایت خوشی سے منظور کر لیا۔ حضرت عمرؓ جب مایوس نہ ہوئے تو اپنی بجائے انھیں کو امامت دی تھی۔

(۵) **ابو فکیہ**۔ کنیت تھی۔ اُفح نام تھا۔ صہوان س امیتہ کے قلام تھے۔ اور حضرت بلالؓ کے ساتھ اسلام لائے تھے امیتہ کو جب یہ معلوم ہوا تو ان کے یاؤں میں زہی باندھی اور آدمیوں سے کہا گھیسٹے ہوئے لے جائیں اور تہمتی ہوئی زمین پر لٹائیں ایک گبر لالہ میں جا رہا تھا۔ امیتہ نے اسے لے کر تیرا جی تو تین ہے۔ انھوں نے کہا کہ یہ اور تیرا دو نوں کا غذا اللہ تعالیٰ ہے اپنا امیتہ نے اس زو سے اُنکا گلا گھرنا کہ لوگ سمجھے دم نکل گیا۔ ایک دفعہ اُنکے سینہ پر اُٹا بھاری بوجھل پتھر رکھ دیا کہ انکی زبان کل ٹری۔ بخوالہ ان سحر جلد سوم۔

**بقیہ عبارت حاشیہ**۔ واقعتاً عا المشرعہ حتی ان الرجل مثا لم یقفہ صا مانع حنّے برمی حنّے ہلاک دنیا من ہلاک الوم لے علی لا دنا پیریں اس سے روایت کی ہے کہ اوتب بھی کفار قریش سے تھا بھیک کہ وہ لوگ تھے یہاں تک کہ دست سے خارج ہوئے جبکہ کفار قریش نے متورہ کر کے ہم کو ستہ میں محصور کر دیا تھا جب ابولسہؓ سے خارج ہوا اسی قوم سے معارف اوتب کی قومندہ ست عقیم ریحہ سے ملاقات ہوئی تو اوتب نے یہ کہہ کر کہ اے ہمدہؓ تو نے کچھ لات و عری کی لورت کی تو کہا کہ ہاں۔ اوتب نے ہمدہؓ سے حرا لے کر دے۔ اوتب نے کہا محمدؐ (صلی علیہ وسلم) سے دو ماہ کا وعدہ کرنے میں جہلو ہم نہیں جانتے کہ وہ موت کے لئے لایا ہوا ہے اوس سے اور اوتب نے کہا کہ اوتب نے اپنے دونوں ہاتھوں کو بھیک کا اور کما تالما۔ ہلاکت ہو تم دونوں کو محمدؐ (صلی علیہ وسلم) کے وعدوں میں سے ہم کچھ نہیں جانتے امیر سورہ تبت یہ نازل ہوا۔ اس عمامہ کے ہر کچھ کو قریش نے پس پس تک محصور رکھا اور اس طرح کہ ہم سے حرید و فروعت مدکر دی کہ ہم کچھ مال چور کر لے جائے تو ہمارے ہاتھ کوئی چیز نہ بھیجے یہاں تک کہ ہم میں سے حکم ہلاک ہوتا تھا وہ ہلاک ہو گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ سورہ قحط یا کا ردول و حصارہ شمس ائی طالب۔ جو موت کے سنہ میں واقع ہوا لیکن بھاری سے مراد ہلاکت خراب علی واقعہ ہوئی کہ جس سے اسکے دائرہ عریہ تک الاقریں کے ردول سے ٹک کر دیا جو قحط اور بھلا گیل طرح بھی ممکن نہیں ہے اب دیکھئے حصارہ ائی طالب کہ چھابعت سے تین برس تک تبلیغ مخفی ہوئی رہی۔ اُنکے اندر اتنے دعوت قریش (سنگہ نبوت) پیش ہوا پھر اسکے بعد حضرت حمزہؓ اسلام لائے تو یہیہاں تک طبری کا بیان ہے حاصرہ ت بلکہ حصارہ ان یککتوا بلکہ حصارہ کما یا بیتا حصارہ ذلک



کفار قریش کا یہ سلوک گھر کے علاموں اور قوم کے ماوراء لوگوں تک محدود و موقوف نہیں تھا۔ بلکہ اسلام کے مقابل انھوں  
جرم میں وہ اپنے عزیزوں اور قرابتداروں کے ساتھ بھی ایسے ہی ظلم و ستم سے پیش آیا کرتے تھے۔

(۶) حضرت عثمان بن عفان کے اسلام لانے کی طرح ان کے چچا کو ہونی۔ تو وہ کبھی حضرت عثمان کو کچھ اور  
کی صفت میں لپیٹ کر باندھ دیتا اور نیچے سے دھپکان دیا کرتا۔

(۷) زبیر بن العوام۔ زبیر بن العوام جب اسلام لائے تو ان کے چچا بھی انھیں چٹائی میں لیٹ کر ان کی  
ناک میں دھپکان دیتے تھے۔

(۸) مصعب بن عمیر کے اسلام لانے کی خبر ملنے پر ان کے شقیق القلب مان نے گھر سے نکال دیا تھا۔

(۹) سعید بن زید۔ حضرت عمرؓ کے چچا راہ صفائی سعید بن زید جب اسلام لائے تو حضرت عمرؓ نے ان کو سونوں  
سے باندھ کر ڈال دیا۔

(۱۰) سعد بن وقاصؓ اگرچہ اپنے قبیلہ میں بہایت معزز اور مقتدر تھے۔ تاہم گھار کے ظلم و ستم سے محفوظ نہیں تھے  
بنو اسد اسلام کے حرم میں ان کو سخت سزا دیں دیتے تھے۔

میں حج اور حد سے زیادہ خونخوار کفار قریش نے اسلام کو ایسی ہی وحشیانہ سزائیں دیتے تھے کہ ان غیر یوں کی بہمت  
و استقلال کے سوا کوئی اور شے ان کے تحمل و برداشت کی طاقت نہیں رکھتی تھی۔ اور ان کی بہت و استقلال کے سوا یہ بھی  
اسلام کی صداقت کا عین الکمال تھا۔

بقیہ عبارت حاشیہ قریش الحاءت ہوھا شہود و مقول الی ابی طالب و حلوا معہ و شعلہ و حقوا

الیہ فی شعلہ و خوج مرے ہا تم اولہب الی قریش کفار قریش نے پھر آپس میں معارقت و محاربت ہی ہا تم عید کا او

حلف معاہدہ لکھا۔ اور اسکو جاری رکھا یہ لکھا گیا کہ اس کارروائی کی جڑ پکڑی ہو تا م ہی ہا تم اولطاب کے پاس آئے اور وہ ان کو لکیرتے ہیں و اصل ہوئے

ملاوٹھ اوں سے علیحدہ ہو گیا۔ اور قریش سے حا کر ملتی ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ مفارقت اولہب کا راہ او سی وقت سے شروع ہوتا ہے جس سے وہ لگ

تعب میں مصروف ہوئے۔ تو کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ اگر یہ سورہ (تحت ید الی لب) شروع ہی میں مارل ہوا ہوتا تو انھوں نے بخاری صاحب زادہ غیر تک

الاقرب میں کے ساتھ تو پھر اولہب اتے دونوں تک کسی حضرت صلعم کے ساتھ رہ سکتا تھا۔ تاریخ خمیس میں مرقوم ہے۔

وفی السّنة السّابعة من النّبوة کما فی الخوة الحيوان والتماس صها علی ما فی المتفق لقا سمیت قریش و تعاھدا

علی معاہداتہی ہا شہود و نی عدہ مطلب ص ۳۵ روایت حیوان الجواں رۃ سال موت میں اور روایت متفقہ میں قریش نے

معاہدہ کیا اور آپس میں قسم کھائی کہ ہوا تم اور ہی عدہ مطلب سے عداوت قائم رکھیں تو اس جواب سے بروں سورہ تحت ید اکمین حا کر رۃ ہا شہ

سال میں ہوتا ہے لیکن بخاری صاحب نے ایک فصائل علی کے جھیلانے کی ضرورت سے اسکو ردل آیت دادر غیر ترک الاقر میں سے لا کر ایسا عارت کیا

ہے کہ مالک قصہ کا قصہ ہی علط ہو گیا۔ لاقول ولا قوۃ۔ المؤلف عفی عنہ۔

(۱) مظلوم یا مظلومین اسلام کے سب سے بڑے گناہ و ظلم قریش نے مسلمان عورتوں کی صنفِ نازک و صعیف پر بھی رحم نہ کیا۔ ان مصیبت ویدہ اور آفت رسیدہ عورتوں میں سب سے پہلے جس خاتون کی نہایت درشتیادہ اور بیہشہ طبعیت سے جان لی گئی۔ وہ حضرت یاسر کی بیٹی سہیلہ تھیں اور حضرت عمار بن یاسرؓ کی ماں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔

(۲) لقیۃ یحییٰ۔ یہ بیچاری کثیر یحییٰ حضرت عمارؓ کیس کو مارنے والے تھے تھک جاتے تو کہتے تھے میں نے تم کو رحم کی بنا پر نہیں ملکہ اس وجہ سے تم پر ہڑتاء ہے کہ میں جو تھک گیا ہوں۔ وہ نہایت استقلال سے جواب دیتیں۔ دیکھو جو اگر آدمی اس لافکے تو تم سے خدا اس کا انتقام لے گا۔

(۳) ترمذی کہتے ہیں کہ یہی دوسری کثیرہ تھیں۔ یہ بھی حضرت عمرؓ کے قہیلہ کی کثیرہ تھیں حضرت عمرؓ اسلام سے پہلے ان کو بھی گول کر دیتے تھے۔ ابو جہل نے تو ایک دن ایسی مار ماری کہ غریب کی آنکھیں جانی رہیں۔

(۴) تہذیب اور (۵) اُمّ یحییٰ۔ یہ بھی دونوں کثیرہ تھیں۔ اور صرف اسلام کے حرم میں یہ مصیبتیں بھیجی تھیں۔ یہ تمام علل و ادبیرہ جہان پر حضرت خیرؓ کا ایک مسلمان کو بھی راہ حق سے متزلزل نہ کر سکیں۔ ایک لفظ کی مورخہ فی سچ لکھا ہے۔

عیسیٰ اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسائل نے وہ نشہ دہی آپ کو دین میں پیدا کر دیا تھا جس کو عیسائی کے امتدائی بیرون میں تلاش کرنا بیفائدہ ہے جب عیسائی کو سولی پر لے گئے تو ان کے پروہٹاگ گئے۔ اُن کا نشہ دہی جاتا رہا۔ اور اپنے مقتول کو موت کے تجربہ میں گرفتار حیرت و حیرت کے ایک عیسائی محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپ کے پیادہ میں اپنی جانیں خطر میں ڈال کر گھر گھر دھنوں پر آپ کو غالب کر دیا۔ اُن کو بھی گاؤں و دیہاتیں ترمذی ۶۶-۶۷

قریش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں مشورت

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی ایلاساتوں کی تبیین ہو چکی۔ ان ناہنجار تجویزوں کو عملی صورت میں لانے کے لئے انہوں نے ایک باقاعدہ مجلس مشورت قائم کی جس میں ہر قابل و مختار کے پھیرے وارسا ملے کمال مال اندیشی کے خیال سے ریخت (جواب) کو اس مجلس کا صدر منتخب کیا گیا۔ خدا بہ بندہ کرے تنگ خاندان نہ کرے۔

اس مفسدہ انگیزہ مجلس کا پہلا مقصد جو اتفاق رائے کیلئے پیش کیا گیا وہ یہ تھا کہ قبائل بیرون کی جو کمینے کیا کرتے ہیں ان کو قوت اور جمعیت رسولؐ سے بچا یا جاوے اور ان کے علمیہ رکھنے کی یہ ترکیب ہے کہ ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مصلحتی ایسے خاص محتاب بیان کئے جاویں کہ وہ خود بالطبع آپ سے متاثر ہو جائیں۔

سب نے اس پر اتفاق کیا کہ آپ کو کاہن مشہور کیا جاوے۔ ولید بن مغیرہ جو قریش میں سب سے زیادہ کس سال در تجربہ کا رہتا۔ بول اٹھا میں نے بہت سے کاہنوں کو دیکھا ہے۔ کمان کا ہنوں کی ٹنگ بندیان اور کمان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی منہر تافصاحت و بلاغت دیکھو ایسی بات نہ کہو کہ قبائل عرب سنتے ہی کہنے لگیں کہ غلط الزام لگاتے ہو اور جھوٹ کہتے ہو۔ بھیرہ تجویز ہوئی کہ اچھا کاہن نہیں تو مخزن مشہور کیا جاوے۔ ولید نے بھڑکوا۔ اور کہا تو نہ کرو محمد کو دلو لگی سے کیا واسطہ اور جنوں سے کیا علاقہ۔

پھر روایات قرار مانی کہ انھیں شاعر بتلایا جائے۔ ولید کو یہ بات بھی پسند نہ آئی۔ اس نے تمام مجمع مخاطب کر کے کہا۔ ہم خود شاعر ہیں ہمیشہ شعر کہتے ہیں۔ اصناف سخن اور اوصاف فن سے خوب واقف ہیں۔ ہم جانتے ہیں شعرین کیا بات ہوتی ہے۔ محمد کے کلمات کو شعر کے لغویات سے کوئی مناسبت نہیں۔

پھر اس پر اتفاق ہوا کہ اچھا امنین ساحر کہا جاوے۔ ولید بولا یہ جادو بھی نہیں چلیگا۔ کمان محمد کے خلاف رعدوات کی لطافت کمان ساحرون اور شعدہ گرون کی محاسن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال جہاں آرا اونکے محاسن و کمال کا آئینہ ہے۔ جادو گرون کی مخوس صورت اونکی سیہ کاریوں کی تصویر ہے۔

اب تو سوچو سوچو مجمع کا مجمع ٹھک گیا۔ سب کے سب عاجز آ گئے تو ولید بن مغیرہ سے کہنے لگے کہ اچھا اب آپ ہی کچھ تجویز کریں اور کوئی مفید تدبیر نکالیں۔ ولید نے تمام جلسہ کو مخاطب کر کے کہا کہ اول تو اس امر خاص میں میں کچھ نہ کھونگا اور اگر کچھ کہوں گا بھی تو وہ بالکل سچ ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ حقیقتاً محمد کے کلام میں ایسی صلاحات ہی اور اوسکی تقریر میں عذب الہیاتی کی ایسی قدرتی تاثیر ہے کہ باپ بیٹے۔ بھائی بہن اور شوہر و زن میں مصارت ہو جاتی ہے اور وہ ربوں سے تمہاری پیش نظر ہے میں اوس قدر تم سے کمونگا اور بس تم سمجھنے والے ہو تو سمجھ جاؤ۔

ولید بن مغیرہ کی اس تقریر نے تمام جلسہ میں سکوت کا عالم پیدا کر دیا۔ جو کچھ اسے کہا تھا وہ بالکل سچ تھا اس لئے کسی فردوا کو اسے خلاف مجال سخن نہ ہوئی۔ لیکن وہ سے سے جاہل تھے۔ جہالت سے اب بھی باز نہ آئے۔ اپنے ہی سردار قوم سے پیغمبرِ رحمت کے اوصاف سن کر عورت پذیر تو ہونے لگے خجالت و حرمندگی کے جاہلانہ نقص میں پہلے سے بھی زیادہ بھر گئے اور بیخ تاب کھاتے لگے۔ بالآخر اپنی کافر داریوں کے تقاصد سے سب نے ملکہ یہ تدبیر نکالی کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر ممکن طریقہ سے یرشیاں کیا جاوے اور انکو تعلیم کے ہر مقصد کی تضحیک و توہین کی جاوے اور سلاؤن کو تمام مظالم کا نشانہ بنایا جاوے

(ابن ہشام جلد اول صفحہ ۹۰ و شہاد قاصی عیاض صفحہ ۱۲۹)

قریش کی پہلی وفد اورابی طالب کی خدمت میں آنحضرت کی شکایت اور بت پرستی کی علانیہ مذمت شروع کر دی تو قریش کے چند مغرین ابو طالب کے لے کر شکایت کی ابو طالب نے نرمی سے کھانکھان کر انکو نصیحت فرمایا ہے لگتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان دعوت کیا

اور ہر قوم و وطن کی انسانی قومیں مخالفت اسلام کی تہذیب پر یوں ہی تھیں۔ لہٰذا یہی تھیں ماوہر

## نبوت کا چھٹا سال حضرت حمزہؓ کا اسلام لانا

اور ہر نظام تہذیبی جبروتی طاقت اسکی وسعت کے سامان کر رہی تھی۔ شبلی صاحب رقمطراز ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمام میں حضرت حمزہؓ کو آپ سے خاص محبت تھی۔ وہ آپ سے دو تین برس بڑے تھے اور ساتھ کھیلے تھے۔ دونوں نے توبہ کا دودھ پیا تھا اور اس رشتہ سے بھائی بھائی تھے۔ وہ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے لیکن آپ کی ہر ادا کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ اؤ کھانا ذائقہ سیہل مگزی اور شکار لافنگی تھا معمول تھا کہ مومنہ نامہر کے تیر کمان لیکر نکلتے تھے۔ تمام تمام دن شکار کیلئے نین مشغور رہتے۔ شام کو واپس آتے تو پہلے حرم میں جاتے طواف کرتے قریش کے روسا صحیح حرم میں آگے آگے، بار بار کمر بٹھا کرتے تھے۔ بعض حمزہؓ ان لوگوں سے صاحب سلامت کرتے۔ کبھی کبھی کسی کے پان بٹخے جاتے۔ اس طریقہ سے سب سے زیادہ بھلا اور سب لوگ اسکی قدر و منزلت کرتے تھے۔ شبلی صاحب نے اس واقعہ کی تہذیب کو تفصیل سے تحریر فرمایا تھا اور اس تصریح سے اصل واقعہ کو نمین لکھا جس سے معلوم ہو جاتا کہ ان کے اسلام لانے اور شرف بایمان ہونیکے خاص اسباب وہی محبت و اخلاص کے جذبات تھے۔ یہ ذیل میں اس پر مہاشام کے خاص الفاظ سے اصل حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں۔

ایک راوی اصل نے خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کوہ مقام ویکما اوس بخت تھے آپ کو نیدادی (دروایتی طائر مارا) اور بخت کلامی کی اور نص کہتے ہیں کہ وہ ناسلام کی عیب جوئی کی حساب رسول صدام نے اسکی دریاہوں کا کچھ جواب دیا اور قطعاً خاموش رہے عبداللہ بن حمران کی کوثری جس کا کہ قریب تھا یہ تمام واقعات دیکھ رہی تھی اسکے بعد کوثری واپس آیا اور پھر معمول روسا قریش کے ساتھ کعبہ میں بیٹھ گیا۔ حمزہؓ بن عبد المطلب کا یہ وقت تھا کہ بڑھ چکا کہ لے لے رہے جاتے تھے۔ مگر تیرا کہہ دین جاتے سے پہلے خانہ کعبہ کا گھڑا ان کے قریب آگیا اسکے بعد قریش سے جو وہاں موجود رہتے تھے صاحب سلامت کرتے تھے اور تھوڑی دیر تک اؤ کے پاس بیٹھ جاتے تھے اور باتیں کرتے تھے اب درواں قریش میں مبرا اور مہماندار مہرے تھے۔

پس اس واقعہ کے دن عبداللہ بن حمران کی کوثری سے ملاقات ہوئی وہاں اتفاقاً حضرت حمزہؓ کے گھر آئی حباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انما حول من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبد الصفا ناخاۃ وستمہ وقال من نص ما یکرہ من العیب الذنبہ والتقصیم لا مہ وکلمتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبد اللہ بن حمران فی مسکن لہ لتسمع ذلک تو انصراف عبد اللہ بن حمران من الدین الکعبہ فجلس معہ علی بیت حمزہ بن عبد المطلب ان اقل متوشحاقو سہ را حاسم من اللہ و صاحب فصیح و مہر و فخر اللہ و کان ادا مہج من مصدہ لہ و یصل الی اہلہ حتی یطوف الکعبۃ و کان اذا فعل ذلک لہ من علی ناد من قریش الا وقف و ملو و تحدت معہ و کان اعرف فی قریش و اسد سیکمہ فلما مہا لہ و الات و کلہ ہج رسول اللہ صلی اللہ علیہ

والہ وسلم الى سبيته فقال له يا اما عماره لو رأت ما لقي  
 ان احبك فقل ان الفاس الى الحكم اس هتسام وحده  
 ههها حالسا فاداه وسه وبلغ منه ما يكره ثم انكسر  
 عنه ولم يكلمه محم صلى الله عليه وآله وسلم واحتل  
 الخمره العصب لما اراد الله به من كرامته فخرج ليبي  
 تصف على احد مقلد الانبياء لاني جعل انما لقيه ان يوقع  
 علماء دحل السبي وطول اليه حالسا في القوم فاجل محم  
 حتى اذا قام على راسه مع القوم مصر به مها فتتبعه  
 مسكوكه ثم قال التمه فانا على ديه اقول ما نقول فرد  
 حلت على ان استطعت فقامت حال من بي محرم  
 الى حمزه ليسر والماحل فقال ابو جهل دعوا اما عماره  
 فاني والله قد سلبت ابن اخيه سياف سبعا-

وہیں موجود تھے۔ اس کسیر نے حضرت حمزہ کو مخاطب کر کے کہا اے عمار  
 (حقیرہ حمزہ کی گیت ہے) کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جو ان لوگوں میں بہت امرا  
 کی کنیت ہے تمہارے بھتیجے محمد صلم کے ساتھ کیا کیا ہے دیکھو پوچھو وہ تو  
 ہمیں پیچھے ہوئے ہیں۔ اس نے انکو ایذا دی (طماچہ مارا) اور سخت گالیاں  
 دیں اور جو کچھ پس کئے کو وہ سب کچھ کہا سنا۔ اور چرواہوں سے میل لگایا۔ لیکن  
 محمد نے اس کا جواب تک نہ دیا پس سر حضرت حمزہ کو سمجھتے آگیا اور یہی  
 عقدہ دے کے کرامت ایڑی کا امت ہو ا حضرت حمزہ سہایت تیری سو  
 گھر سے نکلے اور راہ میں کہیں نہ ٹہرے اور داخل کعبہ ہوئے ابو جہل کو دیکھا تو  
 کے لوگوں کے ساتھ ٹہرا ہوا ہے ابی اوی کی حالت میں آگے بڑھتے چلے گئے  
 یہاں تک کہ اوسکے سر کے قریب آکر گر پڑے ہو گئے۔ اسی آہی کہاں اٹھا کر  
 اُسکے سر پر تل لگائی اور مارے کے بدلے اس سے کہا کہ جس بدعت کو تو  
 اُٹھاتا ہے میں اسی میں داخل ہو گیا۔ اب اگر تیری مثال ہو تو مجھے اُس میں

میں داخل ہونے سے مار کھائے یہ سن کر ہی محرم کا ایک شخص ابو جہل کی حمایت میں اڑھ کھڑا ہوا لیکن ابو جہل نے یہ کلمہ دے دیا کہ یا کما ابو عمارہ کر  
 تعرض کر دو انکو چھوڑ دو قصور ہر ہے میں نے حقیقتاً ان کے بھتیجے کو بہت بُری بُری گالیاں دی ہیں۔ اس بہت ام ص ۹۹۔ مصر۔

اس واقعہ کی تفصیل نے تلا و کیا کہ خواب رسالت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سکوت و مصر نے حضرت حمزہ کے جذبات کو  
 دیکھا لیکن میں نے ایسا مقید اور مستعد بنا کر دیا جو حضرت حمزہ کے لئے رستہ و ہدایت کا باعث ہوا اور بدعت ابو جہل کے لئے اوسکی  
 سزا و عقوبت کا سبب خاص ہے چہ خوں کو کہ نہ کہ بیک کر شمشہ و کار ہے۔

ایسا پھر ایسا ہے۔ کیسا ہی اختلاف ہوا اور کتنی ہی مخالفت جب ایسے ناگزیر موقع آجاتے ہیں تو تعلقات قلبی و رشتہ  
 دلی میں غیر متخلل تحریک پیدا ہو جاتی ہے اور وہ مخالفت کو حقیقی مواصلت کی صورت میں تبدیل کر دیتی ہے۔ یہ ضرور نہیں کہ حمزہ بھی  
 اوتس ہی کے ایسے متقی اور سگدل ہو جاتے۔ خداوند عالم کو یہ بھی اپنی مصالحت خاص و کھلا دینی ضرورت تھی کہ اوسی گھر میں ایسا طالب  
 حمزہ اور عباس کے ایسے خیر خواہ رسول بھی موجود تھے۔ اور اوتسب کا ایسا بدخواہ اور دشمن جاں بھی۔

کفار قریش اور رسول اللہ صلم کی انداز سانیان  
 کفار کی خصوصیت۔ عرب مسلمان مرد اور عورتوں کو جن وحشیانہ طریقہ سے آویت دیتے تھے اور ان کی عریب حالوں پر جس شرت  
 سے ظلم و ستم ڈھاتے تھے اوسکی کیفیت اور لکھی جا چکی ہے اب انکی بدبختی اور شامت بڑھتے بڑھتے آنحضرت صلم کو بھی جسامتی  
 ایذا پہنچانے لگی۔ ان تمام بیچریوں بدسلوکیوں اور ایذا رسانیوں کا جواب رسول اللہ صلم کے پاس صرف صبر تھا اور حاموشی

جب کبھی بہت دل بھرتا تھا تو صرف اتنا ارشاد کر دیا کرتے تھے۔ یا سبی عدما فی ائی حواہی ہذا۔ اے نبی عدما فی حق ہمایگی خوب ادا کرتے ہو۔ طبری ۱۱۹۹

ان مؤذیوں میں حکیم ہشام (ابوہبل) عقیقہ بن معیط الاموی۔ امیہ بن حلف۔ نوفل ابن خویلد۔ الوسفیان بن ابوالبحرہ بن عاص بن دہل السہمی وغیرہم سب سے زیادہ مشہور تھے اور ہر گرم۔ ہدایت دارشاد کے وقت کلمات طعن و تشنیع کرنا۔ یہود اور نوکلمات لکنا۔ ادا بے ناز کے وقت تالیان اور سیٹھیان بجانا۔ ارکان نماز کی نقیل اور انا اور انا اور انا اور انا راستہ چلتے تھے انحضرت صلعم کے صحیحہ آوارہ لوندوں کو استہزاء و تحریک کی غرض حاصل سے ساتھ کر دینا آپ کے راستہ میں کاٹے ڈال دینا اور راہ چلتے وقت آپ پر پھرون سے کوڑا ڈال دینا۔ ادا بے رسول کے متعلق ظلمہ قریش کی یہ معمولی اور خفیف باتیں تھیں جب ان حرکات سے بھی آپ کے صبر و سکوت اور استقلال و ثبات میں کچھ فرق نہ آیا تو کفار کی حسامی تکلیف و آزار پر تیار ہوئے۔ تاریخ طبری میں مرقوم ہے۔

اقل اس الی معیط و رسول اللہ صلعم عند الکعبۃ فلو ی  
قوله فی عنقه وحقۃ حقا استدیدا مقام ابوبکر  
حلمہ فوضع یدہ علی سکتہ مددعہ عن رسول اللہ  
صلعم قال ابوبکر یا قوم اتصلوا بحلوان رسول  
رئی اللہ۔

انحضرت صلعم۔ عامہ کعبہ میں سار پڑھ رہے تھے عقیقہ بن معیط الاموی آپ  
اوس نے اپنی یاد کو آپ بیٹھ کر رہی کے ایسا مایا اور جب آپ بھی ہیں  
گئے تو یاد کو آپ کی گردن میں ڈال دیا اور پیچ پر پیچ دیے شروع کئے  
یہاں تک کہ ٹری سختی کے ساتھ آپ کا دم رگنے لگا۔ حضرت ابوبکر نے پیچھے  
سے آگئے۔ ایسے ہاتھ اوس یاد میں ڈال کر آپ کی گردن سے اُسے جدا کر دیا اور

کہا اوس ہے اب قوم کے لوگوں۔ تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو کتنا ہے حلیم و ابرار و دگوار ہے۔ طبری

اس روایت میں امام ابن القیم زاد المعاد جلد ۱ ص ۲۹۷ میں آنا اصنافہ اور فرماتے ہیں کہ یہ دیکھ کر حیدر تر حضرت  
ابوبکر سے لپٹ گئے اور انکی خوب زد و کوب کی۔ رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۴۱

جب ان مصائب پر بھی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خالص تبلیغ اور تعلیم دین الہی کی  
خدمات میں دیکھی کمی تھیں کی اور اپنے بے مثال عزم و استقلال سے اون میں ویسے ہی مصروف رہے۔ تو ان بدعقلوں اور  
کوثر اندیشوں نے اپنی جمالت و مصلالت کے تقاضوں سے جناب رسول خدا کو تبلیغ اسلام سے روکنے اور بار بار رکھنے کے  
لئے دیادہ شروت و مال کی ترغیب و تحریص کا ذریعہ سوچا۔ اس بناء کہ وہ حقیقت نا تناس سمجھے تھے کہ تبلیغ و توسیع اسلام  
میں آپ کی یہ تمام سعی و کوشش اور کرد و کاوش (نمود بانہ) حصول نام و نمود اور وصول دولت و ثروت پر مبنی ہے اس لئے  
انہوں نے یہ مجلس مستور منعقد کی۔

کفار قریش اور انحضرت صلعم کو تبلیغ اسلام  
سے باز رکھنے کی ترغیب و تحریص

ابن ہشام کی تحقیق میں یہ مجلس مستور حضرت حمزہ کے اسلام لانے کی  
بعد منعقد ہوئی۔ اس کا محرک عبید بن جحش تھا جو رسائے قریش



میں ایک مرد متاثر ہوتا تھا۔ پناہ میں ہشام لکھتے ہیں

ان عتہ بن ربيعة وكان سيد اقال يوما وهو حائس  
في مادي قریش ورسول الله صلى الله عليه وآله وسلم  
حائس في المسجد وحده يا معشر قریش الا اقام الى  
عقد في اكله واعرض عليه امور العله نقل بعضها  
في عطية ايها وكيف عما ذلك حين اسلم حمزة و  
اوصح رسول الله صلعم يكتروا ويبدوا  
فقال نعم يا ابا الوليد فمر اليه فكله -

جاءوا من سے ماقین کرو۔

اب اصل واقعہ شرح پیش ہوا اور جو گفتگو عتہ اور جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان واقع ہوئی۔ وہ ابن ہشام کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

فقال اليه عتبه حتى جلس لي رسول الله صلى الله عليه  
والله وسلم فقال يا ابن ابي ابل ما حيت قد علمت من  
السلطة في العسيرة والمكان في البيت وابل قد اتيت  
قومك يا معظيم فرقت به حماعتهم وسعمت به  
احلامهم وعنت به الهتهم وديتهم وكفرت به  
من مضى من ابا انهم فاسمع مني اعرض عليك اموا  
انظر فيها العلك تغل منها انصها قال فقال رسول  
الله صلى الله عليه وآله وسلم قل يا ابا الوليد سمع  
قل يا ابن اخي ان كنت امانتيك بها حثت مر هذا  
الامور ما لا حصنالك من اموالنا حتى تكون اكثر اموالنا  
حتى ندرت منه فانه رما يرد به قس فاسود ما علينا  
حتى لا تقطع امرادنا وان كنت نريد به ملكا ملكناك  
عليما ان كان هذا الذي ياتيك ربا تروا لا نستطيع ر  
عن همتك طلبناك الطل ويد لنا فيه اموالنا حتى ندرت

عتہ بن ربيعة جو قریش کا سردار تھا ایک دن اکابر قریش کے ساتھ  
اور جس اتفاق سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد الحرام میں تشریف  
دیا تھے عتہ نے قریش کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر آپ لوگوں کی رات  
تو میں اس وقت تمہارے پاس جاؤں ان سے ماقین کروں اور عتہ لہو جرح  
میں نے سوچے ہیں ان سے پیش کروں۔ شاید وہ میرے کسی اور کو  
قول کر لیں تو عتہ یا بل حال ہے ہلوگوں کو ان کی طرف سوغات  
ہو جائے۔ اسے متفق ہو کر کہا ہاں اے ابا الولید (عتہ کی کنیت)

عتہ وہاں سے اٹھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا  
اے میرے بھتیجے تمہارا شمار بہن لگو میں ہوں اور ہم تمہاری قرابت اور نسب  
سی سے خوب واقف ہیں لیکن تم نے تو قوم کی قوم کو ایک اور غلط  
کردیا ہے اور کی تمام جماعتوں کو متفرق کر دیا ہے اور کواشتمہد کو تو جو  
سایا۔ اس کے منہ کو کوب عیب لگایا اور کواشتمہد کو کوب عیب لگایا اور کواشتمہد کو  
غلط ٹھہرایا لیکن تم اگر میری بات کو سنو تو میں یا نبی جو تیرے کوبہ امور تمہارے  
یا نبی میں گردن تیار دایں سے کوئی امر تمہیں سیدہ آجادی تو طریقیں کیلئے  
سترو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تم کو میں ضرور سنو لگا عتہ لہو  
اے میرے بھتیجے۔ اگر ان امور سے تمہاری عرض مال و دولت کا جمع کرنا ہو  
تو تم کو اس قدر مال و دین کہ میرے لوگوں میں تم سے زیادہ مالدار ہو جاؤ۔  
اور اگر ادا کے درمیان سے تم کو اپنا تیرا اقتدار پانا ہے تو ہم سے کہو ہم تم کو  
بنا معتر علیہ اور مقتدر مالیں اور پھر ہم میں سے کوئی خود واحد تم سے متربانی  
کر کے۔ اگر تم کو حکومت کا چال ہے تو ہم تم کو اپنا پادشاہ اور عالم تسلط  
اور اگر تم اس کے متعلق ایسی طبیعت میں عرض کا حج پاتے ہو تو ہم سے کہو ہم

مہ ماہدہ رما علی لتابع علی الوحل حتی یلداوی مہ او  
 کما قال لہ عتہ اذ اوج عتہ و یسول اللہ علیہ والہ و  
 تسع مہ قال قد اوجت یا مالولید قال عرفت  
 یا استمع می قال اقل فقال لہم لہم الرحمن الرحیم  
 حکمہ تبیل من الرحمن الرحیم کتاب فصلت الیائہ  
 قرأنا عتہا لقوم یلمون لیستروا نذیلہا عوصا کثر  
 فہولاء یسعون وقالو لہ ما فی اکۃ مہاند عیالید  
 ثم مصی رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ و سلم  
 یقرہا علیہا علیہا سمعہا مہ الصت لہا والقی ید  
 حلف طہرہ و عتہ اعلیہا لیسع مہ قرأ فی رسول  
 اللہ صلعم الی السجدۃ مہا صحتہ قال قد سمعت یا  
 مالولید یا سمعت مات و داک مقام عتہ الی صحتہ  
 فقال بصیرہ لیسع تحلف ما لہ لعد حاکہ اور مالولید  
 تیر الوحہ الذی ذہب بہ علیا حلس لیہو قال مالولید  
 یا مالولید قال ورائی ائی سمعت و لا واللہ یا سمعت  
 مثاہ قظ واللہ ما ہوا الشعر و لا ما لیسع و لا ما لکما  
 یا مہر قرئت ا طبعوا و ا جملوہا و ا جملوہا  
 ہذا الوحل و لیس ما ہورہ ما عتہ لہ فواللہ لیکون  
 لقومہ اللہ مہ ما مان فقندہ العرب فقد کھنقوہ  
 وان ظہر علی العرب و ہذا ملک و عریہ و عریہ و کما تم  
 اسعد الناس مہ قالو سبحان اللہ یا مالولید لہ  
 قال ہذا ارائی فیہ ما صعو اما لہ العکر

تماری نے کسی حکیم و طبیب کو کتابیں کرا لیں اور ایسے مال و سرمایہ تمہارا علاج  
 کرا دین اور تم کو مدت و صحیح المزاج کرا لیں۔ العرض۔ عتہ کو صحت کرا دینا  
 وہ کہہ چکا۔ اور صاحب و سوتہ صلعم اسکی تمام باتوں کو سچے کچے جواب نے  
 دیا اے مالولید تم ایسی باتوں کو تمام کر چکے عتہ کو لایا ہاں آئیے کیا کچھ دیکھ  
 سکتے کچھ شس بو عتہ نے کہا ہاں کئے آئیے دیا یا لیلہ الرحمن الرحیم۔  
 حمادہ و مان حملہ رحمان (ادور) رحم کے حضور سے صادر ہوا جو قرآن  
 کتاب ہے جس کی باتیں رہاں علی بنی ہاشم و لوگوں کے لئے تفصیل کچھ  
 سناں کر دینگے ہیں داسے والوں کی جو تنودی ہو لگی جو تحریریں سناؤ  
 زکرو ملک و ملک و ملک اور ایسی کتبوں نے موہو کر لیا اور وہ (اسکی)  
 سنتے ہی میں (اور اسے) جمع کر لو گے یہی کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف تم  
 ملائے ہو۔ ہمارے دل تو اس سے پروں میں ہیں؟

یہاں تک کہ اب رسول خدا صلعم پڑھتے چلے گئے اور وہ بنی ہاشم  
 محبت خدائی ہوئی کہ عور سے کیے اپنے ہاتھوں کو پیچھے کر کے بیچے باہر لیا  
 اور شیخا سنا رہا۔ یہاں تک کہ اب نے مقام عتہ پر پہنچ کر سہو کیا کھڑو  
 اوٹھو تو قرابا سے اوولید نے اس لیا جو کچھ سنا تھا اسی سے تکرار کر کے  
 کر لیا ہے اور یہ کلام کیا ہے یہ کہ عتہ وہاں سے مائل حوس اوٹھا اور لوگو  
 کے ماؤں میں چلا عتہ کو آتا دیکھ کر اوس سے صلعم نے صلعم سے کہا کہ قسم دے  
 اوولید کا ہرہ تیرا سوقت کے مقابلہ میں معلوم ہوتا ہے حوس و ہما  
 پاس سے گئے تھے اس آئینہ عتہ اگلیا اور بیٹھ گیا۔ قرئت نے یوحنا ہاں  
 اے اوولید اب تمہاری کیا رائے قرابتی عتہ کو لایا تم اگر میری رائے کو کرنا  
 تو قسم دے کہ میں ہی میرے جلاتا ہوں سب میں نے اسٹک کھینچ  
 سٹی تھی اور لکی قسم وہ تیرے اور ہچہ۔ یہ وہ سکون ہے وہ لوٹنا  
 ہے اور تیرے عتہ ہے۔ کہا لی ای عمر قرئت میری باتوں کو سونو میری رائے

چلو۔ تو اس شخص سے اور اس کے امور سے مائل کارہ کش ہو جاؤ کیونکہ جو غیر میں اس شخص سے نہیں آیا ہوں وہ صرف عربین اور رشتہ  
 اہل عرب آئیے اس شخص سے سمجھ لیں گے اور تمہاری مراحت کی ضرورت ہوگی۔ اور اگر یہ شخص اہل عربہ غالب آگیا تب بھی تمہارے حسب وادہ ہوگا  
 کیونکہ اس کا ملک تمہارا ملک ہوگا اور اسکی عورت تمہاری عورت العرض تمام دونوں حالتوں میں حوس قسمت ہوگے یہ کہ تمام لوگ کسے لگے اور مالولید

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان کا حاوی ہم پر بھی چل گیا۔ غنتہ نے کہلات یہ ہے کہ میں نے اسی راے کدھی بات کو جو اچھا معلوم ہو وہ کرو۔

## ہجرت حبشہ۔ نبوت کا ساتواں سال

کھار قریش کو اسلام کی مخالفت میں باکامیابی پر باکامیابی پہنچی جاتی تھی حضرت حمزہ کے اہل لام لانے سے وہ شکستہ خاطر ہو رہے تھے کہ عتبہ کی سفارت کا بغیر نتیجہ دیکھ کر ان کا سوہات کا دل سٹھی بھرکا ہو گیا۔ ان تیرہ قلوبوں کو اسلام کے انوار حقیقت کی روشنی بخوڑی تھوڑی معلوم ہونے لگی تھی اور وہ براۃ العین اسکی معجزہ صداقت کے مشاہدات کرتے جاتے تھے لیکن حجاب کی سیاہی اور صلات کی تیرگی انکی خط تھدیر سنی ہوئی تھی۔ اور فطرتی برجی اور شفاوت بصر کی لکیر پر تھی۔ ان مشاہدات کے بعد بھی اسلام کی مخالفت میں انکی تمککاری اور خونخواری موقوف نہیں ہوئی بلکہ بجلا اسکی انکی جو روح فساد و ظلم و ایدا اتنی تڑپ گئی کہ آخر کار خدا و رسول کو عرب مسلمانوں کی حفاظت جان و مال کا خاص طور پر انتظام کرنا پڑا۔ ابن ہشام اور طبری کہتے ہیں۔

حاج رسول خدا صلعم نے ارثا و کیا کہ تمہارے لئے ستر ہے کہ یہاں سے ملک حبشہ کی طرف چلے جاؤ کیونکہ وہاں کا ناساہ رحمدلی اور انصاف ہے اور اسکی حکومت میں ایک کو دوسرے پر ظلم کر سکی مطلق محال ہیں اور اسکے ملک والے بھی سچے ہیں اور متدین۔ تم لوگ وہاں قیام کر دو تا وقتیکہ خدا ویر عالم تمکو ان مصائب سے مخلصی عطا فرمائے ارشاد کے مطابق مسلمانوں کی ایک معتد بہ جماعت غنتہ و سادہ خوف سے

مقال (السی صلعم) لہم لو خرجتم الی امر ص الحنہ وان تھا ملک لا یظلم عندہ احد وھی ارض صدق حتی یجعل اللہ لکم رجاء ما انتم فیہ فخرج عبد اللہ المسلمین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و الی امر ص الحنہ محافۃ اللہ و صول الی اللہ مدینہم و فیہم فکانت اول ہجرت فی الاسلام ص ابن ہشام

اور صال کی محافظت دیں کے خیال سے ہزار اختیار کر کے ملک حبشہ کی طرف چلی گئی۔ اور یہ اسلام میں پہلی ہجرت تھی۔ ملک حبشہ کو اہل عرب سے حبشی قریش اور تعلق تھا وہ ظاہر ہے حبش قریش کا قدیم مرکز تجارت تھا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ منجملہ اہل حبشہ کے مکہ کا نفیس مال اور بہت ثروت تھوڑا تھا خصوصاً رنگا ہوا چمڑا مکہ اور عموما تجارت کی حاصل تھا۔ اور کتابوں سے بھی نامت ہوتا ہے کہ مکہ اور شام سے جو مال تجارت کے لئے حبش کو جاتا تھا وہ علی الاکثر چمڑا ہی ہوتا تھا۔

اہل عرب حبش کے بادشاہ کو نجاشی کہتے تھے۔ نجاشی حبشی زبان کے لفظ نجاش کی تعریب ہے جسکے معنی رہا حبش میں بادشاہ کے ہیں۔ موجودہ نجاشی (شاہ حبش) کا نام اٹھم تھا۔ تجارت کے کار و بار اور ہمیشہ کی آمد و رفت اہل عرب کو حبش کے تمام حالات معلوم تھے۔ اس لئے مطلوبین اسلام نے آنحضرت صلعم کے اس فرمان کو جو تھوڑا سا مکہ و حبش کی حفاظت جان و مال پر مبنی تھا اسے رجیم قبول کر لیا۔

سب مسلمانوں کا ملکا ایکجا مصلحت وقت نہیں تھا۔ اس لئے صحابہ کو دوبار ہجرت کرنی پڑی۔ ایکجا گیا اور  
آرمیوں کا قافلہ گیا۔ شعلی صاحب نے مفصلہ مل صحابہ کے نام دیے ہیں۔

(۱) حضرت عثمان مع اپنی زوجہ محترمہ رقیہ (۲) عتقہ مع اپنی زوجہ سلمہ نامی و سیر ابو جریفہ نامی (۳) ربیع بن العوام  
(۴) مصعب بن عمیر (۵) عبدالرحمن بن عوف (۶) ابوسلمہ مخزومی مع زوجہ ام سلمہ نامی (۷) عثمان بن مظعون (۸) عامر  
بن ربیعہ مع زوجہ لیثی نامی (۹) ابورزہ بن ارحم (۱۰) حاطب بن عمرو (۱۱) سہیل بن بیضا (۱۲) عبداللہ بن مسعود۔

تھوڑے ہی دنوں کے بعد دوسرا قافلہ بھی روانہ ہوا۔ اس میں تقریباً ۷۰ یا ۷۵ آدمی تھے انکی تاخیر ہجرت کی وجہ  
انکی عسرت و مادیاری تھی کہ وقت یزاد و لاصلہ کا سامان مہیا نہ ہو سکا۔ ان حملہ حضرت کے نام ابن ہشام نے جس  
تفصیل سے لکھے ہیں وہ ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت عثمان اور انکی زوجہ حضرت عقبہ (۲) عمران سعید بن عاص اور انکی بی بی فاطمہ بنت مطعون (۳) خالد بن  
سعید بن عاص اور انکی بی بی امینہ یا ہمینہ نامی قبیلہ بنی امیہ سے اتنے آدمی تھے قبیلہ بنی ہاشم سے (۴) حضرت  
جعفر بن ابی طالب اور ان کی بی بی اسماء بنت عیسٰی بنی اسد بن خزیمہ سے (۵) عبداللہ بن جحش (۶) عبید اللہ بن  
جحش اور انکی بی بی ام حبیبہ بنت ابی سفیان (۷) قیس بن عبداللہ اسدی اور انکی بی بی کربہ بنت یسار غلام ابوسفیان (۸)  
محقیب بن ابی فاطمہ بنی عبد شمس سے (۹) ابو جریفہ بن عقبہ (۱۰) ابوموسیٰ الاشعری حلیف آل عتہ توفل بن  
عبد مطلب کے قبیلہ سے (۱۱) عتہ بن غزو ان بنی اسد بن عبدالغزی کے قبیلہ سے (۱۲) نیرید بن ربیعہ (۱۳) عمران بن امیہ  
بنی عبد قیس سے (۱۴) طیب ابن عمر بنی عبدالدار سے (۱۵) مصعب ابن عمیر (۱۶) سویرطس ہاشم (۱۷) جہم بن سہیل  
عقیقش بن عامر (۱۸) عامر بن ابی وقاص (۱۹) خرمیہ بنت حم (۲۰) الوالد بن عیمر (۲۱) قراس بن النضر (۲۲) بنی زہرہ  
عبدالرحمن بن عوف (۲۳) عامر بن ابی وقاص (۲۴) ابی وقاص مالک ابن اھلب (۲۵) مطلب بن زہرہ اور انکی بی بی طہ  
بنی ہذیل سے (۲۶) عبداللہ بن مسعود (۲۷) عقبہ بن مسعود (۲۸) مقداد بن اسود (۲۹) بن زہرہ سے (۳۰) حرت ابن خالد  
اور انکی بی بی رطلہ (۳۱) عمر بن عثمان بنی مخزوم سے (۳۲) عبدالاسید اور انکی بی بی ام سلمہ (۳۳) شماس عثمان بن عبد  
(۳۴) ہبار بن ہمصان (۳۵) عبداللہ بن سفیان (۳۶) ہشام بن ابی جریفہ (۳۷) سلمہ بن ہشام (۳۸) عیاش بن ربیعہ  
(۳۹) حلیف بنی مخزوم سے معتب ابن عوف (۴۰) بنی جمح سے عثمان بن مظعون (۴۱) سائب ابن عثمان (۴۲) قدام  
بن مظعون (۴۳) عبداللہ بن مظعون (۴۴) حاطب بن حرت اور انکی بی بی فاطمہ بنت بحال (۴۵) محمد بن حاطب (۴۶) حرت بن  
حاطب (۴۷) حاطب بن حرت اور انکی بی بی فاطمہ بنت یسار (۴۸) سفیان بن عمرو (۴۹) جابر بن سفیان (۵۰) جادہ بن سفیان اور  
ان کی بی بی حنینہ (۵۱) الیہ مادی بھائی بن حنبل بن جریفہ (۵۲) عثمان بن ربیعہ بنی سہم سے (۵۳) حنینس بن طوافہ (۵۴)  
عبداللہ بن حرت (۵۵) ہشام بن عاص بن وائل (۵۶) عاص بن وائل (۵۷) بنس بن غزافہ (۵۸)  
ابوقیس اس الحرت (۵۹) عبداللہ بن خذافہ (۶۰) حرت بن الحرت (۶۱) معمر بن الحرت (۶۲) لیس بن حارت

(۶۳) سعید بن عمر (۶۴) عمر بن خطاب (۶۵) بنی زبیدہ و حمیدہ بن الحارث بن عدی بن کعب سے (۶۶) عمر بن عبدالمطلب (۶۷) عروہ ابن عبدالمعری (۶۸) عدی بن نضلہ (۶۹) نعمان بن عدی (۷۰) عامر بن عدی اور ادنیٰ کی بی بی ہیلی (۷۱) بنی عامر بن لوی سے۔ ابو سیرہ بن ابی الزہم اور ادنیٰ کی بی بی ام کلثوم بنت سہل (۷۲) عبداللہ بن خثعمہ (۷۳) عبداللہ بن سہیل (۷۴) سلیمان بن عمر (۷۵) سکران بن عمر اور ادنیٰ کی بی بی سودہ بنت زمعہ (۷۶) مالک بن زمعہ اور ادنیٰ کی بی بی عمرہ بنت السدی (۷۷) ابو جابر بن عمر (۷۸) سعد بن خولہ (۷۹) بنی حارث بن فہر سے ابو عبیدہ الجراح (۸۰) سہیل بن یقیار (۸۱) عمر بن ابی سرح (۸۲) عیاض بن یسیر (۸۳) عمر بن الحارث (۸۴) عمر بن عبدغفم (۸۵) سعد بن عبدغفیس (۸۶) الحارث بن عبدغفیس اس ہشام نے قتلہ تو اسی کی لکھی ہے لیکن نام گم گئے ہیں چہا سی کے۔ غالباً اونھوں نے حلیف اشخاص کے ناموں کو تسمائیں کیا ہے اور اسی طرح تنویروں کے ساتھ ادنیٰ کی بی بیوں کے نام بھی لکھ دیے ہیں مگر انکو بھی تسمائیں کیا ہے یہ خواتین تھیں اٹھارہ آتی ہیں ان دونوں مجموعہ سے حصرات مہاجرین حبشہ کی کل تعداد ایک سو چار معلوم ہوتی ہے۔

مولوی تہیل صاحب بہت صحیح لکھتے ہیں کہ عام موفض کا خیال ہے کہ ہجرت اونھیں اوگون نے کی جبکہ کوئی حافی اور مددگار نہیں تھا لیکن فہرست مہاجرین میں ہر درجہ کے لوگ نظر آتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ ہی امیدہ سے تھے حوسے زیادہ صاحب اقتدار (مالدار) خاندان تھا۔ متعدد بزرگ مثلاً زبیرؓ اور مصعبؓ خود آنحضرت صلم کے خاندان سے تھے عبدالرحمن بن عوف اور ابو سیرہ معمولی بزرگ نہیں تھے۔ اس بنا پر زیادہ تر قیاس یہ ہے کہ قریش کے ظلم و ستم سکیوں پر چڑ نہ تھے بلکہ بڑے بڑے خاندان والے بھی ان کے ستم سے محفوظ نہ تھے۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ سب سے زیادہ مظلوم تھے اور جبراً لگا کر دل کے بستر پر بیٹھا رہنا پڑتا تھا یعنی حصرت مالال۔ عمارہ۔ یا سر۔ و غیرہ۔ ان لوگوں کے نام مہاجرین حبشہ کی فہرست میں نہیں پائے جاتے۔ ہا تو انکی بے سرو سامانی اس حد تک پہنچی تھی کہ سفر کرنا ہی دستور تھا۔ یا یہ کہ ورود کے لذت آشنا تھے۔ اور اس لطف کو چھوڑہ سکتے تھے۔ ولم زحور تو اسودہ است و می نالم کہ غیر فی نیر ذلذلت خدنگ تراہ۔

ملک حبشہ میں مہاجرین کا واقعہ انفا قریش ایسے کیا تھے جو مسلمانوں کی کسی نقل و حرکت کی خرابی تھے اور خموش رہ جاتے۔ مہاجرین کی روانگی کی جہالت ہی قریش کا ایک دستہ اس قصد دارا وے سے فوراً روانہ ہوا کہ چاہیو الوں کو راستہ ہی میں گرفتار کر لیا جاوے لیکن جب تک یہ یونین نہ ہو چکے ہیں مہاجرین کشتی پر سوار ہو کر ساحل سے روانہ ہو چکے تھے۔ اس لئے تعاقب کر نیا لے لگا میا۔ و ایس آئے۔ لیکن ماکامی اور حرمی کے بعد بھی وہ اپنی چالوں سے باز نہ رہے۔ حسیا کہ ہمت حلد بیان ہوتا ہے۔

۱۰۰۰ عامان رسالت میں ریر مصعب آپ کو یاد آئے اور جعفر اس انی طالب کا نام بالکل فراموش ہو گیا۔ حالانکہ مصعب کے لڑکوں اور اصیاط کے صاحبزادوں میں جو ذوق یہودہ دیا جاتی ہے اور ان میں سے ماغبیاء علامہ لکھی آنحضرتؐ کیساتھ جتنی قربت ہو وہ جلی حسیا کی اور یہ قلمی سو حسیب میں سکتی۔ الموقوف

مہاجرین کو نجاشی شاہ حبش نے اپنے ملک میں مہارت اکرام اور امن و امان سے رکھا۔ اور کامل طور پر انکو مذہبی آزادی عطا کی۔ ابن جہشام حضرت ام المومنین ام سلمہ کا یہ قول خود انکی زبان فی نقل کرتے ہیں۔

لما سلمنا من الحبشة حاورنا لها حير حار العاصي  
الاساعلى ويدا وعدنا الله تعالى لا ودي ولا قسم

منذنا نكرهه يرفا من مہتام ص ۱۱۵  
دیکھتا تھا اور نہ ہم کوئی کدوہات سنتے تھے۔

شعبي صاحب مہاجرین کے آئندہ واقعات لکھتے ہیں۔

نجاشی کی مدولت مسلمان بہت میں امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے لیکن قریش یہ غرض میں کس کس چیز کو بیچ و باب کما تھے آخر یہ رائے پھیری کہ سفارت بھیجی جائے کہ ہمارے محرموں کو اپنے ملک سے نکال دو عبداللہ بن ربیعہ اور عمر بن عاص (دفاع مصراہ) کام کے لئے منتخب ہوئے نجاشی اور اسکے درباریوں میں ایک ایک کے لئے گران مہمانتھے مہیا کئے گئے امام احمد بن حنبل کی مسند میں مسند اہلبیت کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ تحفہ نبی علی الاکثر ملکہ کا مشہور طرہ تھا۔ غرض نہایت مسرور سامان سے یہ سفارت بھیجی گئی اور فائدہ ہوئی۔

یہ سفر اربعہ نجاشی سے پہلے درباری پادریوں سے ملے اور انکی خدمت میں تدریج میں پیش کیں اور کہا کہ ہمارے جینا زادوں نے ایک میانہ باب ایجاد کیا ہے ہم نے انکو نکال دیا۔ تو آپ کے ملک میں بھاگ آئے۔ کل ہم با و شاہ کے دربار میں چودھا پیش کیں تو آپ بھی ہماری تائید فرمائیں۔

نجاشی کے دربار میں قریش کی اہل  
اسکی تردیدیں حضرت جعفر کی تقریر  
دوسرے دن سفر اور مار میں گئے۔ اور نجاشی سے درخواست کی کہ ہمارے  
جرم ہمارے حوالے کر دیئے جائیں۔ درباریوں نے بھی تائید کی۔ نجاشی  
نے مسلمانوں کو بلا بھیجا۔ اور کہا کہ تم نے یہ کون سا دین ایجا دکیا ہے جو

تقریرت اور بت پرستی دونوں کے مخالف ہے۔

مسلمانوں نے اپنی طرف سے گفتگو کرنے کیلئے حضرت جعفر حضرت علی کے بھائی کو انتخاب کیا۔

سفر اربعہ قریش کی تردیدیں حضرت جعفر نے نجاشی کے سامنے یہ تقریر کی۔

ایہا المملک ہم لوگ ابک جاہل قوم تھے۔ تلو جتے تھے مردار کما تے تھے۔ بدکلیان کرتے تھے ہمسایوں کو شامتھے۔ بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا۔ قوی لوگ کمزوروں کو کما جاتے تھے۔ اس آئنا میں ہم میں ایک شخص پیدا ہوا جسکی تیراف اور صدق و دیانت سے ہر لوگ پہلے سے واقف تھے اس نے ہکو اسلام کی دعوت دی اور یہ سکھایا کہ ہم  
یتیموں کو پوچھا چھڑوین بیچ بولیں۔ خونریزیوں سے بار آئیں یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ ہمسایوں کو آرام دین عقیف عتوں



برہنہ نامی کا واقعہ لگائیں۔ سناڑ پڑھیں۔ دوسرے رکبین۔ نکلوۃ دین۔ ہم اوسپر ایمان لائے۔ شہرک اور پست پیٹی جھوڑی۔ اور تمام اعمال بد سے باز آئے۔ اس حرم بھاری قوم ہماری عالمی دشمن بن گئی۔ اور اب ہمارے محو کرتی ہے کچھ اوس کی گمراہی میں دلائل حجتیں نفاشی نے کہا جو کلام ہمارے پیغمبرؐ پر آتا ہے کہ میں نے پڑھو۔ حضرت جعفر نے سورہ مہم کی چند آیتیں بتائیں۔ نفاشی برقت طاری ہوئی۔ اور اکھنوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر کہا کہ مذکی قسم یہ کلام اور انجیل ایک چرخ کے یروڑ ہیں یہ کلمہ سراسر قریش سے لکھا کہ تم واپس جاؤ میں ان مظلومین کو کبھی واپس نہ دوں گا۔

دوسرے دن عرصہ ص نے پھر دربار شاہی میں رسائی حاصل کی۔ اور نفاشی سے کہا حضورؐ آپ کو بھی معلوم ہے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہیں؟ نفاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا کہ اس سوال کا جواب دینا لوگوں کو ترود ہو کہ حضرت عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونے سے انکار کرتے ہیں نفاشی عیسائی ہے۔ ناراض ہو جائیگا حضرت جعفر نے کہا کچھ ہو۔ ہم کو سچ بولنا چاہیئے۔ غصہ یہ لوگ دربار میں بلائے گئے۔ حاضر ہوئے تو نفاشی نے یونہی تلک حضرت عیسیٰؑ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہو حضرت جعفر نے کہا ہمارے عیسائی بتلایا ہے کہ عیسیٰؑ خدا کا سدا اویم اور حکمۃ اللہ ہے نفاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا لیا اور کہا واللہ جو تم نے کہا عیسیٰؑ اوس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ مہین۔ بلا رہے ہو دربار میں موجود دیکھتے نہایت مزیم ہوئے۔ نیتھوں سے خرخرات کی آواز آئے لگی۔ نفاشی نے اونکے غصہ کی کوئی پردہ اندکی اور فرشتہ کے سفیر بالکل ناکام واپس آئے۔

اس اتنا میں کسی دشمن نے نہ سہائی کے ملک پر حملہ کیا۔ سہائی اوس کے مقابلہ کے لئے نو دیکھا عہدہ نے مستورہ کیا کہ ہم میں سے ایک شخص جائے اور نہ بھیجتا رہے۔ اگر ضرورت ہو تو ہم بھی سہائی کی مدد کے لئے آئیں۔ حضرت زبیرؓ اگر عیب سے کہ سن تھے لیکن انھوں نے اس خدمت کے لئے اپنے کو پیش کیا۔ شہرک کے سہارے دربار میں بیٹھ کر زندگی میں بیوی بچے۔ اور صحابہ نفاشی کے لئے خدا سے دعا سے فتح کرتے تھے۔ چند روز کے بعد رسیسہ واپس آئے اور خوشخبری سہائی کہ سہائی کو خدا نے فتح دی۔

یہاں تک حالات لکھ کر پہلی صاحب نے عیسائی مصنف مسٹر مارگولوس کا اعتراض عبارت حاتم میں لکھا ہے۔ مارگولوس نے ہجرت پیش کی بھی بڑی نازک اور دور اندیش و حدتلاش کر کے یہ لکھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں کو تشریف لے کر مدینہ میں پہنچے اور یہ پہلے سہائی کا کہہ کے گرانے کے لئے ابراہیمہ الاشترؓ کو آیا تھا وہ جوش ہی کا تھا۔ اس لئے انھوں نے چاہا کہ بادشاہ حبش سے سازش کر کے اوسکو مکہ پر حملہ کر کے نیک تر غیب دین تاکہ قریش کا دروڑ ٹوٹ جائے۔ اس عرض سے ہجرت کا سنا کر کہ آپ نے اصحاب کو معین بھیجا لیکن پھر سمجھے کہ نفاشی اگر مکہ میں آیا تو مکہ پر قبضہ ہو جائیگا۔ محکم کیا بات آئے گا۔ اس سنایا اس ارادے سے مار رہے۔ یہ بالکل بے ثبوت بات ہے۔ صرف بے ثبوت کہہ دے سے بے ثبوت ہو سکتی دلیل قائم نہیں ہوتی۔ آئین کوئی کلام نہیں کہ اس متعصب عیسائی کو

وہ سوچتی جو حقیقتاً مشرکین کو بھی نہیں پہنچتی تھی لیکن مارگو لوس کو اس سے غویا نہ وہم و قیاس کی کوئی شک نہ کوئی سوچا میش کرنا ضرور تھا جیسا کہ اس سے فیصلہ دینے والے ایسی اکثر غلط فہمیوں کے ثبوت میں ضعیف اور موضوع مرویات اسلامی پیش کیے ہیں۔ اگر اسلامی مسئلہ کے پاس اسکی تائید میں موجود نہیں ہے۔ تو اسکی یہ تقریریں نہ ہمارے لئے قابل توجہ اور نہ ہم اسکے ذمہ دار ہیں۔ جب مارگو لوس نے کوئی سند پیش نہیں کی تو تعصب و لغایت کے سوا اس کے اس مجبور قیاس کی کوئی دوسری وجہ نہیں ہو سکتی۔

## حضرت عمرؓ کا اسلام لانا تہ ثبوت

مشرکین قریش اپنی ناکامی اور اسلام کی کامیابی اور ترقی کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ لیکن اپنی جہالت و غفلت سے ہٹتے نہیں تھے۔ لہذا اسلام نے قریب قریب ادن تمام سب سے کاروں کے گھروں میں اپنی روشنی پہنچا دی تھی لیکن انکی سب سے بڑی تباہی انکو اسکے احساس سے محروم رکھے تھے حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے وہ دل شکستہ ہو چکے تھے عمرؓ کی سعادت ہمیشہ بھی پیام باس لائی تھی کہ یکایک ایک تازہ مصیبت۔ یک لشہر و وشد کی صورتیں نمایاں ہونی شروع کی انکو سوتے جاگتے کوئی امید تھی اور نہ توقع یہ مصیبت حضرت عمرؓ کا مشرف باسلام ہونا تھا حضرت عمرؓ کی مخالفت اسلام معمولی نہیں تھی۔ انکی مخالفت کا اثر مظلومین اسلام کے دائرے میں جاریہن طرف پھیلا ہوا تھا۔ خصوصاً بجاری اور یکس مسلمان کثیران نے بس انکی زد و کوب سے اگرچہ نہیں تین تین قمر کے بالکل قریب ہو چکے تھے تین ایسے شدید دشمن اسلام کو رام کرنا قدرت ہی کا کام تھا۔ سب علی صاحب مفضلایون رقمطراز ہیں۔

حضرت عمرؓ کا تیسواں سال تھا کہ آفتاب رسالت طلوع ہوا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسعود ہوئے حضرت عمرؓ کے گھر میں نرید کی وجہ سے توحید کی آواز نا مانوس نہیں رہی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے زید کے بیٹے سعید اسلام لائے۔ زید کا نکاح حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ سے ہوا تھا۔ اس تعلق سے فاطمہ بھی مسلمان ہو گئیں۔

اس معاملہ میں ایک اور معزز شخص (عمر ابن عبد اللہ) نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا لیکن حضرت عمرؓ اسلام سے ابھی تک بیگانہ تھے۔ ان کے کان میں جب یہ صدا پہنچی تو سخت رحم ہوئے۔ یہاں تک کہ قبیلہ بن جو لوگ اسلام لا چکے تھے انکو دشمن کے بلینے انکے خاندان کی کینہ تھی جس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اسکو بے حق شامارتے۔ اور مارتے مارتے تھک جاتے تو کہنے کو مے لون تو پھر بار دینا۔ لیتہ کے سوا اور جس جس پر قابو چلتا تھا زد و کوب سے ذریعہ نہ کرتے تھے لیکن اسلام کا شہر ایسا تھا کہ جسکو چڑھتا تھا اور تارنا تھا۔ ان تمام سختیوں پر بھی وہ ایک شخص کو اسلام سے میل نہ کر سکے آخر مجبور ہو کر (غزوہ بدر) جو دہائی اسلام کے قتل کا اڑا دیا۔ تلوار کر سے باندھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے۔ کارکنان قصا نے کہا

آمان یارے کہ امی خواستیم۔ راہین اتفاقا نعیم بن عبد اللہ مل گئے۔ ان کے تورو کو دیکھا تو چپا خیر ہے، ہاں کہہ کر محمد صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی طرف خود مختاری میں اور مبنوی اسلام لاچکے ہیں۔ فولے یائے اور میں کے پاس پہنچے وہ قرآن پڑھ رہی تھیں۔ انکی آہٹ پا کر چپ ہو گئیں اور قرآن کے اخراج چھپانے لیکن آواز انکے کانوں میں طرچکی تھی۔ میں سے پوچھا یہ کیسی آواز تھی بولیں کچھ بھی ہیں۔ انھوں نے کہا میں سن چکا ہوں تم دونوں متر ہو گئے ہو یہ لکھ رہی تھی سے دست و گریبان ہو گئے۔ اور جب انکی سن حیا لے کر آئیں تو انکی بھی خبری۔ یہاں تک کہاں کا سام جسم ہو لہاں ہو گیا لیکن اسلام کی محبت اس سے بالاتر تھی بولیں عمر جو بن آئے کرو۔ لیکن اسلام اب دل سے کل نہیں سکتا۔ ان الفاظ نے دل پر خاص اثر کیا حضرت عمر نے سن کی طرف محبت کی نگاہ سے دیکھا۔ انکے جسم سے خون جاری تھا یہ دیکھ کر اور بھی رقت ہوئی۔ فرمایا تلوگ جوڑ رہے تھے چمک بھی سناؤ۔ فاطمہ نے قرآن کے اخراج کر سامنے کر دیئے اور دیکھا کہ دیکھا تو یہ سورہ تھی۔

سُبْحَانَ اللَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا اَرْضٍ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ  
 انساں جو کہ ہے خدا کی تسبیح پڑھتا ہے اور صلا ہی مالک اللہ رکعت اللہ ایک ایک لفظ پر کا حضرت عمر کا دل مرعوب ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب اس آیت پر پہنچے تو اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ (مداد را دے رسول پر ایمان لاد) تو نے احتیاط کیا راوٹھے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ میں گواہی دیتا ہوں کہ سوائے خدا کے کوئی دوسرا خدا نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے رسول ہیں۔

یہ وہ زمانہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رقم کے مکان میں جو کہ صفائی کی تلی میں واقع تھا یناہ گزین تھے حضرت عمر نے آستہ مارا کہ یہ پہنچو دستک دی چونکہ شیشہ رک گئے تھے صیابہ کو توڑ دیا۔ لیکن حضرت حمزہ نے کہا۔ آنے دو و مخلصا آتا ہے تو بہتر ہے۔ ورنہ اوسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔ حضرت عمر نے قدم اندر رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود آگے بڑھے اور اونکا دامن پکڑ لے گا۔ کیوں عمر کس راوے سے آیا ہے۔ نبوت کی پر صال آواز نے انکا لگیا دیا۔ نہایت خصوص کیا تھا عرض کیا (کی) ایمان لانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدیا ختم اللہ اکبر بیکار راوٹھے۔ اور ساتھ ہی تمام صیابہ نے ملکر اس زور سے اللہ اکبر کا نعرہ مارا کہ مکہ کی تمام چیمپاں گویا بچ پٹھیں۔

سبلی صاحب کے عقیدے میں حضرت عمر کے اسلام لانے اسلام میں جان بھی آگئی اور خاص شان بھی اسلئے آپ نے اپنے قدیم طریقہ احتصار سے دست بردار ہو کر خاص طور پر یہ صلی سے کام لیا ہے لیکن تاہم اپنی خود غرضی کے اصول کو بیان بھی ترک نفرمایا۔ اصل ماخذ میں جو امور مفید مطلب آپ کے تھے اوتنے تو لکھ گئے باقی القط یہ نہ مولف کی شان ہے اور نہ محقق کا انداز بیان۔

آپ نے حضرت عمر کے اسلام لانے کی صورت اس انداز پر کھینچی ہے جس سے یہ امر پایا جاوے کہ موصوف کا اسلام لانا انکی ذاتی تحقیق اور عقل کا نتیجہ نہ تھا۔ جبکہ حضرت ابوذر غفاری ابو الطیفیل دوسی وغیرہم کی حالات و واقعات سے معلوم ہو چکا ہے۔ حالانکہ ابن ہشام آپ کے اصلی ماخذ کی عبارت اس کے خلاف حقیقت حال بتلاتی ہے اور اسکی

تصریح کو آپ بالقصد اپنے ترجمہ سے نکال دیتے ہیں۔ ابن ہشام کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے حاندان کے لوگوں نے اسلام کی تعلیم خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نہیں پائی تھی۔ بلکہ جناب بنی لاث کے واسطے سے اس موقع پر حضرت عمرؓ کے بھی راہ نمائی بزرگ تھے۔ اور حضرت عمرؓ نے بھی انھیں سے اسلام کی خوبی اور باقی اسلام علیہ السلام کے دربار رسالت تک اپنی باریابی کے متعلق مستفادت کئے تھے اور جناب بنی لاث نے انکو تسلی بخش جواب دیکر قبول اسلام اور حصول زیارت حضرت عبداللہ امیر المومنینؓ پر آمادہ اور تیار کر دیا تھا۔ ابن ہشام کی عبارت یہ ہے۔

فرجع عمر واملأ الى أحله وحتله وعندهما صاحب  
الارث معه صحيفة فيها طه يقرئها اياها ولما  
احس عمر لعيت خفاف في صدح لهما وفي بعض  
بلى تو حاب او كطركي كسي پوشيده جگہ میں مایہ چھپے۔ یا قریب کے کسی مکاں میں چھپ گئے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس حاندان میں معلم اسلام جناب بنی لاث تھے۔ انھیں کے فیضانِ تعلیم نے ان لوگوں کو مسلمان بنا دیا اتنی عبارت شہلی صاحب نے ترجمہ نہیں کی ہے۔

بہائی ہیں میں اجزائے قرآن کے دکھانے کی سبب جو مکالمات ہوئے وہ ابن ہشام کے الفاظ میں یہ ہیں۔

قال راحته اعطيتي هذه الصحيفة التي يقولون لها  
انظروا هذا الذي جاء به محمد او كان عمر كائنا فلما  
قال ذلك قالت له احته انما تحشاء عليها قال لا  
ثم افي وحلف لهما ما لاهة ليردتها ادا قرأتها اليها  
فلما قال ذلك طمعت في اسلامه فقالت له يا  
الملك تحسن على شركك والله لا يمسها الا الطاهر  
وقام فاعسل فاعطيتيه الصحيفة

کی وجہ سے اسی تک نخس ہو۔ اور اس صحیفہ کو سوائے طاہر شخص کے کوئی دوسرا نہیں چوسکتا۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اٹھ کھڑے ہوئے اور عمل لگائے تو میں نے وہ صحیفہ دیا۔

اس عبارت کو بھی شہلی صاحب نے بالکل مرقوع القلم فرما دیا اور حضرت عمرؓ کے قدیم انھماک فی الشکر اور انکی کے اخلاص فی الاسلام کے متضاد عوالم کو پیش کرنا خلافِ غیرت سمجھا۔ لیکن یہ امور انسان کی سعادت اور توفیقات سے متعلق ہوتے ہیں انھیں سببی یا سببی قرابت اور خصوصیت کا دخل نہیں ہے۔

اس کے بعد جب جناب بنی لاث نے آٹھ سے حضرت عمرؓ کو قرآن پڑھتے اور اسکی روحانی مطالب و معانی سے آری پڑھ

ہوتے ہوئے دیکھ لیا تو اکیسارگی سامنے آگئے۔ باہم جو گفتگو ہوئی وہ یہ ہے۔

فلما سمع ذلك الحباب من اذنت خرج اليها فقال  
له ما عمرو والله لا جوا ان يكون الله قد حصلك يد عوج  
مليه فاني سمعته امس وهو يقول اللهم ابدل الاسلام  
فاني الحكم من هتاسم او بعمر من الخطاب والله ما  
عمرو ولي يا حباب سلى محمد حتى اتيه واسلم فقال له  
حباب هو في بيت عبد الصغامة فيه يهرس  
اصحابه

اب حباب نے انکو (حضرت عمرؓ کو) ٹھہڑے دل سے قرآن پڑھتے سنا لیا تو  
سامنے آکر کہنے لگے ابو عمر میں حمال کرتا ہوں کہ حوالے تجھ کو میری حدیث  
و دعوت کیلئے حاصل طور پر تجھ پر فرمایا ہے کیونکہ کل ہم نے آنحضرت صلیع کو  
یہ دعوات دے ہوئے خود ساتھ کیر و در و گار تو اسلام کی حمایت الی حکم  
اس ہتاسم (ابو حبل) یا عمر من الخطاب کے دربار سے دوا کی قسم پڑا  
اور ہے یہ سننے ہی حضرت عمرؓ کو لے کر اے حباب تم اسی وقت مجھے  
آنحضرت صلیع کی خدمت میں لیجاؤ میں اسلام لاؤں حباب نے کہا کہ وہ

صلع کے پاس ایک مکان میں مقیم ہیں اور آپ کے ساتھ آپ کے جدا اصحاب موجود ہیں۔ آپ وہیں چلے جائیں اس ہتاسم ص ۱۲  
یہ عبارت بھی شمالی صاحب نے ایسی عرص حاصل سے قلم و درامدی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ حباب بن الارت  
انکی راہ راست سے لائے۔ رسول اللہ صلیع کا نشان تلاتے اور ادوں کے اسلام لانیکے اصلی محرک ہوئے۔

قرآن مجید کے روحانی اثر نے جس طرح حضرت عمرؓ کو سنبھل کر یا اوسکی کیفیت تو ابیر معلوم ہو چکی۔ اب حباب بن الارت  
الابت کی رہنمائی سے جس سہ و یاب زبایت ہوئے تو رسالت و نبوت کے تصرفات روحانی نے انکے رام کرنے میں  
حسن عملی ترکیبوں سے کام لیا۔ اوسکے نقل و ترجمہ کو بھی شمالی صاحب قلم از قلم لگے۔ بتایا حضرت عمرؓ کی کسر شان  
سمجھی گئی۔ اوسکی حقیقت آن ہتاسم کی زبانی یون ہے۔

عاد له الرجل وخص اليه رسول الله صلعم حتى  
لقية بالبحر واحد محمدا او سمع ردا آتته ترحيله  
محمدا تديلة وقال ما حالني يا من الخطاب ما اذرى  
ان تلصحي حتى يبول الله لك قارعة ص ۱۲

حضرت عمرؓ آئے۔ اجارت مانگی۔ آنحضرت صلیع کی طرف سے ایک شخص  
راہ کی اجارت دیدی آنحضرت صلیع جو انکی طرف سے آ رہے اور یہ شخص  
انکے آئے نئے کہ آنحضرت صلیع نے انھیں دیکھ لیا و بقولے ہاتھ  
نقولے انکو سہ رو کو تھا کہ سخت رو سے کھینچا اور پوچھا کیوں یہ  
خطاب آج تم یہاں کیسے آئے۔ حباب کی قسم میں دیکھتا ہوں کہ تم میں تمام باتوں کی انتہا ہو گئی اور اگر حوالے تمہیں دڑا ہوا یہاں بھوایا۔  
میں معلوم کہ حضرت صلیع کے ان چند الفاظ حباب نے بین کیسی قیامت کے روحانی اثر تھے اور آپ کے اوس متن  
دستی بین کیسی معجزہ تائخیر کی قوت مضمر تھی کہ حضرت عمرؓ سے ماد جو داتنی قدیم عداوت و خصومت کے اسی موقع پر منبر اسلام  
کے مقابلہ میں سوائے سراقگی۔ عجز نمائی اور جیس سائی کے کچھ اور نہیں پڑا۔ مندرجہ بالا سوال رسالت کے جواب میں بھی انھیں  
کر لین اور کہا۔

حتمك لا ومن الله ورسوله وبما جاء من عند الله  
کی عرض حاصل سے حاضر ہوا ہوں۔

حضرت عمرؓ کے اسامہ لائیکے متعلق اس روایت سے تو موصوف کی اینی سنی و کومتق کی جگہ۔ قدرت کی جبروت۔ رسالت کے روحانی فیوض۔ اور سچا رے خلاف دلائل اور ہمنوں کی رہنمائی بقدر مشترک شامل یہ معلوم ہوتی ہے۔ اس ناپریشلی صاحب کا ان استحقاق واقعات سے اگر یہ مدعا تھا کہ وہ حضرت عسکرا سلام لانا۔ بلا تحریک و مشارکت غیر سے ثابت کریں تو وہ اوں کے اصلی حامد کی عبادات مسدود رہے مالا کے سی طرح ثابت نہیں۔

## حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے متعلق دوسری روایت

تعلی صاحب کی قدیم عادت ہے کہ تلاش واقعات میں آپ اوس واقعہ یا روایت کو نقل کرتے ہیں جو آپ کے معیار مطلب  
 ہوتی ہیں اور ان واقعات و روایات کو جس سے آپ کا مطلب نہیں نکلتا مائل قلم انداز کر دیتے ہیں لیکن اس موقع خاص پر  
 آپ سے سخت غلطی واقع ہوئی ہے آپ نے حضرت عمر کے اسلام لانیوالے واقعات میں تاریخ ابن ہشام کی صرف پہلی روایت  
 کو تلخیص اور قطع و رسید کے بعد ترجمہ کر کے لکھا ہے اور اوس سے بیانات کو راجع کیا ہے کہ نہت عمرؓ کے اسلام لانے میں کسی  
 کی تحریکیں و ترغیب کی مداخلت نہیں تھی۔ حالانکہ اوپر کی عبارت سے دکھلا دیا گیا ہے کہ موصوف کے اسلام لانیوالے واقعہ  
 میں جناب بن لاث کی تحریک خاص طور پر شامل تھی۔ محسوس ہے کہ مشہلی صاحب کی نظر اپنے ماحذ صلی کی دوسری روایت  
 پر نہیں گئی۔ جو اس سے زیادہ ان کے معیار مطلب تھی اور اُس سے ایک گونہ موصوف کی تحقیق خاص نکل سکتی تھی۔

ابن مہتام نے غلی صاحب کی اختیار کردہ روایت کی نسبت لکھ دیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے متعلق یہ وہ روایت جو خاص میرہ کے لوگوں میں مشہور ہے۔

حصہ ۲ عمر کے اسلام لائیکے وقت کی۔ وہ روایت ہے جسکے راوی مرین کے لوگ ہیں۔

فقد الحديث الرواية من اهل المدينة عن اسلام  
عمر بن الخطاب حين اسلام

وہ روایت نقل کی ہے جو مکہ کے راویوں سے منقول و مذکور ہے  
اس سختی کہتے ہیں کہ جیسے عمائدین صحیح کی نے اپنے اصحاب عطا  
معاہد سے اور انھوں نے ایسے راویوں سے نقل کی جو کہ حضرت عمرؓ کو اسلام  
لانیکے متعلق ادنیٰ علم و دانستہ میں یقینہ گرامسا کہ جو حضرت عمرؓ کا کیا  
جو کہ میں ایام جاہلیت میں اسلام کا سخت مخالف اور ترابِ بدیہ کا سخت  
عادی تھا جو بیتیا اور بل یا کرتا تھا۔ اور کائنات ال عمر بن عبد  
عمران الخزومی کے قریب ہماری تراب دوستی کی ایک صحت گاہ قائم  
حاصلت سے حوالتان قریش جمع ہوا کرتے تھے میں ایک دن کچھ لکے

اس کے بعد ابن ہشام نے موصوف کے اسلام لایکے  
حدیثی عبد اللہ بن ابی نجیح ثقفی بن اصحاب عطاء  
ومعاہد واعتم روى ذلك ان اسلام عمرو بن عبد  
یہ عبد اللہ کان يقول كنت عبد الامام ماعدا  
و كنت صاحب الجبر في الحاهلية احمها واشهرها  
وكان لنا مجلس يجتمع فيه رجال من قلوبنا المحرو  
عبد اللہ والعمرو بن عمار المحرو وقال  
محدث ليلة اريد جلسائي اولئك في مجلسهم ذلك



قال فحسبته ولم احد فيه سهم احد اقال فقلت لوالی  
 حئت ولا ما لحما رواکان عكة بیع الحمر لعلی احد عدہ  
 واهرب منها قال فخرجت فحسبته ولم احدہ قال فقلت  
 لوالی حئت الککمة قطعت بها سنا وسبعین قال  
 فحئت المسجد اورد ان اطوف بالککمة فادار رسول الله  
 صلی الله علیه وآله وسلم یأوی بصلی وکان اداصلی ال  
 الشام وحمل الککمة بیده ومن الشام وکان مصلی  
 بن الوکیبن الکی الاسود والکی السهمانی قال فقلت  
 حین رایتہ واللہ لوالی اسمعت من تحت اللیلۃ  
 حتی اسمع ما یقول فقلت لئلا سموت منه اسمع  
 منه لاس وعده فحسبت من قبل الحمر فحلت تحت ماها  
 فحلت اثنی وریلا ورسول الله صلواته فترصیصه  
 یقرع القرآن حتی قمت وقلبتہ مستقیلا فابلی وبن  
 امام الککمة قال لما سمعت القرآن رقی له فلی وکتبت  
 ود حلتی الاسلام فلو انزل قائما فی مکانی دلت حتی  
 فقیع رسول الله صلواته ثم انصرف وکان ادا  
 انصرف خرج علی دار اس الی حین وکانت طریقه حتی  
 لمحمر علی المسعی فقل لیلک من دار عمار من عبد المطلب  
 ومن دار رهم من عبد عوف الوهوی فتر علی دار لا  
 حلس من طریق حتی دخل بلیه ومن مسکة صلی الله  
 علیه وآله وسلم فی دار الرقطاء الی کانت مدی  
 معویة من الی سفیان قال عمر صلی الله علیه وعلته  
 حتی ادا دخل دار عمار ودار اس اذ هو اذ رکتہ فلما  
 سمع رسول الله صلی الله علیه وعلته فقل لیلک من عبد المطلب  
 الی الله التفت لا وذیہ فھم فی قرا قال ما جاءک بالخطا

اس گاہ میں جب جانے کی عرص سے گیا لیکن یہاں بیوی بچے کے کوئی  
 بیابان نہ تھا نہ کوئی مکان نہ اپنے دل میں حال کیا کہ تھک گیا ہوگا  
 طراں حرم بیرون کی دوکان پر گئے ہو گئے کہ میں ستر بانی آج  
 کیلئے مستور تھا بہ خیال کر کے میں وہاں چلا اور یہ بھی ارادہ کر لیا کہ اسی  
 سے ستر لے کر بیوی کو لائیک آفاق سے وہ بھی مدلا اب مایوس ہو کر پڑ  
 گھر لوٹنے کا ارادہ کر لیا اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی خیال آیا کہ جانہ کعبہ کا  
 طواف رستا مار یا ستر مار کر تے تھیں یہ ارادہ کر کے میں داخل مسجد  
 ہوا میں نے جو ہیں طواف ترغ کیا دیکھا کہ حساب رسول خدا صلی الله علیه وآله وسلم  
 کر کے ہر کنارہ پر ہے اور اب شام کی طرف مہرہ کے ہوئے مارا اور آگے  
 ہیں اور خانہ کعبہ آپ کے اوپر تمام کے درمیان واقع ہے اور اس وقت  
 آپ کا مصطفیٰ کر اسود اور کر سامی کے قیاس میں قائم ہے انکو دیکھ کر  
 میرے دلمس بہ خیال آیا کہ کاش ہم آج مات کو آپ کی رہاں کو ان بیرون  
 کو کس لیتے جن کو ہم اور لوگوں کی رہاں کی سار کرتے ہیں لیکن اسکے ساتھ  
 ہی یہ خیال آیا کہ آپ کی تلاوت کو بھر قریب گئے کیسے سن سکتا ہوں  
 یہ سکر میں مقام محرم ہے ہوتا ہوا آپ کے قریب آگیا اور ٹپ ٹپ کر آپ کو  
 سننے لگا آپ اس طرح ہمارے قیام پر کھڑا تلاوت قرآن فرماتے رہے پھر  
 آپ کے آگے جا کر اس طرح کرا ہوا کہ محمد میں اور آپ میں سواے میں  
 کعبہ اور کوئی تھے حامل نہیں تھی پس میں نے جو ہیں آپ کی رہاں  
 سے قرآن کی سماعت کی پورا میرے قلب میں وقت یہ رہ گئی اور میں  
 مساحتہ رونے لگا۔ اور اس وقت سے شہسہ اسلام میرے دل میں  
 جلوہ افروز ہوا میں کچھ ایسا متاثر ہوا کہ حمان کھڑا تھا وہیں کھڑا کہ ا  
 رہ گیا اور وہاں سے ورتہ ملا۔ یہاں تک کہ حساب رسول خدا صلی الله علیه وآله وسلم نے الطیبات  
 اپنی رہ نام کی اور ہر آپ وہاں سے چلے پھر آپ اب الی حین کے طرف سے  
 دار عمار من عبد المطلب اور دار اس انہر من عبد عوف الوہری کو درمیان  
 ہو کر میرا جنس من طریق سے گزرا یہ نے مکان میں داخل ہو کر اداں

لے ان دور دور اور بیچ لہوں سے آنحضرت مسلم کے گھر لے کی دھرم یہی تھی کہ آپ کھار کی ندا ہو گی خیال سوا دردت میں متعارف رہیں لہذا یہاں اختیار کرتے ہیں

هذه الساعة قال قلت حئت لاخوس باالله ورسوله  
ومها حاتم من عند الله قال محمد رسول الله صلى الله  
عليه واله وسلم فخر قال قد هداك الله يا عمر تم مستبح  
صدري وواعلى بالنيات فوالله انما امرت عن رسول الله  
ووحلى رسول الله صلعم بنيه قال ابن اسحق والله  
اعلم اتي ذلك۔

دووں آپ کا قیام دارالترقا میں تھا۔ جو لہمدہ معاویہ بن اوسعیال کے  
قصد میں آگیا تھا حضرت عمرؓ کا یاں ہے کہ میں آپ کے پیچھے پیچھے  
چلا۔ اور دارعنا بن عبدالمطلب اور دارالسن ابہر کے درمیان آپ سے  
ملاقاتی ہوا۔ آنحضرت صلعم کو میرے آئے کی آہٹ لگئی اور مجھ کو دیکھ کر  
آپ کو یہ خیال گذرا کہ میں آپ کی ایاد ہی کے ارادے سے پیچھے پیچھے  
آتا ہوں آپ نے مجھے آنے سے منع کیا اور ارشاد فرمایا کہ اویسر خطاب

تم اس وقت میرے ساتھ کیوں آتے ہو۔ میں نے میا حتمہ عرس کی کہ حدیث۔ اوسکے رسولؐ پر راوس نے یرونا دل فرمائی لگی ہے ایسا لائے  
کی نیت سے آتا ہوں یہ سنا کہ آنحضرت صلعم نے حدیث کی حمد کی۔ اور میرے ارشاد کیا اے عمرؓ حدیثیں ہدایت کی۔ پھر آپ نے میری سینہ پر  
ایسا دست مبارک رکھا کہ میرے تبات ایساں کے لئے دعا فرمائی۔ اسکے بعد میں آنحضرت صلعم کی خدمت سے رخصت ہوا۔ اور آپ  
اپنے مکان پر تشریف لگے۔

یہ دونوں روایتیں لکھ کر ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں میں کون صحیح الواقعہ ہے میں نہیں کہ

ابن ہبہ نام حلال صفحہ ۱۲۱ مطبوعہ مصر

اس روایت میں حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ بہ مقابلہ سابق روایت کے اس امر کا  
ایادہ منظر ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے اسلام لانے میں اپنی سعی و کوشش سے کام لیا۔ اور باوجود اپنی قدیم اور عظیم مخالفت اسلام  
قدرت کی طرف سے جب آپ کی ہدایت کے انتظام کئے گئے تو دم بھر میں انکی دشمنانہ مخالفت و ستانہ موافقت ہو گئی اور پھر یہی  
کہ جس سے یہ کوسوں دور رہنا چاہتے تھے صورت دیکھنے کے بھی روادار نہ تھے اوس کے پاس جو دوڑے چلے آئے اور خود بخود  
کہنے لگے اے اہل ایمان لا الہ الا اللہ و استہل ان محمد رسول اللہ تعلیم و تلقین کے بعد بھی اہل ہدایت قدرت کا کام ہی و یا اللہ علی  
الامم بالاسود کلاما جھرمی رہا ہے رسولؐ کی رائی اس وقت تک دور رہیں کہ اسکے تہاد فقیہ پروردگار عالم اس امر پر رحم نہ دوائے آغا مرد  
سیرہ ہم قرآن مجید سورہ یوسف۔

حضرت ابرہہؓ اور قریش کی آخری و قد انکار قریش اور مشرکین کعبہ کی قسموں میں سوائے ناکامی کے کچھ اور نہیں تھا  
حالانکہ وہ اسلام کو اس وقت تک بالکل لاوجود سمجھتے تھے اور اوسکا مغرورانہ خیال یہ تھا کہ اسکے چھوڑے بہت موجودہ و وجود کو  
ناور کرنا بالکل اوجھے اختیار میں ہے۔ جسوقت چاہیں گے اسکو کالعدم کر دیں گے۔ لیکن اسکے خلاف میں اوکی یے واپس ناکامی  
نے اوسکو چوکا دیا تھا کہ اسلام اپنی بقدری میں بھی اتنی قوت اور پاداری رکھتا ہے کہ اوسکی کثرت اور جمعیت اوس کے  
خلاف کچھ بھی نہ کر سکی۔ جتنا زین قریش کا نتیجہ حلقہ گوشت اسلام ہونا۔ بجائے اس کے پاس سے دور کا محروم و اوس واپس آنا۔  
حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا اسلام لانا۔ اسلام کی کامیابی اور اوسکی ناکامی کے مشابہت تھے مجھ کو وہ خود انکوں سے

دیکھ چکے تھے اس بنا پر حضرت نے اپنی فحش صورت پر اعتراض کیا۔ اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خود گفتگو کر کے اور حضرت امیر مومنین کے ذریعے سے ہمیشہ کے لیے اس کی اجازت طلب کی اور حضرت صلعم سے اس بار گفتگو کر کے پہلے اسی تدبیر کی سلسلہ جس کی حضرت ابی طالب سے آغاز کی ابن ہشام نے جس تفصیل و ترتیب سے اپنی ہیرت میں ان واقعات کو بیان کیا ہے وہ کسی دوسرے مورخ اور سیرت نگار نے نہیں جمع کر سکا ہے۔ اس مایہ ناز ذیل میں اویسین کی تفصیل و ترتیب کو سلسلہ و الفل کرتے ہیں۔

فہم مستوالی انی طالب ان لك مساوئ واد مس لتا فدا  
وانا قد استهتاك من اس اخيك طرمه عا وانا والله  
لا نصير على هذا من متهم اما ولس تهيه احلاما  
عيت الهتا حته تكه عا ونا رله ونا لك في ذلك حته  
يملك احد اله نفس او كما قالوا له ثم انصرفوا  
فحضر على طالب فراق قومہ وعد او قهر و لو بطب  
نفسا فالانسلام رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم  
لهو ولا حد لانه ان قرئنا احس قالوا لا الی طالب  
المقالة لعن الی رسول الله صلعم انه قد بد العقه وانه  
حاده فان علي وعلى هلك ولا تحلى من الامر مالا  
الحق قال طس رسول الله صلعم راعم والله لو وصوا  
الشمس في سمی والقمري في ساری علی ان اتوا هذه  
الامر حقه بطهر الله واهلك هیه ما تركه قال تو  
استعمر رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم هکی قهر فامر  
علما وای ما دا ه الو طالب فقال اقل ما ان احی قال  
فاقل علیه رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقا  
ادهب بان احی فقال ما احسنت في الله لا اسلمك  
لست اذ اصوره

اگر قرآن مگر حضرت ابی طالب کے پاس آئے اور کہنے لگے ای او طالب ہم لوگوں کے آگے کی بڑی عظمت اور قدر و منزلت ہو اور ہم سب ملکر آپ کو یا یہ عرض کرنے آئے ہیں کہ آپ اپنے بھتیجے کو منع کریں اور اگر آپ اویسین مکرین تو ہلوگ آپ کو مار دیتے ہیں کہ اب ہم لوگوں میں ایسی سرگرمی ہو رہی ہے جو بے وقوف سائے جانے والے اور ایسے معصوموں کے عیب کی مان و اعلان سننے کے راجھی نہایت نہیں ہے۔ آپ اویسین حبیب رہے کی ہدایت کریں ورنہ ہم انھیں جان سے مار ڈالیں گے اور آپ اکیلے ہلوگوں کا کچھ بھی کر سکیں گے یہ مکر وہ لوگ تو چلے گئے اور امیر مومنین کو ایسی قوم کی عداوت اور عداوت بھی گراں معلوم ہوتی تھی اور اس طرح کتاب رسول خدا صلعم ان لوگوں کے کہنے کے موافق ترک تبلیغ اسلام کو کسا بھی گواہی نہیں تھا آخر کا جب یہ لوگ اٹھ کر چلے گئے تو امیر مومنین خود حضرت صلعم کے پاس اور کہنے لگے۔ ای حال عم۔ ابھی ابھی تمہاری قوم کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور ایسا کیا کہتے تھے (اے لوگوں کی باتوں کو دہرایا) تو میری زبان میں نہیں میری اور ایسی جان کا بھی خیال کرنا چاہیے مجھ پر اتنا براہ واپس کہ مجھ سے روٹھ سکے یہ سکا حضرت صلعم کو تباہی پہا کی جی کی تو میری طرف سے کم ہوگئی۔ قریش کی تدبیر و ترسب سے وہ جیسے چوڑے دینگے اور اپنا ساتھ رکھیں گے اور میری حمایت و اعانت سے دست بردار ہو جائیں گے۔ جی کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جی اگر یہ لوگ آج اب کو میری دہانے

ہاتھ پر لا رکھیں اور آج اب کو بائیں ہاتھ پر رکھیں میں ایسے کام سے نہ ہٹو گا اور درمیان کے حکم سے ایک طرف بھی کم و بیش نہ کروں گا۔ خواہ وہ لوگ مجھے اس کام میں ہلاک کر ڈالیں۔ اس بار مگر حضرت صلعم پر حضرت و حضرت کی ایسی حالت طاری ہوئی کہ اب آمدیدہ جو گئے اور وہاں سے اٹھ کر روانہ ہو گئے حضرت امیر مومنین نے ایک کو مانا ہوا دیکھا اور وہی اور دایں نکالیا۔ صاحب رسول خدا صلعم جی کی آواز سکر دایں نے تو امیر مومنین

کما جادو جو تم کرتے چودہ کرو اور جو تم کہتے چودہ کو میں متک رہ نہ ہوں کوئی تم پر دسترس نہیں پاسکتا۔

قریش نے ابیطالب سے اپنے معروفہ کے اثر کا دو چار روز تک انتظار دیکھا لیکن اپنی توقع کے خلاف تبلیغ اسلام میں آنحضرت مصلم کی وہی استعداد و بکری آمین فراہمی کی نہیں آئی تھی۔ تو انکو ابکی بابھی اپنی محرومی کا یقین ہو گیا۔ اور انھوں نے سمجھ لیا کہ بنی قحطیات ابیطالب کو محمد مصلم کی دست برداری پر اسوقت تک تیار نہیں کر سکتے جب تک کہ ہم محمد کے برابر عزیز یا دون سے زیادہ عظیم معاوضہ ابیطالب کے آگے پیش نہ کرینگے یہ جو میر کر کے ایک دوسری وفد عمارہ بن ولید بن المغیرہ کو ساتھ لیکر ایک نئی فرمائش کرینگے لے ابی طالب کے پاس حاضر ہوئے۔ یوری کیفیت ابن ہشام کے الفاظ میں ملاحظہ

جبکہ کفار قریش نے یقین کر لیا کہ ابی طالب آنحضرت مصلم دست بردار ہو اور ہمارے تعریفہ سماعت و عداوت کا کوئی خیال نہ کرینگے تو وہ لوگ ایک بھر جمع ہو کر در عمارہ بن ولید بن المغیرہ کو اپنی ہمارہ لیکر انکی پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ کراہت تمام قریش میں خوشحال اور خوشحال ہے حاضر آئیے آپ اسکو اپنی تنہا میں قبول فرمائیں اسکی تعلیم و تادیب کریں نصیحت و حمایت کریں یہ آپ ہی کا ہر کر رہا ہے اور اسکی جگہ اپنے بھتیجے کو دیکھ کر گوں کے دیں کا مخالف ہو اور آپ کی قومی حیثیت میں تعریف و ثناء ہے اور آپ کے واسطے ان قوم کو بیوقوف سنا ہے ہر کوئی کہہ کر دیں کہ ہمارے اور ان کے اس میں کوئی مصالحت نہیں کیونکہ ایک آدمی کے عوض میں ہم دوسرا آدمی ہم حاضر کر چکے ہیں یہ سن کر حضرت ابیطالب نے کہا کہ تم لوگوں کے جیسے کسی شری خواہش ظاہر کی ہو تم مجھ کو یا فرزند اس لئے دیتے ہو کہ میں کسی ماز و نعم سے پرورش کروں اور اسکے معاوضہ میں اپنا جو بندہ تیس بندہ دے کہ تم اسے جا کر قتل کر ڈالو۔ اسکی قسم یہ تمہاری ایسی فرمائش ہے جو میر سے کسی نہیں ہو سکتی۔ ابوطالب کا یہ جواب سنا کر عمارہ بن ولید بن مغیرہ نے کہا کہ ابوطالب تمہاری قوم نے اتنا انصاف کی کمی ہے۔ اور انوں کو کہات سے جسے تم کہتے ہو یہ ہمارے اپنی مجلسی جگہ ہے اور یہ عمارہ بن ولید

لقد قریشا حین عرضا ان ابوطالب قد ابی حدلان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم واسلامہ واجماعہ لہذا ہم فی ذلک وعدا و ہم مستوا علیہ ہما و نزل ولید المغیرہ فقالوا لہ فیما لعلی یا ابا طالب ہذا عمار بن ولید اتھد فتی فی قریش واجملہ محمد فک عقلہ وانصرہ واتحدہ ولدا فہو لک واسلم الیہا ان اخیک ہذا لدی قد حالف دیک و دین امانک و فرق حاکمہ قومک و سفہ احلامہم فہتلفہ فادما ہو رجل من رجل قال و اللہ لیس ما نسوہوی اقطعونی اسکر العذوہ لکم واعطیکم ایہی تقتلورہ ہذا واللہ فلا یكون اللہا قال فقال المطعم اس عدی من لولہ بن عدی صاف بن قصی واللہ یا ابا طالب لقد انصعت قومک و محمد علی التحصن مما تکرہہ ہما و انک شریدا ان قتل محمد ثینا فقال ابوطالب للمطعم واللہ ما انصفونی ولکن قد اجمعت حدانی و مطاہرۃ القوم علی ما صاع

مائد الک

تمہارے خلاف میں کسی امر کے اقدام کے لئے سخت کربوا لے نہ تیرا لے جائیں۔ ابوطالب نے جواب دیا کہ اگر کسی قسم کسی قوم کے لوگوں انصاف کی بات میں کمی۔ بلکہ تمام لوگوں نے میر سے ترک کر دیئے جائے اور مجھے مقابلہ و مظاہرہ کرے یہ اتفاق کر لیا ہو۔ میر جو وہ ہوئے ہیں کہیں اس وفد کا نتیجہ سب سے زیادہ قریش کے مقاصد کے خلاف نکلا۔ اور آج تک جو تھوڑی بہت توقع ہم قومیت اور ہم بیست کے

خیال برلگی تھی وہ بالتمام جاتی رہی۔ حضرت اوطالب کو جواب صاف سے اذکون یقین ہو گیا کہ اذکونکی استدعا کو قبول کر لیا حضرت امیٹالب کے لئے قطعی ناممکن ہے، مطعم بن عدی نے اوطالب کو جواب میں قوم کی طرف سے حورحمانی کی اوس نے صاف صاف لفظوں میں ظاہر کر دیا کہ اکا کر کچا لیت ہیں امیٹالب کے ساتھ قوم بھی مقابلہ و معارضہ کے لئے بالکل تیار ہے۔ ان واقعات سے باسانی اندازہ کر لیا جاسکتا ہے کہ قریش کس حد تک نزاکت و سادگاہی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل و ہلاکت پر اور اسلام کی تباہی و غارت پر آمادہ اور مستعد تھے اذکونکی سرگرمی اور یہ جتنی بے خودی کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی کہ اس عالم خود فراموشی میں اوتھوں نے ایک ایسی مخفی فطرت انسانی استدعا حضرت امیٹالب کی خدمت میں پیش کی تھی جس کا انسان کیا کوئی حیران بھی قبول نہیں کر سکتا تھا حضرت ابی طالب نے جو جواب دیا وہ اسی اصول فطرت کے خلاف ہو نیکی بنا پر نبی تھا۔ لیکن وہ کو عقل ایسے بے خود تھے کہ اس کا ذرا بھی احساس نہ کر سکے۔ مطعم بن عدی بھی جو حملے قریش میں مبتدل حراج مشہور تھا۔ اس سے اثر پذیر نہ ہو سکا اور وہ بخلاف اسکے کہ نہیں سے صلح و آشتی کے طریقہ و عنوان سید کرے۔ عداوت اور آئندہ محاربت کا اظہار کرنے لگا۔ لیکن حضرت امیٹالب کی خدشات ملی اور تعلقات قبائلی اور ان کے استقلال اور غم بالغرم نے اپنے فرزند کی حمایت و نصرت سے جو زیادہ تر عظیم اوطالب کے خاص ہے مشہور تھا ہاتھ نہ اٹھایا اور اذکون کی کثرت اسی قلت اکثر کمول و مالدار سی اور لایسی ماداری و مالدار سی کی ذرا پروا نہ کی۔ اور اذکون کی ایسی ناممکن العمل بات استدعا کا ایسا مسکت اور دندان شکن جواب دیا کہ اذکون کی حال و آئندہ کی تمام امیدیں منقطع ہو گئیں اور وہ قطعی یاپوس ہو کر جا گئے قریش اور آنحضرت صلعم سے یہ بختان قریش اپنی اس کوشش میں بھی ناکامیاب رہے تو اذکون کی جہالت نے ایک بالمشاف گفتگو دوسرے انداز کی معنویاتہ تدبیر کی طرف اذکون کی راہبری کی امیٹالب کی طرف سے قطعی یاپوس ہو کر اوتھوں نے بالنفس النفیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنے مطالبات پیش کئے ابن ہشام نے پوری تفصیل کی ہے اس واقعہ کو قلمبند کیا ہے۔ اور صاحب رحمۃ اللعالمین نے نہایت متانت و وضاحت سے اس کا تمام و کمال ترجمہ کیا ہے ہم خوف طوالت ابن ہشام کی اصل عبارت کی نقل کو زیادہ ضرورت سمجھتے ہیں اور رحمۃ اللعالمین کی نقل ترجمہ کو اپنا اظہار و عیا کے لئے ضروری سمجھ کر ذیل میں لکھ دیتے ہیں۔

قریش مکہ نے مسورۃ کی کہ محمد صلعم کو قوم کے سامنے بلا کر سمجھانا چاہیے اس مشورت کے بعد اوتھوں نے بنی سلم کو پاس کھلا بھیجا کہ کل مرداران قوم آپ سے کچھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں اور کعبہ میں جمع ہیں بنی سلم خوش خوش وہاں گئے کیونکہ آپ کو ان کے ایمان لانے کی بڑی آرزو تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں جا کر بیٹھے تو اوتھوں نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا۔

اے محمد صلعم ہم نے تجھے بات کرنے کے بلکایا ہے۔ خدا کی قسم ہم نہیں جانتے کہ کوئی شخص قوم پرستی مشکلات لایا ہو جب قدر تم نے اپنی قوم پر ڈال رکھی ہیں کوئی بُرائی ایسی نہیں ہے جو تمہاری صہ سے ہم پر نہ آچکی ہو۔ اب تم یہ بتاؤ کہ اگر تم نے اس سے دین سے مال جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم اکھی تمہارے لئے مال جمع کر دیں کہ اوتنا ہم میں سے کسی کے پاس روپیہ نہ ملے



اور اگر شرف و عزت کے خواستگار ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار بنالین اور اگر تم حکومت و سلطنت کے طالب ہو تو تمہیں اپنا بادشاہ مقرر کر لیں۔ اور اگر تم سمجھتے ہو کہ تمہیں جو چیز دکائی دیتی ہے وہ کوئی جن ہے جو تم پر غالب آگیا ہے تو ہم ٹوٹے اور ٹوٹکوں کے لئے اپنا مال صرف کرین کہ تم تندرست ہو جاؤ۔ یا قوم کے نزدیک معذور سمجھ جاؤ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے جو کچھ کہا۔ رہ میری حالت کے ذرا بھی مطابق نہیں ہے جو تعلیم لکھ پڑھ یا پڑھ نہ نہ طلب سوال مال کیلئے ہے نہ جلب شرف یا حصول سلطنت کے واسطے ہی۔ بات یہ ہے کہ خدا نے مجھے تمہارے طریق اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے مجھے کتاب و تارسی ہے مجھے اینا بشیر و نذیر بنا دیا ہے میں نے اپنے پیغام تکوین پھونکا دیے ہیں اور تمہیں بخوبی سمجھا دیا ہے اگر تم میری تعلیمات کو قبول کر لو گے تب وہ تمہارے لئے دنیا و آخرت کا سرمایہ ہے اور اگر رد کرو گے تو میں اللہ کے حکم کا انتظار کروں گا کہ وہ میرے لئے اور تمہارے لئے کیا حکم بھیجتا ہے۔

قریش نے کہا اچھا محمد (صلعم) اگر تم ہماری باتوں کو نہیں مانتے تو ایک اور بات سن لو تمکو معلوم ہے ہلوگ کس سختی سے دن کاٹ رہے ہیں مال ہمارے پاس بہت کم ہے اور گذران بھی سست زیادہ سنگ ہے اب تم خدا سے یہ سوال کرو ان ہیاڑوں کو ہمارے سامنے سے ہٹا دو تاکہ ہمارا شہر کھل کر میلان ہو جائے نیز ہمارے لئے ایسی نمرین جاری کرو جیسی شام و عراق میں جاری ہیں نیز ہمارے مایہ داد اور زندہ کرو۔ ان زندہ ہو یوں لون میں قلعی بن کلاب بھی ضرور ہوں کیونکہ وہ ہمارے سردار تھے۔ اور بیچ بولا کرتے تھے ہم دن سے تیری نسبت یونچھ لیں گے۔ اور اگر انہوں نے تیری باتوں کو بیچ مان لیا اور تو نے ہمارے دوسرے سوالوں کو بھی پورا کر دیا تب ہم بھی تجھے سیما مان لیں گے۔ اور ان لیسکے کہ ان خدا کے ہاں تیرا بھی کوئی درجہ ہی اور اس نے فی الحقیقت تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے حیا کہ تو کہہ رہا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں ان کاموں کے لئے رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا میں تو اس تعلیم کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میں نے خدا کے وہ بنیامات تمہیں سنائے ہیں اگر تم اس تعلیم کو قبول کر لو گے تو یہ تمہارے دنیا و آخرت کے لئے سرمایہ ہے اور اگر رد کرو گے تو میں خدا کے حکم کا انتظار کروں گا۔ جو کچھ اسے میرا ہمارا فیصلہ کرنا ہوگا فرمائے گا۔

قریش نے کہا کہ اچھا اگر تم ہمارے لئے کچھ نہیں کرتے تو خود اپنے لئے خدا سے حسب ذیل سوال کرو۔

- (۱) خدا ایک فرشتے کو تمہارے ساتھ مقرر کر دے جو یہ کہتا رہے کہ یہ شخص سیما ہے اور ہر کھو بھی تیری مخالفت سے منع کر دے۔
- (۲) تم اپنے لئے یہ بھی سوال کرو کہ بلغ جائیں بڑے بڑے محل بن جائیں۔ خزانہ میں سونا چاندی جمع ہو جائے جسکی تمہیں ضرورت بھی ہے۔ اب تک تو تم خود بازار میں جاتے اور اپنی معاش تلاش کرتے ہو ایسا ہو جانے کے بعد ہم تمہاری شرف و فضیلت کی پہچان حاصل کر نیچے اور تجھے خدا کا رسول سمجھ لیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ایسا نہ کروں گا اور اپنے خدا سے ایسا سوال کروں گا اور ان باتوں کے لئے میں مبعوث نہیں کیا گیا ہوں۔ مجھے تو اللہ نے بشیر و نذیر بنایا ہر تم مان لو تو تمہارے لئے ذخیرہ داریں ہے۔ درمیں صبر کروں گا۔ اور خدا کے فیصلہ کا منتظر رہوں گا۔



قریش نے کہا۔ اچھا تم آسمان کا لکڑا توڑ کر ہم پر گرا دو۔ کیونکہ تمہارا زعم یہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو ایسا کر سکتا ہو حتیٰ کہ تم ایسا نہ کرو گے ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خدا کے اختیار میں ہے اگر وہ چاہے تو تمہارے ساتھ ایسا کر سکتا ہے۔

قریش نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو سناؤ کہ تمہارے خدا نے تمہیں پہلے سے یہ نہ بتلادیا کہ ہم تمہیں بلائیں گے ایسے سوالات پیش کرینگے یہ حیرت طلب کرینگے۔ ہماری باتوں کا یہ جواب ہے۔ اور خدا کا نشانہ ایسا کرنے کا ہے چونکہ تمہارے خدا نے ایسا نہیں کیا۔ اسلئے ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے تیری نسبت سنا ہے وہ صحیح ہے کیا میں ایک شخص بتاتا ہوں جس کا نام رحل ہے وہی تجھے ایسی باتیں سکھاتا ہے۔ ہم تو جس پر بھی ایمان نہ لائیں گے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی سمجھو۔ آج ہم نے اپنے سب غدرات تمہیں سننا دیے۔ اب ہم آخر میں تم سے یہ بھی تقسیم کیے دیتے ہیں کہ ہم تجھے اس تعلیم کی اشاعت کبھی نہ کرنے دینگے یہاں تک کہ ہم سب مر جائیں۔ یا تم مر جاؤ۔

یہاں تک بات پہنچی تھی کہ اوہ میں سے ایک شخص بول اٹھا کہ ہم ملائکہ کی ترغیب کرتے ہیں جو بغور بائندہ خدا کی شہادت ہیں دوسرا والا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم تمہاری باتوں کا یقین نہ کرینگے جب تک کہ خدا اور فرشتے ہمارے سامنے نہ آجائیں۔

خدا رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آخری بات سن کر اٹھ کھڑے ہو گئے۔ اور آپ کے ساتھ عبداللہ بن ابی اسلمہ مغیرہ بھی اٹھ کھڑا ہوا یہ آپ کا بھوپتی زاد بھائی تھا۔ عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔ اوس نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھو تمہاری قوم نے اپنے لئے کچھ چیزوں کو تم سے چاہا وہ بھی تم نے نہ مانا پھر اونھوں نے چاہا کہ تم خود اپنے لئے ایسی علامات کا اظہار کرو جس سے تمہاری قدرت و منزلت کا ثبوت ہو سکتا ہو اسکو بھی تم نے قبول نہیں کیا پھر اونھوں نے اپنے لئے حقوڑا سا وہ عذاب بھی چاہا جس کا خوف تم دلایا کرتے ہو تم نے اسکا بھی اقرار نہ کیا۔ اب میں بھی تم پر کبھی ایمان نہ لاؤں گا ہاں اگر تم میرے سامنے آسمان پر ریتہ لٹکا کر چڑھ جاؤ اور پھر میرے سامنے ریت سے نیچے اتر آؤ اور تمہارے ساتھ چار فرشتے بھی آئیں اور وہ تمہاری شہادت بھی دیں تب میں ایمان لا سکتا ہوں۔ اور اگر ایسا ہو بھی گیا تو میں تب بھی تم پر ایمان نہ لاؤں گا۔ رحمۃ اللعین من اہل کواہل ابن ہشام ص ۱۰۱ جلد اول۔

قریش کے ان مکالمات نے ثابت کر دیا کہ کوہ ہماں قریش مصعب رسالت کو انان کے مصنوعات سمجھے ہوئے تھے اور اغراض و مقاصد دنیاوی کے احرا و حصول کا ذریعہ وسیلہ یقین کرتے تھے۔ اونکے نگین قلب اور بے جس اوراک اثر پذیری کی قابلیت و عملیہیت سے بالکل خالی تھے وہ زبان رسالت سے اپنے ان تمام توہمات کی حرفا حرف تادیب و نعلیظاٹس چکے تھے اور انہی ہی قوم و قبیلہ میں اون سادہ و سادہ مندوں کو ایسی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے جو بلا خیال و گمان ان توہمات باطلہ کے تبلیغ اسلام کو ان تمام اغراض نفسانی سے پاک و صاف یقین کر کے اپر ایمان لا چکے تھے۔ المامات قرآنی اور احکامات ربانی کو سکر اسکی پاک اور سچی بشارتوں کو اپنے لئے دین و دنیا کی رفاه و فلاح کا ذخیرہ سمجھ کر طاعت خدا اور اطاعت

رسولؐ کا قلم وہ اپنی گردنوں میں ڈال چکے تھے۔ وہ ایمان لانے کے وقت نہ رسولؐ آمد صلم سے کسی معجزہ یا کرامت کی انتظار کے خواہاں ہوئے اور نہ خدائے اپنے لئے یا اپنے رسولؐ کے لئے دولت و ثروت کے خواستگار۔ صرف اس کے قلب کی صفائی اور توفیق الہی اور ان کی رہنمائی کے لئے کافی تھی۔ اس کے قلوب روشن و عقول سلیم اور فہم و ادراک کی صلاحیت نے قرآن مجید کو الہاماً اور رسالت کی تعلیمات سے کامل طور پر حصول ایمان اور قبول اسلام کا شرف حاصل کیا۔ بخلاف ان کے ان محرومان قوم و وطن کی جہالت و ضلالت نے ان کی طبیعتوں سے تعلیمات الہی کی تفہیم و ادراک کی تمام قوتیں سلب کر لی تھیں اور ان کی ظاہر و باطن کی کسوٹی کو قلوب لا یعقہون تھا و اذان لا سمعون تھا و اعد لا مصرون تھا اور ان کے دل تھے گراؤں سے اور اک ہیں کر سکتے تھے کان تھو گراؤں سے سُس ہیں سکتے تھے کہیں کچھ نہ گراؤں سے دیکھ نہیں سکتے تھے ہکا مصداق بنا کر حما ولا یعقل کا مجسمہ تیار کر دیا تھا۔ باعقاب وینیات کے یہ نیم وحشی انسان اپنے گمراہہ خیالات میں خدا کے بھیجے ہوئے رسولؐ برحق کو ایک ملکی اور قومی شعبہ گریا سا حری زیادہ نہیں سمجھتے تھے۔ اور رسالت و نبوت کے مقدس مقام کو اپنی جہالت و ضلالت کو معیار پر آزمانا چاہتے تھے اس لیے خدا کے رسولؐ برحق سے ظلم سدی اور شعبہ بازی کی نسبت عجیب و غریب مستفصل پوچھا کرتے تھے چنانچہ ان کے اس طویل مکالمہ میں بھی انھیں لغویات کا ذکر ہے اور کچھ بھی نہیں۔ جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایک کر کے ان کے جاہلانہ سوالات کا جس متانت اور سنجیدگی سے جواب دیا وہ آپ کی صداقت رسالت کا کافی اور واضح ثبوت لیکن باوجود اسکے کہ اس وضاحت و صفائی سے تعلیم اسلام کے اغراض و مقاصد ان کے ذہن نشین کر دیے گئے۔ بھلا دیے گئے اور سمجھا دیے گئے تاہم وہ بد بختان انہی اور محرومان ابدی نہ سمجھنے والے تھے نہ سمجھے صرف یہی امر رسالت کے کمال اور ان جاہلون کے نقص فطرت کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

قریش اور بنی ہاشم سے ترک موالات  
کا تحریری معاہدہ

اسلام کے امتناع کی ضرورت سے عملی صورت میں لائیں۔ آخر تھک کر رسولؐ اللہ صلم کی ایذا رسانی قتل و ہلاکت وغریب مسلمانوں پر ظلم و ستم جاری رکھے جانے کی قدیم ترکیب نکالی۔ یہ کوئی نئی تجویز نہیں تھی۔ یہ تو وہی ترکیب تھی جس کو وہ سالہا سال سے اسلام اور بنی ہاشم علیہ السلام کے متعلق جاری اور قائم رکھے تھے۔ ہاں آئین یہ فرق البتہ ہوا کہ پہلے یہ سید قرظی اور نوقف کے ساتھ ظاہر کی جاتی تھی اور اب برابر و متواتر زیادہ شدت اور سختی کے ساتھ۔

ان واقعات کے متواترے دونوں بعد مخالفت اسلام اور عداوت حضرت سید الانام کو کھانا قریش نے ایک نئی صورت میں دکھلایا جس کی طرٹ معلوم ابن عدی اپنی تقریر میں حضرت ابی طالب سے اشارہ کر چکا تھا اور وہ بزرگ بنی ہاشم کے غمناک اغراض و دعا کو سختی سے سمجھ کر ان کو جواب بھی دے چکا تھا۔ اور ان کے تمام آئندہ مظالم کو نہایت استقلال و پاداری سے برداشت کر کے لئے تیار اور آمادہ ہو چکا تھا اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔

ان ہشام اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔

فلما رأت قريش ان اصبح رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قد نزلوا بالدار اصابوا له مساوقرا وان النخلة قد منع من النخلة اليه مهروا وعمر قد سلوا كان وجهه من عدد المطلب مع رسول الله صلوا وانما وحصل الاسلام يقتضوا في قائل احتموا واشتروا فان نكتوا لكانا متعقدون فيه على منى هاشم و سى عدد المطلب على ان لا ينكحوا اليهم ولا ينكحهم ولا ينسبوا عنهم شيئا ولا يتنازعوا منهم فلما احتتموا لذلك كتبتوا في صحيفة نرفعا هدا ونوقوا على ذلك فبعثوا الصحيفة في حوى الكعبة وتكيد على الفسهم وكان كاتب الصحيفة مصورين عكمه من عصره جلد اول من ١٢٢

جب قرآن نے یہ دیکھ لیا کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملک  
حشر میں ملکر قافلہ بیان کے امن و امان سے رہنے لگے اور ساتھ ساتھ  
نے بھی دھاشی و فرس کی درخواست کو ہمیں سنا جو اس سے لگائی تھی حضرت  
عمر بھی اسلام لایکے۔ اور حضرت حمزہ بھی مشرف مایان ہوئے اور وقت  
اور صحابت رسول پر جانہ ہو چکے اور اسلام دیکر اقوام و قبائل میں بھی  
پھیل گیا۔ تو تمام قرآن پر ایک جگہ جمع ہوئے اور سب نے ملکر لافغان  
اس مضمون کا ایک معاہدہ لکھا جس کے رو سے ان لوگوں نے تمام  
نہ ہاشم اور بعد الملک سے اپنے تمام تعلقات اس شرط کے ساتھ  
تک کر دیے کہ کوئی شخص اس کے ساتھ کبھی کرانگا اور وہ اس کے ساتھ کبھی  
میں نہ کرے اس کے ساتھ کوئی شخص جائے گی اور وہ اس کے ساتھ کبھی  
اس جہوں کا معاہدہ لکھا اور اس معاہدہ کی کئی کئی جہوں میں ملکر اس  
محرر کو خط لکھیں اس کی عظمت و اہمیت و اہم کرنے کی عرض سے لکھا دیا  
اس معاہدہ کو کہ مخصوص ملک میں عام رہے لکھا تھا۔

امام قسطلانی شافعی کا ماری اور محدث شیرازی نے اس معاہدہ میں اتنی عبارت مشروطہ لکھا اور اضافہ فرمایا ہے کہ یہ معاہدہ نامہ اپنے تمام شرائط کے ساتھ اس وقت تک قائم رہے گا جب تک بنی ہاشم محمد مصطفیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیے جانے کی غرض سے قوم کے کھلم کھلا نہ کریں۔ - موابہ لدیہ قسطلانی اور روضۃ الاحباب حیرت افرازی میں احوال مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۳۴

اس میں کوئی کلام نہیں کہ کھار قریش اور مشرکین مکہ نے بنی ہاشم کے تباہ و برباد کر نیکی پر آخری تبدیلی پہنچی تھی۔ چونکہ  
کی زندگی کے لئے لائق تھا کالیف وہ اور ضرر رسان بھی اور اس میں بھی شک نہیں کہ اس تجویز و ترکیب سے ان کا مدعا عیسیٰ تمام  
ہی ہاشم ضروریات و ذوق مرہ کے نہ ہونے کی وجہ سے تنگ و عاجز آکر اقرقریش کے آگے اپنی اطاعت و مخالفت کی گروہین  
ڈال دی تھی۔ اسلام اور باقی اسلام علیہ السلام کی حمایت و وفاقت سے دست بردار ہو جائینگے یا مکہ سے خارج البلد ہو جائینگے  
اور چھ خوف و ہراس سے مکہ کے پاس آنے کا خیال ہی نہ کرینگے دو دنوں میں ان کا مقصد حاصل تھا۔

شعب ابی طالب کی سلسلہ سالتہ

دیکم محرم شعبہ سال موت،

کفار اپنی ترکیب میں تھے اور قدرت اپنی تدبیر میں۔ ابن شہام اس کے آگے کہتے ہیں۔

فلما فعلت ذلك قرئت الجارت ننيهاستوف

سوال المطلب الی ابی طالب من عند المطلب قد حلوا  
محلہ فی شعبہ فاحتموا اللہ وخرج من سی ہا  
الو لہب الی قریش وظاہر ہر

ابی طالب کے پاس جمع ہوئے اور آپ ادنی لوگوں کہ ایسے ہمارے شکر  
ایسے شعبہ میں جو شعبہ ابی طالب مشہور تھا چلے آئے۔ اور تو ہا  
سے صرف ابولہب قریش کے ساتھ رہ گیا۔

شعبہ ابریطالب اصلاً پہاڑ کا ایک درہ تھا جو خاندان نبی ہاشم کا موروثی تھا۔  
حقیقت میں حضرت ابی طالب کا صدر سکنت اور ایسے سخت مظالم کے مقابلہ میں انکی ضبط و خاموشی انکی بہت و  
استقلال کی عظیم النظم مثال قائم کرتی ہے۔ ورنہ ذرا سے اشارہ پر چون کے وریا سننے لگتے لیکن یہ امور جان  
رسول کی حفاظت اور دین اسلام کی آواز و اقامت کے لئے حق در صدر رسان تھے اور انکو وہ یورے طور سے جانتے  
تھے اور حقیقت میں نشا قدرت اور مقصای مصلحت بھی یہی تھا صلیا کہ بہت جلد نتیجہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

باتفاق جمہور تاریخ و حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور انکو تمام خاندان نے شعبہ ابریطالب میں کامل  
تین برس تک جن مصیبت و سختی میں دن گاتے اور راتیں گزاریں اور انکی بیان دشوار ہے اور کہہ نہ سکتے تھے۔ کھانا پینا بند  
آنا جانا ترک خرید و فروخت موقوف۔ سب سے قدم باہر نکالنا دشوار یہ ترک حوالات کا ہو سکتی تھی جس دوام کی پوری  
سراحتی غریب محصورین جنہیں خود سال بھیجے اور لکھتے با عورتیں بھی شامل تھیں۔ ایسا وقت آگیا تھا کہ دانہ و دانہ کو محتاج  
تھے اتنی مجال تو تھی ہی نہیں کہ شہر میں جا کر ضروریات روزمرہ کی چیزیں لائیں اور اگر حرات کر کے عابین بھی تو دیتا کوئی؟  
اس مجبور ہی سے محاصرین کو تلاش اذوقہ کے لئے اطراف مکہ میں دور دور تک نکلیا کرتا تھا اور صبح سے شام تک ان  
غریبوں کو انصیب مایہ صیب جو کچھ مل جاتا تھا۔ وہ رات کو گھر میں لا کر دن بھر کے بھوکے بال بچوں کو کھاتا ہوتا تھا  
علامہ ابو جعفر سگانی جو علامہ ابن الحدید شامی شرح البلاء کے استاد اور شیخ تھے لکھتے ہیں۔

تلاش اذوقہ کی خدمت ابی ابامین خاص کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی یہ علی الصباح سخت کھل کر  
حوالی مکہ کی آبادیوں میں دور دور تک نکلتا تھا اور وہاں سے جو گھوڑے اور کھجوریں جو کچھ ملتا تھا  
اپنی پشت پر رکھ کر لاتے تھے وہ بھی کہیں یہ چہرس ملتی تھیں اور کہیں نہیں۔ کیونکہ ظالمان قریش مکہ  
کی سردی آنا دیوان میں جا کر منع کرتے تھے۔ اسلئے علی الاکثر فاقہ گذرتے تھے۔ اور سخت گرسلی و تشنگی ہو  
گرفتار ان مصیبت کی غریب جانین نہ ہونٹھوں تک آجھو بھی تھیں۔

علامہ ابن القیم اپنی کتاب زاد المعاد جلد اول ص ۹۵ میں لکھتے ہیں۔ کہ نبی ہاشم کے بچے بھوک کے مارے اس زور سے  
روتے تھے کہ انکو رونے کی آوازیں گھائی کے باہر تک سانی دیتی تھیں۔ امام قسطلانی شامی بخاری کا بیان ہے کہ نبی ہاشم  
کے بچوں کے رونے کی آوازیں رات کے شائے میں تمام شہر میں سانی دیتی تھی اور سگدل و بیرحم قریش سنتے تھے اور ہنسنا کرتے تھے  
اور افواج و اقوام کے طعن و تشنیع کیا کرتے تھے شبلی صاحب تحریف فرماتے ہیں تین برس تک نبو ہاشم نے اس حصار میں بسر کی یہ رائے

ایسا سخت گذرا کہ طلحہ زمام درخت کے پتے کھا کھا کر کس کرتے تھے۔ سیرۃ النبی جلد اول ص ۱۷۹  
 قریش کی ایسی سخت قدرتی تھی اور ایسی شدید روک تھام۔ ان مصیبت زدوں میں سے جو شخص چھپ چھپا کر تلاش رزق میں  
 مایوس ہوتا تھا اور سوراخاں سے قریش سے دیکھ پاتے تھے تو سخت تعدیہ ہو جاتی تھی۔ موسم حج میں بیرونی قبائل سے اگر  
 یہ لوگ خرید و فروخت کی کوشش کرتے تھے تو یہ ظلمہ وقت نہایت سختی سے انہیں منع کرتے تھے اور باز رکھتے تھے۔  
 تکلیفیں تو اتنی تھیں اور بیعتیں ایسی اور عامی و مدو گار ایک بھی نہیں لیکن صدائے قرین ہے اور غلو میں کے صبر و سکوت  
 پر ہزار احسن ہے ان مصیبتوں کے استقلال دیا واری بر اگر کسی شخص چھپ چھپ دیا واریوں کے لئے ایسی مصیبتیں پڑ جائیں تو وہ  
 گھر کر یا تو جان وے والے یا ظلمہ وقت کی اطاعت کر لیتا۔ ان غریبوں پر تو اس آفت و مصیبت میں پورے میں رس گدے۔  
 لیکن ان کے بڑے استقامت میں و ابھی حبش نہ تھی۔ وہ خدا کے بھیجے ہوئے بے رسول کی حمایت، رفاقت پر یقین اور غلو و قیاد  
 و توانا کی نصرت و امداد پر توکل کئے ہوئے خموش بیٹھے رہے۔ اور ان تمام مصائب کو۔ رضا بقضاءہ و تسلیم الامر کہہ کر چل گئے  
 اترکایت کیسی اور گلہ کیسی کسی فرد واحد نے مومہ سے اُف بھی نہ کی۔

محبوبین کی بہت و استقلال کی تو کیفیت تھی خاتم رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرائض تبلیغ میں انہماک و  
 محویت کی یہ حالت تھی کہ مادی و اہل تمام تدارک کے۔ آپ محاصرہ کی موجودہ ضیق العسی کی عالم میں بھی ہدایت و ارشاد سے باز نہ  
 ملکہ غزلت و اندو کی یہ خاص صحبتوں میں آپ کو اس کی ادکاری کا ہر موقع مل گیا۔ امتدایان اسلام رات کے پردے میں بھی  
 کی آنکھیں بچا کر اور چھپ چھپا کر حدیث میں حاضر ہوتے تھے اور اس معلم ربانی سے تعلیم ایمانی حاصل کرتے تھے۔ اس ہشام کہتے ہیں  
 و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یدعو احوالہ | حاتم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح و شام بھی اور عدا یہ  
 لیل و نھا و اس و جھلا و مناد یا با من اللہ | طبرہ ام رزق کی طرف قوم کی دعوت کیا کرتے تھے۔

## سالہ سخت سے مخلصی

(سالہ سال نبوت)

کامل ترین رسوے کے گد جانے کے بعد بھی چاہے شگدل اور بیرم مسترین قریش کی شہ گاریاں دی ہی نہیں ہوں یا اور جو روحا  
 اور ظلم و اندامیں دل بھی کسی آئی ہو۔ نہیں وہاں حالات میں ویسے کی ویسے ہی سخت و شدید تھے تبعب ابی طالب کے آفت دیدہ  
 اور مصیبت رسیدہ مصیبتوں کی تکلیف و شدت کا خیال کر کے مکہ کے وہ معتدل مزاج لوگ حگو انکی مصیبتوں کا کیتھار  
 جو چلا تھا اور نبی ہاشم اور نبی عبدالمطلب سے قرابت اور رشتہ مندی کا بھی واسطہ تھا کبھی کبھی تحالف کبھی کوئی کھانے پینے  
 کی چیزیں نہایت ہوساری اور اعتیاد کے ساتھ مخفی طور پر بھیجتے تھے لیکن ساتھ ہی اسکے قریش دیکھ پاتے تو فوراً  
 ایسی باتیں لے کر اسے چھین کر اسے کھا جاتے تھے۔ یا اپنے گمراہ جاتے تھے اور نہیں تو اسے صایع اور نقصان کر دیتے تھے



غرض ہر حال میں اس سیر کو عرب محصورین تک پہنچنے نہ دیتے تھے۔

چنانچہ ابن ہشام ان میں سے اخیر واقعہ کی یکسبت لکھتے ہیں۔

فأقاموا على ذلك سبعين أو ثمانين حتى جهدوا إلى أن وصل  
اليهم حتى أتوا أسلوا مستحسباً له من الولد صلحهم من ذلك  
وقد كان أبو جهل بن هشام يمايل كرون لفقى حكيم من  
خوارج من حواريه من أسلم معه غلام يحمل طعاماً يريده  
عنه حديثاً من حواريه من عبد رسول الله صلح  
ومعه المستع فتعلق به وقال اذهب بالطعام إلى  
نبي هاشم والله لا تدع است وطعاماً حتى فصحت  
تملكه فحاء أبو المخرمي بن هشام من المخرم بن أسد فقال  
مالك وله فقال يحمل الطعام إلى نبي هاشم فقال أبو المخرم  
طعام كان لعنه عدة لعنت إليه أصمعه ان  
يأتيها طعامها حل سبل الرجل قال قال أبو جهل  
مال احد هبها من صاحبه فاحد أبو المخرمي لم يلبس  
فصله به متخذه ووطنه وطاءً شديداً اس ۱۲۳

اس نئی باتم پر اس قید و مصیبت میں دوسرے بلاتین برس گذر گئے کہ  
اوپر قریب و رستہ مند لوگ کچھ لڑائی باس بھیجنا چاہتے تھے تو سہایت حید  
طور پر بڑی احتیاط سے تھے چنانچہ ایک بار کا ذکر ہے کہ ابو جہل نے حکیم بن حرام  
بن خواریس اسکو مع اوکو غلام کو دیکھا جسکے سر پر وہ کچھ اڑتہ طعام کو آئے  
اسی عمر حشرت حیدرہ کے واسطے جو خواب رسالتا صلح کے پہرہ  
میں تشریف رکھتی تھیں۔ لئے جاتے تھے۔ یہ دیکھ کر ابو جہل ان کی پٹیا  
اور کسے لگا تو بنی ہاشم کے لئے کمان لے جاتا ہے۔ میں تجھے کسی نہ جانی دوں گا  
اور تمام مکہ میں نصیحت کے بغیر تجھے پھوڑوں گا۔ اس آس میں ابو المخرمی  
بن ہشام بن حرت بن اسد لگیا اور اس نے ابو جہل سے یو بھی اکرم میں اور  
اس میں کیا قضیہ پیش ہے ابو جہل نے جواباً کہا دیکھتے ہو میری ہاشم کیلئے کھانا  
لیے جاتا ہے۔ ابو المخرمی بولا تو کیا ہو اوسکی عمر اوکو گون رسی ہاشم کے  
ساتھ ہے وہ اوسکے لئے کھانے جاتا ہے کہ اوسکو پہنچا دی۔ تو تمکو  
کیا ایسی بڑی ہے کہ تم اوسکی راہ روکتے ہو آدمی کی راہ چھوڑو اور کو  
جائے دو ابو جہل نے انکار کیا اور اسے نہیں دیا بلکہ اپنے دو رفیقوں میں سے ایک کو یکارا اس زبردستی کو دیکھ کر ابو المخرمی کو بھی غصہ آگیا ایک  
اوس کی ڈی ڈی تھی اوٹھائی اور ابو جہل کے سر پر اس سے ایک ضرب شدید لگائی۔

یہ ہیں قدرت کے استقام اور مشیت کے احکام۔ ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ کفار اپنی ترکیب میں سحتے اور قدرت اپنی تہذیب  
میں تین برس پہلے دیانے کفار قریش کی آمادگی اور مستعدی کا وہ عالم بھی دیکھا تھا جس ہماہمی سے یہ معاہدہ لگایا تھا کہ  
آویزان کیا گیا تھا اسکے شرائط پر قائم رہنے کے لئے فزاً و فزاً تین کمائی گئیں تھیں حلف اوٹھائے گئے تھے۔ اور آج جبروت قدرت  
کا یہ نظارہ اور جلوہ آرائی بھی پیش نظر ہے کہ باوجودیکہ وہ معاہدہ کعبہ میں ابھی تک ٹسک رہا ہے۔ مگر اوسکے لگنے والے۔ اوسکی ادائی  
شرائط پر عینقت میں کمانے والے اوس سیرحمانہ اور ظالمانہ تحریک کی حقیقت کو سمجھ کر آپس میں ایک دوسرے کو ظالم اور جاہل کہتے  
ہیں جن امید کو قطعی مریع کر چکے تھے اوسکو اجر و ثمن مل کو اسنے ہی دست و زبان سے جاری کر رہے ہیں ابو المخرمی سا دشمن رسول  
ابو جہل کے ایسے اپنچو قدیم رفیق اور رئیس قوم کو اس امر کی مخالفت کے لئے ہڈیوں سے مارتا ہے اور مجرم ٹھہرتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ  
جن زبانوں سے اس تحریر کی تجویز کی گئی تھی اور تیس گمانیں تھیں وہیں زبانوں سے یہ غلط و معطل اور مفیدہ انگیز ٹھہرایا گیا۔



یہ کرمہ قدرت نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ ان ہشام جلد اول ص ۱۳ میں مدد رح ہے شبلی صاحب نے اسکا خلاصہ لکھا ہے اسکی معصلہ ذیل نقل کو ہم اپنی مدعا کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔

مصل میں رس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام آل ہاشم نے یہ عیشتین جھیلین بالآخر دشمنوں ہی کو رحم پہ اور خود انھیں کی طرف سے ان معاہدہ کے ٹوٹنے کی تحریک ہوئی ہشام مخزومی خاندان بنی ہاشم کا قریبی رشتہ دار اور اپنے قریبیہ میں جتنا رشتہ دار وہ چوری چھپے ہو ہاشم کو غلہ وغیرہ بھیج کر تاکھا ایک دن وہ بیر کے پاس جو عہد المطلب کے نواسے تھے گیا اور کہا کیوں تیرے کو یہ پسند ہے کہ تم کھاؤ پیو۔ ہر تم کا لطف اٹھاؤ۔ اور تمہارے ماموں (انی طالب) کو ایک دانہ نصیب نہ کرنے لگا۔ کیا کروں تمہا ہوں۔ ایک شخص بھی میرا ساتھ دے تو میں اس ظالمانہ معاہدے کو ابھی بھاڑ کر چھینک دوں ہشام نے کہا میں موجود ہوں۔ دو لون مگر مطہر اس عدی کے پاس گئے بختری (ابو البختری) ان ہشام اور زمعہ بن الاسود نے بھی ساتھ دیا دوسرے دن سب مگر حرم میں گئے زیر نے سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہا اے اہل مکہ یہ کیا انصاف ہے لوگ آرام سے بسر کریں اور بنی ہاشم کو آب و دانہ نصیب نہ ہو۔ حد کی قسم جب تک یہ ظالمانہ معاہدہ چاک نہ کر دیا جائے گا میں باز نہ آؤں گا ابو جہل برابر سے لولا ہرگز اس معاہدہ کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ زمعہ نے کہا تو تھوڑا کتا ہے جب یہ لکھا گیا تھا اس وقت بھی ہم راضی نہیں تھے غرض مطہم نے ہاتھ بڑھا کر دینا چاک کر ڈالی مع خوب شد اسباب خود بینی ستکت۔

مطہم اس عدی۔ عدی اس قیس۔ زمعہ بن اسود حضرت ام سلمہ کے بیٹے شوہر ابو البختری اور ربیعہ بنتی رازدہ کے شوہر ہاشم کے پاس گئے۔ اور اوکو ورہ سے نکال لائے۔

قدرت کا یہ عجیب نظارہ تھا حد کی شان۔ ہی لوگ جنہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ حد تک ہی ہاشم محمد صلعم کو قتل کر دینے کے لئے یہیں جاؤ نہ کر دینگے اس معاہدے سے انحراف ناممکن ہے۔ آج وہی لوگ اسی معاہدے کو اپنے ہاتھوں سے چاک کر کے محمد صلعم کو تمام بنی ہاشم کے ساتھ اپنی تلواروں کے سایہ میں لیکر وہ کوہ سے گھرتے گئے تمام ہاشمی دیتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر اسلام کی حقانیت۔ اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کے اور کیا ثبوت ہو سکتے ہیں۔ اللہ صل علی محمد وآل محمد۔

مغزوین قریش اور مشرکین مکہ نے بناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بی اعتباری ہیقتداری اور یکسی دے یاری کے انہار کی غرض خاص سے آپ کو۔ آپ کے تمام خاندان کے ساتھ دیکھو کہ یہین محصور کر رکھا تھا۔ یہ تجویز نظر اہل سانی تباہی تو ضرور تھی لے کمال اسوس ہے کہ کھار قریش کو ان محصور میں ہی ہاشم پر بالآخر ایام آج کہ خود چھڑا کر گھر ہو چکا دیا لیکن سلسلہ ہجری میں آج سے تقریباً ۳۷ برس بعد انھیں کی اولاد و احفاد کو جو اسوقت مسلمان ہو چکے تھے اور صاحب ایمان کہلاتے تھے اس کو ہلاک محصور میں ہی ہاشم پر حسین سبط رسول الثقلین حضرت امام حسین علیہ السلام بھی داخل تھے۔ ذرا بھی رحم نہ آیا اور انکی ہاروں کی تعداد میں کسی فرد واحد کو حلاوت نہ ملے کے نام پر اناترین مایاکہ تین دن کی بھوک پیاس میں اس قیامت کے محاصرے سے کھل کر اونکے گھر تک پہنچا دیتا اسی مقام پر کسانیاں اچھوچھو کا فر کدرا کچھ مسلمان کر دند۔ المولف علی عمر۔



گو یا معراج جسمانی کے تمام دلائل و براہین کو غلط ٹھہرا کر امام المؤمنین حضرت عائشہؓ اور امیر معاویہؓ کی مرویات پر اپنا محارفاً قائم کیا یہی اور اس واقعہ کو ایک خواب کے پیمانہ پر محمولاً سمجھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں مرویات اعتباراً کر وہ سید صاحب حدیثوں کے اصول تنقید کے مطابق ہر اسل اور موقوف الاسناد احادیث ثابت ہوتی ہیں کیونکہ وقت وقوع اسکا سال ہجرت ثابت ہوتا ہے جسکو سید صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں۔ تو پھر اسوقت حضرت عائشہؓ تشریف زوجیت میں آئی گمان تھیں۔ حالانکہ خواب صدیقہؓ کی خدیجہؓ تعقید حیات تھیں۔ اس لئے انکا بیان کیسے صحیح اور قابل اعتبار ہو گا۔ یہی حالت معاویہؓ صاحب کی ہے وہ شاید اگر پیدا ہو چکے بھی ہوں تو وہ وہ بیٹے ہوں گے اسلئے قابل الروایات نہیں۔ اور اصول تنقید احادیث کی ردی نوشتہ بھی یہی تک جب تک یہ اسلام سے مشرف نہ ہوئے کسی مسلمان کے آگے قابل الروایات ہو بھی نہیں سکتے۔ اس کے علاوہ قاعدہ تنقید کو مطابق یہ دونوں حضرات اگر موجود بھی ہوں اور قابل الروایت بھی ہوں تاہم شریک واقعہ میں تھے جو جسم مطر رسول کو بہتر مبارک پر نہا دیکھ سکے ہوں۔ کیونکہ باتفاق جمہور واقعہ معراج مکہ معظمہ میں حضرت ام ہانیؓ بنت ابی طالب کے گھر میں واقع ہوا۔ ابن اثیر ابن ہشام قسطلانی وغیرہم

تیسرے آدمی حسن بصریؒ ہیں جو صحابہؓ بھی نہیں تابعیؓ ہیں۔ اور یقیناً اسوقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اس لئے ثابت ہو گیا کہ ان حضرات میں سے کوئی صاحب شریک واقعہ نہیں تھی اس بنا پر کسی کا بیان نہ قابل ادراج ہو سکتا ہو نہ بالاقباحت حاج سید صاحب ابو خصاص اصول طبعی کے مطابق اپنی عقل و ادراک سے پہلے ہر واقعہ میں حکما و عقل کی نقل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ وہ بھی حکما سے یونان کے خشک فلسفہ و حکمت پر سب سے بڑی غلط فہمی جو تحقیقات و بینات میں آپ کو واقع ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ ہر اسلامی واقعہ کو یورپین علما و حکما کے اصول تالیف کے مطابق اوتارنا چاہتے ہیں اور تمام مرویات قدیمہ اسلام کو مندرجات کتب قدیمہ کے موافق تلاش کرتے ہیں اسی وجہ سے آپ نے بہت سی مرویات اسلامی کی تکذیب و تغلیط و محض بنیاد پر کردی ہے کہ مرویات توریت اسکے مخالف ہیں جیسا کہ فریج اسٹیو اور حقیقت حجر الاسود اور نفوذ مالک سگ برستی طریقہ عبادت اولاد المرہم۔

ہم کہتے ہیں کہ سید صاحب مرحوم نے بڑی غلطی کی کہ اس واقعہ معراج کی حقیقت کو بھی ایسے دستور و عادت کے مطابق توریت میں نہ دیکھ لیا کہ اس میں انبیاء کو حصول معراج کی کیا صورت بتلائی گئی ہو سیغریلوین میں حضرت یعقوبؑ کی معراج اور سقر تارین میں حضرت سلیمانؑ کی معراج۔ آسمان پر نہ لگا کر بتلائی گئی ہے نہیں معلوم کمان قدیم الہامی مرویات پر ہمارے سید صاحب مرحوم کون سی دلیل قوی رکھتے تھے۔

ہم اپنی تلخیصانہ تمہید میں معراج کے متعلق صرف اتنی ہی بیان کو اس مقام پر کافی سمجھتے ہیں حکما و علما اسلام میں یہ بحث مسئلہ ہمیشہ متکررہ الا راہ ہے امام ملائی امام غزالی محقق طوسی اور ملا عبد الرزاق لاہی وغیرہم نے بڑی بڑی معقولی بحث اس موضوع پر لکھی ہیں۔ اور ہر فرقہ سے معراج جسمانی اور اوکی معقولیت کے تمام مشاہدات کو عین امکان ثبات کیا ملاحظہ



اللہ دیہا والاحتصاص الذی یحصل فی ملائمتھا

وَأَمَّا بِنَاكُمْ مُوَسَّى فَلَيْسَ بِحَسَدٍ وَلَكِنْ مَالٌ لِعَقْدَةٍ

عُمُومِ الدَّعْوَةِ وَدَفْعِ كِمَالِ لِحَصْلِ مَا هُوَ وَجْهٌ

وَأَمَّا سِدْرُ الْمُنْتَهَى فَتَحِيْرَةُ الْكُوْنِ وَتَرْتِيبُ بَعْضِهَا

عَلَى بَعْضِهَا وَالنَّهْجُ فِي تَدْبِيرِ وَاحِدٍ كَالْحَجَّاجِ الشَّجَرَةِ

فِي الْعَادِيَةِ وَالْمَامِيَةِ وَمَحْوُ هَبَاءٍ لِمُتَمَلِّئِ حَيَوَانِ الْإِلَاحِ

التَّدْبِيرُ الْجَمَلِيُّ الْأَحْمَالِيُّ التَّنْذِيهِ السِّيَاسَةُ الْكُلِّيَّةُ

أَمْرَادُهُ وَالْمَسَائِدُ الْإِسْتِثْنَاءُ الشَّجَرَةُ دُونَ الْحَيَوَانِ

فَالْحَيَوَانُ فِيهِ قُوَى تَفْصِيلِيَّةٌ وَكَأَمْرَادُهُ فِيهِ ادِّجَاجٌ مِنْ

سَبَسِ الطَّبْعِيَّةِ -

وَأَمَّا الْأَنْفَاسُ فِي أَصْلِهَا رَحْمَةٌ وَأَذْخَالٌ فِي الْمَلَكُوتِ

حَدُّهَا الشَّهَادَةُ وَحَيَوَاتُهَا مَسَاعِدُ ذَلِكَ تَعْيُنُ هَذَا

بَعْضُ الْأُمُورِ الْمَامُوعَةِ وَمَا تَشْهَدُ بِهِ كَالسَّلِّ وَالْأَفْرَاتِ -

وَأَمَّا الْأَنْفَاسُ الَّتِي مَعْنِيهَا قُدْرَاتُ الْهَيْئَةِ وَ

تَدْبِيرَاتُ رَحْمَانِيَّةٍ فَلَعَلَّتْ فِي الشَّهَادَةِ حَيْثُ اسْتَقْدَمَتْ

لَهَا - وَأَمَّا الْبَيْتُ الْمَعْمُورُ بِحَقِيقَةِ الْفَعْلِ إِلَّا لِهَيْئَةِ الدَّعْوَةِ

تَوَجُّهٍ إِلَيْهَا بِسُجْدَاتِ النَّسْرِ وَتَصَرُّعَاتِهَا يَتَمَتَّلُ طَلِبَا

عَلَى حَدِّهَا بِعَدَدِهَا مِنَ الْكَمْعَةِ وَبَيْتِ الْمَقْدَسِ

وَأَمِنْ خَمْسِ صَلَوَاتٍ لِسَانِ التَّحْوِيلِ لَا تَحْصِي

بِالْحَسَابِ التَّوَابِ - ثُمَّ وَصَحَ اللَّهُ مَرَادَهُ تَدْبِيرُهَا بِإِلْعَامِ

أَنَّ الْحَرَجَ مَدْفُوعٌ أَنَّ الْعَمَلَةَ كَامِلَةٌ وَتَمْتَلِ هَذَا

الْمَعْنَى مُسْتَدًّا إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَمِنْهُ

أَكْثَرُ الْأَنْبِيَاءِ وَمُعَالِجَةُ الْأُمَمَةِ وَمَعْرِفَةُ لِسَانِهَا

وَدَرْجَتِي وَأَوَّلُ سِيَاسَتِهَا وَتَدْبِيرُهَا وَمَعْرِفَةُ أُمَّتِهَا مِنْ طَرَفِهَا

اور اس امر کی دریافت جن پر ملائکہ مقرر تھیں عرشِ سابقت کیا کرتے ہیں

کہ یہ موسیٰ کا واصل ہو گا کہ یہ موسیٰ سے جس کا اظہار و بیان ہو گا اظہار

اس امر کا ہے کہ اولیٰ رسالت تمام دنیا کے لئے عام ہو گئی اور یہ کمال اتنی

تو تھی کہ ملائکہ میں نہ اس قدر اہمیت تھی کہ عالم ہی کہ ایک تو دوسری

و تیسری ترتیب اور ہر سب کے سب ہر ایک کے اندر جمع ہیں صبا کہ درخت کی

خدا و زمین بھی حال ہے - واضح ہو کہ کسی جہاں اس کی تبدیلی نہیں ہو سکتی

و تدبیر کلیہ اعمال و سیاست کلیہ ہے نہ اسات کہتی ہے وہ بھی مودہ و ملامت

ہر چیز نہ اسات اس کی درخت میں پانی جاتی ہے کہ ایک ہی تیر پر مختلف قسم

کی شاخیں ڈالیاں اور تیر ہوتے ہیں ارادہ زمین پر مستقیم ہیں اور

توں میں نہ اسات پانی زمین جاتی کہ اس میں تو تفصیلی ہیں اور

الہ بھی کہ تیر ہیں زمین طبعیہ سے زیادہ صریح ہیں -

دریا آسمانی کی اہل خدا کی رحمت و انعام ہے جو عالم ملکوت میں عالم

مہدات کے محادی موجود ہے ہر جہات و مہد و مہملی میں اس کا عمل ہو گا

ظاہر و خفیہ اس کا فہم مل جاتا و مہد و مہملی میں اس کا عمل ہو گا

الذوالنیات رہے مودہ و ملامت کے لئے مہد و مہملی میں اس کا عمل ہو گا

رہا میں جو عالم طور میں ہے کہ تیر اور تیر میں جہات میں اس کا عمل ہو گا

بیت المعمور کی حقیقت وہ تجلی ہو گی کہ جہات میں اس کا عمل ہو گا

اور میں کا رخ ہوتا ہے اور وہ مہد و مہملی میں اس کا عمل ہو گا

لوگوں کا اس ہر دور کی مہد و مہملی میں اس کا عمل ہو گا

پانچ وقتوں کی نماز کا تہذیب بھی رہا تہذیب سے ہوا ہو گا

تو اس کے اعتبار سے یہ پانچ بجاس کے برابر ہیں - گو یہ اعداد ہر عالم سے

آہستہ آہستہ یہ سمجھایا ہے کہ تو اب تو اس کے برابر کامل ہو اور ہر مہد و

اور تھا دیا گیا ہے - یہ مطلب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سہر متحمل کیا گیا

ہو کہ یہ کہ جہات مہد و مہملی میں اس کا عمل ہو گا

و درستی اور اصول سیاست اور تدبیر و معرفت اُمت میں طرے ہوئے ہیں -



شاہ صاحب کی مرقومہ بالا عبارت کو مشاہدات معراج کی اصلی حقیقت سمجھ کر ہم نے نہیں لکھا ہی بلکہ اس کی نقل سے ہمارا مدعا ہی خاص یہ ہے کہ حکمت و فلسفہ کے موجودہ زمانہ ارتداد میں جو معراج حسانی کے محال چوبی کی متعلق دعویٰ کئی جاتے ہیں اور کو قریب العقل والامکان ثابت کر دین در معراج کے مشاہدات غیبیہ قدرت کو ایسے مازک اسرار ربانی میں چکاقل العاقلانہ فی حدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خاتمہ بحث پر جو عبارت حاشیہ لکھی ہے ہم اس سے بولا اتفاق کرتے ہیں اور اذیل میں نقل کر چکے ہیں۔

معراج کو تمام کر دیتے ہیں اور یہاں اس بقدر بیان کو کافی سمجھتے ہیں۔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ علامہ ابن القیم کہتے ہیں حضرت عائشہ و معویہ دامائیں تسبیحی سے مروی ہے کہ اسرار روح مبارک کو ہوا تھا اور جسم ایک ایسی جگہ سے محفوظ نہیں ہوا تھا علامہ جو صوف زائن القیم کہتے ہیں کہ اسرار وحی اور خواب میں بہت فرق ہے۔ اسرار وحی سے مراد تو یہی ہے کہ روح مبارک کو ان جملہ مقامات کی سیر کرائی گئی۔ اور خواب میں یہ بات نہیں ہوتی۔ یہ درجہ اتم اکمل۔ اشرف الوجود اعلیٰ ہے۔ علامہ کے ایک گروہ کا قول ہے کہ اسرار بدن اور روح کے ساتھ تھا۔ زاد المعاد ابن القیم صفحہ ۳۰۱۔

واضح ہو کہ روح حسدی کا کارخانہ کل کے فلسفہ خشک کے اعتبار فیضول ہے کیونکہ جس قیاد و مطلق نے اجرام سماویہ کے سمجھاری حکم اجسام کو ختم رکھا ہے اور عین خلا میں اس کو قائم کیا ہے وہ جسم انسان کے جرم صغیر کو خلا میں ایجا کرنے کی بھی ضرورت قدرت رکھتا ہے۔ آکسیجن (OXYGEN) کی طاقت سے ہوائی جہاز اور اودن جہازوں کے اندر آدمی برابر اڑ رہے ہیں۔ اس لئے خداوند کریم کا ایسے نبی کریم کو ساری رلق حوالہ برق سے مستحق اور الکٹریسیٹی (ELECTRICITY) کی طاقت مخفیہ کی جانب اشارہ کن ہے ملکوت السموات کی سیر کرنا کچھ بھی مستبعد نہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ ۶۶

رلاق اور معراج کی گویا تمام محبت کو میر و حیدر صاحب مرحوم لکھنوی نے ایسے ایک مصرع میں لکھ کر تمام کر دیا ہے۔ جو رلاق کی صفت میں فرمایا گیا ہے۔ کھکے کو براق اصل میں خان کی کشتش تھی۔

و جوب نماز پنجگانہ | معراج سے وایسی کے بعد امت اسلام پر پانچ وقتوں کی نماز واجب کی گئی۔ و جوب نماز کے قیاس کی سست علما و دین میں اختلاف ہے۔ ہر کار کا اختلاف ہے تحقیق کی جاتی ہے تو یہ اختلاف اصل زمانہ کے وجوب میں یا اسکے تغیر اوقات میں نہیں ہے رکعات کی نسبت اختلاف ہے۔ و رہ اصل دو کہتی نماز فجر اور عصر کی تو بعثت کے وقت ہی سے واجب کر دی گئی تھی۔ اور ترکیب نماز بھی ناموس الہی نے اسی وقت تعلیم کر دی تھی۔ جس وقت وہ وحی الہی لیکر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پنازل ہوا تھا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔

اگر اذن علماء کے اقوال پر اعتبار کیا جاتا ہے تو مطلق وجوب نماز کو واقعہ معراج تک پہنچ لیجاتے ہیں تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قریب قریب دس سال تک جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا یا مخصوص صحابہ کے ساتھ ایک مدت تک مخفی طور پر نماز پڑھنے کی دو ایک روایات یمنیہ متبرکہ و اکثر شیعہ و اوقات بالکل جھوٹے اور کالعدم ثابت ہو جائیں گے۔ اور دس رس تک اہل اسلام اور بانی اسلام خود در خود یا ٹھہرے نماز پڑھنے لگیں گے۔ پھر یہ بھی تلامذہ ضروری ہو جائیگا کہ جب نماز کی ترکیب عبادت



سین چھی تو رسول اور اہل اسلام کا اسی مدت تک کیا طریقہ عبادت تھا اگر یہ کہا جائے کہ وہ زمانہ رسول کا بغیر کسی عبادت کے گذر تو سراسر مناقض شان رسالت ہوا تو قطعی ناممکن ہے۔ اس سبب اور اس علمائے محققین کا محققانہ قول اکل صحیح اور فی الواقع ہے کہ خوب نماز کا حکم رسول قرآن اور حصول رسالت کے ساتھ ساتھ ہوا۔ لکہ خدا کے فرستے لے رسول خدا صلعم کو ترکیب نماز کے ساتھ ہی ترکیب و تدبیر ملانی کیونکہ ہر مار کے ساتھ وضو بھی (اگر ضرورت ہے) واجب ہے۔ طبری

لیکن حقیقت یہ ہے کہ پہلے صرف دو وقتوں کی دو رکعتی نماز ادتری تھی۔ اور ثبوت کے زمانہ سے لیکر ذوق معراج تک ایسی ہی اور اسی ہی ساریں ٹہری جاتی تھیں۔ معراج میں نماز چھ گانہ امر رکعات ہمار گانہ کا حکم ملا۔ اور وہ وقت سے طہر عطر و عشا کی چار رکعتی نماز واجب ہو گئی۔

حضرت ابیطالب اور خباب اسلام کی تاریخ میں موت کا دو موانہ سال حقدار اسلام کی ترقیات و توسیعات کے لئے خدیجہ کی وفات حاصل طور پر مشہور اور نمایاں سی اور بقیہ یہ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود مصائب و آلام اور نزول حزن و ملال کے لئے بھی حاصل مشہور اور مذکور ہے اعظم ترین مصائب جو آنحضرت صلعم کو پیش آئے وہ حضرت ابی طالب کے ایسے متعلق و مرنی ماند اور حسن و مددگار کا ایک مار سے اٹھنا تھا۔

پھر اس کے چند ہی روزوں کے بعد جہاد صدیقہ کبریٰ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے ایسی بی بی سے ہمیشہ کے لئے معارف نصیب ہوئی۔ دھماکا تھا و تسلیا لامر کا

حضرت خدیجہ کبریٰ و عظیم المراتب محترمہ تھیں اور وہ جلیل الساقب معظمہ جن مقدسہ نے حاصل رسول اللہ صلعم کے قول کے مطابق اس وقت سے آپ کا ساتھ دیا جب کوئی شخص آپ کا ساتھ دینے والا نہیں تھا اس وقت میں آپ کی تقدیر قربانی حب کوئی شخص آپ کی تصدیق رسالت کرے والا نہیں تھا۔ اوس زمانہ میں اپنے مال و دولت سے آپ کی نصرت و اعانت و مانی حقوق ایک پیہ سے بھی کوئی شخص آپ کی مدد کرنے والا نہیں تھا۔ ان تمام اوصاف مخصوصہ برتر ادیبہا کہ آپ کی نو مہیوں میں سے مدعا ہے زوجیت اصلاً کسی سے بھی آنحضرت صلعم کو حاصل نہیں ہوا احباب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اور آپ کے خاندان رسالت اور دودمان نبوت کا نام و نشان انھیں کے بطن سے امدالاً و تک تک قائم رہا۔

حس طرح کھانا نوش اور شراب کبہ رسالت کے قبل ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت و امانت پر اعتقاد کر کے۔ الامین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ اسی طرح خباب خدیجہ کو انکی عصمت و حیا کے احترام سے الطاہرہ کے القاب حاصل سے ہمیشہ یاد کرتے تھے۔

ست ملی صاحب ان واقعات کے متعلق لکھتے ہیں۔

الوطالب کی وفات کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اون کے پاس تشریف لے گئے اور جمل اور عبداللہ بن امیہ پہلے سے لے کر انقول پہلی صاحب الوطالب ریاست قریش اور امامت مکہ پر قائم ہیں تھے تو انھیں اور ان امیہ سے معروہ قریش اور تمولین مکہ کا انکی عبادت کو ان

وہاں موجود تھے۔ آپ نے فرمایا مرنے مرنے لالہ اللہ کہ مجھے کہیں خدا کے ہاں آپ کے ایمان کی شہادت دون۔ ابو جہل اور ابن ابیہ نے کہا کیا تم عبدالمطلب کے دیں سے پھر جاؤ گے مالاخر ابو طالب نے کہا کہ میں عبدالمطلب کے دین پر فرما ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف خطاب کر کے کہا میں وہ کلمہ کہہ دیتا لیکن قریش کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں آپ کے لئے دعائے مغفرت کروں گا جب تک کہ خدا مجھ کو اس سے منع نہ فرما دے۔

یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے اس اخذ کی روایت ہے کہ مرنے وقت امی طالب کے ہوتے ہوئے رہے تھے۔ حضرت عباس نے حواصوت کا فرستے کان لگا کر سنا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ تم نے جس کلمہ کے لئے کہا تھا۔ ابو طالب وہی کہہ رہے ہیں۔

اس بنا پر ابو طالب کے اسلام میں اختلاف ہے لیکن چونکہ بخاری کی یہ روایت عموماً صحیح مانی جاتی ہے اسلئے محمد بن زیادؓ اور ان کے کفری کے قائل ہیں۔ لیکن محدثانہ حقیقت سے بخاری کی یہ روایت قائل حجت ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حواصوت میں اسلام لائے اور ابو طالب کی وفات کے وقت موجود نہیں تھے ایسی بنا پر علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کی شرح میں لکھا ہو کہ یہ روایت مسلم اس اسحاق کے سلسلہ میں اس ابن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن عباس میں وارد ہوئی ہے لیکن سچ کا ایک راوی ایمان بھی رہ گیا ہے اس بنا پر دونوں روایتوں کے درجہ استناد میں چندان فرق نہیں۔

ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جو جان نثار ہاں کیں اوس سے کون انکار کر سکتا ہے وہ اپنے ہیکر گوتوں تک کو آپ کے اور نثار کرتے تھے۔ آپ کی محبت میں تمام عرب کو انیادشمن بنالیا آپ کی خاطر محصور ہوئے۔ فاقے اٹھائے شہر سے نکالے گئے۔ عین تین برس تک آپ دوانہ مارے۔ کیا یہ محبت یہ جوش یہ جان نثاریاں سب ضایع ہو جائیں گی۔

ابو طالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ۳۵ برس عمر میں ٹرے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے نہایت محبت تھی ایک دفعہ وہ سنا پڑے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکی عیادت کے لئے گئے تو انہوں نے کہا کہ بھتیجے جس خدا نے تجھ کو میرا بھائی بنایا ہے وہی خدا نے مجھ کو آپ کا بھائی بنایا ہے۔ آپ نے دعا کی اور وہ اچھے ہو گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا خدا تیرا کتنا مہربان ہے آپ نے فرمایا اگر آپ بھی خدا کا کتنا مہربان تو وہ بھی آپ کا کتنا مہربان ہے سیرۃ النبی ص ۱۸۲

ہو جبکہ خلی صاحب نجات امی طالب کے متوقع اور دلچسپا امان ہو سکے تو یہ ہیں اس لئے ہیکر حضرت امی طالب کے ایمان لانیکے متعلق تحفظ کرنا منظر ہمیں ہے۔ کیونکہ اوس کے صاحب ایمان ہونیکے ثبوت میں متعدد کتابیں ہم سے صد ہا برس پیشتر تیار ہو چکی ہیں۔ اور خود سواد اعظم کے اکابر علماء و محدثین نے اس سلسلہ میں ایسے مخالفین کی تمام غلط فہمیوں کی مدلل اور مفصل طور پر تردید کر دی ہے کہ اب اوس میں کسی کو عدد رد کلام کی ذرا بھی گنجائش مافی نہیں ہے علامہ سیوطی کے خاص دور رسالوں کے علاوہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ حصہ ثانی ایسی حالت میں جب اوکی استدعا و استرخاص کو خلاف اصول نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب دعا و دعا سے ہاتھ نہ اٹھایا یہاں تک کہ شعب کے سالہ مصاصہ۔ سند بخاری پورے حال پر پاداشت کر لئے نتیجہ نہایت ہوتا ہے کہ سیوطی صاحب کی یہ غلط فہمی صرف ہی امیہ کی مدد رسائی تھی اور فضائل بنی ہاشم سے روگردانی۔ اللہ باقی میں کل قال۔ المؤلف عمی عمہ

عمدة المطالب - محمد بن طلحة الشافعی مطالب الرسول او توضیح الدلائل محمد بن یوسف اور استی المطالب فی نجات امیاط  
مفتی احمد بن ربیع و حلاق توفی مسی الحرام - مکہ معظمہ - حوام الحرمین سید محمد بن رسول الشہید علامہ نرہی کی کتاب کا خلاصہ  
ہے یہ تمام تصنیفات و تالیفات اسی موضوع خاص پر مرتب ہو چکی ہیں۔

لیکن باوجود اسکے کہ شبلی صاحب نے اپنی تذکرہ بالا راے میں غولفین مرقوم الصدر کی تائید کی ہے مگر تاہم آپ کا طرہ  
بیان بجز بھم کا بھم نہ گیا ہے۔ ہجو آپ کا اسام کی ابھی صفائی ضروری نہیں ہے بلکہ آپ کی قدیم کو تہ قلمی کی شکایت ہے  
شکایت بھی نہیں کیونکہ یہ آپ کی عادت ہے خصوصاً سی ہاسم کے حالات میں اور انسان عادت کو مجبور ہی کیونکہ وہ طبیعتہ  
الثانیہ ہو جاتی ہے۔

سہر حال شبلی صاحب نے سمت ٹری فرو گذاشت یہ کی کہ حضرت امیاط کی اوس وصیت کی نقل کی طرف توجہ  
نہیں کی حوا و نھون نے تمام اکابر قریش کے مجمع میں اپنے لستہ مرگ پر اپنے مرتبے بالکل قریب بیان کی تھی۔ اہو حکو قریب  
اقرب تمام علماء و محققین نے نقل کیا ہے اوس کے نقل و مطالعہ سے آپ کو انکے ایمان و اسلام کا پورا یقین  
لگ جاتا ہے۔ ہم نام بر ربکی کی عسارت و العافا میں اوسکو حسب دلیل نقل کر دیتے ہیں۔

یا معشر قریش انعم صفة الله من خلقه فقله، الحرب فكم  
السيد المتاع وكم المقدام المتع والواسع الماع واعلموا  
اكنو لتكوا للعرب في المانر بصا الا اخر تنوه و كاهن فا  
الا ادر كنموه فكم ذلك على الماس الفصله وكم  
الوسيلة والماس لكم حرب وعلى حوكم الب والى  
او صيكم منعظيم هذه السديه معنى الكعبة فان  
فيها موصات للوت وقوا للمعاق و تانا للوطامة  
وصلوا الرحا مكم وان في صله الرحم مساءة اى  
فسمحة في الاحل و نر يادة في العد و ا توكوا المعنى  
العقوب و صمها هلك القرون فكم احسوا الداعى  
واعطوا السائل فان فيها اشرف الحيات والميمات و  
عليكم مصدق الحديث و اذاع الامانة فان فيها محبة في  
الحاص و مكمولة في العام و اوصيكم محمد و حبا و ا  
الامان في قرش والصديق في العرب وهو الحامع

اور گروہ قریش تم مخلوقات جلیلہ بر گزیدہ ہو۔ اور عرب کے دل ہو سرور انا  
اتباع۔ اور دلاور مراخ سینہ تم میں سے ہوتے ہیں تم جانتے ہو کہ  
عرب کی جویوں میں سے کوئی ایسا حصہ نہیں جو ا کہ جو تم نے نہ جمع  
کر لیا ہو اور کوئی ایسی فیصلہ نہیں مافی رہی تو مکو نہ مل گئی ہو  
سب سے تم لوگوں فیضیات رکھتے ہو اور لوگ تمہارا وسیلہ ڈھونڈتے  
ہیں لوگ تمہارے لئے لڑنے والے اور تمہارے آلات حرب ہیں  
تمہیں اس جگہاں یعنی کعبہ کی تعظیم کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ ان  
پروردگار عالم کی خوشنودی روری کا سہارا اور سامان کی درستی  
ہے اور صلہ رحم اختیار کرو کہ کیونکہ صلہ رحم میں کشائش ہے پسی ہر  
کی زیادتی اور اس کی کثرت۔ بنادت اور نافرمانی کو ترک کر دو کہ ان لوگوں  
کے سب سے پہلے ہمت سے قتل (قویں) ہلاک ہو چکے۔ (در حقیقت)  
کے دعوت کرنے والے کی سنو اور سائل کی حاجت پوری کرو کیونکہ  
ان دونوں شرف حیات و ممات ہو اور تمہیں سچ پونا اور بات کا اکرنا  
لازم ہے کیونکہ ان دونوں باتوں کو سنسک خواہے محبت ہو یا بد محبت  
عنایت اور میں محمد صلی علیہ وآلہ وسلم کی نسبت مکو وصیت کرتا ہوں کہ

کل ما اوصیکم به وقد جاء ما قبله الحسن وانکره اللہ  
محاوہ الشان وایما للہ کافی انطالی صعالیک العرب  
واهل الاطراف والمستضعفین من الناس ذل احاو  
دعوتہ وصدوق کلمتہ وعظمو امرہ فخاص بهم فعملاً  
الموت فصارت روستاء قریش وصادیدہا اذانا و  
دورہا حرا وادعوا وصدقا ہا اذانا اعظم ہم علیہ  
احوجہم الیہ وادع ہم منہ احطا ہم عدۃ من محصۃ  
العرب ودادہا واعطتہ قیادہا یا معاشر قریش  
کونوالہ ولایۃ ولخبرہ حماۃ وئی روائہ دونکہ و اس  
امیکہ کونوالہ ولایۃ ونحس منہ حماۃ واللہ لا یسئلک احد  
مسئلہ الازہد اولاد احد احد ھدیہ الاسعد ولوکا  
لنفسی مدۃ ولا حلی تا حیل لکھفت عدۃ الحرا  
ولد فعت عدۃ اللہ واهی وقال لھم مودۃ ل توالوا  
تعمیر ما سمعتم من محمد و ما اتعتم امرۃ فاطمہ عوۃ  
توقدوا

وہ ایسے قریشی ہے اور صدیق عرب اور جس قانون کی میں نے تمہیں بتا دیا  
کی ہر وہ ان تمام اوصاف کا جامع ہے وہ ایسا امر بیکر آیا ہے جسے دل  
توقول کرنا ہے مگر زبان بخوف طعن انکار کرتی ہے۔ خدا کی قسم میں گویا عمر  
فقیروں قرب و حوار کے ہاتھ میں اور کمزور لوگوں کو دیکھتا ہوں کہ انہوں  
نے اسکی مادی قبول کر لی ہے۔ لوگوں نے اسکے کلام کو برحق مان لیا  
ہو اور اسکے حکم کو سرگ سمجھ لیا ہے اور وہ انکو لیکر موت کو بھروسہ  
کو دیتا ہے اور وہ لوگ قریش کے سردار بن گئے ہیں اور قریش کو مزار  
سب ادنیٰ درجہ کو ہو گئے ہیں اونکے مکاں تک برباد ہو گئے ہیں اور  
حور بر دست بختیبر دست ہو گئے ہیں۔ جو لوگ آپ کو شہل کر  
ٹکڑے کر کے بھجوتے تھے وہ اسکے محتاج بن گئے ہیں اور حوا میں سو دور فتح قریش  
آگئے ہیں ابواب مادی نے اسکی حاکم دوستی اختیار کر لی ہے اور اپنی  
آپ کو اسکے اختیار میں دیدیا ہے۔ اگر گردہ قریش اسکے دوست بھاؤ  
اور اسکے گردہ کے حامی بھاؤ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ تمہیں اور  
تمہاری بھائیوں کو لازم ہے کہ اسکو دوست بناد اور اسکے گردہ کو حامی  
ہو حواد اور ہم بھائیوں ایسا نہیں ہے جو اسکی راہ چلے اور نیکی نہ پا کر اسکا

ہر یہ قول کرے اور عقیدہ ہو جائے اور اگر میری زندگی میں کچھ دیر لگتی اور میری عمر کچھ زیادہ ہوتی تو میں ہر قسم کی تکالیف و مصائب و سختیوں کو اس  
دور کرتا اور ایک بار قریش سے یہ بھی کہا کہ حتیٰ کہ تم محمد کی سنتے رہو گے اور اسکے احکام کی پیروی کئے جاؤ گے تمہارے لئے بہتری  
ہی بہتری رہے گی۔ مدد اسکی اطاعت کرو کہ رشید ہو جاؤ۔ مسند لا عن قاضی ذہبی و حلال من کتابہ النسی المطالب ص ۴۴

حضرت اسطیاب کبیرہ العاظم و صیت ہیں جو صاف بتلا رہے ہیں کہ انکا کہنے والا۔ اس کا او اگر موالا او موقت و مسلمانوں  
سے سخت عقیدت اور حمایت اسلام میں اگر ٹر باہیں تہا تو کسی طرح کم بھی نہیں تھا۔

اب ہم حسب الوعدہ شعلی صاحب کی مسہم عمارت اور دو محل فیصلہ کا انکشاف کرتے ہیں۔

خیریت ہے کہ شبلی صاحب نے اپنے اس ایہام فی الکلام کی وجہ خود لکھ دی ہے۔ لکھتے ہیں کہ۔ اس بنیاد پر روایت بخاری اور  
(ابن ہشام کے اختلافات و کھلا کر ابو طالب کے اسلام میں اختلاف ہے لیکن چونکہ بخاری کی روایت عموماً صحیح تر مانی جاتی ہے  
اس لئے محدثین زیادہ تر ان کے گھر ہی کے قائل ہیں

اس سے معلوم ہو گیا کہ آپ ایمان ابو طالب کے قائل ضرور ہیں لیکن بخاری صاحب کے خوف سے انوار اعلان





بن عبد اللہ دو موقع ہیں۔ اس بیا آپ کو تسلیم کر لینا ہو گا کہ عباس بن عبد اللہ کے ایسے بعض عزیز کا حوالہ دیدیا ہے اور نام میں بتلایا صرف اس وجہ سے کہ اس وقت اد کو نام نہیں یاد رہا۔ پھر جب آپ کا معتز اور معتز علیہ تحض یہ کہتا ہی کہ میں نے اپنے عزیز خاص سے سنا ہے اور صرف نام میں لیتا ہے تو کیا اس کا یہ بیان آپ کے نزدیک قابل اعتماد ہو گا؟ پھر جب آپ کی طرح اس کے بیان کو قابل استرداد میں ٹھہر سکتے تو آپ کا عرض بعض اہلہ کی موجودگی میں یہ بید ہٹ کر کہہ دیا کہ یہ حج کا ایک راوی ہلکا پڑ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ اس نے یہ ضرور قابل تسلیم ہو گا کہ عباس بن عبد اللہ نے ایسے ایک عزیز سے اور اس نے عبد اللہ بن عباس سے اور انھوں نے اپنے بزرگوار عباس بن عبد المطلب سے سنا ہو حقیقت کی نظر سے دیکھئے تو اس آیت کی روایت اول سے آخر تک متصل ہے معطل اور مسلسل اور کہیں سے بھی منقطع اور موقوف نہیں۔

اب اس کے معاملہ میں بخاری اور مسلم کی روایت اور ان کی حقیقت بستہ ملی صاحب خود معتز فائدہ طور پر تحریر فرماتے ہیں کہ بخاری کی یہ روایت جذبات قابل احتجاج نہیں کہ آخر راوی ابو مسیب ہے جو فتح مکہ میں اسلام لائے اور اوطالب کی وفات کی وقت موجود ہیں تھے۔ اسی بنا پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہی ہے۔ جب اس روایت کی حقیقت حال اور کیفیت رجال سے آپ واقف ہو چکے تھے اور اسکے ساتھ ہی ابن اسحاق کی روایت کے متعلق یہ ثابت ہو چکا تھا کہ اسکے راوی بخلاف مسلم بخاری کے فقہ ہیں اور یہ بطور مروج متصل مروی ہوئی ہے۔ تو پھر آپ نے صاف صاف لفظوں میں یکسو فیصلہ کیا کہ نہ کرو یا اور قلاویہ کہ ایسا انی طالب کے مسئلہ میں اختلاف بریکار ہے۔ ابن اسحاق کی روایت سے اٹھا ایمان لانا حقیقی طور پر ثابت ہے۔ کیونکہ ابن اسحاق کی روایت کے متعلق آپ ایسا اور اطمینان کر چکے ہیں۔ ایک در بیان کے راوی بخاری کا جو گمان کیا گیا تھا وہ بھی غلط تھا۔ راوی موجود ہے۔ مگر راوی اول کو اس کے نام کی جگہ اس کی خصوصیت یاد ہو کہ وہ اسکے گھرانہ میں سے تھا تو اس روایت کا یہ اتنا سا نقص بھی جاتا رہا۔ ان تمام دلائل سے ابن اسحاق کی روایت عقلاً و نقلاً بالکل صحیح اور فی الواقع ہے۔

لیکن یا انہم ایک صحیحین کی اور ان میں بھی بخاری کی قلمکاری نے اسلام کے ہر واقعہ کی حقیقت ہی بدل دی ہو اور آپ حضرات نے عقیدہ مندرجہ طور پر تقلید اسلاف کے زیر اثر نہ ہو کر اور مؤلف و محقق کے اصلی فرائض کے خلاف ادھون کی تائید و توثیق میں دوسرے دوسرے کو ڈالے ابھی ابھی دعوت قریش کے واقعہ میں محض استحقاق فضاہل علی کی غرض سے بخاری نے جیسی جیسی قلمکاریاں دکھائی ہیں اور ان کی حقیقت کا مصداق گزشتہ کرمات اب تیریں حاشیہ میں پورا انکشاف کر دیا گیا ہے اس واقعہ میں بھی ہر تا تک حقیقت کی نظر ڈالی جاتی ہے حضرت مسلم و بخاری کی قلمکاری ہی ثابت ہوتی ہے اتنا لکھ کر۔ اب ہم اس بحث کے دوسرے پہلو کو محیط متوجہ ہوتے ہیں۔

اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم بخاری اور مسلم صاحب کی مرویات پر اعتبار کر لیں تو ہم کو یہ دیکھنا چاہیے کہ ان روایات میں حضرت ابراہیم کے کس الفاظ میں انکار ایمان کیا گیا ہے تحقیق سے معلوم ہوتا ہو کہ بخاری و مسلم نے اوطالب کے اس کلمہ کو کہ میں عبد المطلب کے



دین پر قراہوں۔ انکار ایمان سمجھا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلم و بخاری حضرت عبدالمطلب کے ایمان کے عینی قائل نہیں ہیں اور ان کا کافر نہ تھا۔ (نور و مائتہ) صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ اوندو علماء کا یہ قول جمہور علماء و محدثین کی مختار متفقہ سے منکمل صحاح ہے مسترح زرقانی بن حصرت عبدالمطلب کے ایمان قصا کر لے کی ٹری طولانی بحث صفحہ ۱۹۷ سے شروع ہو کر صفحہ ۲۰۹ پر تمام ہوا ہے اور یہ بحث میں حضرت عبدالمطلب کو تمام عمر وین صیغہ ثبات اور مسلک توحید پر قائم دکھایا ہے اور خاتمہ بحث پر اکثر محدثین و محققین کے اقوال سے واقعہ اصحیٰ البغیض اور نہایت اہم اثر شرم کے متعلق آپ کو صاحب کرامات تسلیم کیا ہے اور جو دستی صاحب عیسیٰ دیا ہے میں مفصل دلیل واقف کو اسکے موجد ہونے کے ثبوت میں نقل فرمایا ہے۔

اس بدیم نے لکھا ہو کہ میں نے امون الرشید کے کتھا میں ایک دستاویز دیکھی تھی جو عبدالمطلب ابن ہاشم (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ لکھی تھی۔ اوسکے الفاظ یہ تھے۔

حق عبدالمطلب من ہاشم من اہل مکہ	یہ عبدالمطلب ہاشم کا جو کہ کا مائتہ ہے ترسہ فلان اس
علی حلال بن حلال الحمیری من اہل	فلان حمیری بر ہے۔ جو صعدا دین کے حلال میں تہر
ورل صواعلیہ الف دس ہر صفت	اور ان کا رہے والا ہے یہ باندی کے ہر در دم ہیں جب
کبلا یا الحدید ہ ومتی دعاہ ہا احالہ	طلب کیا جائے گا وہ ادا کر دے گا۔ خدا اور اس کے د
شہد اللہ والمملکان	فرستے گا وہ ہیں۔

حب شعی صاحب کے ان اقوال اور مذکورہ بالا علماء و محدثین کی مذکورہ بالا تحقیقات سے حضرت عبدالمطلب کا دین وین صیغہ اور مسلک توحید ثابت ہوتا ہے اور ان میں مسالک پر اور انھوں نے دنیا سے رحلت فرمائی۔ ثواب الی طالب کا انتقال فرماتے وقت یہ اقرار کرنا چکیو جو صاحب صحیح مسلم و بخاری لکھتے ہیں کہ میں دین عبدالمطلب پر قراہوں کیسے (نور و مائتہ) اور کیا کافر مرتد کی دلیل ہو سکتا ہے۔ کیونکہ دین عبدالمطلب جب دین صیغہ اور مسترح توحید ثبات ہو چکا اور یہی اوسکے ثبوت ایمان کی کافی تسلیم کر لیا گیا۔ تو یہ دین و ایمان عبدالمطلب میں جو اقرار ادا کئے عین دین و ایمان عبدالمطلب سے کسی کو کیا عذر و کلام ہو سکتا ہے ہم اس سے زیادہ بحث نہیں لکھیں گے تحقیق فرید کے لئے عمدة الطالب عبدالمطلب السؤل۔ اسی الطالب بتالیقات

لہجہ اس موقع پر شعی صاحب کا دین صیغہ بالابست کیج کارادی ہو گیا یہی یاد دلانے میں رہا نہیں وکر موجود ہے مائتہیں یاد رہا۔ حدیث اکابرین و بزرگ پوری عبارت دستاویز (سہینہ ٹوٹ) یاد رہی لیکن قرآن کریم کا نام یاد نہیں رہا تو کیا اس سے دساویز کا وجود ہی غالب کر دیا جائے گا علی الاثر کہ توفیق میں مختصر ہو گئی و ستویا یا جانا ہو اس میں بدیم نے بھی وہی قدیم طریقہ نقل اختیار کیا ہے اور اس دستاویز میں بعض جیسے دالے کا نام جو کہ یہ ہو گیا ہے اسے ظاہر نہ ندان گیا یا لیکس تاہم ہم یہی کالفظ لکھ کر کسی قومیت تسلادی۔ اسی طرح ابن اسحاق کے راوی لکھے ہیں اوس عزیز کا نام وقت پر یاد ہو گا مگر شخصیت اور خصوصیت ضرور یاد رہتی۔ اس لئے بعض اہل کتب یا تو کیا یا کیا بخاری صاحب تو اکثر نقل چارہ شیعہ بن حلال اور کلاؤ لکھا کی امتداد سے اس کام لیتے ہیں۔ الکوف عیسیٰ

امام سبکی - قرطبی - شمرانی اور علامہ متنبی اور امام سیوطی کے رسالجات کی طرف حوایجات انا کی کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع خاص پر لکھے گئے ہیں۔ رجوع کرنا چاہیے۔

بعد اربطالب رسول اللہ کے مصائب | ان دونوں بے دریغ صدقات نے جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سید متروک و اور مضطرب رکھا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر اور گھر گیا تھا حضرت ابی طالب کے ایسا حربی اور سرپرست سر سے اٹھ گیا لیکن مدتواہ۔ سید رواہ و طالم کھار قریش کی دلی مرادین برائین تمنا میں پوری ہوئیں۔ اب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بیٹوں حضرت خدیجہ الکبریٰ (سلام اللہ علیہا) کی ایسی ہر درد و غم میں ہر وقت کی شریک و رفیق بنی باقی ہے۔ جو ترو و عکاد و رنج و غم میں آپ کو تسکین و تسخیر دے اور نہ سرچہ حضرت اربطالب کے ایسا غم بزرگوار اور پرستار قائم ہے حوالمین مکہ اور مکرکین قریش کے ملک حلوں سے آپ کو یائے اور نصرت و حمایت و مافی۔ اولیٰ انھیں خصوصیات کی رعایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم یتیم ابی طالب کے لقب خاص سے مشہور تھے۔ ان کے اٹھ جانے سے محالین کو آپ کی ایذا رسائی کی علی تکیوں میں پوری آراوی مل گئی۔ اور اب انکو تامل و تحمل کی کوئی ضرورت یا محوری باقی نہیں رہی اسوقت تک انکو جو کچھ نائل ہوتا تھا وہ صرف حضرت ابی طالب کی عظمت اور ذاتی و حاجت کے سب سے مسکودہ اپنی وفد کی پیش کر کے ہر موقع میں اپنی تقریروں کیساتھ معترضانہ طور پر بظاہر کر چکے تھے اب وہ میں رہے تو یہ محوری بھی نہیں رہی۔ اور اب وہ کمال آراوی بیباکی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا دہی اور تکلیف رسائی میں مگر مرام و مستعد ہو گئے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ میں رہنا مدتواہ ہو گیا آپ اولیٰ اس دلیری اور جرات کے سب کو خوب جانتے تھے۔ اسوقت جناب اربطالب کی تعفت و محنت مریانہ کو یاد فرما کر اکثر اتنا و فرما کر فرماتے یا عظم ما اسرج ما وحدث فقدک | اسے غم بزرگوار آپ کے بعد جو مجاہد ہو الی کسی جلد پڑی اسی المطالب ص ۶۲

مطووعہ دہلی۔

جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان مصائب و مشائد متواترہ سے ایسے تناسف اور متاثر ہوئے تھے کہ آپ نے ان عظم تر مصائب کی خاص رعایت سے اس سال کا نام عام الحزن رکھا تھا جو آج تک اسلام کی گنت تاریخ و حدیث میں منقول و مذکور چلا آتا ہے۔ شبلی صاحب رقمطراز ہیں

ابوالب اور غم کے اٹھ جانے کے بعد قریش کو کس کا لباس تھا۔ اب وہ مہایت بیہیمی و بیباکی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ستاتے تھے ایک وقت آپ راہ میں جا رہے تھے کہ ایک تنقی لے کر فرق مبارک یرغاک ڈال دی اسی حالت میں آپ گھر میں قتل لے آئے آپ کی صاخر دی ہے دیکھا تو یانی لیکر آئیں سرور ہوئی یقین اور جوش محبت جو رقی جاتی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ جہاں بدر و رونیس حدایرے باب کو بچالے گا۔ طبری و ابن ہشام۔

سقط لاف اور رسول اللہ | باوجود اسکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو متواتر صدقات میں آئے محالین قریش اور حادین مکہ نے صلعم کی مصیبتیں | گھر میں رہا مدتواہ کر دیا انکے ہر وقت کے ظلم و ستم سے یہ مدتواہ ہو گیا۔ نہ جامی ماندن پاکر تین

کی نوبت پہنچ گئی مگر۔ با این ہمہ جس منصب عظیم کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منتخب فرمائے گئے تھے جس عمدہ جلیل کی تبلیغ و تعلیم کے لئے اور تنظیم و تعلیم پر مامور کئے گئے تھے اوسکے انجام دہی اور اداکاری میں سر موخر ہو گیا۔

اتنے خزن و مال اور ایسے اصطرار و انتشار کے عالم میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمہ اُسی کی فکر تھی اور اسی کا خیال یہ تو ظاہر تھا کہ مکہ معظمہ میں رہ کر دعوت اسلام میں مخالفت قریش کی وجہ سے حقد و دشواریاں اور مشکلات پیش آتی تھیں اب وہ اس قدر شدید اور ناقابل برداشت ہو گئی تھیں کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں رہ کر اپنے امور میں آئندہ کامیابی کی کوئی امید باقی نہیں رہی تھی اس بنا پر ضرور تھا کہ اب غیر محال تھا کہ جو تشریف لیا کر یابلس النقیس اسکے لئے گوسٹش فرماتے اس تجویز میں سب سے پہلے آپ طائف میں تشریف لینگے یعنی صاحب سفر طائف کے حالات و مصلحت ذیل عبارت میں لکھتے ہیں۔

اہل مکہ سے تو قطعی ناامیدی تھی۔ اس لئے آپ نے ارادہ فرمایا کہ طائف تشریف لجاؤں اور وہاں دعوت اسلام فرمائیں طائف میں بڑے بڑے اہل اور صاحب اثر رہتے تھے ان میں عمیرہ کا خاندان رئیس القبائل تھا یہ تین بھائی تھے۔ عبد یالسبع و اور حذیب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے پاس گئے۔ اور اسلام کی دعوت دی۔ ان تینوں نے جواب دیے وہ ہایت عبرت انگیز تھے۔ ایک نے کہا کہ اگر تم کو خدا نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تو کعبہ کا پردہ (عظمت) چاک کر رہا ہے دوسرے نے کہا کیا خدا کو یہ عبرت کے لئے ترے سوا اور کوئی نہیں ملتا تھا۔ تیسرے نے کہا میں بہر حال تجھے مات نہیں کر سکتا۔ تو اگر سچا ہو تو تجھے گفتگو کرنا خلاف ادب ہے۔ اور اگر جھوٹا ہے تو گفتگو کے قابل ہی نہیں۔

ان پر بھٹوں لے اسی پر لکھا نہیں کی طائف کے مازارین کو او بھار دیا کہ آپ کی ہنسی اور لالچیں ستر کے او باش طرف سے ٹوٹ پڑے۔ یہ مجمع دور و بصف باندھ کر کھڑا ہوا جب آپ اور دوسرے نکلے تو آپ کے یادوں پر ہتھیر مازنا شروع کیا یہ بات کہ آپ کی جوتیاں خون میں ہر گین جب آپ زخموں سے جو رہو کہ بیٹھ جاتے تو بار و تھا ماکھڑا کر دیتے جب آپ یہ جھپٹنے لگتے تو ہیر ہتھیر برساتے اور ساتھ ساتھ تالیاں بجاتے جاتے۔ آخر آپ نے ایک ماع میں انگوڑی ٹیٹوں میں بٹا دی۔ یہ بیل عظمیٰ تھیں کاتھا جو مادہ کفر کے شریف الطبع اور بیک لہس تھا اوس نے آپ کو اس حالت میں دیکھ کر تو اپنے غلام کے ہاتھ حاکم نامہ لکھ لیا تھا۔ انگوڑی کا حوش ایک کستی میں لگا کر بھیجا۔ اس سفر میں زید بن حارثہ بھی ساتھ تھے۔ سیرۃ النبی ص ۱۸۳

میان میں انھذا اربعی صاحب کو اس قدر لیتا رہا کہ وہ عمارت و اوقات میں اس کی مناسبت و عیب مناسبت کا نور اُسی خیال میں فرماتے۔ اسوجہ سے کہ تو قہمی کا موجودہ شعار آپ کے یہاں میں اسامہ پیدا کر دیتا ہو۔ اسکے علاوہ لعل و جزو میں بھی آپ اپنے اصلی ماحذ سے اسبقہ و رجہ کرتے ہیں حقد رائے معیہ مطلب جاتے ہیں مافی ہار و۔ حالانکہ آپ کے ادبی قلم و حتمہ روایت سے ارشاد رسالت کے روحانی آثار ثابت ہوتے تھے تیوں کیساں تقیف کے جواب میں لہائے رسالت سے جوابتاد کیا گیا وہ بالکل مروع القلم فرمادیا گیا حالانکہ طہری میں جواب کا مستند ماحذ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خوش اخلاقہ جواب اس عبارت میں لکھا ہوا موجود ہے۔

وقد يائس من حرقيق وقد قال له وماذا كرت  
ادعيت وما فعلتم واكتموا وكرة رسول الله  
صلعم ان يبلغ قومك عند يدك هم ذلك  
عليه ص ۱۲ حرس

حب آپ رسالت کی ہدایت کی طرف سے مالک مایوس ہو کر توجہ  
اوس سے کیا کہ اب میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنی خیالات اپنے  
ہی پاس رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دوسروں کے محو کر کے رکھا گیا  
سبب بن جائیں۔

ایسے دروگاہ مصلحت اور نفاق میں محسوس ہو کر رحمت عالم نے بارگاہ احدیت میں ایسی مصیبت کے اظہار ارعطاسے ہمت و استقلال  
علی المصائب کی غرض خاص سے خود عافیت فرمائی ہے اور اس کے حرف حریف سے حد کی خبر دت و حلال اور آب کی مثال عذبت اور تواضع و  
انگاری پہنچا دیا۔ شکار ہے افسوس ہے کہ شتم علی صاحب کے اختصار نے رسالت کے اس معیار کو بھی عام گناہوں ہی پوشیدہ  
رکھا۔ حالانکہ آپ کے تینوں مامور مواہب لذنیہ طبری اور ان ہمت امین موجود ہی ہم زبان اقدس کے ان دما نیہ فقرات کو ان شام  
کے الفاظ میں حسب ذیل لکھتے ہیں۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمن سے جو چیلنے سے محروم ہو کر عقبہ ان بزمیہ کے باغ میں بیٹھ گئے تھوڑی  
دیر میں لے کر کجیہ اطمینان ہوا تو یہ دعا فرمائی۔

اللهم ایت متکو صعب قوتی وقلہ جلتی وھوالی  
علی الناس بالرحمہ والرحمہ ان رب المستضعفین و  
انت رسالی من نکتی الی العدی تجھمی اوالی عدو لک  
امری ان لو یک علی عصم حلالی ولکن عاصیت لک  
او سمعی اعود سور و جھل الذی تسفل الطمات  
وصلح امر اللہ یا لا احوۃ من ان یمر لی عصمتی و یجمل  
علی سخطک الی العیسیٰ حنہ توصی لا حول ولا قوۃ الا لک

آئی اپنی کموری نے سرو سامانی اور لوگوں کے تحقیر کرنے کی نسبت  
میں تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرے والوں کی زیادہ  
رحم کر دیا لاہی۔ اور زیادہ عاجزوں کا مالک ہی اور میرا مالک بھی تو ہی ہے  
مجھے اس کس کے سیر کیا جاتا ہے کیا میری ترقی روک دیا اوس  
دنس کے حوالہ کیا جاتا ہے جو کام سیرقا لکھتا ہے ہلکین حسب مجھ تیرا  
ہیں تو مجھے اوسکی بریا کچھ نہیں کہو نہ تیری عاصیت میرے لئے زیادہ  
زیادہ بہین ہے میں تیری ذات سے پہاہ مانگتا ہوں جس سے سب

نار کیا ان روشن ہو جاتی ہیں اور میں دوسیا کے کام و رست ہوتا ہے میں کہ تیرا غضب مجھ پر دترے یا تیری نارضا مندی مجھ پر وارد ہو محو  
تیری نارضا مندی اور جو ستودہ درکار ہو اور سکی کرے یا مدی سے مجھے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔ طبری ۱۰ ص ۱۲

ایک عیسائی کا اقرار رسالت | اب ہم سب صاحب کے اوس قلم و حصہ وایت کو اوس کے اصل ماخذ سے لکھتے ہیں جس میں عتبہ  
س رجمہ کا آپ کی خدمت میں ایسے غلام عداس نامی کے ہات حوت انکور کا تحفہ بھیجا۔ عداس کا حوت نہا عیسائی تھا آپ کی صبر تحمل  
اور اخلاق پاکیزہ کا متاہدہ کر کے آپ کی رسالت کا اقرار کر لیا۔ اور شرف اسلام ہوا تفصیل سے درج ہے۔ اسوس ہی کہ آپ کی احضار  
پسند ہی آپ کی کوتاہی کے معصیہ مطالب و مقاصد کو۔ باوجودیکہ اصلی ماخذوں میں مرقوم میں قلم در کرتی ہے۔ طبری اور ابن ہشام  
اس واقعہ کو مفصل ذیل عبارت میں لکھتے ہیں۔

علمای اہل اسلام علیہ علیہ وسلم والقی تحریک لہ جھما  
 دل عوالہ غلاما نصر یا فقال لہ عداس فقال لہ حد  
 تطعاص ہذا العبد وصعقہ فی ذلک الطریق تو اذہب  
 لہ الی ذلک الرجل فقل لہ یا کل منہ ففعل عداس فہ  
 اقبل لہ حقنہ وصعقہ میں یدعی رسول اللہ صلعم علیہا  
 وصع رسول اللہ صلعم یدہ قال لسم اللہ فہ کل منہ  
 عداس الی وجہہ فہ قال واللہ ان ہذا الصکام ہما  
 نقولہ اہل ہذا الملک قال لہ رسول اللہ صلعم و  
 اہل ای الملک انت یا عداس وادبک قال انا نصر  
 ولما رحل من اہل یسوی فقال لہ رسول اللہ صلعم  
 اس قریۃ الرجل النصح یوس من متی قال لہ ویا لیل  
 ما یوس من متی قال رسول اللہ صلعم ذلک احی کاں بلتیا  
 واما متی واکت عداس علی رسول اللہ صلعم یقبل راسہ  
 وید لہ در حلیۃ قال یقول امار سیدہ احد ہما الصا  
 (ما غلامت فقد امدہ علیک علیا حاد ہما عداس  
 قال لہ ویکت یا عداس والک تقبل لاس ہذا الرجل وید لہ  
 وقد میہ قال ما سیدی ما فی الارض حیر من ہذا الرجل  
 لہد جتونی ما کر لا نعملہ الا سی اللہ فقال ویکت یا  
 عداس لا یصیر ملک من ویکت وادی دیکت حیر من دیکت  
 طری ص ۴۴ ۱۲ حرس

تبرادرین تو اس کے دیں سے خود بہتر ہے۔

جب عتہ و سیدہ سیراں ربیعہ نے آپ کا (آنحضرت صلعم) یہ حالی دیکھا تو روم کا کہ  
 ہی علام نصرانی علس ناجی کو بلا یا اور کہا کہ انکو کا ایک جوتہ کسی میں لگا کر اس  
 شخص کو دی۔ علام حکم کے مطابق جوتہ انکو لیکر گشتی میں لگا کر ان کے  
 صلعم کی قبر میں حاضر ہوا اور آپ کے سامنے رکھ کر آپ نے انکو روم کی  
 دست منظر ٹاٹا اور رماں ساک سے بیٹھ کر انکو دیکھا  
 شروع کر دیے عداس نے مہارت جبرت سے جواب رسالت صلعم کی طرف دیکھا  
 اور کہا کہ تو ایسا کلام ہے کہ بیان کے ماست سے ایسا کسی میں کہا کرتے  
 ہی صلعم نے یوحنا۔ عداس تم کہاں کے ماست سے ہو اور تمہارا کیا مذہب ہے  
 عداس نے جواب دیا میں یہودی کا رہنے والا اور عیسائی مذہب کا آدمی ہوں  
 آنحضرت صلعم نے فرمایا تم مرد صالح یوس من متی کے شہر کے رہنے والے ہو  
 عداس نے کہا آپ اور ہمیں کیا جا میں رسول اللہ صلعم نے اس کو دیکھا  
 دو تیرے بھائی ہیں میں بھی ہی اللہ ہوں اور وہ بھی ہی اللہ تھے عداس  
 یہ سہتی ہی رسول اللہ صلعم کے قدم پر گر پڑا اور اسے آپ کے حق پہلور دست  
 یائے مبارک کے لیے دریے لوسے لئے عتہ اور سیدہ دوسری علام کی اس  
 جبرت انگیر عقیدت کو دیکھ کر ایسے دل میں کہے گئے کہ لو علام تو بھروسے  
 گیا اتنی ہی عداس لوٹ کر آگیا۔ تو اس سے کہے گئے کہ تم نے مجھے کیا ہو گیا  
 تھا کہ ملا سب ان شخص کے ہاتھ پاؤں جو سے لگا۔ عداس دولا جھیر والا  
 شخص سے بہتر آج کوئی درمتر شخص روکنے میں پرہیز نہیں کرتے مجھے وہ بہتر  
 تلائی ہو کہ جو سوا ہی اللہ کوئی دوسرا شخص کبھی نہیں تلا سکتا۔ دونوں نے  
 ملکر عداس کو تورو سے ڈاسا اور کہا کہ جروا کہیں اس کے پیچھے اس میں جیور ٹھہرے

رسالت کے ارتداد و بدعت کا اساعظم الشان معتبر اور یرا ترو واقعہ اور مثلی صاحب کے ایسے محقق کے قلم سے قلمبر کر دیا جا  
 تعجب ہے۔ تعجب ہے تعجب ہے کہ سیرۃ کسی کی تالیف میں زیادہ تر عیسائیت ہی سے استدلال کیا گیا ہے اور ہر ایسے مقام میں  
 عیسائیت کی خام اور ناقص تعلیم کے مقابلہ میں اسلام کی کامل اور موتہ یقین و ہدایت کے واقعات دکھائے گئے ہیں لیکن  
 یہ واقعہ جو قریمہ اور عمواس سے قائل استدلال تھا کیونکہ قلم انرا ذکر دیا گیا ہے اس کا ظاہری مدب سوا اسے مولف کو عدم تعجب واقعات

اور کوئی قسمی کے اندازہ خاص کے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

ہم اس سلسلے اسلام لانے والے عیسائی کے حالات کو حاتمہ تک پہنچا دینا ضرور مست اور مناسب مقام دونوں اعتبار سے مفید سمجھتے ہیں۔ زرقانی اس کا آل خیران الفاظ میں لکھتے ہیں۔

حاکم عدا اس علی ندیہ ورا اسہ ورحلہ نقلہا و  
اسلمہ صلی اللہ علیہ وھو معدودی الصداقہ و فی  
سیرۃ التیمی (اس حقہ التیمی) آلہ ولی التھد  
ادک عبد اللہ و مہولہ۔

عدا اس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھک گیا آپ کے درو مطر اور دست یار و سارک کے  
لوے لئے اور اسلام لایا۔ حاتمہ علی اس سے راضی ہو بیرونہ التیمی  
کے مصنف علامہ اس عقد التیمی لکھتے ہیں کہ عدا اس نے اسلام لائیکے وقت  
آخر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درو مطر اور رسول ہیں۔

امام سیوطی کی رو سے الانفین عدا اس کا آئینہ حال یون لکھا ہے۔

حکم و ات مد اسلمہ اراد سیدۃ الحجرج الی دہ  
امراۃ ما الحجرج معہما حقلا اقل ولت الرحل الی  
رامت بجاٹکما قریاں واللہ ما تقوم لہ الخصال  
فقالا لہ و یحک ما عدا اس سحرک تلساہ و فی الاصل  
قیل قتل عدا اس مدرا و قیل مراع و مات۔

عدا اس کا حال یہ کہ حرمہ، بن ترکہ، بنے کے لئے ادکے دونوں آقا  
عقہ دستیر لیراں ریدہ آمادہ ہوئے تو اسکو بھی ہر آہ تلے کا ٹکڑیا اُس نے  
کہا کیا آپ لوگ اس شخص سے ترک کر سکتے تھے جاتے ہیں حکاموں آپ کے  
احاطہ مات میں دیکھ چکا ہوں قسم خدا کی اوسکو بہاڑ تو بلا ہی نہیں سکتے  
عندہ تیسویں آقا ہوں تھلے اس راں کو تھلے آقا ہوں آقا ہوں آقا ہوں لکھا ہے

عدا اس جنگ میں مارا گیا اور ایک قواچ ہے کہ جنگ بدر کے بعد زندہ رہا اور ایسی موت سے مرا

انہوں نے کہ جب سیوطی صاحب سلسلہ بیان میں ایسے ایسے ضروری واقعات کو قلم انداز فرما دیں تو پھر آپ کے سلسلہ  
کلام کو تمام اور تفصیل بیان کو کیسے کامل کہا جائیگا۔ یہ تو غیر مرہوط۔ نامسلس اور غیر مکمل طریقہ تحریر ثابت ہوگا۔ ۶  
سفر طائف اور زید بن حارثہ  
شعلی صاحب نے زید کے حالات میں صرف اسکا لکھا کہ اس سفر میں بچی شریک  
تھے اس سے زاید کچھ نہ لکھا۔ ہم آپ کی اس کی کو پورا کئے دیتے ہیں۔  
کی رفاقت

اس مقام پر (طائفین) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وعظ فرمانے کے عین موقع پر کھادون نے اتنے پتھر سائے  
کہ آپ جڑ کے صدمے سے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے۔ زید بن حارثہ نے آپ کو اپنی پیٹھی پر اٹھایا اور آمادی سے باہر لے گئے  
موجودہ پانی کے جھیلے دیے تو ہوش آیا۔ رحمۃ اللعالمین ص ۵۷

قیام طائف کی سبت کچھ بھی شعلی صاحب نہیں لکھتے اور یہ اوسکے ایام و وقت وقوع متلاتے ہیں ابن اسعد دس روز کی  
دست متلاتے ہیں۔ اور یہ سوال کا عشرہ آخر سیویں تاریخ سے لیکر تیسویں تک اسسلسلہ ثبوت قرار دیتے ہیں۔ اونکے الفاظ یہ ہیں  
فخرج الی الطائف ومعہ زید بن حارثہ و خلک فی لیل  
یقین من سوال مسہ عشر میں حین ملیتی رسول اللہ صلی  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کی طرف تشریف لے گئے اس سفر  
میں وہ زید بن حارثہ بھی شریک تھے سوال کا مہینہ تھا اور عشرہ آخر سیویں



ماقام طائف عشرۃ ایام

ایام کے بعد کے ایام۔ موت کا دسواں سال تھا۔ آپ نے اس روز مکہ طائف

پر قیام فرمایا۔

کسی واقعہ کی نسبت تعین وقت اور تہذیب و تمدن کا نہ لکھا۔ مولف کے لئے اور خاص کر اس مولف کے لئے تو تاریخی واقعات کی تدوین کرنا ہو یا سیرت کے حالات کی ترتیب دینا ہو نہایت شرمناکیت کے قابل ہے اور اصول تالیف سے اس کی ناواقفیت کی دلیل ہے۔ متقدمین سے زیادہ متاخرین اس کے پابند ہیں لیکن شبلی صاحب اس کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

سفر طائف کے متعلق شبلی صاحب نے دو عیسائی مؤلفین کی مختلف رائےیں دکھائی ہیں وہ ضروری الزکریٰ اور حسب دلیل لکھی جاتی ہیں۔

کیا عجیب بات ہے کہ ایک ہی واقعہ دو مختلف نگاہوں کو کس طرح مختلف نظر آتا ہے مگر یہ تو اس نے (غزوہ بابلہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سفر کو سوا تدویر میں داخل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ طائف مکہ سے بالکل قریب اور ان کے زیر اثر تھا اور وہاں رؤسا مکہ کے باغ تھے حکمی وجہ سے ان کی آمد و رفت بہت تھی۔ جب مکہ کے تمام رؤسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تھے تو طائف کے لوگوں سے کیا امید ہو سکتی تھی لیکن سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا روز اعتقاد اور اعتماد علی النفس تھا کہ باوجود تمام ناکامیوں کے وہ سہما ایک مخالف شہر میں بخوف چلے گئے اور تبلیغ اسلام کا فرض ادا کیا اہل اہل ہمدت ملہ الاعداء۔

کس قدر عسکرانگ ہے کہ شبلی صاحب سرور کونین کی حدیرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس سرگرمی سے ناہید اسلام میں قبل فرماتے ہیں اور عداوت رضی اللہ عنہ کی قدیم شہادت ایمان اور توفیق اسلام کو باوجود یکہ اہل مائدون تفصل سے درج ہے مرفوع القلم کرنے ہیں۔

سفر طائف میں گو بظاہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ناکامیائی ہوئی اور جو بظاہر کفار کے ہاتھوں سخت ترین مصائب و شدا واد ٹھانے ہوئے لیکن باہم اگزنگاہ غور سے دیکھا جائے تو ہدایت و ارشاد کی تبلیغ کو متشہین بریکار نہیں گئی۔ اتنے غیر متحمل ظلم و جفا اور ستم و اذیت پر اس حکمداری اور باداری سے صبر و سکوت اختیار کرنے نے ظالمین کھاراد شرمین قریش کے دل میں آپ کے استقلال فی تبلیغ الرسالت اور استقرار فی تعلیم الامت کے ثبوت النفس کا کھ کر دیے اور وہ سمجھ گئے کہ آپ کو اپنے فرائض منصبی کی اداکاریوں کے مقابلہ میں نہ جانے کتنے جانکی فکر۔

طائف سے واپس ہوتے ہوئے کسی شخص کے سوال کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میں اور لوگوں کی تباہی و بربادی کے لئے کیوں بدعا کروں۔ اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لائے تو کیا ہوا۔ امید ہے کہ آئندہ

انکی تسلیں ضرور خدا نے دیکھا یہ ایمان لانے والی ثابت ہو گئی۔ رحمتہ العالمین ص ۵۸ بحوالہ صحیح مسلم ام المؤمنین حضرت عائشہ یہی رحمت العالمین ہوئی شان اور یہی سید المرسلین ہوئی دلیل یہ تو اس سفر کے ظاہری اثر تھے حومی الفین کے قلوب پر چلے گئے



قابل کے علاوہ ان تمام مقامات پر جہاں عرب میں سالانہ میلے اور تجارت کی ٹری ٹری منڈیاں لگتی تھیں یا وہاں عرب کے قدیم تمدن کے مطابق ملک کے بڑے بڑے اہلکار۔ رؤساء شعراء اور فصحاء جمع ہو کر اسی فصاحت و بلاغت و کمالات دکھلاتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ اسلام اور ہدایت عام کی ضرورت حاصل سے وہاں خود تشریف لیجاتے تھے۔ اور قریب ہو کر ننگان حاکم کو خراج کے احکام پہنچاتے تھے۔ طبری اور ابن ہشام ابن میلون اور مسدودین میں سے خاص طور پر عکاظ مجنہ، ردو المچا ترکام کہا ہے۔ اور قابل عرب میں نو عامر محارب۔ قزارہ عثمان۔ مرقہ صفیر سلیم عس نو لضر کندہ کلک۔ حالت۔ بن کعب۔ عدرہ اور حضارہ کے نام تھاتے ہیں

ان تمام قابل کے پاس آپ بالفصل العیسٰی شریف لیجاتے تھے۔ اور قبول اسلام کی دعوت فرماتے تھے لیکن مدحت الوب بھی سداغ لگا کر ہر مقام پر اور قبیلہ میں آپ سے پہلے یا آپ کے ہمراہ یہو یخ حاتا تھا اور جب آپ کسی عجمت میں موعظت فرماتے تھے تو یہ سخت آپ کے ساتھ ہی تھرتھرتا اور نود بائد کہتا کہ تم لوگ الکی باقون کو ہر گز نہ سنا اور نہ ان کی کسی قول و عید یا اعتبار کرنا یہ تو بات ہوئی دین عرب سے گر تہ ہو گئے ہیں اور ہمیشہ جھوٹ بولنے کے مادی ہو گئے ہیں۔ ہم ان قابل میں سے چند قابل کے واقعات طبری اور ابن ہشام سے خلاصہ کر کے ذیل میں لکھتے ہیں۔

قبیلہ بنو صفیقہ۔ یہ قبیلہ یا مہمین آما تھا عرب کا مشہور و مسلمہ گداں جس نے جمالت و گمراہی کے زعم میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ اسی قبیلہ کا سردار تھا۔

قبیلہ بنو ذہل بن شیبان کے پاس جب آپ تشریف لگے تو حضرت ابو مکرمہ بھی ہمراہ تھے مفروق سے وہ قبیلہ تھا حضرت ابو مکرمہ نے آنحضرت صلعم کی معرفی کرائی اور کہا تم نے کسی پیغمبر کا تذکرہ سنا ہے وہ آپ ہی ہیں مفروق نے آنحضرت صلعم کی طرف رُح کر کے یونچا۔ برادر قریش۔ آپ یا یقین کرتے ہیں اور کیا تاہیں فرماتے ہیں ارتاد فرمایا۔ خدا ایک ہے اور میں اوس کا پیغمبر ہوں پھر یہ آیتیں سنائیں۔

قل تعالوا انا ما حرم دیکم علیکما لا تشرکوا بہ  
شیئا والوالدین احسانا ولا تقتلوا اولادکم من املا  
حق مرر فکم وایاہم ولا تقذفوا الفواحش ما طہر  
مہا وما یطہر ولا تقتلوا النفس التي حرم  
اللہ الا بالحق دیکم وصاکم بہ لعلکم تعقلون  
ہیں کہ تم ان پر حکم کر دو۔

اس قبیلہ کے حقیقتاً میں ہیں تھے مفروق فتنی اور ہانی بن قبصیہ اور وہ سب کے سب آپ کی تشریف آوری کے موقع پر موجود تھے۔ ان لوگوں نے زمان مبارک سے ان آیات قرآنی کو سنا کر صراحتاً اجنت بلند کی لیکن جب اقوال اسلام

وقت آیا تو ان الفاظ میں اپنی مجبوری ظاہر کی کہ مدت کا خاندانی دین دھڑا چھوڑ دینا رو دعتقاد ہی کا الزام لائے گا اسکے علاوہ  
 ہمارا قبیلہ کسے فارس کے زیر اثر ہے۔ اور جانبین سے حال میں معاہدہ ہو چکا ہے کہ شاہ ایران کے بعد ہر لوگ کسی دوسرے حاکم  
 یا فرمانروا کے زیر اثر نہ آئیں گے۔ یہ کلام سن کر نہایت حیرت اور خاموشی سے آنحضرت صلعم نے ان کی حقیقت بیانی کی تحسین کی  
 اور فرمایا تو میرے حیر خدا کا دین ہے تو خدا کی آیہ، ذکر لگا۔ روض الانف سبیلی باسناد قاسم بن ثابت۔  
 قبیلہ بنو عامر کے پاس تشریف لے گئے اور ان کو غفلت فرمائے لگے۔ تو انہائے تقریر میں فراس نامی ایک شخص اوس قبیلہ  
 کا آپ کے مدعا اور حسن بیان کو سن کر دوسرے لوگوں سے کہنے لگا کہ اگر شخص مجھ کو ہاتھ آجائے تو میں اسکے درویش سے تمام عرب  
 کو اپنے زیر اثر کر لوں۔ یہ کہہ کر خباب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخاطب ہوا اور پوچھنے لگا کہ یہ تو تمنا ہے کہ اگر ہم سب آپ کا  
 ساتھ دین اور آپ اپنے تمام مخالفین پر غالب آجائیں تو کیا آپ کے بعد آپ کی یا سست ہو کر سکتی ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ خدا کی بات  
 ہے اور خدا ہی کے ہاتھ ہے اگر وہ چاہے تو سب سے سکتا ہے اوس نے کہا۔ وہ واہ آج تو ہم اپنے سینے قدر اندازان عرب کے سامنے  
 ہر بنائیں اور حکومت دوسرے لے اڑیں۔ ہمیں غرض نہیں۔

قبیلہ کندہ میں تشریف لگئے۔ سردار قبیلہ کا نام یح تھا۔ یح غفلت فرمائی لیکن کسی کو بھی قبول اسلام کی توفیق نہ ہوئی۔  
 قبیلہ بنی عبدالدار میں ہوئے تو ارشاد کیا کہ تمہارے جد اعلیٰ کا نام عبداللہ تھا۔ تم لوگ بھی اسم یا مسملی ہو جاؤ تو تمہارے  
 دین و دنیا کے لئے بہتر ہو گا لیکن کوئی بھی مستوانین نہ ہوا۔

قبیلہ بنو ضیف کی کیفیت اور یہاں ہو چکی ہے۔ تمام ارباب تاریخ و حدیث کا اسیر اتفاق ہے کہ ان تمام قبائل میں سب سے بدتر بنی  
 پر اسی قبیلہ نے آپ کا انکار کیا۔ مگر سبحان اللہ۔ اس خلق محسم نے سوائے کلمہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کے دوسرا کوئی کلمہ  
 زبان مبارک سے نہ نکالو۔

اگرچہ ان تمام قبائل میں تبلیغ اسلام کی متواتر کوشش فرمائی گئی اور ہر فرد واحد کو دین الہی کی نشانات یہودیائی لگی۔  
 لیکن نظر ہر کہیں بھی کامیابی نہ ہوئی اور یہاں ہو چکا ہے کہ ان تمام قبیلوں کے دوسرے میں بدبختی اور کلب ساتھ ساتھ  
 ہوتا تھا اور درود و ہر جمع میں اور ہر موقع پر آپ کی تعزیر کی تردید کرتا تھا۔ اور اوسکے متویانہ بیان کے مطابق جاہل  
 اہل قباہ اوس کی سنے تھے اور ملتے تھے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد و ہدایت کو ذرا خیال میں  
 نہ لاتے تھے اس لئے کفار قریش کو یہ چاہتا تھا کہ وہ ان حالتوں کو دیکھ کر مخالفت اسلام کی طرف سے خموتی رہ جانے اور کھینچ لیتے  
 کہ ان لوگ کی مفسدہ انگیز لوں سے اسلام کا دائرہ تبلیغ و رز و زنگ ہوتا تھا تاہم ادب و رنج و نجات میں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھتا تھا۔  
 طائف سے واپسی پر کفار قریش ایسے کیا تھے کہ پیغمبر اسلام کی طرف سے ایک دم کے لئے بھی جھوش رہتے۔ ہم اوپر  
 رسول اللہ کی مصیبتیں بیان کر چکے ہیں کہ مطعم بن عدی کی ضمانت و حمایت میں طائف سے لوٹ کر آپ مکہ میں داخل  
 ہوئے تھے۔ ورنہ کسی شخص خاص کی حمایت و صہابت بعیر آپ مکہ میں ایسے داخلہ کو خطر سمجھتے تھے قریش کی مخالفت اس حد تک

ہو چکی ہوئی تھی۔ اونکی اس دلیری اور جرأت کا باعث صرف ابطال کے ایسے حامی اور مربی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے اونٹ  
حانا تھا۔ شبلی صاحب نے تفصیل سے اس وقت کے حالات کو لکھا ہے۔ ہم اوجھلین کی نقل عمارت پر لکھا کرتے ہیں۔

قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخت مخالفت کی اور چاہا کہ آپ کو اس قدر ستائیں کہ آپ مجبور ہو کر  
تبلیغ اسلام سے دست بردار ہو جائیں سو اتفاق سے جو کھا آپ کے ہمسایہ تھے وہ ابو جھل۔ الوکب۔ انسودن عبدیوت  
ولید بن مغیرہ۔ امیہ بن خلف غصیبہ بن الحجاج عقیقہ بن معیط حکم بن ابی العاص تھے اور یہی سب سے بڑا آپ کو دشمن  
تھے۔ (اس سہ طعات ج ۱ ص ۱۳۲) یہ لوگ آپ کی راہ میں کانٹے بھانے تھے تاثر پڑتے وقت ہنسی اڑاتے۔ سیدے میں  
آپ کی گردن پر اوچھری لاکر ڈال دیتے تھے مگر آپ کو اس زور سے پکھیل دیتے تھے کہ گردن مبارک میں درمیان پر جاتیں  
آپ کی روحانی قوت اثر کر دیکر لوگ یاد و گر گئے۔ دعویٰ نبوت کو سن کر جنوں کہتے مابہر نکلتے تو ستر پڑ کے پیچھے پیچھے غول باندھ کر چلتے  
(مسند امام احمد ج ۱ ص ۲۳) سارے امت میں قرآن زور سے پڑھتے تو قرآن قرآن کے بھیجے والے (اصل) اور قرآن کے لالے والے رسول  
کو گالیاں دیتے (معاذ بن جعفر ص ۶۸۶)

ایک دفعہ آپ حرم میں سنا پڑ رہے تھے رُوسے قریش بھی موجود تھے۔ ابو جھل نے کھا کا تو اس وقت کوئی حاتا۔ اور  
اوٹ کی اوجھل سناست سمیت اوٹھا لانا کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سیدے میں جاتے تو ادب کی گروں پر ڈال دیتا۔ عقیقہ  
اس محیط لے کیا یہ خدمت میں انجام دیتا ہوں۔ جینا یہ اوجھل لاکر آپ کی گروں پر ڈال دیتی۔ قریش مارے خوشی کے ایک دوسرے پر  
گرے پڑتے تھے کسی نے حاکم حضرت فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کو خبر کی۔ وہ اگر چہ اس وقت بال بچہ برس کی تھیں لیکن جوش محنت  
سے دوڑی آئیں۔ اور اوجھل کو ہٹا کر عقیقہ کو برا بھلا کہا اور بددعائیں دیں۔ بخاری اب الطرارت و معنی سلم در دعائی جلد اول ص ۲۹۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں کسی مجمع میں دعوت اسلام کا وعظ دیتے تھے تو الوکب آپ کے ساتھ رہتا  
تھا اگر آپ سے کہتا حاتا تھا کہ یہ جھوٹ کہتا ہے۔ ایک صحابی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ جب میں اسلام نہیں لایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بازار  
والحیاز میں گئے اور مجمع میں گھس کر لوگوں سے کہا کہ لا الہ الا اللہ کو۔ ابو جھل آپ پر خاک بھینکا تھا۔ اور کہتا تھا کہ اسکے قریب میں  
نہ آنا۔ یہ چاہتا ہے کہ تم لوگ لات وغری کی تیش چھوڑ دو (مسند امام احمد ج ۱ ص ۶۳)

طائف میں کفار نے آپ کو حواذیتیں پہنچائیں اور کہا بیان آگے آگے گا۔

ایک دفعہ آپ حرم کعبہ میں سنا پڑتے تھے عقیقہ نے آپ کی گردن میں چادریٹ کر نہایت زور سے کھینچی اتفاقاً حضرت ابو بکرؓ  
اور آپ کا شانہ بیکر عقیقہ کے ہاتھ سے چھڑا یا۔ اور کھا ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ خدا ایک ہے ۱۷

۱۷ اسوس جہلی صاحب نے ایک ایک کر کے قریش کے تمام چھوٹے بڑے سلاطین کو بیان کر دیا مگر سرکس کی ہاج کو اس را کہ وہ ایک دوسری کتا چکی پوری تھیں قرآن محمد  
آیہ انا نعبدک المستھربین کا لیس میں اور وہ انا اعطیک لک لک کر تھیں شان رسول میں سب وصاوت کے ساتھ تو ہم بعد ازاں آپ نے کسی مدد عا صومر و ع

العلم فرادیا وہ ہم رسول آپ کی کمی کو پورا کئے دیتے ہیں

واقعہ یہ ہے کہ آپ کے چھ حصہ صاواد کو کسی من سب کے سب حان بنی قدم ہو گئے اور کوئی ادلا و میرہ پانی رہی و کھا جو ہر وقت ہجر کی عیب تو کیا کرتے تھے۔



جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دشمنی میں نہایت سرگرم تھے اور اذیت اسی شعل میں رہتے تھے ان کے نام یہ ہیں کہ ابن سعد نے طبقات میں لکھے ہیں حسب قریل ہیں۔ ابو جہل۔ ابولہب۔ اسود بن عدی۔ حارث بن قیس بن عدی۔ ولید بن مغیرہ۔ امیہ۔ آبی بن خلف۔ ابوقیس بن فاکہ بن المغیرہ۔ عاص بن وائل۔ نضر بن حارث مہنہ بن الحجاج خزیم بن ابی امیہ۔ سائب بن صیقہ اسود بن الاسد۔ عاص بن سعید ابن العاص۔ عاص بن ہاشم عقیقہ بن معیط اس الاسدی ہذلی حکم بن ابی اسد اور عدی بن حمران یہ سب کے سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمسایہ اور ان میں سے اکثر صاحب جاہ و اقتدار تھے۔

مصائب پر رسول اللہ کا صبر ایہ کچھ نہ ہوا نہایت درد انگیز اور حسرت خیز تھا لیکن تعجب انگیز نہ تھا۔ دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسی مثال نہیں ہے کہ نامانوس اجنبی صدائیں غیث سے سن لی گئی ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو سیکڑوں برس تک قوم کی نفرت اور وحشت کا سامنا ہوا۔ یونان و دنیا کی شایستگی کا مسئلہ اول ہے تاہم اس کے حکمت کہ وہ میں سقر اور کوزہ پر کا پالہ بنیاد پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو داروسن کا مطربیش آیا۔ اس بنا پر عرب اور قریش نے جو کچھ کیا وہ سلسلہ واقعات کی غیر معمولی گہری تہمتی لیکن غور طلب یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کیا سقر اور پالہ پیکر کیا ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ایک قیامت خیز طوفان کی استمداد کی اور دنیا کا ایک ٹرا حصہ برباد ہو گیا جعفر علیہ السلام تیس چالیس شخصوں کی مختصر جماعت میں آکر کے روایت نصاریٰ سولی پر چڑھ گئے لیکن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرض ان سب سے بالاتر تھا۔

خدا بن الارث نے قریش کی باز آسانی سے تمکک کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ آپ ان کے حق میں مدد فرمائیے میں فرماتے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا فرمایا گیا تم سے پہلے وہ لوگ گدرے ہیں جیکے سر پر آ رہے چلاؤ حارث سے اور چڑا لے جاتے تھے تاہم وہ اپنے فرض سے باز نہ آئے۔ خدا اس کام کو پورا کر کے گا۔ یہاں تک کہ شتر سوار صنعاء حضرت ابیہ سفر کر گیا۔ اور اس کو ہوائے خدا کے اور کسی کا ڈنکا ہو گا۔ کیا پیشین گوئی حریف بھرت یوری مہین ہوئی؟ میرا الہی جلد اول ضرور یوری ہوئی۔ اور یوری حقیقت اور واقعیت کے ساتھ پوری ہوئی۔ دنیا اور اہل دینانے دیکھ لیا کہ آپ کے پرانہ حیات ہی میں نئی عربی صلی نے اس بشارت اوردی کو کامل کر دکھایا۔ زبان رسالت اس پیشین گوئی کے متعلق اور دلائل قطعی الامور کے مطابق بالکل تیرہاں قدرت ثابت ہو گئی۔ اب بھی مخالفین تعصب و تعسبیت سے تصدیق اسلام و بانی اسلام علیہ السلام کی نسبت عذر و کلام کر میں تو انکار بربہات کے سوا اور کیا کہا جاوے۔ اور بربہات سے انکار کرنا تو الہی جان لا عقل سے زیادہ نہیں سمجھا جاسکتا۔

بغیر حاشیہ صفحہ ۲۱۶ اور ۲۱۷ میں عاص بن وائل اور عقیقہ بن اسود اور ابوسفیان بن حرب کے نام خصوصیت کے ساتھ بتلائے جاتے ہیں۔ اس امر خاص کے لئے آپ کو ابتر کئے گئے۔ کیونکہ محاورہ عرب میں اللہ کہہ کر تعریفاً استعمال کرتے تھے۔ اکی تعریف کو سکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عجز و ملول خاطر ہوئے۔ خدا نے ان شایستگی کو اللہ کی بشارت میں یونانی اور حقیقت کی دائمی مثال دکھائی کہ آج روئے زمین پر غیر کی اولاد اور ان کے نام ایسا ہی نہ رہتا ہے اور یہ امیہ و بنو ہاشم کی کوئی یادگار باقی نہیں اور ان کوئی ہو بھی تو ترم و عاصی و قریشی ہو گا۔ الموالف معی عنہ





علیہ السلام کے مقدس دائرے میں حملہ حضرت کو قریب قریب ایسے ہی غلطی میں آئے ہیں اور اوں سرگواروں نے محض شریعت کے تقاضے سے مختلف موقعوں پر اس طرح لہجے شکایت کھولے ہیں لیکن سرور عالم نے ان امور میں ہمیشہ سے احتیاط نظر رکھی اور سخت سے سخت مصیبتوں کے وقت میں بھی سوائے صبر و سکوت کے حرف شکایت زبان مبارک سے نہ نکالے اور آپ کے اس حلم و وقار و صبر و استقامت کے آپ کے خلق محکم اور رحمت عالم ہو نیکی پوری شان دکھلا دی۔

## مدینہ منورہ اور قبلہ انصار

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا جَعَلَ حِجَّتَ سِرِّ سَالِكِيْهِ

مدینہ منورہ اور قبلہ انصار کی حالت و ولایت کا بہتر جاننے والا ہے

شجرہ طیبہ رسالت کی نشوونما اور گیتان مکہ سے ہوئی لیکن تیرہ برسوں کے بعد یہ نخل مقدس نخلستان مدینہ منورہ میں منتقل ہو کر آباد ہوا۔ وادی فائان انوار رسالت کی تجلی گاہ تو ضرور تھا۔ مگر ادنیٰ جگہ ضروری نہ تھی۔ توحید کی تعلیم مکہ سے ضرور آغاز ہوئی۔ مگر تیرہ برسوں کی شبانہ روز کوششوں کے بعد مسلمانوں کی ایک مختصر سی جماعت سے زیادہ تیار ہو سکی اسلام کی دعوت پر عام صدمے بے نیکی اہل یرب ہی کی خوش قسمتی کے ساتھ مخصوص تھی۔

مدینہ کا اصلی نام یرب تھا سبھی علاقہ میں یرب نامی کبیر القلیل لے اس شہر کو اپنے نام سے آباد کیا تھا جیسا کہ جلد اول میں بیان ہو چکا ہے۔ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قیام کے وقت سے اس کا نام مدینہ النبی ہو گیا اور فی الحال کثرت استعمال سے مدینہ ہو کر رہ گیا۔ جلد اول میں بیان ہو چکا ہے کہ سخت نصرت کے وقت میں بیت المقدس کی تباہی و بربادی کے وقت قوم یہود پریشان و متکثر نہ ہو کر دور درازہ اقطاع عالم میں جا کر پناہ گزین ہوئی انھیں ایام میں یہودیوں کے اکثر قبائل اسطفا کر آباد ہوئے اور رفتہ رفتہ انکی نسلوں نے اس تمام علاقے کو اپنے زیر اثر کر لیا اور وہاں کے اصلی اور قدیم باشندوں کی حکومت بھی حاصل کی انھوں نے اپنے زور اقتدار سے قرب و جوار میں اپنے چھوٹے چھوٹے قلعہ بھی بنائے۔ انکی امارت و اقتدار کا اثر حوالی یرب سے بڑھ کر وادی القریٰ قریباً اور ارض خیر تک پھیل گیا۔

انصار کی تحقیق خاص میں شبلی صاحب رقمطراز ہیں :-

انصار اصل میں بنی کے رہنے والے تھے اور فطمان (جریم اولیٰ) کی اولاد سے تھے بنی میں حس مشہور سیلاب آیا جس کے سبب عزم کہتے ہیں تو یہ لوگ بنی سے کل کر مدینہ میں آباد ہوئے۔ یہ دو بھائی تھے۔ اوس اور خزرج۔ تمام انصار انھیں دو خانہ سے ہیں۔ یہ خاندان حب یرب میں آیا۔ تو یہ وہو سماجیت اقتدار اور اثر رکھتے تھے۔ اس پاس کے تمام مصنافات اونکے قبضہ میں تھے۔ اور دولت و مال سے مالا مال تھے۔ چونکہ آل و اولاد کی کثرت سے بنی کیس قبیلہ بن گئے تھے اسلئے دور دور تک بستیاں بسالی تھیں۔ انصار کے چھڑا نہ تک الگ رہے۔ لیکن انکا زور و اثر دیکھ کر بالآخر ان کے حلیف بن گئے ایک مدت تک یہ حالت قائم

رہی۔ لیکن اب انصار کا خاندان بھی پھیلا جاتا تھا۔ اور اقتدار حاصل کرتا جاتا تھا۔ یہود نے پیش بینی کے لحاظ سے اس سے معاہدہ توڑ ڈالا۔ یہودیوں میں ایک تیس فیٹیون پیدا ہوا جو نہایت عیاش اور بیکار تھا۔ اوسنے یہ حکم دیا کہ جو دوسرے لڑکی مایہی جاوے سے پہلے اسکے مشیت ان پیش میں آے۔ یہود نے اسکو گوارا کر لیا تھا لیکن جب انصار کی ہوس آئی تو اوسخون نے سترائی کی۔ اس زمانہ میں انصار کا سردار ایک شخص مالک ابن عجلان تھا۔ اس کی بہن کی شادی ہوئی تو وہ میں تنادی کے دن گھر سے نکلی اور اپنے بھائی مالک ابن عجلان کے سامنے سے بے پردہ گدیری مالک کو غیرت آئی اور اودھکا گھر میں آیا۔ اوسن کو سخت ملامت کی اوس نے کہا یاں لیکن کل جو ہوگا اس سے بھی بڑا کر ہے دوسرے دن سب دوست و سب مالک کی ہن دوٹھ ٹیکر فطیوں کی خلوت گاہ میں گئی تو مالک بھی زنا۔ نے کپڑے ہسکر سہیلون کے ساتھ گیا اور فطیوں کو قتل کر کے شام کو بھاگ گیا۔ یہاں عسائون کی حکومت تھی اور انھوں نے حکم کیا تھا اس نے یہ حالات سنے تو ایک وجہ گران لیکر آیا اور اوس و حرج کے روسا کو بلوا کر اود کو جلعت اور صلے دیے پھر وہاں یہود کی دعوت کی اور ایک ایک کو دہو کے سے قتل کر دیا یہود کا زور اب ٹوٹ گیا اور انصار نے نئے سرے سے قوت حاصل کی اور

دعا انوفا صہودی۔

انصار نے مدینہ اور حویئے مدینہ میں کثرت سے چھوٹے چھوٹے قلعہ بنائے اوس اور خرج ایک مدت تک باہم متحد رہے لیکن پھر عرب کی فطرت کے مطابق خانہ جنگیاں شروع ہو گئیں۔ اور سخت خونریزی لڑائیوں ہوئیں سب سے آخر لڑائی میں جس کو بعات کہتے ہیں اس زور سے معرکہ لڑا کہ دونوں خاندانوں کے تمام نامور لڑکے مار گئے انصار اب اس قدر ضعیف ہو گئے کہ انھوں نے قرین کے پاس سفارت بھیجی کہ ہوا علیف بنا لیتے۔ لیکن او جہل نے معاملہ درہم درہم کر دیا۔ انصار کو تیرست تھے۔ تمام یہود سے میل جول تھا اس لئے نبوت اور کتب آسمانی سے گوش آتے تھے یہود سے گوا انصار ایک گوندہ رقابت رکھتے تھے۔ لیکن ان کے فضل و کمال علمی کے معترف تھے۔

یہود نے مدینہ میں جو علمی مدارس قائم کئے تھے حکومت المدارس کہتے تھے (بخاری وغیرہ میں بھی یہی نام مذکور ہیں) ان میں تواریک کی تعلیم ہوتی تھی اس سے ان پر یہود کے علمی تفوق کا خواہ مخواہ اثر پڑتا تھا یہاں تک کہ انصار میں حکمی اولاد نہ رہی رہتی تھی وہ منت اٹاتا تھا کہ بچہ زندہ رہے گا تو یہودی بنایا جائے گا۔ یہودی عموماً یقین رکھتے تھے کہ ایک پیغمبر اسی اور آئیو الا ہے۔ اس بنا پر سب سے پہلا شخص جو اسلام سے مشرف ہوا قبیلہ انصاریں یہودی بن صامت نامی ایک شخص بہت بڑا اور تجار و دیویر تھے علی فضل و کمال میں انہی شہرت رکھتا تھا کہ اپنے قوم قبیلہ بنی شیبہ کامل کے لقب سے خاص طور پر پکارا جاتا تھا سبلی صاحب کہتے ہیں کہ اوسکو امتثال لقمان کا نسخہ ہاتھ آگیا تھا جبکہ وہ کتاب آسمانی سمجھتا تھا۔ وہ ایک دفعہ حج کو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس کے حالات سنے تو خود اوس کے پاس تشریف لیگے اوس نے امتثال لقمان پر ہر سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اس سے بہتر چیز ہے یہ مکر قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں سو یہی تمہیں کی اگر چہ وہ مدینہ واپس اگر جنگ بعات میں مارا گیا لیکن اسلام کا معتقد ہو چکا تھا۔

سہ ستمی صاحب کا یہ خیال بالکل صحیح ہے اور فی الواقع کہ سوید کے میلان اسلام کا اثر انصار پر پڑ چکا تھا اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ قرآن اور واقعات بالاتفاق ثابت کرتے ہیں کہ انصار کے وسیع دائرے میں اسلام کی تحریک سوید سے آغاز ہوئی۔ سوید کے بعد کسی قبیلہ میں ایک دوسرا سید پیدا ہوا جس کا نام ایاس بن معاویہ ہے یہ بزرگ کو یا تحریک اسلام کے مؤید بنائی تھے۔

## عقبہ اولیٰ من انصار میں کی بیعت

ایاس کے حالات میں ستمی صاحب لکھتے ہیں۔ اوس و خزرج کے معرکوں میں اوس کو جب شکست ہوئی تو اوس کے عہدہ قرظ کے پاس گئے کہ خزرج کے مقابلہ میں اونکو حلیف بنائیں۔ اس سفارت میں ایاس بن معاویہ بھی داخل تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کا آنا معلوم ہوا تو آپ اونکے پاس شرف لیگئے اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ اس نے ساتھیوں سے کہا کہ خدا کی قسم تم جس غرض سے آئے ہو۔ یہ کام اوس سے ستر ہے۔ لیکن قافلہ سالار یعنی ابوالجہش نے لکھ لیا اور اٹھا کر اونکے موہر پر یارین اور کہا کہ ہم اس کام کے لئے مین آئے ہیں۔ اسکے بعد لجات کا معرکہ پیش آگیا اور ایاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے پہلے انتقال کر گئے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ مرنے وقت انکی زبان سے تکیہ جاری تھی۔

ستمی صاحب نے اپنی عجلت قبی اور کوہ قلمی کے اصول پر ایاس کی تعلیم اسلام کے متعلق صرف تریل قرآن نبذائی ہے یہی جب آنحضرت صلعم نے اس موقع پر قریش کی جماعت کے سامنے جس میں ایاس بھی شامل تھا صرف قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھیں اور ہی ایاس بن معاویہ کی ہدایہ کے لئے کافی ہو گئیں، حالانکہ تاریخ فطری کی عبارت جو آپ کا ماہذا صلی ہے وہ صاف صاف لفظوں میں بتا رہی ہے کہ اصول اسلام کے پورے عقائد ایاس اور انصار کی جماعت کے سامنے پیش کئے گئے تھے اور ان کی طرف دعوت فرمائی گئی تھی طبری کے الفاظ یہ ہیں۔

قال انما رسول الله صلعم بعثني الى العباد اذ هو هير الى الله  
ولا يشتركون به شيئاً واول على الكذاب حمد دكر لهم  
الاسلام وتلا عليهم القرآن ص ۹-۱۲

بجرت ہے اصول اسلام بتائے اور قرآن پڑھا دیا۔ ص ۹-۱۲

لہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ سربوہما کیا اتفاقا تو کھار دیا یہ ستر کیسے خیال دلنات سے کمال حرم و احتیاط کے ساتھ رک کی میں ماریکی میں ص ستر میں عہدوں طرف سنا چو گیا اور مددنی و بیرونی آدمیوں کی آمد و رفت موقوف ہو گئی تو آپ ستر سے باہر نکلتے اور قسائل انصار ساکیں عہد سے ان کی قیام گاہ پر لے اور انکو ہتھار کی ایک گھاٹی میں لے گئے اور وہاں تبلیغ اسلام کی تحریک ریست کی اس کو اس صحت کا نام معیت عقیدہ کھا گیا۔ عربی میں عقیدہ ہتھار کی گھاٹی کو کہتے ہیں۔

اسی طرح الصارمینہ کے اس اول مسلم کے حاتمہ کو بھی آپ نے قطع و برید کے ساتھ لکھا ہے۔ اور اختصاراً اسندی کے اصول پر صرف آسا لکھ دیا ہے کہ مرتے وقت ایاس کے ربان تکبیر جاری تھی۔ حالانکہ آپ کا اصلی ماخذ تلمارہا ہے کہ صرف تکبیر (اللہ اکبر) ہی نہیں بلکہ تملیل (لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ) اور تسبیح (سبحان اللہ) اور تحمید (الحمد للہ) کی صاف صدائیں جاری تھیں۔ طبری ص ۱۲۰۹ مطبوعہ حرمس۔

صدائے تبلیغ کے طریقہ وادکاری میں یہاں ہو چکا ہے کہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایام حج میں مختلف قبائل و عشائر کے پاس حاکم قبول اسلام کی ہدایت فرماتے تھے۔ اور ترک و بت پرستی سے بچنے اور ضائع و احد کی عبادت کرنے کی تعلیم دیتے تھے۔ اس سال یعنی ہجرت پہلی میں آپ متحد و قائل کے پاس تشریف لے گئے۔ عقدہ کے پاس حمان اب مسجد عقبہ واقع ہے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چند اشخاص نظر آئے۔ جو قبیلہ خزرج سے تھے۔ آپ نے ان سے پہلے اد کے نام و نسب و بیان کئے پھر انھیں دعوت اسلام دی۔ اصول ایمان بتلائے۔ اور قرآن مجید کی چند آیتیں پڑھ کر سنا سنیں اور سعادتمند و نالغظ و باغی نے ایسے روحانی اثر کھلائے کہ بے خود ہو کر ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور شوق اسلام کے تقاضہ سے کہنے لگے کہ دیکھو کہین ایسا نہ ہو کہ اس مفاخرت و مشرفیابی میں قبائل یہود تم پر سبقت لی جائیں۔ یہ لکھ کر حاضرین انصار نے سکوت و یکجا ہوا اسلام قبول کیا

مولوی شبلی صاحب نے خواہ مخواہ بیان ہی مختصر قولی سے کام لیا۔ حالانکہ یہ مقامات خاص تفصیل کے ہیں۔ ہر مقام پر قرآن مجید اور ارشاد رسالت کے روحانی جذبات کو کسی قبیلہ کی قبولیت اسلام کے ثبوت میں پیش کر دیا کام ہمیں ہر نام خصوصاً مخالفین اسلام کے لئے دلیل و ثبوت نہیں ہوتا تحقیق کا متلاشی قبیلہ خزرج کی ان سعادت مندوں کے اتنے جلد ایمان لایکے اسباب و حقیقت ضرور تلاش کر گیا۔ اور آپ سے وہمہ و اسباب دریافت کر گیا۔ آپ کچھ نہیں جانتے اور یہ بتلاتے ہیں کیا جواب دیں گے۔ حالانکہ آپ کے ماحد اصلی میں صاف صاف موجود ہے۔ لیکن آپ کی خود غرضانہ کوتاہی اور عجالت رقیب کو لفظ کے حاتی ہے۔ اور صاف صاف بتلاتی ہے کہ انصار کی خصوصیات آپ کے نزدیک قابل ذکر نہیں۔ مہاجرین اللہ اور انہیں بھی مخصوصین جہالت کے حالات قابل اندراج ہیں حکمی تفصیل و بیان میں آپ نے یورپی توجہ اور وسعت نظری سے کام لیا ہے۔ جب یہاں تا ز تا لایف اور شان تصنیف ہے تو آپ سے ماحد اصلی کے صحیح نقل و ترجمہ کی کیا امید کی جاسکتی ہے۔ سہ حال۔ اب ہم تاریخ طبری کی اصلی عبارت سے اس واقعہ کی یورپی حقیقت ذیل میں لکھ کر بتا دیتے ہیں کہ ان سواد تمدن انصار نے کیوں اتنی عجالت کے ساتھ اسلام سے مشرفیابی حاصل کی۔ طبری کے تفصیلی الفاظ ملاحظہ ہوں۔

جب حرمس کے ان لوگوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملاقات کی تو یو یو کیا کہ آپ کون حضرت ہیں وہ بولے ہم قبیلہ خزرج کا آدمی ہیں دریافت فرمایا کہ آپ لوگ قوم یہود کے تابع اور زیر اثر نہیں ہو جاؤ

قالوا لما اتفقہم رسول اللہ صلوات اللہ علیہ وسلم قال لہم من اللہ قالوا نعم من اللہ قال امن مولیٰ الیہود قالوا علی قال مجلسوا معہ قد اعادہم الی اللہ عز و حل

و عن علیہ السلام و تلا علیہم القرآن قال و کان  
 یتمنا مع اللہ لہم فی الاسلام ان یشہدوا کافوا معہم  
 سلا دہم و کان اہل کتاب و علما و کواہل اہل نمک  
 و اصحاب فسق و اویان و کواہل قبیض و ہم سلا دہم  
 فکانوا اذا کان منہم منی قالوا لہم ان یشہدوا  
 قد اطل راہہ متعہ و فقل لکم معہ قل عا دواہم علما  
 کلمہ رسول اللہ اطلت النہر دعاہم انی اللہ قال بعضہم  
 لبعض فقلن و اقلہ الہ السی الی ی توعدکم یہ یہود  
 فلا یستغفرکم الیہ فاحلواہ بما دعاہم الیہ ماں مد قوہ  
 و قلو امہ ما عرف علیہم من الاسلام و قالوا الہ انا قد  
 ترکما قوم ساد الا قوم منہم من العداۃ و الشرا  
 منہم و عسی اللہ ان یجمعہم ملک و سلقدہم علیہم  
 مدعو اہم الی امورک و فہم من علیہم الذی احتالہ  
 الیہ من ہد الدین فان یجمعہم اللہ علیہ ہلاجل  
 اعترفت طری ص ۱۳۱

ہاں۔ ارشاد ہوا کہ اچھا آپ لوگ بخوشی دیکھیں کہ نبیہ حائین مجھ کو  
 آپ سے کہہ باتیں کرتی ہیں۔ وہ لوگ مثبہ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ان کو حجاز سے غزوہ کل کی طرف بلایا اور دین اسلام تلا یا اور قرآن پڑھا  
 تلاوت فرمایا اور آپ کے اس طرز عمل سے ان کے دلوں میں پورا اثر  
 ہوا کہ ان کو یہود و کفار کے ساتھ ان کے ساتھ رہنے میں ہمت نہ تھی وہ اہل کتاب  
 بھی تھے اور صاحب علم و ادراک بھی اور انصار اس وقت تک سرگرم  
 تھے اور تیار رہتے۔ اور اس بنا پر انصار تھر کے یہودیوں کی بڑی  
 عزت کرتے تھے۔ اور یہود اکثر کہا کرتے تھے کہ ایک یہودیہ اس کے  
 ارادے کے طور کارمانہ قریب ہے لوگ اس کی متابعت کریں گے اور لوگوں کو  
 مثل قوم عا د و ارم کے غارت و قتل کریں گے۔ اتنا علم تو انہیں پہلے  
 ہی سے تھا اب اس وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو ہوئی اور دین  
 حرا کی دعوت دینی تو قبولیت کے اثر سے ایک دوسرے کی طرح  
 دیکھنے لگا اور کہنے لگا خدا کی قسم میں کہہ لو کہ یہ یہودیہ ہی ہے جس کا ذکر  
 و عداہ یہود سے کر چکے ہیں کہ میں ایسا ہو کہ اس امر میں وہ تم سے سبقت  
 لیجائیں۔ یہ سبکہ بیان ہو کر سب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کی

اور جو امور متعلق دین اسلام تھے گئے وہ سب مطبوعہ کر لئے۔ اور آپ کے سامنے سب نے متفق اللفظ ہو کر قرار کیا کہ ہم لوگوں نے  
 اس وقت سے اپنے شعار قومی کو ترک کیا۔ اور آج سے کبھی شروع و ساد کی طرف سبقت نہ کریں گے اور خدا تعالیٰ آپ کی رکت سے ہم  
 لوگوں میں باہمی اہلایک ہوا کر دے اور حبیب ہم یہاں سے اپنی قوم کے پاس لوٹ کر جائیں گے تو آپ کے احکام و ارشاد کے طرف اپنے  
 ہم قوم لوگوں کو دعوت دیں گے اور وہ تمام اصول اسلام جو آپ نے ہمیں تعلیم دیے ہیں اور ہم نے قبول کر لیے ہیں انہیں تلا میں لے  
 یہاں تک کہ خدا تعالیٰ و تبارک و تعالیٰ او لوگوں کو قبول اسلام کی توفیق دے اور وہ اسے قبول کر لیں اور آپ یقین کر لیں کہ اب ہلوگوں کے  
 تبریک کوئی شخص آپ سے زیادہ معزز نہیں ہے۔

اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی خبر اور آپ کے اوصاف کی اطلاع قبلیہ انصاف  
 کو یہود کے ذریعہ سے معلوم ہو چکی تھی اور یہی وجہ خاص اور سبب اصلی تھا کہ انہوں نے آپ کی زبان مبارک سے ہدایت و  
 ارشاد کے الفاظ سن کر اور یہود کے بیان کردہ صفات کے بالکل مطابق یا کربا یا ختمہ کہ یا اللہ العلی الذی توعد کہ یہود  
 زہدی تھے جس کا وعدہ ہوا تھا کہ ہم نے طبری کی پوری عبارت بھی لکھی اور اس کا ترجمہ بھی صرف اس لئے کیا کہ اس کے ذمے



اور اس مشعلی صاحب کے بیان میں رہ گیا ہے اور جو آگے چل کر سب سے اوہام و مفاسد کا باعث ہوتا مصافحہ ہوا ہے۔

یہ سعادتمندانہ انصاری شمار میں چلے گئے اور قوم حرج کے قیدی یہی بخار سے متھے مشعلی صاحب نے اونکے نام حسب ذیل تبتلا کئے ہیں۔

(۱) ابوالشیم بن یمن (۲) اسعد بن زراره (۳) عوف بن حریث (۴) رافع بن مالک بن عجلان (۵) اسوقت تک متن القرآن اور تریکا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں کو عنایت فرمایا۔ یہ بزرگ حگ احد میں شہید ہوئے)

(۵) قطبہ بن عامر (حگ یکا مہر ماہ رمضان شہید ہوئے) جابر بن عبد اللہ (۶) سبت کلیر بن ہونے ہر احادیث کثیرہ کے راوی ہیں واقعہ کربلا کے بعد تک زندہ رہے) اور قریظہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے اولیٰ زبیر بن

یہ جو حق قسمت انصاری دولت ایمان سے مشرف ہو کر جب مدینہ میں واپس گئے تو انھوں نے اہل وطن کے سامنے سب سے گراں گناہ تھا اور میں بہا ہر یہ پیش کیا وہ دین اسلام کی دعوت تھی انھوں نے اس تحریک کو اس انداز سے آغا کیا جس سے انہوں نے وہ علمائے یہود کی رمانی سن سیکے تھے کہ ایک ہی آنے والا ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشرف ہوئے اور دین اسلام کو قبول کر لیتے کے سارے واقعات سننے کے بعد کہنے لگے کہ وہ نبی حسی کا تمام عالم کو متاثر رکھا گیا ہماری آنکھوں نے اس کا دیدار دیکھا اور ہمارے کانوں نے اس کے پاک کلام سے اور اس نے ہم کو ہمیشہ زندہ رہنے والے حدیث سے ملا دیا۔ وینا کی زندگی

اور موت اب ہمارے سامنے بالکل ہیچ ہے۔ اسلام کے ان مبلغین اولین کی بشارت کا یہ اثر ہوا کہ تھوڑے دنوں کے بعد قوم انصاری کا کوئی گھر ایسا نہیں چھوڑا جس میں جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر نہ ہوتا ہو۔ اسی سال کے آخر میں یہ قبیلہ بھلا کہ قوم انصاری کے تارہ برگوار ملکین اکثر مشرف باسلام ہوئے تفصیل حسب ذیل ہے۔

## عقبہ ثانی کی بیعت

(۳ سالہ نبوت)

۳ سالہ نبوت کے ایام میں عہدہ ذیل قوم انصاری کے سرگوار ملکین آئے۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر سعادت اسلام اور دولت ایمان سے بہرہ اندوز ہو گئے۔ اونکے نام یہ ہیں۔

(۱) ابوامامہ (۲) عوف بن الحارث (۳) رافع بن مالک (۴) قطبہ بن عامر (۵) عقبہ بن عامر (۶) معاذ بن حوث (۷) ذکوان بن عبیق (۸) خالد بن مخلد (۹) عبادہ بن صامت (۱۰) عباس بن عبادہ (۱۱) ابوالشیم (۱۲) عویم بن ساعدہ حسب ذیل شرط طرہ اصول اسلام کے مطابق یہ حضرت جناب حتمی مرتت علیہ السلام کے دست حق پست پر بیعت ہوئے۔

(۱) ہم خدا کے واحد کی عبادت کیا کرتے تھے اور اس کی ذات واحد میں کسی کو اور کسی شریک نہ مانتے تھے۔

(۲) ہم جویری اور زنا نہیں کریں گے۔

(۳) ہم اپنی اولاد (بچوں) کو قتل نہیں کریں گے۔

(۴) ہم کسی پر چھوٹی تمت نہیں لگائیں گے اور نہ کسی کی چھٹی اور عیبت کیا کریں گے۔

(۵) ہم کسی امر معروف میں معصیت نہیں کریں گے۔

(۶) ہم ہمیشہ احکام رسالت کی تصدیق کیا کریں گے اور ہمیشہ مطیع و فرمانبردار رہیں گے۔

جب ان لوگوں نے خدمت رسالت میں خلوص میں وعقیدت شریکاً بالابرعہدیمان شریعہ کر کے تو اذن سے بطور معفیت ارشاد فرمایا گیا۔

اگر تم لوگوں نے اس شرانگہ کو پورا کیا۔ تو تم تمت میں کے مسحق ہو گے اور اگر ان میں سے کسی حیر کی سی درگذاشت کی تو قاتل امواحدہ ہو گے اور ادا کے لئے دنیا میں تم پر ضرورت و شریعہ جاری ہو گے اور وہ کھارہ ہیں۔ اور اگر تم نے ایسے گناہوں کو کھینچا ہے رکھا تو پھر قیامت تک تم پر اس کا مواخذہ ہا فی رہ جائیگا۔ اور پھر جہانے تارک و لغائی کو اختیار ہو گا چاہے وہ تم پر غلبہ کرے یا ہے محبت ہے۔

فان و فیتہ فکلہ الحماہ وان عتبتہم ہتیمنا من دلت  
حاحذہ فیرجئہ فی الدنیا فھو کھارہ لہ وان سئو  
علیہ انی یوم القیامۃ وامرک الی اللہ ان متداء مد نکھ  
وان متداء عھو لکھ

**مصعب ابن عمیر کی تبلیغی خدمات** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے خلوص و عقیدت سے مدینہ میں تبلیغ اسلام کی وسعت اور کامیابی کا یقین کر لیا۔ اور اذن عقیقہ محمد بن نے ایسے اور اپنی باقیماندہ قوم و قبا کی تعلیم و ہدایت کی غرض سے آنحضرت مسلم کی خدمت میں رہا۔ اسد بن حارث کی کہ کوئی مبلغ اور حکم اسلام ان کے ہمارا کر دیا جائے۔ اس ٹیڈر آپ نے مصعب بن عمیر کو جو ہاشم بن عبد مناف کے بیٹے اور آپ کے قریبی رشتہ دار تھے اور سابقین اسلام کے ممتاز میں داخل تھے۔ احکام اسلام سکھانے اور اصول دین بتانے کی غرض سے اسکے ساتھ بھیج دیا۔

انہما مصعب بن عمیر بہت خوشحال تھے اور نہایت آرام پسند۔ مکہ میں انکی سواری جلوس کے ساتھ نکلا کرتی تھی۔ یہ بطور پر وازہ ہوتے تھے اور آگے پیچھے مسلح غلاموں کے دستے رہا کرتے تھے جس پر ہمیشہ پیش قیمت لباس ہوتا تھا معمولی لباس میں کسی نے انکو کبھی نہ دیکھا لیکن جب اسلام سے مشرف ہوئے تو ان تمام ظاہری اور خفیائی نمائش کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ پھر تو انکی یہ حالت ہو گئی کہ جب مدینہ میں خدمت تبلیغ پر مامور ہو کر آئے تو تمام گلیوں کو نوجوان میں صرف ایک کٹل کا ٹکڑا کر کے پلٹے اور دوسرا ٹکڑا کالہ پر بڑا لے دیں جن کی منادی کیا کرتے تھے۔ اسلام میں اصلی نیا ہمارا حقیقی مجاہد کی ہی شان ہے۔

مصعب مدینہ میں تبلیغ اسلام کی منصب پر مقرر ہو کر آئے تو اسمد بن زرارہ کے یہاں مقیم ہوئے۔ اہل مدینہ نے بڑے اعزاز و اکرام سے انکو اپنا مہمان کیا۔ اور شہر خالص اسلام کے تھاغہ سے انکی خدمت کو اپنا شرف و تعین کرنے لگا۔ مصعب نے جن معدی اور سرگرمی سے تبلیغ اسلام اور تعلیم ایمان کے فرائض حاصل مدینہ اور اسکے قریب و جوار میں ادا کئے وہ اپنی آپ مثال

نابت ہوتے ہیں۔ انکی تعلیم اتنے وسیع بنیاد پر مشہور ہوئی کہ مدینہ کے تمام لوگ انکو المقریٰ متعلم کے لقب سے پکارتے لگے۔ تاریخ ابن ہشام اور طبری میں انکی خدمات تبلیغ کی نسبت لکھا ہے۔

ایک دن مصعب اور اسعد بن زرارہ مدینہ کے مشہور و معروف کنوئین بیر مروق پر بیٹھے ہوئے بیٹھ کر رہے تھے کہ نبی طہر اور نبی عبدالاسلم کو دائرہ اسلام میں لایا گیا ترکیب کی جاوے۔ سعد بن معاذ اور اسعد بن حصیران دونوں قبیلوں کے سردار تھے۔ یہ دونوں ابھی تک مشرف اسلام نہیں ہوئے تھے اور تاوقتیکہ یہ دونوں قریاب اسلام نہ لوں انکو ماتحتی اور زیر ترقبائل کا اسلام لانا دشوار تھا۔ انکے اس مشورے اور باہمانہ گفتگو کی خبر سعد بن معاذ اور اسعد بن حصیر کو پہنچی ہو گئی تو سہرور ادا ہوئے اور اسید کے پاس ہو گئے اور کہنے لگے کہ تم کس خواب غفلت میں آلودہ ہو۔ قوم کی قوم قبیلہ کا قبیلہ ہاتھ سے کلا جا رہا ہے مصعب ان غیر جو کہ سے نئے دین کا مبلغ نکرا رہا ہے۔ وہ اور اسکے ساتھ اسعد و نو ملکر ہمارے قبیلہ کے ساتھ لوگوں کو مکار ہے ہیں ہمیں چاہیے کہ فوراً جا کر ہدایت حق سے منع کرو اور صاف لفظوں میں تاکید تمام ان سے کدو کہ وہ دونوں آج سے ہمارے عملہ میں قدم نہ رکھیں۔ جو نہ اچھا ہوگا سعد بن معاذ جاتا لیکن بات یہ ہے کہ سعد بن زرارہ میرا حالہ زاد بھائی ہے تم جانتے ہو کہ میری ذرا سی نمائش پر خانہ جنگی شروع ہو جائیگی۔ اسید نے کہا کوئی مضائقہ نہیں بن ہمارا کلاس قضیہ کا خود قصہ کئے آتا ہوں یہ کہا اور ہتھیار باندھ لئے۔ اور اسید یہ مروق کی طرف روانہ ہو گئے اسعد دور سے اسید بن حصیر کو آنا دیکھ کر مصعب بن عمیر سے کہنے لگا کہ دیکھو یہ قبیلہ کا سردار آ رہا ہے خدا کرے وہ تمہاری بات مان جائے مصعب لو لے اگر وہ آگیا اور وار دیو بھی بیٹھ گیا اور اس نے میری باتوں کو صرف سن لیا تو پھر وہ میرے قابو میں آجائے گا۔ اسے میں اسید بھی اچھو بچا اور اسید نے پہلے کھڑے ہو کر اسعد اور مصعب کو جو صلواتیں سائیں۔ یہ کہنا تم لوگ ہمارے قبیلہ کے کم عقل لوگوں میں احمق بنانے کے لئے آئے ہو مصعب نے نہایت نرمی اور سنجیدگی سے جواب دیں کہ آپ جب آگے ہیں تو تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ بھی جائیں اور میری عرض مسترد عاں لیں اور مطیع طبع ہو تو مان لیں ورنہ اسکو میرے پاس جھوڑو دیں۔ اسید نے کہا۔ خیر کو۔ اس میں جرح ہی کیا ہے میں تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر اسید بیٹھ گیا اور مصعب نے نہایت متانت اور وضاحت سے پہلے انکو اصول اخلاق و ایمان بتلائے پھر قرآن مجید کے چند آیات پڑھ کر سنا لے۔ اسید انکی تمام باتوں کو پورے اطمینان اور خوشی کے ساتھ سنتا رہا۔ جب وہ اپنے کلام کو ختم کر چکا تو اسید وہ اسید ہی نہیں تھا فوراً مصعب سے کہنے لگا کہ اچھا تو بتاؤ کہ جب کوئی شخص پہلے پہلے تمہارا دین قبول کرتا ہے تو تم کس ترکیب سے اسکو اپنے دین میں لے آتے ہو۔ مصعب نے کہا کہ نہیں اسے غفل کرانے ہیں۔ یا کہ پاکیزہ کیٹے پھاتے ہیں میری کلمہ تہادت پڑھ کر دو رکعت نماز پڑھ کر پڑھ دیتے ہیں۔ اسید یہ سنا اور غصا ہوا غسل کیا کیڑے دھوئے اور مصعب کے پاس آ پہنچا مصعب نے کلمہ پڑھا اور کلمت ساز پڑھا وہی جب اسید مطرح مشرف اسلام ہو چکا تو مصعب سے کہنے لگا کہ ابھی میرے پیچھے ایک شخص اور ہے میں اسے بھی ابھی جا کر تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اگر تم لے اسے مسلمان نہ لیا تو مدینہ بھڑکنے

پھر کوئی فرد واحد تھا مخالف نہ رہے گا۔ انا کہنا اسید رہا تھا اور سعد کے پاس یہو پنا سعد نے اسکو آنا دیکھ کر فوراً اس کے موجودہ تعبیر کو بھان لیا اور یہاں کر کے لگا۔ اسید جس رنگ میں تم یہاں سے گئے تھے وہ رنگ تمہارے چہرے پر باقی نہیں رہا۔ کہو میرا تو ہے۔ اسید کہنے لگے اوندو کو تو میں نے بطور خود سمجھا دیا ہے اور اوند سے اقرار لے لیا ہے کہ وہ ہمارے منشور و مشورت کے تعبیر کوئی کام نہیں کریگے۔ مگر وہاں تو ایک دوسرا قصد پیش ہو گیا۔ بنو حارثہ ایک بار گئی وہاں یہو چکی اور وہ ہمارے مخالفت کی بنا پر تمہارے حالہ زاد بھائی۔ اسعد بن زرارہ کے قتل کر دیے یہاں لکل آمادہ اور طبیا رکھڑے ہیں۔ جہاد اور بھائی کی حلیہ نہ لو۔ یہ سن کر اب سعد بن معاذ کو ٹھرنے یا کوئی بات کرنے کا وقت کہاں تھا نہایت عجلت سے اٹھا اور مسلح ہو کر ٹری سرعت سے موقع پر روانہ ہوا۔ مگر چلتے چلتے اسید اس حدیث سے آنا ضرور کہتا گیا کہ افسوس ہے۔ اسید تم سے کوئی کام پورا نہ ہوا

سعد بن معاذ جب یہاں پہنچے تو کچھ بھی نہ تھا۔ مصعب بن عمیر اور اسعد بن زرارہ اطمینان سے بیٹھے مانتین کر رہے تھے۔ اب سعد کو اسید کی اس حکمت عملی کی ترکیب معلوم ہو گئی۔ اور اس نے سمجھ لیا کہ اسید کو صرف میرا ہاں بھیج دینا مقصود تھا اور کچھ نہیں یہ سوچ کر وہ اوندو تو آدمیوں کے قریب آکر کھڑا ہو گیا اور اسید کی طرح دونوں کو برا بھلا کہنے لگا۔ آخر کلام میں اسعد سے تہدید یاد بھی کہنا کہ اگر تو ہمارے درمیان قرأت و غز و داری کا واسطہ نہ تو اتنا ہمارے مجال نہ تو کہ تم ہمارے محلہ میں قدم دہرتے۔ اسعد نے آہستہ مصعب سے کہا کہ یہ قبیلہ کے اس رئیس ہیں۔ اگر تم نے انکو قاتل میں کر لیا تو پھر سارا مدینہ تمہارا مطیع ہے مصعب نے کہا انشاء اللہ۔

مصعب رؤسائے انصار کا فراخوان تو ہو ہی گیا تھا۔ سعد کے ساتھ بھی اوس نے اپنی گفتگو کا وہی انداز رکھا جو اسید کے ساتھ رکھا تھا۔ نہایت آہستگی اور نرمی سے کہا کہ آئیے بیٹھ جائیے عین عرض کرتا ہوں اوسے سن بجے۔ اگر مطیع خاطر ہو تو غیر وزن مجھے کوئی اصلہ نہیں۔ سعد نے بھی اسید کی طرح کہا کیا مضائقہ ہے۔ یہ کہا اور بیٹھ گیا۔ مصعب نے اسی طرح اپنی تقریر کا سلسلہ شروع کیا۔ پہلے اسلام کی خوبیاں بھر اصول تلائے اور اسکے بعد قرآن مجید کی آیتیں تلاوت فرمائیں مصعب کی تقریر سن کر معاذ کی ساری حرارت ٹھنڈی تھی نتیجہ وہی ہوا جو اسید کا۔ یہ بھی اوشے نہائے دھوئے کپڑے بدلے اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے ہذا فضل اللہ یوتیہ من یشار

سعد بن معاذ اسید سے زیادہ پر جوش اور سرگرم اوشے مصعب سے رخصت ہو کر جب اپنے قبیلہ کے پاس آئے تو اونھوں نے تمام قبیلہ کے لوگوں کو اپنے پاس بلایا اور اوند کے سامنے صاف صاف لفظوں میں اپنے اسلام لانے کا اعلان کیا اور اوند سے کہا کہ میں تو اسلام لا چکا۔ اب تم اپنی کہو۔ تمام قبیلہ نے کہا کہ تم ہمارے سردار ہو۔ ہر امر میں تمہاری بلا سے ہماری لائے سے بہتر اور اعلیٰ ہے۔ سعد بن معاذ لوئے تلمیحات و اشارات سے کام نہیں چلتا۔ میں تو اب تادقیقہ تم مشرف ہا سلام نہ ہو جاؤ کسی ایک مرد یا عورت سے بات کرنا بھی اپنے لئے حرام جانتا ہوں۔ یہ سننا تھا کہ قبیلہ کا قبیلہ مسلمان ہو گیا

جو موجود نہ تھے وہ صبح سے تمام تک آتے رہے اور اسلام لائے رہے رات کی نماز کے بعد جب قبلہ کا جائزہ لیا گیا تو قسیلہ بنی عبدالمطلب نے ایک فرد واحد بھی ایسا نہیں پایا جو اسلام نہ لایا تھا ہو۔

افسوس ہے کہ عربی ماخرون نے انصار کے اس خلوص اور جذبہ فی الاسلام میں صحیفوں کے صفحے بہرے لئے ہیں لیکن شبلی صاحب کے اختصار نے انکو بڑی ہوس تیاری اور کفایت شعاری سے صرف دو تین سطروں میں تمام کر دیا ہے۔ لیکن بالینہ اتنا لکھ کر ضرور اقرار کر دیا ہے کہ مدینہ سے قناتک تمام اسلام پھیل گیا۔ صرف خطبہ و اہل اور واقف کے چند قبائل باقی رہ گئے۔ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۱۲۹

## انصار اور رسول اللہ کو ہجرت مدینہ کی دعوت

اخلاص مندان انصار میں ہجرت و حوصلہ کی اعنی اور ایش ہوئی کہ سال آئندہ انھوں نے اپنے عقیدت مندوں کے ہجرت مدینہ کی ایک وفد تیار کی اور انکو سرکردگی مصعب ابن عمیر موصوم حج میں حجاج مدینہ کے ساتھ اس غرض خاص سے بھیجا کہ وہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدینہ میں تشریف لایا کی غرض سے دعوت دین۔ عقیدت مندان انصار کی یہ وفد جمعیں نصیبہ اور اسامہ و عمار بن ابی جراح تھیں۔ حجاج مدینہ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے تین ہفتہ اور پھر آئے ہیں کہ ظلم و خوف کفار سے اسلام لانا گویا جان سے ہاتھ دھونا تھا اس بنا پر بڑے حرم و احتیاط اور پوری رازداری اور ہوس تیاری سے کام لے لیا ہوتا تھا۔ اور یہ تمام امور اتنے مخفی طور سے کئے جاتے تھے کہ سوائے خاص عقیدت مند اسلام کے کسی اور کو ان امور کی کانوں کا نہ سمجھ سکتے تھے۔

جو کہ شبلی صاحب نے ان معاملات کے احفاد رازداری کی اہمیت کو اپنے مفید مطلب نہیں سمجھا ہے اس لئے بیعت ہائے عقبہ کے ان مخفی اور رازدارانہ طریقہ کے اظہار و اندراج کو حسب العادت مرفوع القلم کر دیا ہے لیکن ہم اسکے انکشاف حقیقت کو موجودہ اور آئندہ واقعات ہجرت کے لئے نہایت ضروری اور مفید سمجھتے ہیں اس لئے تاریخ طبری کی مفصلہ ذیل عبارت سے اسکی پوری کیفیت درج کرتے ہیں۔

مصعب بن عمیر اور انصار مسلمین کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور ان جماعت مسلمین کے ہزارہ مدینہ کے سرکرہ بھی تھے سو حج کے قصد سے مکہ میں آئے تھے یہ لوگ مکہ میں آئے اور مکہ پہلے صلعم سے ملاقات کا وعدہ لائے تھے انھوں نے گیارہویں تاریخ (اوسط ایام تشریق) ملاقات کو اس سے لئے کا وعدہ فرمایا اور اس روز تاریخ کو منیت ایزدی نے اسے پیغمبر کے اہل کرامت و بصیرت اور اسلام کی افزونی عزت و مہرکت کے لئے قرار دیا تھا کہ اب اس کا ہاں ہے کہ ہم لوگ

نعمان مصعب بن عمیر جمع الی مکہ و خرج من حرج من الانصار المسلمین الی الموضع الحج مع حجاج قومهم من اهل التمرات حثی قدام مکہ فواعدوا رسول الله صلعم العقد من اوسط ایام التشریق حثی اراد الله ان یخرجوا الی مدینہ کرامۃ والمصر لصلعم وکلا عمار الاسلام واصله واذلال التمرات واهله قال الکعب

فلما وعاس الحج وكانت الليلة التي واعدنا رسول الله  
صلعم ومعا عبد الله من عمر واني الحارس واخرى وكنما كنم  
معاس المسركين من قومنا امرنا نكلمه وقلنا له يا انا  
حاملك سيد من ساداتنا ونسيف من ائمتنا وانا  
مربع لك عاتق هذه ان تكون حطما بالارعدا اذ جونا  
الى الاسلام واخرى اذ معاد رسول الله صلى الله عليه  
والله وسلايا بالحقمة وال واسلم معا العفة وكان  
نقيا فيما تلت السلة مع قومنا في رحالنا حتى مضى قلت  
الليل حرمنا من رحالنا لميعاد رسول الله صلعم بسلسل  
مستعفين بسلسل القطاء حتى احتسبنا في السبع عند  
العفة ونحن سبعون رجلا ومعهم امرانا من السائهم  
سيدة بنت كعب ام عماره واهماء بنت عمر بن عبد  
واحتسبنا بالمشعب ملتطرا رسول الله صلى الله عليه  
والله وبسلم حتى جاءنا ومعه عهده عاس بن عبد المطلب

طبری حرم ص ۱۲۲

مساک حج سے خارج ہو چکے تو وہی رات بھی جس رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلوگوں کو مشرف اسلام فرمائے گا وہ یہ کیا تھا اور ہلوگوں کے ساتھ عبداللہ بن عمر بن خطاب کی گیت الوداع بھی۔ وہ اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے لیکن ہم نے ان کو اس امر کی خبر دی تھی اور ہلوگ اس امر کو مشترک سے جو ہمارے ساتھ آئے تھے جیسا تھے اور اسی اعتبار سے پوشیدہ رکھتے تھے لیکن الوداع سے ہم نے ان کو خبر دیا کہ ان سے الوداع تم ہمارے سردار اور اشراف قوم قبیلہ ہوا اور ہلوگوں کو اس میں کہ ہم آخرت میں ان کو جہنم کا امید دے دیں کہ ہم نے ان کو اسلام کی دعوت دی اور یہ بھی کہ ان کی ذمہ دہی کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش لائے اور بیت اسلام سے مشرف فرمائے گا وہ کیا ہے یہ بھی ہوا کہ الوداع ہلوگوں ہو گئے اور ہمارے بقیہ بقیہ ہوئے اس کی تعمیل یہ ہم کو اس گھم کے بعد ہلوگوں رات کو سر پہنے اور قبیلہ ہلوگوں کی تو ہم لوگ اپنی تمام گاہ سے اٹھے اور ایک ایک حصہ ہدایت ہستی کے ساتھ پاؤں و بادما کر مثل پروردگار کے کس گھائی کی طرف چلا اور اسی طرح ہم سب لوگ جمع ہوئے اس وقت ہم لوگ دو تین ہزار تک جمع ہوئے اور وہی تھے جو تینوں میں ایک کا نام سیدہ بنت کعب اور کنیت ام عمارہ تھی اور دوسری کا نام اسماء بنت عمر بن عبد المطلب اور ہلوگوں اور ہمارے

میں بیٹے انظار کر سکتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع ایسے عم محترم عباس بن عبد المطلب کے تشریف لائے۔

طبری کی اس عبارت نے ثبات کروا کہ یہ امور کس رازداری اور پوشیدہ کاری سے عمل میں لائے جاتے تھے اور ہوائے ان معتمدین و معتبرین خاص کے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اعتبار ہوتا تھا باایمان لائے والوں کو ایسے جن میں اجاب پر اعتماد و اطمینان تھی ہوتا تھا سو اسے ان کے اور کسی سے اشارت یا کنایت ان امور کا ذکر نہیں کیا جاتا تھا۔

اسی کے ساتھ حضرت عباس کی شرکت و ہمراہی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ معدودے چند حضرات بنی ہاشم جو اس وقت تک ظاہر اسلام نہیں لائے تھے لیکن قرابت اور گناہی کو فطرتی اور حقیقی تعلقات کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نزدیک بقابلہ دیگر مسلمان کے زیادہ معتد اور معتبر تھے۔ اسی لئے ان کو ایسی سخت رازداری کے اوقات میں ان کے اخلاص و اتحاد پر بویا اعتماد کر کے ان کو ایثار و قرب و ہمدردی دیا گیا۔

اسوس ہے کہ کئی صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجاب خاص کی گزشتہ فہرست میں حضرت عباس کی کسی بنی ہاشم کا نام نہیں دیا۔ اور محض بیرونی اشخاص کو اجاب خاص میں داخل کر دیا ہے حیرت معصی بحث کر چکے ہیں۔



اب ہم ان واقعات کو سبلی صاحب کی زبانی ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

اگلے سال بہشتی شخص حج کے زمانے میں آئے اور اپنے ساتھیوں سے دعوت پرست تھے اچھیکہ مقام منیٰ (عقبہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس موقع پر حضرت عباس بھی جو اس وقت تک ایمان میں نہ لائے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے انھوں نے انصار سے خطاب کر کے کہا کہ گروہ خزرج۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خاندان میں معزز اور مخرم ہیں دشمنوں کے مقابلہ میں ہم ہمیشہ انکے سینہ سیر رہے اب وہ تمہاری بات جانا چاہتے ہیں اگر مرتے دم تک اسکا ساتھ دے سکو تو بہتر ذرہ ابھی سے جواب دینا۔ آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف خطاب کر کے کہا ہم لوگ تلوار کی گود میں ملی ہیں۔ وہ اسی قدر کہنے پائے تھے کہ اوالہشم نے بات کاٹ کر کہا یا رسول اللہ صلعم۔ ہم سے اور یہود سے تعلقات ہیں بیعت کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے ایسا تو نہ کہ جب آپ کو قوت اور اقتدار حاصل ہو جائے تو آپ ہم کو جھوڑ کر دھڑلے چلی جائیں آپ نے مسکرا کر فرمایا نہیں۔ تمہارا خون میرا خون ہے تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں آنحضرت نے من ماقول پر انصار سے بیعت لی پھین۔ متشک۔ چوری۔ زنا قتل اولاد اور زنا کر کے مرتکب نہ ہونگے اور جی بات جو رسول اکہیں گے اوس سے سرتابی نہ کریگے۔ لے

جب انصار بیعت کر رہے تھے تو اسعد بن زرارہ نے کھڑے ہو کر کہا بھائیو یہ بھی حشر ہے کہ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو یہ عرب و عجم اور من والس سے اعلان جنگ ہے سب نے کہا ہاں ہم اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔  
مفصلہ دلیل بارہ انتخاب جو نقیب انتخاب کئے گئے یس القیائل تھے انکا اسلام قبول کرنا تمام اسلام کا قبول کرنا تھا۔

لے سبلی صاحب لکھتے ہیں کہ مراد صحیح بخاری کی روایت ہے ہریت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ یہ عقد اولیٰ کے منظر اس انجیریت اس بات پر لگی کہ انصار آپ کی جان کی حفاظت کریں گے، سبلی صاحب کی نظر اگر وسیع ہوتی تو آپ یہ توفیق و تخصیص نہ دیکھ کر کہتے اور سب سے بڑھ کر شیخ من الشک والسرور والراہ والاقتصاد عمر قتل الاولاد والاہل ذرہ وذرک۔ یہ تمام شرائط اسلام کے اسلامی اصول دین میں انکا قرار ہر بیعت میں بقدرہ متشک لیا گیا ہے فتح مکہ کی امیر بیعت میں بھی بیعت کر رہے تھے۔ اس بارہ اصول پر بیعت کے شرائط مخصوصہ کے ساتھ عام طور سے متشک ہوا اس لئے بخاری نے عقدہ ناخیز بھی لکھا کہ لکھا اور اہل سیرت نے اس خیال سے کہ بیعت اولیٰ کے ذکر میں انکو لکھ چکے ہیں۔ انکو تو نہ لکھا مگر مخصوص شرط کو اس عرض سے غفلت کر دیا کہ انکا ذکر اپر نہیں کیا گیا تھا سبلی صاحب میں سے من نارح و سیرت اور فی حدیث کے اصول مختلفہ کو سمجھ لیں۔

لیکن بخاری کے شرط اگر کہ رسول اللہ صلعم جو اچھی بات کہیں گے اس سے سرتابی نہ کریں گے اسکا البتہ کسی تاریخ و سیر کے مولف نے نہیں لکھا اور درجہ میں نہیں لکھا کہ رسول اچھی باتوں کو جھوڑ کر کہی گئی باتوں کو بھی سنا ہوا جو مرتع نقیص تان رسالت ہے اس قسم کی بیعت مشروط اور طاعت مخصوصہ تو حکم عام اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کے اکل فی لغت ہے۔ فاقہم قدرہ  
المؤلف

- (۱) اسید بن حصیر جنگ بعاث میں انھیں کے باپ اوس کے سردار تھے۔
  - (۲) ابو الہشیم بن ہنان۔
  - (۳) سعد بن قنیزہ۔ جنگ بدر میں شہید ہوئے۔
  - (۴) اسعد بن زرارہ۔ اکابر اور بیروچکا ہے یہ امام نماز تھے۔
  - (۵) سعد بن الربیع۔ جنگ آدیس قدم رسالت پر جان دیکر شہید ہوئے۔
  - (۶) عداقرین۔ ائمہ مشہور شاعر ہیں جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔
  - (۷) سعد بن عبادہ۔ سردار و مشہور صحابی ہیں شقیہ بنی ساعدہ میں انھیں نے پہلے خلافت کا دعویٰ کیا تھا۔
  - (۸) منہد بن عجر۔ جنگ مخرجہ میں شہید ہوئے۔
  - (۹) ہزار بن عمرو۔ بیعت عقبہ میں انصار کی طرف سے انھیں نے تقریر کی تھی۔ آنحضرت مسلم کی ہجرت سے قبل انتقال کر گئے۔
  - (۱۰) عبداللہ بن عمر۔ جنگ احد میں شہید ہوئے۔
  - (۱۱) عبادہ بن صامت۔ مشہور صحابی ہیں۔ اس سے اکثر حدیثیں مروی ہیں۔
  - (۱۲) رافع بن مالک۔ جنگ احد میں شہید ہوئے۔
- یہ بارہ شخص جو عقبہ انتخاب کئے گئے تھے۔ بنی القبایل تھے انکا اسلام قبول کرنا تمام انصار کا اسلام قبول کرنا تھا صحیح کو مکہ میں مسیحیت کی خبر پہنچی۔ قریش انصار کے پاس آئے اور شکایت کی۔ انصار کے ساتھ حوت پرست تھے اور انکو اس مسیحیت کی خبر نہ تھی اور انہوں نے تکذیب کی کہ اگر ایسا ہوتا تو ہم سے کیونکر چھپ سکتا تھا۔
- سعد بن عبادہ پر قریش کے مظالم**
- نبی صاحب کی کوئی فعلی کا کوئی علاج نہیں۔ حالانکہ اس سے سلسلہ واقعات میں اسقاط و اہام واقع ہو جاتے ہیں جو شانِ نابین اور بدین مولف کے مخالف ہے۔ آپ نے اوپر تین حالات لکھ کر۔ مابعد کے تمام واقعات مروجہ القلم وادب سے معمولی دیکھنے والے ہی سمجھیں گے کہ مسلمان انصار پر اسکے بعد کوئی سختی یا تشدد نہیں گذرا وہ ٹھنڈے ٹھنڈے اپنے گھر چلے گئے اور قریش نے بھی ت پرستانِ مادینہ سے استغفار کر کے بعد ان لوگوں سے کچھ مواخزہ نہیں کیا اور قطعی دست بردار ہو گئے۔ حالانکہ یہ سراسر خلافِ حقیقت ہے ظلمہ قریش نے مشرکین پرینہ کے بیانات لینے کے بعد بھی انصار کی طرف سے ایسی تلاش و سرانجامی کا سلسلہ موقوف نہیں کیا اور مسلمان انصار سے دو آدمیوں کو گرفتار کر لیا جن میں ایک سعد بن عبادہ تھے ان پر جو مظالم ہوئے وہ بہت جلد بیان ہوتے ہیں۔
- اقسوس ہے کہ ان قابل الذکر واقعات کو جو انصار کے سلسلہ حالات میں مذکور ضروری الذکر تھے صرف اسلئے نقل کر دیے گئے کہ تسلی صاحب کے خود غرضانہ موضوع مابعد کے اصول خاص میں انصار کے اسرار وادب کا قائل استحقاق و استدلال

میں خصوصاً سعد بن عبادہ جو قول شعلی صاحب اولہ عویدہ غلاف ہوئے تھے اور ایسی ناقابل عفو جرم کے مجرم تھے۔  
سعد بن عبادہ کی داستان مصیبت اس منہاسم کی رمانی حسب ذیل ہے۔

و حروابی طلب القوم فادبرکوا سعد بن عبادہ فادأحرو  
المسلمین عمر احمی ساعدہ ان کتب اس الحریج و کلأھما  
کاں نقیما فاما المسلمون فاحی القوم فاما سعد فاحد و  
فردطوا یدیه الی عقبه فاسع رحله فمراقبوا لہ حتی  
ادخلوا کما یصریوہ و یجذوہ فکف و کان دامتہ کثیر  
قال۔ اسعد انی لہی اید یھم ادا طلع علی نعوس قریش  
فیھم رجل وصتی اسین شعتاع حلوس الرحال قال  
سعد بن عبادہ قلت فی نفسی لا ان مات عند احد من  
القوم حرم سعد ہذا فلما دنا متی دمع یدہ ملکمی لکۃ  
متدا یدۃ قال قلت فی نفسی لا والله ما عند ہر لعد ہذا  
من حیر قال فواللہ الی لہی اید یھم لیسیموسی ادا ادا  
ادعی لی رجل من کاب معہم قال و یحاک اما لیک و  
احد من قریش حارک لا محمد قال قلت لی واللہ لقد  
احیر لجدین مطعم تمارة و لمعہم من ادا ظلمہم  
ملا دی و للھت من حرب ایضا قال و یحک و اھتف  
یا سمر الحلیس و اذکر ما ھیک و یدہما قال و عدت و  
حریح ذلک الرجل الیہما فوجدہما فی المسجد عند الکعبۃ  
لہم ان رجلا من الحریج لا ان نصرہ بالاطح لھتف لکما و  
لکراں ملیدہ و لیکما حارک قال و من ہو قال سعد بن  
عبادہ قال صدق واللہ ان کاں لیحیر لیا لیمار و معہم ان  
یظلموا اسلہ قال فمعاہ مخلصا سعد ان اید یھم و اطلقی  
ص ۱۵۵

یہ بات قدیم شخص یرب کو عید گیا۔

قریش کو دل بچنے کے بعد کچھ بہکتی معلوم ہوئی وہ اہل سرب کی ملاقات میں گئے۔  
لیکن ان کا قافلہ صبح ہی روانہ ہو چکا تھا قریش نے سعد بن عبادہ اور سعد بن عمر  
کو وہاں پایا مسدود نہال کھلا اور انکے ہاتھ زنجیریں لگا کر سعد بن عبادہ کو انھوں نے  
یکڑیا اور کسی سواری کے اوٹ کا تنگ گھوڑا دیکر انکی ٹیکس مار دیکر ان میں لاکر انھیں  
مارتے تھے۔ انکے سر کے لئے لیسے ہالوں کو کھیچتے پھرتے تھے۔ یہ سعد بن عبادہ  
وہی ہیں جو حبیب رسول خدا صلعم نے لعین اسلام مقرر فرمایا تھا یہ ان کا واقعہ آب  
میان کرتے ہیں لکھتے ہیں کہ جب قریش مجھے مار رہے تھے تو ایک شرح و سعید اور  
شیریں تامل شخص میرے پاس سے گذرے اور سے دیکر میرے دل میں خیال ہوا کہ  
اس قوم میں سے کسی شخص سے میری بھلائی ہو سکتی ہو تو وہ یہی ہو گا لیکن جب وہ میرے  
پاس آیا تو اس نے میرے موہ پر پڑے رور سے طایح لگایا۔ اس وقت مجھے یقین گیا  
کہ ان لوگوں میں کوئی بھی ایسا نہیں جس سے میری امید کھائے ان میں ایک شخص اور  
آیا اس نے میرے نال پر ترس کیا یا رکھا کر قریش میں سے کسی کے ساتھ حکمو  
تسائی اور رابطہ میں ہے اور کسی شخص سے بھی تجھے یہاں جھڑپاں میں ہے  
کہا ہاں صدیر بنی مطعم اور حرس بن حرب جو عموماں کے ہوتے ہیں وہ مجھ کے لئے  
میرے یہاں رہا رہا کرتے ہیں میرے انکے شہسائی بھی ہے اور عموماں بھی  
میں نے اکثر انکے حال و مال کی جھاطت کی ہے اور اس شخص نے کہا یھم  
دو قرا دیوں کی ڈہائی کوں بین و تیا اور انکو اپنی نصرت و حمایت کے لئے گول  
انین ملانا خیا پچھ میں نے ایسا ہی کیا پھر میں نے اس کو دیکھا کہ اس نے کہا  
کہ قیلہ خرزج کا ایک آدمی گرفتار ہو کر مالکا تاہو اور غریب تمہارے نام

لیکھ کر لیا ہے۔ اس دو دنوں نے پوچھا وہ کون ہے اور اس کا کیا نام ہے اس نے  
تلا یا کہ وہ سعد بن عبادہ نام ملتا ہے۔ وہ دو دن لوے ہاں ہاں اور کا ہم  
دو دن آدیموں پر احسان ہی پھر وہ جو قریب آہو یکے اور مجسمہ کو چڑھا دیا اور

صاحب رحمۃ اللہ العالیین اس واقعہ کے متعلق ذیل کی عبارت ماست بہ میں لکھتے ہیں۔

سید محمد عبادہ کے حال سے کیا نتیجہ نکلتا ہے کیا سبق ملتا ہے؟ یہی کہ اسلام کے ساتھ ہی خدا کی طرف سے آزمائش م شروع ہو جاتی ہے۔ بھوک پیاس کی آزمائش قوم و ملک کی عداوت کی آزمائش۔ صر جہانی اور نقصان مال کی آزمائش وغیرہ وغیرہ اور جب کوئی شخص ان آزمائشوں میں پورا و پرتا ہے تب وہ خدا کے اوس اندی وعدے کا مستحق ٹھہرتا ہے جو قرآن و تورات میں مومن سے کیا گیا ہے کہ اسکی دنیا بھی عمدہ ہوگی اور آخرت بھی عمدہ ہوگی۔ (مختصر کتاب رحمۃ اللعالمین ص ۶۶)

مرقومہ بالا عبارت سے ہر شخص کو سانی تجربہ ملے سکتا ہے کہ ایک مولف نے اس واقعہ کو زیادہ ضرورت سمجھ کر م شروع کیا ہے اس کے خلاف دوسرے محقق نے اسکی نقل و تفصیل کو ضروری الذکر سمجھا اس شرح و بسط سے قلمبند کیا ہے ظاہر ہے کہ مؤلف اول کی رائے اسکے مرفوع القلم کو دینے کی سبب ضرور اسکی اپنی ذاتی اغراض پر مبنی تھی اور مولف آخر نے کسی ذاتی اغراض و مطالب کے۔ صرف اسلام کی صداقت اور متقدمین اسلام کے استغیال و استقامت کے اظہار و دعا کو پیش نظر رکھ کر اس واقعہ کو چوبیسویں تصریح کے ساتھ لکھا ہے اگر تنہا شبلی صاحب نے اس پر اعتناء نہ فرمائی تو کیا یہ سید محمد عبادہ کے اسلامی خدمات اسلام کی تمام کتابوں میں محفوظ رہیں اور ان شاء اللہ ابداً لا ما دقائم و برقرار رہیں گے

صحابہ کو ہجرت مدینہ کی اجازت

شبلی صاحب رقمطراز ہیں۔

مدینہ کو اسلام میں بنیاد حاصل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو اجازت دی کہ مکہ سے ہجرت کر جائیں قریش کو معلوم ہوا تو انہوں نے روک ٹوک شروع کی لیکن چوری چھپے لوگوں نے ہجرت شروع کر دی رفتہ رفتہ اکثر صحابہ چلے گئے۔ صرف آنحضرت صلعم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ رہ گئے۔ جو لوگ مجلس سے مجبور تھے وہ مدت تک نہ جاسکے یہ آیت انہیں کی شان میں ہے۔

وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانَ الْدُّنْيَا  
نَقُولُونَ دَنَا جَوْصًا مِنْ هَذِهِ الْقَرْيَةِ الطَّالِبَةُ أَهْلَهَا

شبلی صاحب صبطح خاص خاص موقع پر کوہ قلمی کے دلدادہ ہیں اسی طرح خاص خاص حصرت کے گرویدہ بھی ہیں انکے ذکر احادیث میں آپ کا کلمک میان بہت ہی وسیع النسیان ہو جاتا ہے۔ جو کہ اس واقعہ اور اس سے پہلے کے واقعات میں خاص کردہ حصرت اور انکے خدمات ہیں جن سے آپ کو کم تعلق ہے۔ اس لئے سرے سے یہ واقعات ہی فراموش سے خارج کر دیے گئے لیکن ایک اور اہم مولف اور خاص کردہ ایسے محقق کو جو ملاہ اسطر و تعلق آزادی سے صرف اسلام کے واقعات کی ترتیب دیتا ہے اس شخص کو تنقید اور قطع و برید کی ضرورت نہیں شمس صاحب کے خلاف مولوی سید سلیمان صاحب مولف رحمۃ اللعالمین نے اس واقعہ کو مصلہ ذیل عبارت میں کس تفصیل سے بیان کیا ہے۔

عقہ تانیہ کی سبب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مسلمانوں کو جو مکہ سے ابھی باہر نہیں گئے تھے لیکن

اب حنیس اپنے ملکہ بدمعہ سے لگے تھے کہ میرا رطل انکے لئے لگ کاٹھا رہا ہے کیا تھا۔ تیرب چلے جانے کی اجازت دیدی۔ ان ایمان والوں کو گھڑ مار خوش واقف۔ اب بھائی اور رن دفنہ کے چھڑنے کا کوئی غم نہ تھا ملکہ خوشی تھی کہ تیرب جا کر قتل ہو ورنہ لاشریک کی عبادت پوری آزادی سے کریں گے۔ ان ہجرت کرنے والوں اور گھڑ چڑانے والوں کو قریش مکہ کی سخت قراحت کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔

صہب روی برطالم | صہب روی رضی اللہ عنہ صہب ہجرت کر کے جانے لگے تو کفار نے انھیں آگیز اور کہا صہب حب تو کمین آیا تھا تو غفلت مٹا رہا تھا۔ یہاں تیر کر تونے ہزاروں کمائے تیر یہاں سے جاتا ہے اور پناہ سے یہاں سے سب مال دزد لے کر چلا جائے تو ایسا کسی ہونے کا نہیں صہب نے کہا اچھا۔ اگر میں سچا سٹال دمناع تمہیں دیدن تب تو مجھے ملانے دو گے قریش بولے ہاں۔ حضرت صہب نے سارا مال اوسیرفت دیدیا اور دامن بھاڑ کر دیکر کور دانہ ہو گئے

صہب روی برطالم | حضرت ام سلمہ کبھی تیر سے تو ہر اوسلہ نے ہجرت کا ارادہ کیا مجھے اوٹ پر بٹھالیا میری گونین پر لکھیں سلمہ تھا۔ جب ہم چلے تو بدمعہ نے لڑا اوسلہ کو گھیر لیا۔ کہا تو جاسکتا ہے مگر ہمارے لڑکے کو نہیں لجا سکتا اب خواہاں ہو گئے اونھوں نے اوسلہ سے کہا کہ تو جاسکتا ہے۔ مگر بچہ کو چھو ہمارے قبیلہ سے ہے تو نہیں لے جا سکتا غرض اونھوں نے اوسلہ سے اوٹ کی ہمارے لڑکے کو اوٹ بٹھلا دیا۔ اب اسلہ کو لگو دے تیر کو اس کی گود سے چھین کر لے گئے اور بدمعہ اوسلہ سے روکے آئے۔ اوسلہ جو دین کے لئے ہجرت کو فرض سمجھتے تھے رن اور بھیکے بدمعہ کو روانہ ہو گئے۔ اوسلہ روزنامہ کو اس بھیکہ بیونج حاتین جہان و بچہ اور شوہر سے الگ کی گئیں تھیں۔ گھنٹھیں روو ہو کواں آئیں۔ ایک سال تک اسی طرح روئے چلائے لڑکے گر گنا۔ آجروا کے بچا اور بھائی کو دہم آیا۔ اور دم قائل سے کہہ کر اوسلہ کو اجازت دلا دی کہ اسے سو بھوکے پاس علی جائیں۔ بچہ بھی اوکو دیا لڑکے دیدیا گیا۔ یہ تمہارا بیٹا علی گئیں ابن ہشام ۱۶۵

ہشام بن عاص اور عیاس برطالم | حضرت عمرؓ کا بیان ہے کہ عیاش اور ہشام بھی میرے ساتھ مکہ سے مدینہ چلے عیاش تو روانگی کے وقت مائے مقررہ پر بیونج لے کر ہشام کی بابت کفار کو خبر لگ گئی اوکو قریش نے قید کر لیا عیاش مدینہ جا ہو کچھ لے کر ابوبھل سے ایسے برادر حرث کے مدینہ پوریا عیاش اسکی چھپرے بھائی تھے۔ اونھوں کی مان ایک تھی۔ ابوبھل اور حرث نے کہا کہ تمہارے بعد والدہ کی مری حالت ہو رہی ہے اوس نے قسم کھائی ہے کہ عیاش کا موت نہ دیکھنے تک نہ میں لکھوں گی نہ دنگی۔ سائیں بیونج لے کر اس لئے بھائی تم چلو اور مان کو تسکین دیکر چلے آنا۔ حضرت عمرؓ فاروقؓ نے کہا عیاش مجھے تو یہ فریب معلوم ہوتا ہے تمہاری ماں کے سر میں اگر چوں لکھی تو وہ آپ لکھی لکھی۔ اور اگر کہہ کی دھوپ نہ تو ابھی خلی تو رہ جو وہی سایہ میں بیٹھ جائے گی۔ میری تو یہ رائے ہے کہ تمہیں چاہا نہیں چاہیے۔ عیاش بولے نہیں میں والدہ کی قسم پوری کر کے والدین کا دعا گو عمرؓ فاروقؓ نے کہا اگرچہ یہی رائے ہے تو میرا نہ دیتے ہاؤست تیر تو مارا ہے اگر راستہ میں تمہیں کہیں بھی اس سے شہدہ مگر جو تو قمارس مقررہ نہایت سادگی

سے انکی گوت سے بھاگ کر آسکے۔ عیاش نے ناقہ لے لیا۔ تمہارا چل کھڑے ہوئے ایک روز راہ میں مکہ کے قریب ابوہریرہ نے کہا ہمارا اونٹ تو تمہارے ناقہ کے ساتھ چلتے چلتے ٹھک گیا بہتر ہے کہ تم مجھے اپنے ساتھ سوار کر لو۔ عیاش بولا امیر عرب عیاش نے ناقہ ٹھکایا تو دونوں صاحبوں نے اسے پکڑ لیا مشکین کس لین اور اسی طرح مکہ میں داخل ہوئے یہ دونوں نے قریب سے کہتے تھے کہ وہ دیکھو یہ وہ قیوفوں کو یوں سزا دیا کرتے ہیں۔ اب انکو بھی ہشام بن عاص کے ساتھ قید کر دیا۔ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ پہنچے تھے تب حضور کی تمنا پوری کرنے کے لئے ولید بن عقیلہ مکہ میں آئے۔ زبانِ حانہ سے دو کو شہنشاہ کال کر لے گئے۔ ان ہشام ان واقعات سے ہمارے سالہا سالہا کے مصائب و شدائد جو حکم خدا و رسول کی عطا کردہ ہیں ان مظلومین کو ظلمہ وقت کے ہاتھوں اڑھانے ہوئے۔ تفصیل کے ساتھ نہات ہو گئے۔ کیا ان میں سے ایک بھی شہابی صاحب کے لئے قابلِ تذکرہ نہیں تھا۔

## ہجرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعات

إِنَّ اللَّهَ تَأْمُرُكَ بِالْهَجْرَةِ

سالہ سال تروت لہ جبری

یہ واقعہ تمام تاریخ داری صاحب کی مضمون آخر میں اور شہابی صاحب کی قلم آرائی کا نمونہ ہے اور اگر زیادہ تحقیق کی جائے تو علماء محدثین سواد اعظم کے طبایع و کمال ذہن جتنے مواد و احزاب کی ترتیب و تجميع تو خلافتِ راستہ کی وقت ہی کو آغاز ہوئی تھی لیکن امیر معاویہ کی دورانِ حکومت میں اس کے زمان شاہی کے ذریعوں سے ان تمام موضوعات کا اصل عقائد میں داخل ہونا اور ان کا اسلام تسلیم کیا جانا۔ تمام قلم و اسلامی میں مشہور اور ناقہ کیا گیا۔ اور آئندہ حکومت امویہ و عباسیہ نے اسکو انصر و حکومت کا سب سے بڑا ضروری اور مستحکم ذریعہ بن کر کے اس اہمیت کے ساتھ جاری کر لیا کہ یہ موضوعات اور مصنوعات حقیقی واقعات اور اصلی حالات پرست لے گئے۔ لیکن باوجود اتنے طول و طویل انتظام و اہتمام حکومت کے اسکی حقیقت اور اصلیت زمانہ سے نہ مٹنے والی تھی نہ مٹی تفصیل فرما آتی ہے۔ چونکہ ہمارے اس روایت کا تنقیدانہ طریقہ سے انکشاف حقیقت کرنا ہے اسلئے ہم شہابی صاحب کی پوری عبارت حسبِ دِل نقل کر رہے ہیں۔

نبوت کا تیر ہوا سال شروع ہوا۔ اور اکثر صحابہ مدینہ میں پہنچ چکے تو وحیِ الہی کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی مدینہ کا غم فرمایا۔ یہ داستان نہایت پراثر ہے۔ اور اس سے پہلے سے امام بخاری نے بھی باوجود احتیاط پسندی نے اسکو خوب پھیلایا لکھا ہے اور حضرت عائشہ کی زبانی لکھا ہے حضرت عائشہ کو اس وقت چھ سات برس کی تھیں لیکن انکا بیان درحقیقت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور حضرت ابوبکرؓ کا سوا ہے کہ انھیں سے سنا ہوگا اور اندازے واقعہ میں خود بھی موجود ہے میری تمہیدی عبارت میں تلی صاحبہ کا مرقومہ والا حوالہ کہ یہ پراثر داستان ہے امام بخاری صاحب نے باوجود احتیاط پسندی کے اسکو



تخص قریش سے دیکھا کہ اب مسلمان مدینہ میں جا کر طاقاٹ بکارتے جاتے ہیں اور ان کا اسلام پھیلتا جاتا ہے۔ اس بنا پر انھوں نے دارالندوہ میں خود اس سبب کی تھاغلام کیا۔ ہر قبیلہ کے رؤساء یعنی عقبہ۔ الوسفیاں منظم۔ نصر بن حارت بن کلدہ۔ ابو البختری۔ ابن ہشام۔ برعہ بن اسود۔ بن مطلب۔ حکیم بن حرام۔ ابو جہل منہجہ بنیہ۔ امیہ بن حلف وغیرہ سب شریک تھے۔ ان لوگوں نے مختلف رائے پیش کیں۔ ایک نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پاؤں میں زنجیر ڈال کر مکان میں بند کر دیا جاوے۔ دوسرے نے کہا۔ جلا وطن کر دینا کافی ہے ابو جہل نے کہا ہر قبیلہ سے ایک شخص منتخب ہو اور یوں راجع ایک ناکہ ملکہ تلواروں سے اوکا خاتمہ کر دے اس صورت میں ان کا خون تمام قتال میں ٹھاڑا جائے گا۔ اور آل ہاشم اکیلے تمام قتال کا مقابلا کر لیں گے۔ آخر اسی رائے پر اتفاق عام ہو گیا۔ اور جھٹ بیٹے سے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانہ مبارک کا محاصرہ کر لیا۔ اہل حرب زمانہ مکان کے اندر گھسنا معیوب سمجھتے تھے اس لئے ماہر ٹھہرے رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہر کلین تو یہ فرض ادا کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریش کو اس رخصہ کی عداوت تھی۔ تاہم آپ کی دیانت پر یہ اعتماد تھا کہ جس شخص کو کچھ مال یا اسباب امت رکھا ہو تا تھا آپ ہی کے پاس رکھو تا تھا۔ اس وقت بھی آپ کے پاس بہت سی امانتیں جمع تھیں آپ کو قریش کے ارادے کی عمل کی تھی۔ اس بنا پر جناب امیر کو ملا کر فرمایا کہ مجھ کی ہجرت کا حکم آج کا ہے آج میں مدینہ روانہ ہو جاؤ گا تم میرے یلگ یہ میری یاد راؤڑ بکر سور ہو صبح کو سب کی امانتیں جا کر واپس دے آنا یہ سخت خطرہ کا موقع تھا۔ جناب امیر کو معلوم ہو چکا تھا کہ قریش آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اور آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ستر خواب قتل گاہ کی زمین پہنچے فاتح غمیر کے لئے قتل گاہ فرش گل تھا۔

بقیہ عمارت صفحہ گذشتہ میں بیان کر لیا ہے۔ وغیرہ تیرہ کوئی ہے علی صاحب خود سلاسل کے حاصل اس واقعہ محض روایت کی جگہ بطور قی کوئی اختیار کی گئی اور رنگ بانی کی جگہ بہت سیائی سے کہیں کام لیا گیا ہے وہی صورت حاصل اعراض صلی العاقل نگاہ الہامہ سلی صاحب ہر پہلو پر خیال دیا چکے ہیں حضرت عائشہ کی کم عمری اور عدم صلاحیت نقل حدیث کا کس مرے سے فیصلہ کر دیتے ہیں کہ آنحضرت اور حضرت ابوبکر سے ساہوگا یہ ہوگا کیا معنی معلوم ہوا کہ ان حدیث کے سماع میں آپ کی ایک مشکوک ہیں اور ان کے استماع حدیث کو یقینی طور پر نہیں ملکہ بطریقہ احتمال جانتے ہیں اب دوسری طرف متوجہ ہوئے اگر عرض محال ایک حقیقت کا طالب ان بیویوں کی دست حضرت عائشہ کے استماع کو صحیح بھی یقین کر لے تو اعتراض یہ پیدا ہوگا کہ حصائص حضرت ابوبکر کو ثابت کر سیکے لئے مرویات حضرت عائشہ کماں کا قابل اعتبار ہو سکتی ہیں کیونکہ آپ جو جانتے ہیں کہ ہر حدیث الے جانتے ہیں حضرت عائشہ کی شہادت و بارہ خلافت میں قابل حقوق ہیں سمجھی گئی اسلئے کہ آپ کا قول بیویوں کو انہاء حقوق میں قابل اعتبار نہیں ہو سکتا پھر وہی اصل و حد و مہمات یہاں بھی قائم ہوئے اور علی صاحب نے تو اس اصول کی اس حدیث کے ساتھ یا نہی کی ہے کہ ایسی روایتوں کو ملا تعلقات سنی و سنی صرف الزامات و عقیدت کی سمجھی کی وجہ سے ساقط الاعتبار کر دیا ہے۔ یہاں یہ دلیل ذکر فرمادہ جیسے قمر ازہب طبری میں روایت ہے کہ جب حبشہ سے کھلے تو حضرت عمر کے پاؤں پر حم سکے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت میں شکایت کی کہ جو نے مامرد کی لیکن فرج نے اکی دست جو یہی شکایت کی۔ اس روایت کو طبری نے مسلسلہ سے روایت کی ہے اس کے راوی عوب ہیں انکو بہت سے لوگوں نے تصدیق کیا ہے لیکن مدارج اکی روایت بیان کرتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ وہ راوی اسی اور بیٹھا تھا یہ لفظ سخت ہے لیکن اکی شہادت سب کو تسلیم ہے اور اگر شہادت

ہجرت سے دو تین پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو برس کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے گھر پر گئے دستور کے مطابق دروازہ پر دستک دی۔ احادیث کے بعد گھر میں تشکیف لے گئے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ مجھ سے متوہ کر رہے ہو کہ ہمارے دوستوں کے گھر سے کہیں آپ کے حرم کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ اوسوقت حضرت عائشہؓ سے شادی ہو چکی تھی حضرت ابوبکرؓ نے نہایت یتیمانی سے کہا میں اب آپ پر فدا ہو گیا ہوں کبھی پہلے ہی کا شرف حاصل ہو گا اور شاد ہوا۔ ہاں حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت کے لئے جا چکے تھے دو اہل بیتان رسولؐ کی پتیوں کا لگا لگا کر تیار کر رکھے تھے جن میں سے ایک آپؐ کی بیوی بنتی تھیں جن کا نام کبھی کا احسان گوارا نہیں ہو سکتا تھا اور شاد ہوا۔ اچھا لگ کر نعمت حضرت ابوبکرؓ نے محروم قبول کیا حضرت عائشہؓ اوسوقت کس نہیں۔ انہی میں سے ایک اسراف بن جوعہ انشدین زبیر کی بیوی تھیں۔ بھڑکا سا مان کیا۔ دو تین دن کا کھانا مانتہ دان میں رکھا۔ نطاش جس کو عورتیں کمرے لٹشی بہن بھار اوس سے ناستہ وال کا مہمانہ ماندا یہ وہ شرف تھا جسکی وہمہ سے آج تک ابکودات اہل طہقین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے کفار نے جب آپؐ کے گھر کو محاصرہ کیا اور رات دیا وہ گذر گئی تو قدرت نے او کو جو کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوتا چھوڑ کر باہر لے گئے۔ کہہ کہہ کر دیکھا اور فرمایا تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھ کو رہنے نہیں دیتے حضرت ابوبکرؓ سے پہلے قرارداد ہو چکی تھی دونوں صاحب پہلے حل نور کے غاریں پر سنبہ ہوئے یہ غار کبھی بھی موجود ہے اور لوگ گاہ غار میں ہے حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبداللہ جو نو فرس ہوا تھے جب کو غاریں ساتھ سوتے تھے وہ نہ اندھیرے شہر میں چلے جاتے اور یہ لگاتے کہ قریش کیا مشورہ کر رہے ہیں یہ سوچ کر غریبی شام کو آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کرتے حضرت ابوبکرؓ کا علامہ کچھ رات گئے کہ یہاں حیرا کرانا آپؐ اور حضرت ابی بکرؓ ان کا دودھ پنی لیتے تین دن تک صرف یہی علاقہ لیکن اپنی شام نے کہا ہے کہ روانہ شام کو آسا گھر سے کھا یا کچا اگر غاریں میں ہو چکا آتین تھیں۔ اس طرح میں راتیں غاریں میں گذر گئیں۔ سچا انجاری

باب السحرت و مرید صلات من باب مافات المہاجرین

صبح کو قریش کی آنکھیں کھلیں تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حائے جہاں امیر تھے ظالموں نے انکو پکڑا اور جرم میں لپیٹ کر تھوڑی دیر میں رکھا اور بھڑک دیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکلے ڈوبو نہ پتہ ڈوبو نہ پتہ ہمارے وہاں تک آگئے۔ آہستہ آہستہ آنحضرت ابوبکرؓ نے غمزدہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ اب دشمن اس قدر قرب آگئے ہیں کہ اگر ایسے قدم بردارنی نظر جائے تو ہیکہ دیکھ لیں گے آپؐ نے فرمایا لا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا گھر اوس میں جا رہا ہے ساتھ ہے۔

بقیہ عبارت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمارے اعتبار کی کہیں نہیں لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس روایت میں حضرت محمدؐ کے ہمارے گھر کے واقعہ بیان کیا جائے سنتہ کی

آدم سے اوس کا کیا رشتہ تھا ہے میرا اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۳۵۶

ابن ہشام صاحب کے امتیاز کے اصول عقیدہ کے اور میرا اوس تھا صرف قدم کے حضرت عائشہؓ کی یہ تمام روایات نہ کسی قابل لغات ہو سکتی ہیں اور اللہ انشاء عقیقت سناس اور انصاف پسند نوایہ مرخوہ میرواں میں کے اصول رزین پر عمل پر یہ روایات تمام واقعات روایات کو موصوفات کا طائرانہیں گے جیسا عنقریب ظاہر ہوتا ہے۔ المؤلف عقی

مصر حال چوتھے دن آپ غار سے نکلے عبداللہ بن الربیعہ ایک کافر پر اعتماد تھا رہنمائی کے لئے اجرت پر مقرر کیا گیا وہ آگے راستہ بتاتا رہتا تھا۔ ایک دن رات برابر چلے گئے دوسرے دن دوسرے کے وقت وہ بہت سخت ہو گئی تو حضرت ابو بکرؓ نے یہاں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سایہ میں آرام فرما لیں۔ بیاروں طرف نظر ڈالی۔ ایک چٹان کے نیچے سایہ نظر آیا۔ سواری سے اتر کر زمین جھباڑی۔ پھر اسی چادر بھائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آرام فرمایا تو تلاش میں نکلے کہ کس کچرہ میں کوئل جائے تو لایمیں۔ یاس ہی ایک یرواہا کو ماراں چار رہا تھا۔ اس سے کہ ایک کبھی کا تھن گردو غار سے صاف کرائے۔ پھر اوسکے ہاتھ صاف کرائے اور دو وہ ڈھایا۔ دودھ کے برتن کی طرح الیٹ دیا کہ گردہ ٹڑنے پائے۔ دودھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے اور حضورؐ سامانی لاکر پیش کیا۔ آپ نے یہ دیکر فرمایا کیا اچھے چلنے کا وقت نہیں آیا۔ اتفاقاً اب ٹہل چکا تھا۔ اسلئے آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔ یہ پوری تفصیل حرف بحرف صحیح بخاری باب مساقب المهاجرین میں ہے ہم نے تمام خبریات اس لئے نقل کئے ہیں کہ اس سے حضرت ابو بکرؓ کی صفائی پسندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

سراقہ کا قصہ اقریش نے اشتہار دیا تھا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ابو بکرؓ کو گرفتار کر لائے گا اس کو ایک خون بہا گے برابر یعنی سوا ڈھائی انعام دیا جاوے گا۔ سراقہ بن جشم نے سنا تو انعام کی امید میں نکلے۔ یمن اس حالت میں کہ آپؐ روانہ ہو رہے تھے اس نے آپؐ کو دیکھ لیا۔ اور گھوڑا دوڑا کر قریب آگیا لیکن گھوڑے نے ٹھوکر کھائی وہ گریا بترکت سے فال کے تیر بچائے کہ حکم کرنا چاہئے یا نہیں۔ جواب میں نہیں بچا لیکن سوا ڈھائی کا گران بھاسا وضہ ایسا تھا کہ تیر کی مات مان لی جاوے۔ دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا اور آگے بڑھا۔ اکی ما گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دب گئے گھوڑے کو اور تیر لڑا۔ اور پھر فال دیکھی۔ ابھی وہی جواب تھا لیکن کلمہ بجز بے اس کی بہت سرت کر دسی اور قسین ہو گیا کہ یہ کچھ اور آنا زمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر قریش کے اشتہار کا واقف بنایا اور درخواست کی کہ محمدؐ کو امن کی شرط رکھ کر بھیجے۔ حضرت ابو بکرؓ کے غلام عامر بن فہرہ نے جبریلؑ کے نکلنے پر فرمان اس لکھ دیا۔

عبارت حاشیہ نمبر ۱۸ سراقہ بعد میں اسلام لائے۔ اور جب ایران فتح ہوا اور کسریٰ کے زیورات لوٹ میں آئے تو حضرت عمرؓ نے انہیں کو وہ زیورات ہنسا کر عالم کی سرنگی کا مٹا دیکھا۔

ایضاً حاشیہ نمبر ۱۹ صحیح بخاری باب العہد الی مسلم) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہریشانی میں بھی دوات وقلم ساتھ رہتا تھا۔

حسن اتفاق ہے کہ حضرت زبیرؓ شام سے تجارت کا مال لیکر آرہے تھے۔ اور یمن نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حینہ لکڑیے پیش کئے۔ جو اس نے سردیوں میں غنیمت تھے۔ یہ وہی حدیثیں ہیں (مصحف ۹۶ تا ۹۷) (مصحف ۳)

### بخاری کی مرویات حجت کی حقیقت کا انکشاف

ستہیل صاحب تو امام بخاریؒ کے ترجمان ہیں۔ ہر نسخہ و دستاویز ان کی گفت بہان میں گویم لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ کئی

تھے تمام رطب و یابس جو کچھ بھی صحیح بخاری میں مذکور ہو یا کھٹا کر دیا آسا تو ضرور ہے کہ مقابلہ اول لغویات و حشو بات کو جو طانی  
 و لیمی، سبیلی اور سہودی وغیرہم نے اجماع کے ہون پر طواریکم ہے لیکن تاہم تحقیق کا طالب جب ہجرت کی حقیقت، ادسکی اصل ضرور  
 اس کے وقت وقوع کی موجودہ حالت کفافرین کی نے انتہا منی لغت قتل رسول اللہ را دی کی مشورت اور اس کے اقدام کی صورت  
 اور جان رسول کی خدا کی طرف سے رازدارانہ محاطت وغیرہ اس تمام اسباب وظل اور حیا و ان طرف کے حالات و واقعات یہ عا  
 نظر ثبات ہے۔ اس کے ساتھ سجاری کی ان مرویات کو اس سے ملتا ہے تو یہ واسطہ ان کی داستان گو بقول شبلی صاحب کتنی ہی  
 یلہ اثر اور کسی ہی لطیف نہ ہو ماکمل واقعہ کے خلاف مصلحت کے برعکس مناسبت وقتی کی منافی نہایت ہوتی ہے تفصیل اگر آتی ہے  
 سجاری کے دونوں باب کے رباب الحجۃ السی و باب المناقب المہاجرین، ہر جرئیات کی تفصیل کو یکسو بل صاحب نے  
 باعظمت نقل فرمانے کا اعتراف فرمایا ہے۔ چرہ چاہئے تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعات ہجرت بنین  
 ہون۔ حضرت ابوبکرؓ کی صدیقیت اور صبیحیت۔ حمایت اور رفاقت۔ صحت اور رسول پر احسانات کے رنگا رنگ مرقعوں  
 کا فیسی الہم تبار کیا گیا ہے۔ جب اس طلسمی مرقع میں جناب رسالت مآں صلعم کے یکہ فورانی کی زیارت کی جاتی ہے تو اسیر تضر  
 ابوبکرؓ مکہ احسان و اتقان کی بریاری اور انکی مشورت و ہدایت کی متابعت کا رنگ ایک طرف اتنا سے راز خاندانی اور  
 مصلحت و مناسبت وقتی سے خلاف ورزی کا گلاستہ پڑا ہوا دوسری طرف صاف صاف نظر آتا ہے۔

سجاری صاحب تو فضائل و مناقب حضرت ابوبکرؓ کی مضمون آفرینوں میں اور شبلی صاحب اوکی بڑھ چنچون  
 میں اتنے محو ہو گئے کہ حقیقت نویسی سے کوئی واسطہ ہی نہیں رکھا۔ واقعہ تو تاریخ اسلام کا اتنا بڑا عظیم الشان ہو لیکن  
 آپ حضرات کے بیان میں نہ کہیں اس کے سال و ماہ وقوع کا بتا ملتا ہے اور نہ تاریخ و روز وقوع کا انسان یا جاننا ہے  
 اگر صحیح بخاری سیرت و تاریخ کے موضوع کی کتاب نہ تھی تو سیرۃ النبیؐ جلد اول تو ضرور اس صنف خاص کی تصنیف تھی۔  
 اس میں اسکی عدم موجودگی شعلی صاحب کے ایسے فاضل متفق کے لئے کسی شہ و ناک فرود گزشت قرار پاتی ہے۔  
 ہم اوپر لکھا ہے کہ اس موقع پر آپ نے سجاری صاحب کی بالکل ترجمانی فرمائی ہے۔ جو صاحبان تحقیق کی  
 نگاہوں میں تغلید غلط سے بھی فرور ہے۔ اسی بنا پر آپ نے جو بخاری میں لکھا یا ہے۔ عربی سے اردو میں نقل و  
 ترجمہ کر دیا۔ وریافت حقیقت اور تلاقص اصلیت سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس موقع پر شبلی صاحب نے حقیقتاً  
 ایسی تالیف کی وقت اور وقت ہونے کی حیثیت اور بھی گرا دی ہے۔ آپ کے دیباچہ کے عنوان اور اوکی تحریری شان کو  
 پڑھا جاوے اول اس موقع کے انداز تالیف اور طرز بیان سے ملایا جائے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان دونوں تحریروں  
 کا لکھنے والا ایک ہی شخص ہے۔

لیکن چرام کے لئے ایک سبب خاص ہوتا ہے شبلی صاحب کی اس فرگزاشت کا سبب خاص بھی وہی ہے  
 بخیر اور بیان جو چکا ہے کہ امام بخاری کی مناقب اور تغلیب اسلاف کی مطابقت میں جو ہو کر آپ اپنی مولفانہ و محققانہ  
 نشان و حقیقت بھی بھول گئی۔ اور سیرت و تاریخ کی کتاب لکھتے ہوئے اتنے بڑے عظیم واقعہ کی تعبیر نہ و سال کو تیر وک

فرما گئے۔ حالانکہ تمہیدی عبارت میں صحابہ کو حکم ہجرت دیے جانے کے موقع پر اتنا لکھ چکے تھے کہ نبوت کا تیرہواں سال شروع سال تھا۔ ص ۱۹۶۔

لیکن اس المجاہرین سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاص ہجرت کی تفصیل کرتے وقت آپ کو نہ دن کا خیال نہ ماہ و سال کا۔ اگر ماہ و تاریخ و روز نہیں لکھا تھا تو صرف اسی عبارت مندرجہ کا اعادہ کر دیا ہوتا کہ نبوت کا تیرہواں سال شروع تھا۔ یہ تمام اسباب علل بتلا رہے ہیں کہ آپ کو واقعیت کے ساتھ جیسی ہیں ہے بلکہ آپ کسی خاص امر کی طرف اس کے متعلق زیادہ متوجہ ہیں۔

مصرحاً شامی صاحب کو بخاری صاحب کی نقل و ترجمانی کرنا ہے اور یہ کہ سیرت و تاریخ کے موضوع پر ایسی تالیفات کو ترتیب دینا ہے اس لئے اس واقعہ کی تفصیل سے پہلے ہم اسکے وقوع کی تین ماہ و سال کو ضروری سمجھتے ہیں اور لکھ کر بتا دیتے ہیں کہ دنیا اسلام میں ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عظیم الشان واقعہ تھیں۔ تاریخ ماہ صفر کا دن تمام ہو کر روزِ شنبہ ۱۲ ستمبر ۶۱۰ء میں ظہور پذیر ہوا۔ بقول شامی صاحب ۵ ہجری ورق کہ یہ گشت دعا انجامیاست۔ تمہیداً اتنا لکھ کر ہم اصل واقعات کے انگلش حقیقت کی طرف رجوع کرتے ہیں اور امام بخاری کی مضمون تراشی اور شامی صاحب کی نقاشی کی اصلیت مفصلہ ذیل عبارت تمہیدی میں دکھاتے ہیں۔

واقعہ شہ ہجرت حقیقتاً عظیم تھا۔ شامی صاحب اور ان کے اسلاف قدیم نے عقیدہ کی دو بول سبتوں کے واقعات کو بڑے حزم و احتیاط اور کمال ہوشیاری اور رازداری سے قیصل کیا مانتا لکھا ہے مگر واقعہ ہجرت کو جو اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اور اس دونوں واقعات کے صرف دو مہینوں بعد ظہور پذیر ہوتا ہے ایسا عام کر دیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا انحرام و احتیاط ہر کس و ناکس سے اتنے بڑے راز المی کو افشا کر گئے یہ سرتے ہیں۔ حالانکہ صورت حال بتلا رہی ہے کہ انصار مدینہ کی سمیت کرنے کی خبر پا کر عساکر ویریاں ہو چکا ہے کھار قریش کی مخالفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی کہیں زیادہ بڑھ گئی تھی۔ تو کیا معمولی عقل و باغ و الا شخص بھی کہہ سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسا کبر و حکیم آئی اور خدا کا راز دار و امین۔ جو تمام دنیا کے لوگوں سے ہر موقع شہاس اور مصلحت اندیشی موعودہ اس طرح اتنے بڑے اور ضروری راز المی کو عام طور سے فاش کر دے کہ قبل از ہر دل حکم ہجرت۔ بروایت چار روز اور بروایت مہینوں پیشتر اپنے راز سے لوگوں کو آگاہ کر دے۔ اس نابہ قبل و بعد حکم ہجرت اس عظیم آئی کا افشا کر دینا ذات مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صریح اتمام ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کے گھر اگر ہجرت کے اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ حضرت دوہر کے وقت حضرت ابو بکرؓ کے یہاں تشریف لائے اور متعلق مشورت اہل نظام اس واقعہ کی اطلاع دی۔ ابو بکرؓ نے کہا ہم کو بھی ساتھ لے کر آپ نے منظور کیا۔ لیکن افسوس بجا رہا صاحب کی یہ روایت اس قدر خلاف واقعیت واقع ہوئی تھی کہ آخر ابن حجر عسقلانی شامی بخاری کے ایسے موید و مقلد بخاری نے بھی اس واقعہ کو بالتمام خلاف واقعہ اسقاطاً اعتنا نہ کیا۔ ان کی عبارت حسب ذیل ہے۔





جلد دوم ص ۲۴۰ کی حسب ذیل عبارت میں ملاحظہ کی جاوے۔

احمر بن مرویدہ والو یعیہ فی دلائل السنۃ عن ابن عباس  
قال لما حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال و  
اتعدہ اوبکر فلما معہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
ان یکون الطلب فلما رای دلت اوبکر فتح فلما سمع  
ذات رسول اللہ عروہ فقال لہ حتی تنمتہ فانتا  
الغاسر ذلک - و مشور ص ۲۴۰

ابن مرویدہ را ابو نعیم نے دلائل السنۃ میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کے ماہرنگے اور قریب عابو یحییٰ کو ایک کے پیچھے اوبکر نے آکر  
تھے حضرت نے جب انکی آمٹس ہی تو جوں ہوا کہ کوئی پکڑنے والا تو ہوا  
اوبکر نے کھکھا را تو حضرت نے آواز سے بھیجا تا اوبکر شہرے ہو گئے یا نہ کہ  
کہ دو بون وہاں سے ساتھ ہو گئے اور پھر اسی طرح ہاڑنگے  
یہو بیچے۔

اس روایت نے تو بخاری صاحب کی تلمکار یون کی اور قلعی کھولدی اور بتلادیا کہ حضرت اوبکر کی شہرت بارفاق ہو گئی  
کئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے بھی نہ آپ کی مرضی سے۔ بلکہ یہ آپ کے بلا رصا و اجازت آپ کے ساتھ ہونے لگے۔ اسی  
انکی آمٹس پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر دشمن کے تعاقب کرنے کا گمان پیدا ہوا جب کہ وہ حضرت اوبکر پر بھی سبھ گئے  
اور کھکھا رہے۔ اس یون کو پھر کہ قول زرقانی مینون ہستہ اور بروایت بخاری شملی صاحب ہجرت سے دو تین روز پیشتر رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اوبکر کے فیما بین ہجرت کے متعلق مصلح مشور ہوئی تھی اس کا نتیجہ کیا بھی تھا کہ ایک کو دوسرے کی قتل و حرکت  
کی خبر تک نہ ہو۔ اور ایسی اعلیٰ ہو کہ ضرورت معلوم کئے لئے وقت موعودہ پر حضرت اوبکر کو اتے ہوئے دیکھا کہ بھی آنحضرت صلی  
اللہ علیہ وسلم کی بیان کی۔

امام بیہقی کی عبارت بھی اسی و مشور ص ۲۴۱ میں ملاحظہ ہو۔

احمر البیہقی فی الدلائل والاساکر عن حلیہ من محض المعبر  
العدی قال قلت لعمر بن الخطاب ما جری من اوبکر  
فکی قال قالہ للیلۃ من انی مکر و یوم جری من عمر  
ذلک ان احلہ لت لیلۃ و یومہ قال قلت لعمر بن الخطاب  
قال اما لیلۃ فلما حج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
فلما عدہ اوبکر فمیل بشی مرہ امامہ و مرہ حلما و مرہ  
عن بیہدہ و مرہ عن زیادہ۔

ہیں  
کہ ہم نے عمر سے کہا آپ پر مینوں کو کسے؟ تو حضرت عمر نے لگے اور  
لگے قسم خدا کی اوبکر کی ایک بات اور ایک دن بہتر ہے عمر سے طاعت توڑ  
کہ میں شب کو حضرت مکہ سے گریزان ہونے میں تو اوبکر کے تعاقب کیا  
اے اگے کبھی ہو جاتا تھے۔ اور کبھی آپ کے پیچھے چلنے لگتے تھے کبھی  
واپس چلنے لگتے تھے اور کبھی بائیں طرف سو جاتے تھے۔

دیکھئے حضرت عمر کی اس روایت نے بھی بخاری والی مشور اور مجاہد اور انصاف و اہتمام سفر و غیرہ کی تمام شہادتیں  
پر خفاک والہی اور کچھ نہ کر نہ کیا۔  
اب تیسری روایت اورن موقوہ بالا پانچ روایتوں کے علاوہ تاریخ طبری کی حسب ذیل ہے۔

اِنَّ اَنَا لَكَ اَنْفِیْ فَمِنْ اَمْرِیْ مَا لَكَ اَمْرٌ اِلَّا بِاِیْمَانِیْ  
مِنْ نَحْوِیْ وَقَالَ اِنَّكَ لَمَنْ لَمْ یَدِیْهِ حَاقِقًا لِحَقِّهِ فَحَرَجَ  
اَنْفِیْكَ مَسْرَعًا فَلَمَّحَ بِنَیِّ اللّٰهِ فِی الطَّرِیْقِ مَسْمُوعٌ هُوَ لَیْسَ  
حَرَسٌ اِلَّا بِكَ فِی طَلَةِ اللَّیْلِ فَحَسَبَ مِنْ الْمَشْرِکِیْنَ مَا سَمِعَ  
رَسُولُ اللّٰهِ الْمَتْنِ مَا لَمْ یَطْعُ قَالَ لَعَلَّہُ فَعَلَقَ اَعْمَالُہُ عَمْرَ  
فَلَمَّا دَمَّہَا وَاسْرَجَ السَّحَابُ اَوَّلُکَ اِنْ لَیْسَ عَلَیْکَ رَسُوْلٌ  
اللّٰهُ فَوَصَّعَ صَوْتُہُ وَتَكَلَّمَ بِعَرَبِیَّةٍ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی عَلَیْہِ  
اَنَا مَا لَمْ یَطْلُقْ اَوْ جَلَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَسْتُ اَمَّا حَتَّیْ اَنْتَ

الی العادۃ الصبیحہ تاریخ طبری ص ۲۴۴ مصر

حضرت ابو بکر حضرت علی کے پاس آئے اور حضرت رسولؐ کی اصلیم کا حال دریافت کیا حضرت علی نے کہا کہ حضرت عمارؓ کی طرف تشریف لے گئے اگر تم کو کچھ مطلب ہو تو جاؤ آپ سے مل جاؤ حضرت ابو بکرؓ کی بات سرت سرت ہی اُدھر پہنچے حضرت کو اگلے آنے کی آہٹ معلوم ہوئی تو آپ نے اکیلو کوئی منہ نہ نکالا تعاقب کسبہ جہاں کیا اور اس وجہ سے آپ دوڑ کر چلے گئے یہاں تک کہ عین مبارک کے آگے والا بند ٹوٹ گیا اور حضرت کا انگوٹھ ٹکڑا ہوا ہو گیا۔ جس سے ہمت سا خوں بہا، مگر مایہ نہ آپ دوڑتے جاتے تھے تب ابو بکرؓ کو خوف ہوا کہ حضرتؐ کو اس سے بھی زیادہ تکلیف و صدمہ پہنچو تو ابو بکرؓ نے ایسی آواز ملکہ کی تو آنحضرتؐ صلعم کو ہچا ہچکا کر کھڑے ہو گئے یہاں تک

کہ ابو بکرؓ بھی آگئے اور ساتھ ساتھ چلے اور رسول اللہ صلعم کے یادوں سے خوں جاری تھا یہاں تک کہ صبح ہوتے جاتے تک یہ بیخو طبری صلعم دوم اصل واقعہ تو یہ ہے جسکی اصلی صورت بدل کر مصنوعات و موضوعات کے رنگارنگ نقاب چڑھائے گئے ہیں۔ اور یہیں رنگ آمیز نثر کی وجہ سے بخاری صاحب کی مرویات کو تاریخ و سیرت کے مندرجات پر ترجیح دی گئی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ بخاری صاحب کو حقیقت واقعہ کے استحفاظ سے زیادہ اتنی کام عقائد کی ضرورت تھی۔ جسکے لئے وہ ذمہ دار تھے بخلاف انکے ایک سیرت نویس اور تاریخ نگار کی نظر واقعہ کی اصلیت اور حقیقت پر رہے گی۔ وہ کسی واقعہ کی تفصیل و بیان میں حفظان عقیدہ وغیرہ کا پاسد نہیں تو یہ مؤیدان بخاری کی تمساون کے خلاف طبری کی روایت و عبارت میں ان افسانہ ساز یون کا کمان نشان لگانے سے ضرور تھا کہ حدیثوں کی مرویات کو تاریخوں کے واقعات پر ترجیح و مجاہدے لیکن مشکل یہ پڑی کہ حدیثوں میں اور خصوصاً صحیحین ترمذی و نسائی میں بھی یہ روایتیں موجود ہیں۔ ان مجبوری سے صحیح بخاری کو جملہ صحاح پر ترجیح دینی ضرور ہو گئی۔ اب جب اتنی متواتر شہادتوں سے واقعہ ہجرت کی اصل حقیقت معلوم ہو گئی تو ہر شخص باسانی سمجھ لے گا کہ امام بخاری نے اصل واقعہ کو چھپایا اور اسکی جگہ ایسی روایت بائی چونہ عقلاً ثابت ہو سکتی ہے اور نہ عقلاً۔

نقل کی حقیقت تو نقل ہو چکی اب عقل کی یہ صورت ہے کہ کوئی معمولی عقل و فہم والا شخص بھی بہتین یقین کر سکتا کہ ایسے وقت میں جو آنحضرتؐ صلعم پر انتہائے مصیبت کا تھا کہ ایک طرف ظلم کھارے خود تنگ تھے۔ دوسری طرف یہ سامان پیش نظر تھے کہ آپ کے قتل کے جائیگی تمام کربسین تیار ہو چکی تھیں۔ پانچ قبیلوں کے بے رحم قاتل مستحب ہو چکے تھے دولت راکھا محاصرہ ہو چکا تھا کہ ہجرت کا حکم ہو پڑا۔ ایسے تنگ وقت پر خوف عالم اور قیامت خیز موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسکی فرصت کمان تھی کہ حضرتؐ یہ سب سامان کر کے ابو بکرؓ کے گھر جاتے اور اطمینان سے سفر ہجرت کے متعلق مشورہ فرماتے۔

اب وقت کی تنگی کا ثبوت تعبیر معالمت التفریق کی مفصلہ ذیل عبارت میں ملاحظہ ہو۔

فانی حدیثی المسی صلعم و احده ماذک (الشوراء)  
المشرکین و امرہ ان لا ینت فی معجمہ الذی کان ینت  
وید واحد اللہ لا عبد ذلک الخروح الی المدینہ ما  
رسول اللہ صلعم علی بن ابی طالب ان ینام فی معجمہ  
وقال ابو الشیخ یردی ہذا ما لا یصلح الیک  
مہم شئ نکرہ یہ تہرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
والہ وسلم واحد قصۃ من قراب حادۃ اللہ  
الصا رہم عند جعل ینشر التراب علی رؤسہم وھو  
یقرب انا حعلما فی اعماقہم اعلالا الی قولہ  
تھم لا تقصروں - معاصر سرمل

جب کہانی مشورہ اشوراء سے نقل آنحضرت (۴) تو حضرت عمرؓ نے اگرچہ  
اور کہا کہ آج کی رات جہان تاب سوئے ہیں وہاں تہ سوئے کیونکہ حلال آفت  
آپ کو مدینہ چلے جانے کے لئے حکم دیا ہے اوسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم نے حسام علی بن ابی طالب علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہماری جواب گاہ پر  
سورہ ہوا پر ہماری عیاد لٹورہ تو تمہیں کوئی نقصان نہ پہونچے گا یہو حسامؓ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے باہر نکل آئے اور ایک تھپی جاک ادھ لگوں  
یہر جہیت الشرف کا صحابہ کے تھے والدہ سی - جس نے اوکو آگہوں کا  
اندھا کر دیا کہ وہ آپ کو تشریف لیجاتے ہوئے مطلق نہ دیکھ سکے اور آنحضرت  
صلعم و فانی ہا کہ انا حعلما فی اعماقہم اعلالا لا اھم لا یقصرؤں نماوت  
مراتے ہوئے نکل گئے۔

معالم التشریل کی مرقومہ بالا عمارت نے فی الحقیقت حال کا پورا انکشاف کر دیا۔ رتلا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس  
اتما وقت کہاں تھا۔ اور وقت نزول حکم ہجرت سے ایک لمحہ پہلے آپ کو اسکی خبر کب تھی کہ آپ اسکی نسبت کسی سے صلاح و  
مشورہ کرتے یا سہرا کا استظام فرماتے تفسیر قرآن کی عمارت صاف صاف بتلا رہی ہے کہ نزول حکم ہجرت تک آپ کو اسکا مطلق  
علم نہیں تھا۔ وقتاً ہجرت کا حکم آتا ہے اور فوراً مدینہ چلے جائیگا فرمان صادر ہوتا ہے اور آپ اسی وقت حضرت علیؓ کو تقریبی کو اپنی  
جواب گاہ پر سلا کر ادراہنی ردائے مبارک اوڑھا کر دولہانہ سے قصد مدینہ فرما رہے ہیں جتنے مرد بین تو  
سب کچھ ہو جاتا ہے حکم ہی آتا ہے تعمیل بھی ہو جاتی ہے اور آپ حسب الحکم اوسوقت قصد مدینہ گھر سے باہر نکل جاتے ہیں پھر  
جب اب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اتما وقت کہاں رہتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس جائیں اور انکو اس امر کی اطلاع دیتے  
رفاقت و ملاقات سہری کسارت ہو بخانی بن جو مابین ستر کوئے کی صلاح و مشورہ ہو۔ راجلہ اور زار راہ کے استظام درست ہوں  
گھر کے دونوں پروردہ ماتے پیش ہوں قیمت چکانی جائے۔ بقول واقعہ ہی ناشتہ کے لئے ایک پوری بکری کا گوشت ہونا چاہئے  
اور ساتھ کیا جائے ان تمام اساتذہ تراشیون کو اوسوقت کی حالت اضطراب اور عالم انتشار - حکم الہی کے فوری نزول اور اس کی  
فوری تعمیل کی مصلحت حاصل ہے جس سے صرف حفاظت خان رسول مقصود تھی۔ کوئی مناسبت اور کوئی تعلق ہمیں یا یا حاکم تھا  
اور کیا کوئی سرزمین دماغ اور دماغ میں عقل رکھے والا شخص کبھی ایسا لگان بھی کر سکتا ہے کہ جس امر عظیم کو مدد قدرت نے اس استحقاق  
زار واری سے جمعی رکھا ہو کہ وقت رسول حکم تک اسکی اطلاع رسول کے ایسے امین و رازدار کو نہ کی ہو۔ اور نزول حکم کے ساتھ  
فوری تعمیل کی تاکید بھی فرمادی ہو وہ راز عظیم اس بے پردائی - بیباکی اور آزادی سے طست اراہام کیا جائے۔

حس طالبان حقیقی اس راز عظیم کی اہمیت کو ایک طرف رکھتے ہیں اور بخاری صاحب کی زبانی اسکی علی صورت کو دیکھ کر

رکھنے ہیں اور قیام میں مصلحت خداوندی اور مسابقت وقتی کو پیش نظر رکھ کر مقابلہ کر دین تو میں صاف صاف ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ تمام ساریاں اور افراد از زبان صرف حضرت ابوبکرؓ کی مدح سرائی اور تہنیز انرا کی غرض حاصل سے کی گئی ہیں۔ ورنہ ان موضوعات کی نہ کوئی اصلیت ہے اور نہ ان مصنوعات کی کوئی حقیقت۔

سب سے زیادہ حسرت و عرت و اسلام کے اون علمائے کبار کی ناعاقبت اندیشی یہ ہے کہ جو واقعہ قرآن مجید کے الفاظ ربانی میں مابین صراحت مذکور ہوا ہو اسکو بھی یہ حضرات ایسی رنگ آمیزی سے بیان کرتے ہیں کہ اونکی تمام تفصیل و بیان فہم و غائب کی داستان معلوم ہوتی ہے۔

خداوند عالم اس واقعہ کو سورہ افعال میں مابین الفاظ استاذ فرماتا ہے۔

وَاذْكُرْ بَيْنَكَ الْاَيُّمِ كَهْفٍ فَاَلَيْسَ لَكَ اَوْ يَتَنَظَّرُونَ اَوْ يَتَنَظَّرُونَ اَوْ يَتَنَظَّرُونَ  
صوفت کا رنگ تم سے مکر کرنے تھے کہ تم کو قید کر لیں یا مل کر دیں یا خارج الدنیا  
اور وہ مکر کرتے تھے اور خدا کو مکر کا طوطا تھا اور وہ حضرت حواؑ ہی والا ہے مگر یہاں کا۔

مستشرقین کے جواب کریں جب بدر قدرت اس غلبت و برعت کے ساتھ اپنی حکمت و تدبیر کو عمل میں لانا چاہے تو پھر اس وقت اتنی گنجائش کہاں باقی رہتی ہے اور اتنا موقع کہاں ہوتا آتا ہے کہ آنحضرت صلعم حضرت ابوبکرؓ کے پاس حائض مشورہ قرابین یا سامان سفر وغیرہ درست کرائیں۔ بلکہ تدبیر الہی کا مقتضا اور عاقبہ اس قدر تھا کہ آپ حضرت علیؓ کو بستر مبارک پر بلا کر دو تہہ لائے عالمی سے محتاج حاکم بن ہو کر حائض اور آئندہ آپ تمام معاملات کو تدبیر الہی کے حوالہ قرابین بعد المولیٰ و بعد المتعین صلا ہی سے اٹھا دیں اور اس سے ہنرمند گاہے پیشان رسالت بھی تھی اور یہی شایان رسالت بھی جیسا کہ عالم التشریل کی مرقومہ بالا عمارت سے معلوم ہو چکا

اور مفصل ذیل عمارت سے اور بھی بالتفصیل معلوم ہو جائیگا۔

و حلف علیا صحتہ حتیٰ یودی عہ الودایع المتی قلہا و کتا  
حضرت علیؓ کو ایسا قائم مقام کیا کہ جو اسیتین حضرت صلعم کے پاس لوگوں کی رہیں  
اوذکر اوذکر دین کیونکہ آنحضرت صلی صدق و امانتیر اعتبار کر کے لوگ اپنی باتیں  
آپ کے پاس رکھوا دیا کرتے تھے اور تشریں مرس رسول افتخار علیؓ کا ہر وہ  
امری تھے اور سمجھتے تھے کہ یہی ہی خدا ہیں۔ جب صبح ہوئی تو سب کھلا دیا اور ہر متوجہ  
یاد و لوٹھائی تو دیکھا علیؓ آپ اسطال میں چونچا تھا ماسے آقا کاں گئے فرمایا  
اصحوا دار والیہ و اذ علیا فقال ابن ماحد قال لا  
ادری و اذ علیا اذہ و ارسلاوی طلہ عالم التشریل میں

ہم ہیں ماسے تو سب لوگ حضرت کا ناں لگاتے ہوئے چلے اور لوگوں کو حضرت کی جستجو میں روانہ کیا۔

ہم نے قرآن اور تفسیر دونوں کی عمارتوں کو لکھ دیا۔ اب ان عبارتوں کو بخاری صاحب کی تواتر اشیدہ مضامین سے ملا یا جاوے تو صاف طور سے ظاہر ہو جائیگا کہ اس واقعہ کے متعلق تفسیر قرآن کی عبارت۔ مگر کفار کے جواب میں صرف تدبیر الہی اور حضرت علیؓ کی ایتار نفسی کے واقعات بیان کرتی ہے۔ بخلاف اسکے بخاری صاحب حضرت ابوبکرؓ کی مدح و ثنا کی داستان سنائے جاتے ہیں حقیقت واقعہ کی اصلی صورت کو چھپائے جاتے ہیں اور تمام و کمال واقعات میں حضرت علیؓ کی ان عظیم المنال اور فوق الکمال خدمات کا



اسوائے اسکے تصدیقاً جواب ہی کیا تھا کہ اگر یہ سابق و سابق عمارت سے کتنا ہی خلاف ہو لیکن انفس تو یہ ہے کہ اس جواب پر بھی کوئی دلیل نہ لاسکے کیونکہ بخاری کی عادت معلوم ہے وہ اکثر روایات مقطوع لائے ہیں تو پھر ان جہر ماسنادہ المدد کو مہر کیسے لکھ سکتے ہیں۔ چنانچہ آگے چلا کر اسی کی شیع میں خود کہتے ہیں وقال اخو عائذی المعادی من طریق الولید بن محمد عن الزہری کہ عائذ نے معاذی میں اسکو بطور اواد و ذکر کیا ہے واسطہ ولید بن محمد کے زہری سے اور روایت از محمد بن زادی دوسرا ہے۔ تو پھر انہیں کی تحریر و اقرار کے مطابق باسناد اواد و ذکر کا لکھنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے اور اسلئے بخاری کی یہ اواد اس سو پہلی والی حدیث کیسے ایک ہو سکتی ہے۔

اساد کے اعتبار سے روایت کی مقدار تو اتنی معلوم ہوئی اب واقعہ کی حقیقت و صداقت بھی ملاحظہ ہو۔

قول المما هو هلك - قال المما هو هلك حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت ﷺ کے اذن طلعی کے جواب میں کہا (جائے آئیے) خلافت واقع ہے۔ سب آپ کے اہل ہیں۔ بالکل خلافت واقع ہے۔ غیر حضرت عائشہؓ سے تو کجاح ہو چکا تھا اور وہ زور کی تعریف کے اندر آج بھی تھیں مگر اسماء بنت ابی بکرؓ کی آنحضرت ﷺ کے اہل میں کیسے داخل ہو سکتی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے اصل خطاب سے تو بخاری صاحب کا نقل جواب زیادہ خوب انگیز ہے۔ حالانکہ علماء و محدثین کے دیگر اقوال سے ثابت ہوتا ہے

کہ حضرت ابو بکرؓ نے بھی ان الفاظ میں آپ کو جواب ہی نہیں دیا۔ ملاحظہ ہو رفاہی جلد اول یہ بخاری صاحب کی حضرت ابو بکرؓ کی نقل از حضرت علیؓ سے سرائی ہے جس میں مدح کی صفت کو بڑا لکھا اور بھی گھڑا دیا۔ حالانکہ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ہشامؓ اس عروہ وغیرہ۔ اپنی

روایتوں میں حضرت ابو بکرؓ کا جواب صاف ان الفاظ میں کہنے میں دھماستائی میری دونوں دنیاں ہیں جو بہر طریقہ اور تقریر سے بالکل مناسب اور فی الواقع ہے۔ اب صاحبان عقل و بصیرت خود تین نکولین کی بخاری کی روایت مطابق واقع اور مناسب حال ہے یا ہشامؓ من عروہ اور دیگر روایان حدیث کی حدیثیں امام بخاریؒ کی تقلید کاربان صرف حضرت ابو بکرؓ کی رسمیت اور حضرت عائشہؓ کی خصوصیت کے اظہار کی مایہ میری تحقیق لیکن اسوس کہ وہ بھی دوسری نہ ہو سکیں۔ انکے اہل علمی موضوعات کا پردہ فوراً دوسرے راویوں نے چاک کر ڈالا۔ اسامہ تمیز و تفتیش لکھ کر ہم اس روایت موضوعہ کی آئینہ حقیقت کا انکشاف کرتے ہیں۔

اذنوں کا باریہ اوٹھوں کے ہدیہ کے متعلق بخاری صاحب کہتے ہیں قال ابو بکرؓ بعد ما دعاهی امت یا مہ رسول اللہ صلاہ اللہ عرہ و بیکش کر یا

حضرت ابو بکرؓ نے کہا میرے ہاں آپ پہلے جوں میرے دونوں ہاتھوں سے ایک ادا دل لے لیا ہمارے۔ ان تحریر صاحب اس پر مستحکم

اس اسحاق نے اسامہؓ کو کہہ کر حضرت عائشہؓ کو بلا لیا اس وقت یہ اسامہؓ کو جو کچھ وہاں تھا ابو بکرؓ نے کہا وہ تو آپ ہی کا ہے حضرت عائشہؓ نے کہا لڑکھو۔ وقت کے لڑکھو قیمت سرفہ لیا ہی ابو بکرؓ نے کہا ہم نے آپ پر لیا جو حضرت عائشہؓ نے لیا تھا ہم نے اسے نہیں لیا۔

فاما ان اسحاق قال لا اریک بعدا لیس ہوئی قال هو ولكن بالنس الى اتبعنا له قال احدنا كما وكذا

قال احد تھلیل لک فقہنا حاشیکم فقہر گشتہ ہر حال ہادی جس بیان ذکر نہ مال و صاحب صاب امیر میں ہی کو صوبہ دیکھا لیکن بخاری صاحب کہے وہاں تھلیل کہ خود اقرضہ و اساتذہ سے بھی حضرت عائشہؓ کا جس رسول اللہ صلاہ اللہ عرہ و بیکش کر یا کا مارل ہوتا ہے چہرہ و اصرار کا دار و مدار اسکو تو کیا کیا گئے اور فقہانہ بالکل صلاب واقعہ ہو اور اس آیت ہی کی نفاسی مضمون تراستی ہے۔ اسی کو ہم صحیح میں بخاری۔ المولف عفی عنہ



دوسری روایت امام طبرانی کی ہے اسما بنت عیث سے۔ اوہین یوں بیان ہے کہ حضرت نے ابوبکرؓ سے جواباً یہ ارشاد کیا کہ تم قیمت لے سکتے ہیں۔ ابوبکرؓ نے کہا اگر چاہئے تو قیمت دیدیجئے۔

امام داقدی کا قول ہے کہ قیمت آٹھ سو دینار ہوئے اور یہ وہی اونٹنی ہے جس کا نام قصویٰ ہے۔ نعم بنی قریظ سے جو آنحضرتؐ صلعم کے بعد تک زندہ رہی۔ لیکن ابن اسحاق بتلاتے ہیں کہ وہ ناقہ صدقات جو اہل بنی جریظ سے تھا۔ امام ابن حبان کا بھی یہی مختار ہے۔

شاہ عبدالحی صاحب محدث دہلوی اسکے متعلق مدارج النبوة میں لکھتے ہیں۔

ابوبکرؓ اور عثمانؓ کو دو ہزار صدقہ اور دو ہزار صدقہ بشتقد  
درم خریدہ و در مدت چار ماہ آنرا علف داد و فروز ساختہ  
نگاہداشتہ بودہ و در اپیش آوردہ تا یکرا آنحضرتؐ  
قبول فرمایہ۔ فرمود قبول کردم الا بشرطیکہ استیاج پس  
نہ نمصد درم آن ناقہ را از ابوبکرؓ صدیق خریدہ و اما انکہ حکمت  
در خریدن ناقہ از ابوبکرؓ صدیق ماحود سہایت صدق و  
ادعائے اتحاد و ساقا اتفاق ابوبکرؓ صدیق اموال کثیر را  
بر آنحضرتؐ صلعم آن بود کہ خواست کہ در راہ خدا استدا  
و استعانت از کسے حوید۔ چنانچہ خلاصہ سارہ  
آیہ لَا تُبَدِّلُ کَیِّدَ بَیَادَةِ رَبِّکَ اَحَدًا ناطق است۔

مدارج النبوة جلد دوم ص ۴۴

محدث دہلوی کی مرقومہ بالا عبارت سے اس واقعہ میں خبابؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرکت فی العبادت میں اس قدر حرم و اعتیاد نامت ہوا کہ اس بابر شاہ عبدالحی صاحب آیہ قرآنی سے اس عمل رسولؐ کی مطابقت فرما کر صدائے احتجاج و استدلال بلند فرمائیں۔ بخلاف انکے بخاری صاحب اور انکے ایسے مدح سرا بیان حضرت ابوبکرؓ خاص احوال و افعال رسولؐ صلعم سے حضرت ابوبکرؓ کی ان امور و عبادت میں شرکت ثابت کرنے کے لئے ایٹری چوٹی کا زور لگائیں۔ اور اپنے موضوعات و مصنوعات کے سر فلک طوفان اٹھائیں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ خالص توحید کی تعلیم کے متعلق معلم اسلامؐ نے ہر ٹرے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے امور میں بھی شرک کے تمام سببوں سے بچنے اور اعتیاد کا بل رکھنے کا جس تاکید کے ساتھ حکم فرمایا ہے وہ جمہور کا مسلمہ ہے اس اصول مسلمہ کے خلاف نفوذ مانڈ وہی نفس قدسی برکت خود ایسی اس خالص عبادت میں کیسی دوسرے کی شرکت کو گوارا

فرما سکتا ہے۔ حوالہ کی شان رسالت کے نفیض اور اس کی تعلیم و ہدایت کے خلاف واقع ہو۔ افسوس ہے کہ عقیدہ تمنا ان حضرات  
الوہ کے نے ان موضوعات کی ترکیب و ترتیب کی وقت حقیقت رسالت کو پیش نظر نہیں رکھا اور اس کے وفادار عظمت کو قابل اعتبار  
نہ سمجھا۔ بخاری کی غلط نگاری سے ہمارے رسالت کی نفیض و منافی اتنی باتیں معلوم ہوئیں۔ وہاں ایک امر مفید بھی ثابت ہو گیا  
اور یہ بھی کہ تمنا کی قیادت پر بخاری نے ایسی روایت لکھ دی جس سے ہمیشہ کے لئے جناب رسولی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوہو  
کے بار احسان سے سبکدوشی مل گئی۔ اگر وہ منظر عقیدت حضرت اُو کو کرا دے قیمت کی ست واپس لے لے تو یہ موضوعات میں  
نہ لکھتے تو اون کا کوئی کیا کر لیتا اور نکا صاف صاف لفظوں میں اس شرط کو لکھ دیتا تمام خالص مسلمانوں کی مست گداری کا  
باعث ہے۔ اسکے اندراج سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استغناء توکل، صبر و رضا، خواص اوصاف رسالت تھے پورے طور پر معلوم  
اور ثابت ہو گیا کہ آپ باوجود اس مصیبت کے کہ گھر سے بے یار و مددگار اور بلا ساز و سامان بچکے۔ مگر تاہم یہ سید طرح گوارا فرما کر  
کہ کسی کا اونٹ بلا قیمت یا مستعار لے کر خدا کی راہ میں دو قدم بھی راستہ طے کیا جاوے۔

جس رسول برحق نے اپنے عم نامدار (اسیاطال) کے بار احسان کو بھی (حضرت علیؓ کو اپنی تربیت و پرورش میں  
لے کر) اپنے ذمہ باقی رکھنا جاری نہ رکھا۔ حالانکہ وہ حقیقت وہ کوئی ناز نہ تھا۔ بلکہ باب کے بعد چچا کے فرائض میں داخل تھا  
یہاں وہ ایسے شخص کا کہ نہ اس کا قبول کر لے سکتا تھا خود وہی قوم اور قبیلہ میں کوئی امتیاز خاص نہیں رکھتا تھا۔  
جس رسول غیور نے (انی سول) کے ایک کرتہ کا احسان جو آپ کے ایک عم نامدار (حضرت عباسؓ) کے ساتھ  
کیا گیا تھا اپنے ذمہ باقی رکھا اور اس شخص معطلی کو اپنے یلہرین کا کفن دیکر اوتار پھینکا۔ وہ ایک محض غیر متمیز شخص کا احسان  
اور خصوصاً خدا کے خاص کاموں کے متعلق کیسے گوارا کر سکتا تھا۔

بہر حال جب شاہ عبدالحمید صاحب دہلوی کے ایسے عالم فاضل اور محقق کامل کو اس کا اقرار ہے کہ جناب رسول خدا  
صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ یا کہ خدا کی راہ میں کسی کی امداد و اعانت کو قبول کرین۔ اس لئے حضرت ابو بکر سے بلا قیمت ناقہ نہ لیا تو اس سے  
یہ ثابت ہو گیا کہ ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطیب خاطر حضرت ابو بکرؓ کو اپنے ساتھ نہ لیا کیونکہ ساتھ لے کر کسی غار میں جانا  
یقیناً لَا تُشْرِكُ دِيْنًا دِيْنًا تَرَبُّلًا أَحَدًا کا منافی ہے۔ کیونکہ یہ تو ایسا شرک ہے جو ان التشرک لا یصح کا ہر ادون  
ہے۔ کیونکہ جس امر کو خدا و مدد عالم نے ایسے راز میں رکھا کہ سوائے رسولؐ کے اور اس کو بھی عین وقت پر اور کسی کو اس سے  
آگاہ نہیں کیا اس کی نسبت کون کہہ سکتا ہے کہ امین رسالت نے اس سے آگاہی کو یوں فاش کر دیا ہو گا۔

ان قرآن اور نیز خود بخاری کی روایت کی بدولت اب اس روایت کی موضوعیت واضح ہو گئی۔ کیونکہ جب  
ملا قیمت کسی کا اونٹ لینا گوارا نہ ہوا اور منافی لا تُشْرِكُ بعبادۃ ربہا سمجھا گیا تو اسی راہ خدا کے کاموں میں کسی کی دوسرے  
کو باغضد والا را وہ ساتھ لینا جو توجہ اور استوائ الی امین میں فرق ڈالنے کا باعث ہو۔ بالکل خلاف آیہ مذکورہ ہے اور  
صریح مخالف عقل اور منافی حقیقت ہے۔ جیسے کہ اس مخالف عمل کا عامل خود رسول اللہؐ کی ذات مبارک بتلائی جاتی ہے۔

بخاری صاحب کی قلم کارین کی کن کن آواؤں کی تعریف کی جائے آپ کی موزونیت بیابان کی۔ یا مناسبت مقام الہی حقیقت کلام کی۔ اسی اونٹنے والے قصہ میں انکھیں بند کر کے یہ عمارت لکھنے کو تو لکھہ گئے۔ وعلف داخلین کا متاعلہ ورق السمرة وهو الخط المربع المتکسر یعنی حضرت ابوبکر نے اپنے دونوں اونٹوں کو حارصوں تک بول کے بٹھکرائے۔

سب کو جانے دیجئے ایک آن حجر نے۔ جن سے بڑ بڑ بخاری کا معتقد و موید ہونا و شوار ہے انکے اس حکم میں تین اعتراض وارد کئے ہیں اول یہ کہ ورق سمرة کی تشریح زہری نے کی تھی۔ خط بخاری نے اسکو بھی جزو روایت بنا کر داخل حدیث اور مندرج صحیح کر دیا۔ حالانکہ یہ خاص الحاص رہی کا قول ہے۔ نہ حضرت عائشہ اور نہ عروہ اصل راویان حدیث کا۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ حارصین کی مدت بیان کی کہ چار مہینوں تک اونٹ کو چارہ کھاتے رہے وقد تقدم فی اول الباب ان من العقدة المایة وھم تہ تھیں و بعض تھیں علی المھر مہینے میں ابیں کہ وہ چکے کہ نصف مایہ ہر مہینہ تھیں مسلم میں صرف مہینوں کا ایک مہینہ مابین سب ہوئی پھر بخاری صاحب کے یہ چار مہینے کہاں سے آگئے۔

اسی طرح خریداری ترمین ایک نکتہ یہ بھی سب سے زیادہ لطیف ہوا و قابل دید شاہ عبدالحی صاحب کی ادبی عبارت لکھ دی گئی ہے جس میں یہ عمارت صاف صاف موجود ہے۔ ابوبکرؓ اور شریکؓ کا ہمارا سودوم و دروایتی بہت قصد درم خریدہ بیجا ماہ آفران خلف وادہ ہر دو روایتیں آوردہ تائیکہ را آنحضرت قبول فرماید۔ فرمود قبول کردم و لیکن بشرط ابتیاع لیس بہ تصدوم آن ناقہ را از ابوبکرؓ خرید۔ اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ ان اونٹوں کی اصلی قیمت ایک روایت سے چار سودوم اور دوسری روایت سے آٹھ سودوم۔ اب تائیکہ را آنحضرت قبول فرماید۔ کی عبارت نے صاف کر دیا کہ ایک ناقہ کی خریداری کی گئی اور یہی حضرت ابوبکرؓ کی خواہش بھی تھی۔ اور ضرورت و مناسبت وقت بھی یہی بتلاقی ہے۔ عرصہ مکہ مسلم ہے کہ آنحضرت مسلم نے ایک ناقہ خرید لیکن۔ بہ تصدوم آن ناقہ را از ابوبکرؓ خرید۔ کی تصریح نے ثابت کر دیا کہ سودوم پر وہ ناقہ خرید گیا۔ اب دیکھئے اگر چار سودوم والی روایت صحیح ہے جس میں منقول ہے کہ چار سو میں دونوں ناقے خریدے گئے تھے اور امین کا ایک ناقہ رسول اللہؐ کے ہاتھ نو سو روپیہ پر بیگیا تو کیا جو گنتی قیمت سے بھی زائد لی گئی۔ اور اگر آٹھ سودوم والی روایت پر اعتبار کیا جائے تو ایک ناقہ کی اصلی قیمت چار سودوم ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چار سو کے بدلے نو سو پورے گنوائے گئے۔

اور اگر کوئی عقل سے خالی یہ کہے کہ نہیں دونوں ناقوں کی خریداری کی گئی تھی۔ حالانکہ ایسا دعویٰ سراسر عقل و نقل دونوں کے خلاف ہے لیکن بغرض محال اگر تھوڑی دیر کے لئے ہم اسے تسلیم بھی کر لیں کہ اوس حسن عالم نے دونوں ناقے خریدے۔ ایک اپنے لئے رکھا اور ایک حضرت ابوبکرؓ کو دیدیا۔ تاہم حضرت ابوبکرؓ کا ادب یہی اور پرور یہ کہ نافع پاحان نامیت ہوتا ہے اور سوا ہی انفت

کہا حضرت ابوبکرؓ کے اس خلوص عقیدت اور محبت رسولؐ کا یہی تقاضہ تھا کہ ایسی صحبت میں بھی رعایت و مروت کی جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نفع کا لین دین کیا جائے۔ کیا حسن رفاقت ہو اور کیسی اچھی صدفیت۔

اب اس تمام لغت اسٹی اور انسانی تراستی کا خلاصہ حقیقت بھی ملاحظہ فرمایا جائے۔ امام جلال الدین السیوطی تفسیر و تفسیر جلد دوم صفحہ ۴۲ میں لکھتے ہیں۔

تخصرت علی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تفسیر و تفسیر جلد دوم صفحہ ۴۲ میں لکھتے ہیں۔  
میرہ اوکے نے کہا مالانا اور علی اوسن کھانے کا سامان کرتے ہیں آپ نے اعلیٰ فی  
س۔ ا۔ ت۔ بحین کے لوگوں میں سے حریر اور ایک لاکھ ہزار روپے کا حق تیری  
رات کا کچھ حصہ لکھنا اور حضرت علی باط اور ابیہر کو ساتھ لائے ایک لوٹ پر  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایک لوٹ پر ابیہر کو ساتھ لکھنا اور ابیہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

ہمکت ہو اور یکتی العارضة ایام مختلف الیوم  
بالطعام عامرین جہیرہ و علی جہیرہ واستروا ثلاثہ  
اما سیروا اهل البھین واستاحرہم دلیلا لہما کان  
لعلی اللیل من اللیل فانت التہ انما ہر علی کمالی واللہ  
وہما کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایک لوٹ پر ابیہر کو ساتھ لکھنا اور ابیہر کی طرف روانہ ہو گئے۔  
المدیۃ

۵۔ اسی بار آرزو کہ خاک شہ و مرقومہ مالار وایت نے تو سرے سے بخاندی صاحب کی تمام متناون کا خون اور لونگو  
تیرنگ معنیوں کو بالکل دگرگون کر دیا حقیقت کا انکشاف اور تمام موضوعات و معنومات کا مطلع صاف ہو گیا تاہم  
کا پردہ اٹھتے ہی حقیقت میں نکلا ہوں نے دیکھ لیا کہ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل از ہجرت حضرت ابوبکر کے گھر سے نہ  
مشورت ہوئی نہ ان کو ساتھ لیا۔ اسی طرح نہ تشریف کشے گئے نہ حیدرے گئے اور نہ کوئی راہنما مقرر کیا گیا اور نہ راہ غور  
حضرت ابوبکر کے گھر سے ہوا کیا گیا۔ ان تمام ضروریات سفر کا انتظام اسی نفس قدسی کے سرور کے گئے جو خدا کے آگے لازم  
قدرت ثابت ہو چکا تھا اور جسکی امانت و حمایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان اور اسکے استحقاق کی اصلی ترکیب اور ہجرت کا نام  
سچو کیا گیا تھا۔ اور اسی نے فن تمنا ہو کر یا المعنی النفس شہدنا و رسالت کے استحقاق کا جان کے ساتھ آپ کے آرام سفر بھی  
تمام انتظام درست فرمائے اور وقت موجودہ کو آپ کی خدمت میں پہونچا دیا اور حریف قدیم شعب اپنی طالب کے دربار میں رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آپ و طعام کا انتظام کرتا رہا (دیکھو رسالہ نقیب الوصحہ اسکافی) وہی عار نور میں بھی آپ کو آپ و  
علاججو انار باہر جناب رسالت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ و اللہ اکبر صرف اپنی جان کا قدیم شہد تھوڑے  
چلے گئے تھے مگر اوس راز و قدرت اور قدیم رسالت کو اپنی اور اوکی حفاظت جان کا یقین و لا کار و رائے تمام امور متعلقہ ادا  
امانت و احوال اہالیان نگہ حفاظت پر دیکھیں عصمت۔ نژاد و راجعہ سفر غرض جہاں سامان و ضروریات کی فراہمی و دورستی  
کے انتظام حوالے اور سر دہرائے گئے تھے۔ اس سب پر جو کچھ جناب علی رضی اللہ عنہ نے انجام دیا وہ حریف و حریف حکم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ملاحظہ ہوتا ہے بخبر جلد دوم کی مفصلہ دلیل عبارت۔

تخصرت علی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام عار رواہ ہے و حضرت علی رضی  
سے اڑا دیا کہ کھانا بھی کر لیا اور ایک لاکھ ہزار روپے کا حق تیری

وہ علی اللہ علیہ وآلہ وسلم واستاحرہ دلیلا لہما کان  
المدیۃ واستحقاقی راحلۃ خیر مزی رسول اللہ صلی

کی راہ پر لے چلے۔ اور ایک سو اسی ہمارے لئے حریفانہ کلمہ آج روئے ہوئے۔  
اور اے کا در کلمہ یاد کر دیا۔

واعلیٰ اللہ انصار الدین کا اور صدوہ عمدہ و حج  
علیہم رسول اللہ صلعم۔ طبری جلد دوم ص ۲۲۲ مطبوعہ مصر

اب تو واقعہ ہجرت کے ادن تمام طومار موضوعات کا پورا اکتشاف ہو گیا جو حقیقتاً عہد معاویہ کے مصنوعات ہیں جو امیر  
صاحب کی شاہی و امین اور سلطنت کے حکم و آئیں کے ذریعے سے تیار و مرتب کئے گئے تھے۔ اور جبکی ترتیب و تدوین میں جوں  
کے خزانے لٹائے گئے تھے بخاری پر مختصر نہیں سیوا و اعظم کے تمام علمائے سلف تقلید عقاید کے سچے پیروکار تھے۔ یہیں موضوعات کے  
ترتیب میں ہیں۔ جو کہ ان مرویات موضوعہ میں۔ درجات و درجات حضرت علی مرتضیٰ کا استیصال یا کم سے کم ادن کے مثال  
واقعات کا بیان کرنا معاویہ کے فرماں شاہی کے ذریعہ سے ہر راوی کا فرض اولین تھا۔ (دیکھو کتاب) الاحداث امام الامام  
ملائی، اس بنا پر واقعہ ہجرت کے متعلق صحتی مرویات صحیح طور پر حضرت علی مرتضیٰ کے حدیث و درجات کا اظہار کرتی ہیں  
وہ بالکل و قراصل و نقل سے کالعدم کر کے اس کے مماثل موجودہ موضوعات تیار کر دیے گئے اور معاون سلطنتوں نے اپنے  
استحقاق سلطنت کی ضرورت سے انھیں کے احرا و نقل میں براہ راست نہیں بھی کیے اور تاکید بھی لیکن استحقاق حقوق  
کے اتنے انتظام کے بعد بھی حقیقت کے نوادر اصلیت کے جوہر نہ چھپنے والے تھے نہ چھپے حقیقت حال اکثر کتب معتبرہ  
اور سوقت سے لے کر اسوقت تک یہ نقل و اندراج ہوئی آئی ہے اور ہوتی رہے گی۔ جیسا کہ ہمارے حوالہ مند مصنف بالاسے  
نہایت ہو چکا۔

مسئلہ زیر بحث میں ہم اس سے زیادہ اپنا وقت رائے گان کرنا نہیں چاہتے کیونکہ ابھی تو ہجرت کے ان موضوعات کے  
کتنے میدان چھپے ہیں جن کے خس و خاشاک اپنے مقام پر صاف کئے جائیں گے۔ واقعات ہجرت کے اولین مرویات کی  
تقریب کو تمام کر کے ہم اپنے آئندہ بیان کی تفصیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

درس رسول پر علیٰ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر کے ہمراہ غار میں کچھ رات رہے داخل ہوئے جناب رسول خدا  
کا استقلال صلعم کے متعلق یہ کہنا کہ آپ یر کوئی اضطرابی عالم طاری تھا بالکل منافی شان رسالت ہے اس لئے کہ وحی  
الہی کے ذریعہ سے آپ کو آپ کے استحقاق حان کا یقین کامل و لا دیا گیا تھا۔ پھر یقین کے بعد اس کے متعلق تاہل و تر لزل  
ذات رسول سے بالکل ناممکن الوقوع ہے۔ اس بنا پر جو مرویات ان امور کا اظہار کرتی ہیں وہ عام اس سے کیسی ہی صحیح  
سے صحیح حدیث کی کتاب میں نہیں ہرگز اعتبار کے قابل نہیں ہیں۔

الغرض۔ آپ حضرت ابوبکر کے ہمراہ غار میں کثرت لائے اور خدا کا نام لیکر اور اسکی تنہا حمایت و رفاقت پر تکیہ  
کر کے بیٹھ گئے۔ صبح ہو گئی ظلمہ وقت ہو سر شام سے خانہ رسالت کا محاصرہ کئے تھے ایک بار ہی خواب گاہ رسول صلی اللہ علیہ  
آلہ وسلم پٹوٹ پڑے۔ اپنی کھیر درالین کی تعمیل کے شوق میں سوئی والے کے مونہ سے جسے وہ یقیناً رسول اللہ سمجھے  
ہوئے تھے۔ روئے سرگاہو شہ ہٹایا تو ص۔ صطفیٰ کی جانچنے صطفیٰ استوا ملا۔ اس مشاہدہ کے بعد کھار کی قسم تو

حیرت۔ حسرت اور ناکامی کے سوا کچھ بھی کیا شرم و خجالت مثالی کی غرض سے حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ سے پوچھا میں صاحب  
نہارے صاحب (آقا) کہاں گئے۔ جواب ملا۔

قال لا ادری او قد راکت علیہ طری ۱۲۳۴ میں اس جانا کیا تم کو کسی پر رو گئے تھے جو پوچھتی ہو۔

صحیح نسائی میں ہے کہ حضرت علیؓ زین العابدینؓ گئے۔ طبری لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا مندرجہ بالا جواب سن کر کھارنے  
انکو گھبرا کر لیا۔ اور خاتمہ میں تھوڑی دیر تک بٹھلائے رکھ کر چھوڑ دیا۔ طبری ص ۱۲۳۴

یہ تمام روایتیں اگرچہ مختلف الفاظ و عبارت میں مذکور ہیں لیکن مدعا سب کا ایک ہی ہے یعنی حضرت علیؓ کی پاداش  
استقلال اور کمال و ازاداری کا اظہار۔ عام اس سے کہ آپؐ پر کسی ہی اور کو اتنی ہی تکلیف جسمانی نہ پہنچائی گئی ہو لیکن تاہم  
اوس حقیقی جان نثار اور سچے و ازاد انسان نے رسولؐ کا نشانہ بتلایا نہ بتلایا بلکہ اوس کے سوال کرنے پر لبیا مسکت جواب اور تشدد  
فرمایا کہ اوتون میں کچھ کسی ایک کو بھی ہار دیا۔ دیگر تحریک و تہلیل کی مطلق جرات میں نہ ہوئی۔ یہ ہے اس مجاہد فی سبیل اللہ  
کے کمال استقلال کی عظیم النظم مثال۔

اسی سے سابقین اور ام ماصین کے حالات پر غور رکھنے والے حضرات جناب علیؓ کی اس مرحم کی گرفتاری والی ریت  
میں اوس کے حوالی یہود کے کردار و اطوار سے پوری اطلاع رکھتے ہیں جسے محض تیس روپیوں کی لالچ میں چکر و غمغمنوں کی خوش  
جماعت کو آپؐ کے قیام اور اوس مقام کا پورا نشانہ ملادیا جہاں آپؐ ان خوشخواروں کے خوف سے حکم خدا کے مطابق  
پوستہ دہتے۔ کیا کوئی عیسائی محمدؐ صلعم کے اس جان نثار حوالی کے اس استقلال و ازاداری کی مثال حوالہ  
عیسیٰؑ میں پیدا کر سکتا ہو؟ یہود اپنے خصم نہیں۔ ہم نے تو مفتوح اور فطرس کی جان نثاری اور استقامت و پاداشی  
کی حقیقت بھی دکھا کر پوری اور مفصل بحث کے ساتھ شرح المبین فی تاریخ الامیر المومنین جلد اول میں قلمبند کر دی  
ہے۔ جو ان مقاصد کے موضوع خاص پر لکھی گئی ہے۔

بہر حال۔ بالاتفاق جمہور جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چاروں نمک غار ثور میں مقیم رہے۔ اور یہاں  
بیابان ہو چکا ہے۔ جناب علیؓ رضی اللہ عنہ سب الحکم چاروں دن بلبر آب و طعام نہایت و ازاداری اور ہوشیاری سے  
پہنچاتے رہے چاروں گزر جانے کے بعد حسب اہدایت ساری کے اوتھ اور رات بھی وقت مقررہ پر بھی برائیاں۔ ان  
حالات کے متعلق ہم جنابؐ سے پہلے اصل علم کے بھرت فرمانے اور غار ثور تک صحیح و سلامت پہنچ جانے تک کے تمام حالات  
سیان کر چکے۔ اب ہم اس سے آئندہ کے واقعات مشبلی صاحب کی ربانی ذیل میں لکھتے ہیں۔

عاریں حضرت انورؑ  
کی گریہ و رانی  
اور ہم جن میں لیا کر تھوڑی دیر میں رکھا اور پھر دیا۔ پھر آنحضرتؐ کی تلاش میں نکلے۔ ٹھونڈے ہونڈے ہونڈے  
خار کے موتہ تک آگئے۔ آپؐ یا کر حضرت ابو بکرؓ غزوہ ہونڈے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرص کی کہ اب دشمن



اسقدر قریب آگئے کہ اگر اپنے قدم پر او کی نظر پڑ جائے تو ہکھو دیکھ لیں گے۔ آپ نے فرمایا لا تکن

ان اللہ معنا گمب راویں۔ خدا ہمارے ساتھ ہے

تعجب ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو باوجود اس کے کہ ہجرت کے متعلق اتنے قبل سے ہجر کی اطلاع و حقیقت معلوم تھی اور  
بشارات نبویہ کے مطابق اس کا بھی یقین ہو چکا تھا کہ مدبر قدرت نے استخفاط جان کی غرض خاص سے یہ تدبیر اختیار کی تھی  
اور اس طریقہ سے آپ حقیقی طور پر ظلم و ستم سے محفوظ رہیں گے۔ لیکن تاہم یہ اضطراب و بیقراری یا گریہ و زاری  
اپنی طاری تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ تاثر جمالیہ قدرت عینا ضرورت سے زیادہ غالب تھی۔ بخلاف آپ کے اوس جان ہنار  
شیدائی اور وفادار ذاتی کے حال۔ یہ غور کیا جاوے جو مرتضیٰ رسولؐ پر کھلے کی جو نجات دہانوں کے نیچے جوش فشاں ہوا شیخ نک  
آرام سے سو مارا۔ حالانکہ ان سے زیادہ او کی جان خطروں میں تھی۔ اور اوس طوفانی عرصہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی ہتھیار نہ ہوا۔  
حالانکہ واقعات یہ بتا رہے ہیں کہ حضرت علیؓ کی طرح بقول شبلی صاحب حضرت ابوبکرؓ کو بھی ہجرت کے تمام واقعات معلوم  
لیکن حضرت ابوبکرؓ ہتھیار نہ چھوڑتے تھے۔ اور ایسا کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو اطمینان دلانے اور حیب کرانے کی ضرورت ہو جاتی ہو مگر  
حضرت علیؓ باوجود اسے خطروں کے بھی نہ تیار ہوتے تھے اور نہ سقراط۔ نہ آپؐ ہجرت میں اس کا اثر تو ماہرے لہرہ اصطلاح  
والتمہاب کا احساس حقیقت متناس تحقیق پس ایک واقعہ سے دونوں بزرگوں کے استغناء۔ شہادت اور یادگار  
کے فرق مابہ الامتیاز معلوم کر لے سکتے ہیں۔

تعمیداً اتنا عرض کر کے ہم پھیلنے اصل بیان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مولوی شبلی صاحبؒ کو لکھتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ اور رسول اللہؐ جو تھے دل آپؐ عادی تھے۔ عیسیٰ بن الرقیط ایک کافر صریحاً تھا رہنمائی کیلئے  
احرہ پر ہتھیار کیا گیا تھا۔ وہ آگے رستہ تہمتا جاتا تھا ایک دن لڑتے مار چکے گئے

صلعم کی خدمت

دوسرے دن دودھ کے وقت وہ بے سخت ہو گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے جا بجا کہ رسول اللہؐ

صلعم سایہ میں آرام دیا لیکن چاروں طرف نظر ڈالی ایک ٹیبل کے نیچے سایہ نظر آیا۔

سواری سے اتر کر زمین چھائی یہی راہی پیدا ہو گئی۔ آنحضرت صلی علیہ وسلم نے آرام فرمایا تو ناٹ

میں کھلے کہ میں کہہ کیا میگوں جائے تو لایمیں۔ پاس ایک چرواہا نکلیا چار رہا تھا۔

اوس سے کہا کہ ایک بکری کا تین گروہ دار سے صاف کروے پھر اس کے ہاتھ صاف

کرانے اور دودھ دھایا۔ مرنے کے موتہ پر کپڑا لپیٹ دیا لگروہ ڈیڑھ پائے دودھ دیکر

آنحضرت صلی علیہ وسلم کے پاس آئے اور تھوڑا سا پانی ملا کر پیش کیا آپ نے پی کر دیا کیا بھی

چلے کا وقت نہیں آیا۔ برزۃ النبی ح۔ ا۔

اس روایت کو حضرت ابوبکرؓ کی سیرت میں لکھنا زیادہ مناسب تھا۔ لیکن شبلی صاحب نے ایسی ضرورت خاص سے یہ روایت

صلعم میں اسکو غم کر دیا لیکن افسوس ہے کہ صرف بخاری کے تہماسناد سے کام لیا۔ اور تاریخ و سیرت کے کسی ماضی کو نہ دیکھا جنہیں کہیں اس کا نام و نشان نہیں ہے۔ یہی وہ ضرورت اور مناسبت حاصل ہے جسکی وہ سے آغاز مقدمہ ہی سے صحیح بخاری کی روایات کو تمام و نیا تر ترجیح دی گئی ہے۔ حالانکہ اسکی ساری موضوعیت کی حقیقت تنقید بخاری جلد ہمارے ص ۴۴ میں ملاحظہ فرمائیے۔ مختصر و بیانے تاریخ و سیرت میں اول تو اس روایت کا نام و نشان نہیں ہے۔ اگر کتب حدیث میں حسن عقیدت کی ساری اس کا وجود تسلیم بھی کر لیا جاوے تو حضرت ابو بکرؓ کے یہ حالات حاویہ حقوق حضرت کی انجام دہی سے آگے نہیں بڑھتے اور یہ موصوف الیہ کا وقت فرض اولین تھا باقی رہا دوسرے والوں کے ہاتھوں کا دہلا لینا اور برتن کے موہنے پر کٹر لڑنے پر دہلاؤ۔ جن سے آپ نے حضرت ابو بکرؓ کی صفائی طبیعت پر خاص طور سے استدلال فرمایا ہے تو یہ عملاً صاحب تمیز و شعور کی طبیعت کا عادیہ ہے۔ یہ کوئی ایسی اچھو نہ روزگار یا خلاف مطہرات نہ تھی جسے آپ خرق عادت سمجھا کہ اس خصوصیت کے ساتھ اس تفصیل کے ساتھ لکھنے پر تیار ہو گئے۔ اس سے کہیں زیادہ مناسب مقام وہ روایت تھی جو قریب قریب تمام حدیث سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں مندرج ہے۔ صاحب رحمۃ اللہ امین امام ابن قیم کے اسناد سے لکھتے ہیں۔

واقعة خیمہ ام معبد | عار سے نکل کر پہلے ہی دن اس مبارک قافلہ (سیرت ابو بکرؓ اور راہبما) کا گذر خیمہ ام معبد پر ہوا یہ عورت قوم خراہ سے تھی۔ مسافروں کی خبر گیری اور اوکئی تواضع کے لئے مستہو تھی۔ سر راہ بانی یلا یا کرتی تھی اور مسافر وہاں ٹھیکر کر سست یا کرتے تو یہاں پہنچ کر ڈھبیا سے پوچھا کہ اس کے پاس کوئی چیز کھانے کی ہے۔ وہ بولی نہیں۔ اگر کوئی شے موجود ہوتی تو دریافت کر لے تو پہلے میں خود حاضر کر دیتی۔ بنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیمہ کے ایک گوشہ میں ایک کرسی بندھی دیکھی۔ پوچھا یہ بکری کیوں بندھی ہے ام معبد نے کہا کمرور ہے۔ ریلوڑ کے ساتھ تہین چل سکتی۔ بنی صلعم نے فرمایا اجازت ہے ہم اسے و وہ لیں۔ ام معبد نے جواب دیا اگر حضور کو دودھ معلوم ہوتا ہے تو وہ لیں۔ بنی صلعم نے لبم اللہ کہہ کر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا۔ رتن لگا وہ ایسا بھلکا کہ چھلکے لگا یہ وہ آنحضرتؐ اور ایکے ساتھ تھن پی لیا دوسری دفعہ بکری کو دبا گیا اور بھی ہر تھن پی لیا تیسری دفعہ بھر تھن بھر گیا اور وہ ام معبد کیلئے بہت دبا گیا اور آگے کو روانہ ہوئے کچھ دیر کے اندر معبد کا شوہر آیا خیمہ میں دودھ کا بھرا رتن دیکھ کر حیران ہو کر کہا کیاں سے آیا۔ ام معبد نے کہا ایک تہنک شخص یہاں آیا تھا اور یہ دودھ ادسی کے قدم کا نتیجہ ہے۔ وہ بولا۔ یہ تو وہی صاحب قریش ہے جسکی مجھے تلاش تھی اچھا تم ذرا اسکی توصیف (صلیہ) تو بیان کرو۔ ام معبد نے نہایت مفصل طور پر آپ کا حلیہ بیان کیا۔ تو اسکا شوہر ہنس کر بولا کہ یہ تو ضرور صاحب قریش ہے۔ میں حاکم اس سے ضرور ملو گا۔

مکہ سے ماہر کے ہندی لوگ غم مسلم قبائل میں آنحضرت صلعم کو صاحب قریش کہتے تھے۔ رحمۃ اللہ امین ص ۸۸۰-۸۸۱۔ سبلی صاحب نے ایسی مفصل روایت کی موجودگی میں ایک ایسے واقعہ کو قلمبند فرمایا جو اصلاً موضوع اور قلمبند خلاف موضوع ہے۔ نہ جس سے تہان رسالت کا کوئی رفا قائم ہوتا ہے اور نہ کوئی اقتدار۔ اسناد کے اعتبار سے ام معبد کی روایت اسی مستور اور متواتر ہے کہ تاریخ و سیرت کی کتابوں سے لیکر حدیث و تفسیر تک کی کتابوں میں سدرج ہے اور خود سبلی صاحب کی اہتمام کردہ



میں ساتھ مادم عدیٹ وقد دلی و سرقہ علیا علی و عون محمد بن ابی اسے میں حرثات امیر المؤمنین علیؑ اپنی پھر اس کے بعد اس ہجرت سے  
اب انا واحد مقتل الحسن بن علی و لیست السحرۃ علی اور  
ذات و دھمت و الحب کیف لیسہ ہر امر ہذا الشجرۃ  
کہا الستہم امر الشاة فی قصہ ہی اعلی القصاص  
جلالہ ص ۳۷۷

اس ہجرت کا قصہ کچھ مشہور ہوا۔ حالانکہ مکرر والے قصہ سے یہ ستر قصہ تھا۔

ہم نے اس روایت کی پوری حقیقت لکھ دی ہے طالبان تحقیق یہ آسانی سمجھ لیں گے کہ اسکے نقل و استخراج میں اینچاپنے  
مطلب کے مطابق علمائے اقلین و مستخرجین نے کس درجہ تک تلخیص اور قطع و برید کر کے اپنے مؤلفانہ تدبیر کی شاں کو قائم  
رکھا ہے اکثر نے تو اس کو سرے سے ذکر کے قابل ہی نہیں سمجھا بعض جو اس کو اس کی اہمیت کی ساری قابل ذکر سمجھے وہ صرف  
کرامت رسول صلعم تک اس کو لکھ کر رہ گئے۔ جیسے ابن القیم وغیرہ۔ انہیں میں اکثر ایسے منصف مزاج اور عدالت پسند  
صحیح نقل آئے جنہوں نے تقلید اسلاف اور تالیف عقائد کی یا مذہبی سے قطع نظر کر کے اس کو لفظاً لفظاً اور حرفاً حرفاً لکھ دیا  
ہے۔ جیسا علامہ زرخشتری صاحب تفسیر کشاف اور علامہ حسین دیا ربکری صاحب تاریخ الخلفاء۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ ان علماء و محدثین کو بالآخر اس روایت کے پورے نقل کر دینے میں کون سی وقت اور کون سی  
محسوری سدا رہی؟ وہ بالکل ظاہر ہے اور سبب بالکل صاف۔ اور وہ یہ ہے کہ آخر قصہ روایت سے اہلبیت علیہم السلام  
کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور یہ موجودہ عقاید کے سراسر مخالف بھی کہ اس کی نقل کیا دے یا بیان کر کے اعلان کیا جائے  
اس لئے اس قصہ حدیث کو لایا گیا کہ دنیا ہی بچھڑتا۔ کیونکہ گوشت تو یہ ہے کہ واقعہ ہجرت تمام و فقر کے ہیز اکیلے خمر  
ابوبکرؓ ہی ثابت ہوں اور کوئی دوسرا نہیں۔ لیکن افسوس سوچنے والے یہ نہ سوچنے اور سمجھنے والے یہ نہ سمجھنے کہ اسکے  
استحفاف سے صرف اہلبیت علیہم السلام کے فضائل ہی نہیں پوشیدہ ہونے بلکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ  
آلہ وسلم کی ہیبت پوری کرامت ہی تو صفحہ روزگار سے مٹتی جاتی ہے۔ اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ فضیلت اہلبیت  
اصلاً ہے کیا ہفتیلت و کرامت رسول صلعم کا ایک خیر۔

اس روایت کے استحفاف یا اتنا تعجب نہیں ہوتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ امام بخاری صاحب نے تو اپنی  
صحیح میں فرشتہ رسول اللہ صلعم پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سونے والے واقعہ کو بھی جو تمام اہل اسلام کا مسلک ہے نہ لکھا  
اور اس پر بھی ان کی کتاب صحیح کی صحیح ہے۔ بخاری کے خیال و تدبیر کے ایسے خیال والے اقلین حدیث اور مؤلفین  
انہما رجب موجود ہوں تب علامہ زرخشتری کی یہ تعجبانہ شکایت کا کہ ایسی روایت جو اعلیٰ قصص ہے اور بکری دلی  
روایت سے زیادہ مہتمم با نشان اور ضروری البیان ہے۔ کیوں نہ مرقوم لکھی۔ کیا جواب دیا جاوے۔ لیکن بات یہ ہے

حدیث کہ ہم برابر اپنے سلسلہ میں دھکارتے آئے ہیں کہ حقیقت اور اصلیت کسی کے مٹانے میں ہے اور کسی کے چھپانے میں ہے۔ ابن القیم اور ابن کے ہم خیال علما و محدثین کی ایک جماعت نے اپنی ضرورت خاص سے چھپایا۔ مگر پھر اسکی حقیقت انھیں کی جماعت میں سے علامہ محمد شری۔ امام غزالی اور رزقانی وغیرہم کے ایسے لوگوں کے پیشین گوئی لانی جنھوں نے اسکو صرف تمام و کمال کلمہ ہی نہیں بلکہ اسکے چھپانے والے اور نہ لکھنے والوں کو عدم میں کا پروہ بھی نامشور ہو دیا۔

قاعدہ پایا اولی الابصار۔

سہر حال جب امام بخاری اور علامہ ابن القیم کے ایسے اوستادان و تلامذہ ان فن نے اس حدیث کو نہیں لکھا تو عرب شعلی صاحب کس شمار و قطار میں ہیں۔ جو اس کی نقل و حرکت کرتے۔ اس بنا پر وہ کی سیرت بھی اس واقعہ کی صورت حال سے بالکل خالی ہے۔

سراقہ ششم کا قصہ۔ اس کے آگے شعلی صاحب قیصرانہ میں قریش نے استعمار دیا بخت کہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا حضرت ابوبکرؓ کو گرفتار کر کے لائے گا و سکو ایک خون مہا کے برابر یعنی سواوٹ) انعام دیا جائیگا۔ سراقہ ششم نے سننا تو انعام کی امید پر بھٹکے ہیں اس حالت میں کہا آپ (عارسے) روانہ ہو رہے تھے اس نے آگیا و کہہ دیا اور گھوڑا دوڑا کر قریب آگیا لیکن گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ وہ گھوڑا بکریش سے خال کے تیر نکالے کہ حکم کر چاہئے یا نہیں جواب میں نہیں لگا لیکن سواوٹوں کا گواہ بنا سواوٹہ ایسا تھا کہ تیر کی بات مان لی جائے دو بارہ گھوڑے سے بڑھا و اوڑھ آگے بڑھا ابی گھوڑے کے دونوں گھٹنوں تک زمین میں دھس گئے گھوڑے سے اتر پڑا اور پھر خال دیکھی اب بھی وہ جواب تھا لیکن کہ تیر بچنے والی بہت پیست کر دی اور یقین ہو گیا کہ یہ کچھ اور آنا نہیں۔ آنحضرت صلیم کے پاس آکر قریش کے استعمار کا واقعہ سنا یا اور درخواست کی کہ مجھ کو امن کی تحریک لکھ دیجئے حضرت ابوبکرؓ کے غلام عمار بن قیس نے میرے کے ایک ٹکڑے پر فرمان امن لکھ دیا۔ بحوالہ صحیح بخاری۔

شعلی صاحب چونکہ اپنی تاریخ میں بالکل صحیح بخاری کی ترجمانی کرتے ہیں اور علم تاریخ میں بخاری کے مبلغ معلومات معلوم اس لئے ایک تاریخ نویس اور سیرت نگار کو نہ انکی تقلید کی ضرورت ہے اور نہ تنقید کی حاجت۔ لیکن حقیقت شناس شخص آپ کے اقرار کردہ جزئیات کے جاسدانہ اور جو غرضانہ اصنافات کو توڑا ہیجان لے گا کیونکہ آپ اسی حاشیہ والی عسالت میں خود لکھا اقرار کر چکے ہیں کہ یہ روایتی تفصیل حرف بحرف صحیح بخاری باب مناقب المهاجرین میں ہے ہم نے تمام جزئیات اس لئے نقل کیں کہ حضرت ابوبکرؓ کی صفائی پسندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیرت نامی میں بھی غلط فہم و ذات ساتھ رہتا تھا۔

آپ امام بخاری کے اعتبار پر اردو اپنے حفظان و عقائد کی بنیاد پر آنحضرت صلیم کی گرفتاری کے ساتھ ساتھ ابوبکرؓ کا استعمار گرفتاری میں خواہ مخواہ داخل کر لیں تو اسکے آپ اردو کا صحر جواہر ہیں لیکن تاریخ میرے نظر میں بالکل غلط ہے۔

جب کسی تاریخ و سیر میں حضرت ابوبکر کا نام نہیں پائے گا۔ وہ آپ کی ان جزئیاتِ بخاری کی نقل کی حقیقت و ضرورت کو کماحقہ سمجھ جائے گا۔

اسی طرح عامر بن نفیرہ کا ایسے عالم اضطراب میں کہ جب لباس تک جسم پر عبادی ہو رہا تھا و دواتِ قلم ساتھ رکھنے۔ اور امان نامہ لکھ دینے کی حقیقت ہے۔ جبکہ صرف آپ ہی کے ایسا انشا پر داذ قابلِ نقل و اندراج سمجھے گا۔ دوسرا نہیں۔ اسلئے کہ تاریخ و سیر کی کتابوں میں جو ان واقعات کے حقیقی موصوعہ پر لکھی گئی ہیں سراسر فکا واقعہ و بین تک مندرج ہے جہاں تک کہ وہ مشاہیر کرامت کے سرِ قہر و دانات کرتا ہے اور اسکے بعد کچھ ہی نہیں۔ یہ امام بخاری صاحب کی وہی جزئیات ہیں جسکے ذکر و نقل کے مفید مطلب ہونے کی بنا پر آپ کو اسکے اندراج کی بڑی ضرورت ہے۔ اور انھیں جزئیاتِ مخصوصہ کی بنا پر آپ نے تمام دنیا کی کتابوں پر صحیح بخاری کی مہمات کو ترجیح دی ہے اور اپنی کتاب کے عنوان ہی سے اسکا سامان باندھا۔

عامر بن نفیرہ کی حقیقتِ حال | اسی طرح عامر بن نفیرہ کو حضرت ابوبکر کا صرف علام لکھا ہے اور ان سے انکو دیگر تعلقات کو نہ بتلایا۔ یہی مولفانہ ترین کے خلاف ہے۔ امین کوئی کلام نہیں کہ عامر اصلاً حضرت ابوبکر کی ملکیت میں تھے اور نہ اکیلے ہی ان کی ملکیت میں نہ تھے۔ بلکہ انکی مان بھی۔ لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ملکیت آگے چلکر زوجیت کے مرتبہ پہنچ گئی اور انکی ملکیت نے اہنیت اور تعینیت کی صورت اختیار کی۔ اور پھر ان تعلقاتِ قربت کی رعایت سے آزار بھی کر دیے گئے تو اسے تیسراتے کے بعد تملیک کا دعویٰ باقی کمان رہا۔ تاریخِ نظری کی مفصلہ ذیل عبارت انکی حقیقتِ حال پر پوری روشنی ڈالتی ہے۔

<p>وکان عامر بن نفیرہ مولى ام ولدى لأمراء وكان الطويل من عند الله من سمجة وهو لوالى الحارث بن الطويل وكان إماماً عندئذ من آل بكر وعبد الله من آل بكر لا مهابا فأسلم عامر بن نفيرہ وهو مملوك لهما واستأخرا ابوبكر واعتقده وكان حسن الإسلام</p>	<p>عامر بن نفیرہ اصلاً قبیلہ ارد کے آدمی تھے۔ ارطہیل بن عبد اللہ بن سہو کے بیٹے تھے۔ انکی ملکیت ابوالحارث بن نفیرہ حضرت عائشہ بنت ابی بکر اور عبد اللہ بن من آل بکر کے بھائی تھے کیونکہ ان سب کی ماں ایک تھیں حضرت سلمان بن توصرت ابوبکر نے انکو بیعت کر لیا پھر ان کو آزاد کیا۔ ان کا اسلام صحیح استمار ہوا ہے۔</p>
---	--

مرفوعہ بالا اعمات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عامر کی مان کسی وجہ سے انکو لے کر مکہ میں امین حضرت ابوبکرؓ کے انکی کوانکے  
ساتھ خرید لیا۔ ان کے ساتھ عقد و نکاح کیا۔ انکے بطن سے آپ کے ہاں حضرت عائشہؓ اور عبد اللہ بن نفیرہ پیدا ہوئے۔ عامر بن نفیرہ اس  
اتما میں مشرف اسلام ہوئے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے انکو خدا کی راہ میں آزاد کر دیا۔ بشعری صاحب کو لازم تھا کہ علاقہ ملکیت تک  
عامر کی معرفت کو تمام کر دیتے بلکہ واقفیت عام کے لئے ضروری تھا کہ معصلہ ملا و اسطہ قرابت کو بھی بتلادیتے مرفوعہ بالا  
مصنعا میں تنقیدی کو تمام کر کے ہم پھر اپنے سلسلہ بیان پر آجائے ہیں۔



سفر مدینہ کی سرسبز مرقعہ کا اقدار بیان ہو چکا ہے۔ رسیدہ بود ملائے ولے بخیر گدست سرانہ کھلا وہ عقیدت گرون بن طال کر گیا کو واپس گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف روانہ ہوئے بطبری۔ ابن سعد نے مکہ سے لیکر مدینہ تک اور ان تمام منزلوں کو نام بنام گواہ ہے جہاں حسان آب نے دوران سفر میں قیام فرمایا تھا اسوقت عرب کے مکملی نقتہ میں اونکا نام و نشان سی نہیں لیکن صرف اونکا نام لکھ دینا عقیدت مندوں کی دلچسپی کے لئے کافی ہوگا۔ ابن سعد نے ان منزلوں کے یہ نام بتلائے ہیں حرارہ تینیتہ لمرۃ - القف - مدحہ - مرجح - حداید - اواخر - رافع (یہ مقام آج بھی حجاج کے راستہ پر آتا ہے یہاں آپ نے مغرب کی مارٹھی بھی) والسلام بخاتمتہ حاجتہ - عرج - حدوت - رکوبتہ - عقیق - حثاٹہ۔

## مدینہ منورہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

سعد و تمہدان انصار مدینہ میں آنحضرت کی خبر پا چکے تھے۔ صبح سے شام تک روزانہ قدم سمیت نزدک انظرطہ ہو رہا تھا اور ہر روز کی ماکامی عالم انتظار کو حدود انتشار تک ڈرہا رہی تھی عقیدت مندوں کی جماعت بڑھ کر روزانہ چشمہ ہراہ رہتی تھی اور واپس آتی تھی۔ ایک دن زاید از وقت انتظار کر کے متعذبن کا گروہ واپس آ رہا تھا کہ یکایک ایک یہودی نے اپنے قلعہ کی بلندی سے دیکھ کر اذاتناڑ سے شان رسالت پہچان کر آواز دی۔ اہل عرب اہم جس بزرگ کے استقبال کو روانہ ہوتے ہو۔ دیکھو وہ آگیا۔ اس آواز کا کالوں میں آنا تھا کہ عقیدت مندوں کے لغو تکبیر سے شہر کا شہر گونج اٹھا۔

انصار کے پرجوش اور اخلاص مند قبیلے پہلے سے بھی زیادہ سرگرم عقیدت ہو کر طری طیاروں کے ساتھ لباساے فاعرہ میں اور ہتھیار جسموں پر سچے اپنے مقدس مہمان حضرت پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسم استقبال کے لئے نکلے اگلے حسن عقیدت کی قویہ حالت تھی اور ہر مدینہ کے بالائی حصہ پر جو اصل شہر سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے اور جسے عالیہ اور قبہ بھی کہتے ہیں انصار کے سمت سے ممتاز اور معزز خاندان آباد تھے۔ ان خاندانوں میں عمر ابن عوف کا خاندان سب سے زیادہ ممتاز تھا۔ جسکے رئیس القبیلہ کلثوم ابن المدم تھے۔

قبائیں مدل رسالت | قبائیں موبک رسالت آٹھویں ربیع الاولیٰ ۱۳۱ھ نوبت یا سلسلہ ہجرت روز درود ششمہ مطابق ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء کو پہونچا۔ عقیدت مند ان قبائے شرف ناصیہ سائی حاصل کرنے کے بعد مفاخر و دعوت و مہمانی کی عزت افزائی کے لئے بھی درخوا کی۔ بطیب خاطر منظور فرمائی گئی۔ اور کلثوم ابن المدم کے مہمان ہوئے خاص انکی عزت افزائی کا یہ سبب تھا کہ صحابہ مہاجرین۔ حوای سے پہلے مکہ سے نکل آئے تھے وہ سب کے سب اسوقت تک انھیں کے مہمان تھے جہیں ابوبعبیدہ مقداد۔ نجباب۔ سہیل صفوان۔ عیاض۔ عبداللہ بن نجرمہ۔ سوہب ابن سعد۔ عمر بن ابی سرح اور عمر بن عوف وغیرہ شامل تھے کلثوم اس المدم کے مکان میں قیام فرماتے کے متعلق تو گویا تمام تاریخوں کا اتفاق ہے اور شبلی صاحب نے بھی ایسی کو اپنا مختار قرار دیا ہے۔ لیکن بطبری۔ ابن ہشام اور ابن سعد کی مرویات سے ثابت ہوتا ہے کہ کلثوم کے مکان میں جہا

رسالت تاب علیہ السلام واکہ وسلم صحت اکب و طعام اور خواب و آرام فرماتے تھے ارشاد و ہدایت اور دیگر تعلیم و ہدایت وغیرہ کی صحبت میں بعد از یہ خیمہ کے مکان میں مسعد بن ہوا کرتی تھیں جو کلثوم بن النعم کے مکان سے ملا ہوا تھا کلثوم کے مکان میں جگہ تنگ تھی اور مسند کا مکان بہت کشادہ تھا۔ اور ان کے اہل و عیال بھی نہیں تھے۔ اسعد محض تنہا رہتے تھے۔ مدینہ اور قرب وجوار کے لوگ جو حق ہر وقت زیارت کے لئے حاضر رہتے تھے۔ اور بار بار ب خدمت ہو کرتے تھے۔ ہر وقت مخلصین کا جو جم تھا اور مخلصین کا آرام اسی لئے اسعد بن خیمہ کا مکان دربار رسالت کے لئے جو بیکار کیا تھا۔ ابن ہشام لکھتے ہیں۔

<p>اس کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور الخ          من سرل کلثوم بن ہذا من حلس الناس فی دار سعد بن          حنیفہ وذلک انہ کان عریالاً لہ وکان منہ          العرب من اصحاب رسول اللہ صلعم من المهاجرین          من ہمالک ص ۱۰۶</p>	<p>ص آیت کلثوم بن ہرم کے مکان سے باہر ہوئے تو آیت نے لوگوں کی          مسعد بن ہرم کے مکان میں مجلس مسعد کی کیونکہ سعد بن مسعد صاحب          عیال ہیں تھے اور اصحاب ماحرین ہی ہیں مقیم تھے اور کے ساتھ ہی          عیال ہیں تھے۔ اس لئے اس مکان کو سرل العرب کہتے تھے۔</p>
--	--

عربی میں عرب اور کہتے ہیں جس کے عیال نہیں ہوتے۔

در بار رسالت ہر وقت مخلصین کی کثرت سے بھرا رہتا تھا۔ ماری باری سے عقیدت مند شرفیاب زیارت ہوتے تھے کلمات ہدایت و ارشاد سننے تھے۔ صداقت و حقیقت، بیانی سے متاثر ہو کر اسلام کی دولت اور ایمان کی نعمت پاتے تھے عطاءے الہی کا شکر نعمت ادا کرتے تھے۔ اور رسول خدا صلعم پر سلام و درود بھیجی بخصت ہو جاتے تھے۔ ہر روز کیا۔ ہر وقت یہی عالم پیش نظر آ کرتے تھے۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ سعد بن خیمہ کے مکان میں جو عامۃ المسلمین کے مجمع عام میں تقریر فرمائی گئی اس کے آخری فقرات یہ تھے۔

<p>یا ایھا الناس اقتصوا اسلام و اطعموا الطعام و          صلوا الزحام و صلوا الناس نیام و اذخلوا الخ          بالمسلم</p>	<p>ایہا الناس۔ اسلام کی اساعت کرو۔ محتاج و مساکین کو کھلاؤ و ہمد کرو          محالہ۔ ماریں پڑا کرو حالاکہ اور لوگ اس وقت تک پڑے سوتے ہیں          اور ان ایک اعمال کے آج میں سلامتی کے ساتھ ہمت کریں بن وائل</p>
--	--

ہو جاؤ طہقات ان مسعد کا۔ ح ۱

تسایں حضرت علی مرتضیٰ کا درود تسایں حسب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شکر لائے ہیں روز گذرے تھے کہ حضرت علی مرتضیٰ ہی کہہ سکے پاسیادہ چکر خدمت بابرکت میں حاضر ہو گئے۔ روز فانی اس صحابہ و مجاہد فی سبیل اللہ کی وہ حالت جس صورت ہو وہ خدمت رسول میں حاضر ہوا ہے۔ اس طرح کہتے ہیں۔

وکان علی لیسرہ اللیل وینتمی المہار وقد نعت وذلک  
 صاحب مرتضیٰ کا درود کو طہقتے اور جو کھا رہے تھے کلثوم بن ہرم

تسبیحہا اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ودعا لہ بالشفاعۃ  
فانما فی الحال وما اشدکما ہما احد الیوم قطع من ۲۴

جب عام خدمت ہوئے تو تکلیف زیادہ پائی کہ آپ کے دونوں پاؤں  
زخمی ہو گئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا یہ حال مشاہدہ کر کے کیا اور کیا

دست مبارک سے چھو کر دے دے دعا سے تعالیٰ آپ کے پاؤں ایسے ہو گئے اور پھر آپ کو مطلق تسکینت میں پہنچی

واقعات ہجرت کے متعلق جناب امیر علیہ السلام کی جتنی خدمتیں ہیں وہ اپنی آپ لفظ ثبات ہوتی ہیں۔ مگر سے  
مدینہ تک کی مسافر واپسی بھی صاف صاف اپنی قدرت اور کیا تھی تیار ہی ہے۔

قمان میں شریف آنے کی تین دن بعد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدان بابک مسجد کی سیاح و ڈالی آپ کو تک  
مسافر قیام کے نام سے مشہور ہو کر مصلیٰ میں منہ ہے۔

مطلق صاحب نے قیام کے حالات میں ایمین سے کسی واقعہ کو نہ لکھا۔ آپ کی عجلت رسمی بہت سے ضروری اور  
قابل الذکر واقعات تاریخی کو مرفوع القلم فراموشی جاتی ہے۔ اگر آپ کی تقلید و قاسم میں دو جا رکھتا ہیں اس امداد طریقہ کی  
اور لکھی گئیں تو امید ہے کہ سیرۃ الرسول اور تاریخ اسلام کے بہت سے واقعات ہیست و نالو ہو جائیں گے۔

حق کے ایم قیام میں علمائے احداث کیا ہے لیکن تاریخ و سیرت کا زبیرہ کلاس قبول پر اعتبار ہے کہ کائنات رسول خدا  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ دن تک مقام قیام میں قیام فرمایا اور جمعہ کے دن بانیسویں ربیع الاول کو مدینہ کی طرف نہضت قرآنی قبیلہ بنی نضیم  
کے پاس پہنچے تھے کہ راہب کو وقت آگیا مرکب رو کیا گیا اور وہیں ہی تسلیم کے ساتھ نماز جمعہ اور فراموشی جماعت میں تہ  
آویں شریک تھے۔ تمام تاریخ و سیرت کا اس اتفاق ہے کہ بلا واسطہ اسلامی میں یہ پہلا جمعہ ہے جو طرہا گیا اور پہلا عطیہ ہے جو نماز جمعہ  
میں میلان فرمایا گیا ہم تاریخ طبری سے اس مقدس خطبہ کی پوری حمارت ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے پہلا خطبہ خود یہ

ہو چکی سلامتی خوف کے قلیل میں پڑا گیا

حمد و شایستگی کے لئے ہے میں اس کی حکمت راہوں مدد کشتن اور ہدایت کی  
یہاں پہنچا ہوں۔ میرا ایمان باری پر ہے۔ میں اس کی راہ میں نہیں کرتا اور ازین  
اگر عیالوں سے عداوت رکھتا ہوں میری ہمتاوت ہو کہ عداوت کے سوا کوئی  
عداوت کو لاؤں نہیں وہ کیا ہو اس کا کوئی تہنیک میں مجھ اور سکا مدد ہے  
رسول اوس نے مجھ کو ہدایت۔ قرآن و بصیرت کے ساتھ ایسے راہ بھیجے ہیں  
حکمہ میں کو کوئی رسول کیاس نہیں کیا تھا علم گشت گیا اگر کسی کوئی  
آخری راہ میں قیامت کے قریب اور موت کی تہنیک کے دست بھیجے گیا جو  
کوئی خدا اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہی راہ راست اور جسے اس کا حکم راہ

حکمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فی اول جمعۃ جمعہ ما لایبہ فیہ وی سلام و تحو

الحمد للہ۔ الحمد والاستعیدہ واستغفرہ واستہلک و  
او من لا کفرہ۔ واعادی من یکفرہ واستہلک لا الہ  
الا اللہ وحده ولا شریک لہ وان محمد امجد و رسولہ  
اس سلہ بالہدے والہدۃ الموعظۃ علی ہدۃ من الرحمن  
حقاۃ من العلم وصالہ من الناس واقطاع من اللہ ان  
وہ خو من الساعۃ وقرب من الاصل من طبع اللہ علیہ  
فقد رسل من یصحہما اقل تحوی وقرط وصل من  
بعد اول و صیکر متقوی اللہ ما لایہ حیو اور صی اللہ

المسلمون مخصوصہ علی الاحرار وان یا صرہ بالتقوی اللہ واحد  
ما حد تکم اللہ من نفسه ولا اصل من ذلك بصیحة ولا  
اصل من ذلك ذکر وان تقوی اللہ من علی علی وحل  
مخافة من ربه عوں صد تقی ما تعون من امر الا حوہ  
من یصلح الذی سیده وبنی اللہ من امره فی الشر والعلان  
لا یؤی مد لک الا وحده اللہ بکن له ذکر اقی حال امره  
وہ احوالی ما حد الموت حیث یستقر المرء الی ما قلہ وما  
کان سوی ذلك تؤد لک منہ فہما اذن ائینک او  
یحد لک اللہ فہما فاقہ وقی باحد و الا لکی حد  
اقولہ والحد و حدہ لا حلف لدلک فاقہ یقول عرو حل  
سایئیل القول الذی و اما ان یطرا لک لعلی و فاقولہ  
فی عاجل امرک و احلہ فی الشر والعلان فاقہ من یق  
اللہ یکسر عہ سنانہ و یعطیہ لہ احرام من یق اللہ  
فقد مار قوی اعظیما وان تقوی اللہ یوقی مقفہ و یوقی  
عقوبتہ و یوقی محصلہ وان تقوی اللہ یدفع الوحہ  
و یرص الموت و یرفع الدر جتہ حد و احکم ولا تقطع  
فی حب اللہ قد علمک اللہ کمالہ و فہم لکم سیدہ  
لعلکم الذین صدقوا و یعلم الذین یبائن فاحسنوا کما  
اللہ الیکم و احوا اعداء اللہ و احاد و فی اللہ حق  
استجادہ و احسنوا کما اللہ الیکم لعلکم لہلک  
من بدیہ و یحیی من حمی بدیہ ولا توفہ الا ما للہ ما کنت  
ذکر اللہ و اعلموا ما ید الیوم فاقہ من یصلح ما یدہ و  
منی اللہ یکفرہ اللہ ما یدہ و منی الناس من ذلک فان  
اللہ یقضی علی الناس ولا یفصون علمہ و یسلک من  
الناس ولا یملکون منہ - اللہ الا و لا توفہ الا باللہ  
العلی العظمی -

وہ بھٹک گیا اور وہ سے گر گیا اور دست گرا ہی میں محسوس کیا ہے مسلمانوں  
میں بھٹک گیا اور وہ سے تقوی کی وصیت کرتا ہوں بہترین وصیت جو مسلمان  
مسلمان کو کر سکتا ہے یہ ہے کہ اسے ۲ احقر کے لئے آوازہ کرے اور اللہ سے  
تقوی کرنے کے لوگوں باؤں سے حدائے تمیز پر کرے کہ اگر کسی  
پیشہ پر ہوتا ہے کہ کوئی نصیحت ہوا اور کوئی ذکر ہے یا ذکر کو امور آفرات  
کے واسطے میں اس شخص کے لئے چھوڑے اسے ذکر کا کام رہا ہے تقوی پر  
مددگار ثابت ہوگا اور جب کوئی شخص اپنے اور حد کے درمیان کما حقہ  
و خطا میں درست کر لے گا اور الیا کرے اس کی بہت عاقل ہوگی تو ایسا کر  
اوس کے لئے عیاں ہوگا اور موت کے بعد جو عیسیٰ لکھ لکھ اگر کوئی عیاں  
کرنا تو اسکا دل آیت میں ہے انسان پسند کرے گا اور اس کے اعمال اسے  
کہ وہ وہی رکھے عاقل حد تک اس طرف سے ڈاٹا ہے اور حد اس پر مدد  
پر رعایت مہربان ہے اور جس شخص نے حد تک کم کو سمجھ جانا اور اس حد  
کو پورا کیا تو اس کی اتاریا اور وہاں ہاں بات میں مدتی اور پوری مدد  
میں ملے گی کہ مسلمان اپنے موجودہ اور آئندہ ظاہر و خفیہ کاموں میں اللہ  
تقوی کو پیش نظر رکھے کہ تقوی والوں کی سیال چھوڑ دی جاتی ہیں اور اس  
ظہر دیا جاتا ہے تقوی والے وہ ہیں جو بہت ملی مراد کو ہوش میں رکھے  
تقوی ہی ہے جو اللہ کی سزا دی سلاطین اور رعد کوہ کرتا ہے تقوی ہی ہے  
جو حیرہ کو و دشمن پروردگار کو خوشنود اور وہ کو ملے کہ نہا ہے  
مسلمان نعمت الہی میں اپنا حصہ لے لیں لیکن حقوق الہی میں قورکانت  
کر دے حد عاقل کے کما حقہ سکھائی اور اپنا وارثہ سکھائی اور اس کو راستہ  
اور لگا دے کہ الگ کر دیا جاتا لوگوں کے ساتھ حد سے تبرا کیا جاتا ہے  
اسی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کہ وادھو کے دس ہیں اور نہیں دس تن مجبور اور  
اس کے رستہ میں پوری ہمت اور قورہ کھڑے کر دے کہ اسے نہ کرے یہ ملایا  
ادھما نام مسلمان رکھا جتنا کہ ہلاک ہو سوا الا یہی بدین دلائل پر ہلاک  
ہوا اور زندہ رہے تو الا یہی بدین دلائل پر رعد کی کرے

کرے اور بس امد کی مدد سے ٹکس ہے۔ لوگو! اللہ کا ذکر کرو اور یاد رہے کہ اس کے لئے عکریہ کیونکہ شخص اپنے اور خدا کے دو میان کا معاملہ درست کر لیتا ہے اور تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے دو میان کے معاملوں کو درست کر دیتا ہے۔ ہاں خدا مدد دیتے ہو کہ جیسا کہ ہے لیکن اس پر کسی کا حکم نہیں چلا جاتا۔ نیز وہاں کا مالک ہے اور وہاں کا مالک یہ اختیار نہیں ہے۔ اور یہ کہ جو کسی کی طاقت اسی عظمت والے سے ملتی ہے۔

میتیں داخلہ | جی سلیم کی قیام گاہ سے مدینہ لکھنا دور رہی تھا محمد کی جماعت و خطبہ سے فراغت فرما کر ان کو رسالت منصب قرار دیا اور تھر کے جنونی خانہ سے سلطان رسالت کا رد کیا اور اصل ہوا خدا تبارک و تعالیٰ لیکن یہ نشان دیا وہی مسلمانان اور برائیشی طریقہ و عنوان سے ناکل معارضی۔ تاہم اتنی سادگی اور سچائی کے ساتھ بھی ایسی ہیبت و حلال تھی کہ بڑے بڑے حکمرانوں کے دل اسطوت و عظمت سے ہلے جاتے تھے۔ نیز اس اسلام اپنے خاندان قصبی پر ہوا تھے اور ماجرین مسلمان صحابہ کیا بار اور عنوان و الفاظ بڑے قرینہ اور سلیقہ سے صنفین باندھے پیچھے پیچھے بکیروں کے نور سے لہتے ہوئے خزانوں کے چلے آتے تھے۔ تالیقین اور فخرین کے جو کماہر عالم تھا کہ ہر مقام و راہ پر لوٹے حوان اور بچے عورتیں اور لکھن حلال بینا لائق ترقی اثرات میں گھروں سے تیار ہو کر نکل پڑی تھیں اور ہمت و دیدہ انتظار نہ کیا کہ آمد کی قسط کب پڑی تھی۔ اور بکیروں کے نور سے سنگر ایسی بھی دیکھی کہ بکیروں کی پرچش آواز میں لنگر کی تین بیان تک کہ حباب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہرین بخیر و خوبی داخل ہو گئے۔ داخلہ رسالت کی اس عظمت و جلال کو کوئی کتب سابقہ کی نشارت کے جاننے والوں کو یقین نہ ہو گیا کہ بے شک یہ وہی مقدس ہر گوارا ہے جسکی آمد آمد کی خوشخبری حقیقہ ہی ہے ان الفاظ میں یہ بھی بتائی ہے۔

اللہ جبار سے اور وہ جو مقدس ہے کوہ خالان سے آیا۔ اسکی شوکت سے آسمان چھب گیا اور زمین

اسکی حمور سے معمور ہو گئی۔ (حقیقہ ہی کی کتاب۔ باب ۳۔ درس ۳)

جبار سے آئے کی قدرت اور خالان سے آئے کی خصوصیت صاف صاف بتلا رہی ہے کہ دینی اور دنیوی کی نشارت مرقومہ بالآیت میں درج ہے سو آئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو سرا ہونیدیں مکتا۔

انصار کی وہ لکھن جو کماہر میں براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست حق پرست پر حیرت لاپکی تھیں یا اسکے بعد مصعب بن عمیر کی تبلیغ و تعلیم سے مشرف ماسلام ہوئی تھیں۔ خیل کے اشعار میں ترائے سچ تھیں۔

اشراق اللہ سر علیا	ہاں نیات الواح	ولعب الشکر علینا	ما داعی اللہ داع
ہم چہا نہ مکمل آیا ہے	کوہ دوع کی گھاٹیوں سے	ہم بر صدا کا شکر واحد ہے	حک دمانگے داؤد مانگیں
اھا المبعوث فیتا	حدث مالا مالمطاع	نحن حراس من می القاد	یا حدی احمد ا من عباد
اؤں کو کھڑے ہے اچھے پڑت	ہو کر تبارک و تعالیٰ کا ساتھ آنا	ہم ہی مجاہد کی لڑکیاں ہیں	مقرر ہمارے کیسے اچھے ہو گئے

معبود اور صدیقین لکھن کی ترازو جی سے آپ بہت متاثر ہوئے۔ انکی طرف نگاہ تفتق اٹھا کر ارشاد فرمایا گیا۔ کیا حقیقتاً تم مجھے چاہتی ہو تب نے عرض کی۔ جی ہاں۔ ارشاد ہوا تو یاد رکھو میں بھی تمہیں دلی سے چاہتا ہوں۔

حضرت ابویوب انصاری کو کثیر رسالت حب اس مقام پر پہنچا جہاں مسیحی موبی موجود ہے اسی مقام سے ملا ہوا حضرت ابویوب کے گھر میں تیسام انصاری کا مکان تھا۔ یہ قبیلہ بنی نحر سے تھے شاید یقین کے ہجوم اور عقیدین کے اثر و حام سے یہاں قدم رکھنے کے لئے جگہ نہیں تھی ہر شخص رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی ہمانی کی شرفیابی کے لئے گرا پڑتا تھا۔ لیکن بقول اے ہذا اخلاص اللہ یوتیہ من لیسائے یہ اکا حص ہے حکو چاہے وہ عطا کرے۔ ابویوب انصاری کو اس شرف مخصوص کے عطا ہونے کی نسبت علماء صحابین نے مختلف ذرائع اور اسباب بتلائے ہیں۔

اکثر یہ کہتے ہیں کہ تصفیہ کے لئے قرعہ والا گیا اور ابیہن کے نام نکلا۔ اکثر کا یہ قول ہے کہ چونکہ ہر شخص اپنے گھر میں اوستا کا عمتنی تھا اس لئے آنحضرت صلی علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے نانہ کو چھوڑ دو وہ خدا کی طرف سے مامور ہے یہاں تک کہ حضرت ابویوب انصاری کے مکان کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ اس بنا پر آپ نے ابیہن کے گھر پر قیام فرمایا لیکن صحیح مسلم باب الحجرت میں ہے کہ جب لوگوں میں آپ کی میزبانی کے متعلق اختلاف ہوا تو آپ نے کہا کہ میں سی بخار کے ہاں اور تو کھاوتی عبدالمطاب کے مامون ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر ایسا کیا تھا حضرت ابویوب اسی حادثہ کے تھے امام بخاری نے تاریخ صغیر میں تصریح کی ہے کہ ابویوب کے گھر اور یہاں اسی قربت کی وجہ سے تھا۔ سیرۃ النبی ص ۲۴ حضرت ابویوب انصاری نے جس خلوص و عقیدت سے اپنے مقدس ہمان کی خدمت کی ہے وہ اپنی آپ شمال نامت ہوتی ہے۔ تاریخ ابن ہشام میں ہے۔

ابویوب مقل ہیں کہ حب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں مقیم ہوئے تو میں ایکو بالاحادیث راہ را جاہا لیکن آپ نے مستغنیہ کے خیال سے ہی کے حصص میں اقامت فرمائی۔ آخر کلا میں بھی محمود ہو گیا۔ اتفاق و راکے وقت یابی کا رت ٹوٹ گیا۔ ہم میاں بی بی فورا ابٹھے۔ اور صرف ایک ہی لحاف ہم لوگوں کے پاس ڈھونڈنے کو تھا اور سکو پالی پر ڈال کر بالکل پالی بند کر لیا اس خیال کہ پالی نیچے ٹیک کر لیا دے رسول کا ہامت نہو ابویوب کمال ہے جس کہ ہم دونوں وقت کما نا آپ کے لئے تیار کر کے خدمت میں حاضر کرتے تھے اور جو کچھ بیج رہتا تھا اور سکو ہم میاں بی بی ترگا کما لیتے تھے اور کس و کرت کے خیال سے جہاں جہاں آپ کے دست مبارک کا نشان معلوم ہوتا تھا وہاں وہاں ہم دونوں اپنا ہاتھ کما لے میں ڈالتے تھے۔

ابن ہشام۔ مصر ص ۱۸۶

حال ابویوب لما رآ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی بیتی یزل فی السفل واما وام ابویوب فی العلو فقلت لہ یا امی اللہ ما فی است وای الی لا کثرہ واعطوا ان کون فوقک وتکون تحتی ما طهرات تک فی العلو وینزل معی فتکون فی السفل فقال یا ابیابویوب ان اذق ما وسم یجش ما ان تکون معی لیت قال نکان رسول اللہ صلی علیہ وسلم فی سفلیہ وکما وقفہ فی المسکن فلقد انکسر جثت لما یدہ ماء فقیمت انا وام ابویوب فقطیعہ لما مالنا لھا و عیساھا فلتفت بہا الماء فھو ما ان یقطر علی رسول اللہ صلی علیہ وسلم شیء یمو حیہ قال فکما نضع لہ العشاء ثم سمع الیہ وادارہ علیہا فضلیہ یمیت انا وام ابویوب موضع یدہ فاکلنا ما یدہ فلتفتی بذلك الذکر



مسجد نبوی کی تعمیر مدینہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آغاز فرمایا

ایک مسجد کی تعمیر تھی۔ سات ہجرت تک ایک انصار کے افتادہ مکان میں جو کسی وقت میں مالک مکان کو حال و دل کی تہی کی جگہ تھی ہزار جماعت ہوا کرتی تھی لیکن یہ مقام عقیدت مندوں کے مصلح اور مردوں کی عبادت کے لئے کسی طریقہ سے موردن نہیں تھا حضرت

ابوایوب انصاری کے مکان سے ملی ہوئی انصار کی ایک رہیں تھی جو بہت زمانہ سے افتادہ پڑی ہوئی تھی اوسیں کچھ پرانی قبریں تھیں اور کچھ کچھ کے دھت تھے۔ اوسکی زمین سوائے کچھ رسکھلانے جانے کے اور کسی کام میں نہیں آتی تھی تہنستہ رسالت

نے اسی قطعہ زمین کو مسجود عالم ہونے کے لئے منتخب فرمایا۔ انصار کے ممتازین ملائے گئے اور اوس سے مدعا بیان کیا گیا۔ وہ فوراً ملا قیمت و معاوضہ نذر کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ آپ نے ملا قیمت لینے سے انکار کیا۔ چونکہ پہلے معلوم ہو چکا تھا کہ اسکے اصل مالک

قدیمہ انصار کے دو یتیم بچے ہیں لہذا اس دونوں یتیموں کو بلا یا گیا وہ دونوں بچے اور دونوں معادین عفرائ کی تولیت میں تھے۔ جب یہ دونوں لڑکے حاضر خدمت ہوئے اور اوس سے زمین کے لئے ارشاد کیا گیا تو انھوں نے بھی وہی حوالہ دیا کہ وہی معادین ہیں

خدمت کر چکے تھے لیکن جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملا قیمت لینے سے قطعی انکار کر دیا۔ بالآخر قیمت عدل طر مائی اور حضرت ابوایوب انصاری نے اپنے سرمایہ سے وہ قیمت طے کر دی۔ حدیث المسند بحوالہ صحیح بخاری و علی سرح بخاری جلد ۱ ص ۵۷۲ ردائی

حضور عمار بن یسارؓ احب زمین کا معاملہ بمصالح و مسابہت تمام ہو گیا تو جناب رسولی اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مسجود کی بنیاد ڈالی اور معمولی فردوروں کی طرح کام کرنے لگے تہنستہ عالم کی یہ عملی شاں دیکھ کر پھر کسی مسلمان کو اتنی

تاب کمان تھی کہ وہ اس سعادت سے سزاوارد نہ ہو۔ تمامی صحابہ ہمارے جن اور انصار عقید میں جس میں بڑے بڑے رؤسا و دولت مردان قابل بھی شامل تھے پھر بڑے اور کدال بیکر مور و ملخ کی طرح ٹوٹ پڑے۔ اور بستی کھودنے اور بھیکے کا کام کرنے لگے کیسی جاحص

عقیدت اور کامل ارادت کا منظر تھا جن مازیر و درجہ جہوں پر عہدہائے زریں ہوتی تھیں۔ وہ گرد و غبار سے اٹے تھے جس سردار وں کے سروں پر عمامائے قیمتی دیکھے جاتے تھے اون پر مٹی کو ڈھیلے ایک یرود و زمین میں رکتے ہوئے تھے اور وہ ہایت مفاخرت سے

اس ادنی خدمت کو معاد عظمیٰ سمجھ کر لطیف خاطر انجام دے رہے تھے یہ کیا تھا۔ اوسکی ہمتاں عقیدت اور لاجواب خلوص نسبت اس خدمت میں حضرت عمار بن یسارؓ سے زیادہ ممتاز تسلیم کیے گئے ہیں اس ہشام لکھتے ہیں۔

دکس سفیان بن عیینہ عن دکر یاعی الشعمی اول من بنی المسجد اعمار بن یاسر  
سفیان بن عیینہ دکر یاسر اور دکر یاسر امام تھی سے نقل کرنے ہیں کہ یہاں تک جسے  
سائے مسجد میں ہاتھ لگایا وہ عمار بن یسارؓ ہیں۔

ہم اس بر گوار کی خدمات جسکی نقل کو تسلی صاحب نے عمداً قلم نہ کر دیا ہے۔ امام قسطلانی سنن بخاری اور علامہ زر قانی کی مفصلہ ذیل عبارت مصدقہ سے نقل کرتے ہیں۔

وکان المسلمون یحملون لیسۃ لیسۃ وکان عمار بن یاسر یحمل  
لستین لیسۃ عنہ ولسۃ عن المصالح و قال لہ علیہ  
تمام مسلمان ایک ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار بن یسارؓ دو اینٹ  
ایک ایسے حصہ کی اور ایک جناب رسولی اصلم کے حصہ کی آنحضرت صلم نے

السلام بعد منی طہرہ و یقص التراب عندہ للباس حلہ  
ولک احزان واخرنا دل من اللہ بالشریۃ لک و تقناک  
الہدیۃ الداعیۃ و روی النجادی فی بعض لسیحہ و مسلم  
الترمذی و غیرہم مرفوعاً و یح عماراً قتلہ الہدیۃ الداعیۃ  
یلعو ہوا الی الحمد و یدلہ النادر - رتقان ص ۴۴

ہر گے - رتقانی ص ۴۴

اس کی بیٹی پر دست مبارک رکھا کہ اور گرد و چارہ چھڑا کر لڑائو و بابا کہ سکتے  
ایک خواب ہے اور تمہارے لئے دو خواب ہیں اور میں نے تیری آخری غلاؤ  
ہو گا اور بخاری نے ایسے بعض نسخوں میں ایک حکم ترمذی و غیرہ نے مناسبتاً  
لکھا ہے کہ آپ نے اس موقع پر بھی فرمایا تھا کہ تم کو قریب قتل کیجیگا وہاں  
حالیہ قوا و تحسین حسرت کی طرف ملتا ہوا ہو گا اور وہ لوگ جسے حور کی طرف ملاتے

اس اشارت ہویہ کے حصول سعادت کی توجیہ میں علامہ زرقانی کی حسب ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

لا یم علیہ السلام امتداع یقل تر علی الہم (الضحیۃ)  
فی العمل و یقول ہذا البیت لہم اللہ من راحة  
الہم لا احرار الاخرة خارج علی الاضداد و لہم احرار  
و حال علی من الی طالب لا یستوی من یعمر المساجد لہم  
یہما فاقہا و فاعادہ و من یری عن التراب حائلہ قال  
علی ذلك مطامیرہا کما ہو عادۃ الجماعۃ اذ احموا علی  
عمل و لیس ذلك طوعاً و عند البیہقی عن الحسن المثنی  
صلی علیہ السلام اعانہ اصحابہ و ہو معہم بتداول اللہ  
اعبر صدقہ و کان عثمان بن مطعون رجلاً متطعاً لہما و ہما  
عن توبۃ و اذ اوصعہا نقص کمہ و بطرائق توبہ فان اصحابہ  
شی من التراب نقصہ فنظر الیہ علی براس طائر لشد  
یقول لا یستوی الہم سمعہا عن ساس  
ابن یاسر جعل یزجر ہا و لا یرى من یغنی ہا و یزعمان نق  
بار سبیلہ لا یمن من تعرض و معہ حدیدہ فقال  
ولا عقر من ہما و حکاک سمعہ صلی اللہ علیہ و آلہ  
سلم و غصب فقہ قالوا لہما من یاسر لہ و غصب  
او تحاف ان ینزل علی ساقرا و فقال ارجعنا کما عصب  
اقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم مالی ولا  
اصحابک قال صلی علیہ و آلہ و سلم قال یویدون قتلہ

سائے مسجد نبوی پہلی ایٹ اٹھانیکے استلاحات بالکتاب صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم  
نے اپنی دست مبارک کی اس لئے کہ اوروں کیلئے تحریک و تحریک کا باعث ہو  
آیا ایٹ اٹھانیکے وقت عثمان بن رواحہ کا یہ شعر پڑھتے تھے  
یہ و زکار و ماحولہ انصاریر رحمہم اذ احرار آخرت و اصل راجعہ (غیاث  
و ما حضرت مسلم کہ سار حضرت علی نے یہ شعر نظم کر کے پڑھا اور اس کا کوئی ہنس  
خوشی نہ تھی اس ارادے سے کہ اوس میں کہنے بیٹے علی حیرت لائے اور  
خاک کی طرف ایسا میلان خاطر رکھو جناب علی رضی نے یہ اعتبار بالکل اس  
غرض خاص سے پڑھے تھے جیسا کہ عام طور پر کہ کام کرتے وقت دل تنگی  
کے لئے شعر پڑھتے تھے حال میں اس سے وہاں پ کی کسی طبع کی میں بھی پہنچی  
حسن بصری کے اسناد و لکھتے ہیں کہ جناب بالکتاب مسلم نے مسجد کی تعمیر و  
کی تمام صحابہ نے ایک ایک اوقات کی اور سب ایٹ ٹی و غیرہ ڈھونڈنے لگے اس  
سے اونکے سینے خاک سے آلودہ ہو گئے ایک صحابی عثمان بن مظعون مامی  
لے آئے پس بزرگ تھو کی مٹی اٹھانیا و الی سے مٹی یا گا را گا را پڑا اور وہ ان کا گرد  
میں ہر گیا انہوں نے اپنے کپڑوں کی طرف لڑکی اس خیال سے کہ مٹی کو کپڑے  
آلودہ تو نہیں ہو گئے جناب علی رضی نے ان کی طرف نظر نہ کیا اور نہ مرد کردہ الا  
یہا حضرت عمار سے اس کو یاد کر لیا اور پھر سے لگے عثمان بن مظعون کہ  
راگادہ سمجھو عمار سے کہا کہ میں تمہاری تعریف کو خوب بختا ہوں ان کو کہ  
میں اس وقت ایک لڑکے کا عصا اٹھاؤ و دکھلا کر عمار سے کہنے لگے کہ اگر تم

لَمَّا لَمَعَتْ لَمْحَةٌ عَلَى السَّيِّدِ فَاحْدَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِدَّةَ وَطَافَ بِهِ الْمَسْجِدَ وَ  
 حَلَّ بِمَسْجِدِ وَفَرَّقَهُ وَيَقُولُ يَا سَمِيَّةُ لَيْسَ  
 بِالَّذِينَ لَيْسُوا بِالَّذِينَ يَقْتُلُونَكَ تَقْتُلُكَ اللَّهُمَّ الْعَامِيَّةُ  
 رَدَقَانِ ۱ ص ۲۴۳

ایسی تعریف کہ یہ بڑا لوگ تو میں اسے تمہارے موہنے پر دے مارو گا۔ جناب  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ علیہ والہ وسلم نے اس ایسا سحت رسم ہوئے۔ یہ دیکھ کر  
 لوگ عمار سے کہنے لگے کہ دیکھو آنحضرت صحت سے بچا ہو گئے قریب ہے کہ  
 تمہاری سال میں کوئی قرآن کی آیت مارل ہو۔ عمار نے جواب دیا کوئی  
 مصافقہ میں بین آپ کے قصہ یہ بھی راضی ہوں یہ نہ سکر عمار نے

دیکھا کہ عرص کی یا رسول اللہ آپ کے اصحاب میرے پیچھے چلے گئے ہیں ارشاد ہوا کیسے ۶۹ ص کی دہائیے ہوتے ہیں کہ مجھے مار ڈالیں آپ تو ایک  
 ایک ایٹ اوٹھاتے ہیں ارجمیر و دو وائیں لا دیتے ہیں یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے عمار کا ہاتھ تھام لیا۔ عمار مسی کاٹا  
 کر آیا۔ اپنے ہاتھوں سے اکی گردھاری اور اتراد و مر یا ماں سمیہ یہ لوگ تمہیں قتل میں کرینگے۔ تم کو تو ایک فرقہ عامی قتل کرینگا۔  
 اسی کا خلاصہ تاریخ اس ہشام میں ان الفاظ کے ساتھ درج ہے۔

فاحْدَرَ هَا (استعد على ابن ابى طالب) عمار بن يافع  
 من قس حاحلما أكثر من رجل من اصحاب رسول الله  
 صلى الله عليه وآله وسلم انه اعمى عرسه وقال  
 رجل منهم ما من سبيته والله انى لى لى ساعرض  
 هذا العصالا نكث قال وفى يده عصا قال فعصب  
 رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حرق قال فالحق  
 ولعمارة يذعوهم الى الجنة ويدعوهم الى الدار عمار  
 احلدة ما بن عيسى والنهى فاد ابلغ ذلك من الرجل  
 علم لى سيق واحتمية ص ۱۶۹ ح ۱ مطبوعه مصر

سماس یا سرے ان استعد علی بن ابی طالب کہ یاد کر لیا اور اس کو پڑھنے  
 لگے۔ اصحاب رسول اللہ صلعم میں سے اکثر لوگوں کو یہ استعد کہ جیال ہوا کہ  
 عمار ہم پر تعریف کرتے ہیں ہمیں سے ایک شخص اول اوٹھا کہ اس سمیہ  
 قسم خدا کی میں تمہارے اس تعریف کو سمجھتا ہوں اور اس کا جواب یہ کہ  
 عصا تمہاری ماک یر دے مارو دن اس وقت اس کے ہاتھ میں عصا موجود تھا  
 حساب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم یہ سکرست تھا ہوئے اور لوگوں سے کہنے  
 لگے کہ تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے پھر عمار سے ارشاد فرمایا کہ تم کو کت کی طرف  
 ملاؤ گے اور یہ تمہیں وورخ کی طرف ملائیں گے تحقیق کہ عمار میں یا سریری  
 آنکوں اور سریری مال کے درمیان کی حلیہ ہے۔ حساب کا یہ ارشاد لوگوں نے

سدا تو بیکر کسی نے سفت میں کی اور میں نے اعتنا اختیار کیا۔

### محبت شیرازی اسکے متعلق مروضہ الاحباب میں یہ عمارت قلمبند کرتے ہیں۔

عمار یا سر میں رحرا یا دگرفت ارباں علی مرتضیٰ کرم اللہ  
 وجہ تسمتہ کی تیسر و میخو اند یکے از صحبا نہت سہ بود کار  
 میگویند پنداشت کہ عمار تعریف سے بے میکن بعضی وقت  
 و عصائے و درست داشت گفت اے عمار جا ہوتی میو  
 والا ترا میں عصا ہر نمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم تیسر

عمار یا سر نے حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کا یہ رحرا یا د کر لیا ایٹ اوٹھاتے تھے  
 اور یہ استعد پڑھتے جاتے تھے۔ صحابہ میں ایک شخص بیٹھا تھا اور کلام  
 میں کرتا تھا اور اس نے جیال کیا کہ عمار ہم پر تعریف کرتے ہیں اس کو  
 عصا آیا۔ اس کے ہاتھ میں اس وقت عصا موجود تھا عصا دیکھا کہ  
 عمار سے کہنے لگے یہ چوب رہو نہیں تو اسی عصا سے تمہاری ناک

کہ آں مروا عماران سخن گفت و نمود عمار ہر دو دیدہ من است بچکس  
نموا و از نردون و در صحیح بخاری مری است کہ یا راں و از نردون  
حتت میکتند یک مک و عمار دو و حشت بر میداشت  
روایتیست کہ یک حشت از قبل خود یک از قبل پیغمبر صلی اللہ علیہ  
علیہ وآلہ وسلم و اسر فرحاک از سر و یک میکرو و پیغمبر و حج  
یا عمار ثقلة العتلة الماحية يدحسوه الى الحيلة ويلي  
الى الساقطال عمار الخو يا الله من العن روضه الاحباب  
مطوبه لکرمه و لعل

۲ مطوبہ لکرمه و لعل

جناب عمار یا سر کی تفصیل احوال سے جو کہ کتابی صاحب کے عقاید کی غلط فہمیوں کا افسانہ تھا اسلئے اسے دفتر سمعی  
سبحانہ قلم انداز فرمایا گیا۔ مہین معلوم اس موقع پر بخاری صاحب کی تقلید سے کون دست برداری اختیار کی گئی تھی حضرت  
ابو یوسف کے حالات میں تو بخاری صاحب کی ہر خبریات کی نقل قلمبند کی گئی تھی لیکن یہ واقعہ باوجودیکہ اوسی صحیح بخاری میں  
ایک سے زیاہ تمام بیرون ہوئے کیوں نہیں لکھا گیا۔ آخر اس کا کوئی سبب ہے، وہی ہے جو اور بیرون لکھ چکے ہیں  
ادراج مطہرات کے لئے حضرت عمار بن یاسر کی تفصیل حدیث کو حتم کر کے ہم اسے آئندہ سلسلہ بیان پر آجاتے ہیں۔

مکانات کی قیام مسجد نبوی کا کام اسی سرگرمی اور استعداد سے برابر جاری رہا۔ سات مہینوں میں مسجد اور اذراج  
مطہرات کے مکانات تیار ہو گئے۔ مسجد نبوی اور حرم مصطفوی کی عمارتیں، اونکی ساخت اور اونکی شکل و صورت عمارت  
کے اعتبار سے کسی تھی۔ ہم اسکو شبلی صاحب کے الفاظ میں حسب ذیل بیان کرتے ہیں۔

پہلی مہترم کے مکانات سے مری، اسناد کی سادگی کی تصویر تھی۔ یعنی کچی اینٹوں کی دیواریں، مرگ خرم کے چھپر  
کچھر کے ستون تھے۔ قیامت المقدس کی طرف دکھا گیا لیکن جب قلعہ بدل کر کعبہ کی طرف بدل گیا تو سنانی جانب ایک  
دروازہ بنایا گیا کہ دروازہ کی طرف تھامنا میں کچھ بیرونی تھی۔ ایک دو بیرونی مہترم کے لئے آئے تو کنگریاں لٹی  
آئے اور اپنی اپنی تسکنا گاہ پر پہنچ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لیسہ دروازہ اور سنگریوں کا فرش بنوا دیا۔

مسجد کے سرے پر ایک مستطیل دروازہ تھا جو صُفْہہ کہلاتا تھا۔ یہ اول لوگوں کے لیے تھا جو اسلام لائے تھے اور  
گھر بار میں لے جاتے تھے۔

مسجد نبوی جب تیار ہو گئی تو مسجد سے متصل ہی آپ نے اذراج مطہرات کے لئے مکانات بنوائے اور اسوقت  
تک حضرت مسودہ اور حضرت عائشہ کاح میں آچکی تھیں اسلئے وہی حجرے بنے جب اذراج آج آگئی تھیں تو اذراج مکانات بنے  
گئے یہ مکانات کچی اینٹوں کے تھے ان میں سے پانچ کچھو کی اینٹوں سے بنے تھے جو حجرے استون کے تھے اونکے اندرونی حجرے

سختی بیٹوں کے تھے ترتیب یہ تھی کہ حضرت ام سلمہ ام حبیبہؓ مذہبِ تجوید یہ میمونہ اور ربیعہؓ حش کے مرکبات شامی جانب تھے۔ اور حضرت عائشہؓ بقیعہ اور تودہ مقابل جانب تھیں۔

یہ مرکبات مسجد سے استقر مقبل تھے کہ آپؐ میں اعتکاف میں ہوتے تو مسجد سے سر کمال دیتے اور اراج مطہرات گھر میں بیٹھے آپ کے مال و ہود بیٹھیں۔ یہ مرکبات حجہ سات سات ہاتھ جوڑے اور دس دس ہاتھ لائے تھے بھیت اتنی اونچی تھی کہ آدمی کھڑے ہو کر بھٹ چھو لیتا تھا۔ دروازوں کی کھیل کا یہ دروازہ ہوتا تھا۔ راتوں کو چراغ تین چار تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں یہ میں حوالہ قرار دیتے تھے اور بن سعد بن عبادہ سعد بن معاذ عمار بن خرم اور ابو ایوبؓ رئیس اور دو نمند تھے یہ لوگ آنحضرت صلی علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ بھیج دیا کرتے تھے اور اسی پر آپؐ اسکر لیتے تھے سعد بن عبادہ نے اترام کیا تھا کہ رات کے کھانے پر ہمیشہ اسے بان سے ایک بڑا مادہ بھیجی کرتے تھے جس میں کبھی سالن بھی دودھ اور کبھی گھی ہوا کرتا تھا سیرۃ النبی ص ۲۶

ایجاد اداں | مسجد نبویؐ میں تیار ہو گئی۔ اور یا نچوں وقتوں کی نمازین جماعت سے طے ہی جائے لیں لیکں جو کما اعلان نماز کا آئنگ کوئی ناقاعدہ انتظام میں نہ اس لئے لوگ آگے پیچھے آیا کرتے تھے جو حشوت گیا اور اس نے نماز پر بیعتیہ ہوتا تھا کہ جماعت کی نماز پر بیٹے والوں کی تعداد و دست کم ہوتی تھی اور قوادہ نماز پر بیٹے والے کثیر التعداد ہوتے تھے۔ اسلام نے چونکہ عبادت الہی کے تمام سخیہ طریقوں میں اجتماع و اتحاد کے اصول کو مد نظر رکھا ہے اسلئے یہ لفظ ویرا گدگی طبع و کلام کی نایاب مدیرگی کا باعث ہوئی تمام مسلمانوں کو اس سائرس میں بیک وقت آئے اور بیک مارا جماعت نماز پر بیٹے کے سہل اور عام ہے بطریقہ اعلان وقت جاری فرمانے کی تجویز دہانی گئی۔ جو پہلے ہی سے ایمانے مثبت اور متناہر قدرت ثابت ہو چکا تھا اور جس سے اس قدر قدرت کا نفاذ و آراء عمارت مسجد کی تکمیل تک نہ ہوا تھا اس نیکو ایک دن حضرت بلالؓ کو بلایا گیا۔ اذان کے ارکان تعلیم کئے گئے اور ارشاد فرمایا گیا کہ آج سے ہر روز کے وقت اسی طرح مار کا اعلان کیا جاوے گا کہ اذان اور تکبیر نماز جماعت ادا کر لے کے لئے مسجد میں چلا آئے۔ اتفاق سے عبداللہ بن زید صحابی اوس وقت بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے عرض کی کہ چند روز قبل میں نے خواب میں بھی یہی طریقہ اذان دیکھا ہے اسی دن سے اذان کا طریقہ جو حققتا وقت مار کا اصلی اعلان ہے جاری اور تقام ہو گیا۔

واقعات شاہی اور حقیقت ایستدہ۔ اس آگے چل کر اس سادے واقعہ میں حبیبی رنگ آمیز مانی کی گین وہ بی صاحب کے الفاظ میں حسب ذیل بیان کی جاتی ہیں۔

اس وقت تک کسی خاص علامت سے لگتی دہر سے نماز جماعت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ لوگ آگے پیچھے آتے اور جہس وقت آنا نماز پر لیتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بدہ تھا۔ آپ نے ارادہ فرمایا کہ جو لوگ مقرر کے حابین جو وقت ہو لوگوں کو گھروں سے بلال دین لیکن اس میں رحمت بھی صحابہ کو بلا کر مشورہ کیا۔ لوگوں نے مختلف راہیں دیں کسی نے کہا نماز کو وقت مسجد پر ایک علم

کھڑا کر دیا جائے لوگ دیکھ کر آتے حائین گے آپ سے یہ طریقہ بھی ناپسند فرمایا۔ عیسائیوں اور یہودیوں کے ہاں اعلان نماز کے جو طریقہ ہیں وہ بھی عرصہ کئے گئے۔ لیکن آپ نے حضرت عمرؓ کی رائے پسند کی اور حضرت ملال کو حکم دیا کہ اذان دین۔ اس سے ایک طرف تو نماز کی اطلاع عام ہو جاتی تھی۔ دوسرے دن میں یا پنج مرتبہ دعوت اسلام کا اعلان ہو جاتا تھا۔ صحاح ستہ کی بعض کتابوں میں ہے کہ اذان کی تجویز عبداللہ بن زید نے پیش کی تھی۔ جو اونٹوں نے خواب میں دیکھی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو بھی جواب میں توارد ہوا لیکن صحیح بخاری کی روایت کے مقابلہ میں کسی کو ترجیح نہیں دی جاسکتی ہے بخاری میں مندرج ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بوق اور ناقوس کی تجویزیں پیش کی گئیں لیکن حضرت عمرؓ نے اذان کی تجویز پیش کی اور آپ نے اسی کے موافق حضرت ملال کو بلا کر اذان کا حکم دیا۔ خواب کا ذکر نہیں۔ سیرۃ النبی ص ۲۰۷

واقعیت تو اتنی ہی تھی جسکو ہم ابتدائیں لکھ کر دیکھا چکے اب تبلی صاحب اور بخاری صاحب اپنی اپنی صورت ہاؤ خلا سے اس واقعہ کو جس شکل و انداز میں چاہیں بدل دیں۔ لیکن حقیقت سناں حضرت ان قلم کار یوں کو خوب جانتے ہیں۔ بہر طور یکہ خواہی جامعی پوشش ہوں انداز قدر موزون شائے۔ ابھی ابھی واقعہ ہجرت میں عیسیٰ حبیبی قلم کار یاں کی گئیں ہیں اور انکی حقیقت کا پورا انکشاف کر دیا گیا ہے۔ اون میں اگر حضرت ابوبکرؓ کے حصائص قائم کر نیکی ضرورت لاحق تھی تو اس واقعہ میں حضرت عمرؓ کی اصابت رائے کی سیاد کو بھی اور تقلید اسلاف اور استغناء عقاید کے اعتبار سے ان امور کی ابتدا آغاز اسلام کے انھیں واقعات کی ہدایت ضروری تھی۔ نہیں تو ان خصوصیات کی قدامت میں نقص واقع ہوتا۔ یہی وہ صورتیں تھیں جنہوں نے ان واقعات میں ان موضوعات و مضامین کے دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے ہیں۔ واقعات ہجرت میں حضرت ابوبکرؓ کے حصائص داخل کئے ہیں اور واقعات اذان میں حضرت عمرؓ کے خصوصیات شامل کر دیے گئے ہیں حالانکہ حقیقت کی تلاش کی جائے تو معلوم ہو جائے کہ ان خارجی مداخلت کو حقیقت و واقعیت سے کوئی واسطہ نہیں۔

شلی صاحب کی زور قرائتیں تو بخاری صاحب تک ختم ہے اور حقیقتاً سوائے امام بخاری کے نہ انکے لئے کوئی وسیلہ اور نہ کوئی حیلہ۔ اسوجہ سے عنوان کتاب ہی سے اول کا واسن تھا لگایا ہے اور میان ہی صاف صاف لفظوں میں لکھ دیا گیا ہے جب اس اعتراف کے ساتھ کہ صحاح کی اور کتابوں نے بخاری کے خلاف اس واقعہ کو بیان کیا ہے یہ حکماء فیصلہ کیا تھا

ہے کہ بخاری کے مقابلہ میں کسی کو ترجیح نہیں دیا جاسکتی تو آپ سے حقیقت نگاری اور صداقت بیانی کی کیا توقع کی جاسکتی ہے اب نہیں معلوم کہ اس موقع پر دونوں مختلف مرویات کے رجال و رواۃ کی تنقید سے کیوں کام نہیں لیا گیا کہ دونوں کے ضعف و استحکام کی حقیقت کھل جاتی۔ لیکن تسلی صاحب ایسے کیا ہیں جو اس مقام تحقیق رجال سے کام لیں گے وہ تو ایسی اور بخاری صاحب کی ظاہری شہرت اور مائیتی جامعیت سے عوام کو مروج بنایا جاتے ہیں لیکن حقیقت میں اور اصل واقعہ و تفصیلاً حضرت نہ ان ترکیبوں سے اثر پذیر ہوئے ہیں۔ اور نہ ہو سکتے ہیں۔ اس واقعہ کی حقیقت کا کامل انکشاف علامہ احمد بن حنبلؓ قسطلانی۔ سنن بخاری مشہور ہیں۔ اسے کتاب مواہب لدنیہ میں نثری قرائح حوصلگی سے کر دیا ہے ہم اہل علم صحاح ستہ کی بعض کتابوں میں جو کہ اذان کی تجویز عبداللہ بن زید نے پیش کی تھی جو اونٹوں نے خواب میں دیکھی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت

کو بھی جواب میں توارد ہوا لیکن صحیح بخاری کی روایت کے مقابلہ میں کسی کو ترجیح نہیں دیا جاسکتی





الوسیط للعراقی راہ نصیحت عشرین حلال و عبادۃ الخلی  
فی ترجیح النکحۃ اربعۃ عشر و فی سیرۃ المعطانی ان  
لاک من صنف من الاصناف قال الحافظ المصلح بن حجر  
فی فتح الماری لا ینت تمی من دلت الالہام للہ  
من بید و قصۃ عمر جاء فی بعض الطرق۔

در کتابی مستخرج مواہب لدنیہ ص ۴۵۴

اس حالت حاصل میں داخل مسمی ہوئے کہ ادبی روایات میں کچھ جاتی  
تھی جناب ابوہریرہ صلعم سے عرض کی کہ تم اس حدیث کی جس نے آپ کو نبی  
کے ساتھ معیت فرمایا ہے میں نے بھی جواب میں ایسا ہی دیکھا ہے اور  
طرائف کی کچھ اوسط میں مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہ بھی جواب میں ایسا ہی دیا  
تھا اور امام بخاری کی اسناد سے لے کر اس حدیث کے دوس آدمیوں سے زیادہ  
لوگوں نے ایسے ہی خواب دیکھے تھے اور علامہ حلی تشریح تنبیہ میں  
لکھتے ہیں کہ اس چودہ آدمی ایسے ہی جواب کے مدعی ہوئے ہیں اور سیرۃ معطلانی میں ہے کہ ان کا قصہ بعض طرف میں آیا ہے۔

کیا اور حقائق اس شخص کی تحقیق میں صرف عبداللہ بن زید کی روایت ثابت ہے اور حضرت عمر کا قصہ بعض طرف میں آیا ہے۔  
- تاہم بدینہ سطلانی کی مرقومہ بالا عبارت نے حقیقت کا پورا انکشاف کر دیا اور سوائے عبداللہ بن زید کے جواب کی  
چھٹن اتفاق طور پر واقع ہوا تھا سب کو بے اصل ثابت کر دیا حضرت عمر کی ماقالت کو جسے بخاری صاحب نے خواہ مخواہ عبداللہ  
بن زید کے واقعہ پر ترجیح دی تھی چاہی ہے۔ اس کی حقیقت و حثیت بھی خود انھیں کے شارح احاطان حج کی عمارت و طاقوت  
حسب نسبت و ہدف بلکہ بعض طرق میں اس کے خواب کا بھی ذکر لگایا ہے اور کوئی وزن و اہمیت نہیں دیتے۔

بخاری صاحب کی طرح طرائف صاحب نے بھی محرم اوسط میں حضرت ابوہریرہ کے شامل کر دینے کی کبھی کوشش کی تھی۔  
کیونکہ ان کی خوش عقیدگی کی نظر فاضل و معضول کی دلیل اور وقوع خلافت کی ترتیب کی طرف منطقت ہوئی تھی۔ ان  
حقیقہ نمونہ اصناف کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس سلسلہ اوخل فی بدہ الاذان میں پھر تو یہاں تک ترقی ہوئی کہ صرف انصاف میں معاد  
سے لیکر ہجرات المم ترکلی دس آدمیوں سے زیادہ اور برہانیت علامہ حلی چودہ آدمی اس کے شرف ادبیت کے مدعی ہوئے امور  
تخصیص کو خواہ مخواہ معمول کے اصول پر قیاس کے طریقہ میں داخل کرنے سے یہی مقاصد پیدا ہوئے تھے۔

چنانچہ اردن کے ان طواریک نے یہاں لکھا کہ اس کا ذکر کر کے اس کا نام اس کو فتح الباری میں لکھ دینا پڑا۔

ولا ینت تمی من دلت الالہام للہ بن زید | اسوائے عبداللہ بن زید اور کسی کیلئے بھی ان میں سے کوئی نئے بات میں ہوتی  
اس قول سے پہلے صاحب کا یہ حکم کہ فی حدیث کہ بقابلہ روایت بخاری اور کسی کی روایت قابل اعتدال نہیں کہاں گیا۔

جب بنات خاصہ صحیح بخاری اصل روایت بخاری کی محمولیت اس رد و رد شوریہ سے ثابت کر رہے ہیں اور حضرت عمر  
کے قصہ کے بارے میں لکھتے ہیں تو اس کا بعض طرق میں اس کا ذکر آیا ہے۔

جو صورت حال حضرت عمر کی داستان خواب کی محدثی و بانی مسند امام بن حنبل کے اسناد سے لکھی گئی ہے  
وہ صاف صاف بتا رہی ہے کہ اگر بغرض مجال انکا قصہ خواب بھی صحیح مان لیا جاوے تو مشتے نور از جنگ کی صورت لکھا  
کیونکہ عبداللہ بن زید اور معاد دونوں کے بعد لکھا گیا تھا کہ وہ لکھے ہیں۔ اس صورت میں پہلی صاحب کا یہ دعویٰ کہ وہ

حضرت عمر اکمل صحیح ہے کہ نہ کہ وہ صحیح بخاری میں داخل ہے اور ضاحیح بخاری امام غزالی کا یہ آخر حصہ کہ سوائے عبد اللہ بن مسعود کے خواب کے اور کسی کے خواب دیکھنے کا واقعہ ثابت ہی نہیں محققین و مصنفین زمانہ کی نگاہوں سے اب پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ وہ حضرات خود بھی تسلیم کر لیں کہ کس کے قول میں حقیقت ہے اور کس کی رائے میں حاسد یا داندہ اضافات کا ذخیرہ ہے۔

ان تمام اضافات کا جو اصل مدعا ہے وہ ہم اپنی تہمدی عبارت میں اور لکھ چکے ہیں۔ یہ سب اصول عقائد کے استحکام کی غلط کوششوں کے نتیجے میں حکمی امتداد یا اذعان کے متعلق حضرت عمر کے اوصاف اضافی سے کی گئی ہے اور اگرچہ عکاسی ماراغت میں اتنی ترقی کی گئی ہے کہ (نعمہ اللہ) رسول وحی کو بھی آپ ہی کی منسورات اور تجویز و رائے بحمولہ و موقوف ٹھہرایا گیا ہے جبکہ ہم اس کے خاص مقام تفضیل سے بیان کرینگے۔

اب اس بحث کے متعلق کچھ حکم ازما کی اصل حقیقت و کلام دینی باقی ہے وہ علامہ رفقانی کی ربانی حسب ذیل ہے

فی قوله عليه السلام انها الرؤيا حق ضرعي حكوا لا عا  
عليها وهل كان ذلك عن محي من الله ام لا  
لانه صلى الله عليه وآله وسلم قد ايدى ليلة الاخر  
فروى الدلائل في مسنده عن علي بن ابي طالب قال  
لما اراد الله ان يعلم رسول الله ادا حاض حديث  
لدا انه يقال له المراق حركها عني اني الحيا الذي يله  
الرحم عينا هو كذا لك اذ خرج ملك من الحيا فقال  
ما حربي من هذا قال والذى نعت في الحق ما نحن  
ان لا قريب الخلق مكانا وان هذا الملك ما ائتمه صد  
خلقت قبل ساعتي هذه فقال الملك الله اكبر  
من وراء الحجاب صدق عبدى اناك اكراما اكبر كره  
الاداء وقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم من الوحي فله  
ناحو اكراما ان الى المدينة واداء اعلام الناس  
بوقت الصلوة قلت الوحي حق راعي عبد الله فله  
انواعا وقت ما راي صلعم فله قال اها الوحي  
الحق ان شاء الله

درخانی ج ۱ ص ۲۵۵

یہاں رسول خدا صلعم کو ادا ان کا طالع بتلائے حضرت حزقیل لایا لیکر اور فرمایا کہ رات کو آپ کو خواب قدس تک لینگے وہاں آپے ایک درخت کو دیکر حضرت حزقیل نے فرمایا کہ یہ کون ہے حزقیل نے جواب دیا یہ مجھے یاد ہے مقرب الہی ہے اور قسم اس خدا کی جس پر آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے اس وقت خلعت پہن کر آج تک سوائے اس وقت کہ اس کو نہیں دیکھا ہے یہ سکر اس ملک نے کہا اللہ اکبر لکھ کر صحابہ قدس سرہ و کرامات پیدا ہوئی کہ یہ سکر سچ کہتا ہے میں اگر ہوں میں اگر ہوں اسی طرح اس وقت نے تمام اداں کو اکران میں اور ہر صاحب قدس سرہ کے تصدیق و اجماع سے پہلے ہوئی۔ امام غزالی نے جو درختہ الاناف کہتے ہیں کہ پہلے ترکیب احوال کا ترجمہ وحی نازل ہو رہا تھا قوی الاسناد و تکریم حکم کا قیام وہی ترک اٹھا کر کہا گیا یعنی اس وقت اس کا آخر الموتی رہا یہ بیان اگر تمام اہل اسلام کو وقت نماز و مطالعہ عروج

جاری فرمایا گیا۔ یہاں تک کہ محمد اللہ نے خواب میں دیکھا اور آپ سے بیان کیا اور اسی سبب آپ نے اونکی جواب کی تصدیق فرمائی اور اس کو کیا تھا  
جواب برقی اور صحیح ہے۔

انجی مرقومہ بالا عبارت سے معصیل طور پر اترے اذان کی حقیقت کا انکشاف ہو گیا اور رات ہو گیا کہ مثل ہمارے غلو کے  
اذان کی تعلیم بھی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بغیر یہ وحی پہونچائی گئی تھی۔ انہیں کسی کی رائے و دستور کو دخل نہیں تھا لیکن  
آپ نے جیسا کہ امام سیوطی لکھتے ہیں تا حصول اطمینان اعلان حکم اذان کو مناسب وقت اور مصلحت نہ سمجھا تا ایک قیام مدینہ  
میں تعمیر مسجد کی تکمیل کے بعد آپ نے اسکے تقاضا و اجرا کو ضروری سمجھ کر صحابہ سے اس کا ذکر فرمایا پھر شخص نے اپنی مقدار عقل کو مطابق  
جواب دیا۔ انجین جواب دینے والوں میں عبداللہ بن زید نے اپنے خواب کا بھی ذکر کیا جو حسن اتفاق سے تعلیم وحی کو موافق تھا  
اس لئے ان کے خواب کی تصدیق فرمائی گئی۔ اسی دن سے حکم وحی کے مطابق حضرت ملا ل کو اذان دینے کا حکم دیا گیا جو  
اس وقت تک جاری ہے۔

علماء محدثین کی جانیداریوں اور طرح طرح کی قلم کاروں نے اس کو کمان سے کمان پہونچا دیا۔ گویا رسول اللہ صلعم  
اس وقت تک ارکان اذان سے واقف نہ تھے یہ تو بالکل صحابہ کی مشورت و تعلیم تھی جس نے رسول اللہ صلعم کو اذان کی ترکیب  
اور اس کے اجرا کی ضرورت بتلائی۔ ہم اپنے دیباچہ کتاب میں لکھ آئے ہیں کہ رسالت صحابیت اور خلافت کا ایک مقدمہ تیار کیا گیا  
ہے اور اس سے زیادہ نہیں۔ چنانچہ یہ تمام موضوعات انجین جھانڈ کے میا دی پتھر میں جو ابتداء رسالت کے ساتھ ساتھ  
کہے جاتے ہیں۔

شعاعی صاحب نے باوجود اتنی وسیع النظری کے جو من الالف امام سیوطی کی اس عبارت کو جسے وہ اپنے دیباچہ  
معتزین سیرت ٹیپلر چکے ہیں کیونکہ لکھا حقیقت یہ ہے کہ شعاعی صاحب کو اسکے استناد و نقل میں یکبارہ درجہ ریاں ملتیں لگتی ہیں  
اول تو یہ کہ اس کا اندراج ان تمام مصنوعات کی حقیقت کا انکشاف کر دیتا۔ دوسری یہ کہ چونکہ اس تفصیل میں انصرت صلعم کے  
معارف و حاسیت کا ذکر تھا۔ اس کی نقل آپ کے فلسفہ تاریخ کے موضوع کے خلاف واقع ہوتی تھی اس بنا پر وہ تو ظہور  
سوا اسکا موضوع القلم کر دیا آپ کیلئے ضرور تھا۔ لیکن یا اینہ مشعلی صاحب کو اسکا خیال نہ آیا کہ وہ سیرۃ النبی لکھ رہے ہیں کسی علمی  
آج کی سوانح عمری کہیں اسلئے اسکے حالات و واقعات میں علی الاکثر رو حاسیت کا اظہار اور قرآنیت کا اقرار کئے بغیر نہیں کام چل سکتا  
چونکہ واقعات مذکورہ بالا نے اس لئے اذان کو تعلیم و حاسیت ہی کے دربیہ سے ثابت کر دیا ہے اسلئے بھی رو حاسیت نہیں  
فلسفہ اذان ہے اور وہی اسکی تاریخ کا فلسفہ یقین کیا جائیگا۔

مہاجرین و انصار کے درمیان | مہاجرین جس مصیبت اور پریشانی میں مکہ سے نکل کر مدینہ پہونچے تھے وہ ظاہر ہے۔ وہ غریب اپنی  
صیہ اخوت | جانوں کے سوا کچھ بھی اپنے ہمراہ نہیں لائے تھے۔ جو کچھ بھی سہاویہ تھا وہ گھر چھوڑ آئے تھے کھانا  
قریب سے جا کر چلے آئے یہی تمام دنیا کی دولت تھی۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مہاجرین حقیقتاً کوئی بہت بڑی خوشحال اور دولت مند  
قوم تو تھی ہی نہیں علی الاکثر ادین مفلوک الحال تھے اور دار۔ مگر یا اینہہ انہیں بعض بہتول بھی تھے اور خوشحال بھی لیکن لکھ

ہجرت کرتے وقت اونہم البسی بے بسی کیا عالم طاری تھا کہ وہ بیک بنی دو دو پیش گھر سے کل کرادر تریق سے جاں بجا کر رہنے چلے آئے کے سوا اور سوقت کچھ بھی نہ کر سکے۔ اس لئے حب وہ مدینہ میں پہنچے لوگوں کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ انصار کی قیامی اور مہمان باری وادی تمام ضرورتوں کی کفیل تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تہ ریف آوری تکلیفیں یا یا لیں مہمانوں کے لئے تھے اور سب کے سب بیکان انصار کے مہمان تھے اور اس کسادہ دلی اور فراخ جوشگلی کے ساتھ انصار اور ان کی خدمت کرتے تھے کہ ان غریب الوطنوں کو گھر کا لطف آتا تھا۔

صحابہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تہ ریف آوری کے وقت حب ان حضرات کو دیکھا تو اوکو کو کہہ دئے یا یا یہاں خوشحال پایا لیکن یا یا یہ سب سے دُعا عالم نے اتحاد دینی اور اتفاق ایمانی کے اصول سے اس ضیافت و مہمانی کو تفریق اتروانی کے مضبوط رستہ وحدت و یکجہتی میں منسلک فرمادیا۔

ابن ہشام اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ عہد موافقہ کا انتظام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعمیر مسجد کے بعد فرمایا اور اس میں مالک مکان میں مہاجرین و انصار کو جمع فرما کر ماہانہ احوت کا سبب جاری فرمایا۔ ان ہشت امنے ان لوگوں کی طویل تفصیل فرماتے ملتی ہے۔ شبلی صاحب نے اس کا خلاصہ کر کے مشاہیر مہاجرین و انصار کے نام لکھ دیے ہیں اور انھیں کے مفصلہ ذیلی خلاصہ و انتخاب کو نقل کر دیتے ہیں

نام مہاجر	نام انصار
حضرت عمرؓ	عتبان بن مالکؓ
ابو عبیدہ حبشہؓ	سعد بن معاذؓ
مصعب ابن عمیرؓ	ابو ایوب انصاریؓ
ابو زرعہ غسانیؓ	منذر بن عسیرؓ
حضرت بلالؓ	ابو ریحہؓ
سعید بن زیدؓ	انی بن کعبؓ

نام مہاجر	نام انصار
حضرت ابوبکرؓ	خارجہ بن زیدؓ
حضرت عثمانؓ	اوس بن ثابتؓ
زبیر بن عوامؓ	سلامہ بن قیسؓ
عمار بن یاسرؓ	حذیفہ بن یمانؓ
سلمان الفارسیؓ	ابو درداءؓ
ابو صدیقؓ	عبد بن بشرؓ

موافقات کا رشتہ بطور ایک عارضی ضرورت کے لئے قائم کیا گیا تھا کہ خانان مہاجرین کا چند روزہ انتظام ہو جائے لیکن حقیقت عظیم الشان اعراض اسلام کی تکمیل کا سامان تھا۔ سیرۃ النبیؐ

شبلی صاحب نے حسب العادت جب اسکی تفصیل بخاری شریف میں نہیں پائی تو بالآخر مجبور ہو کر تاریخ ابن ہشام کے انتخاب پر عمل پیرا ہوئے۔ اور یہ ذکر کرنا ہوتا ہے تاریخ دسیر کے خاص موضوع پر کتاب لکھ رہے تھے۔ اگر اسوقت تقلید بخاری مد نظر رکھتے تھے۔ تو باریکی حقیقت سے ایک عظیم الشان واقعہ اسلامی کا سراپا سقوط ہوا تھا۔ اس مخدوری پر تو طری دیر کے لئے صحیح بخاری بند کر دی گئی جس میں معلوم مولوی صاحب کا وہ اصول کہ سیرۃ تاریخ کی کتابوں پر روایات حدیث

اور احادیث میں مرویات صحاح کہ اور صحاح میں مرویات بخاری کو ترجیح حاصل ہے۔ اور حکوآب نے بڑے طمطراق سے دیباچہ کتاب میں لکھا ہے۔ اور تمام کتاب میں اسی عمل آمدیکار فرما ہوئے ہیں۔ اسوقت کمان گیا۔ اور کیا ہوا؟ مانا کہ صحیح بخاری میں تین اور صحاح سے لکھا جوتا اور اگر لپیچہ ایجاد کروہ اصول ترجیح پر اصرار تھا تو اس واقعہ کو لکھا ہی نہ ہوا۔ اسلئے کہ بخاری شریف میں تین تہایہ انداز تحریر تو مولا: ذی اعتباری اور وضعاری کی مثال کے بالکل خلاف ہے۔

مگر نہیں سبب وجود اسکے کہ اسنے اصول مقررہ سے خلاف ورزی اختیار فرمائی گئی۔ لیکن تاہم تعلیم و تقلید بخاری کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا اور عام اس سے کہ اسنفل انتہا میں بھی اصل عبارت کے نقل یاخذین تحریف ہوتی سبباً صریح تدلس۔ جس مقصد کا اس موقع خاص پر اسقاط و اخلاف منطوقاً ظہور کر رہی دیا گیا وہ کیا تھا؟ اسقاط ذکر علی تاج ابن ہشام سے آپ کی نقل کردہ انتخابی مرست دیکھ لی جائے حصرت علی عرفضی، کا نام نامی خصوصاً اور سائرینی حاتم کے اسمائے گرامی عموماً کہیں بھی پائے نہیں جاتے۔ ملاحظہ ہو جلد اول ص ۲۱۱

کیا عقد مواحاد کے انتظام میں یہ حضرات مستقی فیوادیے گئے تھے یا فی الحقیقت آپ کی طرح ابن ہشام نے بھی انکار کر نہیں کیا ہے۔ اس کی تحقیق میں جب ابن ہشام کی اصلی عبارت دیکھی جاتی ہے تو ادنیٰ مرست میں سرنہ نہیں رہتا اور دن کے اسماء مقدس لکھے پائے جاتے ہیں۔ ہم عبرت ناظرین کے لئے ابن ہشام کی اصلی عبارت ذیل میں لکھتے دیتے ہیں۔

الحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اصحابہ  
من المهاجرین ولا نصار فقال صامنا لعماد و نعود  
واللہ ان نقول علیہ ما الحریق تاخرا فی اللہ امین  
انہو ی حمر احد سید علی بن ابی طالب فقال هذا  
امی حکان رسول اللہ سید المرسلین و اما المقتس  
و رسول رب العلمین الذی لیس لہ خطیر ولا  
مطیر من العباد و علی بن ابی طالب اخو بن و کا  
حمرہ بن حمد المطلب اسد اللہ و اسد رسولہ عم  
رسول اللہ صلعم و زید بن حارثہ مولی رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اخو بن و الیہ امی  
حمرہ یوم احد حین حصر القتال ان حدث  
لہ حادث الموت و حفص بن ابی طالب و حاتم

حساب رسانات علی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے جماعت صحابہ میں جماعت بن الفضل  
کے درمیان عقد مواحاد کی تنظیم کا ارادہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے حدیث  
حکم آیا ہے اگر تو دلائل جو میں کبھی تم سے ایسی بات نہ کہوں جو مجھے کسی  
گئی ہو کہ میں تم لوگوں کے درمیان صیدہ اخوت جاری کروں اور تم  
لوگوں کو بھائی سہائی سادوں۔ اسکے بعد آپ حضرت علی بن ابیطالب  
ہاتھ بٹھام لیا اور فرمایا یہ میرا بھائی ہے کیونکہ رسول اللہ صلعم سید المرسلین  
امام المقتس اور رسول رب العلمین تھے اور ہندوں میں کوئی شخص سوا  
حضرت علی ابن ابیطالب کے رسول اللہ کا نظیر اور مماثل فی اللہ و کرم  
سین ہو سکتا تھا۔ اس سار پر وہ دونوں بر گوار بھائی بھائی بنے اور حضرت  
حمرہ جو اسد اللہ اور اسد رسول کے لقب مخصوص سے ملحق تھے  
حساب رسول اللہ کے ہم ماہار تھے رید بن حارثہ کو ساتھ جواب کی تمام  
تھے بھائی بنے چنانچہ جنگ اُحد میں زخمی ہو کر قریب دو ہات حصرت



الطیار فی الحدة ومعادین حیل احامی سہلہ احوی  
قال ان ہشام وکان جعفر بن ابی طالب یومئذ  
عائماً یا مرض الحسد

تا بیچ اس ہشام محمد اول صفیہ  
۸۹ مطبوعہ نوکلان صفیہ

حمزوی کو وصیت راہی تھی ار جعفر بن ابی طالب جن کا لقب  
وہ الحامیوں (دوا دوالے) اور طیار فی الحدة (مست بین اور بیوا لہ)  
تھا معادین حیل الصار کے۔ حمزوی سہلہ کے بھائی ہوتے تھے  
بھائی مانے گئے  
اس ہشام کا بیان ہے کہ حضرت جعفر طیار بن ابی طالب فوت  
تک بلکہ صحت میں مقیم تھے۔

معلوم ہے کہ حضرت جعفر طیار کا معاملہ بھی اس موقع پر لایا ہی تھا۔ جب حضرت عثمان کے عاہلہ  
میں صحت و جوان کے عقد کو واقعہ بتلایا جاتا ہے۔

ان تمام واقعات دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ سہلی صاحب بخاری صاحب کے ساتھ ساتھ قرم و قلم لکھا  
رہے ہیں اور جو خزانہ کہ دیا ہوا ہے کتاب سے اٹھا لیا گیا ہے اس کی شرط تقلید و متابعت حرفاً و لفظاً اور فرما  
رہے ہیں اور وہ لکھا ہے۔ استخفاف ہمارے بنی ہاتھ عموماً اور اسقاط و اضافہ علی جنہ و صا سبقت فی الاسرار  
کے اعتباری حالات میں جو بخاری صاحب نے قلم کار یاں کیں اور آپ نے جن جن بہلوؤں سے اوکھی جان بخشی  
کے حقوق اور افرائے وہ اوپر بیان ہو چکے۔ دعوت قریش کی حقیقت حال کو بخاری صاحب نے جن جن اقسام کے مختلف  
فیہ العاد و سمارت کے ساتھ خط و بحث کر دیا اور کسی طرح حلیفتی و وزیری دیکھ کر کے الفاظ کو من حدیث میں لکھا اور  
تغیر کیا اور آپ نے بھی اس کو آئنا و صدقنا لکھ کر حرف بحرف نقل کر ڈالا اور اس کی بھی محصل اور مکمل تغیر اور نقصان ہو چکی ہے  
ابھی ابھی واقعہ ہجرت میں قریش رسول پر حضرت علی کے سونے کی عظیم الشان اور متفق علیہ واقعہ کو بخاری صاحب نے قطعاً  
مرفوع القلم فرما دیا اور کہیں اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ لیکن چونکہ بخاری کی ایسی ہی صریح حق پوشی تھی کہ آپ بھی اسکے  
اقدام پر جزا نہ کر سکے۔ مجبوراً آپ کو لکھنا ہی پڑا۔ اگر آپ اسی ایک واقعہ پر غائر نظر ڈالنے تو آپ کو بخاری کی مقاربت  
کا پورا اندازہ ہو جاتا۔ لیکن آپ کو جو منظور نہ تھا۔

ان تمام واقعات کے بعد عقد و واقعات کا مرقوم بالا واقعہ ہے بخاری صاحب ایسے کیا تھے تو ٹھنڈے دل  
حضرت علی کی ان خصوصیات کو لکھتے لیکن جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یہ واقعہ چونکہ اسلام کی تاریخ اتحاد کا ماریت  
عظیم الشان اور قابل الذکر واقعہ تھا اور اسکے خلاف واسطیہ ہے امت مسلمہ کے اکثر واقعات غیر مسلسل اور نامکمل  
رہے حالے اس مجرری سے آپ نے عارضی طور پر تقلید کی ہے دست برداری اختیار کی اور تاریخ ان ہشام کو اس  
واقعہ کو لکھا لیکن تاہم اصل مدعا کا تھ سے نہ چھوڑا اور فضائل و خصائص علی کی عبارت خاص کو باوجودیکہ مبالغہ صلی میں ہو چکا  
تھا محال ہی ڈالا جیسا کہ مفصل طور پر اوپر بیان ہو چکا اس سے بڑھ کر کوفہ کے لئے کوئی شرمناک واقعہ ہو سکتا ہے

استغفر اللہ ربی۔

اگر شبی صاحب ابھی تک اس واقعہ کو صرف ایک تاریخی واقعہ سمجھیں اور اس کے استخراج و استنباط کو محدود مفسرین کا محنت نہیں یقین کرتے تو ہم ذیل میں صرف ان علماء محققین اور ادیبی کتابوں کے نام لکھ دیتے ہیں جنہوں نے اس واقعہ کو بطریق حدیث مدرج فرمایا ہے۔

امام احمد بن حنبل نے مناقب میں امام نسائی نے خصائص میں امام ابی نعیم نے منہج میں امام حاکم نے مستدرک میں۔ امام عبد البر نے استیعاب میں بطرائی نے مجمع میں امام سیوطی نے جمع الجوامع میں امام الخطابی نے مسند میں ملا علی قلی نے کنز العمال میں حقیقہ ابوالحسن عازلی نے مناقب میں اور امام ذہبی اور امام اسحاق نے اپنی اپنی مناقب میں اس واقعہ کی تفصیل مختلف الفاظ و عبارت کے ساتھ قلمبند فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو ارجح المطالب فی حدیث مناقب علی ابن ابی طالب مولفہ خواجہ عبداللہ امرتسری مطبوعہ لاہور ص ۴۸۵

اپنی تنقیدی عبارت کو تمام کر کے اب ہم شبی صاحب کے بقیہ مضامین کو جو انصار دینہ کی فیاضی عالی ہستی خلوص و محبت اور حقوق بخیرت کے صاف و شفاف آئینے ہیں۔ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ملاحضہ: انصار دینہ بہ رستہ اجرت بھائیوارہ یا (BROTHERHOOD) بالکل حقیقی ہے نہ سکیا۔ کوئی انصاری کے ہمارے ملوک مرتضیٰ تھا تو اس کی حالت و مال ملاحضہ کرتا تھا اور بھائی بند محروم رہتے تھے (حوالہ صحیح بخاری کتاب التفسیر) یہ اس فرمان الہی کی تعمیل تھی۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَآذَوْا حُرًّا وَآذَوْا مُؤْمِنًا وَآذَوْا الْمُؤْمِنِينَ وَآذَوْا الْمُؤْمِنَاتِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَآذَوْا الْمُؤْمِنِينَ وَآذَوْا الْمُؤْمِنَاتِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَآذَوْا الْمُؤْمِنِينَ وَآذَوْا الْمُؤْمِنَاتِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَآذَوْا الْمُؤْمِنِينَ وَآذَوْا الْمُؤْمِنَاتِ

جنگ بدر کے بعد جب ملاحضہ میں گواہان کی ضرورت نہ رہی تو یہ آیت اتر گئی۔  
وَأُولَئِكَ جَزَاءُ الْفَعُولِ الْمُتَعَصِّينَ  
اور وقت سے یہ قاعدہ قائم رہا۔ جہاں تک تفسیر و حدیث میں یہ تصریح نہ ہو رہی ہے۔

۴۔ ہجری میں بنو نضیر جب جلاوطن ہوئے اور ان کی زمین اور نخلستان قبضہ میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انصار کو بلا کر فرمایا کہ ملاحضہ میں ناوازمین اگر تمہاری مرضی ہو تو تم نے قبوضات تمہاری زمین کو دیدے جائیں۔ اور تم ان کے اپنے نخلستان و ایسے لوہ انصاری نے عرض کی کہ ہمیں ہمارے نخلستان ہمارے بھائیوں ہی کے قصہ میں رہنے دیجئے اور نہ ہی انھیں کو عنایت فرمائیے۔ حوالہ ترویج اللہ ص ۷۲

دنیا انصار کے اس ایشیاء پر ہمیشہ ناکہ لگی لیکن یہ بھی دیکھو کہ ملاحضہ میں نے کیا کیا ہر سید بن الریح نے جب

عبدالرحمن بن عوف کو ایک ایک چیز کا جائزہ دیکر نصف لے لیتو کی درخواست کی تو انھوں نے کہا کہ خدایہ سب آپ کو مبارک کرے۔ مجھ کو صرف بازار کا راستہ بتا دیجئے۔ انھوں نے سوق قنیقاع کا جو مشہور بازار تھا حاکم راستہ بتا دیا انھوں نے کچھ گھنٹے کے بعد خرید اور شام تک خرید و فروخت کی۔ چند روز میں اتنا سرمایہ ہو گیا کہ شادی کر لی (صحیح بخاری میں یہ واقعہ مختلف موقعوں پر مذکور ہے)۔ رفتہ رفتہ انکی تجارت کو یہ ترقی ہوئی کہ خود ادا کا قول تھا کہ خاک یہ ہاتھ ڈالتا ہوں تو سونا بجاتی ہے اس کا اس تجارت سات سات اونٹوں پر لے کر آتا تھا اور حسین مدینہ میں پہنچتا تھا تمام شہر میں دھوم مچ جاتی تھی۔ اصناف میں موقوفہ تھا بعض صحابہ نے دوکانیں کھولیں۔ حضرت ابوبکر کا کارخانہ شیش میں تھا۔ جہاں وہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے (ان سعد حدیث ص ۱۳) حضرت عثمان بن عفیفہ کے بازار میں کچھور کی خرید و فروخت کیا کرتے تھے (مسند امام احمد میں) حضرت عمر بھی تجارت میں مستغول ہو گئے تھے اور شاید اس تجارت کی وسعت ایران تک پہنچ گئی تھی اور صحابہ نے بھی اسی قسم کی جھوٹی ٹری تجارت شروع کر دی تھی۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت ابوبکر پر یہ وجہ لوگوں نے کثرت روایت یہ راغب غرض کیا اور صحابہ کو اتھارے روایت نہیں کرتے تو انھوں نے کہا اس میں میرا کیا قصور۔ اور لوگ بازار میں تجارت کرتے تھے اور میں رات دن بارگاہ نبوت میں حاضر رہتا تھا۔

بھیر جب خیر فرمے ہوا تو تمام ماہرین نے غلستان فیہ انصار کو واپس کر دیے۔ صحیح مسلم باب الجہاد میں ہے۔

ات رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم لما فرغ من قتال ہل | آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حنک قبیہ سے فارغ ہوئے اور حیدر انصراف الی المدینۃ رد المہاجرین الی بلادہما | مدینہ تشریف لائے تو ماہرین نے انصار کے عطیہ جو ملکات کی صورت میں تھے واپس کر دیے۔

ماہرین کے لئے ملکات کا یہ انتظام ہوا کہ انصار نے ایسے گھروں کے آس پاس جو اقوامہ زمینیں تھیں ان کو دیدین اور خیکے یا س زمینیں زمینیں انھوں نے اپنے مسکونہ مکانات دیدیے سب سے پہلے حارثہ بن نعمان کی اپنی زمین شیش کی۔ بنو ہرہ مسجد نبوی کے عقب میں آباد ہوئے۔ عبدالرحمن بن عوف نے یہاں ایک قلعہ (حکو گڑا کہنا زیادہ موزوں ہوگا) بنوایا حضرت زبیر بن العوام کو ایک وسیع زمین ہاتھ آئی حضرت عثمان بن عفیفہ کو انصار نے اپنے مکانات کے پہلو میں زمینیں دیں (محم المذاہن ذکر مدینہ) انصار نے ماہرین کی ہمائی کا حوق ادا کیا دنیا کی تاریخ میں اسکی نظیر نہیں ملتی بحرحین جب فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو بلا کر فرمایا کہ میں اس کو انصار میں تقسیم کر دینا چاہتا ہوں انھوں نے عرض کی کہ پہلے ہمارے بھائیوں (ماہرین) کو اتنی ہی زمین عنایت فرما لیجئے تب ہم بھی لینا منظور کریں گے صحیح بخاری باب حاصل انصار۔

ایک دفعہ ایک فاقہ زد شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا کہ سخت بھوکا ہوں آپ نے گھر میں دریافت کیا کچھ کھانے کو ہے۔ جواب آیا صرف مال ہے۔ آپ نے حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کوئی ہے جو اس کو ایسا مال

سائے۔ ابو طلحہ نے عرض کی میں حاضر ہوں۔ غرض کہ وہ اپنے گھر لوٹا گئے۔ لیکن وہاں بھی برکت تھی۔ بیوی نے کہا صرف بچوں کا کھانا موجود ہے۔ انھوں نے بیوی سے کہا چراغ بجھا دو اور وہی کھانا مہمان کے سامنے لا کر رکھ دو۔ بیویوں ساتھ کھانے پر بیٹھی۔ میان بیوی بھوکے بیٹھے رہے اور اسی طرح خالی ہاتھ چلاتے رہے کہ گویا کھا رہے ہیں اسی واقعہ کے بارے میں یہ آیت اور تری ہے۔

وَيُؤْتِيهِمْ مِنْ عُلَىٰ آكْثَرِ مِمَّا رَزَقُوا وَكَانَ هُوَ حَاصِصًا ۖ

اصحاب صفہ | انصار و مہاجرین کی عام جماعت مسلمانین میں اہل صفہ بھی داخل ہیں جسلی صاحب ان کی حقیقت یوں لکھتے ہیں۔

صفہ۔ اسلامی لغت کا ایک متداول لفظ ہے۔ گویا اسکی حقیقت سے لوگ اچھی طرح واقف نہیں صفہ سائن کر کہتے ہیں یہ ایک سائبان تھا جو مسجد نبوی کے ایک کنارے پر مسجد سے ملا ہوا تیار کیا گیا تھا جیسا کہ ابن کثیر دمشقی دینی کے ساتھ ہجرتم کے کاروبار یعنی تجارت و زراعت بھی کرتے تھے لیکن چند لوگوں نے اپنی زندگی صرف عبادت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت پذیری پر نذر کر دی تھی۔ ان لوگوں کے بال بچہ نہ تھے اور جب تاوی کر لیتے تھے تو اس حلقہ سے نکل آتے تھے انہیں سے ایک ٹولی تو دن کو جنگل سے لکڑیاں لاکر اور دن کو بیچ کر اپنے بھائیوں کے لئے کچھ کھانا مہیا کر لیتی۔ یہ لوگ دن کو بارگاہ نبوت میں حاضر رہتے اور حدیثیں سننے اور رات کو اویسی جو ترہ (صفہ پر) پڑھتے تھے حضرت ابو ہریرہ بھی انھیں لوگوں میں تھے۔ ان میں سے کسی کے پاس چادہ اور تھمد و دون چیزیں کبھی ایک ساتھ تمیان نہ ہو سکیں۔ چادر کو گلے سے اس طرح باندھ لیتے تھے کہ پاؤں تک آتی تھی اکثر انصار کچھ رکی پھلی ہوئی شافین توڑ کر لاتے اور چھت میں لگا دیتے۔ جو ٹپک ٹپک کر گریبن اور یہ اوٹھا اوٹھا کر کھاتی کبھی دو دو دن کھانے کو نہ ملتا تھا اکثر ایسا ہوتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اور نماز پڑھتے یہ لوگ اکثر شریک ہوتے لیکن بھوک اور ضعف سے عین نماز کی حالت میں گر پڑتے باہر کے لوگ آتے انکو دیکھتے تو سمجھتے کہ یہ دیوانے ہیں (بحوالہ صحیح ترمذی باب معیشۃ النبی ص ۱۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب کہیں سے کوئی صدقہ کا کھانا آتا تو مسلمانوں کے پاس بھیج دیتے اور جب دعوت کا کھانا آتا تو ان کو بلا لیتے اور انکے ساتھ بیٹھ کر کھاتے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ راتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکو مہاجرین و انصار پر یہ حکم کر دیتے یعنی اپنے مقدور کے موافق ہر شخص ایک ایک دو دو کو اپنے ساتھ لیجائے۔ اور انکو کھانا کھلائے۔ حضرت سعد بن عبادہ نہایت فیاض اور دو لقمہ دے تھے وہ کبھی کبھی انسی انسی مہانوں کو

لے تلی صاحب نے اس معنی میں مہاجرین کو انصار کی احساسدوں سے سکھ دینا کر لیکر جس کو سنت کی گرا لاکر ریکارت ہوئی یہ مار کر زکری نے ایثار انصار ہی کو ملے بھاری کر دھکلا یا آپ کا یہ جھٹا مقدم او بیس صدی قریب میں حضرت مہاجر علی انصار کو قوت دیکھنے علی علی لائی گئی تھی

اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ بخاری اور ابوداؤد میں سیرۃ النبی ص ۲۵۵

یہود میں | مورخین عرب کا بیان ہے کہ مدینہ کے یہودی تسلماً یہود تھے اور اس تفریق سے عرب میں آئے تھے کہ کوئی علیہ السلام نے ان کو قومِ عالمہ کی جگہ قائم کر لیا تھا لیکن تاریخی قرائن سے اسکی تصدیق نہیں ہوتی یہود کو تمام دنیا میں پھیلے لیکن انھوں نے کہیں اپنے نام نہیں بدلے۔ آج بھی جہاں میں اسرائیلی ہی نام رکھتے ہیں بخلاف اسکے عرب کے یہودوں کے نام نفسیہ قبیلہ عرب حارث وغیرہ ہوتے تھے جو خالص عربی نام ہیں یہود وغیرہ بزرگوں اور دینی الطبع ہوتے ہیں۔ چنانچہ حبیب حضرت موسیٰ نے ان سے لڑا لیکن وہ قوی ہوئے۔

اِنَّهُمْ اَمَّتْ وَكَرَّ بَلٰی تَغَالِبُوا اِنَّهُمْ قَاعِلٌ وَنَا | تم اپنے خدا کے ساتھ مانا اور تم پر ہم نہیں مہیں گے۔

بخلاف انکے عرب کے یہودی نہایت دلیر شجاع اور بہادر تھے۔ ان قرآن عقلی کے علاوہ ایک بڑے مورتی (تصویری) نے صاف تصریح کی ہے کہ قرظیہ اور نصیر عرب تھے جو یہودی بن گئے تھے۔

شکانت وقعودی صیدو وھر محمد من حلام | امیر بنی نصیر کا واقعہ ہوا۔ یہ قبیلہ حلام کا ایک حاکم تھا لیکن یہودی ہو گیا تھا۔ اسی طرح قرظیہ بھی۔

مورخ ستوری نے بھی کتاب الاثرین والیتیمہ میں ایک روایت لکھی ہے کہ یہ حاکم کے قبیلہ سے تھے کسی زمانہ میں علیہ السلام سے اور انکی بت پرستی سے بیزار ہو کر حضرت موسیٰ پر ایمان لائے اور تمام سے نقل مکان کر کے حجاز میں چلے آئے مگر بارگاہیوس نے یہود کے متعلق تفصیل سے تحقیق نہ بحث کی ہے۔ انکا میلان بالے یہود سے ہے اور غالباً صحیح ہے کہ یہود ان مدینہ میں بخت کی بڑی آبادی میں ایک دو قحطان اصلی یہود بھی تھے۔ عرب جو یہود ہوئے گئے وہ بھی انھیں میں شامل ہوتے گئے۔

خاص مدینہ اور اسکے اطراف میں یہود کے تین قبیلے تھے۔ بنو قریظہ۔ بنو نضیر اور بنو قریظہ ان لوگوں نے مضطر بوج اور قلعہ بنا رکھے تھے۔ انصار کے جو دو قبیلے تھے اوس اور خزرج۔ امین باہم جو آہر مکر ہوا تھا (جنگ بعاث) اوس انصار کا زور بالکل توڑ دیا تھا۔ یہود اس مقصد کو بھی بے نیس نظر رکھتے تھے کہ انصار باہم کسم پختہ ہوئے پائین۔ ان بابا کی بنا پر اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو یہاں کام یہ تھا کہ یہود اور مسلمانوں کے تعلقات واضح اور مضبوط ہو جائیں۔ آپ نے انصار اور یہود کو ملا کر سب ذیل شدہ طریقہ ایک معاہدہ مکہ یا حبکہ اور نون فرقے نے منظور کیا یہ معاہدہ ان ہفت نام میں لیا گیا ہے اوس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) خون ہوا اور قدیمہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا ہے اب بھی قائم رہے گا۔

(۲) یہود کو نہ ہتھیائی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

(۳) یہود اور مسلمان باہم دوستانہ رہنا اور کھین گے۔

(۴) یہودی یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آنے کی تو ایک فریق دوسرے فریق کی مدد کرے گا۔

(۵) کوئی فریق قرین کو امان نہ دے گا۔

(۶) مدینہ پر کوئی حملہ ہوگا تو دونوں فریق شریک بلکہ گہرے ہوں گے۔

(۷) کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا لیکن مدہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ رہے گی۔

یہودیوں کا اس معاہدہ پر بطور غلط فہم قرار دے دیا گیا۔ لیکن اونگے اس اقرار و اعتراف کو اون کے قلب و باطن سے کوئی تعلق نہیں تھا جیسا کہ بہت جلد ثابت ہوتا ہے۔

اسلام سے | حقیقت حال یہ ہے کہ جب سے خدا کے نبی برحق حضرت موسیٰ علی نبینا واکہ وعلیہ السلام نے اپنے وعظ میں پہلے  
سودا کو متفرق | کو یہ بشارت دی ہو چنانچہ نبی کے مدعا موسیٰ کے ہمایوں میں سے موسیٰ ۴، حبیبی سپہ سالار لکھا اور سوقت سے یہودیہ

امید کئے ہوئے تھے، اور اسی امید پر مدینہ میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ نبی اسماعیل میں پیدا ہونے والا نبی ۴، یہودیہ کے اوبار  
تو یہ کوڑ کر رہا۔ انکی گذشتہ نشان و شوکت - حکومت و سلطنت کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہوگا۔ اور جب سے یہودیہ

کو تمام سے محال کر زلت و غلامی کے گڑھوں میں ڈال دیا گیا تھا۔ اسی وقت سے نبی جو عود کے ٹھور پڑاؤ کی انگلیں  
اور بھی زیادہ لگی ہوئی تھیں اب آسمانی نبی کا مدینہ میں تشریف لانا سکھ یہودی بہت خوش ہوئے تھے یہ حالت کسی

کہ کسی طرح جنگ بدر تک قائم رہی، لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ یہ تو مسیح کو راستہ بنا رہا تو انکی تعلیم کو بھی تباہ کر دیا۔ مسیح پر  
ایمان لانے کو اسلام کا تصور ہی اور جزو لاینفک قرار دینا اور انکی زرگی کر کے یہودیوں کو انصاف سے لازم نہیں کرنا ہے

تو اس سوقت سے سب یہودی سی صلح کے دشمن ہو گئے۔

مسلمانوں سے | عیسائی بھی غل غل مدینہ اور اسکے مصافحات میں آباد تھے۔ مجموعی حیثیت سے عیسائی ان دشمنین یہودیوں  
عیسائیوں کی نظر | کے برابر تھے اور مال و اقتدار میں ان کے مقابل تھے لیکن تاہم ملک کی آبادی انکی تعداد اور اس سے خالی

صحیح نہیں تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ٹھور فرمائے اور مدینہ میں تشریف لانے سے یہ بھی پہلے بہت خوش اور  
مطمئن ہوئے اس لئے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علی نبینا واکہ وعلیہ السلام اپنے سب سے آخری و عظمین ایک بشارت

دینے والے کے آنکھی خبر دے گئے تھے جو دنیا کے ساتھ بہتہ رہے گا (اوسکی رسالت آخر اور ہمیشہ دنیا میں قائم  
رہے گی) اور جو دنیا کو سب چیزیں سکھلائیگا اور تمام عیسائیوں کو اوس کی حکم پر چلنے کی تاکید فرمائی تھی۔ اس سے عیسائی بھی

اس نبی کا انتظار کر رہے تھے جو یہود سے ان کے ظلموں کا بدلہ لے دے والا عیسائیوں کو جلال بخنے والا نبی ہوگا صلاقت  
ظاہر کرنے والا ہوگا۔ لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ یہ صلح نے عیسائیوں کے خود ساختہ مسائل ابقیت و تبلیغ کفارہ

رہبانیت اور یوہب کے ایسی اقتدارات کا رد کیا تو وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن ہو گئے رحمتہ اللعالمین ۹۵  
۹۵



شبلی صاحب نے جو معاہدہ کی عبارت ابن ہشام کی اصلی عبارت سے خلاصہ کر کے لکھی ہے وہ بالکل مبہم و گم ہے اس لئے اس کا انکشاف ہمارے لئے بہت ضروری ہے اس بنا پر ہم ابن ہشام کی اصلی عبارت سے ذیل میں ان الفاظ کے تمام شرائط کو حسب ذیل قلمبند کرتے ہیں۔

(۱) هـ، اَلْکتاب من مُحَمَّدٍ الَّذی صلَّیَ عَلَیْهِ الْمَوْسِی  
وَالْمَسْلُومِیْنِ مِنْ قَوْلِیْنِ وَیَتَرَبَّ مِنْ تَعْمِهِمْ فَلیَحْزَنُ  
وَحَاحِدُ مَعَهُمْ

(٢) الهجامة واحدة

(۳) ان یهودی عوف امدت مع المومنین۔

۴۷۱ وان شهر مصر علی من حارب اهل هذه  
الصحيفة

(٥) وان يلهم الصبح والصبيحة والودود والاف

(۶) وان اليهود يفتقون مع المؤمنين ما داموا  
محاسنين۔

(۷) وَاِنَّ لَطَافَةَ يَهُودٍ كَالْعَسِمْ -

(٨) والله ياتم امره للجمعية

(٩) وان النصر للمظلوم

(۱) وان يثرب حرام حرمها لاهل هذه الصيغة

١١ وان الحاذق النفس غير مضار ولا ائتم-

(۱۲) وانه ماكان بين اهل هذه الصحفة

س حدث او استیجاد میا و فسادہ وان مردہ

لى الله عز وجل والى محمد السى صلى الله

لیکھ والہ وسلم۔ ابن ہمام علیہ ازل مطبوعہ دارالکتاب مصریہ ۱۸۸۱ء

یہ تحریر ہے محمد الی علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاس سے مسلمانوں کے درمیان جو ریش یا تیرب کے حاس سے نہیں۔ اور لوگوں کے ساتھ جو مسلمانوں کے ساتھ مستعد اور کاروبار میں ان کے شامل ہیں۔

(۲) بیس لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے۔

(۳) سب سے عوام کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم بن جائیں گے

(۴) جو کوئی ان معاہدہ قوموں کے ساتھ جنگ کرے گا مسلمان معاہدہ والوں کی نصرت کرینگے۔

(۵) مسلمانوں کے تعلقات معاہدہ قوموں کے ساتھ خیر خواہی

حیرامدیشی اور قائدہ رسائی کے ہو گئے۔ صراور گناہ کے ہو گئے

(۶) یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایامِ حج میں مصروف ہو گئے

۱۔ عالمی بیوروں کے حقوق کا خاندانہ امتداد: کہ حق تہ کے سمجھنا

۸۔ کوئی شخص اس پر معاہدہ قوم کے ساتھ محال ہے کارروائی نہیں کرے گا۔

۹) مظلوم کی بہت مدد کی جائے گی۔

(۱۰) دیدید که اندر گشت و جوان که با ما میباید که در دو سه سالگی در راه میوه ها

۱۱۱ ہمسایہ نوٹس بھی سہ ماہی نمونوں کی ایسی ہی سمجھ جائے گی۔ ملاحظہ

ہر دستان اور عامل گناہ نہ مات ہوں

۱۱) معاہدہ والی قوموں کے اندر اگر کوئی راسخ بات مانجھتا ہو

و حائیکما حس میں آئندہ مساد کا خوف ہوگا تو اس امر کا فیصلہ ہوا ہے

تقصیر حاشیہ جعفری گزرتا کہ عیسائی مذہب امتداد میں سالہا سال تک تیس اصول کی تقلید کرتا رہا۔ حق اللہ تعالیٰ انسان کو چاہیے کہ خدا و مرگ و مریگی  
 تقطیع کرے۔ حق الذات یعنی انسان کو چاہیے کہ وہ اپنی طور پر ایک رہے حق اللہ تعالیٰ لازم ہے کہ انسان ایسے انسان جس کے ساتھ مخلوق  
 اس کے بعد اکثر خاصا خاصا مصروف لے لگا ہے کہ اوں تربیات کا صحیح ادارہ لگائے کے لئے جو عیسائی مذہب میں آگے چلا کر رونی تیسری سو پیدا  
 ہوئی۔ اور آج تک قائم ہیں اولیٰ قرآن شریعت کی تحریر پر مقدمہ سنہ ۲۰۰۰ء کو کیا جاسیے جو اس سے فیصلہ ساز ہو جس کے زمانہ میں حکم دیا ہو کہ ہر طرح کے

راس المياقين

عبدالقدیر الہی سلول

مدینہ کے حالات کا انظارہ کرنے کے لئے ناظرین کو اس المناقیعین عبدالقدوس ابی سلول کے حالات بھی مطالعہ نظر ڈالنا ہر دوسرے ہموال مدینہ کے سوا مدینہ میں ایک ممتاز اور ماہر شخص بھی

تھا اوس دھڑلج کے قسملون براس کا نور ارب تھا اور اسکو پوری توقع تھی کہ ان طاقتور قبیلون کے مدد سے دہندگی سے

اعلیٰ طاقت میں ہی بن جاؤ گناہیج ادوس نے دیکھا کہ اوس دخر رج مسلمان ہو رہے ہن تو خود بھی (العباد جنگ بدر)

نظامہر مسلمانوں سے مل گیا لیکن جب اوس نے دیکھا کہ یہودی ہی صلہ کے خلاف ہو گئے ہیں تو اوس نے جاہا کہ یہودیوں

یہ بھی اس کا اثر قائم ہے اور مسلمان جو جانین والے قبائل میں بدستور اسحاق اسکے ریا پر رہیں اس لئے اس نے یہ رویہ اختیار کیا

کیا کہ مسلمانوں میں پیچیدگی اور نئے اپنی رفاقت کا اقرار کرنا اور دیگر اقوام کے سامنے اویکے ساتھ اپنے اتحاد و رفاقت و صداقت

کا دعویٰ کیا کرتا تھا اور چونکہ فی الحقیقت اسلام کو وہ اپنی آرزوؤں کا یا مال کنندہ سمجھتا تھا اس لئے جب موقع ملتا تو مسلمانوں کو

کی ضرورت تھی۔ اسلام میں اس کے لئے کوئی نام نہ تھا اور وہ اس نام سے مشہور تھا۔

مدینہ کی یہ حالت تھی۔ اور اس سے ظاہر ہے کہ اسلام کی دعوت اور مہادی نے اس حکم کی بہت سی ساری

کھانا مناجھایا، مصنف اور پڑھنے والے کی طبیعت کی فصل کے لئے سستی ہے کہ ان سب مواقع پر غالباً احباب اسلام کی صداقت کی

نہایت سے اہم ہے۔ اس کا نام جو کہ ایمانی احکامات کے تحت ہے، وہ ایمانی احکامات کے تحت ہے۔

جہاں ہی کے ستور یہ ہیں موی سرایہ کھلاوار سحر کت میں لا فنی بینہ میرے یہ ہے سرایہ

تک عرصہ میں ان کے مفاد میں ہر حال میں سچا نہ تھے، یہ صدی کہ بڑا اور گستاخ ہے کہ حصہ صما معنوعات مات موتا ہے اور کھانا

کاتوروں کا نام لگاتا ہے (مساوہ) کے عقائد میں کفارہ کی حقیقت یہ کہ اگر کوئی عقائد میں حصرت عیسیٰ کی تہات اور امت کی تمام

اعمال کا کھارہ ہو گئی۔ اور اب اُمت سے کسی سرسبز اعمال کی ضرورت ماقی نہیں کیونکہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ حدالے اسان کو اعمال

حسنہ و سیدہ کے لحاظ سے جو خیر و برکت مقرر کی ہے جو ایک ہوں گے اور نہیں بدلتا اور الٰہی عطا و مائے گناہ اور جو بدہو گئے اور نہیں ایسی شعلوں میں

۱۔ ہجری کے ہجرت کا پہلا سال تمام ہو گیا۔ اس سال کے تمام مشہور اور قابل الذکر واقعات یورپی تفصیل سے اوپر بیان متفرق واقعات ہو چکے۔ متفرق واقعات جو اپنی خاص اہمیت اور سیرت یا بحیثیت سے ذکر کے قابل ہیں وہ یہ ہیں۔

دو بیسیان انصار مکتوم بن ہدم اس سال انصاریہ میں سے دو ہایت معزز شخصوں نے جو مقررین خاص میں سے تھے وفات اور سعد بن زرارہ کی وفات۔

حب یہاں اتنے لائے تو انہیں کے مکان میں ٹھہرے اکثر بڑے بڑے صحابہ بھی انہی کے گھر اور ترے تھے۔

سعد بن زرارہ اور ان حبیہ شخصوں میں سے ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مکہ میں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی روایت کے مطابق ان حبیہ شخصوں میں سے ہیں جن نے سب سے پہلے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ یہی سعد تھے یہ فخر بھی انہیں کو حاصل ہے کہ مکہ مدینہ میں اگر سب سے پہلے انہیں نے جمعہ کی نماز قایم کی۔ چونکہ یہ قبیلہ بنی نجار کے نقیب تھے اسلئے ان کی وفات کے بعد اس قبیلہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ او کی جگہ کوئی شخص اس منصب پر بحال کیا جاوے چونکہ یہ احتمال تھا کہ کوئی شخص مقرر ہوگا تو اردن کو رشتہ ہوگا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں خود تمہارا نقیب ہوں۔ چونکہ آپ کا نام اسی قبیلہ میں تھا اسلئے اور قابل کو رشک اور مناقبت کا موقع نہیں تھا۔

سعد کی وفات کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا۔ منافقین اور یہود نے یہ طعنہ دینا شروع کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر سیر ہوئے تو ان کو یہ صدمہ نہ ہو جیتا۔ آپ نے سنا تو فرمایا اَلَا اَھْلَکَ لِبَعْضِیْ وَلَا لِصَاحِبِیْ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی میں اپنے ساتھیوں کے لئے جا کے ہاں کوئی اعتبار میں رکھتا۔ طبری ۱۲۹۱

یہ عجیب اتفاق ہے کہ عین اسی زمانہ میں دو بڑے رئیس ان کفر نے بھی وفات پائی۔ خالد بن ولید کے باپ ولید بن المغیرہ نے اور عمر عاص کے ماب عاص بن وائل السہمی نے۔

اسی زمانہ میں عبداللہ بن زہر بھی پیدا ہوئے۔ اور تاریخ طبری کے مطابق فتح ابن ابی عبیدہ ثقفی اور زیاد بن سمیہ جبکہ آگے چل کر امیر معاویہ نے سیاسی ضرورت سے زیاد بن ابوسفیان بایلیا بھی پیدا ہوئے۔

اب تک نمازون میں صرف دو دو کتیں تھیں۔ اب تکرر نماز اور عشا میں چار عار ہو گئیں لیکن سفر کے لئے ابھی

دہی رہیں

## ۲۔ ہجری

تحويل قسہ ہجرت کا دوسرا سال شروع ہوا۔ اس سال تاریخ اسلامی میں دو عظیم الشان واقعات نمودار ہوئے

شعبان ۲۔ ایک سمت قبلہ تبدیل ہوا دوسرے یہ کہ مخالفین اسلام نے اسلام کے استیصال اور مسلمانوں کے قتل عام کرنے کیلئے علانیہ تلواریں کال لیں اور مسلمانوں کو ان کی ہدافت اور اپنی جان و مال اور اہل و عیال کی حفاظت خود اختیاری میں ان کی توخواریوں کا جواب دینا پڑا۔

تعریف قبلہ اور اسکی تعیین و تبدیل کے متعلق مولوی شبلی صاحب نے نہایت قابلہ اور محققانہ تفصیل و تصریح فرمائی ہے ہم اسی کی مفصلہ ذیل نقل کو اپنے مدعا کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔

ہر گروہ اور مذہب کے لئے ایک امتیازی شمار ہوتا ہے جسکے بغیر اس قوم کی مستقل ہستی قائم نہ ہو سکتی اسلام نے یہ شمار قبلہ نماز قرار دیا جو اہل مقصد کے علاوہ اور بہت سے حکم و اسرار کا جامع ہے اسلام کا خاص نمایاں وصف مسادات عام جمہوریت اور توحید علی ہے یعنی تمام مسلمان یکساں اور متحدہ الحمتہ نظر آئیں۔ مذہب اسلام کا رکن اعظم شمار ہے جس سے ہر روز پانچ وقت کام چرتا ہے۔ نماز کی اصلی صورت یہ ہے کہ جمعیت اور افراد کثیر کے ساتھ ادا کی جائے لیکن اس طرح کہ ہزاروں اور لاکھوں استیاض کی متفرق ہستیاں مٹ کر ایک ہستی بن جائے اسی نماز کا خاصیت میں ایک امام ہوتا ہے کہ مقتدیوں کی ایک ایک حرکت اس کے اشاروں سے وابستہ ہوتی ہے اس لئے ضرور ہے کہ مسجد مروجہ عمل بھی ایک نظر آئے یہی اصول ہے جسکی بنیاد نماز کے لئے ایک خاص قلمہ قرار پایا اور اس شمار کا دائرہ اتنا وسیع کیا گیا کہ اس قبلہ کی طرف رخ کرنا ہی کفر کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔

اب صرف یہ بحث باقی رہی کہ قبلہ کی سمت قرار دیا جاوے۔ یہودی اور عیسائی سب المقدس کو قبلہ سمجھتے تھے کیونکہ انکی قومی اور مذہبی ہستی سب المقدس سے وابستہ تھی لیکن اگر ہجرت مکہ کے جانشین کے لئے صرف کعبہ تسلیم ہو سکتا تھا جو اس موصدا عظم کی یادگار اور توحید خالص کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک مکہ میں تھے۔ وہ ضرور بین ایک ساتھ درمیش جنس ملت الامم کی تاسیس و تجدید کے لحاظ سے کعبہ کی طرف رخ کرنے کی ضرورت تھی لیکن مکہ کی جو اہل غرض تھی یعنی اغیار و اختصاص وہ نہیں حاصل ہوتی تھی۔ کیونکہ مشرکین اور کفار بھی کعبہ کی کو اپنا قلمہ سمجھتے تھے۔ اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام ابراہیم پر نماز پڑھتے تھے جس کا رخ بیت المقدس کی طرف تھا۔ اس طرح دونوں قبیلہ سامنے آجاتے تھے مدینہ میں دو گروہ آباد تھے مشرکین جن کا قبلہ کعبہ تھا اور اہل کتاب جو بیت المقدس کی طرف نماز ادا کرتے تھے شرک کے مقابلہ میں یہودیت اور نصاریت دونوں کو ترجیح تھی۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مدت یعنی تقریباً تین سالہ میں تک بیت المقدس کی طرف نماز ادا کی لیکن جب مدینہ میں اسلام زیادہ پھیل گیا تو اب کوئی ضرورت نہ تھی کہ اہل قبلہ کو چھوڑ کر دوسری طراوت رخ کیا جاتا۔ اس بنا پر یہ آیت اتری اور وقتاً قبلہ بدل گیا۔

قَوْلِي وَحَقَّتْ شَطْرُ الْمُشْرِكِ الْحَرَامِ وَحَقَّتْ كَا  
لْمُكْدَرِ وَهُوَ لَوْ وَحْدَهُمْ مِّنْ مَّطَرَةٍ  
اِنَّمَا يَأْمُرُ بِمَا يَشَاءُ الْحَرَامُ كَمَا يَشَاءُ يَجْهَرُ وَدَارِجَانِ مِمَّنْ رَّبُّهُ اَوْ يَدْعِي طَرَفِ

بہرہ رو۔

تخیل قبلہ نے یہودیوں کو سخت برہم کر دیا انکو مشرکین کے مقابلہ میں بدہشی نفوق کا دعویٰ تھا۔ اور اسلام سے پہلے مشرکین بھی انکے مدہی اقتدار کے معترف تھے یہاں تک کہ (حدیث کہ اوادوس روایت ہے) منلوگون کی اولاد رندہ میں

رہتی تھی۔ وہ یقین مانتے تھے کہ پھر زندہ رہیں گے تو ہم لوگوں کو یہودی بنائیں گے۔ اسلام نے ان کے مذہبی اعزاز کو صدمہ پہنچایا تاہم چونکہ اب تک اسلام کا قبلہ بیت المقدس ہی تھا اس لئے وہ فخر کرتے تھے کہ اسلام بھی انہیں کے قبلہ کی طرف رخ کرتا ہے۔ جب اسلام نے قبلہ بھی بدل دیا تو ان کی ناراضی اور ہتھیاری کاپیا لہ بڑھ گئی اور انہوں نے یہ طعنہ دینا شروع کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہاں تک ہجرت کرنا چاہتے ہیں اسی لئے قبلہ بھی مخالفت کے ارادے سے بدل دیا ہے دو دے اور ضعیف الایمان مسلمانوں کو بھی یہ بات کھٹکتی تھی کہ قبلہ بدلنے کی چیز نہیں اور اس سے بے استقلال اور زلیل سمجھا جاتا ہے۔ اس بنا پر قبلہ کی اصلیت اور ضرورت اور تحویل قبلہ کے متعلق چند آیتیں اور قرین حن سے یہ

مشکلیں حل ہو جاتی ہیں

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ آمِنَ النَّاسِ مَا وَلَهُمْ عِزٌّ قَبْلَ هَـذَا  
الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلِ اللَّهُ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ مَا  
تَحْمِلُ الْإِنْسَانَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِنَّهُ لَيَعْلَمُ غُكُّكُمْ  
يَسْقِلُ عَلَى عَقَبَيْهِ وَلَوْ أَن كَانَتْ كَلِمَةً إِلَّا عَلَى  
الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ۔

مفسر: یہ اعتراض کر چکے کہ مسلمانوں کا حق قبلہ تھا اس سے ان کو کس نے بھیر دیا کہ وہ مشرق و مغرب سب خدا ہی کا ہے تیرا جو پہلے قبلہ تھا (کعبہ) اور کون  
ہم نے بھیر دیا تو ان کی یہ وجہ ہو کہ یہ معلوم ہو جائے کہ یہ سب کچھ کون  
ہے اور جیسے بھیر جائے ان کو ہے اور بے شک یہ قبلہ ہایت گراں اور بگاڑا  
بجراؤں کو کون کے حق کو خالے ہایت کی ہے۔

لَيْسَ الْكِرَانُ قَوْلُهُمْ قُلِ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ  
وَلَكِنَّ الْكِرْمِ امِنْ يَاللّٰهُ وَالْبُيُوتِ الْاُولٰٓئِ وَ الْمَكَلَّةِ  
وَالْكِنِ وَالشَّيْبِ وَالْمَالِ عَلَى حَبِّهِ دَرَجِ  
الْقُرْآنِ وَالْيَتْمٰنِ وَالْمَسْكِينِ وَالْمَسْكِينِ وَالْمَسْكِينِ  
الْمَسْكِينِ وَالْمَسْكِينِ

یہ سب کچھ کون کرنا تو ان کی بات نہیں ثواب تو یہ کہ آدمی صلی قیامت پر  
ملکہ پر صلی کون یونین پیغمبروں پر ایمان لائے اور صلی صحت میں ہوں  
کو یتیموں کو مسکینوں کو مسکینوں کو مسکینوں کو اور اپنے علموں کو  
اپنی دولت و بے ڈالے۔

ان آیتوں پہلے خدا نے یہ بتایا کہ قبلہ جو کوئی مقصد بالذات چیز نہیں۔ خدا کی عبادت کے لئے پورب بھیجیم بڑبڑ  
خدا ہر جگہ ہے۔ ہجرت ہے ہر طرف ہے بھیر قبلہ کی تعیین کی ضرورت بتلائی کہ وہ اختصاصی شعار ہے اور اصلی اور غائی  
مسلمانوں کو الگ کر دیتا ہے بہت سے یہودی بھی جو منافقانہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے اور مسلمانوں کے ساتھ نماز  
میں بھی شرکت کرتے تھے یہ اسلام کے مانتے تھے لیکن جب قبلہ بیت المقدس کے بجائے کعبہ سے بدل گیا تو اتفاق  
کارا زفاش ہو گیا کہ کوئی یہودی کسی طرح یہ گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ جو چیز اس کی قومیت، مذہب بلکہ اس کی ہستی کی بنیاد ہے  
(یعنی بیت المقدس) اس سے اس کا رستہ ٹوٹ جائے پھر خدا نے اس نکتہ کو زیادہ واضح کر دیا کہ کسی خاص قبلہ کی  
طرف رخ کرنا اصلی ثواب نہیں۔ بلکہ ثواب درحقیقت ایمان اور اعمال صالحہ کا نام ہے سیرۃ البشی حلاول صفحہ ۲۱۹  
شعبی صاحب نے قبلہ کی فلسفی تفصیل سے لکھی لیکن اس کی تالیف دقت اور کیفیت کا نام تک

نہیں لیا۔ آپ کی مرقومہ بالا عبارت کو بڑبڑکھتے قبیلہ کی تعریف حقیقت اور ضرورت کو ضرورت سمجھ جائیگا لیکن اس کے متعلق کہ سوط شتر مہینوں تک قبلہ ایک رخ بہرہ و سرے رخ پر کیسے بدلا۔ کہاں بدلا۔ اور کس وقت و کس حالت میں بدلا یہ کچھ بھی معلوم نہ کر سکے گا۔ حالانکہ آپ جب تاریخ و سیرت کے موضوع پر اپنی تصنیف مرتب کر رہے تھے تو آپ کا فرض اولین تھا کہ اس کے مقام وقوع و وقت و وقوع حالت اور صورت وقوع کو بھی اوستی تنظیم و ترتیب واقعات کے سلسلہ سے بیان فرمادیتے جس ترتیب و سلسلہ سے اور واقعات قلمبند فرمائے گئے ہیں اور ترتیب سیرت و تاریخ کے اعتبار سے جس تک یہ کمی پوری نہ فرمائی جائیگی۔ اسلامی قبلہ کی تحویل و تعیین کی نسبت آپ کی موجود و تحریر یا کلامی اور غیر مکمل ٹھہرائی جائے گی۔

اب ہم آپ کی نزول اسثناء امور متعلق تحویل قبلہ کی تفصیل کی کیفیت ذیل میں لکھ دیتے ہیں۔ ان مہام اور طریقی اسکے سال و ماہ و روز وقوع کی نسبت لکھتے ہیں۔

تمہ کی تحویل تسنن کے مہینہ میں منگل کے دن۔ مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا اٹھارہ مہینے بعد واقع ہوئی اور ان سعد کے موافق ۵۱۵۰ سن میں تھا۔

صرفت القسلة يوم الثلاثاء في شعبان على رأس  
ثمانية عشر شهرا من مقدم رسول الله صلى  
الله عليه وآله وعي ان سعد للصف القسلة

تحویل قبلہ کی صورت۔ حالت اور کیفیت ہم موصوبہ تہذیب و تاریخ مدینہ اور شہر زرقانی سے ذیل میں نقل کرتے ہیں تاریخ مدینہ امام اور الدین مہمودی کے ذریعہ ترجمہ کی اصلی عبارت حسب ذیل ہے۔

قول مرجع ہی ہے کہ تحویل قبلہ کا واقعہ مسجد قبلتین میں واقع ہوا مقول ہو کہ حساب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم میں ام ابیہ کے گھر صیات میں مع صحابہ کے تشریف رکھتے تھے۔ یہیں آپ کو طہر کی کار کا وقت ہو گیا۔ آپ نے صحابہ کے ساتھ اس مقام پر حجام مسجد قبلتین آنک موجود تھے مارچ پہنچنے شروع کی دورکت مارچ چکے تھے کہ حالت نماز ہی میں تبدیل قبلہ کا حکم مارل ہو گیا اور اسی وقت آپ نے انباروے مبارک کمر کی طرف بھیر دیا۔ صیہ کہ خدا فرماتا ہے کہ بیش تجھ کو اس قبلہ کی طرف بھیرا جس سے تو راضی تھا۔

ارجح انست کہ تحویل قبلہ در مسجد قبلتین بودہ منقول است کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ زیارت کرو ام ابیہ و بنی سلیم پس او برے ماہرے ایشان کہ ہمارہ بود طعام درست وادہ۔ و وقت ظہر آمد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب خود در موضع مسجد قبلتین نماز ظہر سگارد و چون دورکت نماز کروا مامور شد کہ رو بکعبہ کنند۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبارک خود سوئے کعبہ گردانیدہ۔ یہیں قبلہ است کہ خدا تعالیٰ امیر مایہ ملتوں قبل قلمہ تو صلیما

ترجمہ تاریخ، یہ امام مہمودی فارسی (قلمی) زرقانی مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۴۸۵۔ محدث تہذیب نے بھی روایت لایا۔ باب من باختلاف الفاظ ہی صورت و اقد بتلانی ہے۔ رد صہ الاحباب جلد اول مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۱۱

اسی موقع مبارک پر قبیلہ تین کی مارت آج تک اپنی تقدیس و تخصیص کو بتلادی ہے۔ تحویل واقعہ کی اصلی



واقعات اور حقیقی حدیث و کیفیت ہی تھی جو ادب و بیان کی گئی۔

## سلسلہ عذبات

سلسلہ عذبات | سب فی صاحب نے اس عنوان سے غزوات کی نقل و تفصیل سے پہلے ایک طویل مضمون لکھا ہے جو اپنے مطالب و مقاصد کے اعتبار سے تفصیل عذبات کی تہذیب ہے لیکن بعض مقامات میں نہ تمام اور بعض مقامات میں آپ کے سائنات استدلال بہم رہ گئے ہیں۔ ایسے اس نقص کو سب فی صاحب ابتداء ہی سے خود سمجھ گئی ہیں جبکہ اس عنوان کے آغاز ہی سے حاشیہ میں یہ مدد زناہ عمارت قلبین فرماتے ہیں۔

غزوات کا سلسلہ جس اسباب سے واقع ہوا اور جس قسم کے واقعات میں آئے اوک لئے ہم نے ایک مختصر عنوان قائم کیا ہے کیونکہ وہ جنسی طریقہ سے ادا نہیں ہو سکتے لیکن یہ عنوان اچھی طرح سے اس وقت دس نشین ہو سکتا ہے کہ ایک دفعہ تمام واقعات سرسری نظر سے گذر جائیں۔ اس لئے ہم نے اسکو تمام غزوات کے لئے لکھا ہے ناظرین اسکی احتیال رکھیں صفحہ ۲۲۲

یہ کوئی ترکیب ہے اور کوئی ترکیب تالیف بیان تو بیان ہے اور مدد و کامل جدول کے شیعہ حاشیہ کو سمجھ میں آئیگا۔ واقعات تو سلسلہ بیان میں ایک مقام پر جمع کر دیے گئے اور لکھ دیے گئے ہیں لیکن اوکے اسباب و اسباب اور توجہات و توضیحات وقوع کتاب کی دوسری اور تیسری جدول کے مطالبہ پر موقوف کر دی گئیں ہیں سب فی صاحب نے اسی تالیفات کے لئے یہ انداز خاص اختیار فرمایا جو لیکن اس وقت تک سیرت و تاریخ کی جتنی عمری۔ فارسی اور اردو کی کتابیں سب فی پیش نظر میں دن میں سے کسی ایک میں بھی یہ ترتیب پائی نہیں جاتی عارضی طور پر بیرونی مصلحت کی سبباً وقتی یا ضرورت امتناعی کے حامل ہو جائے سے اگر کسی کتاب کے سلسلہ عنوان میں کوئی تفصیل واقع ہو گیا ہو۔ توضیحات ہے لیکن کسی صنف نے اسی تصنیف میں یہ انداز ترتیب نہیں قائم رکھا ہے کہ ایک ہی عنوان و مضمون کو ایک قائم ماحض ناما کامل یا صہم جو کر کے لکھیں۔ توجہ اور دیگر نکات دوسرے یا تیسرے حصہ میں نقل کر کے لکھیں۔ یہ تاریخ دوسرے کے واقعات نہ ہوئے و شان حیا کے فضائل ہوئے کہ پہلی جلد میں ایک قصہ کا آغاز ہے تو دوسری میں ترتیب اور تیسری اور چوتھی جلد میں لیکن حاکم و تہذیب معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اسی اس سلسلہ بیان میں بھی امام بخاری صاحب کی تقلید نہیں چھوڑی ہے اوکلی صحیح بھی تمام تراوی ترتیب و ترکیب غلط سے بھری پڑی ہے۔ ایک باب میں ایک حدیث کچھ حصہ تک بیان کر دی گئی ہے پھر دوسرے تیسرے یا چوتھے باب فصل میں جا کر اس کے باقی ماندہ حصہ کا ادرار کیا گیا ہے۔

سبہر حال اتنا تہذیب و لکھ کر سب فی صاحب کی بے ترتیبی و تکیبی کی امیدہ صورت حال پیش کرتے ہیں۔ یہ عذرات

معذرت لکھ کر آپ اپنے عمران تہید کو ان العاطمین کہتے ہیں۔

کیا عجیب بات ہے! باب سیر مغازی کی داستان جب قدر وافر نفسی اور پلندہ انگلی سے بیان کرتے ہیں یورپ اسی قدر اس کو زیادہ متفق سے جی لگا کر سنتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ داستان اوپر بھلتی جائے۔ کیونکہ اس کو اسلام کے جوہر کو مستحکم کا جو موقع آراستہ کرنا ہے اس کے بغض و انگار کے لیے۔ سو کے چارہ نظر نہیں بلکہ غشیما کے خون و رنگا ہیں۔ یورپ کے تمام مورخین نے سیرت نبوی کو اس انداز میں لکھا ہے کہ وہ لڑائی کا ایک مسلسل سلسلہ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ لوگ زبردستی مسلمان بنائے جائیں۔

مولوی سید صاحب کے استشاریہ تحریر اور اضطرار ترتیب مضامین کی باطنی وجہ کھل گئی۔ وہی آپ کا قدیم عارف تہذیب یورپ میں مصنفین سے آپ کی تحریف و معر بیت اور ان کے مطالبات و اعتراضات کے جوابات مستدلانہ طریقہ سے پیش کرتے ہیں آپ کا بجز ضعف اور آپ کی سیر مغازی اور سر اگندگی جو ہم تمام ایسے مقامات پر دکھلانے اور تباہی چلے آتے ہیں یہاں بھی عارض حال ہو گیا۔ آپ کا اضطراب آپ کی ہر اگندگی اسی سے ظاہر ہے کہ عیسائی مصنفین کے یہ اعتراضات آغاز مدعا سے آپ کے دل میں کھٹک رہے تھے۔ ان کی تردید کوچہ تہید میں چھٹا بیان کی گئی پھر تشفی خود نہ ہوئی تو حاستہ میں عبادت معذرت لکھ کر آئینہ تسکین کا یقین دلایا گیا۔ یہ خلا خلا کر کے جنگ مدر کے صاف صاف اور سیدہ سادے (بقول آپ کے) حالات لکھ کر خافین کو اسلام کی جوابدگی گویا اصل شان اور حقیقی علمی صورت دکھلائی گئی ہے۔ لیکن افسوس پھر بھی آپ کو اپنے بیان سے اطمینان نہ ہو سکا تو غزوہ بدر پر ایک تبصرہ لکھا۔ اب خدا جانے اس کے بعد بھی آپ کو اپنے بیان سے پوری تسکین ہوئی یا مین العلم عند اللہ۔

اتنے اضطراب کا باعث کیا تھا؟ وہی معر بیت اور استدلال کا خلا طریقہ جو اس موقع پر بھی حسب العادت اسی زور و شور سے اوجھٹایا گیا ہے جیسے اور مقامات پر اور زبردستی بعضی ہی ریزہ مرویات سیرت کو تنہا خافین کے ان تمام اعتراضات کا باعث ہر ممکن و ناممکن طریقہ سے ٹھیرایا گیا ہے۔ ہمیں نے غزوات اسلامی کو جنگ و دفاعی ثابت کر چکے تھے عہد باجنگ بدر کے متعلق خصوصاً یہ لکھ دیا ہے کہ اس غزوہ کی غرض خلیفہ قریش کا لوٹ لینا تھا جو باجستی ابو سفیان اسباب تجارت بیکار ملک شام سے واپس آ رہا تھا۔

اب سیرت و تاریخ نے متفقہ اگر ایسا کیا تو بڑی غلطی کی لیکن ہم نے آپ کے استدلال کی تفصیل سے نتیجہ نکالا ہے کہ اس غلطی میں اگر واقعی غلطی ہے تو اکیلے سیرت والے ہی ملزم نہیں ہیں۔ بلکہ آپ ہی کے اقوال و اعتراف کے مطابق امام بخاری بھی اس جرم کے مجرم ثابت ہوتے ہیں۔ آپ خود خاتمہ بحث میں ص ۲۶۵ پر رقمطراز ہیں۔

گو اب یہ افسوس کی طرح بڑا بات ہو گیا کہ غزوہ مدر کا سبب کاروان تجارت پر حملہ کرنا تھا تاہم اس گروہ کا کوئی ضرر ہے کہ ایسے صاف اور صریح واقعہ کے متعلق تمام ارباب سیرت نے متفقہ کیوں غلطی کی اور صحیح بخاری وغیرہ میں تصریحات

کیوں پائی جاتی ہیں کہ سر کی استقامت قاعدہ ہی پر چل کر کرنے کی عرض سے ہوئی تھی۔

جب خود صحیح بخاری و دیگرہ میں بقول آپ کے یہ تصریحات موجود ہیں۔ گو ادنیٰ وجوہ آئندہ جملہ کتب جو نہ ثابت کر لیں لیکن سیرت کے علاوہ۔ حدیثوں کی کتابوں میں اربع علی الخصوص صحاح کی کتابوں میں بھی اور سکا وجود قائم ہے تو ایک تحقیق کس قدر ضرور کہہ سکتا کہ اب اہل سیرت کو اکیلے اس الزام کا ملزم اور اس جرم کا مجرم نہ مانے گا آپ کو کوئی حق مافیہ بین ہوا اب شبلی صاحب کا وہ طواریاں کہ پورے میں بعضین کے تمام اعتراضات والزامات کے باعث اکیلے اہل سیرت میں کمان نہ ثابت ہو سکا۔ سیاہ کرنے کو صحنے کے صفحے سیاہ کر ڈالے گئے۔ اور آخر میں ان طواریاں کی مایہ جو فیصلہ کیا گیا وہ صاف صاف بتلا رہا ہے کہ اصل حقیقت کے سمجھنے میں نہ نقیض راہل سیرت و احادیث کو غلط فہمی واقع ہو گئی ہے جس طرح اراکب سیرا اصل مقصود تک نہیں ہو چکے اسی طرح اہل احادیث بھی یہی اہلی فہم نہ کر سکے۔ اسی کے ساتھ آپ کی عبارت فیصلہ سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ اس غلط فہمی کی ابتدا دراصل اسباب تاریخ و حدیث ہی سے نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ اسکا آغاز حقیقتاً صحابہ ہی کے خاص زمانہ سے ہوا ہے اور وہی حضرات حوا و واقعات کے اصل راوی ہیں وہی اسکے اصل علت کو نہ تو سمجھ سکے نہ وہ سرون کو سمجھا سکے۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اراکب سیرتوں یا اصحاب حدیث و تفسیر سب کے سب علوم صحابہ کے زمرہ میں ہیں پھر حجب انھیں حضرات نے کسی اور کے سمجھنے میں استناد غلطی کی تو اذن کے سامنے دنیا فکین ہے او کسی جو ادھی کیسے لی جاسکتی ہے۔ ہمارے اس بیان پر شبلی صاحب کے معصملہ ذیل الفاظ ملاحظہ فرمادے۔

اصل یہ ہے کہ اصول جنگ کے موافق اکثر غزوات میں یہ ظاہر نہیں کیا جاتا تھا کہ کہہ رہا ہوں کہ غرض سب جانا مقصود ہے صحیح بخاری وغیرہ بیوک میں حضرت کعب بن مالک کا جو مستور صحابی ہیں اور کاعول لعل کیا ہے۔  
ولہذا یکن رسول اللہ صلعم بعد من وکذا  
اتحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے  
وڑے عدیدھا  
تھے تو کسی لاد موقع کا تو یہ فرماتے تھے۔

تو یہ کہ معنی تاریخین بخاری نے یہ لکھے ہیں کہ آپ ایسے موقع پر مٹھ اور مجلس التلمینین الفاظ استعمال فرماتے تھے۔  
اگر کویر سے نزدیک ہو گیا تھ تو یہ صحیح نہیں تھا ہم واقعات کے استقصا سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ بعض موقعوں پر نہ اقتدا اس طرح ہم کہہ سکتا تھا کہ لوگ مختلف قیاس پیدا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بدر میں سعد بن حذیمہ کو یہ لکھا  
ہی معلوم ہو گیا تھا کہ قافلہ نہیں بلکہ فوج کا مقابلہ ہے بخلاف انکے صحیح بخاری میں انھی کعب بن مالک کا قول منقول  
ہے کہ بدر میں صرف خلفاء سے تعرض کرنا مقصود تھا۔ و بنا جو میں ہم لکھ آئے ہیں کہ راوی حسین صاحب بھی داخل ہیں  
بہت سے موقعوں پر جو واقعہ بیان کرتا ہے وہ حقیقت میں واقعہ نہیں ہوتا۔ بلکہ اور سکا اپنا استنباط جوتا ہے یعنی  
ہو اس نے اسکو ایسا ہی سمجھا ہے۔ بدر میں بھی یہی صورت پیش آئی۔ اور اس لئے کہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ صحابہ نے

مختلف قیاس لگے۔ اور جو قیاس مذاق عام کے مناسب تھا۔ وہی پھیل گیا۔ سیرۃ النبیؐ پر جو غزوہ بدر علیہ السلام ص ۳۲۲  
 اتنی سی بات کے لئے ہمارے شعبی صاحب نے اپنی کتاب کے پچاس (۲۲۱ تا ۲۶۱) صفحات لکھ  
 تولے۔ اگر آغاز نبیؐ میں اسکا اظہار کر دیا ہو تا تو اس طواریکا کی ضرورت نہیں تھی ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے جو جاناکہ  
 بعض صحابہؓ کو جو اسکے اصل لادہ ہوں۔ اسکے اصلی سبب کے بیان کرنے میں غلط فہمی واقع ہو گئی ہے اور یہ اس کے  
 قیاس کی خطا ہے۔ اور اسی کے ساتھ وہ بھی دیکھا کہ اطمینان کامل کر لیتا کہ انھیں صحابہ کے طبقہ میں ایسے لوگ بھی ہیں  
 جو اسکے حقیقی سبب و علل کو بخوبی جانتے ہیں اور وہی امر بتلائے ہیں جو اس واقعہ میں حقیقتاً تیسرے قدرت اور تجویز  
 رسالت کا عین مقصود ہیں۔ چنانچہ آپؐ کی صاحب (خود کہتے ہیں۔

امام احمد بن حنبل نے منہ میں۔ ابن ابی شیبہ نے منصف میں۔ ابن جریر نے طبری تاریخ میں اور ابی نعیم نے  
 دلائل میں روایت کی ہے اور اسکو صحیح لکھا ہے۔ اور اسکے لادہ محرکہ کے سیرۃ واسد المداغ الثالب علی اس  
 ارمطالب ہیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ مدینہ میں آئے تو وہاں پہلے کھانے  
 کوئے جو ہمارے حوائج مراغہ تھے اس لئے ہم لوگ پارٹنگئے حضرت  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پوچھا کرتے تھے کہ جو کچھ چاہیے کہ سکرانچ ہے  
 ہیں تو رسول اللہؐ کو روکیے۔ مگر ایک کو میں کام ہے جہاں ہم ٹہر گئے  
 سے پہلے پہنچ گئے۔

عن علیؓ قال لما قدنا من المدينة اصحابا شامداھا  
 واحتواوا اصحابا تھلوا علت وکار المی صلعم  
 فتکلموا عن ندس طلمنا لعلنا ان المشرکین قد اقلوا  
 اساس رسول اللہ صلعو الی ندس وندس  
 بغرض یضما المشرکین الیھا

اس میں صاف تصریح ہے کہ مشرکین کے حملہ کی خبر سنا کر آپؐ نکلے تھے اور بدر پر آکر قیام فرمایا تھا اس پوری  
 حدیث میں اوسفیان کے قافلہ بجاوت کا ذکر تک نہیں ہے۔ سیرۃ النبیؐ ص ۲۵۸

اس خیال پر جو مورخ آپؐ نے پیغمبرین دکھلائے ہیں وہ اگر آپؐ اس بحث کے مقدمہ میں دکھلا دیے ہوتے تو تنہا  
 طوالت کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی یہ آپؐ کی سب سے بڑی کتابت ہوئی۔ اور اگر کچھ مفید کتابت بھی ہوئی تو صرف اہل  
 اسلام کے لئے جو حضرات ناقلین یعنی صحابہؓ اولین کے غلط استنباط اور پھر انھیں حضرت میں بعض بڑے گوارانہ کے صحابہؓ  
 سے صحیح واقعات پر کھڑے اس کی حقیقت سے پورے مطمئن ہو گئے لیکن مخالفین جو حضرتؐ میں سکین و تشفی تو اس جواب  
 استدلال سے طعن میں ہوئی کہ چونکہ وہ آپؐ کی روایت اولین یا آخرین کے غلط استنباط اور غیر صحیح قیاسات کو جواہرہ  
 نہیں۔ وہ تو آپؐ کی کتاب اور آپؐ ہی کی روایات سے اپنا استدلال پیش کرتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ آپؐ کی کون کتاب  
 صحیح ہے اور کون غلط؟ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ آپؐ کا کون راوی صحیح قیاس و استنباط کرتا ہو اور کون غلط؟  
 ہم ہر بار دکھلاتے اور بتاتے آتے ہیں کہ مخالفین اسلام کے مقابلہ میں غلطی صاحب کا یہ طریقہ استدلال کدھاری

یہ روایت صحیح ہے اور وہ غلط ہے۔ یہ کتاب مستند ہے۔ وہ فخر مستند ہے۔ ہمارا یہ راوی صحیح قیاس استنباط کرتا ہے اور وہ غلط قیاس  
و استنباط کرتا ہے۔ مخالف کے لئے کبھی حجت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بحال اس کے اور کئی حصے کے احکام و عمل کی مثالیں بطور  
تجزیہ بحث کے متعلق اور بعض کی کتابوں سے دکھلائی جا رہی ہیں اور انہیں کے اقوال و احکام سے انکو معقول کرنا پڑا  
انفس سے کہ اگر اس بحث کو ہم یہیں سے ابھی شروع کر دینگے تو ہمارے سلسلہ بیان میں تو قبل از وقت کا نقص  
پیدا ہو جائیگا اور پھر میرے تمہیدی مضمین بھی شعلی صاحب بطویل تمہید کے خلاف بن جائیں گے اس لئے  
ہم مخالفین کے جواب میں انبیاء سالفین کے احکام و عمل فی الجہاد کی چند مثالیں ذیل میں لکھ دیتے ہیں اس لئے  
کہ حضرت عیسیٰ کا سارا اعتراض ان امور کی نسبت جیسا کہ آپ کہتے ہیں یہ ہے کہ اشاعت اسلام کو بڑا دشمنی ظالمند اور  
حاربانہ طریقہ سے دکھلائیں۔ تو اصل مقصد معتزین کا ہمارے احکام اور عمل فی الجہاد کی شدت اور سختی کا اظہار ہے  
ہمارے مفصلہ ذیل مثالیں قرآن اور احاطہ قرآن علیہ السلام کے احکام و عمل فی الجہاد اور ان امور میں حضرت موسیٰ اور  
عیسیٰ علی نبینا واکر علیہما السلام کے احکام و عمل فی الجہاد کے باہمی فرق مابدا لاتیہا لکھو بخوبی تبلا دیگی اور وہ یہ ہیں۔

یہ روایت صحیح ہے کہ حکم و عمل تواریث کی کتاب الامار و اب ۳۱۔ آیت ۱۔ ۳۵ میں مرقوم ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے بنی اسرائیل نے مدیائ کی عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا۔

فی الجہاد کی مثالیں

موسیٰ نے عورتوں اور بچوں کو اسیر کیا اور ان کے ہاتھ پاؤں کو تھام کر قتل کر ڈالا۔ اور

ان کے سارے تہذیب کو جن میں وہ رہتے تھے اور ان کو سب قتل کر دیا اور ان کو اسیر کر لیا۔

پھر موسیٰ بنی اسرائیل پر چڑھا ہوا اور ان سے کہنے لگا کہ کیا تم نے سب عورتوں

(اسیر کردہ کو) قتل کر رکھا ہے۔ تم ان کے بچوں کو قتل بھی کر دیا کہ ان کے قتل کر ڈالا

اور ہر ایک ایسی عورت کو جو مرد کی صحبت سے واقف ہو چکی ہو اسکو جان بوجھ مار ڈالا

لیکن ان میں وہ لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں ان کو اس نے

صرف (کے لئے) زندہ رکھو۔

یہ تواریث کے حکم اور عمل فی الجہاد کی مثال کا صوف ایک نمونہ تھا جو دکھلایا گیا۔ اب حضرت عیسیٰ کا خاص حکم جہاد

انجیل مقدس میں تبلیغ دین کے متعلق خاص انہیں کی زبانی ملاحظہ ہو۔

انجیل متی۔ باب ۱۔ آیت ۳۴ میں مسدود ہے۔ ۱۔

اسے بنی اسرائیل۔ یہ تم سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرنے آیا ہوں۔ صلح کرنے میں

آیا بلکہ یہاں صلح کرنے کو آیا ہوں۔

پھر اسے آخر وہ غلام بن جو اربوں سے ارشاد ہوتا ہے۔ انجیل متی باب ۲۷

کیرٹوں اور لتوں اور نقدی کے بدلے ہتھیار خرید کر مسلح ہو جاتے جاؤ۔

ان احکام و علیات کی موجودگی میں جنگی کھتر القعد و مثالین ہمارے سیشس نظر ہیں اور جنگجو ہم اپنے مقدمات مناسبت لکھیں گے کوئی مخالف اسلام ہو۔ یہودی یا عیسائی۔ ہمارے رسولؐ برحق۔ رحمت مطلق کے احکام و عمل فی الجہاد کی مثالوں پر حوالہ کے مقابلہ میں اذیت ہمیں رحمت۔ انتقام نہیں۔ عدل انعام ثابت ہوتے ہیں۔ مومن نہ نہیں کہوں سکتے وہ انہی انصاف کی رمان سے کمین اور تبادیل کہ یہ طرز عمل جو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وآلہ و علیہ السلام نے کفار کے ساتھ جہاد میں اختیار کیا اور منخلوین کے ساتھ انتقام لینے کے لئے جو احکام بنی اسرائیل کو یہودیوں نے کیا اس امر کی تصدیق نہیں کرتے کہ مذہب موسویؐ پر تشریح پھرایا گیا ہم طرز احتجاج اور تلامذہ دیتے ہیں کہ اگر وہ ان مثالوں پر تعصب و نفسانیت سے ہمیں عدالت و دیانت سے غور کریں گے تو انکو حضرت موسیٰؑ کے اس عمل و حکم و شریعت کا احترام کرنا پڑیگا اور ایسی اقرار و اعتراف کرنا کہ انکو اسلام اور بائی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے رم اور مترجمانہ طریقہ اجتہاد پر جو نہایت صفائی کے ساتھ ہر معرکہ جنگ میں بالکل ماحضہ ثابت ہوتے چلے آئے ہیں نہ جارحانہ محاصرانہ کسی قسم کے اعتراض کو کوئی حق باقی نہیں رہے گا۔

یہ تو حضرت موسیٰؑ کو عمل جہاد کی مثال تھی اسید طرح عیسائی معترضین حضرت عیسیٰؑ کے مرقومہ بالا احکام کو نظر انصاف سے دیکھ کر تبادیل کہ آپ کے اس حکم سے جو تبلیغ دین کے ابتداء ہی میں فرمایا گیا تھا کہ میں تم میں صلح کرانے نہیں آیا بلکہ تلوار چیلانے آیا ہوں۔ کیا یہ اس حکم سے یعنی طور پر مستفاد نہیں ہوتا کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کو ضرورت تبلیغ دین اور تاسیس ملک و قوم کی عرض سے کافروں اور دین الہی کے منکر و دن کے مقابلہ میں حماد کا موقع ملتا تو وہ کس شہادت اور سختی کے ساتھ تلوار چلاتے۔ کیا کوئی شخص بعد اسکے کہ آپ خود فرمایا کہ میں مجھے صلح کی امید نہ رکھو۔ میں روئے دین پر صلح کرانے نہیں آیا۔ پھر آپ کی ذات مقدس سے دعویٰ بالندہ بندگان الہی کے طبقہ عام میں امن و امان یا صلح طلبی کی کون توقع کر سکتا، بخلاف ان احکام کے سید المرسلین رحمۃ اللہ علیہم کی تبلیغ دین کے واقعات کو آغاز سے دیکھو پڑھو اور غور کرو تو ثابت ہوتا ہے کہ جس دین کی تبلیغ کی آپ ابتداء فرماتے ہیں اوس کا نام ہی اسلام ہے جسکے معنی سلامتی عام ہے۔ اور مسلم کی حقیقی تعریف یہی ہے ومن استسلم من میداء و لسانہ مسلمان واصل وہی ہو جسکے دست و زبان سے لوگ صحیح و سلامت رہیں۔

ہم بار دیگر احتجاج کے طور پر تمام عیسائی مسودین اور یورپین محققین سے استفسار کرتے ہیں کہ کیا وہ اسلام کی کسی معتبر یا غیر معتبر کتاب سے ثابت کر سکتے ہیں کہ فاتحین اسلام نے کسی معرکہ میں اپنے منخلوین کے اہل و عیال کے ساتھ ایسے ظالمانہ اور جاہلانہ کیا کئے ہیں جیسے بنی اسرائیل نے اہل میاں کے بل بھرنے کے ساتھ اختیار کئے۔ اور

۲۰ یہود و نصاریٰ ان احکام و حریت و انجیل کی شریعت و سختی کو تو سمجھتے ہیں۔ لیکن اور انکی جو نادلیلین تعلیم گرین۔ اوکے لئے اہل اسلام جوابدہ نہیں ہو سکتے۔ لیکن مسلمانوں کے عقائد میں یہ احکام میں شرافت تھے۔ جو ان کھار ان قوم اور دشمنان الہی کی کیرٹوں اور



جب تک وہ ایسی مثالیں نکلتا کہ اسلام سے زمانہ رسولؐ میں عمل فی الجہاد کی نہیں دیکھ سکتا، تو کھنکھاتا، تو کھنکھاتا اور کھنکھاتا کہ جہاد میں حضرتؐ سے پہلے کبھی نہ ہو سکتا تھا۔ یہاں تک کہ مسالک ترجمہ رعایات اور انسانی ہمدردی پر کیا وہ اور یہ جہاد علیٰ مسمیٰ تھے ایسی صورت حال میں متبرعین کے تمام اعتراضات خود انہیں کے اسلام کی حرکات و عملیات پر عاید نہال ہوئے ہیں اور اسلام کا دامن ان تمام الزامات سے بالکل پاک و صاف ہے۔

بیان تک تو ہم نے مثالی صاحب کی غیر عید تمسید کی تنقید کی تھی۔ اب ہم اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مثالی صاحب غزوات رسولؐ کے اس باب میں تامل قائم کرتے ہیں۔ اور اپنے اس مدعا کی تصریح و تفصیل میں اصل مقصد اتنا دور جا پڑے ہیں۔ جیسا کہ مقدمہ بالا بحث سے ظاہر ہوا۔ لیکن وقوع غزوات کی جو ضرورتیں اور جو مبرایان تلمذ کیا گیا ہیں وہ بالکل صحیح اور فی الواقع ہیں اور وہی اسلامی تاریخ رحمت کی کتابوں میں بھی مرقوم ہیں۔

لیکن تاہم ان توہمات کی تصریحات میں نقص رہ گیا ہے کہ ان تمام غزوات و سرایات، حملات قریش کی تجسس و تلاش اور سرغریبانوں کے واقعات پر محمول زمانے کے ہیں حالانکہ علی الماکثر انہیں ایسے غزوات پہلے جانتے ہیں

تقدیر حالت صحیفہ گذشتہ اور بدو کیوں کی صورت سارا میں اور باطل ہونے سے انصاف کیا گیا کہ ان تمام غزوات میں حضرتؐ کی جو کچھ کار کے ساتھ اس سختی سے حماد کا حکم نازل ہوا وہ ایسی شامت اعمال میں سے ایسے ہی دیکھا جو گئے اور ان کی سکاریاں بھی ایسی ہی دہرہ استہزیاء پر مبنی ہوئی ہوگی کہ خدا سے رحم الراحمین کو بھی چھوڑنا اور فتنہ عالم کو اس وقت تک کا رہنے کو نہ دل عذاب میں سرار ملت قضا رہا جبکہ اس مقام کے واقعات اور سلوحت سے ناست ہو گئے۔ لیکن بحالت اسکے۔ اب اس قوم کی سکاریاں اور کھوکھڑا رہی اور اس اور رحم الراحمین کے نزدیک اور بھی رحم و رعایت کے قابل نہیں تھے اور حقیقتاً ان کی سل کا باقی رکھا ہی دنیا میں بندگاں الہی کے لئے ہزاروں محاسن کا قیمتی باعث تھا۔ ایسی دہرہ اس صورت عمل فی الجہاد میں ان کے کامل استیصال کا علی الاعلان فرمان دیا گیا۔ تو یہ سب نعمت۔ تاسیس قوم و ملک اور ترتیب اخلاق و تہذیب۔ غرض ہر طریقہ اور طریقہ ہی بالکل صحیح اور جارحانہ

بالکل اس طرح حضرتؐ میں اس طرح کا وہ ارشاد و حکم دیا گیا ہے اس موقع ضرورت اور اس ناشتہ قوم یہود کی صلوات اور افتادہ پورامطابق ہوا تھا ہے جن لوگوں نے نکتہ سابقین حضرتؐ میں اور یہود کے حالات پڑھے ہیں وہ بخوبی واقف ہیں کہ اس گڑبگڑ، ناشتہ قوم یہود سے ایک دن بھی آپ کے ارشاد و تعلیم کو جوہر اور واقعات کے کانون سے نہ سٹپا۔ آخر کا یہ عیسائیوں کے عقائد کے مطابق آپ کو کھنکھاتا کر دیا۔ ایسی کافریت اور جوہر اور قوم کی دیکھا کہ ان کے مقابلہ میں آپ کا یہ ارشاد و حکم کیا ہی دہرہ باجی کی بالکل سچی اور مطابق واقعہ پیش گوئی ہے۔ جو وہ سری صدی عیسوی سے لیکر تیسری اور چوتھی صدی عیسوی تک بطریقین قیطنیہ، اوسطین، انطاکیہ عیسائی حکمرانوں کی خوفاں تلواروں سے اس قوم کے تمام لوگوں کو اور ٹھکانا بن گیا۔ اس بنا پر جو اس ہی رجحان نے سرا دیا وہ اس جو خواہ اور کھنکھاتا قوم کے آگے آیا۔

حوا قوام و قابل گزروں اور اسے اسلام کے ساتھ شریک معاہدہ ہونے کی غرض خاص سے اختیار فرمائے گئے تھے۔ ان امور کی توضیح کے لئے حد تک چرواوس مقدس عہد نامہ کی بعض خاص شرائط کی تفصیل کی جائے گی جو کہ ہر ایک کے لئے ہیں۔ ان امور کی حقیقت کا پورا اکتشاف دشوار ہے۔ اس لئے ہم اپنے موجودہ سلسلہ بیان میں اوس مبارک عہد نامہ کی بعض شرائط کی تفصیل حسب ذیل بیان کرتے ہیں۔

جو کہ اس مقدس معاہدہ کی ایک شرط خاص بھی تھی وان الحاد کا المعص علیہ مصادقہ انتہ جہا یہ نویں ہی معاہدہ قوموں کے بارے میں تھی۔ اس کی تاویز کیا کہ وائے لئے ضروری اور حد کی گنجائش نہ ہوں۔ اس شرط کی بنیاد ضرورتاً کہ ان سے ہر ایک داخل معاہدہ ہونے کے لئے سلسلہ جنبا ئی کی جائے۔ ایک تو امن و امان اور صلح و آشتی کے عام انتظام کی استحکام کی ضرورت سے اور دوسری قریش کی خاص صفت و قرب وہی دسازش سے محفوظ رکھنے کی مصلحت سے کہ وہ پیش کی قوموں کو اس معاہدہ میں شریک کر لینا نہایت ضروری تھا۔ اس کی تعمیل و تکمیل میں اتنی اہمیت تھی کہ ان میں سے اکثر مندوبان اور ممتاز قبائل کے پاس خدا کا پیغمبر بھی بالفسلہ انقیس صلح عام کے پیغام لیکر گیا۔ دران میں سے جو اتنی اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ ان کی تعمیل کے لئے صحابہ بھی بھیج دیے جاتے تھے۔ اسی شخص عیسیٰ کی بنیاد ارباب برت و حدیث نے۔ رسول اللہ صلعم کی موجودگی والے واقعات کو اپنی اصطلاح خاص میں غزوات کے نام سے لکھا ہے اور جن میں آپ موجود نہ تھے۔ ان کو سرائیا۔ ہمارے موجودہ بیان میں بعض غزوات کی تفصیل شامل کی ضرورت سے سہرا ج کرتے ہیں۔

غزوات میں بالاتفاق تاریخ وحدیث غزوہ وصال یا غزوہ ابوا۔ جو اسی کا دوسرا نام ہے یہاں غزوہ رسولؐ بتلایا گیا ہے۔ غزوہ وصال قبیلہ بنی خزیمہ بن مکرمین عہد منافع موضع ودان میں مقیم تھا۔ وہاں جمعہ سے ایک دن کی راہ پر واقع ہے۔ اور مقام ابواہران سے کم بیش آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے جہاں آپ کی والدہ ماجدہ علیہ الرحمۃ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کا مزار مقدس ہے اور ربیعہ بن زہرہ بیان سے انٹی میل ہے۔ یہاں بنی خزیمہ اور بنو خزیمہ کے قبائل قریب ہی قریب مختلف قطعات رگیان میں آباد تھے۔ اس بنا پر ان دونوں قبیلوں کی یکساں شرکت ضروری تھی۔ اسی غرض سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالحق انقیس مدینہ سے معہ دسے چند اصحاب کے ہمراہ اتنی میل تک کی رحمت سفر کا اٹھائی وصال میں پہنچے۔ قبائل سے ملے اور معاہدے کے متعلق گفتگو کی چونکہ تمام مابین صحفائی اور صحابی کے ساتھ کی گئیں اس لئے دونوں قبائل شائستہ و سادہ پرور اور راضی ہو گئے۔ وہ دونوں قبیلوں کے سردار و حکمران عمر بن حشری القرظی نے معاہدہ لکھا کر اپنے اولاد پر نام قوم و قبیلہ کی طرف سے دستخط کرواے۔ اس معاہدے کے الفاظ یہ تھے۔

هذا کتاب من محمد رسول اللہ لسی حنیۃ اھل مدینہ علی النہا والھم و اھل مدینہ و ان لھم المصلیٰ مراد ہے کہ ان یجادوا و یؤدبوا باللہ یا علی بن زہرہ و ان لھم المصلیٰ مراد ہے کہ

نصرة احوالهم -

پہلے آئیں گے۔ در قاضی محمد امجد علی صاحب الاف بیہی ص ۴۷

عبدغفار | اھمیں کے ایسا احوال کے کوہستانی قبائل کے ساتھ بھی معاہدہ کیا گیا جناب مولانا محمد علی احمد علیہ الرحمہ نے انہیں خاص ۱۲ ربیع الاول ۱۳۰۳ھ میں سبھی کو اون کے مرکزی مقام رضویہ تک تشریف لے گئے۔ ان اطراف میں قبائل بھی آباد تھے اور انکے تمام حارر ان قوم کو جمع کر کے شہر اٹل دو نوازہ عذرا مرہمے اور انکو بھی شریک معاہدہ کر دیا گیا۔

جہاں آلا خستہ پجری میں بنوید کج کے قبیلہ کا ترکیب معاہدہ کر لیا گیا۔ اسکی تفصیل کیفیت یہ ہے درینکے قریب  
جوار کے تمام قبائل بنوید کج کے قبیلہ امتیاز خاص رکھتا تھا۔ وہ کثیر التعداد ہی تھے۔ اور خوشحال و صاحبِ جا بڑے

بھی۔ نورانیہ کا انکا مقام سکونت تھا جو بیرونِ حج اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارک صحابہؓ کے ساتھ خود شریف لے گئے۔ سردارانِ قوم کو جمع کر کے حب انکوارس معاہدہ کے فوائد و منافع سمجھائے تو یہ لوگ بھی فوراً آپ کے ساتھ اس معاہدے میں سہرے ہو گئے۔

اسی مقام میں حضرت علی رضی کی کتبیت اور تزلزل قرار دیا۔  
و طبری اور اباب حدیث و تاریخ بال اتفاق خود ہا اس کی حقیقت یوں بیان کرتے ہیں۔

حد ثقی موبدین محمد بن حسیب علیہ السلامی علیہ السلام  
 کعب القریظی عن محمد بن حسیب علیہ السلام عن یحیی بن عمار بن یحیی  
 قال کنت اماما علی صابی طالب رقیق و عوج و العجیز  
 فلما مر به رسول الله صلعم و اقام بها طایدا اناسا  
 منی ملجج یعملون فی عین لیس فی محل فقال علی بن  
 امیطال یا ابا الدیقظان هل لک فی ان مائی هؤلاء  
 القوم صیطر کیف یملون قال قلت ان شئت قال  
 فحکمنا هر فطرنا الی علمهم ساعتہ تعیننا النعم و الطلقت  
 اناد علی حقنا اصطحفا فی الصور من الحبل و فی قرا  
 من التراب عتینا و الله ما احسننا الی رسول الله صلعم  
 و صلعم قد تتر من تلك الوقاء التي تمنا و به و یؤید  
 قال رسول الله صلعم لعل من ابی طالب فویا ابی طالب لما  
 روی علیہ من التراب التبر قال لا احد کتکما یا یاضی التراب  
 رسولین فلما طلی یارس رسول الله صلعم قال احسن محمد و آلہ

محمد بن کعب قریظی کو اور وہ ابو یزید بن یزید اور وہ عمار بن یاسر بن سلمان کو کہتے  
 ہیں کہ حضرت عمارؓ نے کہا کہ ہم اور حضرت علیؓ بن امیطالؓ اور وہ ابو یزید بن یزید  
 سنا تھا تو جب جن لوگوں اصلم یہاں تشریف لائے اور ہم ہمہ نے تو  
 ہلوگوں سے وہاں ہی رہنے لگوگوں کو اپنی تہذیب کی نعمتوں میں کام کر رہے  
 ہوئے دیکھا تو علیؓ ابن امیطالؓ نے مجھے کہا کہ ای ابو یزید ان کمینت  
 عمارؓ بن یاسرؓ کو یہاں پر دیکھنا نہیں چاہتے کہ یہ لوگ کھجور انجور خنات  
 میں کام کر رہے ہیں شیخؓ کہا میں ان سے ضرور دیکھنا چاہتا ہوں یہ لوگ کھجور  
 و انجور آدمی اور ان لوگوں تک گئے اور بخوبی دیکھ کر ان کو کھانگو دیکھ کر  
 یہی دیکھ کر ان کو کھانگو کہہ دینا تو ہم لوگ وہاں سے واپس آئے اور ایک وجہ سے  
 یہ سچے تھے ہمیں پریشان گئے اور سو گئے اور بھارتی دیکھ سو گئے کہ  
 انھیں تعلیم نے اگلا دے دینا یا بے مبارک سے ٹھکرا کر ہم دونوں کو کھانا  
 اور ہم لوگوں کے جسم سے گڑ و جھاڑو کھڑکھڑا دھوا دھوا یا پھر ہم دونوں کو  
 کہہ کر لڑا کہ کیا کرتہ چاہتے ہو ہم تمہوں کو دنیا کے خوشی ترین مرد  
 حال سے اگلا کر رہے ہیں عرض کی جو کہاں آپ نے فرمایا دنیا میں

عقروا لہ والذی نصرک یا علی علی ہذا ووصعہا علی قریبہ حتی یصل مہادیک وواحد لیلۃ تہ۔

اسی چشم جلد دوم مصر ص ۶

اور جس سچی جن میں ایک تو خیر شہد حواء صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری کی طرف خطاب کر کے دوسرا جس سے ہے اعلیٰ جو تم پر مست لگے گا اور یہ کہ مسک آپ نے حضرت علی علیہ السلام کے سر پر پانچ دھڑکے

موضع ضرب کو بنا دیا۔ پھر میں مبارک ہاتھوں سے تمام گرفتاریاں گھما دی ریش بھی صرت کے خون سے رنگیں ہو جائے گی۔

یورپ کے متعصبین یونین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صرف اس نظم و ناسیس ملک دو قوم افغان کی کشمیری لگا ہوں سے دیکھیں تو وہ بلاخریک خودیقین کر لیں گے کہ جس مقدس نیر کو اردو دہ لوار سے دن پھیلانے کے فیو لیم ٹھہرتے ہیں۔ وہ تو اپنی اسلہ سے پہلے سے جنگل ان الہی میں امن و امان اور صلح و دوستی کے خود جا کر انتظام کر رہا ہے

یہاں تو جرہ تعلیق میں روسے زمین پر جنگل ان الہی کو تباہی و بربادی سے بچانے۔ لوگو عام صلح و آرام کی راہوں پر لگانے کے لئے بانفس التھیں جو روز راز سفر کی گزشتں اونٹن گریہ انتظام انتہام کر رہا تھا۔ وہاں بھی دیکھ لیتا چاہیے کہ آپ کے جاں دیاں کے مخالف کفار قریش کن خیالوں میں تھے اور کیا سامان کر رہے تھے۔

قریش کی مکہ رسا شہین تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسٰی اوسوقت جب آپ نوح دین میں امن و امان عام کر انتظام قائم کر رہے تھے۔ قبائل کی خانہ جنگیاں شب و روز کی خونریزیوں میں موقوف فرما رہے تھے۔ ملک دو قوم میں رفع فساد کی انداز کر رہے تھے اور سبقت کر اور دور در تک اطراف و جوانب میں کفار قریش معاہدہ اتحاد و اقلیت کے عوض میں غفلت و ساد

امن عام اور صلح و آرام کی جگہ مخالفت اسلام اور مسلمانوں کے قتل عام کی آگ بھلا رہے تھے۔ اور انکی تمام مغیبتہ اجتماع و تحریکات کا رخ اسلام اور مانی اسلام علیہ السلام کی طرف تھا۔ حالانکہ اسلام کامل چودہ برس تک اونکے سخت ترین مظالم و مشہر استقامت سے رواشت کر کے اون سے تین مہینوں کی مسافت پر دور گر پناہ گزین ہوا تھا۔ یہاں انکے قوم کے لوگ تھے

نہ انکا ملک دویا تھا اور ان سے کوئی کاہر یا پناہ لیکن اس سے تعلق ایسے سوکاری یہ بھی کفار کے اندر شکن قریش کے دونوں سے اسلام کی مخالفت کا کاشنا میں نکلتا تھا مخالفت اسلام تو ان اشقیائے انبی کے دونوں سے لگتی تھی اور وہ سب کے سب جو وقت اسلام کے مٹانے کی فکروں میں ہمہ تن مصروف تھے قریش اس معاملہ و مقدمہ کے انتظام کو مسک پہلے سے بھی نرا ہر چلے غا پھونگے۔ اور کہتے تھے کہ یہ تک کے تقریباً تمام قبائل و عشائر اسلام کے خلاف انہی مفسدہ انگریزوں کے

جہل بھیلانے لگے۔

عبداللہ بن ابی سلول قریش نے سب سے پہلے یہودان مدینہ کو ایک طرف اور بھارنا چاہا دوسری طرف عبداللہ بن ابی سلول کے ذریعہ سے انصار کے مسلمان قیدیوں میں خلاق پھیلانے کی کوشش کی یہودان مدینہ کی سازش سے چونکہ قبیلہ انصار کی نا اتفاقی مستحکام اسلام کے لئے زیادہ مضرت ثابت ہوئی ابی تھی اس لئے ہم سب سے پہلے عبداللہ بن ابی سلول کی سازش کے حالات ذیل میں قلمبند کرتے ہیں۔

سعد و نجدان انصار میں جو اشرار و خراج کی نسل کے عامور پڑا گیا تھے۔ عبداللہ بن ابی سلول وہ نبوت تھا جو اپنے چند

بقیمت ہمارے یوں کے ساتھ اسی تک دولت اسلام سے محروم تھا۔ حقیقت میں شخص طلبی چاہا باز اور جلسہ آہ تھا۔ راتوں اور چہ  
فقتہ برادر اس میں کوئی کلام نہیں کہ یہ ایسی جالاکوں اور فریب باز یوں کی دولت انصار کے تمام قبیلہ کو ایک گونہ ایسے قانون  
کر لیا تھا۔ اور اس کا یہ اثر کچھ انصار ہی کے قبیلوں تک محدود نہیں تھا بلکہ عام ہائے گمان مدنیہ بھی اس کے اثر سے حالی ہوئے  
تھا۔ رسولی اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اس کو اپنی دی انری اور ذمی انڈاری بریوری اسپیدی  
اور سرخ اندونون قبیلوں کی قوت واحد ایک دن میری ہی دات میں جمع ہو جائیگی۔ اور اس کے تمام قوت و اقتدار کا مرکز بنی  
میری ہی دات تسلیم کی جائیگی۔ تاہم بدینہ کی محض مردیات سے اس کے عروج و اقبال کی بیان تک حالت بیوقوفی ہوئی معلوم  
ہے کہ جس سال مدینہ میں رسول اسلام ہوا اسی سال انصار کے دونوں قبیلوں میں اس کے سوا قبیلہ مقرر کر کے جائیگی بہت  
ثری خلس ہونے والی تھی لیکن اسے بآرزو کہ خاک شدہ۔ اسلام کے متحرک کے آؤی اسکی تمام تہاؤں کا خاتمہ ہو گیا  
اسے دیکھا کہ اس طرح کے تمام افزا قبیلہ نری مہارت اور حسن عقیدت سے متبرک اسلام ہو رہے ہیں اور اب اس میں  
سے کوئی بھی اسکی طرف نگاہ توہ نہیں کرتا۔ تو کو نظر اہر اسلام کا مصلح بن گیا اور اس میں رہا کہ اگر قبائل انصار سے میرا اثر تھا  
رہا تو قائل یہودی بھی دیا ہی اتراتی ہے اور یہود سے اسلام کی اطاعت، بالکل حلاف اُمید ہے اس لئے نصف کیا بلکہ اید  
حصہ آبادی مدینہ کی حکومت میرے قبضہ اختیار سے کبھی جانے والی نہیں ہے مگر توڑ پھوڑ دونوں کے بعد جب یہود بھی  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ صلح میں شریک ہو گئے تو اسکی برہی سہی امید بھی جانی رہی اور وہ دونوں  
طرف سے مایوس ہو گیا۔

ان متواتر کامیوں اور مایوسیوں کے بعد بھی وہ اپنی جانوں سے باز نہ آیا۔ وہ بڑی چالاک کی سی ریل اسلام کا بھینا  
ہم کلام نہار ہا۔ اس لئے کہ اس ظاہری اتفاق سے مسلمانوں اور یہودیوں میں اسکا اعتبار ہمارے ہے گا لیکن جب موقع پاتا  
تھا تو یہودیوں اور دیگر قبیلہ والوں کو اسلام کے حلاف اٹھاتا کرتا تھا قریش کو عبداللہ بن ابی سلول کے اس رویہ کی خبر  
ملی تو وہ تو ان درایع پر ہمیشہ گوش برآواز تھے اور اپنی تمام مخالفت اور مغویانہ ترکیبوں کا اسی کو ایسا آہ سنایا۔ اور مدینہ  
میں یہودیوں سے پہلے اسی کو مسلمانوں ذیل کا خط لکھا۔

اے محمد اور تم صاحبان اللہ قسم واللہ لعلنا لعلہ او  
لعلہ اولسین الیکو باجمعنا حتی نقتل معاً لعلہ  
وہ استیج لعلہ کہ۔ اس اور اودھ ۲۳ ص ۶۷ مآل تفسیر  
ہو کہ تم کھالی ہے کہ ہم سب مل کر تمہارے تہر اور تمہارے قاتل پر حملہ کر دیں گے۔ تمہارے جوانوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو  
ایسے قہدمیں لائیں گے۔

دیوانہ را ہوئے پس است۔ اتنی است تعالٰیٰ رب عبداللہ بن ابی حیران یا ہو گیا۔ اور اپنے ہمارے یوں کے ساتھ قور مسلمان کی





متار ارام و نشان مٹا و الین گئے۔ رحمة العلیین ص ۱ ح ۱

اس بیچام انتقام کو پاکر اہل اسلام جب واپس واپس کی طرف سے پہلے سے زیادہ ہوست بار ہو گئے۔

حملات قریش کے خطرے اور معاہدہ بنی مہملہ کی خطرات

اسیودیون سے ساز باز کر کے مشرکین قریش نے اپنی معرکہ انگیزوں کو علیحدہ طور پر لے آئیں یہ ترکیب نکالی کہ سو سو پچاس پچاس آدمیوں کی مختلف ٹکڑیاں بابا کرادون قتال پر چھاپ مارنے لگوئے اور اود کے خان و مال کو غارت کرنے کے لئے روانہ کرنی شروع کر دیں جو اسلام کے ساتھ معاہدے میں شریک ہو چکے تھے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ان خور ترجمات کی خبر ملی تو آپ نے شیطاں معاہدہ کے مطابق ان تمام قبائل کی حفاظت و حمایت جان و مال کی غرض خاص سے صحابہ کی جہتی چوٹی جاعتین بنا کر روانہ کیں شیطانی صاحب نے ان تمام سرایا کی تفصیل بطور اجمال ایک ہی مقام پر کر دی ہے۔ اسلئے کہ آپ غزوات و سرایات کی داستان کو ملنا آہنگی اور وسیع البیان سے سننا نہیں چاہتے اور وہ اس خاص سب سے کہ یوروپ اس کو پڑے متوق سے سنتا ہے۔

(دیکھو تمہید سلسلہ غزوات سیرت النبی ص ۱۰۱)

لیکن اسلام بادل و درمن آب سے اور یوروپ و الون دونوں سے بیان حال کرتا ہے۔

داستان غم دل جوتن ہن آون تو کون چہ سننے والا کوئی پہلو میں بھٹا لون تو کون

غزوات رسول کی طرح سرایا کی تفصیل حقیقت بھی سیرت و تاریخ کی تمام اسلامی کتابوں میں درج ہے اور سرایا کے حالات و واقعات علیحدہ علیحدہ تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں لیکن شیطانی صاحب اس کی تفصیل کرنا نہیں چاہتے اس لئے ہم بھی اوفین کے قدم بقدم چلتے ہیں اور اجمالاً جو کچھ ان سرایا کے متعلق تحریر فرمایا گیا ہے اسی کو حرفت ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

ابو ا کی مہم سے پہلے جو صفر ۲ ہجری میں واقع ہوا ہے۔ اور جس میں آپ نے خود شرکت فرمائی ہے۔

سیرت بنی مہملہ کا ذکر کیا ہے جبکہ ان کی زمان (اصطلاح) بن سیرت کہتے ہیں۔ سیرت حمزہ ۲ سیرت عبیدہ

بن الحارث اور سیرت سعد بن قاص۔ لیکن انہیں سے کسی مہم میں کوئی گشت و خون نہیں ہوا۔ یا بیچ بچاؤ ہو گیا۔

یا بچکر نکل آئے۔ سیرت النبی ص ۲۲۶ ح ۱

لیکن قریش کی سفاک شریر اور بیباک قوم ایسی کیا تھی جو اس روک تھام اور بیچ بچاؤ کے معاملات کو اپنے خیال میں

لائی۔ اونکی سفاکی آزادی اور بیباکی۔ اونکی خونخواری اور مرد آزادی۔ ویسی ہی کی ویسی ہی بنی رہی استیصال اسلام کا

خون اور مسلمانوں کا قتل عام اور بیگناہ خون اونکی گزوں پر ہوا تھا اور وہ اپنی اس بدستیوں اور بدکاریوں کے نشہ

میں اندھے بنے ہوئے اور برابر بڑھتے ہوئے مدینہ کی طرف چلے آ رہے تھے جن سے مکہ اور مکہ سے عقبہ تک گویا مدینہ تک

کی نصف راہ میں جتنے قوم و قبیلے آمادہ تھے سب کو اپنا مطیع و مشرک بنا لئے آئے۔ اتنی دور میں گرد و نواح کے ہر ذرے

ایسے قبائل جو اسلام کی مخالفت پر سیرجہ راہنی نہ ہو سکے اور محض غیر جانبدارانہ طریقہ برقرار رکھیں وہ بھی ان کے دست  
نظم سے نہ چھوٹے۔ جب ان پر بادشاہ کا کوئی پہلو نہ ملا تو ان غریبوں کی راہیں مسدود کر دیں اس لیے کہ وہ اہل مدینہ سے  
آمد و رفت نہ رکھ سکیں۔ اوتکے یہ ظالمانہ بندہ دست ایک مدت تک قائم رہے اور فتح مکہ کے بعد ان کے راستے کھلے چنانچہ جب  
سندہ صحری میں بحریں سے سی عبد القیس کی سفارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئی تو ان لوگوں نے آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے عرض کی کہ قبائل جو ہماری راہوں میں حائل ہیں ہم کو آپ کی خدمت تک نہیں آنے دیتے اس لیے ہم  
صرف ایام حج میں جبکہ عموماً اترائیاں موقوف ہو جاتی ہیں شرف زیارت حاصل کر سکتے ہیں۔  
اور ایام میں حصول زیارت سے ہم محبور ہیں

محارمی۔ ذکر وفد عبد القیس

ظالمانہ قریش کی انہیں استقامت سے اونکی تہائی مخالفت کا پورا اندازہ کر لیا جاسکتا ہے ان ظالمانہ انتظاموں کو  
درست کر کے وہ یہودیوں کی سازش اور اس غدار قوم کی مضبوطی پر اتنے حری ہو گئے کہ اونکی غارتگر جماعت مدینہ کے قریب  
پہونچ کر قزاقی اور غارتگری کے مفادات برپا کرنے لگی۔

کرزین جابر القہری | ربیع الاول سندہ صحری میں انہیں قرقان قریش میں سے ایک غارتگر جس کا نام کرزین جابر القہری تھا  
کا مدینہ پر حملہ اپنے جھگے کے ساتھ بڑھتا ہوا اور راستہ بہرین لوٹ مار کرتا ہوا نخلستان مدینہ تک پہونچ گیا اور باشندگان  
مدینہ کی موت بیان حو بہر میدانوں میں پھٹی چر رہی تھیں لوٹ کر لگیا۔ اور نخلستان میں آگ جلا کر سبت سے استجارہ شمرہ کو  
خاک سپاہ کر دیا۔ چونکہ اہل مدینہ کو اس غارتگر کے ہون آ جانے اور چھاپہ مارنے کا ذرا بھی پہلے سے خیال و احساس نہ تھا۔  
اس لئے وہ اپنی غنیمت کے ساتھ صاف نکل گیا۔ گویا مدینہ والوں کو اپنی جرأت و دلیری اور طاقت دکھا لیا کہ ہم ایسے  
ہیں کہ تین سو میل کا دورا کر کے تمہارے گھر وں تمہارے موشی لے جاتے ہیں۔ اور تم کو کون کان خبر بھی ہوسکتی۔

تاریخ و احادیث کا اس پاتفاق ہے کہ کفار قریش کی ان مقصدہ اگیمریوں سے عموماً اور کرزین جابر القہری کے  
موجودہ مفسدات کے مشاہدات سے خصوصاً باستان نگان مدینہ یزیدت اضطراب و انتشار کا عالم طاری تھا اور ہر شخص اپنے  
جان و مال کو سخت خوف و خطر سے میں سمجھتا تھا۔ یہودان مدینہ کے عدارانہ انداز اور عبد اللہ بن ابی سلول میں المساحقین  
کے حکمرانانہ اطوار اس سے زاید اور سخت تر مصائب کے آئندہ نزول کا یقین دلارہے تھے۔

مدینہ میں مخالفت قریش | مکہ سے مدینہ میں ظالمانہ قریش کی مداخلت و مہاجرات کی روزانہ خبریں آ رہی تھیں۔  
کے خوف اور اندیشے اسکے پھیلائیے قریش ہی تھے۔ جو اہل مدینہ کو مضرب الخال پریشان اور مرعوب کر لینے کے  
خیال سے۔ یہود اور عبد اللہ بن ابی سلول کی معرفت اسکو مدینہ میں متہور کرتے تھے۔ عطرنا ہر شخص ان جبروں کو سن کر اپنی جان  
و مال و اوج حفاظت اہل و عیال کے متعلق فکر مند ہو جاتا تھا۔ النفس النفس جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

حال ہو رہا تھا کہ راتوں کو بیٹھے بیٹھے کاٹ دینے لگے۔ اور تمام صحابہ ہندیاں مانڈے بیٹھے بیٹھے شام کو تو قریح نسا میں قیام تھا

کان رسول اللہ صلعم اولی ما قدم اہل مدینہ

لیسہد من اللیل

صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لائے تو راتوں کو جاگ کر کانا کرتے تھے۔

صحیح البخاری باب الجملہ میں ہے کہ انہیں ایام میں آپ نے ایک بار صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: آج کی رات کو کوئی اچھا آدمی بھرو دیتا۔ جینا جہ سعد بن ابی وقاص نے ہتیار لگا کر یہ خدمت رات بھر انجام دی۔

امام حاکم مستدرک میں ان ایام کی پر آشوبی ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ جب مدینہ میں آئے اور انصار

عن ابی بن کعب قال لما قدم رسول اللہ صلعم والحج

انکو نبیاء دی تو تمام عرب ایک ساتھ ہو کر اونٹنے لڑے کو آمادہ

بلد بنہ و اوھم کلا نصار و متھم العرب عن قریب

ہو گیا صحابہ صبح سے شام تک ہتیار مانڈے رہتے تھے اور ہتیار

واحدہ و کلا و یقولون الا بالسلح ولا یصلحون

مانڈے سوتے پھرتے تھے۔

الاقیہ۔

ابو جہل کی قیامت کی جال | واقعات مرقوم سے مدینہ کی پر آشوبی اور عالم اضطراب کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس  
انما میں ابو جہل کی ایک دوسری جال | اتنا میں ابو جہل کی ایک دوسری جال اور حقیقتاً قیامت کی جال چلا۔

جنگ بدر کے وقوع سے دو مہینے پیشتر اس نے مکہ میں یہ مشہور کر دیا کہ قریش کا قافلہ تجارت جو

عمر بن عبد اللہ خضرمی کا قتل

بسرگردی اوسقیان بن حرب اپنا ال بچا اور قیمت میں زر و مال کثیر لے کر شام سے واپس آ رہا تھا اور یہ مسلمان چھاپے مارنے لگے اور سب لگے

لین گے۔ یہ خبر بالکل غلط تھی اور شریعت اسلام کے مطابق سخت گناہ۔ لیکن سورا قفاق سے اتنی جلد ڈرتے ہوئے کہ ان و انہ میں

مکہ سے مدینہ تک تمام مخالفت قبائل میں اسلام کی مخالفت میں تلواریں کھینچ گئیں۔

یہ تو معلوم ہے کہ قریش کیا سارے عرب کی کائنات تجارت تھی۔ جس میں مجبوراً تمام قوم قبیلے کے لوگ شریک تھے

اور بھی اونکے اذوقہ اور رب رواقات کا تنہا ذریعہ تھا۔ اسکی سبب ایسی تباہی و بربادی کی خبر لے کر کوئی قریش یا اونکا ہم عهد

اور جانبدار اپنے گھر میں کبھی خموش بیٹھ سکتا تھا؟

ایک نہ شد و شد۔ یہ بھی اتفاق کی بات۔ یہ سن گامہ تو ابھی تو برباد ہی تھا کہ عید اللہ بن جحش سے عید قضاے

بشریت ایک بیجا مبادرت ہو گئی۔ اسکی تفصیل ہم شملی صاحب کی زبانی حسب ذیل نقل کرتے ہیں۔

انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب شہ جری میں رعبین اور موقت جب غارت کاروان کی خبر مستہور تھی

عید اللہ بن جحش کو بلارہا وہیوں کے ساتھ لطن نخلہ کی طرف بھیجا۔ یہ مقام مکہ اور طائف کے درمیان ایک شانہ

سہ شملی صاحب حاسیہ میں لکھتے ہیں۔ عبد اللہ بن جحش شملی سرکاری میں قتل واقع ہوا حضرت حمزہؓ کے کھانچے اور انحضرت صلعم کے

ناموں زاد بھائی تھے۔ قتال صبی واقعہ عبد اللہ حضرت عمر کی خلافت تک ریدہ نبوی عمار طقات اس سعدی افسوس ہے کہ شملی صاحب کو بوجہ

اتنی دعویٰ عقیدت کہ خدا ان رسالت اتنی سزا کرتا کہ کسی کو بھی قرا توں کو کسی میں جاتے پھرتے کو لڑنے کو نام و کابلیا اتلاتے ہیں! المولف



وہ ان واقعات کو انصاف کی آنکھوں سے دیکھیں بیڑمین اور عود کرین کہ حقیقت حال اگر ایسے ہی تھے عیسائے کلمے ہو تو یہ  
عبداللہ بن جحش پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عتاب فرمانے اور بال غنیمت واپس کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ بلکہ عبداللہ نے تو نبی آپ کے  
درعہ اور نشانہ کے مطابق کام کیا تھا۔ زبردستی کوئی جگہ تو اونکی پیٹھ سے ٹھوکنسی جاتا ہی تھی اور صحابہ کو بھی کیا ہو گیا تھا کہ عبداللہ  
کی اس عمدہ کارگزاری کو حقارت کی نگاہوں سے دیکھنے لگے اور ایسے کارگذار شخص کو لزوم اور قصور وارد نہیں لگے۔

بگ۔ رکابہ عاملہ قرآن کی ممانعت  
اسطی اللہ من اور قصیر الاطلاع۔ معتبر ضمیمہ یورپ اصل حقیقت تک پہنچنے میں مدد دیا  
تھی۔ کاروان تجارت کی عمارت  
غیر معید اور متعید کی شناخت۔ واقعیت اور اعلیت کی معرفت کا شعور انبیاء و نوریت  
نہیں۔ صرف نقص و مہنی کی اقتدار اور مخالفت اسلام کے دما کو پیش نظر رکھ کر ملاوٹ و ساس و زماں تو یہیں کا ایک سلاطین  
کمال میں ہیں اور اوسکو اپنی تحقیق جدید کا نمونہ بنا کر دنیا بھر میں ایک ہنگامہ برپا کر دیتے ہیں۔ انہیں انبیاء کے ایسا  
خاص معرکہ بدر کے متعلق عیسائی مستعین نے یہ سہو کر رکھا ہے کہ اصل مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء  
وہ اسے قافلہ کو ٹٹا تھا۔ جو ملک شام سے مال تجارت بچکا آ رہا تھا لغو دمانتہ اسی ارادہ سے آپ مسلمانوں کے ساتھ  
ٹھکڑا مقام بدر پر پہنچے ہوئے تھے کیونکہ وہیں سے شام جانے کا راستہ میاڑوں کی ٹنگ گھاٹیوں سے ہو کر نکلتا ہے لیکن  
جو ٹنگ آپ کے ارادوں کی خبر قریش کو پہنچ گئی تھی اس لیے اب وہیں بھی ایسے قافلہ کی حفاظت کے لئے ایک فوج حرا تیار کر کے  
مکہ سے روانہ ہو چکا تھا۔ جو کہ قبل اسکے کہ اوس قحیاں اینا کا روانہ کر دے میں یہ جوتھے اب وہیں اینا لشکر لیکر وہاں پہنچ گیا  
اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض انسانی طور پر تنہا بلکہ و مقاتلہ کی محسوس راقہ ہو گئی۔

عیسائیوں کا یہ اعراض اور اس کے تمام قرآن و اسباب جو انہوں نے اکٹھا کئے ہیں بالکل غلط اور بے اصل ہیں  
ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ہی ماحول سے اسکے استادوں کو ملے ہیں۔ اور بہاری حدیث و تاریخ و دونوں قسم کی کتابوں  
میں یہ روایات موجود ہیں۔ جتنا پتہ پڑی میں یہ واقعہ مابین الفناء و قوم ہے۔

قال الامام محمد بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی مقلد من  
الاسلام، المسلمین اجمعہ وقال ہذا عید قریش  
فیہا اموالہم و احرارہا الیہا لعل اللہ ان یملکموہا  
فانتدب الناس فحق نصحہم و قتل اجمعہم و  
رسلک امہم لیمطعن ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
یہ تو تاریخ کی روایت ہوئی۔ اس طرح حدیث کی بھی بعض روایات ہیں چنانچہ صحیح بخاری۔ باب غزوہ تبوک  
میں عبداللہ بن کعب صحابی کی یہ روایت منقول ہے۔  
عن عبد اللہ بن کعب لما تحلف من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عبداللہ بن کعب ایسے ماہر کس کا قتل بیان کرتے ہیں کہ میں

فی عروۃ عراھا الا عروۃ متولۃ غیر انی کنت لعلمت  
فی عروۃ مدبر ولہ دیاقہ احد لعلمت عھا المماحج  
الشی صلعہ بیدلہ غیر قریش حتی جمع اللہ بیتیہم  
ومحیلہ غیر مبعاد  
ایک ایک مقابل کر دیا۔

رکت (کتب) احباب رسول خدا صلعم کو چھیڑ کر کسی عہد میں بھیجے ہیں رہا ہوا  
عروہ متول کے۔ اور ہاں عروہ مدبر میں بھی شریک نہ تھا۔ اور جو کہ  
شریک نہ ہوا اس پر کچھ غماص نہیں ہوا کیونکہ آنحضرت صلعم  
قریش کے قافلہ کے لئے چلے تھے لیکن جدانے دو دونوں قریش کو

یہی مرویات معترضین کے باعث اعتراض ہیں اور سرمایہ نادر۔ ہیکو ان کی مرویات اسلامی سے انکار نہیں۔  
مگر ان کے یہ ضروریہ تاریخ وحدیث اسلامی کی مرویات ہیں اور صحابہ کے منقولات۔ لیکن ہم اپنا اعتبار نہیں کرتے اس لئے  
کہ ہم یقینی طور پر جانتے ہیں کہ ان مرویات کے راویوں کو ان کے بیان میں سخت غلط فہمی واقع ہوئی ہے اور انھوں نے مارے مارے  
رسول کو ایسے قیاس کے موافق سمجھا اور دوسروں کو سمجھایا جو بالکل حقیقت اصلیت اور واقعیت سے خلاف تھا جیسا  
ہم پوری تفصیل سے اپنی مندرجہ بالا عبارت تمہیدی میں لکھ چکے ہیں۔ معترضین کو اتنی تحقیق کی ضرورت نہیں۔ وہ علم  
اس سے کہ کسی ہی خلاف واقع خلاف عقل اور خلاف مما سبت ومصلحت نہ ہو۔ جب کوئی اسلامی روایت اپنے مفید  
مطلب پالین گئے اسی کو آلودہ استدلال بالین گئے۔ اور انھوں نے طبری اور بخاری ہماری دو مشہور اور مذکور  
احادیث سے اپنے اعتراض کی تائید میں دو روایتیں نقل کر دی ہیں۔ مگر مصداق آنگہ چشم بداندیش کہ کرندہ باوہ  
اونکو اسی طبری اور بخاری میں اس بحث کے متعلق مذکور ذیل مرویات نظر نہ آئیں۔

عن علی بن ابی طالب علیہ السلام انہما قد  
اقتلنا سائر رسول اللہ صلعم الی بلدنا وبلدنا  
مسددا المسترکین الیہا الہم

حضرت علی بن ابیطالب سے منقول ہے کہ جب ہیکو سر ملی کہ  
مسترکین آ رہے ہیں تو حضرت رسول خدا صلعم بدر کی طرف چلے۔ اور بدر  
ایک کومین کا نام ہے۔ جہاں ہم مسترکین سے پہلے پہنچ گئے۔

معترضین کی آنکھوں میں اگر کچھ بھی حقیقت مینی اور واقعہ شناسی کی بصارت ہوتی تو وہ اسی تاریخ میں مرقوم  
ملا عبارت کو پڑھ کر یقین کر لیتے کہ جنگ بدر کا اصلی باعث کیا تھا۔ شام سے آتے ہوئے قافلہ قریش کا لوٹنا تھا۔ یا کہ سے  
قریش کی آتی ہوئی حملہ آور فوج سے مدافعت نہ مقابله کرنا تھا۔ کیونکہ اس روایت کا اصل راوی وہ بزرگ ہے جو قبول  
مشبہ صاحب کے معرکہ بدر کا ہیرو ہے۔ پھر وہ اپنے چشم دید واقعات میں کہیں کاروان الوسفیان کی تاراجی کا اثر  
وکنایتاً ذکر بھی نہیں کرتا۔ تو ایسے مقتدر اور معتبر شخص کے چشم دید بیانات کے مقابلہ میں کسی دوسرے ایسے شخص کے  
بیان کو جو قریش سے آخر تک شریک واقعہ نہیں تھا۔ ترجیح دینا۔ نا فہم معترضین ہی کا کام ہوگا۔ ذی فہم محققین کو کبھی اسکے  
باس بھی نہیں جانیں گئے۔

بھرا اسی تاریخ طبری میں بذیل واقعہ عبداللہ بن جحش۔ جسے ہم اوپر بھی لکھ آئے ہیں مرقوم ہے۔



وكان الذي هاج وقعة مدروسا من الحرب التي كانت  
بين رسول الله صلعم وبين مشركي قريش فيما قبل  
عوده من زيارته ما كان من قتلى واقد من عند الله عز  
من المحصر هي.

اور جس چیز نے مدروس کے واقعہ کو ادھر ادھر ہوا اور وہ تمام گرائیاں جھپٹ دیں جو حضرت  
صلعم اور مشرکین بن بیت آئین سب کا سب ہی تھا کہ واعد من عند  
تیسری نے عمروں حضرت کو قتل کر دیا تھا۔

یہ ہر اسی طبری کی تیسری سہ بھی ملاحظہ ہو۔ عن المدبر بن جحش کے واقعہ من۔ عودہ بن زبیر کے حق قول کا وہ الودیعو یا گیا ہو  
اوسکی تفصیل میں علامہ طبری کے یہ الفاظ ہیں۔

وكانت تلك الواقعة هاجت الحرب بين رسول الله  
صلعم وبين قريش اذ لما اصابه بعضهم لعصا من  
الحرب وذلك قبل هجرته اوسعيان واصحابه الى  
السامر۔ طبری ۱۲۸۵ مطبوعہ جوس

اسی واقعہ نے آنحضرت صلعم اور قریش کے درمیان جنگ برپا کر دی  
تھی اور یہی سب سے پہلا واقعہ تھا جس میں ایک فرقہ نے دوسرے کو  
صدہ یہو یا یاد اور یہ لڑائی اوسعیان کی ردا کی تمام سے پہلے وقوع  
میں آچکی تھی۔

طبری کی اس روایت میں صاف طور پر تصریح موجود ہے کہ جنگ مدشام سے اوسعیان کے قافلہ کی ردا کی سے  
پہلے واقع ہو چکی تھی۔ تو اب مفسرین شیعہ بیان و تفسیریں ہو کر اپنے اعتراضات کی مقدار حقیقت کو خود سمجھ لیں کہ اونا کیا اعتراض  
معیار صحت و صداقت پر کہاں تک صحیح اور ترے ہیں۔ وہ ہمارے جس ماخذ (طبری) سے اور اوسکی صرف ایک روایت  
سے اپنی تعریض کی تائید پتہ کر رہے ہیں اوسے ماخذ سے اوسکی متعدد اور متواتر ایک نہیں تین تین ترویدین ہم نے  
پیش کر دیں۔ ان اسناد و استدلال کو دیکھ کر کیا کوئی صحیح و مانع اور عظیم نقل رکھنے والا شخص کہی کہ سکتا ہے کہ  
عیسائیوں کے اس اعتراض میں کوئی اصلیت ہے۔

اب رہا یہ امر کہ طبری نے ایسے محلف فیہ اقوال کیوں جمع کئے۔ اسکی حقیقت اور اسکی اصل وجہ ہم ڈاکٹر  
سید احمد حسن کے الفاظ میں حسب ذیل نقل کئے دیتے ہیں۔ جو ہمارے مدعا کے بیان اور معترض کے  
اطمینان کے لئے کافی ہوگا۔ سرسدر مرحوم خطبات احمدیہ کے دیباچہ میں۔ اسلامی کتب تاریخ و حدیث کو مستقیم و صحت  
پر تصرہ فرماتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

مذہب کی تمام سچی اور چھوٹی روایتوں اور صحیح موضوع حدیثوں کے محتاط مجموعہ میں جن میں صحیح اور غلط مشتبہ  
اور درست۔ سچی اور چھوٹی روایتوں کا امتیاز نہیں۔ اور جو کتا ہیں زیادہ قدیم ہیں اون میں اس قسم کا اختلاط اور زیادہ  
ہے۔ قدیم مصنوع اور اگلے زمانہ کے مورخوں کی تصنیفات سے رماوہ غرض یہ تھی کہ ہر ایک قسم کی روایتوں اور اقوال  
کو جو اونکے زمانہ میں پھیل رہی تھیں ایک جگہ جمع کر دیں اور اس باب کی تحقیقات اور تصحیح کہ کون سی ان میں بالکل صحیح  
ہے اور کون سی غلط۔ اور کس میں زیادتی ہوئی ہے یا کمی۔ اور کس میں اصل مضمون سمجھو میں اور واقعہ سیاں کرنے میں غلط

فہمی واقع ہوئی ہے۔ آمینہ دقت یا آمیدہ سلون پر منحصر کھس مگر فرض ہے کہ پہلی سلون بے جوہر اس کے کہ تحقیقات مطلوب کرے سے اپنے نزرگوں کے مقاصد کی تکمیل کرتے۔ انھیں کتابوں کو اپنی تصنیفات عید کا ماحد بایا اور اس کے لئے ان کچھ مصنفوں کی تصنیفوں میں بھی وہی نقص مافی رہ گیا جو ان قدیم مصنفوں کی تصنیفوں میں تھا۔ و ما جب مصنفات احمد مدہ مطبوعہ لاہور ص ۱۱۔

حقیقتاً ہمارے قدیم ماحد ہر قسم واقعات کے مجموعے ہیں۔ صحت واقعات کے مقررہ اصول و قواعد کے مطابق اونکے معانیہ اور موارد کی ضرورت ہے۔ صاحبان تحقیق معیار مقررہ کے موافق اونکی صحت کی جب پوری تصدیق و توثیق پالیتے ہیں تو اونکی نقل و استنباط پر غلام و ٹھاتے ہیں لیکن معترضین کو اسکی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اونکو تو اپنے تعصب و نفسانیت کا کام چلنا کرنا ہے۔ عیسائی معترضین کے اعتراض کی یہی کیفیت اور حالت ہے جو بیان کی گئی۔

مافی رہا صحیح بخاری میں قافلہ ابوسفیان کے قصد تاراجی والی روایت کا موجود ہونا۔ جسکے راہی کعب صحابی بدری ہیں اوسکا جواب ابھی ابھی ہم اوپر دے چکے ہیں اور عوان بحث میں بیان کوائے ہیں کہ یہ صحابی کی صرف غلط فہمی ہے۔ جو ان کے غلط قیاس پر محمول ہے حقیقتاً چونکہ وہ جنگ بدر میں خود شریک نہ تھے۔ جبکہ اسی روایت میں وہ خود اقرار کرتے ہیں اسلئے وہ جنگ بدر کے اصلی اسباب اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد و ارادہ کی حقیقت اور اصلیت کو نہ سمجھ سکے۔ اس بنا پر ادھوں نے ذاتی طور پر جنگ بدر کا جو کچھ مقصد سمجھا تھا وہی دوسروں کو بھی سمجھایا لیکن کعب کی اس نقل و استنباط کی تردد حضرت علی مرتضیٰؑ کے قول و ارشاد سے جو خلاف کعب کے اس جنگ میں ستریک تھے اور شریک بھی کیسے شریک غالب تھے۔ پورے طور سے ہو گئی ہے جو صاف صاف لفظوں میں بیان کرتے ہیں کہ میں کس ملک کی حملاوری کی خبر پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بدر کطرف ہنفت فرمائی آپ کے اس بیان میں ابوسفیان کے کاروان کا نہ ذکر ہے اور نہ نام و نشان۔ اسلئے خاب امیر کے ایسے شریک و امیر جنگ کے جہنم ویدیمان کے مقابلہ میں کعب کے غائب از موقع بیان کو کوئی نہ قابل اقلت سمجھ سکتا ہے نہ لایق اعتبار اس بنا پر صحیح بخاری کی یہ روایت صرف نقل ہی نقل سمجھی جائے گی۔ اور اصل میں کچھ بھی نہیں۔

ان واقعات تبارخی اور مرویات احادیث سے اعلیٰ تر شہادت قرآنی ہے جسکے بیاں و ارشاد کے آگے بخاری ہوں یا طبری۔ جس بھر بھی حقیقت نہیں رکھتے۔ خداے تبارک و تعالیٰ جنگ بدر کے اسباب و وقوع کے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔

اے پیغمبر! صراطِ محمد تیرے مدائے گھر سے حق پر نکالا۔ مسلمانوں کا ایک گروہ اوسے لیند میں مکرنا تھا۔ یہ لوگ حق کے ظاہر ہوئے پیچھے تھے۔ حق بات پر جبراً کرتے تھے۔ گو یا سوت کی طرح ہنکائے جارہے ہیں جسکے

کَمَا أَحْرَحَكَ رَبُّكَ مِنْ مَّيْكَ بِالْحَقِّ وَأَنْ قَرِيفًا  
الْمُؤْمِنِينَ كَمَا رَهَوْا يُجَادِلُكَ فِي الْحَقِّ تَذَكَّرْنَا  
كَكَلَامِ آبَائِنَا إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ مَطْرُوفُونَ وَإِذْ يَدْعُو

كَمْ اَللّٰهُ اِحْدَى النَّظَرَيْنِ اَهَا لَكُمْ قُوْدٌ اَنْ  
عَبَدُوْا اَيَّ الشُّوْكَهْ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُوْدِلُ اللّٰهُ مَخِيْجُ  
الْحَقِّ يَحْكُمَاتٍ يَوْمَ يُقَطَّعُ دَاۤءِرَةُ الْاَكَاۤفِرِيْنَ

کی تحریکات دے۔

حکام سے یہ وعدہ کرتا تھا کہ دو جماعتیں میں سے کوئی جو اس سکوت  
آنے کی اور نعم یہ چاہتے تھے کہ بے خیرتہ والی جماعت سکوت نہ کرے  
اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ حق کو اپنی باتوں سے قائم کر دے۔ اور کافروں

آیہ مرقومہ بالا اسوقت کی پوری حالت بتلا رہی ہے۔ اسوقت مدینہ میں دو یوں جبرین زور سے گرم تھیں۔ قافلہ  
ابوسفیان کی آمد کی بھی اور مدینہ میں اوجہل کے حملہ کی بھی مسلمانوں کی جماعت میں اسوقت دو مختلف خیال دہراؤ کے  
لوگ تھے پہلی قسم کے وہ لوگ تھے جو قریش کی قزاقانہ تاخت و تاراجی اور کرہ بن جابر الغضری کی عین مدینہ میں اگر غلستان  
انصار کی فائرنگی سے سخت متاثر ہو کر قریش کے راہ تجارت جو بدر کے قریب ہو کر شام کو حاتی تھی قطعی بند کر دینا چاہتے  
تھے۔ چنانچہ سدا بن معاویہ مکہ میں جا کر قریش کے موخر پر اپنے اس ارادہ کو کہہ بھی آئے تھے (ماری باب المنازی)  
اور اپنے اس ارادے کی بنا پر قافلہ ابوسفیان کی واپسی شام کے موقع پر راہ روک دی جانے کی صلاح دیتے تھے اور  
یوں قریش کی تاخت و تاراجی کا کلمہ مکہ جواب دینا چاہتے تھے اور اہل اسلام کی قلیل جماعت اور افراد کفار کی کثیر تعداد کے  
انتسار پر قریش سے جنگ و مقابلہ میں خود بھی رکتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی روکنے کی خواہش کرتے  
تھے چنانچہ آیت مرقومہ بالا میں انھیں لوگوں کے حالات کی تصریح ہے۔

دوسری جماعت کے اہل اسلام دو یوں امور کے اعتبار سے بالکل خاموش تھے۔ اور وہ ان امور کو قطعاً  
رخصتے آئی اور نہ تھے حضرت رسالت پناہی پر چھوڑے ہوئے تھے۔ اس خاموش جماعت سے تو خداے سبحان تعالیٰ کو  
کسی خطاب کی مطلق ضرورت ہی نہیں تھی کیونکہ وہ تو اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے اصول پر پورے طور سے عمل کرتے  
جو کہ خطاب تھا وہ جماعت اول سے جو جنگ و قتال کی دہشت و ہیبت سے کانپے جا رہے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ  
قافلہ چمک گیا جاوے جو آسانی سے مع مال و متاع کے ہاتھ آجائے اور جہل و قتال کی مصیبتوں سے سامنا نہ ہو۔  
لیکن مشیت کو منظور نہ تھا۔ منشاء قدرت جیسا کہ الفاظ قرآنی ثابت کر رہے ہیں یہ تھا کہ مقابلہ و مقابلہ سے ایک بار حق و باطل  
کا فیصلہ کر دیا جائے اور پھر اس صفائی کے ساتھ کہ گویا کفر اپنے بیج و بن سے مستاصل ہو جائے۔ اسی بنا پر جناب رسالت  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جماعت اول کی صلاح و راستے کو ہمیشہ سننا کہ چونکہ خلاف مصلحت خداوندی تھا کبھی اوپر  
عمل نہ فرمایا۔ بلکہ نہایت خرم و احتیاط سے خاموشی اختیار فرمائی اور مدینہ میں مکہ سے قریش کے آنے والے حملہ اور کفار کا غلبہ  
کرتے رہے جب وہ قریب آگئی تو باوجود اپنی قلیل جماعت کے آپ ان کے مقابلہ کو کل کمرے ہوئے۔ جیسا کہ تاریخ طبری  
کی عبارت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبانی اور لکھ چکا گیا ہے۔

اصلاً اور حقیقتاً جیسا کہ ہم اسی طبری کی سند سے عروہ بن زبیر کی راوی اور لکھ آئے ہیں جنگ بدر قافلہ ابوسفیان

کی روایتی شام سے پہلے وقوع میں آچکی تھی۔

ہم نے مرقوم بالا بحث میں معترضین کے اوں تمام مغویانہ تعریض اور عسارۂ تشبیہ کی کامل تنقید و تردید کر دی ہے اور خاص کر اوصیٰ بن افہان کی اسناد سے جنگیادوں نے ٹری مرگرمیوں سے اپنی تعریضات کی تائید میں بدیش کی تحسین اور کملا دیا ہے کہ ان کی پیہیں کردہ روایات محققین کے نزدیک بالکل بے اصل اور باقائل اعتبار میں جس پر انہوں نے اپنے اتوہات و مفادات کے یہ سرسراک طرآن اوٹھا رکھے ہیں۔ اور دنیا کی گاہوں کے سامنے اسلام کے اوارہ رقیقت پر اپنی عالمگیر بطلان قلی کا پردہ ڈال رکھا ہے۔

جنگ در کے املی اس بحث کو پوری تفصیل سے لکھا کہ ہم جنگ در کے واقعات کی تفصیل دیان کی طرت رجوع کرتے ہیں اسباب اسباب جنگ میں اور پر بیان ہو چکا ہے کہ عمر بن عبداللہ خضرمی کا اتفاقہ طور پر عبداللہ بن حسن کے ہمراہ اور اقرین عبداللہ بن ابیہمی کے ہاتھ سے مقتول کئے جانے نے تمام قریش کو حوش مقام اور مسلمانوں کے قتل عام پر یادگاہ بن کر دیا۔ اہل عرب میں مقتول کا انتقام جسے وہی زبان میں شمار کرتے ہیں اوں کے تمام فالق سے اعلیٰ اہل بیت اور اوں کے واجبات میں سے کسی کو واجب میں اتنی اہمیت اور عظمت نہیں تھی جتنی قاتل سے مقتول کا بدلہ اور عرض لچوین میں میں یہ اتنا قدیم دستور تھا کہ زمانہ کے تصرفات قانون معاشرت کے تغیرات اور حکومت و سلطنت کے اختیارات اسکے متعلق کسی قسم کا فیرو متدل نہ پیدا کر سکے اور نہ ان میں کسی اصلاح و ترمیم کی حرات کر سکے۔ ایام عرب کے قدیم معرکہ ان کی قیامت خیز اور جہان ساز لڑائیاں جن میں قبیلے کے قبیلے اور قوموں کی قومیں صفوں روڑ گار سے نسبت و نابود ہو گئیں شاہد صادق ہیں شعلی صاحب اسکی اہمیت ان الفاظ میں لکھتے ہیں۔

عرب کا خاصہ قومی تھا کہ سب کسی قبیلہ کا کوئی کسی طریقہ سے کسی کے ہاتھ سے قتل ہو جاتا تھا تو ایک سخت ہر گاہ کارزار قائم ہو جاتا تھا۔ دونوں طرف سے ہڈیوں اور منڈیوں کا لڑنا تھا۔ اور خون کی ندیاں بھائی بھین۔ یہ لڑائیاں مدتوں قائم رہتی تھیں قبیلے کے قبیلے کٹ جاتے تھے۔ تاہم یہ سلسلہ بد نہیں ہوتا تھا۔ عرب لکھ پڑ ہے نہ پوچھتے تاہم مقتول کا نام کا نہ درج ہو کر خاندان میں ورتہ چلا آتا تھا۔ بچوں کو یہ نام باور کروایا جاتا تھا کہ بڑے ہو کر خون کا انتقام لیا ہے۔ واضح اور یقیناً کی قیامت خیز لڑائیاں جو چالیس برس قائم رہیں اور جن میں ہزاروں لاکھوں جانیں برباد ہوئیں اسی شہر ہوئیں۔ عربی زبان میں اس انتقام کو تار کتے ہیں۔ یہ عرب کی قومی تاریخ کا سب سے بڑا اہم لفظ جو سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۶۲

یہ غور در کے دو نکات دیا یہ ہے۔ ممکن تھا کہ اگر خضرمی کا خون عبداللہ بن حسن کی تیر طبعی سے یا غلط فہمی سے نہ واقع ہو تا تو وقوع جنگ مدر میں کچھ توقف ہو جاتا۔ لیکن خضرمی کے قتل سے کفار کو جوش مقام میں ایسا یحییٰ کر دیا کہ پھر وہ دم بھر کے لئے بیٹھ سکے۔ اس شناس اس غلط افواہ نے جس کا موجد مقصد اور جمل ثبات ہو سکتا ہے وہ ایک جوش اعلیٰ

جیسا کہ ہم پہلے دیکھ چکے ہیں۔ کفار قریش کی بخارا مقام کو اور تیر کر دیا۔ وہ ابو جہل کی غلط افواہ تھی۔ جبکہ ہم اور اس کی قیامت کی چال تکلیف دہ ہیں۔ اس نے مشہور کر دیا کہ تم سے قافلہ تجارت کی دایسی کا حال سن کر پیغمبر خدا صلعم مسلمانوں کے ہزارہ اور ستر لاکھ گریگے اور ابوسفیان کی قافلہ کو مع مال و متاع کے لوٹ لین گے۔

مشرکین قریش کی بیروتیوں کے لئے تحفہ قتل ہی کیا کم تھا۔ اور مسلمانوں کی غارت کی خبر سونے پر سہماگہ کا کام کر گئی۔ اپنی تمام کائنات کی بربادی و تباہی کا حال سن کر غم و غصہ کی حرارت سے ان کے بدن میں لڑکھڑکھا لگا اور وہ بیعت ہو کر استقبال اسلام اور مسلمانوں کے قتل مام کے لئے ایک بار گھروں سے نکل پڑے۔ شبلی صاحب اس غلط افواہ اور ابو جہل کی اس قیامت کی چال کی ان الفاظ میں پوری تفصیل فرماتے ہیں۔

حصہ قتل کے تمام مکہ کو جوش انتقام سے بھر کر دیا تھا۔ دوسری سلسلہ میں چھوٹی چھوٹی لڑائیاں وغیرہ بھی پیش آگئیں۔ (واقعات سراپا) دونوں فریق ایک دوسرے سے یزید در رہتے تھے۔ اور جیسا کہ ایسی حالتوں میں عام قاعدہ ہوتا ہے۔ غلط خبریں خواہ مخواہ مشہور ہو کر پھیل جاتی ہیں۔ اس آئینہ ابوسفیان قافلہ تجارت لیکر شام گیا تھا اور اسی وقت شام ہی میں تھا کہ یہ خبر وہاں مشہور ہو گئی کہ مسلمان قافلہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ ابوسفیان نے وہیں سے مکہ کو آدمی دوڑایا کہ قریش کو خبر ہو جائے۔ قریش نے لڑائی کی طیاریاں کر دیں۔ مدینہ میں یہ مشہور ہوا کہ قریش ایک جمعیت عظیم لکھ رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدافعت کا قصد کیا اور مکہ واقعہ پیش آیا۔ سیرۃ النبی ص ۱۷۱

مدبران قدرت اور منتظمان مشیت مسلمانوں کی قلیل جماعت۔ ان کی غارت۔ ان کی نازک موقع۔ ان کی نازک حالت اور دشمنوں کی لاپتہا محالعت اور تمام ہرجی و مرجی و شقاوت کا بھی اندازہ کر رہے تھے۔ اور مسلمانوں کو صبر و رضا اور تحمل و سکوت کا امتحان لے رہے تھے۔ ابھی تک مسلمانوں کو حکم جہاد نہیں آیا تھا۔

نزول حکم جہاد۔ اور ان کی ضرورت مفصلہ ذیل کی توضیحات و تفسیحات سے ظاہر ہے۔ مدینہ میں آنحضرت صلعم کی تشریف آوری سے بارہ مہینوں تک جہاد کا حکم نازل نہیں ہوا۔ طبری لکھتے ہیں۔

خرج من صحرایہ اعلیٰ ہذا اثنی عشر شہراً من مقدمۃ المدینۃ | مدینہ تشریف لایا مارہ میسون مدہ من آنحضرت صلعم جہاد کیلئے نکلے۔ اسے دونوں تک حکم جہاد کا انتظار کیا گیا۔ اسی سے ظاہر ہے کہ ال ایام میں اذن جہاد ملنے کی وجہ سے آپ نے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ خاص کر ایسی حالت میں جب چاروں طرف سے کفار قریش کے خونخوار حملات کی خبریں آرہی تھیں اور گرد و نواح مدینہ تک ان کی دوڑیں پہونچ گئی تھیں۔ کیسے اضطراب و مصیبت میں پڑ گئی ہوگی جبکہ مختصر سی کیفیت ہم اوپر لکھ آئے ہیں اسلام میں دشمنوں پر جارحانہ حملہ کرنے اور مسبق فی القتال کے عمل قطعاً ممنوع کئے گئے تھے۔ اس لئے جیسا کہ صاحب رحمۃ العالمین لکھتے ہیں اسلام کو جنگ جارحانہ (OFFENSIVE) سے کوئی واسطہ ہی نہ تھا لفظ اسلام کا مادہ سلم ہے جسکے معنی صلح اور دوستی کے ہیں۔ جو مذہب دنیا میں صلح کا پیغام لے کر آیا ہو جس مذہب کو یہ د

ایسا نہ اردن کو ہنگامہ اور تواضع رہے کہ حکم ہو۔ وہ کیسے لے جایا کسی پر تلوار لیکر دوڑ جائے کہ میں یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں نے کامل تیرو برس تک مکہ میں طرح طرح کے ناقابل برداشت مظالم کفار کے ہاتھوں سے غریب مکہ غیر لوگ اور غیر مذہب و آئین کے لوگوں میں جا کر رہا لی۔ لیکن اپنے دشمنوں پر ہاتھ نہ اڑھایا۔ اسی طرح آخر بارہ کامل غزوہ جبریل اور استقامت کے ساتھ اپنے گھر و گناہ سے مقبضات کو۔ اپنی حملہ باز اور کائنات کو مکہ میں چھوڑ کر واپس چھاڑنے پر خالی ہاتھ و نیمہ چلے آئے۔ اور یہاں اس حرکت انعامس ناداری اور غریب الطبی اور یتیم پادری کی حالتوں میں کامل ایک برس تک اُٹھی تھی سکوت اور بے چین سہری۔ مگر اب جب دشمنوں کی تلواریں گھون سے آگین اور جان و مال کی تباہی و بربادی کا عین وقت پہنچ گیا اور وہ موقع اٹکا اور وہ غیر محمل ضرورت آپری کہ تنگ کے سما چارہ ہی نہ تھا۔ اگر اب بھی یہ لوگ ہاتھ پر ہاتھ دیے بیٹھے رہتے تو نتیجہ یہ ہوتا کہ عربیوں کی طرح گھوڑوں کے اندر فرار ہو دیے جاتے اور پھر ٹل پھٹک کر اندر ہی اندر چھپ جاتے۔ باہر کی کوئی خبر بھی نہ ہوتی۔ اُنکی حالتوں کے خاتمہ سے دنیا کو نقصان ہوتا کہ مہر وے زمین پر جانس قوی کا نام لیا نام لینے کو بھی نہیں تھا حضرت علیؑ نے اپنے پوتے زین بن علیؑ کے بعد جس ضرورت سے مجبور ہو کر اپنے غاروں کو حکم دیا تھا کہ کپڑوں۔ تلوار اور نقدی کے بدلے ہتھیار خرید کر مسلح ہو جائیں۔ (امین علیؑ باب ۲۷) اسی ضرورت کی وجہ سے خاصے ہرگز و ہر تینے مسلمانوں کی موجودہ حالتوں پر رحم فرما کر انکو بھی چودہ سال تک صبر کرنے اور ظلم برداشت کرتے رہنے کے بعد ان حملہ آور دشمنوں کے ساتھ دفعانہ مقابلہ کا حکم دیا۔

اب وہ وقت آگیا۔ اور نعم حقیقی کی نگاہ حقیقت نے دیکھ لیا کہ بیگناہ مسلمانوں کی گردنیں کفار کی تلواروں کے نیچے آ جا رہی ہیں۔ تو حکم خدا کی آیت شہادت رسالت میر۔ ان الفاظ و عبارت میں نازل ہوئی۔

اُدْبِلْ دِیْنَہُمْ مِّنْ حَیْثُ کَانُوْا بِاَنھُمْ یُظْلَمُوْا ۗ وَاِنَّ اللّٰہَ لَیَکَ تَصْوِیْرٍ  
اَفْکَہٗ نِیْرٌ رَّحْمٰنٌ عَظِیْمٌ سَآئِ ح ا ص ۳۶۶

لیکن بغیر ان جبریل طبری میں سے پہلی جو آیت متعلق حکم خدا و بتائی گئی ہے وہ یہ ہے۔  
فَاَیُّ الدِّیْنِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الدِّیْنِ یُعَٰلَمُوْنَ ۚ  
ان دونوں آیتوں کے علاوہ۔ صاحب جہم العلماء و قریہ ذیل آیت کو بھی حکم خدا میں داخل فرماتے ہیں۔  
اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْ دِیَارِہُمْ یُعَدُّوْنَ اِلَآہِ اللّٰہِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا  
یہ لوگ ملاوحد اپنے وطن سے کالے گئے۔ صرف اسلئے کہ انہوں نے اذکار  
کو اس بارہ و دکان بایں لیا ہے اور اگر وہ کسی (ملاوحدوں کو) بعض لوگوں  
مسلمانوں سے حادہ قتالی وضع کرنا تو ضرور مسلمانوں کو گویا۔  
یہودیوں کے معادہ۔ اور یہ مسلمان کے معادہ اور مسلمانوں کی سب سے بھی  
جن میں خدا کے نام کا ذکر کرتے ہوئے ہے۔ گراوین جاتیں۔



عیسائی متعصبین حکم جہاد کو اصلی اغراض ضرورتین اور خاص جہورین جو ان الفاظ البتہ میں بیان ہوئی ہیں۔ اور جن غیر متحمل حالتوں میں جب کاررواستحواں کا خاص وقت آگیا۔ اسلام کو اپنے جان و مال کی حفاظت اور خود بخود دشمنوں کی مداخلت میں دست ببقصد ہونے کا اذن ملا ہے۔ نیز یہ سچیں اور غور کریں اور پھر اپنے مقصد مراد اور خودیاد تعریضات سے متکا کرکریں تو کیا وہ یاد دنیا میں کوئی اور شے طیکہ انصاف پسند حقیقت میں اور واقعہ شناس ہو۔ کہہ سکتا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے ان احکام ترحمہ اور عیسائیوں کے ان اعتراضات مغویانہ میں کوئی مناسبت یا لگاؤ ہے؟

مخالفین کے تمام اعتراضات کا مقصد اس پر ہے کہ اسلام برزخ شیعہ پیدا کیا گیا۔ اور قائل و غافل عرب پر بلا وجہ حملے کئے گئے۔ اسکی تصریح و تجوید الفاظ قرآنی میں خود موجود ہے کہ جس جنگ کی مسلمانوں کو اجازت دی جاتی ہے وہ خاص مدافعت ہے اور بالکل حفاظت خود اعتدالانہ بحیرہ جزیرہ لکاواہمہ و خیال کیسا بھڑھی الفاظ اس جنگ مدافعت کے اسباب و علل کو بھی نہایت عطفانی سے تکرار ہے بہن کہ مسلمانوں کو محض بے بسی اور بیکسی کی ایسی حالتوں میں حکم جہاد دیا گیا ہے کہ وہ اپنے ملک و وطن قوم و قبیلہ اور گھروار سے صرف اس حرم پر کہ وہ حکمت کفار کے بیتہار متون کی پستش سے قطعی انگہر۔ اور ایک خدا کی عداوت کا قلبی اقرار کرتے تھے۔ کمال باہر کر دیے گئے تھے۔ اور بن سبیل کی دور و باز مسافت پر جلاوطن کر دیے گئے لیکن اسے بھی خود بخوار ان کفار کے لعاب اور انکے قتل و غارت سے مانہ آتے تھے۔ ان امور کی تفصیل و تصریح کے بعد یہ آیات قرآنی اور الفاظ ربانی نصات طور پر تکرار ہے بہن کہ اہل اسلام کو جہاد کا حکم کچھ انکے ذاتی منافع تقویٰ و ائد اور مذہبی ترقی و اشاعت کی غرض خاص سے نہیں دیا گیا تھا۔ بلکہ ان احکام کا اصل مدعا یہ تھا کہ اہل اسلام نے مدینہ میں آکر یہودیوں اور عیسائیوں کے مختلف قوم و قبائل سے انکی حفاظت و حمایت کے جو معاہدہ قائم کئے اور بالاحاطہ امتحان قومیت و مذہب نہایت کتاوہ دلی اور فزخ حوصلگی سے غیر قوم غیر قبائل اور غیر مذاہب کے افراد۔ انکی جان و مال اور اذن کے اہل و عیال کو ان معاہدہ کی رتد اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا ہے اور انکو انکے تمام امور دینی و قومی میں آزاد اور خود مختار کر دیا ہے ان شرائط معاہدہ کو عملی طور پر نہایت استغفال و استحقاک سے پورا کریں جو اس عام و تمام لوگوں کی راحت و آرام کے اصول پر مبنی تھا اب ایسی حالت میں اگر اہل اسلام کو مقابلہ و مقابلہ دشمن کی جو ضرورت ان نظم امن کے بہترین خواجرات مدد بخاتی خود ان شرائط معاہدہ کے پورے کرنے سے بالکل مجبور و مضطر تھے۔ آخر میں نتیجہ وہی نکلتا جیسا کہ خود آیہ قرآنی میں بالصحیح موجود ہے کہ تمام قبائل و مذاہب کی آزادی سید ہو جاتی عیسائیوں کے گرجوں۔ یہودیوں کے معبدوں۔ و مسالوں کے مندروں اور مسلمانوں کی مسجدوں میں خدا کے نام کی بیچ و تقدس کی بقیم موقوف ہو جاتی ایسے واضح اور صاف و بجا بیانات و تہریرات پر بھی متعصبین پرور عرب اسلامی جہاد کو رتد تہذیبیں قبولہ انکی صریح نفی نہایت ہے اور جہالت۔

## غزوہ بدر

(۱۷- رمضان المبارک جمعہ ۱۲ ہجری)

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ يَبْدُلُ سَيْرَ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ

اے مسلمانوں! خدا نے واقعہ بدر میں ایسے موقع پر تمہاری نصرت و حمایت کی جب تم بالکل کمزور اور ضعیف ہو رہے تھے غزوہ بدر واقعہ بدر کے تمام ابتدائی اسباب پورے طور سے بیان ہو چکے۔ حقیقتاً اسکی ابتدا اوسیدہ وقت سے سمجھنا چاہیئے۔ مسوقت سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحیح و سلامت مکہ سے مدینہ چلے آئے تھے کفار قریش کو شب بھرت کے خوخنوارانہ انتظام سے خاتمہ اسلام اور قبل جناب سید الانام علیہ السلام کا پورا یقین تھا۔ لیکن تدبیر الہی سے ان بد بختیان اڑی کو حقیقتہً راہی کامیابی کی پوری اُمید تھی۔ اوسیدہ رہا یوسسی۔ محرومی۔ ساورنا کامیابی نصیب ہوئی۔ نقائب بھی کیا گیا کہ سون تک وادی و صحرا کی خاک ڈالی گئی۔ گرفتاری کے لئے استہارہ افغانی دیے گئے۔ مگر سوا کے حسرت و ناکامی کے اب اونکی فستون میں کچھ نہ تھا۔ اپنے لئے استہارہ غصہ کی آگ میں جل چکے تھے کہ گھر بڑھ رہا ہے۔ اسپر بھی استیصال اسلام کی اور مسلمانوں کے قتل عام کی غلطی دل سے نہ گئی۔ مدینہ میں اسلام کا عروج اور مسلمانوں کا اطمینان سکڑتی ہو گئے۔ استیصال اسلام کی فکرین کرنے لگے۔ تدبیرین تو بخینے لگے۔ مکہ سے مدینہ تک کی قوم و قبائل کو اسلام کے خلاف اور بھارا انصار مدینہ سے کچھ چلتی نظر نہ آئی۔ عبداللہ بن ابی سلول کو مسلمانوں کی مخالفت پر برا لگیتا۔ کیا یہ یودان مدینہ سے۔ جو اسلام کے ساتھ معاہدہ میں شریک ہو چکے تھے۔ سازش پیدا کی۔ اس سے بھی اطمینان نہیں ہوا تو خود سوسود و دوسو کی جمعیت سے قتب و جوار کی لیے والی قوموں پر۔ جو اسلام کے معاہدے میں آچکی تھیں تاخت و تاراج کی پھر لاکھ قرآنہ اور خوخنوارانہ طریقہ سے نخلستان مدینہ تک چڑھ دوڑے اور مسلمانوں کی بہت سی حریت یان لوٹ کر لگئے۔ اور انکے نخلستانوں کو جلا دیا۔

مسلمانوں کو مدینہ میں آئے ہوئے ایک برس سے زیادہ ہو چکے تھے۔ اس اثنا میں کفار نے مسلمانوں کو خلاف الہی جابلہ اور طالماتہ چھیڑ چھاڑا اور چاکہ بد بیان برابر شرع گردین اور جاری رکھیں لیکن مسلمانوں نے ابھی تک اونکے خلاف ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھایا تھا۔ متعصبین یورپ انھیں واقعات اور ابتدائی حالات سے کفار کے مطالب اور مسلمانوں کے صبر و تحمل کا پورا اندازہ کر لیں۔ پھر اشاعت اسلام کو بڑے رستمیہ قائم ہونے کے ثبوت دینے پر حوصلہ کر پیں گے۔ کھار قریش اور بدر کا کفار قریش کے اس سلسلہ مخالفت میں جسکی تفصیل کو ہم بطور اجمال بیان کر رہے ہیں اوسیفیان کے اُس سامان جنگ قافلہ تجارت کی تیار ہی بھی ہے۔ مسلمانوں کی نسبت جسکے کوٹنے کو بقول مولوی شبلی صاحب یورپ کے مورخین غزوہ بدر کا اصلی سبب قرار دیتے ہیں۔ یہ کاروان بھی غزوہ بدر یا مسلمانوں کی قطعی استیصال کے سامان قرار دیتے ہیں۔ کی غرض خاص سے مرتب کیا گیا تھا اور تمام کی طرف بھی گیا تھا۔ اسامہ کفار میں صلاح و تہور سے یہ قرار پایا تھا کہ اس

کچھ زمان سے اس کی بارگاہِ کجہ نفع حاصل کیا جاوے اور اس کا ایک حصہ بھی زوائی مصارف میں نہ اٹھایا جائے سب کچھ سب مسلمانوں کے ساتھ معرکہ آرائی میں لٹا کر دین کا پیکار قائم کر دیا جاوے۔

اس شاہد اس کاروان تجارت کا معمولی طور پر مسلمان مبین کیا گیا تھا قرآن کے تمام رؤسا اور ملکہ ہر ہر موقوف  
 ے اپنے تمام بیاہ سے آئین ترک کر تھی۔ یہاں تک کہ خواتین تک کا بچا بچا اور چھپا چھپا یا سراپا بھی اسکے مذہب  
 کو دیا گیا۔ سبھی صاحب قوت تاجداروں سے مات کرتے تھیں۔ آئیے ایسے اوسے امانہ خاص میں اسکی طرف بھی اشارت  
 فرمائی ہے۔ عمارت یہ ہے۔

صلہ کے لئے سب سے بڑی ضرورت مصارفِ جنگ کا بندوبست تھا۔ اس لئے اب کے مومن بن قریظ کا جو کاروان تجارت شام کو روانہ ہوا۔ اس سر و سامان سے روانہ ہوا کہ مکہ کی تمام آبادی نے جس کے پاس جو رقم تھی گُل کی گُل دیدی۔ نہ صرف مرد و عورتیں بھی۔ بلکہ بازار تجارت میں ہر کم حقہ لیتی تھیں۔ اُن کا بھی ایک ایک رو اس میں سے ایک تھا۔ یہ قول النبیؐ۔

اس سجدہ پر دو صغیرہ میں - خاص اہل سفیان کی اس کاروان کی کثرت سامان کے متعلق لکھتے ہیں -  
واللہ عجلہ من قوتیں ولا فرتبہ لہ الش ولا  
صاعد الا لعت نہ معا۔

الوسغیان کا یہ توجان اقرار خود ایک بار اختلاف دستور قیوم اس کاروان کی اتنی اہمیت کی خاص غرض دعایت کو صاف صاف بتلا رہا ہے کہ قریش کی اپنی تمام دولت و کائنات کو تجارت میں ایک بار لگا کر اور اتنے نفع خیز و چمکانے سے کون سی عظیم الشان قوم کا انجام دینا تھا۔ یہ عظیم الشان قوم محمد ہی مسلمانوں کا قتل عام تھا جس کے لئے ستورے کو کے باجوہ دیا یہ سامان کے گئے گئے تھے۔

آخر میں ان سامانوں کا نتیجہ بھی کچھ نکلا۔ عذر و ستور و حسب یہ کہ خدا خواہد۔ قریش میں سب سے زیادہ خانہ اسلام کا  
متمنی اور متبعی اوجھل تھا۔ اس لئے اس نے اپنی محنت کی سہو تہ بیری سے۔ یا قریش کی نزول نقد بیری سے کفار قریش  
اور سرکرن عرب کے دلوں میں اسلام کے خلاف ایک غیر متحمل برپوشی پیدا کر دی کی غرض خاص سے یہ غلط افواہ پھیلانے لگا کہ  
کہ مسلمان ابو سفیان والے قافلہ پر واپسی کے وقت مدینہ کے قریب حملہ کرینگے اور لوٹ لینگے۔ اس غلط افواہ کی  
ظاہری صورت کے قرآن بھی موجود ہو گئے۔ اس لئے کہ مدینہ کے پاس مقام بدر کے قریب ہی سے تمام جاے کا راستہ  
سہاروں کی تنگ گھاٹیوں سے ہو کر نکلتا ہے۔ اس بنا پر کفار نے خود بھی سمجھ لیا اور انکو بھی سمجھا بھی دیا کہ ابوسفیان  
اس مقام پر آئے گا تو مسلمان اپنی کینگا ہوں سے۔ جان و دہ پیلے ہی سے بوش شدہ ہو گئے۔ ایک بار کھل کر انکو لوٹ لینگے  
اوجھل کی یہ چال قیامت کی خیال نہ تھی جیسا ہم بارہم لکھ آئے ہیں اور حقیقتاً اس نے قحط علی عرب میں مالک بچانی

کیصیت ضرور پیدا کر دی۔ اور جوصل کی عرض و غایت بھی یہی تھی۔ لیکن بنی نضال نے اس کے دعائے تہذیب کو اور بنی نضال کو جوصل نے مخالفت اسلام بنی اہل عرب کی کثرت تعداد اور ان کے استماعے جو صوم و سرگرمی پر اعتبار کر کے بلا انتظار و ایسی کاروان اور غیر خیال فراہمی سامان جنگ۔ جب کہ باخود ہاکی مشورت سے قرار یا جب تھا ایک ہزار مسلح جوانوں کی طیارہ راجات لیکر جنگ کی تیاری کر دی اور بدر کی طرف چل کھڑا ہوا۔ اپنی اس غلبت کا سبب یہ بتلایا کہ اس جمعیت سے کاروان تجارت کی حفاظت اور حدیثہ اور مسلمانوں کی مدافعت کی جائیگی جو قریب ہی شام سے واپس ہوتے ہی۔ مسلمانوں کے ہاتھوں میں پھینک دیں گے۔

اس مابعد جوصل کو اتنی کثیر جمعیت کے ساتھ ملخا رہن کر آیا ہوا بیت کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں لوٹے اور لڑائی والو نہ دیکھ سکے۔ وہاں اپنے اپنے مقامات پر جمے بیٹھے رہے۔ مسلمان مدینہ میں اور ابو سفیان سام میں جب کہ طبری میں مرقوم ہے۔

اور دلت قبل فتح اہل مدینہ و اصحابہ اہل السلام | ہاتھ در ہاوسیاں اور ان کی عمر ہوں نہ دعا کی سام سے بچے واقع ہو چکی تھی۔  
کفار قریش تو مسلمانوں کی طرف سے اپنی مخالفت یا ان کے قتل و غارت کے خیال آہ پیدا کر کے اپنی ہاوسیاں آپ اور آپ کے خلاف اٹکے مسلمان ہونے کے مظالم کا مدینہ میں گھر بیٹھے مشاہدہ کر رہے تھے اور یقین کر رہے تھے کہ کوئی زیر ہستی ہوئی سترائیں ایک نایک دن اکوہینہ چکر کرنے کے قصد سے ضرور پڑھ لائیں گی لیکن سلطان خموش رہا کہ اس وقت تک استادہ قدرت اور نشانے مشیت کے حکم کا انتظار کر رہے تھے۔ جبکہ بغیر وہ اپنی وحشیانہ اور حرکت کو گناہ کبیرہ سمجھتے تھے۔

مشاہدات متواترہ کے علاوہ وحی الہی کے ارشادات اسے پیغمبر پر حق کو قریش کے ان ظالمانہ تدبیر و ارادے سے آگاہ کر رہے تھے۔ چنانچہ طبری کے اسناد سے حضرت علی کا ارشاد کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلو گون سے اکثر چاہہ بد کی نسبت پڑ چکا کرتے تھے۔ اس امر کا شاہد صادق ہے کہ آپ جنگ مدینہ کے متعلق قبل از وقوع خبر پروردہ کی مطلع فرمائیے گئے تھے۔ اور لشکر قریش کے بالکل قریب پہنچ جانے تک کسی قسم کی تحریک و سبقت کرنے سے روک رہے گئے تھے۔ چنانچہ جمہور مؤرخین و محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ نہ کہ کفار کے بالکل قریب بدر آجائے کی صحیح خبر پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مدافعت کا ارادہ فرمایا۔ جو حکم قدرت اور تدبیر مشیت کا عین مقصود تھا۔

جنگ مدینہ کا اعلان | جب جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لشکر قریش کے قریب بدر پہنچ جانے کی خبر پہنچی  
اور ساروان اسلام | خبر لگئی تو آپ نے ان سے مقابلہ و قتال کے متعلق سب سے پہلے جو کام کیا۔ وہ تمام اہل اسلام کے اہتمام و عقیدت  
لینا تھا۔ حکم سارا اور تمام اہل اسلام حاضر تھے۔ کہ کفار کے مظالم اور اپنے مصائب کو خود جانتے تھے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا وہ میان کی ضرورت نہیں ہوئی۔ سب نے معا و اظہا لکھ کر سوائے تسلیم جو کا دیے لیکن اوس

رحمت عالم اور خلق مجسم کا اسی اطمینان نہیں ہوا۔ وہ مجاہدین سے نہیں۔ مگر اپنے خلقِ منظم کے تقاضے سے جماعت انصار کی رمان و الفاظ میں اپنے اس قصد کی تصدیق و تسلیم کا اقرار کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے کہ جو ترابط جنگ کو ان سے معاہدہ لئے گئے تھے وہ مدینہ کے اندر ہی رہ کر دو کوجنگ و مقابلہ کرنے کا پابند نہ تھے۔ مدینہ سے باہر جا کر جنگ کرنے کے شرط نہیں تھی اور یہ ظاہر تھا کہ مدینہ سے آہٹہ میل کی مسافت پر جا کر اونکو دشمن سے ٹرنا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک یہ خلاف معاہدہ واقع ہوتا تھا۔ اسی لئے آپؐ کہہ رہے تھے اور بار بار انکی طرف رخ کرتے تھے اور انکے جواب کے منتظر تھے۔ مزارعہاں جاں نثار اور آداب شماس انصار آنحضرتؐ کے مدعا سے ولی کو سمجھ گئے۔ گردہ انصار سے سعد بن عبادہ۔ بہترین عقیدت بنکر اوٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے اسہم ان جان نثاران اسلام کی تقریریں پہلے تبلی صاحب کی ربانی ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

سعد بن عبادہ رئیس سعد بن عبادہ۔ (ریش قبیلہ حرج) نے اوٹھ کر کیا حضورؐ کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ خدا کی قسم آپؐ فرمائیں تو ہم سعد بن کو دھڑپیں۔ صحیح مسلم کی روایت ہے۔ بخاری میں ہے کہ مقداد نے کہا کہ ہم قوم موسیٰ کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ آپؐ اور آپؐ کا خدا جا کر لڑیں۔ ہم لوگ آپؐ کے اپنے سے بائیں سے سامنے سے پیچھے سے لڑینگے۔ انکی تقریر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ جھک اٹھا۔ سیرۃ النبی ص ۲۴۱

تبلی صاحب نے اپنے اسی قدیم ماہمہ۔ متیقین یورپ کے خوف سے اس واقعہ کو جس قطع و برید کے ساتھ مسخ کر کے لکھا ہے وہ محققین کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ایک تو آپؐ کی صحیحین کے محدثین نے اس تاریخی واقعہ کو جس اختصار کے ساتھ لکھا تھا وہی اسکی تفصیل کے استحقاق کے لئے کافی تھا۔ ادھر آپؐ کی انجیل نے اور بھی ناقص کر دیا۔ یہ اصلی موضوع کے ماحذون کو چھوڑ دوسرے خارجی ماحذون سے استمطاع و استخراج کر دیا۔ کا نتیجہ ہے۔ ایک تو غلطی کی دوسرے جاں نثاران انصار میں اصل جان نثار سعد بن معاوی کی تقریر کو بالکل منسوخ کر دیا حالانکہ سعد بن عبادہ کی نسبت تقریر کرنے کا واقعہ ہی محققین کے نزدیک اب تک مشکوک ہے۔ اور سعد بن معاوی کی تقریر پر اتفاق محمود ہے۔ جیسا کہ اسکی تفصیل حالت یہن ملاحظہ ہو۔

اب ہم اس واقعہ کی پوری تفصیلی کیفیت طبری اور ابن ہشام سے حسب ذیل نقل کرتے ہیں۔

کان علیہ السلام احدھما من قرابتہ مقام اوکورا | اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کو قریش کی جڑ سے قطع کر دیا تو

۱۵ تعجب ہو کہ ماحذون میں حضرت تمیم کا ذکر ہے مگر امین کو کسی رنگ کی تفصیل تقریر نہیں۔ اس ضرورت سے رو قافی کی شرح میں تلاش گئی اور میں بھی حضرت ابوبکرؓ کی تقریر کا کوئی ذکر نہیں ملا۔ ہاں حضرت عمرؓ کی تقریر کے الفاظ دکھائی دیے یا رسول اللہ! اھافو لیتو وعوھا واللہ ما دلّت مد عزت ولا اعست مد کھرت واللہ لتقاتلک ماھب لذلک اھتک واعلّ لہا عتد تلہ۔ یا رسول اللہ! یہ قریش اونکی عت کا معاملہ ہے قریش نے جس سے عت لائی آج تک دلیل یہ ہوئے اور جس سے کافر ہوئے آج تک ایمان کافر

<p>حضرت ابو بکر الصديق كھڑے ہوئے تقریباً کی اور ان کی تعریف کی  یہ حضرت عمر الخطاب کھڑے ہوئے تقریباً کی اور تعریف کی یہ حضرت  مقداد کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ آج جو حکم تم نے اعلان کیا  جو لوگوں کے ساتھ ہیں خدا کی قسم ہم آپ کی حدت میں بڑھیں گے  یہ اسراہیل نے حضرت موسیٰ سے کہا تم کہاؤں گے تم اور تمہارا خدا  اے تمہارے ہم نہیں بیٹے کے بیٹے بیٹے لیکن ان کو رحلت ہم تو یہ کہیں گے  کہ آپ اور ایک خدا ہم سے لڑیں گے لیکن ہم آپ کو ساتھ چیلے اور اے  گو ماہی، اس حد کی قسم میں نے تب کوئی کے ساتھ سعوت فرمایا ہے اگر  ہوگوں برکات و اعداؤں میں سے کسی کو آپ کی کتاب میں برابر قرار دے  کیے یا تاک کہ آپ کا ارادہ یہ ہے یہ سرگرم سولی اہل علم نے مقدار کو دیکھا  اے آپ نے فرمایا آیا اللہ اس تلک مجھے اس امر میں متورہ وہ اس کے سبب کا  روح جس کا حکم انصار کی طرف تھا اور اس میں سے ہر ایک انھیں مخصوص  انصار سے جو پہلے آپ سے عہد کیے تھے۔ انھوں نے عرض کی یا رسول اللہ  اے ہم اس وقت تک آپ کے ہمراہ ہیں جسے تمہارے آپ ہمارے ہر عمل میں  نہیں آئے تھے۔ اب جب آگئے ہیں آپ کے انکل و ہمراہ گئے ہیں یا رسول  آپ کو اس تمام امر کی حدت کر سکتے ہیں ان کو کہ ہم آپ کے اہل و عیال سے  معاہدہ کر لے ہیں جب یہ انصار صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر حال نہ کر سکتے  سوال کیا کہ ان انصار سے کہہ دیجئے کہ اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد اس کے بعد  کیا ہے اور ایسی حالت میں کہ جس شخص سے باہر جا کر مقابلہ کی ضرورت ہو تو  معاہدہ نہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریریں ان کی طرف اشارہ کیا تو  ان معاہدے اور ٹھکرے کی گئی اس راستہ میں لوگوں کی طرف اشارہ ہے آپ نے  اور سادہ و پائیدار معاہدے عرض کی کہ ہم سب آپ کے اہل و عیال کے آپ کی  تصدیق کریں گے اور جو چیز جو محاسن اللہ مازلل دنیا گئی ہو ان کی شہادت</p>	<p>الصديق فقال واحسن فقال عمر الخطاب فقال واحسن  فقال المقداد فقال يا رسول الله امض لما اراك  الله يحسن معك والله لا نقول لك كما قالت سوا من  الموسى اذهب انت وبنائك فقاتلنا انا هم اعداؤنا  ولكن اذهب انت وبنائك فقاتلنا انا هم اعداؤنا  فوالذي بعثك بالحق لو سرت سائى ولك العاد الحاد  معك من دونه حتى تبلغه فقال رسول الله صلعم  حيروا وقاله به فقال رسول الله صلعم استبرأوا  ايها الناس واما يريد الانصار ذلك اذ هم عدوا لنا  وانهم حين بايعوا لنعمة قالوا يا رسول الله صلعم  راء من حمايت حتى تصل الى ديارنا فاد اوصلت اليها  في ديارنا معك ما معك اما انما ولسنا نأكل من رسول  الله صلى الله عليه واله وسلم فيكون لا تكون الا  تري عليها نصرة الا نحن دهمه ملد يده من عدو  الدين عليه من ليس به من عدو من بلادهم فاما  رسول الله صلعم قال لله سعد بن معاذ والله لكانت  سودا يا رسول الله قال احل قال فقد صابتك  صدقاتك وشهد بان ما حثت به هو الحق واعطيتنا  على ذلك نحمو دنا و موافقا على السمع والطاعة  وامض يا رسول الله لما امرت معك والذى  بالحق لو استعصمت ما هذا الحشخشا محصاه  معك ما تخلف ما دخل واحد ما نكره ان تلقى ما عد</p>
<p>تقدیر حاصل ہوئی دیکھتے دیکھتے لوگوں کی ہمت اور قیام کیے اور اس کا وعدہ پورا کر کے انھیں کی مدد سے امانت و نصرت اس تقریر کو جو حضرت  وہ تحقیق کی گئی ہے یہ بھی ہیں یہ جو حق عقیدہ ہمیں کا اعداد ہے حقیقت یہی نہیں شرک کا نام اور ان کا گناہ ہے اور ان کا گناہ ہے جو تو معلوم  کے ساتھ ان پر لوگوں کی تقریریں ہیں اور ان کے ساتھ تاریخی سکرین ہیں</p>	<p>الذوالف</p>



و اما عل الصریح الحرب صدق واللقاء لعل لک منک صا ما تقبله عیدک من علی کثر الله ورسول الله صلعم لعل سعد وفضله دلت  
و سے لکے اور آپ کی اطاعت و متابعت کے معاہدے لکھ سکے پھر اس صفہ کی ضرورت کیا ہے آپ سے جو ادا ہو گیا ہے اور سیر علی کیجئے بہم  
آپ کی خدمت کو حاضر ہوں اوس خط کی قسم میں سے آپ کو حق پر صحت فرمایا جو اگر آپ کہو اس دریا میں کوہ پڑنے کیلئے حکم دین تو ہم  
ملا تامل داخل دریا ہو جائیں اور ہم میں سے کوئی شخص بھی آپ کے اس حکم سے خلاف کر سکتا ہے اور نہ انکا کر سکتا ہے اور آپ میدان  
حک میں دیکھیں گے کہ ہم حلال و حلال کی سختی کے وقت کیسا سہو تحمل کرتے ہیں اور ہم اپنی جان نثاریاں دکھلا کر آپ کی اکمین  
ٹھنڈی کر سکتے ہیں حدائی کا یہ دیرت کی امید دن یار آپ تعریف لے چلیں۔ حدیث کا قصہ قرا لیتے ہیں۔ میدان سے معاویہ کے لکھات  
عقیدت سکرا آپ سید مسرور ہوئے ان ہشتام جلد دوم ص ۱۳۷

اس تقریر کے اندر اب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غم و حوا متعلق کر دیا۔

میدان۔ رکی بار جوین و حسان المبارک سید چیری کو آپ قریب تین سو چودہ آدمیوں کی جمعیت لیکر مدینہ سے باہر نکلے اور ایک  
طرف روای میل کی مسافت پر چھاؤنی عینہ کے پاس قیام فرمایا۔ یہاں ٹھہر کر اسلام کا حازہ لیا گیا۔ اور سب کو یہاں جمع ہو کر  
حکم فرمایا گیا خان تارا حوا جوا نضار سرد و دیون کی پرچو سون میں لیکر کہتے ہوئے حاضر ہو گئے۔

فقہ عمارت حاسنہ کو نگ علامہ رہا تانی نے حضرت ابو بکرؓ کی تقریر کا دست و کمال شخص کے لئے لکھا ہے کہ یہاں دوسرے میں معلوم  
ہو تا آپ نے تقریر کی حضرت نے تقریر کی وہ لکھ کر کے حقیقت حال دکھلائی گئی۔ اسی زمانہ کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ داعی فوجہ تقریر  
بیتیں صرف ملک خوش عقیدگی کے حایت ہیں کہ یہ کہ امام سہلی نے اس مسئلہ میں کامل بحث کی ہے زرقانی اوسکو معصودہ و بی عمارت میں لکھتے ہیں  
حال سد الداس فی عیون الاخوان ذکر میں سعد بن معاد  
و لفظہ من الداس ان رسول اللہ صلعم تدار حین  
ملعہ اقل من کل امریکہ و خاص مدہ جو کلہ عمر حاضر  
آپ نے صحابہ سے متورہ کیا حضرت ابو بکرؓ نے لکھنے ہوئے اور تقریر کی آپ نے کچھ تو حمد و ثناء فرمائی پھر حضرت عمرؓ نے تقریر کی آپ نے کوئی تو یہ  
فرمائی۔

اب و انور عہ کے الفاظ و صافی کو۔ روایت مرقومہ بالا کے الفاظ حاسن سے متعلقہ کہ حقیقت حال خود بخود ہی حاسن ہے  
میں واقعیت تو امام کو بھی نہیں جان خوش عقیدگی کے ہاتھوں سے ترگا ا کے داخل کئے جانے کی مسامت ضرور چھلکتی ہے  
یہ تو اس موقع پر اندرون برادر کی تقریر کی حقیقت حال کا اکتاف کیا گیا۔ اب ہم قسلی صاحب کے اوس مختار کی تنقید کرتے  
ہیں جو آپ نے سعد بن عبادہ کی تقریر کی نسبت قائم فرمایا ہے اور اصل مقرر سعد بن معاد کی تقریر کو قطعاً مرقومہ الفکر کو دیکھ کر چاہے ہم  
کی عمارت سے علامہ سید الداس کی مرقومہ صلا عمارت کے بقیہ مصابین و بی میں قتل کر کے تسلی صاحب کے اس مختار کی بزرگی  
تہیہ کر دیتے ہیں۔

معام سعد بن عبادہ فقال ایادہ یا رسول اللہ و سعد بن عبادہ کہے ہوئے اور کہے لگے کہ آپ کو اس کام کا خطاب کیا ہے

حان مازون کی عقیدت سنانہ پر جو سیون اور گر سیون کا یہ عالم تھا کہ صغیر السن اور غیر مکلف بچے تک شریک حماد ہوئے کی تمہا میں گھروں سے ماہر کل آئے تھے۔ اور جوا نون کی صف میں ملکر کھڑے ہو گئے تھے معائنہ کے وقت اس کو غیر مکلف قرار دے کر واپس جانے کا حکم ہوا۔ ان نو عمر بچوں میں حمیر بن ابی وقاص بھی تھے۔ جب ان کو بھی لڑکی کا حکم ہوا تو یہ ٹھوٹ کر رو پٹئے آنحضرت معلّم ان کی بیٹائی سے بہت متاثر ہوئے اور بالآخر اجازت دیدی حمیر کے سہائی۔ حدیث بن وقاص نے اس سن جان شار اسلام کی کر میں تلوار باندھ کر گود میں اٹھالیا۔ اور ساتھ لے لیا۔

لوگوں سے ہے قسم اویسی کے قصہ قدرت میں مری حال ہر اگر آپ ہو گئے  
حکم دس تو ہم ان کے کیسوں پر صبریں لگاتے ہوئے رک، انما ذاب حلوا میں  
اس حدیث کو اس ابی تیمہ۔ اس عابد اور اس مردویہ لے لکھا ہے صا  
ابن حجر اس اختلاف کا فیصلہ یوں کرتے ہیں کہ انکی تفسیر یہ صورت قرار  
یا سکتی ہے کہ آنحضرت معلّم نے دو بار ستورت کی ایک بار مدینہ میں جب ماطہ ابو  
سعیان کی حرم آمد معلوم ہوئی صا کہ حدیث سلم کے الفاظ ستار ہے ہیں کہ آ  
صحاح سے ستورت کی حدیث لوسعیان کی آمد معلوم ہوئی دوسری بار مدینہ سے  
مکل کر صا کہ رو مات احما عیہ سے طاہرہ تا ہے لیکن طرائی لے اس قول  
اس عبادہ کی نسبت لکھا ہے کہ سعد بن عبادہ نے صلح حدیبیہ میں حدیث قبول

نقیہ عبارت حاشیہ۔ والذی یسی سیدہ او اعتما  
دس رہا انکا دھا الی سوا العاد لعلنا الحدیث القول  
کاس ابی سیدہ اس مائل وان صدقہ قال لیا طو  
یکن الجمع بالہ صلحہ استار ہر مرتب الاہولی والحدیث  
اولی بالحدیث حیدر العیر ودلت تن ص لفظ مسلمہ سا  
حیں ناسہ اقبال او سہیان ثالثا یہ لالہ کاندہ دود  
ان تخرج کما فی حدیث الجماعۃ ووقع عبد الطارانی  
ان سعد بن عبادہ قال دلت بالحدیث بدیہ وھذا  
ابلی بالصواب رفانی ص ۵ مصر

کے موقع پر یہ تحریر کی تھی۔ اور یہی صحت سے قریب تر ہے۔

ہم اور کہہ آئے ہیں کہ صحابی صاحب نے محض صحیح مسلم کے اعتبار پر ایسے اس مختار کو قلم کیا ہے حالانکہ آپ ہی کے محققین و محدثین  
سعد بن عبادہ کی اس تقریر میں شکوک ہیں تقریر ہو یا یہ ہو یا تو درکنار یہ حضرات تو سعد بن عبادہ کو ترکا و جنگ ہی میں داخل نہیں کرتے۔  
چنانچہ علامہ زرقانی اسکی حقیقت کا حسب دلیل امکشاف فرماتے ہیں۔

علامہ اس امر پر اختلاف ہے کہ سعد بن عبادہ شریک بدر تھے یا نہیں انکو موسیٰ  
عقہ عربیہ اصحاب نے ترکا بدر میں نہیں لکھا ہے لیکن واقدی اس بلانی اور  
ابن کلبی نے لکھا ہے واقدی عاصی حدیث تو نا وجود نہرت علم کے متروک الحدیث  
اور اس بلانی کو اگرچہ ابن عیین نے فقہ لکھا ہے لیکن اس حدیث قوی الحدیث نہیں  
جانتے۔ ابن کلبی کے بارے میں صاحب عمرون نے کلام کیا ہے اور فتح الباری  
نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ سعد بن عبادہ معرکہ بدر میں شریک ہی نہیں تھے  
اب یہی بات کہہ کر انکا حصہ کیوں دیا گیا۔ اسکی نسبت عمرون الماثرین اس

وا حلف فی شہود سعد بن عبادہ دلا ولولہ ذکرہ سنی  
و عقہ ولا ان اسحاق فی الدہس و ذکرہ الواقدی  
الدانی و ابی الکلی اما الواقدی الحافظ المتروک  
سعد علیہ والملائع و فقہ ابن عیین وقال ابی علی  
حقوی داس الکلی یہ کلام العیون و فی فتح الباری  
اشارۃ لالہ قال لہ لیتھد سعد بن عبادہ مدہا وان  
سدا مکر لکویہ صہ لہ سمدہ واحۃ و فی عیون

مجاہدین کا شمار کیا گیا تو تعداد میں مجموعاً تین سو تیرہ آدمی نکلے جنہوں کا متفقہ یہاں ہے کہ یہی طاہرات کو شکر کی بھی حدود تھی جو جاہلات کے عقائد میں لگا تھا شہر کی محافظت اور انتظام کے لئے ابولہبہ کو مدینہ کے حصہ میں لے کر لکھا حکام باکریں سے روانہ کر دیا گیا۔ اور عاصم بن ہبیر کو۔ مدینہ کی بالائی آبادی کا جسے عالیہ کہتے ہیں امیر و محافظ مقرر کر کے بھیج دیا گیا۔ ان ضروری انتظامات کے بعد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی روانگی سے پہلے نسبت اور عدی کو ترکش کی حیر سالی کیلئے بھیجا اور یہ دونوں آدمی حیثمہ بن زکریا بن حنظلہ کے پرچے کی سربراہی بھی روانہ ہو گئے۔ جیخون کی روانگی کے دو دوسرے دن

ما قلقلہ المصنف عدہ ورویاہ اس سعد انکان یبیتہا  
الخرج الی مدینہ ویاتی دورا لکنا ان یصلہ علی الحرم حبس  
قل ان یخرج فاقام فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا یخرج  
سعد ا لہیبتہا ہا قل ان علیہا حبس ویاہ وقال مدیہ  
لہیبتہا علیہ السلام صر لہ لہسمہ واجرہ ان یصلہ وھو  
الصا ایماہ انی ان الاختلاف لا اعتدالا حقیقی ہ  
بدر کی شرکت سے بعض صحابہ کا کرنا۔ اسی میں ہر ایک امر کی حقیقت کا انکشاف بھی نہایت ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ عروہ مالا عمارت سے ظاہر ہو گیا کہ شہر کی صاحب کی محنت فنی اصل لوگوں کے دس دین سے بچاؤ کے حالات کو تو چھوڑ کر جاتی ہے اور جنھیں صحیح کے ظاہری اعتبار اور عمارتوں کے واقعات کو غلبہ نہ کرتی ہے (سید بن عبادہ) جنھوں نے بقول اجماع ردیکو منع اناری) یہ تقریر کی تھی اور یہ شریک جنگ ہوئے۔ اور اگر یہ تقریر کی ہی تو ہمیں یہ نہ معلوم حیرت اور حیرت و شواہد کے موقع پر ہمارے شمس العلماء کی تحقیق ہے اور اس کی ماضی حکمرانی غلط اصول ترجیح حدیث علی التایخ ہے۔ فن تابع ویرت ان واقعات کے صحیح ہوا قیاس و اسباب و ذرائع کے حفظ و ذکر کی خاطر مقابلہ حدیث کے ذمہ دار ہے کیونکہ اس کا موضوع خاص انھیں امور کا حفظان و بیان ہے۔

حالات کے استقصار سے معلوم ہوتا ہے کہ سعد بن عبادہ ہی تمام ترک بدر زمین ہو سکے تھے مگر صحابہ میں اکثر حضرات شرکت سے محروم رہے۔ اس کے لئے تو سائب کے کاٹے کا قدر معمول بھی تھا لیکن اور بزرگوں کے شریک نہ ہونے کے لئے کوئی دھرم عقول میں تات ہوتی سوائے اسکے کہ اسے محض اتفاق غلط فہمی واقع ہوئی۔ مرویات حدیث تابع سے متفق ہوتا ہے کہ وہ ان کی حکم باکر اکثر حضرات شرکت جنگ سے پہلے ہی کرتے تھے اور کسمائے تھے۔ اسکے اہل کی وجہ یہ تھی جس کا کہ اور بیان ہو چکا ہے کہ یہ لوگ اپنی غلط فہمی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارادے کو کاروان اہل بیتان پر حملات ہی بغیر کے ہوئے تھے لیکن جب آنحضرت کے ارشاد کو اور کوفہ قریش کے مقابلہ کا پورا ثبوت مل گیا۔ تو بغیر کے عوض محض جان کے نقصان کا خیال کر کے وہ شرکت کے لشکر میں پس ہ پیش کرنے لگے تاہم حدیث کی مرویات کے علاوہ خاص حاکم کے الفاظ قرآن مجید میں اسکے شاہد حال ہیں۔

آپ ﷺ کے ہمراہ بدر کی طرف روانہ ہوئے اور روحاً و متصرف ذات اجڈال میلادہ اور اشیل کی منزلوں کو طے فرماتے ہوئے چہنمہ بدر پر پہنچ گئے۔ زرقانی کی تحقیق میں بروایت چھتیس<sup>۳۶</sup> اور بروایت تیس<sup>۳۷</sup> میل روزانہ کی رفتار کے حساب سے ۱۰ میل کی مسافت گویا دو ڈھائی دنوں میں تمام کر دی گئی۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داخلہ کی خبر سن کر دو دنوں میں حاضر ہوئے غرض کہ غنیم اس وادی کے اس پار تک پہنچ گئے ہیں۔ آپ نے آگے بڑھنے کو مصلحت نہ سمجھ کر وہیں قیام فرمایا۔

موقع بدر بدر تیسہ منورہ سے اتنی میل (چالیس کوس) کے فاصلہ پر مغرب و شمال کی طرف تیس عام یزاق ہے یہیں ہیرا و مرو کی گماٹیوں میں ہو کر شام جانے کا تنگ اور کج مرج راستہ نکلتا ہے۔ مقام بدر قدیم منہل گادہ ہے۔ اس لئے کہ یہاں صاف پانی کے اکثر چشمے جاری ہیں عرب کے مشہور اور قدیم سالانہ میلوں کے مقامات میں بدر بھی شمار کیا جاتا ہے۔ یہاں کے سالانہ میلوں کے متعلق طبری لکھتے ہیں۔

بدر عرب کے مشہور مقامات میں تھا۔ ماہ ہر سال میں دن تک میل لگا رہتا تھا اکثر سے اہل عرب جمع ہوتے تھے، اونٹوں کو چر کر کھانے پکاتے تھے اور کما وقت شہر پر تشریف عرب کی مشہور گالے حامیالی عورتوں کا گاما عماما سینے تھے طبری ص ۱۳۷

مس طرح اسے سیمیر تہرا و عجم کو حق برتر سے گھر سے (بدر تک) کمال لانا حالاکہ اس کا ایک گروہ اس سے ماحوس تھا۔ وہ عمدہ سے منظر ہوئے پیچھے بھی جھگڑا کرتا ہے گویا کہہ موت کی طرف ہنگامے مانتے ہیں، وہ اپنی آنکھوں سے اسی موت کو دیکھ رہے ہیں اور جب خاتم سے قریش کے قافلہ ان تریش کی قبیح میں سو ایک کا وعدہ کرنا ہے کہ وہ تمہارے لئے ہے تم چاہے ہو کہ ملے حشرشہ والا گروہ تم کو مل جائے (یعنی قافلہ) اور حیا یہ چاہتا ہے کہ حق کو اپنے حکم سے ثابت کر دے اور داخل کو شاد سے گو گم گاراس سے رعیدہ ہوں۔

وكان ذلك موسمين مواسم الحرب فيجتمع لهما سوق كل عام فيقيم عليه ثلثا و تحل الحور و رطل الطما و نسقي الحور و تعرف عند القبا و تسمع ما العرب يقره عبادت حاشي صفير كدشته كما آخر حركه ذلك من يديك يا حي و ان قريعا من المؤمنين لكان رهون و تحادوا في الحق بعد فائين كانما يسافون الى الموت و هم يظنون واذ بعث الله احدى الناصيتين انهما لكانوا دون ان عير دات النسوة نكولن لكم و يريد الله ان ينجي الحق بكلماته و يقطع دابر الكافرين الحق و مطلق الما طيل و كوكبه الكافرون۔

متنصعين اور وہ دیدہ انصاف کو لکر ان آیات قرآنیہ کو صاف الفاظ کو ظہور اور سمجھ لین کہ غارت قافلہ کو واقعہ کی بہار جواب گاہی موعودہ انقرضات قائم کرتے ہیں وہ قرآن کے اس الفاظ سے کہیں ظاہر نہیں ہوتا۔ قرآن ناوکی تصدیق کرتا ہے اور نہ تا سید بلکہ مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے یہ خیال پیدا کیا تھا او کو تعمید و تادیب کے عوض خاص سے یاد و لانا ہے کہ تمہاری جو اہمیتوں کے خلاف فصل استحقا کفار سے کھلے میدان میں مقابلہ کر کے حق کو قائم اور باطل کو متاصل کرنا چاہتا ہے۔ ان کلمات سے صاف ظاہر ہے کہ بعض مسلمانوں نے یہ خیال ضرور پیدا کیا تھا لیکن حملہ کرنے سے قبل یہ خیال اول یہ کہ بعض مسلمانوں کا یہ اپنا خیال و قیاس تھا۔ اسلام ان کو لئے حوالہ نہیں ہو سکتا اور یہ کہ حذر ان کو اس تجویز داراد سے کی گئی جو ظاہر کر دی اور ان کی حقیقت ثانی رمانی ہی فرمادی تو میر خا لغین یورپ کا ایسے بے اصل اور خلاف واقعہ امر سے استدلال کیا۔ کمال مدققی ہے۔ اب رہا یہ کہ ہمارے قدیم حدیث و تاریخ کی ماحد اسکی تائید کرتے ہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک کوئی ماحد قرآن مجید سے زیادہ معتبر نہیں

لے کر اسلام میں یہ تو اور یہ بیان ہو چکا ہے کہ مسلمانوں کے تکریمین کل تین سو تیرہ آدمی تھے۔ تعداد تو یہ تھی سامان پر لڑکی جاتے تو سامان جنگ تین سو تیرہ آدمیوں میں سواری کے لئے کل لڑا لڑا نوٹ تھے اور لڑنے بھرنے میں صرف دو گھوڑے ایک حضرت

مقداد کے پاس اور ایک زبیر بن العوام ابی مرثدہ کے پاس۔ انتظام یہ کر لیا گیا تھا کہ باری باری سے کچھ لوگ انہوں پر راہ طے کرتے تھے اور باقی لوگ پیدل چلتے تھے جب سواری کے لوگ ایک مقررہ حد تک سواری پر چل چکے تھے تو اور آتے تھے۔ اور جو پیدل چلتے گئے تھے اور اپنی جگہ پیدل چلنے والوں کو انہوں پر ہوا کر دیتے تھے اس انتظام میں راحت و مسرت عام کا اس درجہ لحاظ رکھا گیا تھا کہ حمل رسالت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام مرکب بھی شرکت سے مستثنیٰ نہیں تھا صاحب روضۃ الاحباب محدث میرازی تو صرف حضرت علی مرتضیٰ کو آپ کا رفیق بتلاتے ہیں لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض غزنویوں نے حضرت صلعم نے زبیر بن حارثہ اور اولاد نہ کبھی پہلے لے لیا تھا یہ سید کی رفاقت کوئی کلام نہیں۔ لیکن اولاد نہ کی شرکت تو بالکل خلاف واقع ہے کیونکہ ابھی ابھی بیان ہو چکا ہے کہ ابولہبہ تو قبل اول ہی سے مدینہ کے حصہ زمیزین کا عالم بنا کر واپس کر دیے گئے تھے وہ تھے کماں جو شریک راحلہ ہوتے۔

تاریخ و حدیث کی متفقہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حجاب رسول خدا صلعم حسن و قبح اور عدل و تواضع کے اظہار و تقاضے سے خود بھی پیدل چلتے تھے۔ اس لئے کہ مسادات کی تعلیم جو اور معمولی طبیعت والوں کو اپنے تعجب کی طرف متوجہ آسانی کا سبب بنتی ہو حضرت علی مرتضیٰ یا اور جو کوئی ایسے موقع پر ساتھ ہوتا تھا عرض کرتا تھا کہ آپ سواہ بیولین ہم پیدل چلتے ہیں قوت و روحانیت نبوت کے خاص انوار میں ارشاد ہوتا تھا

ما اتماننا قوی مستقی و ما غننا عنی الا حوہ مکما  
تم رنگ مجھے قوی تر ہیں مہار میں تمہارے اولاد جو حرکت مدد حمایت سے  
بالکل مستثنیٰ ہیں روضۃ الاحباب محدث سید زبیری۔

یہ ارشاد آپ کی موت کے اوصاف مخصوصہ کا کامل اظہار کرتے ہیں اور متلانی ہیں کہ پیغمبر تمام قواسم حسانی اور روحانی میں عام طبقہ انسانی سے خاص طور پر قوی تر اور اعلیٰ تر مخلوق کیا جاتا ہے۔

راحلہ کا تو یہ سامان تھا۔ اسلحات جنگ و آلات حرب و ضرب کی قلت کی یہ حالت تھی کہ سارے سکریں کل چوبہ شخصوں کے پاس رہیں تھیں۔ باقی سب کے سب اسلحات سے بالکل ننگے تھے تین سو تیرہ آدمیوں میں سے کل آٹھ آدمیوں کے پاس تلواریں تھیں۔ باقی سب کے پاس یا بیڑہ دستان تھے یا بیڑہ کمان اسی مختصر سامان سے اور یہی مختصر جماعت جان نثاران سے اسلام کو کفار کے اوس عظیم الشان لشکر جوارح کا مقابلہ کرتا تھا جو تہذیب ان میں ان کو گنہ گناہ۔ اوکلی ایک ہزار بہن پوش پہلوانوں میں سوار اسواران کا سالاد یا تیار تھا۔ حوسر سے یا دن تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا اور وہ طلا یا کاکام کرتا ہوا فوج کے آگے آگے جلتا تھا۔ اور معرکہ جنگ میں سابقین کربے علی کی طرح کومتا ہوا انجمن کے سپر گر پڑا اور دم کے دم میں دشمن کا کام تمام کر دیتا۔ اسلحات کی یہ کثرت تھی کہ ہر شخص دو ہری دو ہری زمین بیٹھے تھامسوں پر ایک

خود پرورد و خود رسد تھا۔ جو شش ہفت روزہ کبوتر وغیرہ غرض ہنگی لباس میں وہ کوئٹہ لاس تھا جو ان کے پاس موجود تھا یہی کیفیت آلات حرب و حرب کی بھی تھی۔ ہتھیار ضرورت سے زائد اپنے دن پر ہتھیار لگانے تھا جن پہر کے جسم پر وہ زمین کو پسے پڑے تھا۔ خوشحالی و بختیاری۔ فراغت اور اطمینان کا یہ عالم تھا کہ راستہ میں اس کا پلاڑی و رسا و املا سے حرب کا حکمت نگاہ سے آتا تھا۔ نوٹ نوٹ وس اونٹ رور و سج گئے جاتے تھے اور ریشہ ریشہ ہو کر تمام لوح میں پٹ جاتے تھے اسی طرح اون کے تمام اسباب قیامت اور سامان آرام و راحت کا اندازہ کر لیتا جا رہے۔

محققین مقابل کے ان متوازی حالات کو بڑے کڑے بنائیت آسانی سے ہر شخص فیصلہ کر لیا کہ کیا یہی جنگ کے اعتبار سے کبھی مسلمان کھار کے مساوی نہیں تھے۔ نہ مسلمانوں کے یا ضرورت جنگ کے موافق اسلحات جنگ تھے نہ آلات حرب۔ نہ راحلہ ہی اتنا تھا۔ سامان مقابلہ۔ مخالف مقابل کے برابر نہ تو اس کی تعداد ہی تھی نہ ستار۔ نہ میل نہ سوار اتنی بڑی بے سامانی سے اتنے بڑے ساز و سامان کے مقابلہ پر تیار تھے عام نگاہوں میں تو ان کی یہ حرأت بھی خود کوشی و کھٹائی تھی لیکن حقیقتاً ان کی یہ ظاہری بے سروسامانی اپنے جلو میں کامل الایمان کی روحانی قوت رکھتی تھی جو نہ سامانوں کی افزائش سے گھٹ سکتی تھی اور نہ اسلحات و آلات حرب کی بیش سے کٹ سکتی تھی۔ اور یہ بالکل صحیح اور فی الواقع ہے کہ اپنی قبیل حیات سے اتنی بڑی کبر جماعت نعیم سے مسلمانوں کا مقابلہ نہیں تھا بلکہ استقر علی الحق تبات فی الایمان اور استعصال الایمان کے مسئلوں میں انکی ہر ضرورت و مشیون اور حایار و یون کی پہلی آزمائش اور اولین امتحان ثابت ہوتا ہے۔ جو مدبریں قدرت کی طرف سے آماجگاہ مدبرین لیا گیا۔ اور اس امتحان قدرت کے ہر شعبہ میں کامل ہو کر جان تھلاؤں اسلام نے تھلا دیا کہ کامیابی یافتہ و غیر مردی تعداد افراد پر بخیر نہیں بلکہ اسکی تحصیل و تکمیل بڑا ہر راستہ قرار و استقلال کے کمال اور خدا کی تائید و اتصال پر موقوف ہوتی ہے۔

سلسلہ مسد کی جس مقام پر شک اسلام نے قیام کیا تھا وہ جنگ و مقابلہ کی ضرورتوں کے اعتبار سے بڑے کاران معارک کی مفید صورت نکالوں میں مولودن اور مناسب نہیں معلوم ہوا۔

حساب میں مندرجہ پڑے بند آواز ماوراء معرکہ جنگ کے بڑے تجرہ کار تھے اور صحابہ و اولین میں داخل تھے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ اس موقع پر امام وحی الہی کی ہدایت سے کیا گیا ہے یا محض تدبیر جنگ کی تجویز سے ارشاد ہوا حکم وحی سے نہیں ہے۔ حساب کے عوض کی مقابلہ کی مصلحتوں کے اعتبار سے تو مناسب یہ ہے کہ میان سے کھجوا اور آگے بڑھ کر سلسلے والے جہتہ ترقیہ کر لیا جاوے اور اس پاس کے جتنے کنوینین ہیں سب ریکارڈ کر دیے جائیں اور وہی مقام شکر کی قیام گاہ اور عہد سے زندگاہ قرار دیا جائے۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب بن مسروق کی صلاح پر عمل فرمایا۔ بعض مسلمانوں کو یہ موضع قیام نہ آیا اور وہ کنوین کے ریکارڈ کرنے جلنے کو بھی اچھا سمجھے۔ اسلئے مصرع کے لئے صرف ایک چہرہ کے پانی کو تمام ضروریات کے لئے



ماکانی بجکر قیام گاہ کی زمین کی تختی اور کی آب کا مد کرنے لگے۔ تاہم یاد دیں نے اول کو دفع شکایت کہ سامان مہیا کر دیے رات آہنی نوکتر سے میسر برستے لگا اور غروب ہر گز کر تمام رات برسا کیا تمام ایک چین گھٹنے وہیں جاتے تھے یک نخت جگر تمام زمین ہموار اور سخت ہو گئی مسلمانوں نے کثرت سے حاجی امینہ کا پانی روک کر متعدد عرض نہائے اور مہارت اطیمان و آسانی سے غنوں و غسل کی ضروریات عمل میں لائے لگے۔ خدائے مسبب الاسباب نے ان کے ان اسباب فراغت و اطیمان کے مردل کی خبر اپنے ان الفاظ میں دی ہے۔

وَمِنْ لَّيْلٍ عَلَيْنَا نَوْمٌ الشَّامُ لَا يَطْفُو كَقَرْبٍ  
طری ۹ ۱۳ رومۃ الاحزاب حجت مستبرای ص ۲۲ طہارت کو

سنگان قریش کی گرفتاری | جب بن منذر کی تجویز انسانی تیر سیرانی کے مطابق نکلی۔ اور فی الحقیقت لشکر اسلام کو آرام و طیمان کے علاوہ غنیمت سے مقابلہ و مقابلہ کی نسبت بھی ذریعہ فتح و کامرانی نہایت ہوئی۔ جیسا کہ سلسلہ بیان سے معلوم ہوتا ہے۔  
اور بیان چو چکا ہے کہ منزل اول سے غنیمت کی نسل عرسانی کے لئے جو چہرے گئے تھے اور غنوں نے قریش کے واہی کے اس یاز تک آجائے کی اطلاع پر ہونجائی تھی لیکن اوکا کوئی آدمی اس وقت تک کمین و کھلائی نہیں دیا تھا جس سے اوکی جمعیت سامان و طبیری کی تفصیل کی غیبت معلوم ہوتی۔

اس ضرورت سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ بن العوام اور سعد بن ابی وقاص کو رات کے وقت حکم دیا کہ اوپر اوپر جا کر غنیمت کا صحیح پتہ لگائیں حکم رسول اللہ کریم تینوں حضرات حسن اتفاق سے چہمہ بدری عین اس وقت پہنچے جب لشکر قریش کے سنے پانی لے رہے تھے۔ ان لوگوں کو دیکھتے ہی وہ سب کے سب بھاگے لیکن ان میں دو شخص گزرتا رہ گئے ایک کا نام اسلم تھا وہ سرے کا عیض میلانی الحیج کا غلام تھا۔ دوسرا سی عباس کا۔ یہ لوگ اندرون غلاموں کو گرفتار کر کے خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے آئے آپ ان میں مصروف تھے۔ ان لوگوں نے ان دونوں سے نام و نشان پوچھنا شروع کیا۔ ادن و دونوں نے اپنے صحیح نام بتلائے اور کہا کہ ہم قریش کے غلام ہیں چہمہ بدر سے پانی لینے آئے تھے الملوگن نے (نابر تصدیق) کہا میں تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم قریش کے آدمی نہیں ہو بلکہ ابوسفیان کے کاروان والے ہو۔ یہ لکھو اور تمہیں مارنے لگے۔ دونوں نے مار کے خوب سے کہا کہ ہم ابوسفیان کے آدمی ہیں۔ اس اثنا میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے اور ان حضرات مخاطب ہو کر کہا۔ عجیب بات ہے۔ جب سچ کتنے ہیں تو تم لوگ انہیں تنبیہ کرتے ہو۔ اور جب جھوٹ کہتے ہیں تو چھوڑ دیتے۔ یہ حقیقت قریش کے غلام ہیں اور پانی لینے آئے تھے۔ چہا نفس النفیس ادن سے مخاطب ہو کر استفسار حال فرمایا انھوں نے عرض کی ہم قریش کے غلام ہیں کہ میں سے پانی لینے آئے تھے کہ آپ کے اصحاب نے گرفتار کر لیا۔ پوچھا گیا قریش کمان ہیں۔ اور غنوں نے جواب دیا کہ اس ٹیلہ کے اوس طرف استفسار بھرا تھا وہ میں کہتے ہیں وہ بولے صحیح تعداد تو

سم تلباسیں سکتے لیکن اتنا کہہ سکتے ہیں کہ انکی جمعیت کے کھانے کے لئے ایک دن ہوا ونٹ اور دوسرے دن دس لوگ  
 دینے کے جاتے ہیں پس نکر ارشاد ہوا کہ قریش کی جمعیت نو سو اور ایک آٹھ سو تھے درمیان ہے پھر ان سے پوچھا گیا  
 کہ اسٹراب قریش میں سے کون کون لوگ شکر کے ہمراہ آئے ہیں۔ انہوں نے جواب میں کہا۔ عتبہ۔ شیبہ  
 ربعیہ کے بیٹے ابوالبحرہؓ۔ حکیم بن خزام۔ حارث بن عامر۔ طہیمہ بن عدیؓ۔ یحییٰ بن الحارث۔ زعمہ بن الاسود۔ ابو جہل  
 اسیر بن حلف۔ نبہہ اور نضیر۔ حجاج کے بیٹے سہیل بن عمروؓ۔ عمر بن عبدود یہ سب آپ نے اصحاب کی طرف خطاب  
 کر کے استاذ کیا۔

حدہ مکہ قد الفت البکم افلا ذککدا ھا کہنے کو لوگوں کی طرف سے بار بار کے گھر کو بھیجا ہے۔ طبری ۱۳۲  
 اور بیان ہو چکا ہے کہ قریش کے متذہبانی بھرنے والوں میں صرف ہی دو آدمی گرفتار کئے گئے تھے جو خدمت  
 رسول میں حاضر کئے گئے۔ باقی بھاگ گئے تھے۔ انھیں بھاگے والوں میں ایک شخص عمرامی تھا۔ اس نے جا کر قریش  
 سے اپنے ہمراہیوں کی گرفتاری کا سارا واقعہ کہہ دیا۔ قریش مسلمانوں کی طرف سے ایک توہینیں بھلے ہوئے تھے یہ  
 خبر سن کر عصبہ کی آگ میں اور جل چکے گئے۔ لیکن وقوعہ کو بہت عرصہ ہو چکا تھا۔ مسلمان یہ ردوں کو اپنی لشکر گاہ  
 میں لیجا چکے تھے۔ اور دریافت حال کر چکے تھے رات کا وقت تھا۔ انھیں دعوہ سے قریش نے مسلمانوں سے  
 کسی ویری معاوضہ یا مجاہدہ کا حینال نہ کیا۔ اور خموش رہ گئے۔

یہ امر بھی یہاں لکھ کر بیان کر دینا نہایت ضروری ہے کہ اگرچہ چشمہ بدر پر مسلمانوں کا قصبہ ہو گیا تھا اور ان لوگوں  
 نے جا بجا سے چشمہ کا پانی روک کر اپنے مصرف کے لئے چھوٹے چھوٹے حوض بنائے تھے۔ تاہم اوس رحمت عالم  
 نے خدا کے اس فیض روان کو منکراں خدا کے لئے بھی روکا اور دشمنوں کو بھی دوستوں کی طرح اس سے یہ عیباب  
 وسیراب ہونے کی اجازت دیدی۔

افسوس ہے جنگ بدر میں مقابلہ کفار رسول اللہ صلعم کی تعلیم تھی لیکن آج سے ساٹھ برس بعد جنگ کربلا  
 میں مسلمانوں نے مقابلہ آل اطہار اس تعلیم کی کیا تعمیل کی۔ واعترافاً یا اولی الامصار ط  
 کھاترین کی۔ سنی کا متو۔ حکیم بن خزام جو رسائے قریش میں تھے مسلمانوں کے حوض کے پاس آئے بعض صحابہ نے روکنا  
 چاہا۔ آنحضرت صلعم نے روکنے والوں کو فوراً منع کیا۔ اور حکیم پانی لے کر چلے گئے۔ کسی کی جوش نبی اور نبی بھیج نہیں  
 سکتی حکیم بن خزام کی نیت میں بدی نہیں تھی۔ وہ مسلمانوں کی انسانیت ہمدردی اور عام مروت و رعایت کا اتنا  
 لینے آئے تھے۔ اور امتحان لے کر چلے گئے۔

اس کے چلے جانے کے بعد انھیں کے جاب سے ایک مذہبیت۔ تہریر الخلق السودین الاسود و خروعی نامی  
 حوض پر آیا یہ شخص اپنی جمعیت سے کہہ کر آیا تھا کہ میں جا کر مسلمانوں کے حوض سے پانی بھی لے آتا ہوں اور خراب بھی کر آتا ہوں

حوض پر آکر اس نے پانی لیا مسلمان دیکھتے تھے کچھ نہ بولے۔ اب اس سر الطبع نے پانی پیکر اپنے بیرون سے حوض کی مینڈ کو جو چاروں طرف پانی جمع رہنے کی لئے مائدہ بنی گئی تھی ڈور ماستر دھک کر دیا۔ اس لئے کہ پانی سب بہہ جائے اور سامان کو تکلیف ہو۔

حضرت حمزہؓ اس کی ترارت کو دیکھ رہے تھے تلوار لے کر دوڑے وہ اونٹن پر تلوار کھینچ کر قتل پر آمادہ ہو گیا حضرت حمزہؓ کو اس کا دل مدام نہ جواب ضروری ہو گیا اوس نے تلوار سے اس کے سر پر وار کیا۔ لیکن اس کی تلوار سے میلے انھین کی تلوار۔ اسود کی ٹانگ کاٹ گئی اور وہ حوض کے کنارے گر پڑا حضرت حمزہؓ اوس سے وہیں چھوڑ کر واپس آئے۔ اب اس شہر پر نہ اپنا قول پورا کرنے کے لئے قصد کیا کہ حوض میں گر کر اپنے خون سے تمام پانی کو خراب اور ناقابل استعمال کر دے۔ حضرت حمزہؓ اپنے مقام سے اس سر پر کے قصد و دعا کو دیکھ رہے تھے اور مسجد پر تھے کہ وہ حوض کھسکے کھسکے آئے اس ارادے سے حوض کے قریب بیویا یہ اوس کے سر پر تھے اور اونٹ کے ایک ہاتھ میں یہ دو ٹکڑے تھے۔ اب ہر نام حلد دوم بطورہ مصرص ۱۶

یہ واقعہ خوش خبری اور بدخبری کے خوش گوار و ناگوار نتیجوں کا سچا عر قع ہے۔

میدان مدینہ لشکر  
اسلام کی صف سدی رات بھر ملک سے ایک نہ لگائی۔ تمام رات عداوت گداری اور دعا و دلائی میں سبر کر دی صبح کا سیدھا دیکھ کر مصلے سے اٹھے مسلمانوں کو نماز کے لئے اٹھایا صبح کی نماز پڑھا کر جہاد فی سبیل اللہ کے ثواب و عقاب پر ایک پراثر تقریر فرمائی اور اہل غلامت الہی کی بنیادیں بیویا کر مجاہدین اسلام کو پرجوش اور نازہ دم بنایا اور صف سدی کا حکم فرمایا۔

حکم رسولؐ یا تے ہی دم کے دم میں جان نثاروں کی جماعت میدان کا زلزلہ میں سرفروشی کو طیار تھی۔ ترتیب نوح اور دوستی صفوت کی طرف آپؐ بالفرض النفیس متوجہ ہوئے۔ دست مظهر میں ایک تیر تھا اوسی کا اشارہ سے اس سلیقہ اور قریب کے ساتھ مجاہدین و العار کی حصین درست دہاتے تھے کہ پھر صفت کے خطا مستقیم سے ایک شخص کا قدم آگے یا پیچھے پڑنے میں یا تھکا۔ ہر شخص کو صفت سے آگے یا پیچھے ہو جانے کی سخت ممانعت تھی شوال غوغا و شگامہ کا عام طور سے لڑائیوں میں دستور ہوتا ہوا آپؐ نے جان نثاران اسلام کو اس سے قطعی طور پر منع فرما دیا۔ اور مختلف اسکے مبارزین اسلامی کو غصیم کے مقابل میں بالکل غوثی اور مرابا سکوت سے کام لینے کی سخت تاکید و تہدید فرمائی۔ انشا دھوا کہ شور و نہ گام سے مقابلہ کے وقت اطمینان ملے اور ثبات ہو ش و حواس مردان ہرزہ جمع حواس میں فرق آتا ہے۔ اور مقابلہ و مقابلہ کے وقت اطمینان ملے اور ثبات ہو ش و حواس مردان ہرزہ کے لئے لازمی ہے غصیم سے مقابلہ یا حریف معامل سے مقابلہ میں ہفت کو نہ۔ دشمن پر پہلے ہاتھ اٹھانے سے

طریقی غنی کے ساتھ ہر مجاہد کو فراق و افسانہ فرما دیا گیا۔

جانب اول: تصدلی علیہ السلام نے اصول جنگ کے مطابق فوجیں مرتب کیں اور اخلاق و تہذیب انسانی کے موافق سپاہیوں کو آداب جنگ بتائے کُل مجاہدین و انصار کی موجودہ جمعیت کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا۔ مجاہدین کا دستہ انصار سے علیحدہ قائم کیا اور مصعب اس عہدہ کو۔ اور روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے مطابق۔ بنایا انصار میں قبیلہ اوس و خزرج کے جہاد دستہ مرتب فرمائے۔ اوس کے دستہ کا علیہ درخشاں بن مندر کو اور خزرج کے دستہ کا سعد بن معاذ کو علامہ مقرر فرمایا۔

دن بکھٹے بکھٹے قریش بھی یہاں کے اس یار آگے مسلمانوں کی جانب از جماعت اوس سے قبل اونکے انتہائین طیار تھی۔ قریش غور و خجوت میں ایسے مدوش تھے کہ ان کے اسلامی کی نسبت ابھی اونیض کی قسم کی خبر اطلاع نہیں تھی۔ عجمی بن وہب بھی ایک جبر تلایا اور حوان قریش گھوڑے پر سوار ہو کر طریقی تیزی سے مسلمانوں کی صفوں کے قریب آیا اور گھوڑے کو اوپر سے اوپر ترسک دوڑا تا ہوا پھر ایسے شکر سے جا ملا اور سر داران قریش سے شکر اسلام کی حالت ان الفاظ میں بیان کی۔

قد مات المسلمان و اتهم المایا ف اصبح بدوف  
تقل الموت المانع قوم لیس متعة ولا لحافا ولا  
سیر فہم و اقلہ ماری ان یقتل رجل منهم حتی  
یقتل رجل منک ف اذا اصابا منک اعداد ہمو  
حما خیر العیش بعدہ ذلک

میں اوی جماعت کو دیکھ آیا۔ ان کے پاس میرے کے لئے اوٹ میں حیر  
موت کا تم قاتل لدا ہے ا کے یاس سوائے اوی کی تلواروں کے اور کوئی  
میں اوی جانوں کا محاطہ دشمن نہیں ہے ہلکی قسم حرأت بخت  
اعتداسے۔ رہا لیسے لوگ ہیں کہ اگر تم اوی کا ایک آدمی قتل کر دے تو وہ بھی  
سرور ہمارا آج قتل کرینگے لیکن میں پوچھتا ہوں کہ قرأت و کھمتی کے

لحاظ سے اگر تم باور کر لے بھی مرے۔ تو بس لہ گان کو تمام غر لطف رنگی میں لے گا۔ ان شام عدد دوم صفحہ ۱۴  
عجمی بن وہب بھی نے شکر اسلام کی حقہ بر صفت اپنے لشکر والوں سے بیان کی صحیح اور فی الواقع تھی یہ ظاہر  
کہ اوس میں میں جہتم کی طسبت و خیال کے لوگ ہوتے ہیں صلح ہند کو۔ سیر طسبت و بزم فراج نیک طسبت نفس  
و غیر ذلک۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ انکار کی اتنی طری حیمت ترکیب فراج کے ان خالف عناصر سے خالی ہوتی۔ ابھی ابھی  
نیک نیتی اور بختی کے اعدا میں جس نیک نیت قریش کی مثال ہم اور لکھ آئے ہیں وہی صاف دل بزم فراج۔  
و میں کہ حکیم بن حزام عجمی بن وہب کی اس تقریر سے سب متاثر ہوا اور اس متاثرہ و متاثرہ کی حقیقت کو کا متہ سمجھ کر  
اپنی نیک نیتی اور انصاف پسندی کے ارادے سے جانہیں میں مصالحت کر دینے پر آمادہ ہوا۔ سیر خیال کے سب سے  
سیر حکیم بن حزام عجمی بن وہب کے پاس جو تمام جمیت قریش کا سید و سردار تھا آیا اور کہنے لگا۔ عتبہ اگر تم چاہو کہ قریش  
لے حقت علی کی عمار دی باسدا و تاریخ کال اس انیر اور صاف اب احمد ارج المطالب لاہور صفحہ ۵۴۲



مستعد ہو گئے۔

اس اثنائ میں حکیم بن خرام بھی لوٹ کر عقبہ کے پاس پہنچے اور ابو جہل کا مفاد پر جواب اوس سے کہدیا یہ عقبہ حضرت ہریم ہوا اور کہنے لگا کہ معرکہ کارزار اگر گرم ہونے .. ثابت ہو جائیگا۔ شجاعت و دلادری کا تمنا کون پاتا ہے اور نکتہ مدنا می کا ٹیکا کس کے سر لگتا ہے۔

شکر قریش کے حالات بیان تک لکھ کر اب ہر شکر اسلام کے واقعات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

سیدنا حاکم بن عوف نے انا زنگ سے پہلے سعد بن معاذ نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ ہا لیجان شارب رسول کی طیابی اعلیٰ اس امر کو گوارا نہیں کرتا کہ آپ مکے میدان کی اس تیر و ہو پ میں معمولی سپاہیوں کے ساتھ معرکہ قتال میں لکڑے رہیں ہم آپ کے لئے فوراً ایک سا بیان یا چھپر دعوت تیار کر کے دیتے ہیں آپ اسی کے سایہ میں شہر یثرب رکھ کر سرفروشان لشکر کی جان نثار یان ملاحظہ فرمائیں۔ اگر تدارنے ہیں تیغیاب کیا تو کوئی بات نہیں اور اگر تدارنے تیغیاب نہ ہو تو آپ مخالفین کے ہاتھوں سے محفوظ رکھ کر جوڑا مدینہ پہنچ جائیگے اور اسی ماہ رمضان سے مل جائیگے جو مخصوص وعیدت میں ہم سے ہرگز کم نہیں ہیں۔ وہ مدینہ میں صرف اس خیال سے پہنچے رہ گئے ہیں کہ انکو اس جنگ کا حقیقت یقین ہی نہ تھا۔ اگر انکو اس امر کا یقین ہوتا کہ آپ جنگ کر نیگے تو وہ بھی اسی وقت سے سرکھٹ ہمارا رکاب ہوتے۔

جناب رسول خدا صلعم نے سعد بن معاذ کی یہ وعیدت منادانہ تقریر پسند کر دیکر وہ عادی غزوی اور غزیرہ کی ہماری حکم دیا۔ دم میں کچھ کی شافون اور تیون سے عربیہ طیارہ کو دیگیا اور مدینہ معاذ اپنے چند اعوان و انصار کے ساتھ عرت رسول صلعم کی حراست و پہر و داری کی غرض خاص سے نکلی تلوارین لے کر روانہ ہو گئے۔ مری ۱۳۱۵-۱۳۱۶ اس ہشام حلد دوم ص ۱۵ عام خضریٰ کی حد سے استثناء نے اپنے لشکر قریش کو جو کاکر تعامل پر قرار دیا۔ میدان جنگ میں پہنچ کر وہ اپنی معتد درست کرنے لگے۔ اور تھوڑی دیر میں بدر کا میدان تشریف یوں کا جنگل ہو گیا۔ خدا کے انتظام کی کس کو خبر نہ تھی کہ یاتی برس جانے کو جد سے میدان کارزار میں جد ہر قریش کھڑے تھے۔ وہ کیس قدر نفیب ہوئی تھی جب سے وہ قطعہ زمین بالکل کچھ ہو گیا تھا اور دل دل کی صورت ہو رہا تھا جس میں سواروں کے علاوہ پیدل سپاہیوں کو بھی پاؤں جانا مشکل ہو رہا تھا گھوڑے تو غیر۔ اونٹوں کی جوتوں پر آتی تھی۔ جو قدرت کی طرف سے خاص برکت ان کے لئے پیدا ہو گئے ہیں کیچر۔ دل دل باہر پانی کے سیلاب کے لئے۔

قریش کے تجویز کار اور نیر وادار و امان لشکر نے رزم گاہ کی انضمامت کو سمجھا لیکن اب تو نیر و گلو کا وقت آگیا تھا۔ مہلت کمان تھی۔ جو قبیل مقام کی تدبیر کی جاتی۔ ایک تو دھیرہ تھی جبکی وجہ سے قریش اسکی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ اپنی کثیر القاد و جمعیت کی بنا پر اپنی کامیابی کے اسدرجہ متیقن تھے کہ وہ ان اقسام کی بھیجی ٹیچھوٹی و خوار یوں کو کوہ خیال میں نہ لائے۔





ان الفاظ میں حکم جہاد دیا۔

جب تک قریش تم سے بالکل قریب اگر تم پر حملہ نہ کر لیں تم اس پر ہتھ دہاڑنا اور اگر وہ تم سے قریب آئیں اور صرف دوسرے تیرہ سائیں تو تم بھی ان کو ایسے تیرہوں سے جواب دینا لیکن تیرہ ٹیکر کے تیر چلانا۔ اس لئے کہ ایک یا ہی تھا کہ ترکش تیر سے خالی نہ ہو جائیں۔

خوجو الامان قریش میں اتنی احتیاط اور اتنے توقف و تحمل کی کتاب کمان بھی مسلمانوں کی مرتب اور مسلسل فوج کو دیکھتے ہی ان کی آنکھوں میں خون اور تریا بغیر غصہ و غضب سے تمام جسم کا خون اوٹھنے لگا ایک دم کے لئے بھی جنگ میں بھڑکنا تو قہقہہ کرنا ان کی مردانگی کے خلاف نشان تھا۔

سب سے پہلے قریش نے عام خضرمی کو جس کا بھائی عبداللہ بن جحش بن مالک تھا مسلمانوں کی فوج پر حملہ آور ہونے کے لئے بھیجا۔ وہ غلیظ و غضب میں آکر پہنچا اور تلو اور تلوار کمال کر مسلمانوں پر حملہ کرنے لگا عام کا سب سے پہلے بھائی کے قصاص میں لشکر اسلام پر حملہ آور ہوا اس امر کے جوت کامل ہوئے کیلئے تہنکا فی ہے کہ جنگ بدر صرف عبداللہ خضرمی کے خون کی شہ پار واقع ہوئی تھی۔ کاروان کی غارتگری وغیرہ کے داستانیں جو اسکے اسباب میں بتلائی جاتی ہیں وہ سب غلط اور بے اصل ہیں۔

شکلی صاحب خلاف مرویات تاریخ و سیر و احادیث کی جزئیات کی بنا پر لکھتے ہیں کہ مجمع جو حضرت عمرؓ کے خاندان کا قدیم غلام تھا عام کے مقابلہ کو کلا اور مارا گیا۔

عبد بن ربیعہ اوائل کے طعنوں سے دل انگارہ ہو رہا تھا۔ جوش شجاعت میں اپنے بھائی اور سیکو پہاڑے کر میدان کارزار میں پہنچ گیا۔ عرب کا قدیم دستور تھا کہ مرکز آرائیوں اور زمام و نمود کے موقع پر سرداران قبیلا اور ممتاز قوم ایک خاص امتیازی شان لگا کر جاتے تھے اسی کے مطابق عقبہ بن ربیعہ نے امتیاز خاص کے لحاظ سے اپنی زرہ میں آگے کی طرف مستخرج کا پر لگا لیا تھا۔ میدان جنگ میں آتے ہی مقابل سے اپنا مبارز طلب کرنے لگا مسلمانوں کے لشکر کے تین جوانان انصار عودہ و عودہ لہر لہر حارث اور عبداللہ بن رواحہ ان کے مقابلہ کو پہلے عقبہ نے عرب کے خاص دستور کے موافق اس سے نام و نسب پوچھا انھوں نے اپنے نام بتلائے اور کہا کہ ہم انصاریان مدینہ ہیں عقبہ نے صفات لفظوں میں کہہ دیا کہ تم ہمارے ضرورت نہیں تم واپس جاؤ تم ہمارے کونو نہیں ہم اپنے کھنوسے لڑتے ہیں۔

اس مقام پر یہ روضۃ الاساتیر تاریخ و سیر کی کوئی کتاب عام سے مجمع کے مقابلہ کی کیفیت نہیں لکھتی۔ رفتاری لے ص ۵۳۵ میں اسحاق داس لکھتا ہے کہ عام کے مقابلہ اور مجمع کے کش کو لکھا ہے۔ سنی صاحب کے جو کلمہ مفید طلب تھا اور حضرت عمرؓ کی عمومی تحمل و خصوصیت کی حقیقت تھی۔ اس لئے آپ نے حقیقی اسی کو اپنا حتم قرار دیا۔ حالانکہ آپ سے پہلے کتنے قدیم مورخین و سیرت کی سرچ میں پڑی ہوئی لیکن کسی نے اس کو قابل نقل و ادراج نہ سمجھا کیوں؟ اس لئے کہ اسکے سمجھنے میں رادویں کو غلط فہمی واقع ہوئی ہے اور وہ یہ کہ مجمع بالحق جہاد کا نام

یہ حزب کی خاص شجارت نشان شرافت اور امتیازانہ شعار عبادت ہیں۔ انصار واپس چلے گئے عتہ نے مروا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص طور پر یاد دیکر مخاطب کیا کہ ہمارے مقابلہ کو ہمارے کھودائے بھیجے جائیں۔ آپ کے قاب مہربانک پر عتہ کے اس احتجاج ہتھومیت کا پورا اثر ہوا اور آپ نے بھی شجاعت ہاشمی کے اقتدار و شعاع خاص سے عیداً طبری واپس ہتھام کے خاص الفاظ تیار رہے ہیں فوراً پکارا۔

قم یا حمزہ بن عبد المطلب۔ قہ یا علی بن الحنفیہ  
 اس عبد المطلب۔ قہ یا علی بن ابی طالب و اقاموا  
 و دنوا مہم قالا اس استمر قال علیہ علیہ قال  
 حمزہ حمزہ قال علی علی۔ قالا نعم انکما کوا م طری

حکلات شعلی صاحب تمام سیرت تاریخ کے مولفین اور محدثین نے انھیں حضرات کے مقابلہ سے جنگ بدر کی تفصیل بیان کو آغاز کیا ہے لیکن شعلی صاحب نے بعض جرئیات حدیث بر اعتبار کر کے مجمع غلام حضرت عمرؓ اور عامر کے مقابلہ سے بدر کے سلسلہ بیان کو شروع فرمایا ہے جسکی حقیقت کا انکشاف عمارت حاشیہ میں مدد رح ہے۔

جناب رسول خدا صلعم نے قریشیوں میں نبی ہاشم کی خصوصیت اسوجہ سے کی کہ مجاہدین قریش کے دل میں یہ موزی خیال و احتمال یہ پیدا ہوا کہ رسول خدا بنی ہاشم کی جانوں کو پہلے خطرے میں ڈالنا گوارا نہیں کرتے اور کو بجا کر عتہ کے سوال قریش مجاہدین سے مقابل بھیجتے ہیں۔ اس بنا پر آپ نے اصول عدالت و مساوت کو رو سے پہلے اپنے اعزہ اقارب کو سرفروشی کے لئے میدان جنگ میں بھیج دیا کہ کسی کے دل میں جو غرضی اور غریبوں کی ورومندی کا شائبہ نہ ہو اور ان کے ثبات ایمان اور شوکت اسلام کا باعث ہو۔ روافی ۲ ۵ جلد ۱

ایک دوسری وجہ یہ بھی بتلائی جاتی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے سخت و شدید خدمات میں سبقت جب تک بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ میں درجہ دن تہید اول میں اس تہید اول کی ببارا کے مبارک اول ہو سکی غلط فہمی واقع ہوئی ہے اور یہ ظاہر ہے تہید اول ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ تہید اول بھی ہو جیسا کہ فی الواقع ہے۔ مبارک اول۔ بل اتفاقاً جہود ہی حضرت نبی ہاشم ہیں۔ انہیں کوئی مارا نہیں گیا۔ مار کر لوٹ آؤ حکم تہذیبی میں جو اوکے لہر دیا گیا مجمع کا قصہ تمام تاریخوں میں درج ہے۔ یہ عرب تہذیبی کرنا تھا ایک تہذیبی لگا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ یہ واقعہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی طرف کوئی قتل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے تہید اول یا تہید اول تو یہیے مبارک اول ہیں تھے اسوجہ کسی مورخ نے ان کے مقابلہ و تہذیب کا ذکر نہیں کیا اور اسحاق دیرہ ادو کے رویوں کو تہید اول ہونے کی بنا مبارک اول ہو سکی ہی غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہیہ حقیقت حال سمجھ کر آجک اپنی تائیدات و مروجہ القلم کرتے آئے لیکن مسعلی صاحب کو اسے ایسا شمار نہ کیا کیونچیں مخصوص ضرورتوں کی وجہ سے محوری ہوئی حکومت اور حکومت تدارک آتے ہیں۔ یہ واقعہ قریش کے دستور قدیم سے بھی صلابت ہے۔ یہ کہ اعلیٰ بھی ساتھ فی انصار کو وجہ سیریت کو آپس کو دیا ہو چکر کو مکرر یقین کیا جائے کہ عامر حمزہ کی تسبیح سے حوالہ اسلام اور اس قریش میں نہیں ہو کر مکرر مقابلاً ہوا قبول کر لیا ہوگا۔ المولف معنی عمہ۔

خود اپنی یا اپنے والوں کی طرف سے نہیں دکھلائی جاتی۔ رومروں کی بہت کے قدم اٹھنے و سوار معلوم ہوتے تھے۔ سی ہاشم کو اول مقابل یا کر شخص کے کلچر پر لگے۔ اور جہتیں دو فی ہو گئیں اور انھوں نے سمجھ لیا کہ ورائض ہمارا لیے واجب التعمیل ہیں کہ جناب رسول اللہ سلمہ او کی انجام دہی کے لئے سب سے پہلے اپنے ہی اعزہ و اقارب کو پیش کرتے ہیں۔

اور پر بیان ہو چکا ہے کہ شجاعان نامی اپنے مقابل عقبہ بن رعیہ کو اپنا نام و نسب بتلا چکے تو جابین سے یوں مقابلہ شروع ہوا کہ ہتھ حضرت حمزہؓ سے مقابل ہوا۔ استیہ عبیدہ سے اور ولید ابن عقبہ حضرت علیؓ و قتیبہ سے مقابل ہوا۔ حائنین سے تلواریں کھینچیں عقبہ کو حضرت حمزہؓ نے مارا گرایا اور ولید حضرت علیؓ کی تلوار سے دم کے دم میں سیدم ہوا لیکن شیبہ نے تیز دستی کر کے عبیدہ کے پاؤں پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ زمین پر گر پڑے اور کئے گرتے ہی حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ نے موقع پہنچ کر شیبہ کا خاتمہ کر دیا۔ اور مروج عبیدہ کو اپنے کاندھوں پر اٹھا کر خدمت رسول میں لائے۔

مخرج عبیدہ۔ عبیدہ کا زخم کاری تھا، اکثرت سے خون جاری عبیدہ نے حاضر خدمت ہوتے ہی نہ زخم کی کیفیت اور نہ شہاد

درجہ شہادت پر فائز نہیں ہوا۔ آپ نے اس خالص جاں نثار رسالت اور طلبگار شہادت کے جواب میں ارشاد فرمایا تم ضرور فائز شہادت ہوئے۔ ربان رسالت سے یہ بشارت سنی تھی کہ روئے افسردہ اور چہرہ پرفردہ پر اصلی فرحت اور ابدی الطمینان و راحت کے آثار نمودار ہو گئے اور اس کامل الایمان نے بطور یاد دہانی عرض کی۔ یا رسول اللہ! اس وقت ہے کہ اس وقت ہمارے عم خرم حضرت ابیطالب زندہ نہ ہوئے اگر وہ موجود ہوتے تو اس موقع پر وہ معترفانہ طور پر اقرار کرتے کہ انکے اس شعر کا جو آپ ہی کی مدح میں تصنیف ہوا ہے اصلی سچی میں ہوں۔

و نسلمہ حتی یضرع حولہ و یدھل  
عن اماتنا و حلالنا  
ہم خرم کو اس وقت دشمنوں کے حوالہ کر دینگے جب ہم ان کو گرد گرد کر م حائیں اور ہم خرم کیلئے ایسی میٹیں اور میٹوں کو کھول جائے ہیں طری ۱۳۱۸

اسلام کے مخرج اول حضرت عبیدہؓ کے احوال کو خاتم تک یہیں ہو گیا دنیا بہتر ہے۔ اور پر بیان ہو چکا ہے کہ ان کا زخم کاری تھا۔ جنگ۔ برسے واپسی میں منزل رو حاء پر پہنچ کر یہ جان نثار مجاہدانہ انتقال کر گیا۔ اور وہیں یہ شہید راہ فرما دیون کر دیا گیا۔ طری ص ۱۳۱۸ اس ہمام ج ۲ ص ۱۶۔

صحیح بخاری باب التفسیر میں ہے

قیس بن عبادہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت علیؓ نے کہ میں قیامت کے دن سب سے پہلے ایسا جھگڑا پیش کر دینگا قیس کہے ہیں کہ یہ آیت کہ وہی لڑے ایسے رکے واسطے انہوں لوگوں کی واسطے مازل ہوئی تھی جو جنگ۔ دریں لڑے اور وہ حضرت حمزہؓ علیؓ اور عبیدہؓ تھے دوسریں میں

عن قیس بن عبادہ قال قال علی انا اول من یجھد فی یوم النضوۃ یوم القیامۃ قال قیس و شھو نزلت ہذان حصان احتصموا فی دھم الخ قال ہم الدین متا ذروا یوم لدا حمزہ و علی عبیدہ

ہیں الموتین) وعتبہ و شیبہ و ولید بن عتبہ  
(من الکافرین)

اور عتبہ سیدہ اور ولید بن عتبہ تھے (کافریں میں)

شعبی صاحب نے اپنی کتاب میں بیان سے سلسلہ جنگ کے واقعات میں اپنی خود غرضانہ ترکیب و ضرورت  
تالیف سے خواہ مخواہ بڑھتی پیڑا کر دی ہے۔ اور تمام عربی اور فارسی تاریخ و سیرت کی ترتیب یا آئندہ علیہ حضرت زبیر  
بن العوام کی معرکہ آزادی کی تفصیل و داستان شروع کر دی ہے۔ حالانکہ طبری۔ ابن ہشام موصیٰ لبہ لہذا اور مشہور  
الاحباب۔ کسی کتاب میں اس داستان کا نام و نشان نہیں ہے۔ شبلی صاحب کی یہ ترتیب واقعات بھی تاریخ  
و سیرت کی ترتیب سے بالکل مخالف ہے۔ اور یہ واقعہ بھی اویس بن عثمان کے خلاف ہے اسی باعث سے قابل ذکر نہیں سمجھا  
گیا۔ ممکن ہے کہ شبلی صاحب کی جزئیات حدیث سے جو حکو آپ ایسے مقام پر پڑ ہوئے ہوں گے جن میں از خواہ مخواہ تاریخ  
و سیرت کے واقعات و مشاہدات میں غلط ملط کر دیتے ہیں۔

ہم چونکہ اس کے بیان کردہ واقعات کو واقعہ تاریخی کے معیار تک پہنچا ہوا نہیں پاتے اس لئے اپنے سلسلہ بیان  
میں نقل نہیں کرتے ہم اس کی حقیقت کا انکشاف علیہ کرینگے۔ شبلی صاحب کی موجودہ ترتیب واقعات کی خلاف  
طری اور ابن ہشام عربی کی دو قدیم تاریخوں نے عتبہ اور شیبہ کے مارے جانے کے بعد جو ترتیب قائم کی ہے اور سلسلہ  
بیان اختیار کیا ہے ہم اسی کو اپنا مختار نام کر کے اسے آئندہ بیان میں نقل کرتے ہیں  
ابن ہشام مبارز ان بنی ہاشم کے اہل اشجاعت اور عتبہ وغیرہ کے قتل و ہلاکت کے بعد لکھتے ہیں۔

ثم تراحم الناس و دعا بعضهم من بعد و قد امر  
رسول الله صلعم ان لا يخلوا حتى ناموه و قال  
اكتفوا القوم فالصبحوهم حكم بالصل و رسول الله  
صلعم في العراش و معه الى النكا الصديق طلحة و من  
يد فرمان اور یہ انتظام آنحضرت صلعم کے قہزن جنگ کے کمال اور انتہا سے حرم و احتیاط کا شاہد کامل ہے  
حقیقتاً سمارک جنگ کا ایک تجربہ کار اور نہرو آنا پسند سالار غنیم کی کثرت اور اپنی قلت پر نظر کر کے احتیاط و ہوشیاری کو  
ایسے ہی حکم جاری کر رہا ہے۔

وہ اسلامی تیرا زانوں کا قتل واقع  
کا قتل  
ان ہشام کی ترتیب بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی تیرا فتنی کے سلسلہ میں مجمع کا قتل واقع  
ہوا جس کے تفصیلی حالات ہم شہدائے بدر کے ذکر میں لکھیں گے۔ اور یہ ترتیب بالکل قرین قیاس اور  
فی الواقع معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ عتبہ کی جنگ کے بعد آنحضرت صلعم نے تیرا زانوں کا حکم دیا جیسا کہ ابھی اور بیان  
ہو چکا اسی بنا پر ابن ہشام نے جنگ عتبہ کے بعد ہی قتل مجمع کو لکھا ہے اور امو شہید اول بتلایا ہے اسلئے کہ اگرچہ عتبہ

صحیح سے پہلے زخمی ہو چکے تھے۔ لیکن زندہ تھے۔ اور چاروں کے بعد فوت ہوئے مگر صبح عرب تو تیر گئے، چھٹا اور گیارہ اس لئے وہ شہید اول ضرور ہے۔

ان کی شہادت کے بعد اس طرح حارث بن سراقہ جو قبیلہ بنی تمیم کے ایک مرد الفضا تھے، فخر کشیا مت ہوئے، وہ مسلمانوں کی متواتر شہادت کے واقعات مستندہ فرما کر جابہرہ کو لے کر اصل بنی امیہ علیہ وآلہ وسلم اپنے عرف سے میدان جنگ میں تشہیف لائے اور جان نثاران مجاہد انصار کی ہمت افزائی ان الفاظ میں فرمائی۔

والدی یمس عمرک مدہ ای نقا تلمہذا لیوم رحل  
فیقل صائرًا محتسبًا مقدرًا لا مد بڑ اللہ دخلہ  
اللہ فی الحسنة اس ہتھام ص ۱۸۷

اور اس دعا کی قسم جس کے قصد قدرت میں محمد کی جان ہے۔ آج کے دن جو شخص عمرہ بخیر سے وطن کے سامنے قدم آگے کرے گا پورا ہوا ہے، جیسے بھٹا، امر اقل کر لیا، یا مارا جائیگا اور سکو خدا تعالیٰ بطور نازل حنت کرے گا۔

اس حکم کے بعد مسلمان پھر اپنی صف سے آگے بڑھ کر عرب سے مقابل ہو گئے اور اب چاروں طرف سے مقابلہ و مقابلہ شروع ہو گیا اس وقت تک جو مجمع اور خراشہ دو اسلامی سناڑ فائر شہادت ہو چکے تھے۔ لیکن کھارون کے مقابلہ میں مسلمانوں ہی کا پلہ بھاری تھا۔ اس لئے کہ ان شہیدان اسلام کے مارے جانے سے پہلے قریش کے ایسے انتخابی اور سرور آور وہ سرداران قبیلہ مارے جا چکے تھے جن کی کمی کو جمع اور خراشہ کا قتل کبھی پورا نہیں کر سکتا تھا۔ علیہ شہید اور ولید کے ایک بار مارے جانے سے کھار کے لشکر میں مسلمانوں کا خوف اور عرب پیدا ہو گیا تھا اس بنا پر جو مسلمان جس کا قرعہ مقابلہ پر آتا تھا وہ خوف زدہ ہو جاتا تھا۔ چونکہ ہر طرف سے لڑائی شروع ہو گئی تھی اس لئے متعدد سناڑان اسلام جن میں حضرت حمزہؓ حضرت علیؓ مرتضیٰ اور حضرت ابو جہلہ انصاری کے نام خصوصیت سے لئے جاتے ہیں شہید ہو گئے پھر لشکر کفار میں دہس پڑے۔

ابن ہشام وطبری کے مختار کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مبارزان اسلام کو ان الفاظ میں ہدایت خاص دے رکھی تھی۔

قال لا صحابہ یومئذ انی قد عرفت ان دحاکلہم  
جہی ہاتھم وغیرہ قد خروا کرہا لا احاطہ لہم  
مقتلنا فمسی لقی مسکو احدًا من نبی ہاتھم فلا  
یقتلہ ومن لقی ابالہجتری من ہشام بن حرب من اس  
فلا یقتلہ ومن لقی العاص بن عبد المطلب عور رسول  
اللہ لہ یقتلہ فانتہا اخرج مستکرها ان ہشام

آپ نے تمام صحابہ کو اوسوں پر حکم دے کر لکھا تھا کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ مسرت ہو کر یا شرم اور دوسرے لوگ کسی قریش کے دواؤ کی وجہ سے آئے ہیں حقیقتاً ان کو کم سے لڑائی کی حاجت نہیں ہے اس لئے اگر کوئی کسی ہشام تنکو ملے تو زندہ رہا اور جس شخص کو ابالہجری بن ہشام بن حرب بن اسد ملے تو وہ اس کو بھی مارے اور جبکہ حضرت عاص بن عبد المطلب عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہ مارنا کر کہہ سکی مگر سب لکھا کہ ہمارے لئے ہیں۔





فَقَالَ عُمَرُو بْنُ الْوَلِّدِ اللَّهُ دَعْنِي فَلَا ضَرْبَ عِقْدٍ  
بِالسَّيْفِ وَاللَّهِ نَافِقٌ نَكَاحُ الْوَاحِدِ بِهِ نَقُولُ مَا لَنَا  
مَاعِنَ مِنْ تِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِي قُلْتَ يَوْمَئِذٍ وَلَا اِزَالِ  
مِنْهَا حَاتِفًا اَلَا اَنْ تَكْهَرَهَا عَنِي السَّهَادَةُ فَقُلْتُ  
اَلَيْعَامِلَهُ شَهِيدًا اُطْرَى ۱۳۲۲

عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ صراحتاً فیصلے کے لئے نفاق کیا۔ مجھے حکم ہوتا ہے  
اپنی تلوار سے او کی گرومن کاٹ دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
کچھ نہ بولے۔ ابو مدنیہ کا بیان ہے کہ بن ابی تمام عمرؓ کے کہنے پر قہر  
و انات کرتا رہا۔ اور خدا سے ہمتہ اس کے کفارے میں طلب شہادت  
کرتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ جنگ بیمار میں شہید ہوئے

اس واقعہ کی تفصیل یہ تھی جبکہ شہابی صاحب نے قطعاً مرفوع القلم فرما دیا۔ اس انداز تحریر سے صاف ظاہر  
ہوتا ہے کہ آپ اپنے مفید مطلب مضامین کو صرف کہتے ہیں اور باقی سب کو القلم کر دیتے ہیں۔ یہ مولف کا متدیانہ  
طرز تالیف نہیں ہے بلکہ خود غرضانہ شان بیان ہے اور سخت قابل اعتراض۔

لیکن غور سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا واقعہ خدیجہ کے نہ لگنے میں آپ کی خود غرضی باعث نہیں تھی۔ وہ تو صرف  
حکم امتداد سے سی ہاتھ تک محدود رکھی گئی ہے۔ ابو مدنیہ کے اسقاط واقعہ کا سبب خاص وہی عیسائی مستشرقین کا  
خوف تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم رات تھی ہاشم پر ابو مدنیہ کے کلمات تشریف دیکھ کر آپ کے اس حکم پر غیور علاوہ اور  
نامساویانہ رعایات قرابت اور محبت کا عیب نگاہیں گے اور شاید آپ ان کے اس اعتراض کا جواب نہ مانتے گے۔  
حالانکہ یہ آپ کا صرف وہم ہی وہم ہے۔ اگر آپ کو مستشرقین کے جواب کی تلاش ہوتی تو آپ اسی واقعہ ہی کے الفاظ  
و معانی سے ان کے جواب کو آسانی پالے سکتے تھے۔ اب ہم سے سنے۔

حقیقتاً جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ حکم بالکل اصول عدالت اور مساوات پر مبنی تھا اور اس امر کو  
کہ بنی ہاشم اور دیگر خاندان کفار و مشرکین کے دباؤ سے شریک جنگ نہ گوتھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کا اول کارادہ نہیں تھا  
صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں جانتے تھے بلکہ خود کفار قریش کو بھی اس کا اقرار و اعتراف تھا۔ جیسا کہ طالب ابن ابی  
طالب کے واقعہ سے جبکہ طبری نے پوری تفصیل سے لکھا ہے۔ اور آپ نے ذکر بنی ہاشم کی ناگوار سی طبع کو باعث  
سے بالکل مرفوع القلم فرمایا ہے کما حقہ ثابت ہے طبری کی مفصلہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

قَدْ كَانَ بَيْنَ طَالِبِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَكَانَ فِي الْقَوْمِ  
وَبَيْنَ بَعْضِ قُرَيْشٍ مُحَادَرَةٌ وَتَالُوا وَاللَّهِ لَقَدْ  
عَرَفْنَا بِأَسَى هَاشِمٍ وَأَنْ خَرَجَتْهُ مَعَانٍ هُوَ أَكْرَمُ  
مَعَ مُحَمَّدٍ وَجَعَ طَالِبٌ إِلَى مَكَّةَ فِيمَنْ رَجَعَ

طالب ابن ابی طالب جو قریش کے اس وقت ہمارے تھے اور بعض قریش کے  
درمیان تلوار ہو گئی تو قریشیوں نے کہا قسم خدا کی اے سی ہاشم ہم  
تم لوگوں کو جو بھجواتے ہیں تم ہمارے ساتھ تو نظر نہ رکھو گے۔ لیکن  
تمہاری تمنا میں تمہارے ساتھ ہمارے ساتھ ہیں۔ یہ سن کر طالب اور اس وقت  
مکہ کی طرف واپس چلے گئے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ غیر تمدن جو بنی ہاشم قبل از جنگ تکر قریش سے جدا ہو کر گھر واپس گیا۔ اور چونکہ

یہ واقعہ قبل از جنگ غزوہ بدر ہوا۔ اس بنا پر ثابت ہو گیا کہ کفار قریش کے دل میں بنی ہاشم کی طرف سے یہ ہمیشہ خیال ہوتا تھا کہ بنی ہاشم اور وہ ہمیشہ اسکا اٹھارہ اقرار کرتے تھے۔

لیکن طبری کی مابعد والی روایت سے جبکہ اس نے امام الانساب کلبی کے اسناد سے لکھا ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عین مقابلہ کے وقت واقع ہوا۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ غزوہ قبل از جنگ کفار قریش کو اپنے اس اقرار پر اصرار تھا اور وہ روایت یہ ہے۔

لیکن اس کلبی مرقومہ بالا روایت کے متعلق کہنے میں کہ طالب ابن ابی طالب بدر تک ہمراہی میں نہیں گئے تھے اور حقیقتاً وہ بکریت ساتھ آئے تھے لیکن بعد جنگ تھوڑے ہی میں قید ہو گئے اور یہ عقولین میں رہ گئے اور نہ لوٹ کر گھر گئے اور وہ ہر ساعہ سے اور اس کے یہ استعارہ مشہور ہیں۔

اے خدا اگر ان لڑائیوں میں سے کسی لڑائی میں  
لوگ طالب سے لڑیں تو تو اس کو قاتلین میں  
میتھولیں میں عالمین میں یہ معلوم میں رہا

و اما ان الکلبی فاذلہ قال فیما حدثت عنہ شخص  
طالب بن ابی طالب الی مدار مع المستحب اخرج  
کوہا علم و جد فی الاسرے ولا فی القتل و لم یرجع  
الی اہلہ و کان شاعر او هو اذ یقول۔

یا رب انا یعقوب و طالب  
فی مقبہ من ہذا المقاب  
علیک المسلوب غیر السال  
ولیکن المعلوم غیر العال

طبری صفحہ ۱۳۸

شہابی صاحب کو کیا پڑی ہے کہ بنی ہاشم کے تفصیل حالات یہ قریب کریں۔ یہ تو آپ کے اصلی مقصود و موضوع کتاب کے خلاف ہے لیکن یہ کہ حیثیت واقعہ کا تمام حالات و واقعات پر نگاہ ڈالنی ضرور ہے اور خصوصاً وہ واقعات کہ جو واقعات کی حیثیت کہتے ہیں۔ اس ذی بہت اور صاحب غیرت شجاع بنی ہاشم کا ذکر خصوصاً اس نے اور قابل ذکر تھا کہ اس غیرت مند کے متعلق ہوائے آب تک اسے حالات کے جو لوہے لگتے گئے دنیا کو اور کوئی حالات معلوم ہی نہ ہو سکے تاہم آثار یہ ہیں اور رجال و تذکرے بالکل خوش ہیں اور طالب بن ابی طالب کا کوئی حال نہیں لکھتے اور نہ ہوائے اشعار بالکے اس عجیب و غریب کی کوئی یادگار دنیا میں پائی جاتی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ طعن قریش کا اس غیرت مند کے قلب پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ وہ سر مکر وہ و محاورہ جو کہیں دور و دراز مقام میں ختم ہو گیا۔

واقعات مرقومہ بالا سے بالصریح ثابت ہو گیا کہ کفار قریش کو بھی بنی ہاشم کی کراہیت شرکت و ہمراہی کا اقرار تھا۔ اولیٰ شرکت و رفاقت جس سے تعلقات کی وحدہ سے تھی نہ مخالفت اسلام اور نہ قتل اہل اسلام کی غرض خاص سے تو ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ ایسے غیر جانبدار اور غیر سرکار لوگوں کے بھی قتل دینے جائیداد کا حکم عام و دنیا اکل موافق عدالت تھا۔

دخالت عدالت اور جب یہ حکم بالکل اصول عدالت اور حقیقت الامری پر مبنی ہے تو اعتراض کیا اور متعرض کا ثبوت کیا؟ یہ تو اس حکم کے معنی بعدالت ہونیکا ثبوت ہوا اب بقاعدہ مساوت ہونیکا ثبوت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم استثنائین صرف بنی ہاستم ہی کی خصوصیت قائم فرماتے تو متعرضین خلاف مساوت ہونیکاندر کر سکتے تھے لیکن انفاذ حکم میں وہ غیر کھٹکتو تو موجود ہے یعنی ملاوہ بنی ہاستم کے مخصوص قریش میں جتا ہے اشخاص اور بھی موجود ہیں سب علی صاحب خود بھی کہہ چکے ہیں کہ قریش میں ایسے بھی ہیں صفحہ ۲۳۰ تو پھر شرارت ہو گیا کہ اس حکم استثنائین میں قریشنا آپ کی قرابت اربعی نہیں تھے بلکہ اصول مساوت کی مطابق غنیم کے قیدیہ خاص میں ایسے غیر چار بنی لاؤزیکا نیت لوگ بھی داخل ہیں جو حقیقتاً مسلمانوں سے گزرتا نہیں چاہتے جیسا کہ ابوالخضریٰ کا نام حکم استثنائین میں موجود ہے۔ اور متغریب اسکے واقعہ سے علمی صورت میں سب کی حد معلوم ہوتا ہے۔ ان مشاہدات کی موجودگی میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے احکام عادلانہ اور مساویانہ کو تو غرضانہ تیلنا کسی عقل دانے کا کام نہیں ہو سکتا۔ پھر جب خود اعتراض کی بجے وجودی اور عدم اصلیت کی یہ حقیقت ثابت ہوتی ہے تو اوس سے خوف کرنا اور خوف کی وجہ سے ناراضی مانتھ کو عمل امر وقوع القلم کر دیا مولف کے حدود وجہ کا نصف قلم اور نصف رائے ثابت کرتا ہے۔

ابوالخضریٰ کی جاہلانہ عہد | اور بیان ہو چکا ہے کہ ابوالخضریٰ کا نام بھی بتلادیا گیا تھا اور حکم مستثنائین میں یہ بھی داخل تھے اور حیاتنا حبیب | اتفاق وقت سے مجذدین بیا د بلوی نے خواصا مدنیہ میں سالم بن حوث کا حلیف تھا

ابوالخضریٰ کو پالیا۔ دشمن پر حملہ کر کے عوض محمد نے نہایت متانت سے کہا کہ مجھے تمہارے قتل کا حکم نہیں ہے لہذا میں تمہیں چھوڑ دیتا ہوں۔ ابوالخضریٰ نے پوچھا کہ میرے فریق نہ میلی کو جو میری ذقاعت میں یہاں تک آیا ہے کیا حکم ہوا ہے۔ مجذد نے کہا میلی کو میں نہ چھوڑ دینگا۔ اسلئے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکیلے تجھی کو چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے یہ سنکر ابوالخضریٰ نے نہایت بے پروائی سے عرب کی جاہلانہ شان شجاعت میں جواب دیا۔

واللہ اذن لا یؤمن انا وجميع الامم الا بحدی | اسم خدا۔ ہم کہ تمام لوگ ایسی صورت میں مر جانا قبول کرینگے کہ کہ حکمت الہی ترکت دیمیلی حوصا للکھیوة | کی عورتیں کہیں ابوالخضریٰ نے اپنی جان کی مالج میں نہ میلی کو قتل کر دیا تھا جسکے پراسان قلمو شانہ جواب سنکر ابوالخضریٰ پر حملہ آور ہوا۔ اور ابوالخضریٰ یہ بہتر پشیمان ہو چکا۔

ابو یسلم بن حیرۃ سید | تحریف راوہ ایسے فریق کو چھوڑ میں سکتا۔  
حنہ یحوت اوسری سیدیلہ | صحت مکہ۔ م حاسے یا موت کا رستہ۔ دیکھو  
اس ہمام ص ۱۹ | ہم سب کے لیے ہیں کہ اب لڑائی چارون طرف شروع ہو گئی تھی اور مساکران اسلام شکر گھار میں ہر گز یہ نہیں چڑھے۔  
ابوالخضریٰ کا وہ چھوڑنے کا تذکرہ یاد دہرائیں کہ حلف کی موت گلو گزیر ہو گئی۔ اوسکی تقضیل یہ ہے۔

امیر بن حلف قتل عبدالرحمن بن عوف کا بیان ہے کہ مجوسی اور امیر بن حلف سے سامنا ہو گیا امیر نے اور مجوسی سے  
 ہی میں دے ہو چکا تھا اگر وہ مدینہ میں آئیگا اور اسکو کسی مصیبت سے سامنا ہو جائیگا تو میں اسکی جان بچاؤں گا  
 امیر کے ایسے سخت دشمن اسلام سے تمام خصوصیت اسلام اور مسلمانوں کی اذیت عام کے انتقام لینے کا موقع تو خوب  
 ہاتھ آیا تھا لیکن وعدہ کا خیال ایسا لگا تھا کہ میں اسکی قتل سے باز رہا میں اسوقت تک کثیر لشکر اور زہر میں مقتول نہیں کیا  
 کی اسکا کہ جسکے چکا تھا اور اسکو کا نہ پہنچا تھا اسوقت امیر نے کہا عبدالرحمن اپنا وعدہ یاد ہے۔ میں نے کہا ہاں یہ  
 لکھ میں اسے پھاڑ کے ایک ایسے مقام پر لے آیا جہاں مسلمان اسے نہ دیکھ سکیں۔ اس اثنا میں امیر کی نظر  
 دوسرے حضرت حمزہ پر پڑی۔ اس نے اسوقت اسکو گھیر کر مجھے پہنچا کر مجھے پوچھا کہ تمہارے لشکر میں یہ لوہے  
 والے بزرگوار کون ہیں میں نے دیکھا کہ کچھوں عبدالملک بن امیر بولایں ہیں جنہوں نے ہمارے ساتھ یہ سب کام  
 مجھار کے ہیں۔ انہوں نے گفتگو میں کہیں بلال حبشی کی نظر امیر پر پڑی۔ یہ امیر بن حلف وہی شخص تھا جس نے بلال کی  
 غریب جان پر اسلام لانے کے ابتداء میں اسے فروع اقسام کے مظالم دے دیے تھے۔ ان بیچارہ کی بیٹی پر یونر لکھ  
 جلتی وہ چپ میں ان سے اسکا اسلام پر مجبور ہو سکی اور لے لیا تھا اور یہ خوب انکار کے عوض میں اعدا اعدا کے نعرے لگا  
 تھے۔ اسوقت حضرت بلال کو امیر کے دیکھتے ہی اسکے تمام ظلم کا خیال آ گیا پھر تو انصار کی جماعت کو بلال نے یہ چین  
 ہو کر ان الفاظ میں لیکر اے ہدا اس الکھرامیہ بن حلف، یہ بڑا بڑا سر کفر امیر بن حلف یہ کھڑا ہے بلال کی  
 پاٹ دار دار وادار دے اذان بیکر تمام مسلمانوں کے کانوں تک پہنچ گئی اور سب کے سب امیر کی طرف لوٹ پڑے۔

عبدالرحمن بن عوف کا بیان ہے کہ مسلمانوں کی یہ پوری دیکھ میں نے امیر کے بیٹے کو آگے کر دیا اور امیر کو حیت  
 زمین پر لٹا کر آپ اسکے اوپر سے لٹا دیا۔ اس خیال سے کہ امیر کے بیٹے کو قتل کر کے مسلمان بس کر دینگے اور امیر کی آئندہ  
 تلاش سے دست بردار ہو جائیں گے لیکن انصار نے اسکے بیٹے کو قتل کر کے بھی بس نہیں کی اور امیر کی تلاش چھوڑی  
 اور یہ ایک فوج کبیری ناگوں کے منجھ سے ہاتھ ڈال کر امیر کو باہر کھینچ لائے اور قتل کر ڈالا۔ اسی کشمکش میں میری  
 ناگ بھی زخمی ہو گئی۔ اور مدت تک زخم کا نشان باقی رہا۔

عبدالرحمن بن عوف اگر محمد الزکریہ کو مار کر تھے تھے کہ اسوس ہے امیر بھی گیا۔ اور میری جمع کی جوتی لوٹ والی بڑا  
 بھی چلی گئی۔ مسلمان اسے بھی لے کر چلتے ہوئے۔ ان ہشام جلد دوم صفحہ ۱۳۷۲

سبلی صاحب نے ترتیب واقعات میں تقدیم و تاخیر ذکر کا خیال نہیں رکھا۔ ابوالخضر اور امیر بن حلف  
 کے ان خیال سے پہلے ابو جہل کے حالات کو طبع فرمایا ہے۔ حالانکہ ابن ہشام و طبری۔ اور دونوں مشرکین کے واقعات کے  
 بعد ابو جہل کے حالات لکھتے ہیں۔

امیر بن حلف کے بعد ابو جہل کی موت لکھی تھی عجیب اتفاق ہو کر قتل ابو جہل کے تفصیلی حالات بھی عبدالرحمن

بن عوف ہی سے تمام کتاب تاریخ و حدیث میں منقول ہیں۔ عذر الرحمن بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی صفت لشکر میں کھڑا تھا اور میرے پہلو میں انصار کے دو نوجوان۔ ایسے بھائی عفر کے بیٹے۔ عوذ و معوذہ نامی۔ دو ہی جنگو عقبہ بوجہ انصار ہونیکے مقابلہ سے واپس وے چکا تھا) کھڑے تھے۔ اتنے میں ایک نے میرا دامن کھینچ کر مجھے راستہ پوچھا کہ اے چچا۔ آپ ابو جہل کو پہنچا تو میں نے کہا ہاں میں پہنچا ہوں۔ لیکن تم کو اس سے کیا کام ہے وہ بولا سنتے ہیں کہ اس نے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑی بڑی اذیتیں پہنچائی ہیں۔ اس لئے میں نے یہ عہد کر لیا ہے کہ اگر آج اسے میں نے دیکھ پایا تو پھر اس کے کچھ ایسا پڑ جائے گا کہ پھر یا تو وہی نہیں یا میں ہی نہیں ابھی اسکی بات پوری نہیں ہونے پائی تھی کہ دوسرے بھائی نے بھی میرے کان میں اپنا قصہ لگا کر یہی بات کہی میں ان دونوں نوجوانوں کی بہت وجہ داری پر تعجب کرتا تھا اور بے حد مسرور ہوتا تھا۔

ابھی اس گفتگو کو کچھ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ابو جہل اپنے اونٹ پر سوار اور دوسرے آنکلا اور اپنے لشکر کو اوپر سے اونٹ پر سوار کرتے لگا۔ میں نے ان دونوں بھائیوں کو دور سے تھلا دیا کہ تمہارا مطلب بھی ہے۔ اذگلی کا اٹھنا کہ یہ دونوں ہزار ہا ریشماری کی طرح اپنے صاف سے دھڑکراؤ کی طرف جھپٹے اور دونوں طرف سے اس پر ٹوٹ پڑے۔ عوذ نے یونہی ہی ایسی کاری ضرب لگائی کہ ابو جہل کی ٹانگ ساق دھجکتی رہے جدا ہو گئی اور کھٹیا کمرہ میں تھا اوش عوذ پر تلوار لگائی اور شانہ سے اس کا ہاتھ جدا کر دیا۔ لیکن زرا سا قسمہ لگا رہا۔ لیکن نہ ولیر مبارز اسلام اسی حالت میں لڑتا رہا۔ عوذ خود بیان کرتے ہیں کہ وہ جھوٹا ہوا ہاتھ میرے حوب و ضرب میں جا رہا ہوتا تھا۔ اس لئے میں نے اس کو اپنے پاؤں کے نیچے دبا کر ہاتھ کا وہ قسمہ جو ابھی تک لگا ہوا تھا جدا کر ڈالا اور پھر آزادی سے لڑنے لگا۔ اس آئینہ میں عوذ نے اپنی تلوار کی نیرنوں سے ابو جہل کو مارا کر لیا۔ وہ گرتے ہی خاتمہ کے قریب پہنچ گیا۔ رشتہ جی جان باقی تھی۔

یہ دونوں ولیر نوحان۔ مرنے کو کیا مارین سمجھ کر اور اپنے ایسے نمایاں حسن خدات اور کامیابی کے جوش مسرت میں پرجوش ہو کر قریب انبیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورت حال عرض کی دونوں نے ابو جہل کے قاتل ہونیکا فخر یہ دعویٰ کیا۔ آپ نے پوچھا کہ تم دونوں نے اپنی اپنی تلواریں تو ابھی خون سے پاک نہیں کی ہیں یہ دونوں نے عرض کی نہیں۔ ارشاد ہوا لاؤ اپنی تلواریں دکھلاؤ۔ دونوں نے دکھلائے۔ معائنہ فرمائی گئیں اور کہا گیا۔ تم سچ کہتے ہو۔ تمہیں دونوں ابو جہل کے قاتل ہو۔

شبلی صاحب تو کسی کے واقعہ کو نہ پورا لکھیں گے اور نہ اس کے حال کو خاتمہ تک پہنچائیں گے اس خوف سے کہ ان داستانوں کو طول نہ ہو جائے اور یورپ میں موزین انکو شوق سے منکر اسلام بزور مصام والا اعتراض نہ کر دیتے۔ شبلی صاحب انکے ذکر سے جو کچھ سمجھیں وہ اونکا فخر ہے۔ لیکن ہم ایک واقعہ نگار کی حیثیت سے اپنا فرض اولین سمجھتے ہیں کہ ہر واقعہ کو پورا اور ہر شخص کے احوال کو اطلاع عام کی غرض خاص سے خاتمہ تک پہنچا دیں اس لئے ہم اندرون مبارز



اسلام۔ عاذو معوذہ۔ اور ادون کے مقتول ابوہل کے باقی حالات کو حسب ذیل خانہ تک پہنچا دیتے ہیں۔

معوذہ تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت دربارت سے مشرف ہو کر پھر فوج کھادین آکر لڑنے لگے اور عمر ابن عبدو کے ہاتھ سے مارے گئے۔ عاذو حضرت عثمان کی خلافت تک زندہ رہا۔ پھر طری ۳۲۷ھ

ہشام جلد دوم ص ۲۱ ابوہل کے بقیہ حال یہ ہیں۔

یہاں تک بیان ہو چکا ہے کہ عاذو معوذہ ابوہل کو سسکا چور کر چلے آئے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے فیجہ آخر معلوم فرمانے کے مشتاق تھے کیونکہ یہی شر النفس اصل مایہ و تھا۔ اس بنا پر آپ نے مسلمانوں کو اس کی تلاش کا حکم دے رکھا تھا۔ حسن اتفاق سے عبداللہ بن مسعود عین اولی مقام پر پہنچ گئے۔ جان ابوہل بڑا ہوا دم توڑ رہا تھا ابوہل نے کسی مرد مسلمان پر ظلم نہیں کیا تھا، عبداللہ بھی اونچین میں تھے۔ اس کے سینہ پر چڑھ کر اکیار ابوہل نے انکو مڑی اوستین ہو چکی تھیں اب اسکو اس حالت میں پا کر عبداللہ فوراً اسکی جھپاتی پر بیٹھ گئے۔ ابوہل نے انگلیں کو لکڑیاں پونچھ کر بولے عبداللہ بن مسعود۔ ابوہل نے کہا کہو جنگ کا کیا نتیجہ ہوا کس کی فتح ہوئی کس کی شکست۔ عبداللہ بولے اخراک اللہ تعالیٰ۔ خدا تجھے اس سے زیادہ ذلیل کرے تو تو فرعون سے بھی زیادہ بد بخت ہے اوس نے تو دریا میں غرق ہونے کے وقت بھی اپنے قصور دن کا اقرار کیا تھا اور ادون سے بیزار سی اختیار کی تھی اور تو اس حالت آتھرک پہنچ کر بھی اپنی شامت و ضلالت سے باز نہیں آتا۔ مرنو رہا ہے لیکن میدان جنگ اور فتح و شکست کا ارمان ابھی تک تیرے دل سے لگا ہے ابوہل یہ طعن آمیز سُرنگ بولا۔

لقد اذقتی مر تقی صعبا یاد یعنی العنم | اسے بھڑیہ جیلے والے لوگ تمہارے ہاتھوں قتل ہو کر میری موت ہی دلیل ہوئی  
عبداللہ نے تلوار نکالی اور اسکا سر کاٹ لیا۔

لیکن محدث شیرازی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ عبداللہ کی تلوار خواب تھی اور اسکا سر کاٹ نہ سکی تو عبداللہ نے اوس کی تلوار اوس کی کمر سے کھینچ کر اس کا سر کاٹ لیا۔ رد منہ الاحباب ص ۲۳۲ لکھو۔

ابوہل کا کام تمام کر کے عبداللہ اسکا سر لے کر خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اوس کا سر قدم مبارک پر ڈال دیا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس کے سر کی طرف نگاہ کی اور فرمایا۔

الحمد لله الذي احوالنا ماعدا والله۔ اوس حداکت کر چھ ے تیرے الیو دتس حداکو دلیل و حوا کیا۔

بیر دست مبارک آسمان کی طرف بلند فرما کر ارست او کیا۔

الحمد لله الذي نصر عدنا والحس وعدنا واعدنا۔ اوس حداکت کر چھ ے تیرے الیو دتس حداکو دلیل و حوا کیا۔

ایسے دین کو عزت بخشی۔ اس ہشام جلد دوم ص ۲۱ طری ۳۲۷ھ رد منہ الاحباب ص ۲۳۲

ابوہل کے مرتے ہی حقیقتاً، صلی مایہ فاد تھا اور تمام مفید دن کا مواد نگر کار کے قدم کیسے دم او کھڑ گئے۔

مبارزان اسلام اور جان نثاران حضرت خیر الانام نے اوکو اپنی تلواروں کے نیچے رکھ لیا۔ کفار کے دل بیٹھ چکے تھے پاؤں اوکھڑ چکے تھے۔ مقابلہ کی طاقت باقی نہیں تھی۔ اول تو ابتداء ہی سے ان کے لشکر میں نہ کوئی ترتیب تھی اور نہ درستی نہ قاعدے سے صفیں درست ہوئی تھیں اور نہ مورچے طیار کئے گئے تھے۔ لشکر تو نہیں تھا آدمیوں کا جنگل تھا ایسی حالت میں لشکریوں سے سوائے گریز پائی نہ کچھ بن آنے والی تھی اور نہ آخر کار بن آنی۔

روح کفار کی استری اور اس وقت ان کے انبوه کثیرین چاروں طرف قتل و گریز کا عام منظر پیش تھا۔ لشکرین قریش کے بڑے بڑے حضرت علی کی شجاعت و دیگر ہر آزمائش شجاع اور آزمودہ کار مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارے جاتے تھے یا قید کئے جاتے تھے یا مقابل کی آنکھ پیکا کر بھاگ جاتے تھے۔ مبارزان اسلام نے اس آخری حملہ میں تقریباً شش کفار کو قتل کیا اور ان میں سے قریب نصف کی تعداد کو اکیلے حضرت علی مرتضیٰ نے نہ تیج کیا۔

سیرۃ النبوة کے حوالے سے خواجہ عبدالقادر سہروردی (حالیہ قادیانی) اپنی کتاب الحج الطالب مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۳۱۴ میں لکھتے ہیں۔

اسی طرح حضرت علی ایک کے بعد ایک کو قتل کرتے تھے یہاں تک کہ آپ نے نصف کو قتل کیا اور کل مقتول شمر تھے نصف اور مسلمانوں نے قتل کئے۔ یہی تعداد علامہ کمال الدین طلحہ الشافعی نے اپنی کتاب مطالب السؤل میں اور علامہ محمد بن یوسف الکلبی نے کفایہ الطالب میں بھی بتلائی ہے۔

شبلی صاحب نے غزوہ بدر کے تفصیلی حالات میں اپنے خاص موضوع تالیف کی ضرورت سے تو کم سن بھی حضرت علی مرتضیٰ کے ان محاسن خدمات کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ انکو انکی ان کارگزار یوں اور جان نثار یوں کی بنا پر قلع بدر یا کم سے کم مبارزان اسلام کا سرفراز قرار دیا ہے۔ لیکن بھر بھی حقیقت حقیقت ہی تھی۔ اور اس کا چھپنا یا چھپانا خصوصاً مسلمانوں کے عقائد میں محال قطعی تھا۔ اس لئے ہمارے شبلی صاحب کو خدمات علی کی اس حقیقت اصلیت اور واقعیت کو آخر کار لکھنا ہی ہوا۔ اصل معرکہ آزمائی کے حالات میں تو نہیں جان ہمید کے استدلالیہ مضامین میں اس موقع پر جان آپ کو خدا کی شان اچھی بخاری کی روایت کو بطری کی روایت سے غلط ثابت کرنی ہوئی اور

شبلی صاحب کی اس موقع پر شان استدلال ضرور قابل لحاظ و معیار ہے۔ دیباچہ کتاب میں بخاری صاحب کا اعتبار اعتماد اور فوق کو عرض الکل ہمک اتنا ہو گیا کہ کوئی تابع تعمیر اور حدیث و سیرت کی کتاب اسکے درجہ استناد تک پہنچے ہی نہیں۔ اور اسکے ثبوت میں انواع و اقسام کی قلم کار یوں کا طاریا کر گیا، لیکن غزوہ بدر کی حمید تک یہی ہو چکا ہے۔ غزوہ بدر کا اعتبار و اعتماد اتنا ہی گرا دیا گیا کہ صحاح تیس اور مسابوہ تھا یہی حدیث بھی منبر و جھوٹا ایسی حالت میں جب روایات تاریخ و سیرت کو روایات حدیث متعابیس مرد و لکھ چکے تھے خاص بخاری صاحب کی ایسی راوی کی روایت کو جو صحابی سے اور صحابیوں میں مدی سوطی کی تابعی روایت کو مسترد فرما دیتے ہیں۔ دیکھ سیرۃ السی جلد اول صفحہ ۲۵۷۔ یہی ماحول و ماحول اصول جان بخاری کا بیہوش نے آپ کے معیار غماز اور سیرت بخاری صاحب کے مسلخ اعتبار کی حقیقت کھول دی فاعترفا

عیسائیوں کے اصل اغراض کو جو بخاری کی اسی روایت سے ماخوذ مستند تھا کائنات پر چونکہ اس روایت بطری کے اصل راوی اتفاق سے حضرت علیؑ تھے اس وقت اور مجبوری سے آپ کو بات خلوک نہ تھی پھر کائنات کے راوی غزوہ بدر کے

جمیر و اسد اللہ الغالب، علی بن ابی طالب بن سیرۃ النبی جلد اول ص ۲۵۷

ہم اس مضمون کو کہ جنگ بدر کے بعد حضرت علی بن ابی طالب ہیں خاتمہ جنگ تک اوٹھا رکھتے ہیں حمان اس کے  
فخر پر رہنے کے متمود و شہوت تھقیص سے پیش کیے جاویں گے۔ یہاں اونکا قبمبند کرنا ہمارے سلسلہ کلام مفصل  
پیدا کرنا لیکن مناسبت مقام اور سلسلہ کلام قائم رکھنے کی غرض خاص سے اس جلد اخیر میں جس کے حالات ہم بیان کر رہے  
ہیں حضرت علی کی مبارزت کی نسبت تھقیص کر دینا ضروری ہے کہ آپ نے اس جلد میں بیکار و بیک وقت خاص  
بن سعید بن عاص کو قتل کیا۔ ابن ہشام اپنی تاریخ جلد دوم صفحہ ۱۲۱ میں عاص کے قتل کی شہادت حضرت عمرؓ کی زبان  
میں لکھتے ہیں:-

عاص کے بعد کفار نے حضرت علیؑ کو اپنے مقام سے پیچھے ہٹانا چاہا اور نوفل ابن خدیجہ بن اسد لگے بڑبڑا کر کہ پیر  
حکماء اور بھائی نوفل و لاہلان قریش میں بڑا مشہور شجاع شخص تھا اور یہ وہی بدبخت تھا جو حضرت صدقہ کبریٰ جناب  
خدیجہ سلام اللہ علیہا کا بھائی تھا اور آنحضرت معلوم کا سخت دشمن۔ قریش کے مجمع میں ہشیکہ بن کی زبانی آنحضرت  
صلیہ پر بے گیسے اہتمام لگایا کرتا تھا اور یہ وہی شرابہ الطبع تھا جو مکہ میدان رزم میں دیکھا کہ آنحضرت معلوم نے خدا سے  
وعدا کی تھی کہ جبکہ اسکے شر سے محفوظ رکھا جائے۔ جناب علی رضی نے اسکی تیز دستوں کا پلہ اڑا دیا اور اپنی شمشیر سے  
اوسکو مار گرایا۔ نوفل کے بعد مسعود بن مغیرہ و خالد بن ولید کا بھی مقابل ہوا وہ بھی قتل ہوا۔ مسعود کے بعد ابو القیس بن  
الفاکہ لگے آیا۔ وہ بھی دو ٹکڑے کیا گیا پھر عبداللہ بن منذر کو موت کا پیچ لائی اور وہ بھی مقتول ہوا۔ بعد اسد کے بعد عاص  
ابن ہشیکہ ابن حجاج کی فوج آئی۔ وہ بھی مقابل ہو کر مارا گیا۔ اوسکے بعد صاحب ابن سائب سامنے آیا وہ بھی سرسریہ  
زمین پر تھا۔

ابن حجر عسقلانی بن نوفل ابن مطلب کے باوجود گئے آئے گئے اور حضرت علی مرتضیٰ علیٰ کثرہ جنت آباد سے قتل ہوئے گئے۔  
ان مقتولین میں میں خطل بن ابوسفیان پر ایسی سخت ضرب لگی تھی کہ اس کی انکھیں باہر نکل ٹپڑی تھیں۔ چنانچہ خود حضرت  
علی مرتضیٰؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ قریش سے جھگڑت تعجب ہوتا ہے کہ جب وہ میری اوس لڑائی کو جو ولید بن عقبہ سے واقع  
ہوئی اور میری اوس ضرب کو جس سے خطلہ کی انکھیں نکل چیں دیکھ کے تجھے تو کھیر کون کر میرے مقابلہ کی حرات  
کرتے تھے۔ اتحاد اہل اسلام گسٹ ۹ ص ۹۹ معاری العادۃ و القادی ترجمہ مطبوعہ مول کوثر گسٹ ۳۹ رد المحتار ص ۱۰۸ معنی بھی  
تغییر لرحم المطالعہ ص ۱۳ مطبوعہ لاہور ص ۱۳۸ دکن مطالع السیول اور کاغذیہ المطالعہ ص ۱۰۸ ہے۔

ہم نے اپنے موجودہ سلسلہ بیان میں حضرت علیؑ کے حاکمہ آخری مرقومہ بالا تفصیل کر دی ہے۔ آپ کے ایسے دوسرے سازین اسلام کے محاسن خدمات اور شجاعت و دلیری کے واقعات کا بھی علیؑ قدر مراتب ازاہ کر لیا چاہیے۔ معمر کہ جنگ کا دوسرا عالم جب کہ ہم اپر بیان کر آئے ہیں اس پر ان کفار کا عجز اللہ ولی الالبصا تھا نامہ و گان فریش اور نامور ان مکر کو ہمارا ان اسلام ان کے اسوہ بہترین گرفتار کر رہے تھے اور وہ تہیہ کر ڈال کر اسلام کی فتح اور اپنی شکست کا اقرار کر رہے تھے۔

اب باب تاریخ وسیرت کا بیان ہے کہ مجاہدان اسلام اس وقت بیکبار تین اسلامی خدمات انجام دے رہے تھے جان شادون کا ایک گروہ قتل کفار میں نہ صرف تھا وہ سراسر طبقہ دشمنین کو گرفتار کر رہا تھا۔ تیسرا دستہ عریشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کر رہا تھا۔ اسی دستہ میں سعد بن معاذ بھی تھے۔ ابن ہشام بیان کرتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا اور انھوں نے جہاد میں شدت کی کفار کو ہزیمت ہوئی اور فضا سحابی عارضہ قتل کا قتل فضا و قتل ہوئے اور بعض لوگ ان کے اشرار قوم کی گرفتاری مقصود تھے اور ان کے گرفتار ہوئے کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت اپنے عریشہ میں بیٹھے تھے اور سعد بن معاذ اپنے دوست انصاری کے ساتھ توازن لگے بیٹھے ہوئے عریشہ کے دروازے پر اس دھڑکے ہوئے دو رہے تھے کہ تو تھے کفار دشمن اور ہر دو ٹپس۔ ثانی کا یہ عالم جو میں نے ابن ہشام نے اوپر لکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ دونوں کے بیٹے لگا رکھے تھے۔ اس آقا میں جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ کے موہنہ پر اس عالم کے شاہدے کو آنا کر گھیر لیا و ناسیغہ دیکھی نمایان پائے۔ تو استغفار فرمایا کیا سعد بن معاذ جو تھوڑی سی قوم کے لوگ کر رہے تھے اچھے نہیں معلوم ہوتے سعد بن معاذ کی صحیح ارشاد ہوا ہے یہ یہی ملا مہتمم کہ نہ شریکین کو قتل کرنا عالم نے اس ملا مہتممیت میں ڈالا ہے اس لئے مجھے ان سب کے کافی رکھے جانے سے ایک راہ کا بائیں خاکہ کر دیا جاتا ہے است اور جو سنگار معلوم ہوتا ہے۔

واللہ صلعم امروا صحابہ متذکروا کما بالہذین  
فقتل اللہ تعالیٰ من قتل من صنادید قریش واکثر  
من امری من اشرارہم فلما وضع القوم ایدھم  
یا مہدیوں ورسول اللہ صلعم فی العریش وسعد بن  
معاذ قائم علی باب العریش الذی فیہ رسول اللہ  
متوکل علی السیف فی نعر من الانفصار فصرح  
رسول اللہ صلعم یحییٰ ذکرة الیوم والحد والی  
رسول اللہ صلعم فیما ذکر فی فی وحلہ سعد بن  
معاذ الکراہۃ لما یصحع الناس فعال لہ رسول  
اللہ صلعم واللہ لکائنات یا سعد تکبر ما تصع  
القوم قال احل واللہ یا رسول اللہ مکات اول  
دقعة او قعھا اللہ اهل الشریک کان الاعمنان  
فی القتل باهل الشریک احب الی من استبقاؤ  
الحوال ج ۲ ص ۸ مطبوعہ مصر

خدا یا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا جواب سنگد فاموت ہو گئے۔

اس خاص حال شہر کی پریشانی اور اس کے تھا بل میں رحمت عالم کی خاموشی انسان کی طبیعت عامہ اور انبیائے علیہم السلام کی

نظرت صالحہ کے فرق ماہ الاقتراب کو پورے طور سے ثابت کر رہی ہے۔ سعدان معاواہ اپنی عورت کی کامیابی سے آسایہ خوش ہو گئے کہ خدا  
استقام سے گذر کر قتل عام کے درجہ تک بڑھ گئے لیکن اس فتنے مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر تو غلام معمول  
خلاف عادت اور خلاف طبیعت ان مناظر نہایت اور عوام مخ و نصرت سے کوئی اثر خاص نمایاں نہیں تھے ایک خموشی ہمارا  
نیکو قرار بھی ہے کہ کوئی منظر کوئی عالم اور کوئی حالت بیست نظر ہو ہم اپنے اصول اخلاق - حدود و اشفاق مناسبت  
موقع اور مصلحت وقت سے سرمو بجا و زمین ہو سکتے۔

سیدان مدگر کی دہراہ ہم نے اس وقت تک اپنے سلسلہ بیاں میں قریش کے مقتولین کے بارے حاسکی تفصیل اور باریاں  
حان ستاریاں اسلام کی خدمات و ادھوں نے مقتولین قریش کے قتل میں انجام دی ہیں بیان کی ہیں۔ اس ہم اول  
سرفروشان اسلام اور حان شان حضرت جبرالامام علیہ السلام کا ذکر کرتے ہیں جو جنگ مدینہ میں فائز بہادت ہوئے  
اگر ہم اپنے ترتیب بیاں میں ان کے محاسن خدمات کی تصریح سے اعراض کریں تو ہمارا تاریخی مرقع ایک رچی تصویر ہو کر رہی جائیگا  
اور ہمارا یہ طریقہ فرود گذشت ہمارے انداز تالفت کا بہت تراعیب ٹھیلایا جائے گا۔ اس بنا پر ہم ان حدائیان اسلام کے  
حالات بھی اسی تفصیل سے لکھتے ہیں جس تفصیل و تشبیح سے ہم فاتحین اسلام کے حالات اور لکھ آئے ہیں۔

محکو اسکی در پردہ نہیں ہے کہ تیری تالیف - اسلامی تاریخ نہیں ملکہ اسلامی جنگ مامہ بنجائیگی۔ اور ہکو اسکی بھی تمنا ہیں  
کہ بقول شعلی صاحب پوریہ میں میں اسکو طرے شوق سے سین گے اور ہکو اسکا بھی خوف نہیں کہ شعلی صاحب اور ان کے  
ہنجیال اسکو بے نظمی اور تاوہی سے سین گے یا ملاحظہ فرمائیں گے اسی لئے تو یہ تو البی میں سوائے جمع کے وہ بھی حضرت عمر  
کے غلام خادان ہونے کی خصوصیت خاص ظاہر کرنے کی ضرورت سے اور کسی ایک سہید احد کا بھی ذکر نہیں کیا گیا ہے  
حقیقت یہ ہے کہ شعلی صاحب کے کان متناہین پورپ کے کانوں کی طرف لگے تھے اور آب اس خوف دہراہ سے  
کہ وہ سننے - پائین اور یہ حالات و واقعات دراز نفسی اور بلن آہنگی کے حدود تک نہ پہنچنے یا بین ملاحظہ ہو سلسلہ غزوات  
سیرۃ النبی صفحہ ۲۲۲ اسی لئے آپ نے ان تمام واقعات کو حدود وجہ کے اختصار تلخیص اور قطع و مرید کے ساتھ غیر مکمل  
اور مبہم لکھ کر تمام کر دیئے ہیں اور شہدائے احد کی جان تیار یوں کے بیان میں تو قلم بھی نہیں اٹھایا اور ان کے ذکر حالات سے  
آپ کا ذکر تاریخی بالکل خالی ہے۔

آپ نے میدان جنگ کا جو مرقع کھینچا ہے وہ تو یوروپین معرین کے انداز تحریر کے مطابق اور کے نقش و نگار ہیں  
صرف کفاروں ہی کے قتل سے چشمہ خون بہا دئے ہیں ملاحظہ ہو بیروہ السی ص ۲۲۲ اور اس سبب اب حول میں صرف  
عرب جمع کے چند قطرے خون کی کہیں کہیں جھلک سی نظر آجانی ہے۔ محققین واقعات اور متلاشین حالات تو آپ کے  
اس مرقع بیاں کو ایک رخی اور بالکل ایک رخی تصویر ٹھیلان گئے۔ اور حیرت سے نقش بدو وار میں جانیں گے۔  
مہج سیدان | اساتید اعصا کے ہم اپنے سلسلہ بیان میرا جاتے ہیں تاریخ وحدیث کا اسرافاق ہر کہ مع خادان

حضرت عمرؓ کا غلام جس کا کسب قدر ذکر فرمایا گیا ہے۔ ہمارا اسلام کی فوجاں بازی میں بن بڑا دل ہے اور تمام موصوفین و محققین نے شہدائے مدینہ اسکو شہداء اول قرار دیا ہے۔ ہذا فصل اللہ یوتیمین شاد۔

حاضرین شہداء جمع کے بعد عارث بن سراقہ شہید ہوئے۔ اور اتفاقاً شہدائے مدینہ یہ شہداء مانی یقین کیے جاتے ہیں۔ انکی صورت شہادت رزقانی نے یوں تبتلائی ہے۔

حادثہ میں شہداء (حراسہ) وکان فی المطارۃ واللہ  
بہرہ جو انتہا ملہر جو اتصال صحابہ مسعود عرب وقع  
فی بحیرہ وقتلہ صحابہ املہ (اُنہی) ربيع وقات یارضا  
اللہم قد علمت مکان حادثہ صی فان یکس والحمۃ  
اصنوا واجتنب ولا تدری ما اصنع فقال صلعم  
ایہا البیت یحییہ واحدہ ولکنہا احاد کثیرہ والہ  
فی حدیث العروہیں کہا فی الصحیحہ وقلہ موحده  
من العرفۃ ۵۳ فالن ۵۳

حال۔ اس جہانہا اسلام کی صوفیوں میں گھوم گھوم کر دیکھ رہے تھے کہ کون  
تخص تعالیم پر کئے نہیں لکھا ہے اس اثنا میں ایک تیار ہوا ہوا کر  
انکے وسط طعن پر بیٹھا اور یہاں علی تسلیم ہو گئے۔ انکی غم ماں اقم  
ربیع۔ حال دیکھا کہ حضرت مسلم کی خدمت میں دوڑی آئیں اور عرض  
کرنے لگیں آپ ارشاد فرما دیں اگر عارثہ ست میں داخل ہو گئی ہے تو  
یہ میں صر کر کے محو رہا ہوں وہ آپ دیکھ لیں گے میں (دو ہتھوں کے  
ساتھ) کیا کرتی ہوں آپ نے رایا کہ ست ایک ست میں ہے  
لکھا اسکے متعدد رہے ہیں اور عارثہ اس درجہ ہیبت میں ہے کہ

حت العروہیں کہتے ہیں یہ روایت صحیح کی ہے۔ ہما و شہد کو محمد بن عروہ نے نقل کیا۔

عمر الحام کی جان نثاران اسلام میں عمر بن النعمان بھی قابل التکریم ہیں۔ ابن ہشام ص ۱۸۔ جلد دوم طبری ص ۳۲۴۔  
شہادت اور رزقانی ص ۵۳۶ میں انکے حالات اس طرح لکھتے ہیں۔

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج علی الناس فحضرہم  
فقال واللہ نفس محمد لا تقاتلہم البوم حتی  
فیقتل صارتا تحت ساقہ لایہ صدمہ لایہ اذ حلیہ  
الحمۃ فقال عمر بن الخطاب و فی یلہ تموات یا کالہ  
تج تلح اعدا یلہ دیں ادخل الحمۃ الا ان تقصلی  
ہو لا تہرق دہ التبرام من یلہ واحد تسلیم  
فقال القوم حتی قتل وهو یقول تہ  
لکھالی اللہ شہیداد۔ الا العقی عمل ارتنا  
والصرفی اللہ علی لعماد وکل ناد حرقہ المفا  
عزالمقی والہ والریاد

حضرت علیؓ نے شہداء والہ وسلم نے اس اتفاق میں لکھا اسلام کو نفاذ کیا گیا۔ وہاں کر  
ادس خالی کی رسم کے قہر قہر ت میں بن بڑا دل ہے اور تمام موصوفین و محققین نے شہدائے مدینہ اسکو شہداء اول قرار دیا ہے۔ ہذا فصل اللہ یوتیمین شاد۔  
اور مصدومہا موشی سے قدم کے ٹر پتا ہو دھا گئے کے کچھ بچے بچا ہوا  
قتل کیا جائیگا دو یقینی صفت میں داخل ہوگا۔ عمر بن حاتم مولد سوقت  
ایتنے ہاتھوں میں کچھ رہنے لگا ہوا تو قہر کئے گئے۔ ہا ہوا۔ اس تو میرے  
وہاں صفت میں کوئی شے حال میں نہیں ہو سکتی میں خوش ہوں اب یہ قوم  
یہ قتل کر دے ایسے لکھ کر کچھ رہنے لگے ہاتھ سے کھینک دیں اور تھام لیا کر  
لیکھا کہ میں کچھ رہنے لگا ہوا اور میرے ہاتھ سے کھینک دیں اور تھام لیا کر  
تو شہد کر دے ایسے لکھ کر کچھ رہنے لگے ہاتھ سے کھینک دیں اور تھام لیا کر  
سما کر دے ایسے لکھ کر کچھ رہنے لگے ہاتھ سے کھینک دیں اور تھام لیا کر



وقتلہ خالد بن الاعلم العقیلی  
 ماریے کے خالہ بن اعلم عقیلی نے انکو شہید کیا۔  
 مومن عات الصاری | تنگ کی عین گرم بازاری میں جب عرقین سے شدید حملات ہو رہے تھے عوف بن عات الصاری  
 دلیبرانہ تہادت | جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک بار جو تن شجاعت اور وفور قوت  
 و عقیدت سے سرشار ہو کر عرض خدمت کرنے لگے بطوری اسکے الفاظ تقریباً کہتے ہیں۔

یا رسول اللہ صلعم ما یصلحت الذمت عندک قال  
 عسکدہ فی الدن و اھل طری ۱۳۲۶  
 یا رسول اللہ! مدد کی کون سی کامیاب روٹ لگاؤ جو حق کر دیتی ہے اور شاد ہوا  
 و تمناں والے عبرتِ سلاح جنگ میں ہو کر دست و گریبان ہو جاوے۔

مخبر صدادی کی زبان صداقت و ترجمان ہو اٹھا سنتا تھا کہ  
 قطع درء اکانت سلید فقد مھام احد سلیدہ فقا  
 القوم حتی قتل طری ۱۳۲۷  
 اس تیرزل لے سلاح جنگ جو سینے ہوئے تھا انکو مار دیا کہ ڈال  
 اور پھینک دی اور تلوار اٹھا کر ان سے لڑنے لگا یہاں تک کہ مارا گیا۔  
 عمیر اسانی و قاص کس مجاہد | عمیر ابن اسوقاص جو کم سن ہونے کے باعث شریک لشکر نہیں  
 کی دلیبرانہ تہادت | رسالتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی گرم بازاری سکر اجازت دیر ہی تھی۔ یہاں تنگ  
 میں ماحول کو مہنی کے اظہار شجاعت سے باز نہ رہے کھار سے لڑے اور مارے گئے۔ امام سیسلی کے قول سے عاص بن  
 نے اور علامہ ابن حجر کی روایت سے عمر بن عبد الوہاب نے انکو شہید کیا۔ ررقانی ص ۵۳۷

سعد بن عقیقہ و دیگر | ان جانا نازان اسلام کی فہرست میں دو نزرگان انصاری کے نام نامی اور قابل ذکر ہیں۔ ایک سعد بن  
 مدد کی سہادت | عقیقہ دوسرے مشہور مندر انصاری۔ سعد بن عقیقہ کی غفلت شان علامہ زرقانی کے بیان سے  
 ذیل میں ملاحظہ ہو۔

سعد بن عقیقہ طلقہ نقسار بن تھے عقیقہ میں سعید اسلام لایو  
 خود بھی صحابی تھے صحابی کر بیٹے تھے سعید بخوار سعید کے بیٹے تھے  
 انکو طبع میں مدی نے اور روایت عمار بن سعد و قتل کیا ۵۳۷  
 انکے باپ (عقیقہ) احد میں شہید ہوئے۔

ہم نے ان سرورِ ان اسلام کے چاہتا زمانہ اور فداکارانہ حیات لکھ کر اپنے سلسلہ بیان سے صرف ایک رنج ہو کر  
 عجیب ٹھکانا دیا۔ اور اپنے باخیر اور ناقابلِ قدر بیان میں ان مجاہدانہ راہِ خدا کی مکمل الاہامی ثبات و یاد دہانی اور محبت و  
 حاکم داری کی پہچان و تالیف و تھلاؤ میں جو دنیا کے فانی اور مٹنے والے کا پورا نام میں کیا اور محفوظ طریقہ العباد میں  
 ایسا لایا کہ تنگ قلم و محفوظ رہیں گی ان شاء اللہ۔  
 حاکم کے کہہ سہی | انکے ہمارے حالات و واقعات ختم ہو گئے۔ فنا جان اسلام و فوج لکھا کہ تو تسکاتِ کامل دیکر آئینہ جہاد

ہر حضرت علیؑ مرتضیٰ ہیں فی سبیل اللہ کی خدمات کے لئے باقی رہے انکی دلیرانہ اور تجاوت حالات اور شہیدانِ بدر کے سرفروشانہ اور عیانیاتہ واقعات جو انھوں نے اپنی جانیں دیکر اپنے بعد دنیا میں بہترین یادگاریں چھوڑیں۔ ایک ایک کر کے ہم نے بیان کر رکھے۔

محققین ان مہاجرینِ اسلامی کے تفصیلی کارناموں کو پیش نظر لیکر مجاہدینِ بدر کی خدمات میں حوازنہ کریں گے تو بلا غرضانہ بھی شبہ علی صاحب کی طرح یہ لکھ کر اقرار کرنا پڑے گا کہ اسلام کی اس عظیم الشان جنگ کے فاتح و مہر و اسدِ قائد الغالب حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام ثابت ہو تھیں جنگی فائنات خدمات کی نسبت امامِ ولایت لکھ کر بتلا چکے ہیں کہ یہ صرف حتیٰ یقین علیہ کسی غزوہ سے تادیفیکہ فتح نہ فرماتے تھے واپس نہ آتے تھے۔ ارجح المطالب طوبہ لاہور صفحہ ۵۵۲

مقتولینِ بدر کا دوش | تفصیل جنگ کو کمیل تک پہنچا کر ہم میدانِ جنگ کے دوسرے واقعات کے بیان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جنگ کا خاتمہ تو گنگیا قریش کے لشکرِ گران نے شکست کمال اٹھائی انکے بڑے بڑے سردار و اشرافیہ زماہ و قوم و قبائل کے سردار و نمودار مارے گئے کفار کی طرف مقتولین کی تعداد ستر تھی اور یقیناً اس کی تعداد تینا لیس ۴۴ مسلمانوں کی طرف جو وہ آدمی شہید ہوئے ۶۔ مہاجرین اور انصار میں قریش شکست کے بعد جو کڑے گئے باقی بھاگ گئے۔

غنیوم جب میدانِ قتال بالکل خالی ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدانِ جنگ میں خود شہید لائے اور سب سے پہلا کلامِ جناب نے کیا وہ جانہیں کی مقتولین کی آخر خدمات تھیں۔ شخصِ رحمتِ عالم کی جسمی دردمندی کے اصول اور اس خالقِ مجسم کی رقتِ قلبی کے اس معمول سے خوب واقف تھا کہ آپ زبانِ کین کی سبقت کو افتادہ پاتے تھے اور سکونِ زمین میں دفن فرما دیتے تھے میت تو میت استخوانا سے افتادہ تک کے ساتھ بھی عمل کیا جاتا تھا اس بنا پر کیسے ممکن تھا کہ کفار کی طرف والے مقتولین بدر اطلاقِ ہمدردی کے اس فیضانِ علم سے محروم رکھے جاتے۔

شہداءِ بدر کی چونکہ تعداد بہت قلیل تھی شمار میں کل چودہ تھے۔ ان کی خدمات سے جلدِ فرغت ہو گئی تھوڑا کن گمان مشرکین کی طرف تو صوفیائی گئی چونکہ وہ تعداد میں زیادہ تھے اور سب کو تباہ و جداف و شرفِ کسب میں وقت بھی زیادہ درکار تھا اور جنگ سے تھکے ہوئے مسلمانوں کو محنت اور مشقت بھی زیادہ کرنی ہوتی۔ اس لئے ایک قریب کے کنوئین میں کفار کی لاشوں کو اکٹھا کر کے دفن کرا دیا گیا۔ اور کنوئین کے منہ کو تیرا درمیسی بھر کر سطحِ زمین کے برابر کر دیا گیا صرف امیدیں ہلک کی لاش جو بڑے

لے امویں سالوں نے شہیدانِ بدر کو ساتھ حق میں اسی ہولِ مسلم کے اٹھا لے کر مار دیا تھے انہیں کیا متاثر کی لاشوں کو ساتھ بہرین کر چکے تھے اور کورسہز و دفعہ مالدارانِ پناہے جابگیر کے حکم کو کس غائبیٹا۔ الیہ تھا۔ یاد دیر قریب تھا اسی میں بھادیہا ہوتا۔ لٹا تھی بسکی مدت میں مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم اور ان کے تعاملات کو ایسا عمل دیا۔ حاکم و

کے باہم اور بٹھانے کے قابل نہ رہی تھی اس لئے وہیں تہہ زمین کر دی گئی۔

غیبی صاحب کی محبت قوی بہت سے قابل الکدحالات کو جھیرتی چلی جاتی ہے۔ حالانکہ وہ تمام تباہیوں کے مستند ہر تفتقہ ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ مشرکین کے ذکر میں ابوہریرہ بن عبدہ کو واقعہ اسکی کامل الایمانی اور راسخ الاعتقاد کی شان کو دو مالانابت کر رہا ہے۔ اس ہشام نے الفاظ ذیل میں اسکی تفصیل کی ہے۔

لما امر رسول الله صلعم ان يلحقوا في انقلاب احد عتبه من ربيعة صاحب الى القليب مطر رسول الله صلعم في وجهه انوحه بيه فاحا هو كئيب قد كعبه فقال يا ابا عبد بيه لعلك قد دخلت من شان اهلك شي او كما قال صلى الله عليه وآله وسلو فقا لا والله يا رسول الله ما سلكك في ابي ولا في منقر مصرعة ولا عمتي اعرف من ابي بل يا وحلما وفضل الحكمت ارجوا ان يهديه ذلك الى الاسلام فلما سأت ما اصابه و دكرت ما مات عليه من الكفر بعد الذي كنت اسر حواله احترسي ذلك

حد غار رسول

الله صلعم

محبيل وقال

له جبر

من ۲۳ مصر

صاحب رسول الله صلعم نے جب مسلمانوں کو حکم دیا کہ مشرکین کی لاشوں کو گڑبڑ میں لاکر جمع کریں تو عتبہ بن ربیعہ کی لاش کو لوگوں میں پھینچنے لائے تو ابوہریرہ کو اب کلاستے کو اس حال سے لاتے ہوئے دیکھ کر طال ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے چہرے سے آنا رحل و مال بیچا نہ کر بیچنے لگے کہ اسے ابوہریرہ کیا نکو ایسے ماپ کی طرف سے کچھ نہیں خیال آیا ہے۔ سو میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا ابوہریرہ نے جو حق حقیقت سے جواب میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ تم سمجھ کر اسکی اسلام کی طرف سے مجھے شخص بھیجیں تاکہ میں یہ کچھ اتنا خیال اللہ ہے کہ میرا باپ صاحب لائے محفل صاحب ادب و کمال تھا اور اس کے ان صفات سے مجھ کو ہوشیہ لیا تو یہ تھی کہ وہ اسلام کی جو بیون کو خود سمجھ کر متروک اسلام ہوا نہ تھا لیکن خلا امیدی میں نے دیکھ لیا کہ دولت اسلام سے مشرف ہو چکی وہ جسے بالآخر اسکی کیا نالت ہوئی اور یہ اس کے کا دور پر کیا نتیجہ ہے یہ سنگم آنحضرت صلعم نے ابوہریرہ کے لئے دعائے تیر کی اور اسکو کلمات حیر سے یاد دلا دیا۔

اس کے بعد ابن ہشام بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم عرف کا فرین پر کھڑے ہوئے اور عبرت انگیز انداز و طریقہ سے گویا مقتولین مشرکین کو مخاطب کر کے یہ کلمات عبرت ارشاد فرمائے۔

اے آقا و گان چاہ اتم ایسے ہی کے لئے کیسے جسے عزت اور قدر مند نامت ہوئے تم نے مجھے ہٹلایا اور غیر لوگوں نے میری نصرت کی۔ تم نے مجھے گھر سے کال چھینا اور غریبوں نے مجھے تباہ دی تم میری قتل پر آمادہ ہوئے غریبوں نے میری نصرت و حمایت کی یہ لکھ کر

یا اهل القليب دش عتبه السی کفر لم یحکم کما یقولون و صدقنی الماس فاخر جتونی و لوانی الماس و قالتمونی و صدقنی الماس تیر قال و حدیث صا و حدیث و دکر حقا ۲۳ جلد دوم طری ۱۳۶

آپ نے فرمایا۔ تم ملاحرہ امر لگے جس کا خدائے تم سے سجادہ و دربار تھا۔

اسیرانِ بدر کے ساتھ | ان امور سے فراغت فرما کر جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیدیانِ قریش کی طرف متوجہ ہوئے  
ترجمانہ سلوک | پہلے وہ ایک ایک کر کے شمار کئے گئے جو ابنِ ہشام کی تعداد کے موافق تینتالیس تھے جن میں آنحضرتؐ

کے عم محمدؐ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلبؓ، رادہؓ بن عقیلؓ بن ابی طالبؓ اور نوفل بن حارث بن عبدالمطلبؓ اور ابو  
العاصؓ شوہر حضرت زینبؓ بھی داخل تھے۔ سر دست ان لوگوں کا اس وقت کوئی تصفیہ نہ ہوا تھا اس سبب نہ سمجھا گیا بلحاظ  
وخیال قرابت کو تھی۔ تمام اسیروں کو دو دو چار چار کر کے انصار و مہاجرین کے سپرد کر دیا گیا کہ ہر شخص اپنے ہمراہی قیدی  
کو اپنی حراست میں راحت و آرام سے رکھے۔

رسولؐ کا حکم کافی تھا۔ اور اسلام کی عام ہمدردی کی تعلیم کا مقتضی بھی یہی تھا جو فاتحینِ اسلام نے اپنے  
مقیدین کی راحت رسانی کی خدمات میں اختیار کیا۔ تمام تاریخ و حدیث کی کتابوں کا یہ متفقہ بیان ہے کہ اس وقت کو لیکر  
جب تک اسیرانِ قریش مدینہ میں مہاجرین و انصار کے پاس رہے صحابہ کا یہ برابر قاعدہ رہا کہ گھر میں جو کھانا پکا تھا تو  
قیدیوں کو کھلا دیا جاتا تھا اور خود کچھ پین کھا کر بجاتے تھے۔ ابو غزیہ جو مصعب بن عمیر کے بھائی تھے وہ بھی قید ہو کر  
آئے تھے اور ایک انصاری صحابی کی حوالگی میں دیے گئے تھے وہ جو دیان کرتے ہیں کہ وہ ترک انصاری جب صبح  
و شام کھانا لاکر سامنے رکھتے آپ بھی ساتھ بیٹھ جاتے تو روٹی وغیرہ میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کچھ پین اپنے  
ہاتھوں میں اٹھا لیتے اور کھانے لگتے۔ مجھ کو ان کے اس حکام و اتفاق سے ایسی سہم آئی کہ روٹی کو ہاتھ لگایا نہیں  
جاتا تھا۔ وہ میری حالت دیکھ کر کہتے کہ میں نے تمہیں روٹی ملے دی ہے کہ تم لوگ خورشِ غلہ کے خوگر ہو۔ خلافتِ محمدؐ  
ہم کچھ بڑن کے عادی ہیں کیونکہ ہمارے علاقہ میں کچھ بڑن کثرت سے ہوتی ہیں میں انھیں خوشی سے کھا سکتا ہوں اور  
تم نہیں۔ میں باہم اصرار کر کے روٹیاں انھیں کے ہاتھ میں دیدیتا۔ لیکن وہ منہ و سماعت کر کے بھڑکھڑی کو داپس  
کر دیتے طبری ص ۱۳۳۸

یہ تھی اسلام کی ہمدردی کی تعلیم عام اور علم اسلام علیہ السلام کے احکام و تاکید کی تاثیر۔ اسیرانِ بدر  
ملاحظہ کے لئے پیش ہوئے تو اکثر کے پاس کپڑے نہیں تھے۔ تھے بھی تو جنگ و پیکار کی کشمکش سے پارہ پارہ ہو کر  
پہننے کے قابل نہیں رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خلقِ عظیم ان کی برہنہ تنی کو کب گوارا کر سکتا تھا۔  
صحابہ کو فوراً حکم ہوا انھیں کپڑے پہناؤ تب اپنے اپنے ہمراہ لیجاؤ۔ فوراً حکم کی تعمیل ہونے لگی اتفاق سے حضرت عباسؓ  
کا لباس بھی پارہ پارہ ہو گیا تھا اور کسی طرح استعمال کے قابل نہ تھا۔ اکثر صحابی اپنا کرتہ دینے پر طیار ہو گئے لیکن  
و شواری یہی تھی کہ آپ اس قدر طویل القامت تھے کہ کسی کا کرتہ آپ کے بدن پر ٹھیک نہیں آتا تھا اتفاق سے عبداللہ بن  
ابی سلول رضی اللہ عنہ نے اپنا کرتہ منگو کر حضرت عباسؓ کو پہنایا تو بالکل ٹھیک آگیا۔

امام بخاری لکھتے ہیں عبداللہ بن ابی سلول کو اپنے کرتک کفن جو عنایت فرمایا گیا تھا وہ اس کے اسی احسان کا معاوضہ تھا۔ - محدثی ص ۴۲۲

انھیں قیدیوں میں عرب کا شیریں زبان اور سحر الیسان شاہ سہیل ابن عمر بھی شامل تھا یہ شخص تمام عرب میں آنحضرت مسلم کی مخالفت پر اپنی خوش بیانی سے نئی نئی تقریریں کیا کرتا تھا جب یہ شخص سامنے لایا گیا تو حضرت عمرؓ کو طیش آگیا فوراً عرض کی کہ یا رسول اللہ! اس مریدہ وہن کے دونوں نچلے دانت اوکھڑا لئے جائیں کہ اسکی آواز عرب دار اور قمریہ بیکار ہو جائے۔ اس پر محمدؐ نے ارشاد فرمایا ہے عمر اگر میں اسکا کوئی عضو کھڑوں (مثلاً کھڑا کرنا) تو یاد رکھو اگر عہدین نئی برحق ہوں اور معصوم لیکن خدا نے فقہ اسکے بدلہ میں میرے اعضا بھی کھا ڈرے گا۔ طبری ص ۱۳۴۲

ابھین سہیل ابن عمر کی نسبت تار بخون نے بھی لکھا کہ بتلادیا ہے کہ یہ حضرت ام المومنین سہوہ کے عزیزوں میں تھے یہ سہیل ابن عمر کے آگے اور ان کے محمدؐ کی نظر میں برتری اور ان کو اس صورت سے دیکھا کہ ہاتھ پاؤں بندھے ہیں قوا یک شجا عاتہ لکھ میں مدیسا ختہ کما و انھیں کہ تم نے یا شکستہ عورتوں کی طرح بیڑیاں توہن لین مگر تم سے یہ ہوسکا کہ مردانہ وار تلوار لیکر میدان جنگ میں کٹ مرنے۔ ان ہام جلد دوم ص ۲۳

تاریخ و دیگر کا متفقہ بیان ہے کہ ان تمام انتظاموں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ رات (۱۸ محرم) رمضان کی شب) وہیں خلیگاہ مدرین صوف کی۔ طبری کا بیان ہے کہ ان تمام امور انتظام سے فراغت فرما کر حبیب آپ فرش خواب پر آرام فرمانے لگے تو اپنے ہم عمر حضرت عباس بن عبدالمطلب کے کراہنے کی آواز سنی دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ ہاتھوں کے بندہ تھے اسے انھیں تکلیف ہے۔ آپ یہ سنکر تھوڑی دیر تک خاموش رہے لیکن قلب مبارک یحییٰ رہا اور یحییٰ سے نیت نہ آئی صحابہ جو خدمت میں حاضر تھے آپ کو یحییٰ دیکھ کر بے چینی کا سبب پوچھنے لگے تو ارشاد ہوا کہ چچا کی کراہ سونے میں دیتی ہیں نہیں چاہتا کہ محض خصوصیت کی بنا پر اصول عدالت اور معمول مساوت سے تجاوز کروں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اس شخص سے جسکی حرمت میں وہ مقید ہیں میری طرف سے کہ وہ رات بھر کے لئے اونکے ہاتھ کو لہو لے کہ وہ بھی آرام سے سو جائیں اور میں بھی صحابہ فوراً اٹھوں اور اس حوالہ انصاری سے کہ حضرت عباس کے ہاتھ کو لہو لہو لے۔ ہاتھ کے کھلے ہی حضرت عباس نے بھی نیت سے آنکھیں بند کر لیں اور رات بسر فرمائی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سو گئے۔ طبری ص ۱۳۴۱

زنگاہ بدر سے مراجعت | دوسرے دن زنگاہ بدر سے کوچ ہوا منزل رواجہ میں بدر سے واپسی میں آخر منزل اور مدینہ سے مدینہ منورہ میں داخلہ | آئے ہیں اول منزل مرقی پہونچ کر حضرت عبداللہ بن الحارث بن عبدالمطلب نے استقبال فرمایا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے اس شہید راہ خدا کو وہیں فوج فرما دیا گیا۔ اور یہ بزرگ اسوقت تمام نبی ہاشم میں کپڑا سن تھے اور شہادت کے وقت انکا ہن چونسٹہ برس کی مہینہ کا بتلایا گیا ہے۔ - لورقانی

انکی آخری خدمات سے فارغ ہو کر شکر اسلامی نے کون کیا۔ روانگی سے پہلے زید بن حارثہ کو درود منورہ میں فتح اسلام کی اشاعت و اعلان کے لئے روانہ کر دیا گیا تھا یہ عین اس وقت پہنچے جب حضرت رقیہ زوجہ حضرت عثمان کی میت مدفون کی جا رہی تھی۔ اور تمام مسلمان یکجا موجود تھے۔

زید نے جب غزوہ فتح سبایا تو اسامہ خود انکے بیٹے کا بیان ہے کہ کسی فرد واحد کو اسلام کی اس عظیم الشان فتح کا یقین نہ آیا کیونکہ وہ شکر اسلام کی قلت تعداد کی سامان محاربت اور خلاف انکے قریش کی کثرت فوج اور ساز و سامان کی افراط سے خوب واقف تھے اسامہ کہتے ہیں اور تو اور لوگ تھے مجھ کو جو اپنے باپ کے بیان پر اعتبار نہیں آیا تو میں نے پھر وہ بارہ اون سے پوچھا کہ کیا آپ سچ بیان کہتے ہیں کہ شتر سرداران قریش مارے گئے اور تینتالیس اشراں کھائے تھے۔ ہو کر مدینہ آ رہے ہیں اور کل صبح تک داخل شہر ہو جائینگے میرے باپ نے میرے اور تمام حاضرین کے مونہ پر شرعی قسم کھائی۔ تاہم اکثر لوگوں کو احتمال باقی رہا اور وہ یہی کہتے چلے گئے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ روضۃ الاحیاء تیرائی ۳۳۷ دوسرے دن مہکب رسالت کا شہر میں داخلہ تھا۔ شخص نے فرط مسرت سے جاگ رات کاٹی۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی تمام اہل اسلام فریضہ سحری سے فارغ ہو کر درود پڑھتے ہوئے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے بیرون شہر جمع ہوئے۔ بعض مشائخ چاہے اپنی عدیت تک ایک میل آگے بڑھ گئے۔ دن بکھتے بکھتے کو کبیر رسالت جو وہ اسلام کے ساتھ نمودار ہوا جانہیں سے نعرے تکبیر بلند ہوئے جب تک کہ اسلامی قریب آگیا تو معتقدین فرود آؤ اقداموس رسالت ہوئے اور مجاہدین سے دعا لے کر مصافحہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب میں داخل شہر ہوئے۔

یہاں بھی مسلمانین کی وہی کثرت تھی ہر عقیدت مند شرف قدمیوں سے شرف و ابرین حاصل کرنا جاتا تھا اور وہ خلیفہ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی قدر مراتب شخص کے اہم عقیدت کے جواب میں اپنی طرف سے انکی تصدیق و تحسین و عقیدت فرماتا جاتا تھا۔

تائید غیبی کے اس نشان میں دو چار صحابہ آپس میں ملکر توقعات جنگ کا تفصیلی ذکر کرنے لگے ایک مجاہد اسلام نے اپنی سرگزشت و دیدار واقعات بیان کر کے کہا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں خود نہیں معلوم ہمارا فتح کیونکر ہوئی۔ ہم تو سمجھتے ہیں کہ ہمارا یہ فتح و کامیابی ہمارا زور و قوت یا سہی و کوشش کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ محض تائید غیبی تھی اور شہیت آلہی کی تفویض تھی۔ ثبوت میں ہمارے مشاہدات یعنی موجود ہیں اور وہ یہ ہیں کہ میدان جنگ میں ہم اپنے مقابل پر جب حملہ آور ہوتے تھے تو آپاں انہوں سے دیکھتے تھے کہ قبل اسکے کہ ہم اپنی تلوار سے اوسے قتل کریں اوسکو مقتول پاتے تھے اور اگر کوئی مقابل تاب مقابلہ نہ لاکر سامنے سے بھاگ جاتا تھا اور ہمارا کواکب کواکب کرتا ہوتا تھا تو ہمارے پہنچنے سے پہلے ہم اوسکو زمین پر چودہ پاتے تھے حالانکہ ہم مقابلہ والے معاملہ میں کسی مارنے والے کو دیکھتے تھے اور تعاقب والے واقعہ میں دشمن کا کوئی قاتل ہمیں کھائی دیتا تھا۔ اسی طرح کفار کے قید کرتے وقت معاملات پیش آئے۔ جس مفرد کے پکڑنے کے لئے ہم دوڑتے تھے پہنچنے سے پہلے



ہم اسکو وہاں دست و پا بستہ پاتے تھے اکثر یہ ہوتا تھا کہ ہم اپنے سے دوڑے اور سگھٹے پہلو امان فریٹ کو ملا کھٹ مٹھ کر لیتے تھے جیسے کوئی اونکے قید کرنے میں جلدی معاونت اور مشارکت کر رہا ہے۔

ان لوگوں کے عقل و بیان کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن رہے تھے۔ آپ ان کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمانے لگے۔ وہ ملائکہ مقررین تھے جو تمہاری نصرت و حمایت کے لئے خدا کے سہماہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل طور پر نازل فرمائے گئے تھے۔ طبری صفحہ ۱۳۳-۱۳۴ اس بنام جلد دوم ص ۲۳

قرآن مجید ان مشاہدات کا احاطہ اور ان الفاظ میں شاہد ہے۔

اِدْنِیْطِیْعَتُوْنِ رَّسُوْلًا وَّاسْتِجَابْ لِّکُمْ اِلٰی مَا کُنْتُمْ  
یَاْلَیْفُوْنَ اَلْمَلٰٓئِکَۃُ مُرْصِدُوْنَ ۝  
وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِدُرُودٍ اَوْ اَمْرٍ اَدْنٰی ۚ  
فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّکُمْ تَشْكُرُوْنَ

اب تم اپنے خدا سے فریاد کر رہے تھے اوس نے تمہاری سُن لی  
(اور کہا) میں تمہاری مدد لگاتا ہوں اور فرشتوں سے کرونگا۔  
یقیناً خدا نے مدد کے دن تمہاری مدد کی حسب تم کرو رہے تھے تو خدا  
ڈرو تاکہ تم گمراہ نہ جاؤ۔

شبلی صاحب نے ان واقعات کو عملاً مرفوع القلم فرمادیا۔ کیونکہ یورپین محققین کی تعریف کے خوف سے اور نیز اس خیال سے کہ ان واقعات کے لکھنے سے آپ کی تالیف فلسفہ تاریخی کے معیار سے نیچے اور آئے گی۔

افسوس ایک اسلامی مؤلف عیسائی مؤلفین کی تعریف اور عیسائی تالیفات کی عدم تقلید کی دہشت سے کانپا ہوا ہے ایہ سلف صالحین کی تقلید و اتباع کا قلاوہ اپنی گردن سے اتارے بھیسکتا ہے۔ اور اس بندہ خدا کو ذرا خیال نہیں آتا کہ ان واقعات کے استقلا و احذف سے عیسائی مؤلفین اور ان کی تالیفات کی یوری تقلید تو ہو جاتی ہے لیکن اسی کے ساتھ قرآن مجید کی تکذیب بھی ظاہر ہو جاتی ہے نفوذ باللہ۔

اور اگر یہ سبب خاص نہیں ہے تو یہ یاد ہو جائے کہ آپ کی تمام قدیم تاریخ۔ سیرت۔ حدیث۔ تفسیر کی کتابوں میں یہ واقعات موجود ہیں اور آپ کا خدا بھی اپنے کلام پاک میں اسکی واقعیت اور حقیقت کی تصدیق کرتا ہے اور آپ کا رسول رحمت بھی عین موقع پر ان واقعات و مشاہدات کے بیان کرنے والوں کی توثیق فرماتا ہے تو پھر آپ کے لئے ان واقعات کو بیان کرنے سے کون شے مانع آتی ہے؟ کیا آپ با آپ کی طرف سے کوئی مرد مسلمان آپ کی اس فرود گذشت کیلئے کوئی وجہ معقول اور کوئی عذر قابل قبول پیش کر سکتا ہے۔

شبلی صاحب کی حیلہ القلم کی حقیقت کا ہم تمام ایسے مقامات پر یورپین انکشاف کرنے جاتے ہیں اور یہاں بھی ہم کو وہی ہر درت لاحق ہو شبلی صاحب کو کمال احتیاط کا ان واقعات کو اصلی کتاب سے کال پھیکا اور اساتذہ گناہ بھی اسکا ذکر نہیں آنے سوا اسلئے کہ روایات کو ذکر نہ کر سوائے کی فلسفہ تالیف کی گستران ہوتی تھی۔ لیکن اوسى روحانیت کی حقیقی قوت کا زبردست ہاتھ ایسا قوی تھا کہ جسے آپ ہی پر دست و قلم و آب کی اسی کتاب میں لکھوا ہی چوڑا۔ ملاحظہ ہو سیرت البیہ جلد اول کے صفحہ ۲۴۴ پر یہ سرخی

تائیم کی گئی ہے۔ خود بدر کا بیان قرآن میں تمام آیات قرآنی جن میں بدر کے حالات مذکور ہیں لکھے گئے ہیں اور ابن مرقہ مالک و دون آئین موجود ہیں۔ اس ترتیب سے کہ آیہ اول قوصفہ ۴۶، سطر ۱۳ میں مرقوم ہے اور آیہ دوم صفہ ۴۹، سطر ۱۶ میں سطر ہے۔

آپ قرآن مجید سے ان روحانی مشیت و حمایت کے ثواب تو قفل کرتے ہیں لیکن او کو اپنے سلسلہ بیان میں لکھنا نہیں چاہتے گویا لغوۃ باللہ! انکی اصلیت اور واقعیت آپ پر مشتبہ ہے اس صورت حال کو شاید کرنے کے بعد کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کسی سچے اور دیندار مسلمان مولف کی یہ شان تخریب ہے اور عزت و ان تالیف الاحول والاقوة۔

ادب پر بیان ہو چکا ہے کہ عقیدین و قریش دو دو چار چار کر کے پہلے ہی مہاجر و انصار کی سیرگی و حرارت میں فیہ لکھے گئے تھے صرف وقتی انتظام تھا۔ یہیہ منورہ میں تشریف لاکر عقیدین کے خاطر خواہ انتظام کی طرف توجہ فرمائی گئی۔ انہیں سے صرف دو آدمی عقیدین میں عطا اور نصر بن الحارث و احمہ مدینہ سے پہلے ہی قتل کر دیے گئے تھے اور ان دونوں شہر انفسون کی علمی نزاکت کا اعلا ہونے کی بنا کے مقابل میں کچھ نہیں تھیں انکی صفہ انگیزان اتنی بڑے نہیں تھیں کہ انکی نیاک استیون سے دنیا کو بہت جلد پاک و صاف کر دینا ہی امن ملک اور امان قوم کے لئے مفید و مفید ہی تھا۔

مافیہ سیرون کے معاملہ میں صحابہ کا استمراج لیا گیا۔ حضرت انوکر نے صلاح دی کہ عرب کے قدیم دستور کے مطابق قیدیہ لے کر چھڑ دیے جائیں۔ حضرت عمر نے نہایت سختی سے اس رائے کی مخالفت کی اور کہا سب کے سب قتل کر دیے جائیں اس خصوصیت کے ساتھ کہ عمار کو قتل کر دیا گیا اس طرح ایک مہاجر اپنے دوسرے عزیز کو اپنے ہاتھ سے قتل کر کے یہ ثابت کر دے کہ حصول اسلام کے بعد کفار و مشرکین کے ساتھ بھوک و تڑپ و خصوصیت کی رعایت قائم نہیں ہوتی حضرت عمر کی رائے استیصال کفر کی بنا پر نہایت شدید تھی اور اصول اخلاق و عزت سے بہت بعید اس رائے انکی رائے سے اتفاق نہیں کیا لہذا بحکامات انکی حضرت ابوبکرؓ کی صلاح کو اپن کر کے عقیدین کو قیدیہ لے کر چھڑ دیے جانے کا حکم دیا گیا۔ ملک و قوم کے قدیم دستور و آئین کے مطابق حکم پاتے ہی عقیدین اپنے قیدیہ لے کر ہاتھ پر لے کر مال رہا ہوتے گئے اور اپنے اپنے مقام و مسکن کو واپس ہوتے گئے۔ جبکہ یاس و قوم موجود نہیں تھی انہوں نے اپنے انورہ کو رقم قیدیہ لے کر طلب کیا اور انکی آمد تک یہ لوگ ٹھہرے رہے۔ جو لوگ عقیدین میں بالکل نادار تھے اور کسی طریق سے رقم قیدیہ نہیں لے کر آتے تھے لیکن بڑے پنے لکھنے کی صنعت جانتے تھے ان لوگوں کے لئے یہ حکم خاص نافذ فرمایا گیا کہ یہ صحابہ کو جو لکھنا پڑنا نہیں جانتے فن کتابت تعلیم کریں اور تعلیم کتابت پوری کر دینے کے بعد وہ رہا کر دیے جائیں اور انکی ہی خدمت اور کفایت قرار دی جائیگی۔ اس تجویز سے بہت سے مہاجر و انصار نے خوش ہوئے اور ان لوگوں فن کتابت حاصل کر کے لکھنے پڑھنے میں پوری مہارت پیدا کر لی۔ یہیہ بن ثابت و غیرہ انہیں لوگوں میں تھے۔

حضرت عباس کا قول اسلام | انھیں فدیہ دینے والوں میں حضرت عباس بن عبدالمطلب بھی تھے۔ یہ بزرگ رسولناہی ہاشم میں  
جیسے خوشحال تھے وہ شخص کو معلوم تھا ان سے فدیہ لینے کے لئے حب اکھڑت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفادہ کیا گیا  
تو ارشاد ہوا کہ ان سے بیکار رجا فرمائیے عاتق بن ابی طالب کا بیٹا عقیل بن ابی طالب کا بیٹا ابی طالب کا بیٹا ابی طالب کا بیٹا  
یعنی عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب کا جو تھے انکے حلیف عقبہ بن حمزہ کا حضرت عباس اس حکم سے چاہیں کہ میں  
اور کما کہ میں تو مسلمان ہوں مجھے فدیہ کیا۔ ارشاد ہوا کہ ابی طالب کا حاکم خدا کے سوا دوسرا نہیں جان سکتا اسوقت نظر  
آپ کفار کے شریک تھے اور انھیں کے ساتھ اسیر ہو کر آئے ہیں یہ کہ حضرت عباس ابی طالب کے پاس اسوقت تو کچھ بھی موجود  
نہیں ہے کیا تم کو گوارا لارو گے کہ تمہارا چچا اپنی ناداری اور تلکدستی کی موجودہ حالت میں اداۓ فدیہ کیلئے دوسرے لے آئے  
حضرت سوال پھیلانے۔

جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چچا حقیقتاً افضل خدا سے کسی وقت اور کسی مقام میں نادار  
نہیں کہے جاسکتے ابھی تو آپ کے پاس ایک رقم تیرہ اوس ملا کی ہے جو کرے سے چلتے وقت اقام العقیل کی تحویل میں  
یہ لکھ رکھو ان کی جگہ اگر آپ ڈرائی سے واپس نہ آئیں گے تو وہ اس کے اولاد کے چاروں بیٹوں میں تقسیم کر لیا جائے گی  
یہ سنتے ہی حضرت عباس کا چہرہ زرد ہو گیا اور اسی بہت وجلال کے خاص عالم میں کہنے لگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا  
شاہد ہے کہ میرے اس راز سے سوائے میرے اور تمہاری چچی کے کوئی دوسرا مطلق واقف نہیں تھا یہ تمہیں کس نے  
خبر کر دی۔ یہ لکھ کر اسی جلال و سطوت روحانی کی عین حالت میں حضرت عباس بے اختیار لکھا اور دیکھے استمدان  
لا الہ الا اللہ و استمدان محمد رسول اللہ انکے اقرار شہادت پر مسلمانوں کی موجودہ جماعت میں تکبر کے متواتر نمونے  
ملندے ہوئے اور تکبر کی آوازوں سے سارا مذہب گونج اٹھا

حضرت عباس کے ان حالات کے متعلق مینا اور اضافہ کیا گیا ہے کہ حضرت عباس نے اپنے فدیہ کے وقت چاہیں  
اوقیہ (اوقیہ بمقدار ایک جو ہلا) مسلمانوں نے ان کی گرفتاری کے وقت لے لیا تھا رقم فدیہ میں محسوب کرنا چاہا مسلمانوں نے  
مُخرادینے سے انکار کیا۔ آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ معاملہ پیش کیا گیا آپ نے حضرت عباس سے کہا کہ وہ رقم  
خدا کی طرف سے غنیمت میں مسلمانوں کو عطا ہو چکی ہے۔ نصاب و حساب فدیہ میں محسوب نہیں ہو سکتی بطریق ۱۳۴۵  
یہ جن رسالت کے عبادانہ اور غیر جانبدارانہ احکام جو ہر طریقہ اور ہر قرینہ سے اصول عدالت اور سادت پر

مبنی ہیں۔

ادای فدیہ کا ایک درواگیر | اس سے بڑھ کر فدیہ کا ایک اور دروازہ آگیا واقعہ ہے اور لکھا جا چکا ہے کہ گرفتاری میں ابو العاص حضرت  
واقعہ ابو العاص کا اسلام | رتبہ کے متوجہ بھی تھے جب انکے جائزہ کی نوبت آئی تو ان کے پاس فدیہ دینے کے لئے کچھ

۱۵ اور سارے صوفیہ و تحفہ علی صاحب فہمی و حسن رویہ

کھی ہو رہی تھی۔ حضرت زینبؓ کی یہ یقین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے پاس کھلا بھیجا کہ تمہارے فدیہ کا انتظام کر کے بھیج دو کہ وہ رہا کر کے گھر واپس کر دیے جائیں۔ حضرت زینبؓ کا سیاہ ہوا تھا تو حضرت خدیجہؓ نے انکو ایک ہار جہیز میں دیا تھا۔ سر زینبؓ نے وہی ہار بھیج دیا جبوقت وہ ہاضور میں پیش کیا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوڑا پہچان لیا۔ جناب خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کی صورت اور اس محسوس بخل اور دنیا کی تصور بالکلیوں کے سامنے گھوم گئی اور اس محترمہؓ نے فرمایا کہ اگر کے بیاحتہ حرم مبارک میں آنسو پڑا آئے۔ اسی عالم خاص میں درو آمینہ ناز سے صحابہ سے سختی خطاب ہو کر ارشاد ہوا۔ اگر تم مناسب سمجھو تو میری گومان کی دی ہوئی چیز واپس کر دو سب نے متفق لفظ ہو کر عرض کی کہ ضرور واپس کر دیجائے اور ابوالعاص بھی رہا کر دیے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

الغرض ابوالعاص رہا ہو کر مکہ آئے حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیا۔ اتفاق یہ کہ حمل سے یقین ظالم قریش نے ہارے میں قراحمت کی رات میں سواری روک دی۔ عبا زینبؓ ایک ظالم نے انکی حمل پر اس زور سے تیرہ مارا کہ زینبؓ کی وہمک سے انکا حمل ساقط ہو گیا لیکن یہ غریب اسی حالت میں ظالمین سے جان بچا کر کسی نہ کسی طرح مدینہ میں پہنچ کر جمع کی گئیں۔

ابوالعاص کا رو ماری آدمی تھے کہسے بغرض تجارت شام چلے گئے وہاں سے مال تجارت بیکر لے کر مدینہ پہنچا۔ مسلمانوں کے ایک دستہ نے گرفتار کر لیا اور ایک ایک کر کے انکا سامان آپس میں تقسیم کر لیا۔ ابوالعاص نے پھر مدینہ میں آنحضرت زینبؓ کے پاس پناہ لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر صحابہ سے کہہ کر انکا تمام مال واسباب انھیں واپس کرا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ متواتر اخلاق و اشتیاق مراحمۃ ابوالعاص کے لئے تازیانہ ہو گئے۔ ابوالعاص مدینہ سے پھر مکہ میں آئے اور تجارت کے شریک کو حساب و کتاب بجا کر پھر مدینہ کو واپس ہوئے تو اب علی الاعلان قریش سے کہتے آئے کہ میں ابی بار مدینہ سے مکہ میں جا ہوا اسی لئے آیا تھا۔ کہ تمہارے حساب و کتاب تمہیں سمجھا دوں اور تمہارے مطالبات صاف کر دوں تاکہ تم لوگ یہ کہو کہ تمہارے روپیہ کے قحاضہ کے خوف سے ابوالعاص مدینہ میں جا کر مسلمان ہو گیا۔ یہ لکھ کر مدینہ میں آئے اور حسب الامر شرف باسلام ہو گئے۔ طبری ص ۳۸۸

حارثہ کی معرکہ اناراک حکم فدیہ کے متعلق جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ سے مشورت اور حضرت ابو بکرؓ عتہ کی معرکہ حضرت عمرؓ کی مخالفت رائے۔ ہم اور کچھ بچے جن علماء سے حدیث میں نے اور انکے دیکھا و لکھی ہو یہیں اور سیرت کے مؤلفین نے بھی صرف ثورنی کی اہمیت اور حضرت عمرؓ کی اصابت رائے کی خصوصیت کے ثبوت و ثمود قائم کئے۔ جانکی غرض خاص سے اس واقعہ کو حواہ خواہ ایک معرکہ اناراک مسئلہ بنا کر کہا ہے اور چونکہ اس کے متعلق قرآن مجید میں دو آیتیں خطاب ہدایت انگیز کے انداز میں مرقوم ہیں جن سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ مجاہدین اسلام کو استیصال کفار کے مقابلہ میں عمل عقبی تھا حصول غنیمت اور وصول مدینہ کی طرف جس سے لوٹ دنیا طمع ملی انھیں نفسانی معدوم ہوئے ہیں

متوجہ ہونا نہیں چاہتا تھا پہلی آیت یہ ہے۔  
مَا كَانَ لِشَيْءٍ أَنْ يَبْلُغَ لَكَ الْهَرَمَ هَٰذَا هِيَ حَتَّىٰ يَبْلُغَ  
الْأَرَمَ

دوسری آیت یہ ہے۔

كُلُّ مَا كُنَّا مِنَ اللَّهِ سَائِلِينَ كَسْتُمْ لِيَوْمِئِذَا أَخَذَ اللَّهُ  
عَذَابًا عَظِيمًا فَكُلُّكُمْ لِيَوْمِئِذَا عَذَبَ كُلَّ قَلْبٍ

کسی بھی کو حارمیں کہ نسب پر اجماعی طرح حرم بری کئے ہوئے  
لوگوں کو قیدی مائے۔

اگر خدا کا فرشتہ پہلے سے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے وہ  
خدا سے نازل ہوتا پس جو تم نے لیا ہو کھاؤ کہ تمہاری لئے حلال ہے

ان دونوں آیتوں کے آغاز مقدمہ پر غور و تمس سے نظر فرما کر اور آخر حکم جو ارکے الفاظ و معانی سے قطع نظر کر کے  
علما و محدثین نے عمومات اور انہیں بھی صحاح کے حضرات مولفین نے خصوصاً اصول تھانہ کی بنا پر امر شوری کی عظمت  
اور صحاح کی اصابت اسے کے انکار و اثبات کی غرض خاص سے بلال الحافظ دامین از نشان رسالت اور اقتدار نبوت جیسے جیسے  
موضوعات و مضوعات میں ذکر و فرمایا کئے ہیں وہ اذہین کی کتابوں میں دیکھنے کے قابل ہیں اور اپنے حد درجہ کافی  
قابل تحسین و تعقل اذہن و قیاس مندرجہ بالا واقعات شریعے بالصحاح اور اقوال و اسے صحابہ (حضرت ابوبکر و حضرت  
عمرؓ) کو ان آیتوں کے الفاظ قرآنی سے تطبیق دی ہے۔ وہ حقیقت میں نگاہوں میں ایک مصحح (مکیر سعی) کو کوشش  
سے زیادہ نایاب نہیں ہوتی۔

افسوس ہے کہ ان موضوعات کی تفصیل ہمارے مقاصد تالیف سے بالکل علیحدہ ہے اسلئے اسلئے ایک مقتدا نہ  
تفصیل سے ہم بیان بالکل مجبور ہیں لیکن چونکہ پہلی صاحب نے بھی تقلید اسلاف اور استحضار عقاید کے اصول  
اس مسئلہ کو اگرچہ بمقابلہ دیگر محدثین کے نہایت اعتدال و احتیاط سے لکھا ہے اسلئے ہم کو کسی قدر اس کے انکشاف کو دینے  
کی مجبوری ہوئی۔ ہم پہلے شعبہ صحابی عبارت سیرۃ النبیؐ و ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد تعقیباً انکشاف  
حقیقت پیش کریں گے۔

عام روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں اگر صحابہ سے مشورہ کیا کیا یہ ان جنگ و معاملہ میں  
کیا کیا جاوے حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کہ سب اپنے ہی عزیز و اقارب ہیں خیر کیا بیکر چھڑا دیے جائیں لیکن حضرت عمرؓ  
کے نزدیک اسلام کے معاملہ میں دوست دشمن عزیز و بیگانہ اور قریب و بعید کی تمیز تھی اس لئے انھوں نے یہ لای می  
کہ سب قتل کر دیے جائیں اور ہم میں شہر خراب سے عزیز کو آپ قتل کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق اکبرؓ کی  
اسے سب بند کی اور قیدی لے کر چھوڑ دیا۔ اس پر خدا کا عتاب آیا اور یہ آیت اتری۔

اگر خدا کا دوست پہلے سے نہ لکھا جا چکا ہوتا تو جو کچھ تم نے لیا ہے وہ  
خدا سے نازل ہوتا۔

كُلُّ مَا كُنَّا مِنَ اللَّهِ سَائِلِينَ كَسْتُمْ لِيَوْمِئِذَا أَخَذَ اللَّهُ  
عَذَابًا عَظِيمًا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کے درمیان یہ واقعہ پیش آیا۔

یہ روایت تمام تاریخوں میں مذکور ہے اور احادیث میں بھی موجود ہے لیکن سبب عتاب کے بیان میں اختلاف ہے۔ ترمذی میں جو روایت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اس وقت تک مال غنیمت کے متعلق احکام نہیں آئے تھے عرب کے عام دستور کے مطابق صحابہ غنیمت میں مصروف ہو گئے اسی عتاب آیا لیکن چونکہ اسکے متعلق پہلے کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا اس لیے یہ جرم معاف کر دیا گیا اور حکم آیا کہ مال غنیمت جو ہاتھ آچکا حلال ہے۔ قرآن مجید میں عتاب بعد یہ الفاظ ہیں۔

فَكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِمْ حَتَّىٰ يَخْرُجُوا مِنْ دَارِهِمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ

تو تم سے لے لیا ہے اب کھاؤ کہ حلال و طیب ہے۔

اس آیت میں تصریح ہے کہ مال جو ہاتھ آیا تھا وہ حلال کر دیا گیا اور وہ مال غنیمت تھا۔ نفل صحیح مسلم اور ترمذی دونوں سے ثابت ہے کہ عتاب فدیہ لینے یا مال غنیمت کے لوٹنے پر تھا صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں۔

جب عتاب کی آیت نازل ہوئی تو آپ روتے لگے۔ اور جب حضرت عمرؓ نے سبب گریہ دریافت کیا آپ نے فرمایا۔

اَللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی اَصْحَابِہٖ مِنْ اَحَدِهِمْ اَلْهَدٰی اَنْہوں نے جو دین لیا اور اُس پر جو کھیر کر لی اس پر ہوا، غلامی سے لوگوں نے یہ سمجھا کہ اسیرانِ جنگ کو قتل کیوں نہیں کر دیا۔ چنانچہ لوگوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ يَّكُوْنَ اَمْرًا لِّمَنْ شَاءَ ثُمَّ يَتَّخِذُ فِیْ ذٰلِكَ فُرْقًا

کسی نبی کو یہ ممانہ نہیں کہ بعد ازیں طرح جویری کو لوگوں کو قید کرائے۔

لیکن اس آیت کا صرف یہ حاصل ہے کہ میدانِ جنگ میں جب تک کافی خونریزی نہ ہو چکے قیدی نانا ماننا سہین ایسے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اگر خونریزی سے پہلے لڑکر مار کر لئے گئے تو لڑائی کے بعد بھی قتل کئے جاسکتے ہیں۔

(سیرۃ النبی جلد اول از صفحہ ۵۴۱-۵۴۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بڑے حرم و احتیاط سے اس بحث کو لکھا ہے لیکن تقیہ اسلاف حق تعالیٰ سے خطاب اور حمایت صحاح سے مجبور تھے تمام اعتراضات مخالفانہ میں سے صرف ایک تعریض کا جواب دیا وہ ترمذی میں مستثنیٰ سے تعلق ہے دیکھو اور وہ بھی اتنے طولانی استدلال کے بعد بھی بناء علی الاحتمال دے گیا اس لیے آپ کی اتنی جفا سے سوائے مائل بالکل بیگناہی۔

آپ کی تفصیل و تصریح سے نہ ان آیات کے اصلی معانی شان نزول ثابت ہو سکی نہ عتاب خدا کی اصلی وصیہ معلوم ہو سکی اور نہ یہ تحقیق ہو سکا کہ اگر یہ واقعہ حقیقتاً عتاب تھا تو صرف عوام اہل اسلام جو جاہل مسئلہ تھے وہی سہما مجرم و ملامت تھے یا (نفوذ اللہ) رسول بھی۔ تو نزولِ آیت کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ بیٹھا روتا ہوا بیان کیا جاتا ہے، اس سے تو



معلوم ہوتا ہے کہ (معاذ اللہ) وہ بھی ضرور داخل تھا۔ ورنہ اس گریہ بے سبب اور بےقراری دنازی بلا وجہ کیسی اور کس لئے۔

ہم سے سنیئے یہ تمام بیانات متعلق لکیر رسولؐ سرایا اتھام ہیں۔ یونہی کیوں؟ تو عیدہ فوراً آتی ہے اول تو اس آیت دانی دہا کیو خواہ مخواہ خطاب عتاب سمجھنا ہی عقل کی خوبی ہے۔ کیا اول بین حرت ہدایت کا خطاب ہے۔ عتاب ہے نہ عتاب ہے؟

ارباب احادیث و تفاسیر باصحابِ سیر و تاریخ تو ابھی اپنے اپنے مقام پر ہیں خود الفاظ قرآنی اسکے قطعی خطاب ہدایت پہ نیکے شاہد ہیں اور لکھا کتاب من اللہ کے الفاظ شریطین صاف تصریح موجود ہے کہ فیصل جو مجاہدین اسلام سے وقت عمل میں آیا ہے وہ پہلے ہی سے بجانب اللہ مقدر ہو چکا تھا۔ ہاں الیہ حالت میں کہ اگر یہ خدا کی طرف سے اونکے لئے تمقدر ہوا ہوتا تو وہ البتہ وہ نرا اور عتاب تھے۔ تو اذاعات الشریطۃ المشرطۃ کے اصول عام کے موافق جب وہ مشط طہی باقی نہیں رہی تو شرط یہ کا ذکر بھی کیا۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ صورت حال تھی تو خدا نے اسکا کیوں ذکر کیا۔ جواب یہ ہے چونکہ خداوندِ کرم کو مال غنیمت کے متعلق دستور قدیم کی امتیخ منظر تھی۔ اور شریعت اسلام میں اموال غنیمت کی نسبت مدایح تحقیق اور مضامین قسم کے جگہ گاہ اصول و قواعد قائم کرنے تھے جنکی پوری تفصیل سورہ انفال میں جو بدر کے بعد ہی فوراً نازل ہوا موجود ہے اس پر پھر خدا سے الہی کا یہ مقدمہ کہ اہل اسلام نصرت اموال غنیمت میں نزول سکوا الہی تاک کا انتظار کریئے مگر وہ خداوند سے واقف نہیں تھے۔ اور نہ اوکو اسکی نسبت حکم اتعاوی وایا کیا تھا اس لئے وہ ایسے دستور قدیم کے مطابق اس پر تصرف ہو گئے چنانچہ اونکی اسی الاصلی کی بار بار اونکی اس فریادداشت کی معافی بھی فرمادی گئی اور اونکے لئے اون اموال غنیمت کا تصرف بھی حلال و طیب فرما دیا گیا۔

چنانچہ امام ترمذی نے جو تصریح کی ہے اور شعلی صاحب نے نقل فرما ہے وہ بالکل صحیح اور فی الواقع ہر اون سے مجھے صرف اتنا ہی اختلاف ہے کہ امام موصوف باوجود ان تصریحات معترفانہ کے بھی ابھی تک اس پر کو آیت عتاب سے تعبیر فرماتے ہیں۔ حالانکہ آپ کے الفاظ تصریحات سے اس کا صرف ارشاد ہدایت ہونا صاف صاف ثابت ہے۔

بہر حال۔ الفاظ قرآنی اور امام ترمذی کی تصریحات (حدیث) دونوں سے ثابت ہو گیا کہ یہ آیت دانی ہالیہ عام اس سے کہ عتاب کے معنیوں میں شمار ہو۔ یا صرف خطاب ہدایت سے تعبیر کیا جاوے۔ اموال غنیمت کے تصرف میں بے احتیاطی و غفلت کر نیکی وجہ سے مسلمانوں کی صرف آگاہی کے لئے نازل فرمایا گیا تھا۔

اس (تصحیح ترمذی) صرف غنیمت کا ذکر ہے۔ نہ یہ کامیوں مذکور نہیں لیکن صحیح مسلم نے غنیمت کو ساتھ فقیر

لینے کو کسی باعث عتاب میں داخل کر لیا ہے اور سخت قہر ہے کہ شبلی صاحب نے محض تقلیدِ اسلاف کی بنیاد پر ترمذی کے نصرتِ غنیمت اور مسلم کی وصولیِ فدویہ دونوں کو عتاب الہی کا باعث بتلایا ہے اور لکھا ہے ”غرض ترمذی اور مسلم دونوں کے ثابت ہے صفحہ ۲۴۲۔ حالانکہ ترمذی کے جو الفاظ نقل فرمائے گئے ان میں فدویہ کا ذکر نہیں ہے پھر آپ تصریحِ فدویہ کو ترمذی کی طرف منسوب کر کے مسلم و ترمذی کی متفقہ تحریر کیسے قرار دیتے ہیں۔ یہ مولف کے لئے کیسی شرمناک جرات ہے آپ مولفانہ تدبیر کے کامل انداز میں صاف صاف لکھ دیتے جیسا اسی صفحہ ۲۴۲ میں اور لکھ چکے تھے کہ امام ترمذی نصرتِ غنیمت کو آیہ عتاب کا باعث بتلاتے ہیں اور صحیح مسلم ایصالِ فدویہ کو یا غنیمت و فدویہ دونوں کو لیکن آپ کی تحریر نے دونوں محدثین مذکورین کی متفقہ رائے بتلائی ہے اور اس طرح اپنی تحریر کو غلط سمجھتا بنا دیا ہے جو الفاظ قرآنی کے بالکل معارض ہے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ بغیر حکمِ خدا و رسول جسکے لئے صحاح کے دو محدثین (ترمذی و مسلم) بیان کر رہے ہیں کہ کئی حکم ان امور کی تصریح کے لئے نہیں آیا تھا۔ چنانچہ اسی وجہ سے اعلیٰ پر اوّلین معافی کی بشارت دی گئی تو ایسی حالت میں اس وقت غنیمت کو فدویہ یا غنیمت میں شمار کرنا محدثین کی خوش فہمی کے سوا اور کیا کہا جائے۔ ان طوابع پر یکبارہ سے اصلی غرض تھی۔ شوری کی اہمیت کی۔ اور ضرورت تھی۔ حضرت عمر کی اصابتِ رای کی او یہ ممکن نہیں تھا کہ بغیر حوالہ قرآن و حدیث کے اسکی بنیاد قائم ہو سکے۔ اس ضرورت سے ان دونوں آیتوں کو استنباط و استدلال کا ماتخذ قرار دیا گیا الفاظ میں تو تفسیر ناممکن تھا۔ ان معانی میں البتہ سب کچھ ہو سکتا تھا۔ اسلئے معانی میں غنیمت کے ساتھ فدویہ کے معنی بھی پہنا دیے گئے۔ جس سے صرف یہ مقصود تھا کہ امر شوری کی اہمیت اور صحابہ راشدین کی راؤن کی اصابت تو کسی طرح قائم ہو جائے۔

باقی رہی حدیث وہ گھر کی بات تھی۔ رواہ کی کمی نہیں۔ محدثین قط الرجال نہیں جتنے موتہ اتنی بات موبد حدیث بھی تیار ہو گئی۔ پھر ایک نہیں متعدد۔ باعتبار تقدیر کے اس وقت یہ حدیثیں متواترات کے درجہ تک بھی بڑھادیں۔ ملاحظہ ہو کتاب الفتن امام ملائنی۔ مکاتیب خوارزمی مطبوعہ مصر انھیں موضوعات کا نمونہ صحیح مسلم کی روایت ہے جسے شبلی صاحب نے اپنا غماز بنا کر نقل فرمایا ہے۔ کہ آیہ عتاب بھی اور تراوی اور (نور بانہ) رسول اکوروا بھی دیا۔ اور اپنی اصابتِ رای کے مشاہدے کی غرض خاص سے حضرت عمر کو عین موقع پر پہنچا دیا۔ قہر تو یہ ہے کہ مہاجرین و انصار کے اتنے کثیر لوگوں میں سے کسی فرد کو حضرت رسول کی نہ اشکباری کی خبر پہنچی اور نہ اونکے ساتھ حضرت ابوبکر کے گریہ و زاری کی اطلاع۔ مگر صرف حضرت عمر کو اطلاع بھی ہو گئی اور وہ عین وقت میں موقع پر پہنچ بھی گئے۔ گویا خدا نے انھیں بھیج دیکھا دیا اور خود غیر صادق کی زبانی اقرار کروا دیا کہ تم اپنی رائے میں درست سمجھتے تھے اور (نور بانہ) ہم اور ہماری سب سے پہلی تصدیق کرینوالے صدیق اکبر بھی۔ غیر صحیح اور نادرست

افسوس ان موضوعات نے اقتدار رسالت ہی کو نہیں مٹایا بلکہ الفاظ و معانی قرآن کو بھی مدد و الٰہیہ مکتوبہ میں کسی لفظ سے خاص ذات جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نکتہ کی خطاب معلوم ہوتا ہے اور نہ اسارہ نہ تصریح ہے نہ تلخیص۔ جو کچھ بھی ہے وہ مسلمانوں سے مال غنیمت کے حصول میں عجلت کرنے کی وجہ ہے اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ نہ رسول اللہ حصول غنیمت میں تبریک تھے اور نہ آپ نے اس کے لئے انھیں کوئی خاص حکم یا تھا پھر رسول اللہ کی گریہ و زاری کیسی تھی۔ اور اگر یہ امت کے ساتھ ہمدردی کا تقاضا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ عمر سے یہ کہتا کہ تمہارے دو بھائیوں نے جو فدیہ لیا۔ اسی پر عتاب اور تڑا اور اسی پر رو رہا ہوں عجیب مہم ہے نفوذ باللہ۔ رسول اتنا بغیر ہے کہ رول وحی کے صحیح اسباب بھی نہیں بتلا سکتا خدا ان صاف عینہم کے لفظ خاص میں صورت مجرم بتلا رہا ہے اور معاذ اللہ رسول اللہ کو اخذ فدیہ کا سبب بتلا رہا ہے۔

ایچا اگر یہی صحیح ہے تو صحابہ تو درکنار نفوذ باللہ خود ذات رسول پر یہ اعتراض قائم ہو جاتا ہے کہ فدیہ لینے والوں کی حضرت ابوبکرؓ رائے اگر خطایہ تھی تو رسولؐ نے اُسے کیوں قبول کیا۔ اور قبول کرنے کے بعد حکم عمل کیوں دیا؟ اس بات پر رائے دینے والے کا صرف ایک قصور اور (معاذ اللہ) رسول اللہ کے دو قصور ظاہر ہوئے اس بنا پر اس خطاب عتاب میں عام امت کے ساتھ (نفوذ باللہ) رسولؐ بھی بد رجہا ولی شامل ہے اس کو گریہ و زاری کی حکم قیود و انابت کرنا چاہتا تھا۔ لیکن آداب بشعار انبیاء سے مرسلین کے خلاف وہ تو۔ واستغفار کی جگہ عام لوگوں کی طرح اضطراب کے عالم خاص میں صرف استکبار ہو رہا ہے اور تڑا و قطار ہو رہا ہے استغفر اللہ ان لغویات کو حقیقت اور واقعیت سے کیا واسطہ یہ تو تھا تراہمیت شور سے اور اصابت رائے حضرت عمرؓ کے قائم کر سکی ترکیبیں ایجا و گیسپی تھیں نہ قرآن سے ان موضوعات کی تطبیق ہوتی ہے اور نہ تبار و اوصاف رسالت سے اتنا کوئی واسطہ اور سروکار ہے۔

ان تمام خود غرضانہ اور نا عاقبت اندیشانہ خوش اعتقادوں کا نتیجہ کیا ہوا؟ امت اسلام میں تعزیت ہو گئی علماء اسلام میں ایک خاص فرقہ ایسا پیدا ہو گیا جو نبی کو محض اور رسولؐ کو جائز الخطا یقین کرنے لگا اور عصمت انبیاء سے قطعاً منکر ہو گیا۔ اس کے جواب میں اور بھی علماء کے جو تیار ہو گئے وہ ان مرویات و لغویات پر اتنا مصر ہو گئے کہ اسی پر کی شان نزول کی بنا پر وحی کو تمام حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق اور نا ثابت کرنے لگے۔ رسالت تو رہی نہیں صحابہ ہی صحابہ کے قلماء اسلام کا دار و مدار رہ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

رئیس المتکلمین امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کو ان علماء و حکماء کے اسلام منکر عصمت انبیاء سے کلام و مناظرے میں جو جو وقتیں پیش آئیں وہ قدم قدم پر انچہ براست۔ ازناست کی ناقابل عبور خلیج حائل کر دیتی تھیں جن حضرات نے اپنی تفسیر کی منفرد جلدوں میں ان مقامات کی سیر کی ہے وہ انکی دشواریوں کو خوب سمجھتے ہوں گے۔ لیکن چونکہ منکرین کا استدلال محض قیاس پر مبنی تھا۔ اور شہود و ثبوت بھی محض ظنی اور متوہمانہ تھے اس لئے امام رازیؒ

۱۔ یکے اتوال واستدلال کی مقول ترویض فرمادی ہے عجیب لطیف یہ ہے کہ منکرین اسی آیت غیبت سے اپنی مخالفاہ بخت کی استقامت کی ہے۔ ہم امام فخر الدین راززی کی اصل عبارت ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

انہ تعالیٰ امر للنسی وجميع قوله يوم بدر يقتل الکفار وهو قوله فاصروا ولا تعاقوا واصروا مہر کل ماں واطاعوا لا من اللوحوب فلتبأوا بقتلواہ سل اسوۃ کان المعصیۃ

### والجواب

عن ابو جرحہ الذہبی ذکر وہ نامیا ان بقول ان الطائفت من قوله تعالیٰ فاصروا فوق الاعناق ان هذا الخطاب ادماکان مع الصحابة لا جماع المسلمین علی اللہ ماکان مامور ان یبأ تفرق الکفار بفسد واداکاں هذا الخطاب مختصا بالصحابة مہر لہما ترکوا القتل واقتلوا علی الاثر ماں الداس صادمۃ اعہمولا عن الرسول ونقل ان الصحابة لما ہرموا الکفار وعلوا مہم جمعا عظیما والکفار فروا دھب القتالہ حللہم وتمعلا وامن الرسول واسر واولئک الا قوامہم لعل الرسول ما قدامہم علی الاثر واول هذا السوال ماں قالوا ھب ان الامر کذلک لکمہم لما حملوا لا ساری الی حصرت فلم یلہیام بقتلہم امتالا لقولہ فاصروا فوق الاعناق قلما ان قوله فاصروا تکلیف مختص بحال الحرب

اسکرین کہتے ہیں کہ حالے رسول ص اور تمام مسلمان کو بدر کے دن کھار قتل کا حکم دیا تھا۔ اور الہا حکم یہ تھے کہ اوں سب کی گردنیں سکھائیے۔ دو۔ اور یہی حکم اس امر کے وجوب پر تھا یہ ہے۔ کہ جب اوں کو قتل نہیں کیا

ملکہ قیدی بنا دیا۔ تو یہ فعل معصیت ہوا

جواب یہ ہے

حد کے اس حکم کی فاصروا۔ الآخر کے طاہری معنی سے جو مقصد اقتراس نکالا گیا ہے تو سمجھ لیا جائیے کہ اس آیت کا اصل خطاب علی الجند یوں صحابہ کی طرف ہے۔ جو محطوی ہے تمام جماعت مسلمین پر جو بذاتِ حاصل کھار کی جرأت یہاں مہر تھے درجہ کہ یہ خطا محض صحابہ کی طرف تھا جب اوں نے قتل کھار چھوڑ دیا اور ان کی گرفتاری میں مصروف ہو گئے تو یہ گناہ اوں سے صادر ہوا نہ رسول ص سے اور صحابہ کہ مقول ہوا کہ جب کھار کو شکست ہو گئی اور اوں کی ایک جماعت کثیر کو قتل بھی کر چکے تھے صحابہ نے اوں کھار کا تعاقب کیا جو گریز کرنے لگے اور ان تعاقب میں وہ رسول ص کے مقام سے ہست دور جا پڑے اور اوں لوگوں کو گرفتار کر چکے۔ اور رسول ص کو اوں کی اس گرفتاری کھار کا کوئی علم نہیں ہو سکا تو اس بنا پر انھیں حضرت صلعم کی ذات سے یہ اعتراض تو اسی مقام سے رائل ہو گیا۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ یہ وہاں سرون کو گرفتار کر کے رسول ص کی خدمت میں حاضر لائے تو ایسے اوں وقت ادائے قتل کا کیوں حکم دیا کہ فاصروا فوق الاعناق کو حکم

کی تعمیل ہو جاتی۔ تو ہمارا جواب یہ ہے یہ آیت اور اس کا حکم حالت مقابلہ و مقاتلہ ہی تک مخصوص کر دیا گیا تھا۔

اب تو امام راززی کی مقومہ بالا عمارت سے معلوم ہو گیا کہ بنیاد صحابیت رکھنے کی تمنا دونوں میں اصل رسالت کی اساس بھی مل گئی اور صحابہ تو ابھی سچے رہے پہلے رسول ص ہی معترضین کی زد پر آگیا۔ معترضین بھی کوئی مخالف قوم نہیں عیسائی نہیں یہود نہیں مسلمان ہی ہیں اور مسلمان بھی معمولی نہیں۔ بڑے بڑے محدثین اور علمائے تحقیق۔ تو اس غلط کوشش

نے صحابہ کی عظمت اور ان کے مدارج سے زیادہ۔ ان کے اقوال و اُراء کی اصابت تجویز رسول سے بڑھ کر و کم لائی جائے اور خواہ مخواہ موضوعات صحاح سے ناست کی جائے۔ بالآخر وہ فساد پیدا کیا کہ علمائے محدثین میں قاتلہ جنگی شروع ہو گئی اور خواہ مخواہ رسول کی عصمت و تقدیس پر اعتراض ہونے لگے اور ایک فرقہ اسلامی من رسول جائز الحظافرا دیا گیا۔ امام فخر الدین رازی کی اسی عبارت سے یہ بھی صاف صاف ظاہر ہو گیا کہ اس عقاب کا خطاب مخصوص صحابہ سے ہے اور یحییٰ نے خلاف منشاء سے حکم خدا کیا اور گمراہ گار ہوئے اور وہی اس عقاب کے مستحق و مترادف تھے اس عبارت سے صحابیت کی اصل تقدار کا اندازہ بخوبی ہو گیا حتیٰ انہما عقیدت اور استقر اعظمت کے لئے بطور ماہر طیار کئے گئے تھے۔

اب فدیہ کے متعلق ہم خطاب عتاب کی حقیقت امام رازی کے الفاظ میں ملاحظہ کر لیا جائے۔

تیسرا اعتراض یہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعداء فیہ کا حکم دیا حالانکہ اعداء فیہ ایسا معصیت تھا اور وہ دلیلین شاہدین اول تو یہ قول خدا کہ تم خصوصاً دیکھا کا ارادہ کر رہے تھے۔ اور بعد حصول عقلی کا قصہ رکھنا تھا تمام عقلمندوں کا اس پر اصرار ہے کہ عرض دنیا سے ملو یہ بیعتنا ہو۔ دوسرا قول الہی یہ ہے کہ اگر سچاں اللہ ہیٹے سے تمہارے لئے یہ مقرر نہ ہو چکا ہو تا تو جو چیزیں تم نے لی ہیں ان کے لئے تم پر عذاب عظیم ماراں ہوتا ہے۔

جواب نہ ہے

مصر میں کابو ل کر آنحضرت وسلم نے یہ سب کھانڈ دیا اور یہ سب لیسوا  
تھا ہم اسکو کلمہ نہیں کرنے کی وجہ لینا حرام تھا اور عمر بن الخطاب نے یہ دلیل  
لوگ دینا کی خواہش کرتے تھے اور ان کے کئی ذریعہ قہقی کا ارادہ کیا  
تھا یہ عمر بن الخطاب کے دعوے سے مطلق نہیں ہوتا مطلق تو یہو کی د  
وہیں ہے اصل یہو کہ اس آیت کو اس کی غرض یہ کہ اگر نہ کرنا تو  
یہ احد یہ کہ وجہ سے عتاب خدا نال ہو گیا لہذا تو اس کو یہ لینا  
حرام کیسے ثابت ہوا دوسری یہ کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس میں یہو کی کوئی  
اگر اس رقم نہ ہو سالانہ کو دست کے حادث کی اور اس وجہ سے اسے  
احمد بن قسٹ یہو کی جائیگی یہ اس بات کی دلیل واضح یہ کہ یہ لینا

[illegible]

## المحاور

عبدًا ذكوريًا نالًا وهو قولهم نال عليه السلام أعواحه  
للعداء واحد العداة محرم لقول لا تسلموا  
بأحد العداء همهم وأما قوله يُبَيِّدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا  
وَاللَّهُ يُبَيِّدُ الْأَرْضَ هَذَا الْبَيِّنَةُ عَلَى قَوْلِكَ وَمَا  
مِنْ وَحْشِينَ الْأَوَّلِ إِنْ الْمُرَادُ مِنْ هَذِهِ الْآيَةِ حُصُولُ  
الْتِمَامِ عَلَى الْأَمْرِ بِمِنْ أَحَدِ الْعَدَاةِ أَوْ دَلَالَةِ الْبَيِّنَةِ  
إِنْ أَحَدَ الْعَدَاةِ يُحَرِّمُ مَطْلَقًا الثَّانِي أَمَّا أَنْ تَقُولَ أَنَّ  
إِنْ أَحَدَ الْعَدَاةِ لَيْسَ يَقْوَى الْعُسْكُونُ عَلَى الْجَاهِدِ وَدَلَالَةِ  
بَيِّنَةٍ عَلَى أَهَمِّ أَمْرٍ مَطْلَقًا ذَلِكَ الْعَدَاةُ لَيْسَ يَقْوَى

خاص جس میں قوت ہو تو کیا کسی اور سے تھا اور مقتضی کی توجہ سے  
آپ تو ان لوگوں کی رائی ظاہر کرتی ہے جو لوگ امر و نہی کیلئے حدیث لیا  
جیسا ہے تھے پس ثبات ہو گیا لہذا دونوں و مومن کو جو مقتضی  
پیش کیا جن کے لئے حدیث لیسے و انوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔  
اور ہمارے بھی دونوں جواب او کی مقتضی نہیں کی، بیش کردہ  
آیت لکھا کہ کائنات اللہ کی غلط تطبیق کی تنقید و تردید کے لئے بھی کافی ہیں تفسیر امام محمد الدین رازی جلد اول - خرد اول۔

اللہم و هذه الآية تدل على عدم ضللك لهذا الموضع  
عرض الدلائل على احد الدلائل بالناس و هذا ان  
البرهان بينهما هما المحل ان من تمسك بهما يقول  
لكن كائنات حق الله سبحانه لا يمكن ان يكونا احدًا  
عند انك عظيم

امام محمد الدین رازی کی مرقومہ بالا عبارت سے حسب تفصیل ذیل امور معلوم ہوئے۔

(۱) ان دونوں آیات میں خطاب اہل اسلام سے ہے اور بالخصوص ان لوگوں سے جنہوں نے بغض و دنیا مال و  
غفیت لوٹا اور نہ دیر لیا۔

(۲) خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس آیت کے خطاب سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔

(۳) حدیث لیا کسی حرام نہیں کیا گیا۔

(۴) حرمت حدیث کا قرآن مجید میں کہیں حکم نہیں ہے۔

کیا ہمارے اتنی طولانی بحث تنقیدی کے بعد اب بھی کسی محقق کو وہ حدیث کی اصل حقیقت سمجھ میں نہ آئی  
باقی رہی یا اگر وہ اس کی اصل بھی کوئی شخص جس کی طرح حدیث مسلم یا دیگر محدثین کی مرویات پر اعتبار کرے غفیت  
و حدیث جنگ بدر کو حرام اور مکرم رسول خدا کو (نعمو ہائے خلاف حکم خدا اور باعث عتاب قرار دے گا؟

ان تمام واقعات اور ان دونوں آیات کے معانی و مطالب پر کمال غور و خوض کے بعد علمائے محققین اور  
محدثین مستندین نے جو حقیقت حال کا اکتشاف فرمایا ہے اور اسی کو اپنا مختار و متفقہ نظیر لیا ہے اس کو ہم بقایا کی معصلا  
ذیل عبارت سے نقل کرتے ہیں۔

روى الترمذى والسنائى وابن حبان والحاكم واسنأ  
صحيح عن علي قال حدثني عن ابي السمي صلى الله  
عليه وآله وسلم يوم بد دعاه حيدر اصحابك  
في الاسرى ان شاء والقتل وان شاء العدا على  
ان نقلت منهم ما مقلنا منهم قالوا العدا  
و نقلت مناصبهم عدا

امام ترمذی، امام سنائی، ابن حبان اور امام حاکم سید صحیح کے ساتھ  
لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا کہ بدر کے دن حضرت جبریل علیہ  
الکریم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ ایسے اصحاب کو اسیر و کربان  
محمد کر دین چاہیے وہ ان کو قتل کر دیں چاہے حدیث لکھ کر دیں  
لیکن اس شرط پر کہ جو قید و بند و قتل کرے گا اسی تعداد میں دہری  
سال آئندہ مارے جائیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اصحاب کو کہا تو



اوجھون نے حدیث کو قبول کیا اور ہمیں اتنے (اٹھیں سال آئندہ) مارے گئے۔

انسوس ہے کہ شبلی صاحب کی نظر صرف امام مسلم کی حدیث پر پڑی۔ اور امام ترمذی اور امام نسائی اور امام حاکم اتنے محققین ہیں کہ کسی کی مرویات پر نگاہ تو جھرنے لگی اور نہ اس وقت جنگ بدر کے اصلی سپرد اسناد علی بن ابی طالب کے قول کو دیکھا گیا اور نہ اس پر اعتبار کیا گیا کہ زرقانی کی طرح آپ کو بھی حقیقت حال معلوم ہو جاتی۔

چاہے جتنی دلائل نہ بیان کی جائیں حقیقت اتنی ہی تھی جو ہم خود بیان کر چکے اور امام فخر الدین باری کے مختار سے اس کی تصدیق و توثیق بھی کر چکے۔ اور وہ اس قدر رہے کہ مسلمانوں نے جنگ بدر کے حصول غنیمت میں غلبت اور بڑا احتیاطی ضروری۔ چونکہ شریعت اسلام میں خلاف شرایع اہم سالفہ نصاح غنیمت میں قدرت الہی کو ترمیم و اصلاح منظور تھی اور جو بالانقصیل سورہ انفال میں غنیمت نازل فرمائی گئی جس کے لئے مسلمانوں کو انتظار کرنا لازم تھا کہ وہ اس نظام مشیت سے ناواقف تھے اور انکو قبل سے اس کا حکم اتنا عامی بھی نہیں ملا تھا۔ صرف ہدایت آمیزہ العاطفین کے جرم کی صورت دکلا دی گئی۔ پھر غنیمت الفاظ چشم نمائی کے ساتھ اذنی لا علمی کی بجا براہوں کو معافی کی تشریح بھی سنائی گئی جس کا الفاظ قرآنی سے صاف صاف ظاہر ہے کہ یہ خطاب صرف واقعہ غنیمت سے متعلق تھا نہ حدیث لینے کے سلسلہ سے معاملات فدیہ کو اس آیت کے اسباب نزول میں شامل کرنا صاف صاف معارض الفاظ و معانی قرآنی ہے۔ اور مخالفت اوصاف و شمار رسالت۔

تقسیم غنائم کے نصاب تفصیلی جو سورہ انفال میں واقعہ بدر کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد نازل ہوئے اصلاً اونکی مبتداء وہی مقومہ بالا آیت قرآنی ہے جسکو خطاب ہدایت کے حوض فرمان عتاب بتلایا جاتا ہے اور آیات سورہ انفال اسی مسئلہ کی تجزیہ سورہ انفال کی ان آیتوں کو غور سے پڑھا جاوے اور ان کے مفہوم و معانی کو سمجھا جاوے تو معلوم ہو جائیگا کہ تقسیم غنائم میں جو نصاب و مدارج شریعت اسلام میں فی الحال قائم فرمائے ہیں وہ مسلمانوں کے لئے ایسی لازوال اور بدیہی نعمتیں ہیں جنکی منت گزاری اور سپاسگزاری سے وہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے اسی بنا پر اس ہشام نے اپنی تاریخ میں گویا سورہ انفال کے اسباب نزول اور اس واقعہ بدر کے متعلق تمام آیات سورہ مذکورہ کی پوری تشریح ایک جگہ گاہ باب میں ورج کی ہے اور جب غریب کو اپنے بیان کی تائید و تصدیق میں غالباً کسی رواہ اور علما کے اسلام کے قول نہیں ملے تو مجبور ہو کر انکا اہلیت سے رجوع کی اور حضرت امام باقر علیہ السلام کی یہ حدیث نقل فرمائی۔

مجھے حضرت ابو جعفر محمد باقر اس علی بن العین نے فرمایا کہ زمانہ انبیا رسول علیہ الصلوٰۃ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حدیث اسی سبط جاسر (زرملہ ملائکہ) کو میری مدد فرمائی اور میرے کئی تمام طبقہ زمین کو ظاہر

قال اسما تخرج حدثی او حکم عن محمد بن علی بن الحنفیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بالرب و خلقت لی الامم من محمد او طھور او

لہ تخرج درم آسائت امیر اور جو احکام کتب سادہ قدیمہ مات ہی کو سو اکتھار ان موسیٰ یا مکی سلیمان داریا دست المقدس کے معاشرہ میں

اعطیت حوامع الکلم و احلت لی المفاحر و لم تحلل  
لنئی کان قلی واعطیت للشعاۃ خمس لیریدھن  
سی قلی ح من ۳۰

قابل عداوت قرار دیدیا۔ اور محکم و ایسی کتاب جامع عنایت فرمائی جو  
تمام کتابوں پر محیط ہے اور میری اُمت کے لئے، اموالِ عسیت کو  
حلال فرما دیا۔ اور اپنی عنایت خاص سے میرے قرانداریوں کے

حقوق خمس قائم فرمائے اور یہ وہ عطایا تھے جو میرے قلی کسی نبی کو نہیں دیے گئے تھے۔

اس حدیث کے جس فقرے میں حلت غنیمت کا ذکر ہے وہ تو قطعیٰ اسی آیت کریمہ فَاَنْزَلْنَاهُ فَاِذَا عَمِلْتُمْ حَلَالًا  
حَلَالًا کے حکم سے مستند ہے اور وہ حکم اس حدیث میں عطایے الہی قرار دیا گیا ہے اور ابن ہشام نے اسی لئے اسکو حلت  
غنیمت اور عنایت الہی ہونیکے ثبوت میں بطور استدلال اپنا معیار تصدیق ٹھہرایا ہے تو ہر اس آیت کو حکم عتاب سے تعبیر کرنا  
عقل سے خلاف اور روایت و درایت دونوں کے مناقض ثابت ہوتا ہے۔

اسی کے ساتھ یہ بھی غور کو لینا سہایت ضروری ہے کہ اس حدیث میں بھی فدیہ وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں ہے اور کیونکر  
ہو سکتا تھا کیونکہ جن الفاظ قرآنہ سے یہ حدیث اصلاً مستنبط ہے اوسمیں فدیہ وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں۔ پھر خواہ مخواہ  
حفظانِ تختہ انداز تقلید اسلاف اور بدعائے خاص کی تباہی پر سلسلہ مدیرہ کو بھی اس کے مفہوم میں داخل کر دینا اسطوالب  
معانی قرآن میں صاف صاف تدلیس کرنا ہے حالانکہ اسکے بعد ہی والی آیت میں بدعائے ایصال فدیہ کی حقیقت  
اوسکی علت اور اوسکی مصالحت و مناسبت کو صاف صاف لفظوں میں بیان کر دیا گیا ہے بوجہ ہے کہ شہلی صاحب  
اس آیت جلالتِ فدیہ کو ان آیات قرآنی کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں جنکے نزول کو آپ نے موقع بدیر میں بتلایا ہے ملاحظہ  
ہو سیرۃ النبویہ ہم صفحہ لیکچر بحث فدیہ کے موقع پر اس پر دوبارہ نظر فرمائی جاتی۔ ہم سیرۃ النبویہ ہی سے اس آیت  
کو معتر ترجمہ ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنِ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَمْثَالِ إِنِّي لَعَلُّمُ  
اَللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ حَيًّا اَوْ يَكُوْنُ حَيًّا مِّمَّا اُجِدَ مِنْكُمْ  
وَدَعِيْكُمْ كَمَا دَلَّ اللّٰهُ عَلٰى رُحْمِهِمْ اِنْ يُّرِيدُوْا اِحْسَانًا  
فَقَدْ حَاوَلْنَا مِنْ قَبْلُ مَا مَكُرَ مِمْهُمْ وَاَللّٰهُ حَكِيْمٌ  
عَلِيْمٌ

اے پیغمبر تمہارے ہاتھ میں جو قیدی ہیں اوسے کہدو کہ خدا اگر تمہارے  
دلوں میں کچھ نیکی دیکھے گا تو جو تم سے لیا گیا ہے اوسکے بدلے وہ کچھ عطا کرے گا  
اور تمہیں سعادت کروے گا جو بخشش والا مہرماں ہے اور اگر یہ قیدی تمہیں  
نیاست کرنا چاہتے ہیں تو اس سے پہلے وہ خدا کے ساتھ حیانت  
کر چکے ہیں اسی لئے تو خدا نے تمہارے قابضین کو روک دیا ہے صلاۃ اور اجر

اس آیت وانی ہر ایمین الفاظ تمام اُخذ منکم صاف صاف بتلایا ہے کہ انہیں فدیہ اور غنیمت و دونوں پریشان  
ہیں بخلاف آیت سابقہ کے جس میں غنیمت کے لفظ سے صرف غنیمت کی تخصیص مذکور ہے۔ اب معاملات فدیہ کو متعلق  
غلامِ خداوندی کی جیسی جیسی صورتیں خوش عقیدہ محدثین نے اپنی مصنوعی قلم کاریوں سے تیار کی ہیں وہاں

فدیہ حاشیہ صوفی کہتے ہیں (جو طریقہ عداوت ہے) عاقر میں بھی ہوا، ان معصوم قطعاً رہیں گے، راجع افطار عربین سے ظاہر ہے۔ قابل عداوت اسلام کی تشریح  
اس کی۔ خاص پرکت ہے کہ خدا کا عداوت گدار مدہ جہاں پاسہ خدا کی، ارت آزادی سے کرنا ہے۔ المولہا عیہ عہد

الفاظ الہیہ کے انداز خطاب سے مقابل کیا جائے۔ تو تحقیق کنندہ کو پورے طور سے معلوم ہو جائے گا کہ قرآن کے مطالب و مقاصد کو ان احادیث موضوعہ کے مقاصد سے کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔

حالانکہ عالم قدیرہ کی مصلحت کو تو قدیرہ دینے والوں کے لئے مفید ہونیکا صاف صاف اظہار فرما رہا ہے کہ جو تم لوگوں سے اب تک لیا گیا ہے عام اس سے کہ غنیمت ہو یا قدیرہ۔ اوسکے بدلہ میں وہ تم کو ایسی نیکیاں عطا فرما گا کہ تمہارے اذن اشیا سے کہیں زیادہ گران قدر ہونگی۔ لیکن اس شرط پر کہ اگر تم اب اس وقت سے خدا کے ساتھ ایسے معاملات خوش خیتی کے ساتھ قائم رکھو گے۔

یہ تو خوش خیتی قائم رکھنے کی حالت میں عطاے رحمت و نعمت کی شرط کی گئی۔ لیکن خیانت و بددیانتی کی حالت میں بھی اذن کے ساتھ جو ہونیوالا ہو گا۔ اس وقت اذن تلوایا گیا ہے کہ اسے پیغمبر انکی خیانت اور بددیانتی کی حالت میں بھی تم درامید نہ ہو۔ یہ تمہارے ساتھ کیا خدا کے ساتھ بھی پہلی ہی خیانت کہ چکے ہیں۔ اسی لئے تو تمہارے قائلین دے دیے گئے ہیں۔

اس آیت وافی ہدایہ کے الفاظ و خطاب سے جو غنیمت قدیرہ دونوں معاملات کے صدور حکم پر مشتمل ہے عذاب کے کمان میں ہی رہا ہوئے تو یہ ایصال قدیرہ کے متعلق خوف۔ اضطراب۔ یہاں تک کہ گریہ و زاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راتگاری حضرت صدیق اکبر کی تفصیل و تبصرہ میں دفتر کے دفتر یا کھڑا لے گئے اور سلف سے خلف تک برا بھلا ہوتے لے۔ جو زیر بحث ہیں۔ لیکن جب ان طواریر حقیقت کی نظر ڈالی گئی تو اصلیت کچھ بھی نہ معلوم ہوئی۔ صرف اہمیت شوریٰ۔ اصابت راسے صحابہ کی اطہار کی غرض خاص سے جن پر خلافت کی بنیاد قائم کی گئی ہے اس آیت کے خطابات ہدایات و چشم نمانی کو عذاب و عقوبت کے معنیوں میں انکے اسباب نزول کے متعلق طرح طرح کی روایات موضوعہ بنائیں کہ تیز و پتیل لگایا ہے۔ حالانکہ اہمیت شوریہ۔ یا اصابت راسے صحابہ معززہ اسلام میں داخل ہیں اور نہ نصوص قرآن میں داخل۔

اصابت راسے صحابہ کی جگہ قرآن مجید میں متعدد اور متواتر مقامات پر اس کی تفصیل اور مخالف تصریحات موجود ہیں جنکایاں کرنا ہمارے موجودہ موضوع کتاب سے بالکل علیحدہ ہے۔ لیکن اور نہیں تو آتا تبار دنیا ضروری ہے کہ آپ اسی بحث میں ابھی اچھی امام محمد الدین رازی کا قول غماز پڑھ چکے ہیں جو صاف صاف لفظوں میں ان آیات کے خطاب اور غرض دنیا سے غنیمت و قدیرہ لینے کے حرکات کو مخصوص صحابہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اسی واقعہ بدیعین طبری حضرت عبدالرحمن بن عوف (عشرہ مبشرہ) کی نسبت لکھتے ہیں کہ انسی درہن کیلئے یہ لوٹ چکے تھے کہ امیر بن خلف راس الکفر پر نظر پڑی۔ اور فوراً زہر ہون سمیت مسلمانوں سے اوس کا فرقے کی انکی تیار ہو گئے بلکہ پہاڑ پر چلے گئے مسلمانوں نے دیکھ لیا موقع پر ہی بیچ گئے انھوں نے لاکھ جاپا کہ وہ کافر مسلمانوں کے ہاتھ سے بچ جائے

مگر مسلمانوں سے اُسے مار ہی ڈالا۔ جیسے ہمیشہ کہتے رہے کہ خدا لالہ برہم کرے جنگی دھم سے اُمید بھی گیا اور زین بھی گیسٹری ص ۱۲۴ ہم عرض کریں گے کہ مسلمانوں کے خلاف کافر کی امداد کرنا یا نہ کرنا نتیجہ ہے۔

شبلی صاحب کی عایت خوش عقیدگی نے عبدالرحمن بن عوف کی اس قابل اعتراض حرکت کو ایسا وعدہ کے اخلاقی اصول یا سوچہ سے قابل استعاش بتلایا ہے کہ مکین امیر اور ان سے وعدہ ہو چکا تھا کہ امیر کو مدینہ میں اگر اگر کوئی مصیبت سے سامنا ہو گا تو یہ مدد کریں گے۔ یہ اسی کی تعمیل تھی۔ لیکن تعجب یہ کہ حضرت عبدالرحمنؓ کو صحابہ رسولؐ ہو کر اور شبلی صاحب کو شمس العلماء ہو کر یہ یاد نہ آیا کہ اس وقت عبدالرحمنؓ کو اس کافر کے ساتھ والا وعدہ تو یاد رہا اور قابل تعمیل سمجھا گیا لیکن جہاد فی البدین رسولؐ سے عہد و پیمان کیا گیا ہے وہ اور اس کی تعمیل کچھ بھی یاد نہ رہی۔ آپ کافر کے مارنے پر خدا و رسولؐ سے عہد و پیمان کر کے میدان جنگ میں تشریف لائے ہیں اور جب وہ سامنے آتا ہے تو وہ خود اسکو مارتے ہیں اور یہ دوسرے مسلمانوں کو مار لے دیتے ہیں بلکہ مسلمانوں سے چھپائے چھپائے پھرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان کافر کو مارنے پائیں۔ یہی خدا و رسولؐ کے ساتھ آپ کی وعدہ وفا ہے اور یہی آپ کے اقرار اسلام میں سلمات و حادثات یا رسول اللہ ص ۱۱۱ سے آپ صلح کریں گے ہم بھی کریں گے ص ۱۱۱ صحابہ میں ہم نے صرف ایک عبدالرحمنؓ اس عوف کی چوکا بر صیبا، عشرہ مشرکہ کی اصابت لڑنے کے مثال نمونہ کے طور پر دیکھا وہی ہے اسی سے صحابیت اور صحابہ کی اصابت رائے کی مقدار حقیقت کا اندازہ کر لیا جائے۔

صحابہ کی اصابت رائے کی مثال حقیقت ہو چکی۔ اب رہی شورے کی اہمیت۔ تو ہم کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ شورے اور اوسکے جوار کا حکم قرآن مجید میں آیا ہے لیکن وہ صرف تجزیہ و تدبیر انسانی کو محدود تک محدود ہے اور استعجاب و استظہار رائے و خیالات بائبہ کے معہوم تک مقصور ہے۔ مقدرات ربانی اپنے نامحدود اور لا انتہائیت اور اجازت تک بالکل مختار آزاد اور قادر مطلق ہے۔ تدبیر قدرت اور تجزیہ رسالت کے سامنے شورے کی بساط آدھاس قدر خود نشاں سے آگے نہیں بڑھتی لوگ اپنی ضرورت اور خوش عقیدگی سے اسکو جتنا نہ بڑھالیں۔ اسی مقدار حقیقت کی بنا پر علمائے تکلیف اور حکماء مجتہدین نے شورے کی مقدار اہمیت جتنی قایم کی ہے اور اسکی اصلیت جتنی تبیین کی ہے وہ اونکے مفصلہ ذیل اقوال و مختار سے بالتفصیل ثابت ہے امام فسطانی صاحب لدینہ میں کہتے ہیں۔

قال قتادہ ومقاتل کاندہ سادات العرب ادا لیسوا ذی فی الامر تن علیہم و امر اللہ تعالیٰ علیہ علیہ الصلوۃ والسلام ان یشارہم و ان دلت اعطف لہم و ادھم لا صاعہم و اطیب لہم و سہم

اونکے سنگوں پر فوج ہو جائیں اور اُنکے قلوب پاک و صاف ہو جائیں

بیان تک تو حکم شورش کی قویجیہ و ضرورت معلوم ہوئی۔ آگے مقصد اور اہمیت ملاحظہ ہو، امام قسطلانی اپنی تحریر کے سلسلہ بالا میں لکھتے ہیں۔

اخرج ابن عدى واسيفى في شمس الايمان عن ابن  
عباس قال لما ماتت زينب وهوى في الامور قال رسول  
الله صلى الله عليه وآله لعديان عمناء لى جعلها الله  
رحمة لامتى وعبد الترمذى الحكيم من حديث عائشة  
رضي الله عنها قال رسول الله صلى الله عليه وآله ان الله اخفى بعد ازارته  
الناس كما باقاهم العرائض .

ان قدری اور امام شافعی متفقاً عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حسب آیت شوریٰ نازل ہوئی تو عباس رسولؐ کو لہذا صلعم لے علیہ مراد یا کہ خدا اور رسولؐ دو دون تمہارے متورے سے بالکل مستغنی ہیں دوسری دلیل کو اسکی مطلق احتیاج نہیں لیکن حدیث اس حکم میں میری امت کے ساتھ ایک خاص رحمت رکھی ہے اور تکمیل قرعہ میری نے حضرت عائشہ سے یہ قول مرقوم کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ

سے (امتورنی سے) حکم و کیفر و عداوت و رعایات امت مقصود ہے جس طرح کہ امت کے لئے فرائض میں بھی رعایت کوئے کا  
مجھے حکم ملا ہے

بہرا گے تھیرے فرماتے ہیں۔

عن الحسن قد علوا اللہ صاۃ الیہم  
اسکوانی (صحائہ) مشورت کی ضرورت ہیں لیکن اسکے حکم سے مقصود یہ تھا کہ رسول اللہ کے بعد تنویر سے سمیت قرار پا جائے  
رکیز کہ دریدہ اطلاعات وحی منقطع ہو جائیں گے

شوری کی مقدار و حیثیت صرف اتنی ہے جو مذکور بالا عمارت سے ظاہر ہوئی۔ لیکن اس ہیکل داری اور لاوح دی سے موضوعات و مضامین کے جننے و فر تیار کئے گئے اور انہیں شوری اور اصلات راسخاہ کی بنیاد پر جیسے اسد لال قائم کئے گئے اور میں نتیجہ نکلتا ہے کہ خدا اور اوسکی تدبیر قدرت سیکارہ رسول اور اوسکی تجویز رسالت معطل کونسی تم کا نظام ہو دینی ہو یا دمیوی۔ یعنی مشورۃ صحابہ ہو ہی نہیں سکتا گو یا صحابہ کی مشورۃ تدبیر قدرت اور تجویز رسالت دونوں بہ حاوی ہے اور بنو ہاشم خدا و رسول دونوں اسکے قیام میں یحرم دنیا کو ایسے دست بستہ خدا و رسول اور ایسے یا شکستہ عجب کی ضرورت ہی کیا ہے۔

بدریس کفار کی شکست اور مسلمانوں کی  
کامل فتح کے وجوہ و اسباب

فتح ست تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ مسلمانوں کی قلت تعداد۔ بے سرو سامانی اور ماورسی نظور رکھا کچھ  
انکی تنجیبانی کی امید نہیں دلاتی تھی۔ خلاف انکے قرآن کی کثرت جمعیت سامان جنگ کی افراط انکی خوشحالی اور دولت مند سی۔ انکی کامیابی  
و امید افزا قرآن تھے۔ مگر نتیجہ برعکس ہوا۔ اظہار ہیں حضرات کو خلاف امید نتیجہ کے شاہد سے سے تعجب کیوں نہ ہو۔ لیکن عجز سے

کہ ان حضرات کو تبع کیساتھ دریافت حقیقت کے لئے کوہ غور قبال بھی کر لیتا جائیے۔ اور فکر و تعقل بھی تھوڑے سو غور کے بعد  
اوپر اس کے حقیقی سبب کا سراپ لگ جائیگا۔

قریش کی شکست کا پہلا اور نمایاں سبب تو یہ تھا کہ مسلمانوں سے جنگ کر نیکی مسئلہ میں اون میں ابتدا ہی سے اختلاف  
تھا ہم پہلے لکھا آئے ہیں کہ قافلہ یوسفیاں پر مسلمانوں کے متعلق لوٹ کا طوفاں پھر حضرمی کے قصاص کی اشتعال دونوں  
ابو جہل کی چالیں تھیں جنہوں نے قریب قریب تمام عرب کے قوم و قبائل کو اسلام کے خلاف براہ گتہ کر دیا لیکن چونکہ ان  
دونوں معاہدہ ترکیبون میں حقیقت کا نام تک نہ تھا اور جھوٹی ریوڑی کے عالم خاص کا یہ مقتضی ثابت ہوتا ہے کہ میں وقت پر  
اسکی اچھائی اور لائی کی تمیز نہیں ہوتی۔ ہاں تھوڑے دنوں کے بعد اللہ اس کے من و نفع کے انداز معلوم ہونے لگتے ہیں  
اس بنا پر۔ ابو جہل کی ترکیبون کا پردہ بھی چند دنوں میں فاش ہو گیا۔ پہلی نوحی اقلت اسلام پر سب لوگ آمادہ ہو گئے  
مگر آگے چل کر چون جنوں حقیقت حال کا امتکاف ہوا گیا۔ اوکے دل ہٹتے گئے اور طبعیتیں رکتی گئیں۔ یوسفیاں کے  
قافلہ کی حفاظت یا حضرمی کے قصاص کے خیال سے جو کچھ بھی ہو ابو جہل اتنا بڑا کر طیار کر کے کہ سے بدتر کی طرف چلا۔  
اور جہت تک پہنچ گیا۔ چونکہ یہاں تک حقیقت حال کسی کو معلوم نہیں ہوئی تھی اسلئے باہم اتفاق و اتحاد قائم تھا۔  
یہاں (جحفہ) پہنچ کر جیسا کہ ان ہشام اور طبری کی روایتیں بتا رہی ہیں قریش میں اتفاق و یکجہتی جاتی رہی اور اتفاق و  
میدانی میل گئی تھی۔ اسلئے کہ یوسفیاں مسلمانوں کے حوت سے ایک غیر متعارف راہ سے مکہ میں معاہدے قافلہ کے پہنچ گیا اور  
ابو جہل کی فوج کشی کی خبر سن کر اس نے مکہ سے آدمی دوڑا اور کہا کہ جیسے چلے آتے جاؤ۔ اب کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔  
جنانچہ طبری میں لکھا ہے۔

جب انوسیاں اپنے قافلہ کو پہنچا لایا تو اس نے قریش کے پاس دست کر  
ابو جہل اٹھا اسکی کہ تمہارا قافلہ بخیر عایت پہنچ گیا اور خدا نے تمہارے  
قافلہ کو تمہارے لوگوں کو اور تمہارے مال و متاع کو بچا لیا ہے اسلئے تم  
وایس آؤ۔ ابو جہل نے یہ پیغام سن کر کہا ہم تو غیر متعام مذہب پہنچے ہوئے

ولہذا رای اوسماں اللہ قد احد خیر اذیل  
الی قریش انکم حرجکم لمتنعوا علیکم و رہا لکم و امواکم  
معد لہما اللہ عارحوا فقال ابو جہل واللہ لا  
ترجیع شردہ ص ۱۳  
نہیں لوٹیں گے۔

ابو جہل اور یوسفیاں دو سرداران کفار کا بھی اختلاف رائے تو ہمیں سے ظاہر ہو گیا ایک کہتا ہے فوج کو واپس لاؤ  
حریف سے جنگ و مقابلہ کی ضرورت نہیں رہی۔ دوسرے کو اصرار ہے کہ بغیر غنیمت نہ پہنچے ہوئے ہم لوٹنے کے نہیں۔ دو  
سردار سرداران کے اس اختلاف کا فوج اور دیگر قوم و قبائل حیرت کیں نہ کر کیا اثر پڑا اس کی حقیقت بھی طبری کے مرقومہ  
ذیل الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

اس پیام و جواب کو سن کر اص بن ثریق ثقفی جو نورہ و کا حلیف تھا

فقال لا احسن منہ ہر ہر التفہی و کان حلیم السی دھر



وہم بالحمة ناسی دھوہ دلحی اللہ لکھاموالکھ  
وخلص لکھ صاحبکھ مہل سہول والہما لکھ  
لنہوہ والہ فاحلوالی حسہا ورحوہا فوالہ  
حاحہ لکھ فی ان لکھ حوالی عارصیہ لا مالقول  
لکھ فرحوہ۔ فرحت سورہہ مع الاحسن  
ملہ لکھ لکھ من ہا لکھ القیلید

اور اس وقت منزل حنفہ میں تھے کہ کئی لگاؤ سورہہ خدا تعالیٰ نے ان لوگوں کو  
یعنی مخرومہ بن بوس کو پالیا اور یہ ظاہر ہے کہ تم انھیں لوگوں کی حالت  
کو کچلے تھے تمہارا مقصود مل گیا اس اب میں سے لٹ جیکو کہ مل  
ہو مسلمانوں سے لڑنے کی ضرورت۔ باقی نہیں رہی۔

یعنی ابوہل کی باتوں میں یہ بیڑہ چاہے تمام بنو ہوا انس کس لکھ میں  
داس لکھ۔ طری ایسی تحقیق سے لکھتے ہیں کہ ان دونوں قبائل سورہہ

اور ان کے حلیف ہی تحقیق ہیں سے کہ فی ردو احد ہی جنگ مدینہ سے ایک۔ ہوا۔ ص ۱۳۷

لکھ رہا تو میں ہے کہ یہ اختلاف حکیم بن خرام کے مصلحت والے واقعہ کے بعد ہیں میدان مدینہ واقع ہوا غیر کہیں  
اسکے تصفیہ کا یہ مقام نہیں۔ غرض اتنی ہے کہ ابتداء ہی سے ان میں مسئلہ جنگ پر اتفاق قائم نہیں رہا تھا۔ اور اسی کی بنا پر وہ  
بار بار کے قبیلے لڑ کر روح قریش سے علیحدہ ہو گئے۔

قریش کی یہ نا اتفاقی بار بار نا جنگ تک قائم رہی ملکہ مقابلہ کے عین وقت تک اسکی یہی صورت تھی اسکی حقیقت  
تفصیل سے اوپر بیان ہو چکی ہے وہ صاف صاف تیار ہی ہے کہ قریش میں میں مقابلہ کے وقت تک مسئلہ جنگ پر اتفاق  
نہیں تھا اور سوائے ابوہل اور اس کے ہم خیال لوگوں کے دیگر قبائل قریش کو جنگ و قتال پر صراحتاً نہیں تھا۔ بلکہ یہ لوگ  
معاملات کو صلح و تصفیہ پر تمام کرنا چاہتے تھے۔

نبی ہاشم کی مخالفت بالرائے کو قریش کی نا اتفاقی کے ثبوت میں اسوقت میں کرنا میرے لئے استدلال کا قوی طریقہ  
ہو گیا ہے اس لئے کہ اسلام کی طرف اذکار میدان فطرتی تھا لیکن تاہم اتنا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ وہ چار نبی ہاشم جو کہ نہایت  
یا محوری کی وجہ سے جتنے بھی اور جیسے بھی مشرکین کے ہمراہ تھے وہ سب کے سب جنگ پر زور بھی آمادہ نہیں تھے۔

جب ایک امر عظیم کی تنظیم میں اتنے مخالف اجراء و عناصروں سے تو اسکی کامیابی کی ترکیب و ترتیب کیسے درست  
ہو سکتی تھی۔

شبلی صاحب کا یہ لکنا بالکل صحیح اور فی الواقع ہے کہ قریش نے صرف اپنی کثرت جمعیت کی ظاہری قوت پر بڑا اعتبار کرنا  
اور ترتیب و تنظیم فوج کی اندرونی تدبیروں سے بالکل نا عاقبت اندیشانہ طریقہ پر غافل رہے۔ فوج کی صف بندی اور چو  
کی درستی سوار سپاہیوں کی ترتیب اور مقابلہ کرنے کے قواعد و آداب کی تعلیم و ہدایت پر کوئی توجہ نہیں کی۔ یہ اذکار مغرورہ شان کا  
کا نفاذ تھا جس کی صورت یہ دیکھنے میں آئی کہ ابوہل کی ہاتھی قریشیوں کی فوج کوئی باقاعدہ فوج تو نہیں معلوم ہوتی تھی  
بلکہ بقول اس کے بدر کے سالانہ میلہ کی اچھی خاصی بھیڑ تھی۔

جلائ انکے مسلمانوں کی طرف اگرچہ تعداد بالکل تیل تھی مگر سب کے سب شرم سے آخر تک۔ ایک آخر ایک درما

اور ایک غرض خاص پرستند اور آملہ تھے اور ایک شخص واحد کے حکم و اشارے پر جان نثاری کے لئے سرکف اتادہ تھے اور انکی صغین درست حفاظت فوج کے موہجے مرتب اور مقابلہ کرنیوالے ہمیشہ طیار تھے اور ان میں سے ہر ایک آغا و محارب سے لیکر اپنے وقوع شہادت تک بالکل خاموشی سے کام لیتا تھا اور اگر مقابل کو مار بھی لیتا تھا تاہم خاموشی یا پرجوشی کی وجہ سے نہ جلاؤٹھتا تھا نہ کسی قسم کا شور و غل کرتا تھا۔ کامل صمد و خاموشی سے مارتا تھا یا مارتا تھا۔ اس کا لانتظام کے سامنے وہ لوگ جو اسکا وعدہ میں عام اس سے کہ مقابل سے کہیں زیادہ ہوں جگہ و جہاں میں اپنی بظہیموں اور تہ تیویوں کے ساتھ اپنی کامیابی کی کیا امید کر سکتے تھے۔

قریش کا معرورانہ تعاقب اتنا بڑا کہ میدان جنگ میں جاے مقابلہ کی مناسبت کا بھی پیلے سے کچھ خیال نہیں کیا گیا کثرت سے پالی برس جانے کے باعث جس مقام پر قریش کو انیا لشکر مقابلہ کے لئے لاکر کھڑا کرنا ہوا۔ وہ بالکل دلدل ہوئی تھی اور کیتھڑے سرگئی تھی۔ اور کس طرح مقابلہ و مقابلہ کے قابل نہیں تھی۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ نہ وہ اطمینان سے جارحانہ طریق پر مقابلہ کر سکے اور نہ مدافعت انداز سے۔

عین مقابلہ کے وقت صبا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے زور سے ہوا چلنے لگی جس کا رخ شامت کا تازیانہ جگر بالکل قریش ہی کے لشکر کی طرف تھا (روایت الاحاب عت شری) ہوا کے جھوکوں نے قریش کے اور بھی ہوش و حواس اڑا دیے اور وہ عاجز اگر مقابلہ کا دھمکی کے ساتھ کام نہ کر سکے

ان تمام موجودہ مخالف اسباب کے علاوہ عتبہ بن ربیعہ شبہ اور ولید بن عتبہ کے بیکار اور بالکل خلاف قیاس و امید قتل کیے جانے سے تمام شکر میں ایک غیر متحمل اضطراب و انتشار اس شدت کے ساتھ پھیل گیا کہ پھر آخر وقت تک نہ رفع ہو سکا کوئی سالار و سردار لشکر ایسا مطمئن الحواس نہیں تھا جو فوج کو اس انتشار کے عالم میں تسلی و تسفی دیکر بھر مطمئن اور تازہ دم کر لیتا۔ یہ اضطراب و انتشار بڑھتا ہی چلا گیا۔ اور پھر ابوالجہتمی امیہ بن خلف اور خوذہ ابو جہل کے آئندہ قتل کئے جانے سے اتنا بڑا کہ آخر کار شکست کامل کی صورت میں نمایان ہو کر ختم ہو گیا۔

یہ تو مسلمانوں کی فتح و فیروزی کے ظاہری اسباب تھے جنکو دیکھ کر ہر شخص آسانی سے فتح اسلامی کے اسباب سمجھ بیگا لیکن ہر امر حقیقت کی نظر ڈالنے والے ان اسباب فتح فیروندی کے قراہی اور تجميع کے ذرائع اور وسائل کی تلاش کرے گا۔ اور مسلمانوں کی موجودہ قلت۔ ناداری اور بے سرو سامانی کو بہتر نظر رکھ کر طرفین کے معاملات میں موازنہ قائم کرے گا تو مادی و مادی تمام ظاہری اسباب و علل کے بھی اسلامی فتح کی نسبت کمدرے گا کہ بدریں مسلمانوں کی کارائی محض تائید رسانی کا کام تھا اور اسی کے اس بیان کے ساتھ قرآن بھی ہر مان ہے۔

حدائے ایسے وقت پر بدر میں ہمداری مدد کی کرم کمزور ہو رہے تھے۔ خداے تعالیٰ اختیار کر دے کہ تم شکر گزار بنو۔ اس جاؤ۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي بَيْتِ بَرْكَ وَأَنْتُمْ تَخِرُونَ فَانْقَرُوا  
اللَّهُ أَكْبَرُ تَسْرِعُونَ

فتح بدر کی فتح اسلام کے ارتقاء و وسعت کا سنگ بنیاد تھا اس عظیم الشان فتح نے مدینہ سے لیکر مکہ تک عرب کے ان تمام قبائل و اقوام کے دلون میں جو چودہ ہندسہ رس سے اسلام کے وجود کو محض لاد و بھوت تھے اور اسکی ہستی کو مٹا دینا ہر وقت اپنے آگے چٹکیوں کا کام یقین کرتے تھے سطوت و عرب اسلامی کے اتر سے لکھنؤ و الہی۔ وہ مقابل ہو کر اور مقابلہ میں انکی شجاعت و عکرواری ثبات و یاداری دیکھ کر محاربیں اسلام کا لوہا ماں گئے تھے وہ تمام سرسبز اور جسدہ انگیز سرداران منکرین عقہ شیعہ۔ ولید بن عقبہ۔ امیہ بن حلف ابو جہل بن خطلمہ بن الوسیان اور نوفل بن خویلد اسد و جبرہم جو اشاعت اسلام اور جان رسولؐ روحی فداہ کے دشمن تھے ایک ایک کر کے ختم ہو گئے۔ یونٹا نام کہ یہ خزانہ و نشان تک نہ رہا۔ فتح بدر کے بعد عبداللہ بن ابی سلول رئیس المنافقین نے بھی رنگ بدلے اگرچہ وہ باوالم حیات اسلام کے حق میں بار آئین بنارہا لیکن فی الحال بطور طاهر اسلام کا مطیع و متقاد بن گیا۔

فتح بدر کے خوشگوار نتائج | ان نتائج خوشگوار کے ساتھ فتح بدر کے ناگوار نتائج بھی پیش آئے فتح بدر سے یہودیوں کو امن و امان اموال و جان حفاظت کا روبرو اور حراست شہر و دیار کی طرف سے اطمینان کیا ہوگا۔ اسلام کی طرف سے انکو وحد و اتفاق نے گھیر لیا انھوں نے سمجھ لیا کہ اسلام کی موجودہ کامیابی ہمارے اتنے بڑے قدیم و اقدار ماثرو کو بیہ اور گرد و نواح کے تمام قبائل و اقوام کے قلوب سے دھڑوایا اور پھر اس علاقہ مجربین ہمیں کوئی کڑی کو بھی نہ پوچھے گا جنگ بدر کے خاتمہ سے یہودیوں کی مخالفت کا آغاز ہوا۔ جتنا پختہ یہودی مخالفت میں عنقریب ہمارے سلسلہ میاں سے ظاہر ہو جائے گا۔

مکہ میں مقتولین بدر | بدرین ابو جہل کے مارے جانے سے کفار قریش کی دستار امارت ابوسفیانؓ سے حرب (امیر معاویہ) کو بدر گھر گھر باتم | بزرگوار کے سر پر باندھی گئی۔ اور ابو جہل کے لہاب یہ استیصال اسلام کے داعی اور قتل حضرت سید المرسلین علیہ السلام کے ساعی شکر تمام قوم و قبائل کو کامل جیہیں رنگ بدر سے سلسلہ سے لیکر فتح مکہ شہر کی تک بڑا لگیتے کرتے رہے ابو جہل نے تو چودہ برس تک اسلام پر ہاتھ اٹھانے میں توقف کیا تھا لکن یہ مخالفت اسلام میں اسے پھر تیلے اور چیلے نکلے کہ دو مہینے بھی چین سے نہ بیٹھے اور تمام کد رنگ اسلام کے خلاف جڑھ دوڑے اور پھر سال ہی بھر کے اندر احد کے میدان میں خوب ول کھول کھول کے مسلمانوں کے حوں سے دیرا بھا دیئے جیسا کہ عنقریب تفصیل سے معلوم ہوگا۔

شکست بدر اور اس میں بیکیا رشتہ جو انان و نموداران قریش کے مارے جانے کی خبر مکہ میں یہودی تو قریب تیرہ تمام شہر تا مکہ و تنگیا۔ آہ و زاری نالہ و سقاری اور قحط و دریاہ سے تمام گھروں میں کہ ام جگیا اور عرب کے دستور قیم کے مطابق تمام قبائل کے مردار عورتیں صف ماتم بجا کر اپنے مقتولین کو صبح و شام روئے لگیں باقی ماندہ جو انان قریش فی امتیہت گریہ و سکا مو قوت کر دیا اسلئے کہ یہ رونادہو نا دلکے اہلار صغف اور زوال قوت کا باعث ہوگا۔ اور مسلمان سنگم نہایت کر سیکے لیکن غور کیا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ اوجا یہ حکم بھی محض جابلانہ و سخت طالمانہ اسان کے خدمات قلبی کے احوال و احوال کو

روکنا اصل جہرِ ظلم ہے۔

خیر۔ رونے کی ممانعت کا حکم عام شکر رونے والوں پر موقوف کرو یا ایکس دل سے روناد اور قلب ہی اسوہا نہ گیا اور اسے کون روک سکتا تھا طبری اور ابن ہشام نے اس کے متعلق ایک دروازہ لکھنا واقعہ بیان کیا ہے جسکو ہم شبلی صاحب کے الفاظ میں سیرۃ النبی سے نقل کرتے ہیں۔

لڑائی جنگ بدر میں اسود کے تین لڑکے مارے گئے تھے اس کا دل اوسدا آتا تھا۔ لیکن قومی عزت و خیال سے رونیں سکتا تھا اتفاق یہ کہ ایک دن کسی طرف سے روئیکے آواز آئی (اسود اسی کا اب قریش نے روئیکے اجازت دیدی) لوکر سے کہا دیکھنا کون روتا ہے؟ کیا روئیکے اجازت ہوگئی؟ میرے سینہ میں آگ لگ رہی ہے جی کھول کر دلوں تو تسکین ہو جائے آدمی نے کہا کہ ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے اوس کے لئے رو رہی ہے اسود کی زبان سے بے اختیار شہر نکلی

۱۔ تمکی ان تصل لها بعد	و یصعها من اللوم السہود	ولا تمکی علی مکر، لکن	علی دلائل تفاصرت الحدیث
تو ایک دھچکے لگم ہو کر پکڑا روئی	اور تمکو نمیت رہیں آتی ہے	تجھکو بکھیر دونا نہیں آتا	رہا ویسیج یہ کہ بدر میں قہقہے لگی کی
تمکی ان مکت علی عقیلی	و تمکی علی حادث اسدا لاسود	حادث برود و خیر و کس تیر تھے	بکر عقیل حادث۔ یقیناً اسود کے بیٹے تھے۔ اصل ابن
تجھکو نہ تو عقیل پر رو			

ہشام ج ۲ صفحہ ۲۶ سیرۃ النبی صفحہ ۲۲۲

دور کے حاتم کے ساتھ بدر کی شکست سے زیادہ ابولہب کا دل ٹوٹ گیا۔ اور آخر کار یہی کوفت اس کا سبب موت قرار پایا ابولہب کا حاتم قوم ریطامی ہوئے تھے بنی نضیر کی زبانی توین بیان کرتے ہیں۔

ابو رافع حضرت عباس کے غلام بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عباس کے خیال کے ساتھ جگہ بدر کے موقع پر پہنچے ہیں وہ گئے تھے جب بدر میں اسلام کی فتح اور کفار قریش کی ذلت و خواری کی خبر آئی تو اس سے ہم لوگوں دال عباس یا بنی ہاشم میں قوت و عظمت آئی۔ اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک کبیر السن آدمی تھے۔ اور اس وقت کعبہ کے مقام پر تھے میں بیٹھے ہوئے عمل ادا کر رہے تھے اور میرے پاس حضرت عباس کی بی بی ام الفضل بیٹی ہوئیں تھیں اور چلوگ چکے تھے اسی خبر کے متعلق باتیں کر رہے تھے اتنے میں ابولہب آیا۔ اور طاب حجر کے اوپر اس طریق سے بیٹھ گیا کہ اس کی پیٹھ میری پیٹھ سے مل گئی۔ اس اثنا میں کسی نے کہا کہ وہ اوسعیان بن الحارث بن عبدالمطلب آ رہے ہیں یہ خبر کا بدر میں تھے جب وہ آئے تو ابولہب نے یحییٰ بن یحییٰ کو کہا آدمیتیں سے تو تفصیلی حالات معلوم ہونگے۔ یہ سن کر وہ بیٹھ گئے اور تمام لوگ سننے کے لئے کھڑے ہو گئے ابولہب نے کہا ہاں میرے بھتیجے سدا تو کیا کیا ہوا؟ ابوسعیان نے کہا نام سخیہ تھا کتنے لگے یہ چا کیا کین طرفیں سے مقابل ہوئے ہی گویا ہم پر یحییٰ بن یحییٰ نے ہوا کہ مسلمانوں نے جس طرح چاہا ہو قتل کیا اور جس طرح چاہا ہو کھوا سیر کیا۔ اور خدا کی قسم

مسلمانوں کی طرف عجیب و غریب قسم کے لوگ تھے سفید و زردانی قزاقانیت والے کثرت سے لوگ املق گھوڑوں پر سوار آسمان و زمین کے درمیان ہلکے دکھائی دے جاتے تھے۔ خدا کی قسم نہ کوئی اون تک پہنچ سکتا تھا اور نہ کوئی بازو کھڑک سکتا تھا یا ٹھیکر سکتا تھا۔

اور افغان کا بیان ہے کہ یہ سنکر مین فوراً اولاد اٹھا کر خدا کی قسم وہ ملک تھے۔ میرا اتنا کھانا تھا کہ اولاد کے نہایت زور سے میرے مونتہ پر طمانچہ مارا اور پھر چمکا دیا اور مین پر دس مارا اور مارنے لگا مین ایک کمزور اور بوڑھا آدمی تھا اولاد کا کچھ نہ کر سکا۔ یہ دیکھ کر ام الفضل سے ضبط نہ ہو سکا وہ فوراً اٹھیں اور جھڑکی لکڑیوں مین سے ایک لکڑی اٹھا کر اولاد کے سر پر لگائی کہ اوسکا سر پٹ گیا۔ اور کہنے لگیں کہ اوس کا مالک یہاں موجود مین ہے اس لئے تم اوس پر ظلم و ستم کر رہے ہو۔

اور افغان کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے سات ہی دن بعد ایک دانہ ٹکھنے کے مرض (زہر باد) مین اولاد مر گیا۔ خضرم حسان یاگ۔ اس بہت صنف ۲۶ جلد دوم

عمیر بن وہب اور قتل رسول کا اقرار  
واقعہ مذکور کو ابھی ایک مہینہ بھی نہیں ہوا تھا کہ صعوال بن امیہ حسی کا باپ امیہ بن حلف بدر بن مارا گیا تھا اور عمیر بن وہب حسی کا ایک بڑا اچھی تاک مسلمانوں کے پاس مدینہ مین اسیر تھا بیرون مکہ تہائی مین بیٹھ کر واقعہ بدل کے متعلق باتیں کرنے لگو۔

دونوں اسلام اور فانی اسلام علیہ وآلہ اسلام کی طرف سے بھرے بیٹھے تھے عمیر کہنے لگا قریش قصاص بدر کے متعلق جو جو تدبیریں نہ سوچیں اور جیسی جیسی ترکیبیں عمل مین نہ لائیں وہ اربکا کام ہے لیکن میرا کام تو یہ ہے کہ اگر میں قرضداری اور عیال داری کی کشمکش مین گرفتار نہ ہوتا تو ابھی کہہ سے اٹھتا۔ مدینہ پہنچتا۔ اور محمد کا کام تمام کر آتا۔ جھگڑا ہی مٹ جاتا پھر کسی کو قتل و قصاص کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ اس سوس کہ یہ دونوں ضرورتیں میرے پاؤں کی زنجیریں سی ہیں صعوال بولا یہ تو کوئی بات نہیں۔ تم جاؤ اور باطلینان اینا کام کر لو۔ مین تمہاری قرضداری اور خرچ خانہ داری دونوں کا ذمہ دار ہوں عمیر کہنے لگا وہ۔ تو اب مجھے کوئی تدبیر نہیں ابھی ابھی مین جاتا ہوں اور اپنے اہلاد سے کو حاطر توادہ یوراکر آتا ہوں اتنی گفتگو کے بعد دونوں گھر لوٹ آئے۔

دوسرے دن عمیر نے طیارسی کردی گھر سے نکلا تلوار پر خوب تیز باز دوڑ کھوائی پھر متواتر نہ مین بھجوائی ابن طاریون کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ کو روانہ ہوا اور تیزی سرعت کے ساتھ دو منزلہ کرتا ہوا مدینہ طیبہ مین اوسوقت پہنچا جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی مین تشریف فرما تھے۔ دروازہ مسجد پر اگر عمیر نے اونٹ جٹھلایا خلعتی عادت کے موافق بیٹھنے کے وقت اسکا اونٹ نالو اوصحابہ مین سب سے پہلے حضرت عمرؓ اسکی طرف متوجہ ہو دیکھا تو صحابہ ناکہ عمیر بن وہب ہے مسلمانوں مین باسکی شہر طیبیت سے کوس واقف نہیں تھا حضرت عمرؓ نے فوراً اٹھ

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی کہ عیدِ شہرِ مدینہ نے آ رہا ہے۔ آپ نے کامل استغناء و ستائش سے جواب دیا  
آتا ہے تو آئے دو اتنے میں عیدِ شہرِ مدینہ ہی گیا۔ خباب رسولی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ عید کیسے آئے عیدِ رسولی  
لڑکے کو کیسے چلا آیا۔ ارشاد ہوا پھر عیدِ شہرِ مدینہ کیون آئی ہے عید نے کہا تو یہ کیا ہوا۔ ہماری اتنی تلواروں نے ہلکا  
میں آپ کا کیا کر لیا جو میری یہ ایک تلوار کر لیگی آپ نے پھر اصرار فرما کر استفسار کیا سچ کہو۔ یہ شہرِ مدینہ کس قصد و ارادہ سے  
ساتھ لائے ہو عید نے پھر اسی جواب کی تکرار کی۔

اب خباب رسالتِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم خود مجھے حقیقت حال بیان کرنے پر مجبور کر رہے  
ہو تو لو میں تمہیں بتا دے دیتا ہوں کہ تم نے اوہ وفوان بن امیہ و دون نے بیرون مکہ کی گھبراہٹ سے قتل پر مشورہ کیا ہے اور  
صفوان نے تمہاری قرضداری اور بی اللاری کی ذمہ داری کیونکہ میرے قتل کر دینے کے لئے یہاں بھیجا ہے یہ سچ کہو  
عید نے صحیح ہے یا غلط عید نے بھی یقین کر دیا کہ تم میرا کچھ نہیں کر سکتے میرا پروردگار میرا محافظ ہے۔

یہ ارشاد و سنکر عید اپنے آپ میں رہتا سکتے ہیں آگیا۔ جموعی کے عالم میں سر جھکائے وینک سوچتا رہا سار دھجایا تو  
عرض کی۔ اب مجھے یقین کامل ہو گیا کہ آپ ملا شہدہ دستک سنی برحق ہیں۔ آسمانی بشانات و امارات اور نزول وحی کے  
ارشاد و ہدایات کی نسبت آپ کو تھلا دیا میرے لئے آساں تھا لیکن ان معاملات خاص میں جن میں بین یقیناً و درذبات  
حاصل جاتا ہوں کہ سوائے میرے اوہ وفوان کے نہ کوئی اس واقعہ کو جانتا ہے اور نہ کوئی اسے موقع میرا میں شریک جاسم  
تھا آپ کا پورا لاکھ فی حقیقت فراموش کیا کیسے تھلا یا جاسکتا ہے یہ کہ عید نے فوراً کہا اشدان اللہ اللہ و اشدان  
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسی وقت مشرف باسلام ہوا۔

عید کا کرنے آیا تھا کیا اگر کیا یہی قصرات قدرت ہیں معرفت قدرت کے حصول کا قوی ذریعہ انسان کے قصد و ارادہ  
کی تسخیر و تفسیح بھی ہے۔ خباب علی مرتضیٰ علیہ السلام کا قول ہے۔

عَرَفْتُ رَحْمَةَ رَفِيعِ الْعَرْشِ | میں نے ایسے پروردگار کو اپنے ارادوں کے نیور سے ہونے سے پہچانا ہے

عید کے ایسے مخالف اسلام کے اسلام لانے سے عموماً تمام مسلمانوں کو بہت بڑی مسرت ہوئی۔ خباب رسولی صلی  
نے اویس وقت صحابہ کو حکم دیا کہ اپنے برادرِ ایمانی کو اپنے ہمراہ لے جاؤ۔ اسلام کے ارکان اور احکام قرآن تمہارے لیے لکھے  
اسلام لائے بعض میں غور ہا کر دیکھا کہ اویس وقت حکم کی تعمیل فرمائی۔

عید نے چند دنوں کے بعد عرض کی کہ مجھے مکہ جانے کی اجازت دیجائے اسلئے کہ اب میرا عزم بالجرم یہ ہے کہ وہاں  
جا کر سطر میں اس وقت تک اہل اسلام کو ستایا کرتا تھا اور آزار دہانہ پوچھا کرتا تھا اسی طرح اب مشرکین قریش اور کفار  
مکہ کو ستاؤں اور انکو تبلیغ اسلام کے احکام پہنچاؤں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرط نامی کی انجام دہی یہ اسکو اجازت عید۔  
صفوان ابن امیہ مکہ میں عید کی کارروائیوں کا دن رات غصہ بھرا کرتا تھا۔ اور قریش سے باتوں باتوں میں انکو گھبرا



کرتا تھا کہ دیکھنا وہ ہی ایک روز میں مدینہ کے اندر کیا گل کھلتا ہے کہ نصیانات بدر کے داغ دل سے مٹ جائیں گے حضرت  
کو تدبیر مشیت کی کیا خبر۔ وہ وہی چاروں دن کے بعد عیر کی تدبیر کا نتیجہ بالعکس ظاہر ہوا۔ اور اس کے مسلمان ہو جانے کی خبر  
میں پہنچی تو صفوان بن یمان جو بنی نضیر تھا۔ اب عیر بھی وہی چاروں دن میں کامل مسلمان بن کر اپنے بیٹے کو لے کر چھوٹے مکہ  
میں پہنچ گیا۔ صفوان نے غم و غصہ کی حالت سے عیر کی صورت دیکھی اور آئندہ اس کو کسی قسم کا فائدہ پہنچانے کی کوشش کی  
لیکن اب دولت ایمان کے آگے صفوان کی یرغی اور باتوہی کی عیر کو رواہی کیا تھی وہ جو دورہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کر آیا تھا اڑے اطمینان و فراغت سے مکہ میں لوٹ کر آیا اور کثیر التعداد و مشرکین کفار کو ایسے  
بند و محو غفلت سے ہمیشہ دائرہ اسلام میں لانا رہا۔ جزاء اللہ عنہ ابن ہشام جلد دوم ص ۳۲

## غزوۃ الکدریہ غزوۃ السویق

(۱۱ ذی قعدہ ۳ ہجری)

ابھی اسی بیان ہو چکا ہے کہ ابوسفیان قصاص بدر کے لئے بے حد عرصہ پہنچا رہا تھا اس نے عمدہ کر دیا تھا کہ جب تک جنگ نہ  
کا انتقام نہ لے لے گا۔ غل جناب کو لگا۔ نہ کیڑے بد لے گا اور نہ سرین تیل ڈالے گا اس کا اضطراب قصاص اس کو ایسا  
بدحواس بناتا تھا کہ شکست بدر کے مہینہ ہی بھر کے بعد دو سو شتر سواروں کو ہمراہ لیکر قصاص بدر کے ارادے سے نکلا  
جڑہ و ذرا لیکن اب اسلام کے موہنہ پر ایک بار جڑہ و ذرا آنا آسان نہیں تھا۔ بلکہ اب اس کے سامنے آتے ہیں بھونکے پتھر  
قدم اوٹھانے کی ضرورت تھی۔

اس بنا پر ابوسفیان مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر چاہ کر ذوق غزوۃ الکدریہ اور ترنیلہ اسلام کی طرف سے یہودیوں  
کی سیدی اور بنی قریظہ کی جبرائیل کو بھی بھیجی اس لئے اس نے یہودیوں سے پہلے استفسار حالات اور ترنیلہ کو اپنا بیخمال  
و ہم آہنگ بنالینے کی ترکیب سوچی۔ چنانچہ وہ رات کی تاریکی میں جب کہ مدینہ پہنچا تب سے پہلے ہی ابن الخطب  
کے گھر کے آگے زیادہ گیا تھی اس کے گھر کے کڑے بند ہو چکے تھے نہ کھل سکے حضور پروردگار سلام بن شکم کے گھر گیا جو یہودان نبی  
نضر کا سردار اور تمام یہودیوں کے خزانوں کا امانت دار تھا۔ دروازے پر دستک دی کہ اگر اہل ابوسفیان اندر آیا سلام بن  
شکم نے بڑی گرجو جی سے استقبال کیا۔ نبی کے اکرام و احترام سے معافی کی عمدہ عمدہ کھانے پکوانے کھانے کے بعد رات بھر افواشی  
کی صحبت جی رہی اور اس صحبت میں مسئلہ خاص کے ساتھ اصل مدعا پر گفتگو بھی ہوتی رہی۔ سلام بن شکم نے ابوسفیان کے  
تمام مستقرات کا خاطر خواہ جواب دیا اور اسلام کے متعلق ہر جزئیات کی پوری اطلاع بھیجی لیکن آخر میں یہ بھی کہہ دیا کہ ابھی  
مقابلہ و قتال کا وقت نہیں ہے۔ تم لوگ اب وقت کرنا چاہتے ہو۔ ابوسفیان رات بھر سلام بن شکم کا مہمان رہ کر علی الصبح  
مدینہ سے روانہ ہوا اور اپنی قیامگاہ پر پہنچ گیا عرب میں اپنے عہد کا بڑا گورنار ایسا نافرمان کسی وقت اور کسی حالت میں یہودیوں

جاسکتا تھا اوسمیان چونکہ مباحص بدر کا عہد کر کے چلا تھا اوسکو حروی یا کئی طور پر پورا کر دینا اوسکے لئے لازمی تھا اس بنا پر اوس نے کدرے سے ملے ہوئے مقام عریض پر حاکم کر دیا عریض میں انصار کے چند قبائل آباد تھے۔ ایک مرد انصاری معین بن عمر کو قتل کر دیا اور انصار کے چند مکانات بھی آگ لگا کر خاک سیاہ کر دیے۔ مویثیوں کے چاروں کے انبار میں بھی آگ لگا دی اور اوسکو بھی بیکار و ضلّ کر دیا۔ اور اس طریقہ سے جزدی طور پر اپنے عہد و قسم کو پورا کر دیا۔

ششمی صاحب نے صرف عمر بن سعد کا قتل لکھا ہے لیکن ابن ہشام عمر بن سعد کے ساتھ اسکے حلیف کا قتل کیا جانا بھی بتلاتے ہیں اس بنا پر ابوسفیان نے انصار کے دو آدمیوں کا خون کا حق کیا۔ ابن ہشام ج ۲ ص ۶۹ اس نظامتہ اور بدولانہ حملات کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ ہی اوسکو مسلمانوں کا خوف بھی دہم لگتا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کے ایک کمی خرمی لگ گئی جو واقعی صحیح تھی۔ اس خرمی کے ہی واسطے حواس جاتے رہے اور فوراً لگہ کی طرف اس تیزی سے جان بچ کر بھاگا کہ راہ میں بوجہ ہلا کرنے کی غرض اور جلد رفت طے کرنیکی ضرورت سے ہمارا ہی رسد کے سامان تمام راہ میں بھینکتا گیا۔ رسد کے سامان میں اوسکے ساتھ صرف ستر بندہ رہے تھے جبکو مویثیوں نے سب کو قتل کر دیا۔

جن آدمی کے قتل کے بعد ابوسفیان نے انصار کے دو آدمیوں کا خون کا حق کیا۔ ابن ہشام ج ۲ ص ۶۹ اس نظامتہ اور بدولانہ حملات کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ ہی اوسکو مسلمانوں کا خوف بھی دہم لگتا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کے ایک کمی خرمی لگ گئی جو واقعی صحیح تھی۔ اس خرمی کے ہی واسطے حواس جاتے رہے اور فوراً لگہ کی طرف اس تیزی سے جان بچ کر بھاگا کہ راہ میں بوجہ ہلا کرنے کی غرض اور جلد رفت طے کرنیکی ضرورت سے ہمارا ہی رسد کے سامان تمام راہ میں بھینکتا گیا۔ رسد کے سامان میں اوسکے ساتھ صرف ستر بندہ رہے تھے جبکو مویثیوں نے سب کو قتل کر دیا۔

جن آدمی کے قتل کے بعد ابوسفیان نے انصار کے دو آدمیوں کا خون کا حق کیا۔ ابن ہشام ج ۲ ص ۶۹ اس نظامتہ اور بدولانہ حملات کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ ہی اوسکو مسلمانوں کا خوف بھی دہم لگتا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کے ایک کمی خرمی لگ گئی جو واقعی صحیح تھی۔ اس خرمی کے ہی واسطے حواس جاتے رہے اور فوراً لگہ کی طرف اس تیزی سے جان بچ کر بھاگا کہ راہ میں بوجہ ہلا کرنے کی غرض اور جلد رفت طے کرنیکی ضرورت سے ہمارا ہی رسد کے سامان تمام راہ میں بھینکتا گیا۔ رسد کے سامان میں اوسکے ساتھ صرف ستر بندہ رہے تھے جبکو مویثیوں نے سب کو قتل کر دیا۔

جن آدمی کے قتل کے بعد ابوسفیان نے انصار کے دو آدمیوں کا خون کا حق کیا۔ ابن ہشام ج ۲ ص ۶۹ اس نظامتہ اور بدولانہ حملات کے ارتکاب کے ساتھ ساتھ ہی اوسکو مسلمانوں کا خوف بھی دہم لگتا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کے ایک کمی خرمی لگ گئی جو واقعی صحیح تھی۔ اس خرمی کے ہی واسطے حواس جاتے رہے اور فوراً لگہ کی طرف اس تیزی سے جان بچ کر بھاگا کہ راہ میں بوجہ ہلا کرنے کی غرض اور جلد رفت طے کرنیکی ضرورت سے ہمارا ہی رسد کے سامان تمام راہ میں بھینکتا گیا۔ رسد کے سامان میں اوسکے ساتھ صرف ستر بندہ رہے تھے جبکو مویثیوں نے سب کو قتل کر دیا۔

جایا ہے۔ اس غرض خاص سے کہ عوام حضرت مخین کی خواستگاری والی روایت کو خاص اس سعد یا زیادہ سے زیادہ اہل سیرت کا محتار جمیع اور اسکو مرویات احادیث نہ یقین کریں۔

ثبوت استدلال میں وجہ عدم صحت یہ بتائی جاتی ہے کہ علامہ ابن حجر نے تزویج جناب سلیمان کے متعلق اور سب مرویات لکھی ہیں مگر اسکو نہیں لکھا۔

محققین آپ کے اس استدلال کی حقیقت کو خوب جانتے ہیں اور آپ کی اس شان و عنوان امتحان کو بھی پہچانتے ہیں۔ ان حجر کس گنتی میں ہیں۔ تاریخ و سیرت کی کتابوں کو جانیدہ بجے۔ حدیث کی کوئی چھٹی ٹری کتابت کسی نہیں ہے حسین ادولون امور کی خاص طور پر تصریح موجود ہیں ہے۔ حضرات ابوبکر و عمر کا خواستگار ہونا اور تزویج جناب سلیمان کا تحزیر الیہ یرموت ہوا۔ دونوں امور کی نسبت۔ مناقب امام احمد بن حنبل۔ ذخائر العقبیٰ امام

طبری۔ معجم ثلاثہ امام طبرانی۔ تاریخ ابن عساکر۔ کتاب المواقعات ابن السمان۔ موابیب لدنیہ امام قسطلانی مؤلفہ القلی سید علی المدائنی۔ فردوس الاخبار امام وہبی۔ اسرار القیام فی تہذیب الصحابہ امام جریری۔ مناقب امام ابوبکر خوارزمی۔ ابن شاذان علامہ ابوالخیر قرطبی حاکمی۔ علامہ عبدالباقی الرقانی۔ نیامع المودۃ امام سلیمان لمی القندوری۔ مناقب ابن مردویہ

روصۃ الاحباب محدث شیرازی مطالب السؤل امام ابن طلحہ الشافعی۔ کفایت الطالب علامہ ابن یوسف اللخمی الشافعی اور ارجح المطالب خواجہ عبد اللہ قرطبی نے اسی اپنی تصنیفات میں بالتفصیل تمام لکھا ہے۔ (مجموعہ یہ تفصیل زرقانی جلد دوم ص ۵۱ تا ۵۲ المودۃ فی القرنی امام قندوری ص ۱۲ مطبوعہ ممبئی اور ارجح المطالب خواجہ عبد اللہ قرطبی ص ۵۲ مطبوعہ لاہور سے نقل کی ہے۔)

تعجب ہے کہ سلی صاحب کو ایسے متواتر اور کثیر الاسناد واقعہ کی تضعیف یہ کیسے جرات ہوئی۔ یہ جرات بھی اسی ضرورت و مجبوری پر مبنی ہے۔ جو استحضات حالات سی ہاشم کے متعلق مدت قدیم سے آپ کے لاحق حال ہے اسی ضرورت نے یہاں بھی حقیقت حال بیان کرنے سے آپ کا قلم روک لیا۔

اتنا تنقید اور تنسید لکھ کر ہم اپنے سلسلہ بیان پر آجائے ہیں۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ کے سوالوں کی نامنظوری کے بعد جناب علی مرتضیٰ نے خواستگاری کی اور وہ بطیب خاطر منظور فرمائی گئی۔ ہم ان روایات کو اپنی کتاب الزہراء میں بالتفصیل بیان کر چکے ہیں۔ اسلئے زیادہ تصریح کی ضرورت نہیں۔ صرف زرقانی نے اس مرویات کو صحیح الاسناد قرار دیکر اس واقعہ کے متعلق مندرج کیا ہے۔ ہم اسی کو ذیل میں نقل کر دیتے ہیں۔

فی حدیث السنۃ عدد الی الخیر الحاکمی واس عساکر واس سادات خطہا علی تعداد خطہا ابوبکر و عمر و فقال لہ علیہ السلام قد امرنی ربی بذلك قال لہ کرتے ہیں کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کی خواستگاری حضرت ابوبکر و حضرت عمر کے بعد کی۔ آنحضرت صلعم نے جواباً ارشاد فرمایا کہ حدیث لے بھی مجھے لیا ہی حکم دیا ہے اس لئے کہ ابوبکر و عمر نے آنحضرت

قد دعا علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد ايام فقال ارجع لی  
اُنَا کُرو عُمُرَ عَمَّالٍ وَعَمَدَ الرَّحْمَانِ وَعَدَّةَ صَالِحٍ لَا تُفَا  
فَلَمَّا احْتَمَعُوا وَاحِدًا وَاحِدًا لَسَمَهُمْ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
اللَّهُ وَسَلَّمَ

الحمد لله المحمود معبود المعبود قد رتبه  
المطاع الموهوب من عذابه وسطرته الما والامره  
فی سماواته وارصه الدی خلق الخلق بقدرته ومیز  
نا حکمانه واعزهم بدینہ واکرمهم سنیہ فحمدہ  
اللَّهُ علیہ واللہ دسار ان اللہ تبارک وتعالی اسماء  
وتعالی عطیته جعل المصاهره سبلا لحق  
امروا معترضا اوسمیع (روحان واکرم بہ الامام فقال  
عمر بن قال وهو اللہی خلق من الماء تسرنا جعله  
نساء و صغیر فامر اللہ یحیی الی قصاۃ وخصاۃ  
یحیی الی قدره وکل قصاۃ قد وکل قدر الح  
وکل احل کتاب یحیی اللہ ما یشاء ویبیت وعبادہ  
اُم الکتاب۔

ان اللہ تعالی امری ان ازوج فاطمہ من علی  
بن ابی طالب واشہد ان لا اله الا اللہ و انی قد رتبه علی اربعۃ  
متقال فضہ ان ادعی بادل علی بن ابی طالب فتر  
دعار رسول اللہ صلی اللہ علیہ واللہ وسلم بطریق  
یسر فتر قال انتہوا وانتہوا وادخل علی فترسم  
صلی اللہ علیہ واللہ وسلم فی وجہہ فتر قال ان اللہ  
عزوجل امری ان ازوجک فاطمہ علی اربعۃ متقال  
فضہ ادرصیت بذلک فقال رصیت بذلک یا رسول اللہ  
فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام جمیع اللہ شہکما واعزکما

نے مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا کہ حضرات او کمرہ عمر عثمان اور محمد اکبر  
اور انھین کی تعداد کے مطابق انصاریین سے لوگوں کو میرے پاس  
ملا لاؤ حب بہ لوگ آپ کے پاس جمع ہوئے تو آپ نے او کو ساتھ  
ایک مجلس ترتیب دی اور او کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ  
جمیع حمدات ہو اللہ کے واسطے جو محمود ہے اپنی نعمتوں  
سب سے اور معبود ہے اسی قدرت کے دست قابل اطاعت  
اپنی سطوت و ہیبت کے باعث سے لوگ او کی طاعت اور سکے عدا  
کی وحد سے گریز کرتے ہیں وہ ایسا ہے جس نے تمام مخلوقات کو  
اپنی قدرت سے پیدا کیا ہے اسے احکام سے او کو قوت تیر دی ہے  
اور اپنے دین کے حسب او کو عزت بخشی جو اور اپنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
کے باعث سے او کو برگی عطا فرمائی ہے بتجہد اسد عزوجل نے  
سرانی رستہ کو سب تازہ اور احب حکم عادل اور حیر جامع قرار  
دیا ہے اور او کے حسب جموں کو ملایا ہے اور تمام خلق پر اس کو لازم  
گروا نہ ہے اور وایا ہے وہ اندلیا جو جس نے بانی و انسان کو پیدا کیا  
ہے او کے واسطے نہ اس سرانی رستہ قرار دے اور میر پر دیگر گارہر جو پر  
قاو رہی اور خدا کا حکم او کی قصا کی طرف جاری ہوتا ہے اور او کی  
قصا اس کی قدر کی طرف جاری ہوتی ہے اور قصا کے لئے ایک قدر ہی قدر  
کے واسطے ایک وقت خاص ہے اور ہر وقت کے لئے ایک حکم خاص  
ہے۔ خدا جو چاہے محکومے حکو یا ہے قائم رکھے اسی کو پاس اصل  
کتاب یعنی لوح محفوظ ہے۔

ابا بعد صلوات سحانہ تعالی نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کو علی بن ابیطالب  
کے ساتھ جارہو اسی متقال چاندی کے مہر پر بیابہ دوں بستر طہ کی  
ایسرا صی ہوں پھر اپنے ایک طبق سچو ہارے کا بھر اہر اطلب کیا اور  
ارشاد کیا کہ اس کو لوگوں میں لٹاؤ و چنانچہ وہ تمام لوگوں میں لٹا دیا گیا۔  
اسی آئینہ علی آئے اور انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم ہو کر اوت

وہا کہ علیہما واوح حکمہما اکیر اعلیٰ۔  
 کیا اور انکو مخاطب کر اکر ارشاد فرمایا کہ محمد ﷺ نے مکہ دیا ہے کہ میں  
 فاطمہ کو تمہارے ساتھ چار سو متقال جاری کے مہر پر یاہ دوں تمہیں منظور ہے ؟ حضرت علیؑ نے عرض کی منظور ہے ۔ یہ سنکر  
 حبیب رسولؐ اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ اتر دو دن میں جمعیت عطا کرے ۔ تمہاری معاشرت میں عزت دے ۔  
 اور تم دونوں کو رکعت عنایت کرے اور تم دونوں سے اولاد طاہرین مخلوق فرماوے ۔

لیکن مناقب اصحاب جنبل اور سداوہ حاکم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخر فقرات دعا سے پہلے اور حضرت  
 علیؑ کے احباب فرمانے کے بعد فقرات لکھے ہیں۔

صواع علیا حرشاحدا شکوا لہ صاعا لے  
 زرقانی نے بھی اسکو لکھا ہے۔ مگر ٹھوڑے غصص کے بعد یہ تجميع حدیث کے وقت تقدیم و تاخیر کی صرف سہو ترقیب ہے  
 حواکثر مؤمنین کو لاق ہو جاتی ہے۔ اور چندان قابل امانین زرقانی ج ۲ ص ۷۷

یہ توجاب سیدہ کی تزویج کے حاص حالات تھے۔ ارباب سرور یا رخ اور اصحاب اصاویت نے سامان عین  
 میں مفصلہ ذیل چیزیں لکھ کر پیش فرمائی ہیں۔

ایک چار پائی چوہان سے بنی ہوئی تھی، موٹی گری کی دو تہا میان (ایک میں کچھور کی تیان بھری تھیں اور دوسری  
 میں غیر خراکی جھالیں، چار کئے (دو میں کچھور کی تیان (دو میں جھنڈی کے بال مہرے تھے) تیانہ کی گے دو ما زوہد۔ برومانی  
 کی دو چادر بن۔ ایک جادر سر سے یاؤن تک مین آتی تھی۔ ایک چلی ایکٹ لٹا۔ ایک کٹورا۔ ایک شکٹ اور دوسری کے گھڑو  
 جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز عشاء پڑھ کر حضرت فاطمہ علیہا السلام کو حضرت ام المین کے ہمراہ حضرت  
 علیؑ کرم اللہ وجہہ کے گھر بھیجا۔

حضرت علیؑ مرتضیٰ لکھنوی کے بعضہ الرسولؐ کے آنے کے بعد۔ جناب رسولؐ اصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لائے  
 ان دونوں حضرات کے ساتھ گھر میں تشریف لاکر جو معاملات ظاہر کئے گئے اور علامہ زرقانی اور خود علیؑ صاحب النہانی  
 ان الفاظ میں تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت فاطمہ جب نے گھر میں جا لیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے وروا کر  
 پکھڑے ہو کر ان کو انگا پھر اندر آئے۔ ایک برتن بن پانی شگوا یا دونوں ہاتھ اوس میں ڈالے اور حضرت علیؑ کے سینہ  
 اور بازوؤں پر پانی چھڑکا۔ پھر حضرت فاطمہ کو لایا اور وہ ترم سے لڑکھرائی ہوئیں آئیں۔ اس پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا کہ میں نے  
 اپنے خاندان میں سب سے افضل شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔ یہ واقعہ ۲۶۸ ھ مطابق ج ۲ ص ۷۷

واقعات متفرقہ  
 اسی سال سے رمضان کے روزے۔ عید کی نماز۔ اور زکوٰۃ نظر کا حکم آیا۔ اور اسی سال  
 مسلمانوں نے نماز عید بالجماعت پڑھی

## شبلی صاحب کے سلسلہ بیان میں بدترتیبی

شبلی صاحب کے سلسلہ بیان | شبلی صاحب نے سیرۃ النبی میں محض - اہل اہدیت کے نقطہ نظر سے ترتیب - واقعات میں بیان میں سے ترتیبی فصل میں لکھا کہ وہ یہاں سے اوقات میں تاخیر و تقدیم کا نقص شروع جناب فاطمہؓ کے بعد -

تمام واقعات کو جیسا سال کے اندر واقع ہوئے عرصہ القلم فراموش ہے اور ایسا سلسلہ بیان اور ترتیب تالیف غزوہ احد کے عنوان سے بیکار آغاز کیا ہے حالانکہ تزویج جناب سیدہ سے لیکر آغا جنگ تک کے ایام میں باہفاق ابن عباسؓ و طری غزوات - ذی امر حراں غزوہ بنی قریظہ - سر تو زید بن حارثہ نزلے کعب بن الاشرف و عیروہ کے ایسے چھوٹے چھوٹے واقعات گذشتہ دس مہینہ کے عرصہ میں بالآخر سلسلہ راہ پیش آتے گئے جبکہ متعین اور شاخیں مویں نے پیچ نکال پی نام تصنیفات و تالیفات میں اس کی ترتیب وقوع کے موافق قلم نہ فرمایا بلکہ شبلی صاحب نے نہیں -

آئیے تو ترتیب احتیاط کی ہے - یاد وہ آپ کی ایجاد خاص ہے یا یوروپین مصنفین کی تقلید اہل تاسی - اور وہ یہ ہے کہ آپ نے غزوات کو دو قسموں میں تقسیم فرمایا ہے - ایک سلسلہ میں وہ واقعات کی ہیں جو قریش سے پیش آئے اور دوسرے میں وہ غزوات جو یوہودیوں کے ساتھ واقع ہوئے - ترتیب مہناموں کی تفسیر نظر بظاہر تو بالکل صحیح معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ علی الاکثر یہی دونوں مخالف تو ہیں ہمیشہ اسلام و کفر مقابل ہوتی رہیں - اور انھیں کے ساتھ لگاتار واقعات پیش آتے گئے - چنانچہ واقعات سہ ماہی میں خود تحریر فرمایا گیا ہے -

ارباب سیر کے مطابق غزوہ بنی قریظہ کا ذکر کبھی اسی سال میں ہونا چاہیے تھا لیکن اتصال و تسلسل واقعات کی تیار وہ آئندہ مذکور ہوگا - سیرۃ النبی ص ۲۶۹ ج ۱ -

لیکن عرض یہ ہے کہ اس تقسیم سے واقعات کی تعمین میں بہت فصل واقع ہو گیا مثال کے لئے غزوہ بنی قریظہ کی ذکر کو دیکھنا چاہیے کہ ارباب سیر کی ایک ناکہ مطابق آپ تو خود اعتراف فرماتے ہیں سہ ماہی میں واقع ہوا ہے لیکن آپ نے اسی ترتیب کی مجبوری سے سہ ماہی میں غزوہ احد اور سہ ماہی سہ ماہی کے سلسلہ غزوات و سیرا کی تفصیل کے بعد صفحہ ۲۹ میں - اس عنوان کے ساتھ قلم نہ فرمایا ہے - سہ ماہی غزوہ بنی قریظہ -

اب آپ ہی ملاحظہ فرمائیں کہ سہ ماہی سہ ماہی کے تمام واقعات و حالات بیان کر دیے جانے کے بعد آ سہ ماہی سہ ماہی کی کیا دوسرے تو اس آپ کی ذرا ایجاد ترتیب کو دیکھ کر ایک مہنامہ تبسم کر کے رہ جاتے ہیں -

سب سے زیادہ افسوس تو یہ ہے کہ آگے چل کر یہ ترتیب بھی قائم نہیں رکھی گئی - یہود کے معاملات کو سائننا خیبر ایک جاسمان کر کے پھر جنگ خندق آغاز کر دی گئی ہے جو قریش کے خاص معاملات تھے - اور خندق کے بعد معاملات حدیبیہ تک مسلسل اور مفصل طور پر قریش کے واقعات بیان کئے گئے ہیں - ان سب کے بعد غزوہ خیبر کا ذکر کیا گیا ہے تو پھر قریشی



ارباب سیر کی قدیم ترتیب اختیار کر لی گئی اور اپنی وہ ترتیب خاص جسکو عدم بیان غزوہ بنی قنیقہ کے وجہ میں یہ لکھ کر دکھلایا گیا تھا کہ اتصال و تسلسل واقعات میں فرق آتا ہے وہی ایک واقعات کی تحریر کے بعد متروک فرمادی گئی۔ حالانکہ اگر ترتیب واقعات میں تبدیلی منظور تھی تو وہ باسانی یوں ہو سکتی تھی کہ سلسلہ ہجری سے لیکر سلسلہ ہجری تک قریش کے ساتھ جتنے واقعات پیش آئے تھے وہ ایک سلسلہ میں بیان کر دیے جاتے۔ اس بطور سلسلہ ہجری سے لیکر سلسلہ ہجری تک یہودیوں کے جو واقعات ظہور پذیر ہوئے تھے۔ وہ دوسرے سلسلہ میں قلمبند کر دیے جاتے۔ تو یہ ترتیب بھی ایک قسم کی صحیح ترتیب تھی اور طرفین کے حالات واقعات بھی اپنے اپنے سن وقوع کے ساتھ صحیح طور پر بیان ہو جاتے۔ لیکن کمال افسوس تو یہ ہے کہ اب دونوں ترتیبوں سے ایک ترتیب بھی قائم نہ کر سکے پہلے تو ارباب سیر کی نقل و تقلید سے اتصال و تسلسل واقعات میں فرق پڑنے کی وجہ دکھا کر انکار فرمایا گیا لیکن جب آگے چل کر واقعات کے سن وقوع کی تقدیم و تاخیر کے مقاصد پر نظر پڑے تو اس ترتیب جدید کی خرابی کا یقین آیا۔ اور فوراً متروک کر دی گئی اور انھیں سیرتوں کی ترتیبی صوفیوں اختیار فرمائی گئیں۔ ان تمام بدترتیبوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب کی سیرۃ النبی میں۔ قدیم سیرتوں کی پوری ترتیب باقی نہ رہی اور اب کی جدید ترکیب خاص جو کچھ رہی۔ وہ خلط مبحث کی صورت

ماتی رہے ہم اور ہماری موجودہ ترتیب۔ تو وہی ہے جو تمام ارباب سیرۃ و تاریخ کی قدیم ترتیب ہے اس لئے کہ ہم سیرت کے موضوع پر تاریخی حالات و واقعات لکھ رہے ہیں۔ ہمارے استنباط و استخراج انھیں ماخذوں سے ہونے چاہئیں۔ ممکن تھا کہ ہم انہیں کوئی ترتیب ایسی پیدا کرتے جیسی کہ ہم اوپر لکھ کر تلا آئے ہیں جس سے تفصیل حالات و واقعات اور انکی تعیین اوقات و دونوں صحیح طور سے معلوم ہو جائی لیکن یہ ظاہر ہے کہ اس ترکیب سے ہمارے سلسلہ بیان میں ہوا ایک حدت یا نوعیت کے کوئی لطف خاص نہیں پیدا ہوتا۔ اور نہ کو محدود بنا منظور نہیں۔ اسلئے ہم نے سلف صالحین ہی کی تقلید کو اپنے لئے اور اپنی ترتیب کتاب کے لیے بہتر سمجھا اور اسی کو اپنی کتاب میں قائم رکھا۔

## غزوہ بنی قنیقہ

اشوال سلسلہ ہجری

اتنا تمیداً عرض کر کے پھر ہم اپنے سلسلہ بیان پر آ جاتے ہیں۔ ابن ہشام۔ غزوہ بنی سلیم یا غزوہ السوین کے ٹوکے کے بعد لکھتے ہیں۔

انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ واپس آئے۔ اور کوئی واقعہ پیش آیا اور وہ اس (ابن ہشام) دوی قصہ دو مہینے برابر مدینہ ہی میں مقیم رہے اور مقید بن قریش کو فدیہ لیکر رہا و انکی معاملات میں مصروف رہے

تخرج صلعم الى المدينة ولربيتي كيدا ما قام بها باقية سوال ودي العدة واخذى واقعة تلك حل الاسارى من قريش۔

مذکورہ بالا ایام قیام مدینہ میں یہود ان نبی قینقار کے مخالفانہ معاملات پیش ہوئے۔ اس جلد میں ہم ادھر یہودیوں کے حالات بیان کر چکے ہیں لیکن مناسبت مقام کی ضرورت پھر ہمارے ان کے اعادہ کے لئے مجبور کرتی ہے۔

یہودیوں کے محراب اطلاق ایہودیوں کی بخاری بنانا اعتباری اور سود خوری اور اسکے ذریعہ خاص سے عام مردم آزاری اسوقت تمام قوموں کا مسلمہ تھی۔ لیکن انکا حد سے بڑھا ہوا متول ضرورت سے زائد خوشحالی ایسی تھی کہ تمام قرب و حوا اور گرد و نواح کے اقوام و قبائل ہمہ وقت ان کے دست مگر تھے۔ اور اس بنا پر انکو تمام بلاد پر پورا اعتبار و اقتدار حاصل تھا۔ اور پھر اسی اقتدار کے ذریعہ سے انھوں نے بڑے بڑے قلعے بنائے تھے۔ کثرت سے سامان حرب و ضرب بھی جمع کر رکھے تھے۔ وہ ہمارے وقتوں کے لحاظ سے ہر مقام پر بجائے خود ایک فوج کی فوج تھے۔ اور اپنی ذمی اختیاری کے باعث اپنی قوم و قبائل کے علاوہ دیگر قبائل و قوم کے سیکڑوں لوگوں کو ایک اشارے میں جمع کر لے سکتے تھے۔

مدینہ اور اسکا قرب و حوا اسوقت یہودیوں کی آبادی کا مرکز تھا۔ بنی قینقار بنی نضیر خاص مدینہ کے مشاہیر قبائل یہود تھے۔ اور قبائل اسلام کو گویا مدینہ اور گرد و نواح تمام مقامات کے حاکم و مالک تھے۔ اوس و خررج قبائل انصاریہ کچھ تو اپنے آپس کی جنگ و جدال اور زیادہ تر اپنی ناداری کی وجہ سے بالکل ان کے زیر اثر آچکے تھے۔ اور گویا ان کے مطیع و منقاد بن چکے تھے۔

دنیاوی اقتدار کے ساتھ یہودیوں نے انصار پر اپنے دینی اثر بھی جمائے تھے۔ اس لئے کہ انصار بالکل جاہل قوم تھے۔ اور عقائد میں بت پرست۔ یہودی ٹیپ ہے لکھے تھے۔ اور اہل کتاب اسوجہ سے انصار اپنی جہالت کے باعث ان کے مرد و عہد کے بھی حلد ریا تزا گئے۔ اور اپنی عقیدت و خلوص کو ان کے ساتھ اس حد تک پہنچا دیا کہ ایک لا ولد انصار سنت ماننے لگا کہ اگر اوس کے بچے پیدا ہو گا تو وہ یہود بنایا جائے گا۔

ایک واقعہ نگار کی حیثیت میں ہمارا فرض ہے کہ جب ہم یہودیوں کے اقتدار کی مہانتک حالت دکھلا چکے ہیں تو ان ذمی اقتدار اختیار لوگوں کے طور و اطوار طریق و مسلک کے جتنے جتنے حالات بھی بیان کر دیں۔ ہم ادھر انکی دینی اور دنیاوی عظمت و ثروت و کھلا چکے۔ انکی اخلاقی صورت حال یہ ہے

اسلام اور اسکے پہلے تمام شریعتوں نے ضرورت سے زائد جمیع ملل اور اسکے ذریعے افزائش خصوصاً سود و خوری کے عالمگیر طریقہ مردم آزاری کو قطعاً ممنوع فرما دیا تھا۔ اس لئے کہ اس سے اخلاق بگڑتے ہیں۔ ہمدردی کی جگہ ہمدردی کو رحم و مروت کے بدلے سنگدلی اور انتقامت پیدا ہوتی ہے۔ اور قومی و ملکی اصلاح و رفہ اور امن و امان کے قیام کے لئے یہ دولت فروت مفید کیا ہوگی۔ سخت مضر نقصان دہ اور تباہ کن ثابت ہوتی ہے۔ یہودیوں کی دولت مندی اسی نقطہ استہائی تک پہنچ چکی تھی۔

مدینہ کے یہود۔ لوگوں کی جان واد۔ اموال۔ گھر بار و زیورات۔ متاع لوباب غرض سب کچھ جب رہن رکھ چکے تو بال بچے اور عورت تک رہن کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اب یہ یس وین اور کار و مار کا طریقہ بہن رہا۔ بلکہ صاف صاف ملک و قوم کے بٹاؤ و غارت کرنے کا ذریعہ بن گیا۔ جیسا کہ بہت جلد محمد بن مسلمہ۔ اور ابو عمارہ کے ساتھ کعب بن الاشرف یہودی کی لشکر و سوار گئے طاعن ہوا و گچا۔ یحییٰ کو زور پہنچے ہوئے تھمائی بہن اگر یہودی پالیتے تھے تو ان کے زیور و ن کی قلیل رقم کی لالچ میں پکڑ کر بیدردی سے مار ڈالتے تھے اور زیور لے لیتے تھے۔

یہودیوں میں یہودیوں سے زیادہ راکاری کا علم و رواج تھا اور یہ دیکھاری اور کتاہیم شکاری اور یہ بستیاری و بیکاری اور بکلی کثرت دولت کا نتیجہ تھی اور بکلی العموم و دشمن طبقہ کے لوگ اس فعل شنیع میں آلودہ ہوتے اور بکلی و درند و ترس کی وجہ سے کسی فرد و احد کو ان کی مزا و تنہید چڑات کیا ہوگی۔ اور نہ لکھنا و ٹھانے یا اعتراض کرنے کی توجہ بھی کی نہیں۔ ایک بار حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب آپ انکی حرام کاریوں کی خبر سننے سے عاجز آ گئے تو ایک یہودی سے پوچھا کیا تو ریت میں زیا کی سزا صرف ذرہ لگانا ہے۔ یہودی نے کہا۔ نہیں حضور یسنگاری زنا کی سزا لگی ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ یہ فعل بد بہارے شرفاء و اراکین قوم کی عادت عام ہو گئی ہے۔ اس لئے جب فی شریف یا ایہ شخص مجرم ہو کر آیا جھڑو گیا۔ عام طبقہ کے مجرمین کو تحقیقاً نازیانے لگا کر جھڑ دیتے تھے۔ آخر کار یہ تحقیق و ترمیم کی صورت حکم شریعت قرار پا گئی۔ اور یہ شخص کے لئے خواہ وہ کسی طبقہ کا ہو اسی نصاب کے مطابق سزا دینے کا عام دستور ہو گیا۔ سیرۃ النبی ص ۲۹۰ بحوالہ اسباب منزل واحدی۔

قرآن مجید نے صاف صاف الفاظ میں انکے اخلاقی معائب کو جہاد اسلامان کر دیا ہے۔ اور ہم انکو فحش صاب کی سیرۃ النبی سے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ سورہ مائدہ میں ہے۔

لَسَّ عَٰثُوْنَ لَکِذَّبٌ وَّاَکَلُوْنَ لَلشَّعِیْرِ

پھر سورہ مائدہ میں ارشاد کیا گیا ہے۔

وَقَدْ کَذَّبَ اَسْمُهُمْ فِی الْاَلَامِ سِحْرِ وَاَعْلَدُوْا

اور قرآن میں سے اکثروں کو دکھا ہو گا کہ گناہ اور فساد کی طرف مڑی تیری سے بڑھتے ہیں۔

سورہ ناس میں ارشاد ہوا ہے۔

وَاحِدٌ هِیَ الرَّحْمٰنُ وَقَدْ تَهَوَّاهُمْ وَاَکَلَهُمْ اَمَٰلُ النَّاسِ بِالْاِیْمَانِ

اور جو کہ یہ سود خوری کہتے ہیں حالانکہ انکو سود خوری سے منع کر دیا گیا تھا اور جو کہ بیغی و ن کا مال خود دہ کر دے ان سے

سیرۃ النبی ص ۲۹۱

قرآن مجید کی ان تصریحات جب لو کی مدکاریوں کی یوں کھلے کھلے الفاظ میں پوری کر دی تو یہودیوں کی مخالفت میں

سخت استعمال پیدا ہو گئی۔ اسکے جواب میں اوروں نے انواع اقسام کی مہربانیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص طور پر ایذا پہنچانے لگے۔ اور اہل اسلام کے قتل و غارت کی سی سی ترکیبیں سوچنے لگے اُن کے ان جو رسوم کے مشابہات پر آنحضرت صلعم نے خود بھی صبر و سکوت سے کام لیا اور مسلمانوں کو بھی ایسا نصیحت رہنے کی ہدایت فرمائی جو عین مدعا ہے حکم الہی تھا۔

۱۔ شہابی صاحب حضرت عائشہ سے نقل فرماتے ہیں کہ یہودیوں نے سہمبول کر لیا تھا کہ آنحضرت صلعم سے سلام علیکم کرتے۔ تو حائے اسلام علیکم کے السام علیک کہتے تھے۔ جسکے معنی یہ ہیں کہ تجھکو موت آئے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ موجود تھیں۔ انھوں نے سنا تو اٹھ کھڑی ہوئی اور نے اختیار لہو کر بول اڑیں۔ کبھی تو آنکو موت آئے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ نرمی سے کام لو حضرت عائشہ نے کہا آپ نے سنا بھی کہ ان لوگوں نے کیا کہا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ ہاں لیکن یہ کافی ہے کہ میں نے علیک کہ یا سیرۃ النبی ص ۲۹۱ بحوالہ صحیح بخاری۔

قرآن مجید نے بھی انکی بد زبانوں کے عوض خاموشی اور سکوت اختیار فرمانے کی ایسے ہی ہدایت فرمائی ہے۔ اور وہ آل عمران رکوع ۱۹ کے مفصلہ ذیل آیت سے ظاہر ہے۔

وَلَسْتَ مَعَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَ  
الَّذِينَ أُتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِنْ فَتَرْتُمْ  
وَأَنْ دَلَّكَ مِنْ عَدَمِ الْأَمْرِ

اور اہل کتاب اور مشرکوں سے تمہارا ایسا (کی باتیں) سونگے  
اور اگر صبر کے رہو گے اور پیڑ پھوسا ہی یہ قائم رہو گے تو یہ ٹری جھٹ  
کے کام ہیں۔

اسلام دنیا میں رحمت عام کا پیغام لیکر آیا تھا۔ باد و ستان رعایت باد و شمنان ملا رہا۔ اس کا کام تھا اس مایہ قرآن مجید نے انکی بدکاریوں کے اظہار سے قطع نظر کر کے مسلمانوں کو ان کے ساتھ مساویانہ اور موافقانہ محاورے سلوک اختیار کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ ویل کے آتے ہائے قرآنی سے اس پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

طَعَامُ الدِّينِ أَوْتُوهُ الْكِتَابَ أَجَلَ لَكُمْ  
اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے

ہزارستان دھو ماتے۔

پہرارتادہوتاہے۔

يَا سَيِّدَا إِسْرَءِيلَ اذْكُرُوا بِعِمَّتِي الَّتِي أَصَحَّتْ عَلَيْكُمْ  
وَإِنِّي فَصَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ

اسلام نے نہایت نرمی سے ان الفاظ میں تبلیغ کی آواز ان تک پہنچائی تھی۔ وہ الفاظ یہ ہیں

کند و او اہل کتاب ایک ایسی امت کی طرف اشارہ کرنا کہ جو کہ تم کو  
ایکساں مانتے ہیں وہ یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کو نہ یوں ہیں اور وہ  
کسی کو نہ ایک نہ مانیں ارہم بینہم کوئی خدا کو جو ہرگز کسی کو اپنا

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ مَيْنَا  
وَمَيْنَا لَا نَعْبُدُ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا  
وَلَا يَتَّخِذَ تَصَاوِيرًا يَا أَيْمَنُ دُونِ اللَّهِ وَإِنْ

قُولُوا عَصُوْنَا اَسْهَدُ بِمَا مَسْلُومٌ  
ہم تو مسلمان ہیں۔ سوزہ آل عمران رکوع ۹۔

رسولؐ نے تو اگر وہ ایسا مومن نہ بھیر لیں تو تم کبہ داجھا۔ تم کو اگر

اسلام کی یہ رعایت۔ مسالک مساوات اور موافقہ تعلقات قائم رکھنے کی عرصہ میں یہودیوں نے  
اسلام کے ساتھ کیا ترناؤ رکھے ہیں۔ قرآن مجید کے مفصلہ ذیل الفاظ میں انکی دین تصریح ہے۔

وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا اَهُؤُلَاكَ اَهْدَىٰ مِنَ  
الَّذِينَ آمَنُوا سَوَاءٌ

ابہایت یا قمتہ ہیں۔

بھیر ارشاد ہو رہا ہے۔

اور اہل کتاب میں ایک گروہ کہتا ہے کہ مسلمانوں پر جو اور ہے امیر  
صحیح کو ایمان لاؤ اور تم کو اس سے بھیر جاؤ یہ کہہ کر لوگ  
(مسلمان) بھی بھیر جائیں۔

وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِمِمْ بِالَّذِي  
اُوتِيَ عَلَى الْيَٰدَيْنِ امِمْ اَوْ اَمَّا اَلْهَارِ وَالْهَرَمِ  
لَعَلَّكُمْ تَرْجِعُونَ۔ آل عمران

یہ تو اسلام کے ساتھ تبلیغ اور دینی احکام و آئین کی تدبیر کے متعلق یہودیوں کی مخالفت کی صورت حال تھی جو  
عرض لگائی۔ اب تقاضے اسلام اور مسلمانوں کی جان و مال کے قیام اور امن و آرام کی سبب جو اس شریر الطبع قوم نے معطلانہ  
طریقہ اختیار کئے اور کی حقیقت حسب ذیل بیان کی جاتی ہے۔

اور یہ بیان ہو چکا ہے کہ انصار مدینہ کا اسلام لانا اور جناب رسولؐ کی اصل علیہ السلام و آلہ وسلم کو مدینہ میں بلوانا۔ انکی ذمی قمار  
اور ذمی اتیری کے لئے انکی سمجھ میں بہت ہی نقصان رسان ثابت ہوا۔ لیکن انھوں نے فوری مخالفت کو خلاف مصلحت  
سمجھ کر بالکل سکوت اختیار کر لیا۔ اور صرف سکوت ہی نہیں بلکہ اسلام کے ساتھ معاہدے میں شامل ہو کر اسکی رواقیت و  
حمایت کو بھی قبول کر لیا۔ اور جنگ بدر تک یہ زبان فی رفاقت باہی گئی۔ بددین بھی انکی شرکت و لیرانہ اور جان نثارانہ انداز  
سے نہیں تھی بلکہ محض تماشائیانہ اور منافعہ طرہ سے۔ اور اس نمایشی مشاککت کے بروئے میں وہ اندر ہی اندر استیصال  
اسلام اور مسلمانوں کے قتل عام کی ترکیبیں کر رہے تھے۔ اپنی اس ترکیب کی کامیابی کے لئے انھوں نے یہ تدبیر سوچی کہ  
انصار کے دو بڑے اور مشہور قبائل اوس و خزرج میں نا اہلانی پیدا کر نیکی کو مستثنیٰ شروع کر دیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ  
اسلام کے حامی اور مددگار یہی دو قبیلے ہیں اگر ان میں نا اہلانی ہو گئی۔ تو پھر اسلام میں سٹ کر جم ہو جائیگا۔ عرب کی  
کیہ یہ رو طبعیت کا خاصہ وہ تھا کہ وہ قدیم معرکے جنگ کے افانوں کو سن کر بہت جلد یہ جوش بوجھاتے تھے۔

یہودیوں کی مخالفت اسلام اس بنا پر یہ واقعہ ہوا کہ اوس و خزرج کے قبیلے کے سمت سے آدمی ایک جگہ جمع ہوئے آیس میں اور  
اور دہری ماقب کر رہے تھے۔ یہودی ایسے موقوف کی تاک میں لگے رہتے تھے۔ جو آجما ہو چکے۔ اور انکی قدیم خانہ جنگیوں کا  
ذکر چھڑ دیا۔ اور ذکر میں خوب ننگ مرزنگا لگایا گیا۔ تجلیہ واقعات کا سننا تھا کہ خلیفہ میں قدم جوش بھیر تازہ ہو گئے

اور باتوں باتوں میں ٹکراتے رہتے جانیں سے تلواریں کھینچ گئیں۔ کتاب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قورامو قہ پر  
خیر پوچھ گئی آپ تشریف لائے اور انکو پن و مو غلط فرمائی۔ اور اُنس فتنہ و فساد کو فرو کر دیا۔

قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ اس کا ذکر آیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنِّي فُطِّعُوا أَفْرَاقًا مِّنَ الَّذِينَ  
أَوْفُوا الْكَيْفَ يُدْرِكُهُمْ يَوْمَ ذَلِكَ لَمَّا لَبَّيْنَا  
سلاوی گمراہ اہل کتاب کے معنی دکن کا کہا ماہوں گے تو وہ کہو ایمان لالے کے  
اندھیر کا مرد ماہی گے۔ سیرۃ النبی ص ۹۴ بحوالہ اصحابہ

یہودیوں کی قریش کے ساتھ سازش کی حالت اور دکھلا چکی گئی ہے عبداللہ بن ابی سلول کے ساتھ مجالس  
و رسالت کی کیفیت بھی بیان ہو چکی ہے۔ ابھی ابھی البرہان مقام کدر پشاد دستہ خروج ہو کر اور راتوں رات  
بھیکہ نہ پھونچا۔ اور اسلام بن شکم بنس یہود کے ساتھ رات بھر صلاح و مشورہ کر کے واپس جا چکا ہے اوسکی  
حقیقت بھی ابیر ہم لکھ چکے ہیں۔

اس مشورہ و صلاح سے پہلے۔ قریش کی بددلیکی ان الفاظ میں یہودیوں کو بھیج چکی تھی۔

اِنَّكُمْ اَهْلُ الْحَلَقَةِ وَالْحَصُونِ وَاَنْكُمْ تَقَاتِلُنَا صَلْحًا  
اَوْ لَعْنًا كَذًا اَوْ لَا تَحِلُّ دِينًا وَاِيَّيْكُمْ اَسَاءَ  
کھر شیعی سیرۃ النبی بحوالہ اس داؤد۔

یہ تحریر صاف صاف بتا رہی ہے کہ قریش سے خط و کتابت برابر جاری تھی اور ایسے اسلام کی غرض سے ریشہ  
و دانیان ہمیشہ قائم تھیں۔ اس آئینہ میں بدر کی عظیم الشان فتح نے یہودیوں کے تمام راز ہائے فحشی کا انکشاف کر دیا۔ اور  
اسلام کی مخالفت میں بالکل کھل پڑے۔ اس میں سب سے پہلے قبیلہ بنی قینقاع کے یہود۔ اسلام کے حریف بنکر  
سائے آگے جیسا کہ تمام محدثین و مؤرخین بالاقفاق لکھتے ہیں۔

اسی قبیلہ کا کافر اول یہود بقصوا ہادینہما  
و دین رسول اللہ صلعم و حادوا دین دلا  
و احد۔

نئی قبیلہ کی خصوصیتیں ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ بدر میں یہودیوں کی شرکت منافقانہ اور ناشائستہ تھی۔ چنانچہ ابن سعد  
غزوہ بنی قینقاع کے ذکر میں میرے اس بیان کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہیں۔

فلما كانت وقعة بدر اظهروا البغى والحسد و  
مذا و العهد والمروة  
اقتدر ہی سے یہودیوں نے شر ترش اور حد کا اظہار کر دیا اور  
صاحبہ کو قورامو۔

رسالت کی حقیقت میں لگاؤ نے اوس وقت سے انکا رخ ہیجان لیا تھا۔ اور معاونت بدر کے بعد سے انکی



بڑے حزم و احتیاط اور ہوس یاری اختیار کی جاتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راتوں کو کمین شہرین آنے جانے سے پرہیز کر لیا تھا۔ رات کا آنا جانا مکمل موقوف کر دیا گیا تھا۔ اسلئے کہ یہودیوں کی طرف سے وقتاً بوقت اور جا کے خطرے کا خوف تھا۔ صحابہ پر بھی احتیاط کی تاکید تھی اور صحابہ بھی اس احتیاط کی وجہ سے واقف تھے۔ اور وہ بھی ہمیشہ احتیاط کیا کرتے تھے اور ہوس یاری راہ کرتے تھے۔ چونکہ صحابی کو رسول کی جان اپنی جان سے کمین زیادہ عزیز تھی۔ اسلئے طلحہ میں برابر۔ انھیں ایام میں جب سہارا ہو کر قریب مرگ ہوئے تو انھوں نے اپنے اغوہ و احباب کو یاں ملا کر سب سے پہلے حوصیت کی وہ نہ اہل و عیال کے متعلق تھی اور نہ اپنی جائیداد و اموال کی نیت تھی۔ اوس کے الفاظ یہ تھے: خیال رکھو! اگر مین رات کے وقت مرجاؤں تو تم لوگ ہرگز نہ گزراؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے مرنے کی اطلاع نہ کرنا۔ اسلئے کہ اگر اذینکو اطلاع ہوئی اور آپ میری مشالعت جوازہ کی عزت بخشی کے قصد سے باہر نکلتے تو مجھے یہودیوں کی طرف سے آپ پر وقوع ضرر کا خوف و اندیشہ ہے۔ اس لئے مصلحت یہی ہے کہ انھیں اطلاع ہی نہ دی جائے اور تم سب مجھے ملکر دفن کرو۔ سیرۃ النبی ص ۲۹۵ بحوالہ اصحابہ ان حجر۔

بنی قینقاع کے بنی قینقاع یہودیوں کا بہت ہی خوشحال قبیلہ تھا۔ یہ لوگ زریورات کے بہت بڑے کاریگر تھے اور چاندی حاصل حالات سونے کے بہت بڑے دستکار اور اہل کار و بار تھے۔ ان کا بہت بڑا بازار مدینہ میں انھیں کے نام سے مشہور تھا اور بنی قینقاع کہا جاتا تھا۔

بنی قینقاع نے مخالفت اسلام میں یون پرستی کی کہ انصار کے قبیلہ کی ایک عورت ایسی ضرورت سے سوق بنی قینقاع میں ایک یہودی کی دوکان پر گئی یہودی نے اوسکے ساتھ جا ہانا مذاق کیا۔ اور وہ یہ تھا کہ اسکی لاعلمی میں پیچھے سے آکر اسکے پیراہن کا دامن اس طرح چاک کر دیا کہ جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہو کر لوٹتی تو بالکل رہنہ تھی۔ اسکو اوتھتے ہی یہودیوں میں جتنے پڑ گئے اور سیکڑوں تالیان بچ گئیں یہ غریب مفت مفت رسوا ہو گئی۔ اور گویا شرم سے دگرئی بھرے مروین ننگی عورت کیسی شرمناک بات ہے اتفاق سے ایک مسلمان بھی بازار میں وہیں سودا لے رہا تھا۔ اوسکو یہودیوں کی اس حرکت ناٹا یہی سخت طیش آگیا۔ اور اوس نے اوس شرم پر یہودی کو قتل کر ڈالا جس نے یہ حرکت کی تھی۔ یہودی کمین دور تو تھے ہی نہیں فوراً جمع ہو گئے۔ اور اوس کا قبضہ قبیہ کر ڈالا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ محدودے جینا صحابہ کے ساتھ صرف نماز کی غرض خاص سے موقع پرش یہاں لگے۔ اور یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ خدا سے ڈرو۔ ایسا نہ کہ تم لوگوں کو بھی مدد والوں کی طرح مصیبتیں پیش آئیں۔

اتنا سننا تھا کہ تمام یہودی حیران پا ہو گئے۔ اور آتش غیظ و غضب میں جل کر نہایت دریدہ دہی سے ان الفاظ میں جواب دیئے۔

یا محمد ﷺ انک تری اما قومک لا یعربک انک لقیعت  
قوماً لا اهلهم لها الحرب حاصت منهم حصة  
اما والله لئن حادتنا ان لتعلمن اما نحن الداس  
اس ہستام حلا دوم ص ۴

اے محمد (صلعم) کیا تم نے ہلکے بھی اپنی قوم کے لوگ سمجھا ہے اور اس  
امر پر مغرور نہ ہو کہ تم کو ایک ایسی قوم ہی سامنا ہوا تھا جو جنگ  
سے بالکل باواقف تھے۔ حال کی قسم تم کو ہم سے یا لا پر لگاؤ معلوم  
ہو جائیگا کہ وہ ہم لوگ ہیں۔

یہودیوں کا صرف گستاخانہ جواب ہی نہ تھا بلکہ اسلام کے مقابل میں صاف صاف اعلان جنگ تھا۔  
یہاں یہ ان مغرور بنو خبیثون نے وہ عذر نامہ جو مسلمانوں کے ساتھ لکھا تھا۔ واپس کر دیا۔  
رحمت علیہم نے۔ وَاخْرُصْ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ جاہلوں سے۔ ارجھو۔ کے حکم حکم پر بطور کٹا قطعی سکوت اختیار فرمایا  
اور بالکل خاموشی کے ساتھ موقع سے واپس آئے۔ مراجعت کے بعد فوراً نوح اسلامی سے تبدیلہ بنی قبیقاع کا محاصرہ  
کر دیا۔ اس لئے کہ ان کے دو روزہ زبانی اعلانی جنگ کرنے اور پھر معاہدہ یا خود ہاکے واپس دینے سے اصلاح نہ  
کیسوی محاملات کی کوئی امید باقی نہیں رہی تھی۔

محاصرہ کو پورے تندرہ دن بھی نہیں ہوئے تھے کہ یہودیوں کی تمام گرجاؤں میں ان ٹھکانے میں بیٹھ گئے اور ان کے قلعے  
ابھی تک بند تھے لیکن اونکی محبت و حرارت کے بند بیکھل گئے تھے۔ آخر کار تصفیہ میرا رضی ہوئے۔ اور کھلا بھیجا  
کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو فیصلہ فرمایا ہیں گئے وہ ہلکے منظور ہوگا۔ آپ نے ان کے معاملہ میں خود فیصلہ  
فرمانے سے احتیاط کی اور عبداللہ بن ابی سلول کو جو ان کا قریب حلیف تھا اور آواز محاصرہ سے ان کے معاملات کو  
تصفیہ سے طے کر دیے جانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برابر زور و منت کیا کرتا تھا حکم مقرر کر دیا۔ عبداللہ  
بن ابی نے ان کے جلا وطن کر دئے جانے کا حکم سنایا۔ بنی قبیقاع نے فیصلہ کا حکم منظور کر لیا۔ مگر عبادہ بن الصامت  
کو بھیج کر تین دن کی حملت مانگی جو منظور کر لی گئی۔ تین دن کے بعد۔ یہ قبیقاع کا قبیلہ۔ حوشا بنین سات سو آدمی تھے۔ اور  
حنین صرف تین سو جو ان زورہ پیش تھے۔ مدینہ کو خالی کر کے موضع درعات میں جو علاقہ شام میں داخل ہے چلے گئے  
جب قدر مال و اسباب وہ لپکا سکے ہوا لے گئے۔ جو چور گئے وہ مسلمانوں کو نعمت میں حاصل ہوا۔ اموال  
غنیمت میں سے جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رقم خمس صاگر لی۔ اور یہ پہلی رقم خمس تھی جو مال غنیمت  
سے ملنے لگی گئی۔ اسکے بعد مال غنیمت تمام مسلمانوں پر تقسیم کر دیا گیا۔ روحنا الاحباب ص ۲۴۵

## سلسلہ ہجری

رقی کعب بن الاشعث یہودی۔ ربیع الآخر سلسلہ ہجری

کعب ابن اشعث یہودیوں میں یہ عجیب بات منساوت تھا۔ منساوت کا پٹلا۔ اسلام کی مخالفت کا پورا ٹھکانہ۔ اس شریف النفس کا

عضو عضو فتنہ انگیزی اور مفسدہ خیزی سے پُر تھا۔ نبیؐ کا عجب تھا اور سنا یہودی حقیقت یہی اسکی ہون ہے کہ ایک عرب اشرف نامی جو قبیلہ طے سے تھا۔ اتفاقاً یہود ان بنی نصر کا حلیف بن گیا۔ اور اس قلعے سے مدینہ میں اسکی آمد و رفت شروع ہوئی۔ رفتہ رفتہ یہودیوں میں اس کا اتنا اثر ازا وقتیار بڑھ گیا کہ انہوں نے اسکو مستقل طور سے مدینہ میں بسا لیا۔ ظہر یہ ہوا کہ اورافع بن ابی تحقیق جو یہودیوں کا مذہبی پیشوا اور تاجر الحجاز کی لقب انصافی سے مشہور تھا۔ اپنی لڑکی بیادہ کی اب تو اشرف تمام اشرف یہود کا گویا تاجدار بن گیا۔ کعب اسی لڑکی کے لطن سے پیدا ہوا۔

کعب سن تیز پر پونچھ کر اپنے باپ سے بھی - حرفت - فتنہ انگیزی اور مفسدہ خیزی میں نمبر لے گیا۔ اور فتنہ شامی میں تو کامل نکلا۔ بہت بڑا سحرالبیان اور فصیح اللسان مشہور ہوا۔ کعب نے اپنی شہرت کی موجودہ ذریعوں سے سب سے بڑی بات اپنے مقاصد کی کامیابی میں یہ پیدا کر لی کہ ادس نے یہودیوں کے ساتھ اپنے تعلقات وسیع اور پراثر بنائے۔ نئے قریش کو بھی اپنے مراسم و ارتباط سے اپنا مطیع - منقاد و نالیا۔ ان تمام باتوں کے ساتھ اسلام کی مخالفت اور سلاطین کے استیصال کے خیال بھی اسکے رگ دیے میں کوٹ کوٹ کر بھرے تھے۔

کعب کی کعب یہودیوں کا مذہبی پیشوا تو تھا ہی اس نے مذہب یہود کی پوری تنظیم کی۔ مدینہ اور ادس کے بیرونی مقامات محالفت میں علمائے یہود کے ماہرہ و وظیفے مقرر کئے جب خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں قریش لائے اور اسلام کا چاروں طرف چرچا ہوا تو ایک دفعہ علمائے یہود بیرونجات سے اس کے پاس مقررہ وفاق لیتے آئے کعب نے ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت دریافت کیا تو ان لوگوں نے جواب دیا کہ یہ وہی ہے جسکی آمد کی خبر ہماری کتابوں میں موجود ہے۔ اتنا سنا تھا کہ کعب جل اٹھا۔ اور ان لوگوں سے کہہ دیا کہ تمہارے وظیفے بند - تم لوگ گھروٹ جاؤ۔ یہ علمائے یہود خالی اپنے گھر واپس آئے۔ پٹ تو بڑی بڑی شے ہوتی ہے۔ آخر کار مادی اور عسرت نے ایمان فروشی پر تیار کر دیا۔ اور بغیر گزارے یا وظیفہ کے گزارا نہیں دیکھا۔ تو پھر لوٹ کر کعب کے پاس آئے اور اسکے آگے ان ایمان فروشوں نے ان الفاظ کے ساتھ دست سوال بڑھائے۔ زرقانی لکھتے ہیں۔

<p>قالوا لہ انا اعلمنا فیما احداک لہ اولاً وکما استما علمنا انا اعلمنا وایس هو المستطوع صی عمہ وصالہم کما قال ابن سعد - در قادی</p>	<p>جلدی میں ہم نے آپ کو جواب دیدیا تھا۔ اب جب ہم نے اپنی کتابوں میں اپنے علم سے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ہم لوگوں نے غلط کیا یہ شخص نئی منظر نہیں ہے۔ یہ سکر کعب راضی ہو گیا اور انکے طائف</p>
---	--

اس نے مخالفت اسلام میں اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ جب قریش کے پاس شہر لگان بد رکی تعزیت کی غرض سے مکہ پہنچا اور بوستیان وغیرہ نے اس سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ ہمارا دین اچھا ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین اور ان دونوں میں تمہارے نزدیک کون سا دین بہتر ہے۔ اور ان میں سے کون سا دین حقیقت اور ہدایت سے قریب تر ہے۔

کعب نے کہا تمہارا دین ان کے دین سے بہتر ہے اور زیادہ ہدایت یافتہ ہے۔ یہی واقعہ آیہ **الْحُرَّتُ الْکَیْفُ** کے نزول کا باعث ہوا۔ عیا کہ عنقریب سلسلہ بیان سے ظاہر ہوگا۔ زرقانی ص ۱۲ ح ۲

یوں تو تمام یہودیوں میں بدر کی فتنہ نے عموماً آتشِ حسد بھڑکادی تھی لیکن وہ ان کے دلوں کے اندر ہی اندر سنگ رہی تھی لیکن خاصہ کعب کے حملے انگارے ایسے بڑھکے کہ آخر اسے باہر پھینچ لائے۔ کسی طرح گھر میں جین نہ لیسے دیا۔ اور مدینہ سے مکہ میں پہنچا دیا۔ اور کشتگانِ بدر کا نوہ خوان بنا کر صرف ماکہ میں ٹھلا دیا۔ شاعری میں کعب کی مضمون آفرینی تو مشہور تھی۔ اس نے کشتگانِ بدر کے خوب خوب مرثیے کہے اور ادین میں مخالفتِ اسلام کے خوب اقتعال انگیز پہلو نکالے۔ ابنِ ہشام نے اس موقع پر اس کی مختلف نظمیں لکھیں ہیں لیکن ہم ادین میں سے اس کی ایک نظم کے صرف دو چار اشعار نمونہ کے طور پر ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں۔

طحمت رچی مدر لمہلات اہلہ	جگ مدر کی جلی نے اہل مدر کو سیس ڈالا
ولمتل مدر تستهل وتد مع	مدر جیبہ واقعات کے لئے رونا پٹنا چاہیے۔
کو قد احب بلہ من ابص ماحدا	کتنے سفید شریف اور مروتی حیرے
دی تھتہ ناوی الیہ الصیتع	حکے یہاں ہمت سے اہل حاجت بناہ لیتے تھ مارے گئے
لیرو وریدب بالمجموع واتسا	ایسی فوج کے ساتھ مدینہ چلے چلو
عجمی علی الحساب الکریمالا وریع	اور عالیخانداں صاحب ورع کی ستان سے

(ایسے فردوں کی حمایت کرو تاریخ ابن ہشام جلد دوم ص ۴۲)

کعب کے یہ نوحوے ایسے پُر درد و نکلے۔ اور تمام قریش کو اتنے دلپسند ہوئے کہ گھر گھر میں اسے بلایا کر نظمیں پڑھوائی گئیں۔ ایسے ہی تمام قریش کے مجموعوں میں کعب جاتا رہا اور مردگانِ بدر پر آب بھی روتا رہا۔ اور تمام جمع کو رولا تارہا۔

تاریخ انجیس کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تک میں نہیں گیا تھا بلکہ اپنے چالیس رفقا کا پورا دستہ ماکہ بنا کر ہمراہ لے گیا تھا۔ اوسفیان کا صمان ہوا۔ اور اوسکو ساتھ لے کر حرم میں آیا۔ اور سب نے حرم کا پردہ تمام کر قسم کھائی کہ کشتگانِ بدر کا مسلمانوں سے ضرور قصاص لینگے غیبتی صاحب سیرۃ النبی میں لکھتے ہیں۔

کعب نے انجین شہر اتون پر لکھا نہیں کی بلکہ قصہ کیا کہ جبکہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرادے۔ علامہ یعقوبی نے اپنی تاریخ میں نبو صیر کے واقعہ میں لکھتے ہیں۔

کعب بن الاشرف الیہودی الذی اراد ان یشکر	کعب بن الاشرف یہودی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
موسول اللہ صلعم۔	دھوکے سے قتل کر دینا چاہا تھا۔

اس روایت کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حافظ ابن حجر نے (درکعب بن اشرف بن) عکرمہ کی سند سے نقل کی ہے کہ کعب نے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دعوت میں بلایا اور لوگوں کو محین کر دیا کہ جب آپ تشریف لائیں تو وہ ہو کے آپ کو ہلاک کر دیں۔ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس روایت کی سند میں ضعف ہے لیکن جب قرآن اور دیگر شہادہ موجود ہیں تو یہ ضعف رفع ہو جاتا ہے۔ ص ۲۹۸

مکہ میں جو اسے استعمال انگیزی کی اسکی تفصیل حالت ہم اور لکھ کر دکھلائی گئی کہ کعب مکہ سے مدینہ میں آیا۔ تو یہاں سلام کی وجہ سے اشعار لکھنے کی مشق شروع کر دی اور اپنی بارگاہ طبع کا یہ نمونہ دکھلا دیا کہ مسلمان عورتوں کی شان میں مختلف گیتیں تیار کیں اور انہیں جی بھر بھر کے اسکی پردہ درمی اور عیب حوائی سے کام لیا۔ ابن ہشام کہتے ہیں۔

نصر جمع الی کعب المدینہ حسنت النساء  
المسلمین حتی اذا هم  
کعب یہی سے اسکی زبان خواتین اسلامی کی طرف تیز ہو گئی تھی۔ چنانچہ شکست بدر کی نظموں میں اس نے ام الفضل حضرت عباس کی زوجہ محترمہ کی طرف خطاب کر کے یہ شعر کہا تھا۔

اد احل است لہم ترحل ہنفہ  
وتارکات ام الفضل بالمحرم  
نورقانی ص ۱۰ اہل دوم باسناد ورض الالف سہلی۔  
اے موت تو بدر کے میدان (منقب) میں کیوں بیٹھ رہی  
اور قوئے ام الفضل کو حرم میں کیوں (رندہ) بیٹھ رہی

حقیقت میں کعب کے جہاد اب اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ کوئی قانون۔ خواہ اخلاقی ہوں یا قومی۔ تجل مردا کی زیادہ اجازت نہیں دیتا بلکہ نرے فوری کا حکم لگاتا۔ اس لئے کہ اب اسکی ناپاک ہستی سے دوسرے پاک نفوس کے امن و امان میں سخت نقصان ہو چکے گا پورا یقین ہو چکا تھا اسباب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس شرارت۔ فائدہ انگیزی اور استعمال طبعی کی حرکتوں کو دیکھ کر عاجز آ گئے۔ اور خدا سے سبنا یہ تعالیٰ کی جناب میں یوں دعا فرماتے گئے۔

اللہم اے ربی اے شریف بہا یتک فی  
الخلا یہ المتبر  
پروردگار رب تو ان شرارت کے اظہار سے خدا سے مجھے  
بچالے۔

یہ مسلم ہے کہ جب انسان کی تمام امکانی قوتیں کسی امر میں عاجز رہ جاتی ہیں تب وہ اس امر کو خدا کی طرف رجوع کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی یہی ضرورت پیش آئی عجیب الدعوات نے اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا لیکھ لی۔ ابن اثرب کے متعلق ان الفاظ قرآن میں نرے کافی کی طرف اشارت فرمائی۔ امام قسطلانی مواہب لدنیہ تحریر فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِاصْحَابِهِ وَقَدْ احْتَرَقَ اللَّهُ  
بِذَلِكَ قَمَرًا عَلَى رُؤُوسِ الْمُسْلِمِينَ - الْكَمَرُ  
إِلَى الدِّينِ أَوْ بَوَّابُ تَصَيُّمٍ الْكِتَابُ بَوَّابُ الْوَحْيِ  
وَالطَّاعُونَ وَالْمُؤْمِنُونَ لِلدِّينِ كَهَرُوا هَلْوَ  
إِهْدِنِي مِنَ الدِّينِ أَمْوًا سَبِيلًا أُولَئِكَ الدِّينُ  
أَحَبُّهُمُ اللَّهُ وَمَنْ يَلْقِ اللَّهَ فَلَنْ يُجَدَلَ لَهُ نَصِيرُهُ

اس آیت کے نزول کے ہی رسول اللہ صلیم نے فوراً صی کی طرف  
مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ تم کو اس معاملہ (معاذ کہکب) کو متعلق  
خدا کا حکم مل گیا اور اسی وقت آپ نے یہ آیت پوری تمام مسلمانوں  
کو پڑھ کر سنا دی کیا تم میں دیکھتے ہو اور ان لوگوں کو جن کو کتاب خدا کا  
کچھ حصہ ملا ہے کہ وہ حسد و طاعت برائیاں رکھتے ہیں اور کادوں  
سے کہتے ہیں کہ تم اولوگوں سے زیادہ براہیت یا قہ ہو جو لوگ خدا اور  
میرائی اور حق پر خدا لعنت فرماتا ہے اور کہو گئے کوئی یسین و مدو کا نہیں ہے

نزولِ حکم کو وقت۔ محمد بن مسلمہ۔ ایک خوش عقیدت صحابی حاضر خدمت تھے۔ عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ ص  
کیا آپ چاہتے ہیں وہ مفہ ختم کر دیا جائے۔ تو میں اس خدمت کی انجام دہی کو حاضر ہوں اور اس بلائے بدو راں  
کو سلام اور اہل اسلام کے سر سے ٹال دیتے ریٹھار ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے منظور ہے۔ لیکن اس امر میں عجلت نہ کرو۔ سعد  
بن معاذ سے مشورہ کر لو۔ چنانچہ سعدؓ کو لکھا گیا کہ سعدؓ نے کہا اوسکے پاس غلہ وغیرہ قرض لیے کے حیلہ سے جاؤ۔ وہ قرض کا  
نام سنتے ہی اپنے قلعہ سے باہر آجائیگا۔ تم اپنا کام کر لیا۔

محمد بن مسلمہ نے اپنے اس مشورے میں ابو نائلہ - عمار بن شبر - حارث بن ادس بن معاویہ - اور ابو عمیس بن جبیر - چار جوانان انصار کو شریک کر لیا تھا اور اس فہم کی انجام دہی میں ان کو اپنا رفیق بنالیا تھا۔ مورقین و محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ یاجوج انصار تھے اور قبیلہ ادس کی یادگار۔ ان میں سے کوئی بھی کسی دوسری قوم قبیلہ کا آدمی نہیں تھا۔

محمد بن مسلمہ نے اس مهم کو کیوں اپنے ذمہ لیا تھا۔ اسوجہ سے کہ واقف ہی کی روایت کو مطابق محمد کعب کا رضاعی بھائی تھا۔ لیکن آنحضرت کے خلاف تمام موضوعین و اہل سیرت اور نیز علمائے محدثین نے ابو نائلہ کو کعب کا رضاعی بھائی قرار دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ ابو نائلہ اسلام لانے سے پہلے کعب کا ندیم خاص تھا۔ اسلام کے بعد آپس میں جدائی ہو گئی۔ محمد بن مسلمہ نے پہلے۔ دن کے وقت ابو نائلہ کو کعب کے پاس اوسکی دلچسپی کرنے اور استمراج لینے کے غرض سے بھیجا۔ ابو نائلہ پہنچا۔ کعب نے بڑے خلوص سے اوسکی خاطر مدارات کی۔ اور دیر تک آپس میں شعر خوانی ہوتی رہی یہ ابو نائلہ نے اپنے ندمائے بیان کو اس عنوان سے شروع کیا۔

بھائی کیا کہیں اس شخص کا (رسول صلعم) آنا تو ہم لوگوں کیلئے بلائے جان ہو گیا۔ تمام عرب ہمارے دشمن ہو کر ہم سے جنگ و قتال پر آمادہ اور مستعد ہو گئے۔ اور ایک کمان سے ہم پر تیر چلانے لگے۔ ہماری تجارت اور کاروبار کی تمام راہیں منقطع ہو گئیں۔ اس شخص (رسول اللہ صلعم) کا یہ حال ہے کہ ہمارے پاس تو خود کھانے کو نہیں ہے۔ ہم اوروں کو دین تو



کہاں سے۔ یہ ہیں کہ ہم سے ہمیشہ وصولی ہی کی فکر میں ہیں یہ سن کر کعب بولا۔ ابھی کیا ہوا ہے۔ اس سے بڑکھرا ہوا مصیبت میں پڑو گئے۔ مگر بھائی یہ بتاؤ کہ ان مشاہدات مخالف کے بعد بھی مدینہ والوں کے خیال محمد صلعم کی طرف سے کیسے ہیں؟ ابونا نکلہ نے کہا کہ ظن غالب یہ ہے کہ اونکی حمایت سے لوگ دست بردار ہو جائیں اور ان سے دوری اختیار کریں گے لیکن بات یہ ہے کہ ابھی ابھی ان سے عہد و پیمان کر چکے ہیں۔ اسوجہ سے عجلت کرنا نہیں چاہتے یہ سن کر کعب بہت ہی مسرور ہوا۔ ابونا نکلہ نے کہا محمد صلعم کی سبقت ہمیں میرے ذاتی خیالات تو معلوم ہو چکے اب تمکو یہ بھی بتا دیتے ہیں اور یقین ہے کہ تم اسے سن کر بہت خوش ہو گے کہ میں نے اپنے اس خیال میں اکثر لوگوں کو شریک کر لیا ہے چنانچہ محمد بن مسلمہ۔ عباد بن بشر۔ حارث ابن اوس بن معاویہ اور ابو عیسٰی۔ یہ تمام لوگ میرے ہم خیال اور ہم راے ہو چکے ہیں اور ہمارے ہمارے اس تمام دوستوں کو اپنی عسرت و ناداری کی موجودہ حالتوں میں ہماری استعانت و مددگاری کی ضرورت پیش آگئی ہے۔ اور ہم اسوقت اسی ضرورت کی وجہ سے تمہارے پاس حاضر ہوئے ہیں۔ کعب نے کہا تمکو کیا ضرورت ہے اگر قرض لینا چاہتے ہو تو اپنی بیویوں کو رہن رکھ دو۔ ابونا نکلہ نے کہا ہمیں بی بیوں کے رہن میں صرف یہ تامل ہے کہ تم باشار اللہ جیسے صاحب حسن و جمال ہو وہ روشن ہے۔ ہماری سببیاں تمہارے حسن و جمال کے مقابلہ میں اپنی عصمت و فاضلہ قائم نہ کر سکیں گی۔ کعب بولا۔ اچھا اگر کوں کو گروی رکھ دو۔ ابونا نکلہ بولا کہ میں بھی شہادت دنیا کی وجہ سے تامل ہے۔ دنیا کیسے کی کہ جن بچوں کے واسطے قرض لیے گئے۔ انہیں کو گروی رکھ دے۔ پھر قرض لیا بھی تو کس کے لئے۔ ہاں ان دنوں چیزوں کی جگہ اگر تم ہمارے اسلحات کو رہن کر کے قرضہ دینے کا وعدہ کرو تو ہلوگ رات کو اپنے اسلحات لیکر تمہارے پاس آئیں یہ بھی تمکو معلوم ہے کہ اسکل چاروں طرف خشک و قحط کی خبریں گرا کر مشہور ہونے سے انسانکو عموماً اسلحات کی کمی ضرورت ہوتی ہے یہ سن کر کعب نے کہا اچھا اپنے اپنے اسلحات لے کر تم لوگ رات کو آنا۔

ابونا نکلہ یہ قول و قول لے کر کعب سے رخصت ہوا۔ ایسے رہتا سے ملا۔ اور ساری سرگزشت سداوی میرے لوگ

ملکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اور روئے و عارض کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

اطلِقُوا لِسِدِّ اللّٰهِ اللّٰهَ اَعْبَدُوْهُ | | خدا کا نام بلکہ خدا۔ خدا تمہاری اعانت و تہمت ہے۔

رات ہوئی تو یہ لوگ حصار کعب کی طرف روانہ ہوئے۔ حسن اتفاق سے مدینہ کی چودھویں تاریخ صبحی اور رات بھر کی چاندنی۔ یہ لوگ چلے تو چاروں طرف میدان میں چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ رات کا جیکو اچھا خاصہ دن تھا یہ پانچون جوانان انصار کعب کے دروازے پر پہنچے۔ آواز دی۔ کعب اسوقت عیش و عشرت کے عالم خاص میں عرق تھا اور دولہ بنایا تھا۔ حین ترین غریب کی ایک دو شیرازہ لڑکی سے ایسی دن نکاح کیا تھا۔ وہ حینہ و عطریات اور دیگر خوشبوئیں میں ڈوبی ہوئی پوری عروس نو بہار بنی تھی اسی کے ساتھ یہ بھی کپڑوں اور بالوں میں عطریات و خوشبوئیں لگائے اس کے پھلوں ملایا گلہ تر بنے بیٹھے تھے۔ آواز سن کر فوراً چلنے لگے۔ بی بی نے منع کیا اور انہوں نے کہا جانے دو۔ ہمارے بھائی اور احباب

ملاتے ہیں وہ بولی۔ کہتی ہوں۔ بنجاؤ۔ محکوانکی آواز سے بولے شرارت آتی ہے۔ کعب نے کہا۔ نہیں۔ کوئی غیر میں سب اپنے ہیں۔ ان میں میرا رضاعی بھائی اونا نلکہ بھی موجود ہے اور وہ اس قدر میرے آرام کا خواہاں ہے کہ اگر سخت ضرورت کے وقت بھی مجھے سوتا ہوا یا کئے تو کبھی نہ جگاے۔ تو پھر ایسے لوگوں سے ادرتہ کیسا؟ بی بی بولی۔ یہ سب صحیح ہے۔ مگر میں کہتی ہوں تم نہ جھاؤ۔ ضرور خطرہ ہے۔ کعب نے کہا۔ تم کیسا بے معنی اصرار کرتی ہو۔ تم نہیں جانتی ہو ہم ان لوگوں سے وعدہ کر چکے ہیں۔ اور شرفا کے لئے ایفائے وعدہ مرض اولین ہے۔ یہ کہا اور بی بی سے دامن چڑا کر قلعہ کے نیچے اتر آیا۔ اس اثنا میں محمد بن مسلمہ نے اپنے ہمراہیوں سے یہ ترکیب قتل کعب کی ٹھہرائی کہ میں اس کے لمبے بال پکڑ لوں گا اور اشارہ کروں گا تم تلوار لیکر ٹوٹ پڑنا۔

کعب نیچے آتے ہی ان لوگوں سے ملا تکلف ملا۔ تھوڑی دیر تک باہمانہ مراسم تعظیم و تکریم ہوتے رہے اس اثنا میں اونا نلکہ نے کہا۔ کعب کیا اچھی چاندنی ہے۔ کیا تم شب ماہ کی لطف انگیز یون کی سیر کرنا نہیں چاہتے؟ آؤ ٹہکتے ہو میرے عجوز ایک قریب کے کنوئیں کا نام ہے۔ تاک چلین چاندنی کا لطف اور ٹھنڈا پانی اور باہم گفتگو کا خطا حاصل کریں۔ کعب نے کہا۔ ہاں ہاں چلو۔ غرض سب ملکر خرامان خرامان چلے۔

اس اثنا میں محمد بن مسلمہ نے کہا۔ کعب۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تم سر اپا عطر ہو رہے ہو۔ اور ایسی خوشبو تم سے فوت آرہی ہے کہ میں نے تو آج تک ایسی خوشبو نہیں بوئیں تھی۔ لاؤ ذرا اپنے بال تو مجھے سونگھنے دو۔ کعب نے ہڑ ہاؤں گئے۔ محمد نے خود بھی سونگھے اور ہمراہیوں کو بھی سونگھلائے۔ پھر چھوڑ دیے۔ اور پھر باتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر محمد نے بال سونگھنے کی خواہش کی۔ کعب نے پھر کا کل بڑھا دیے۔ اکی مار محمد نے اس کے بالوں کو مضبوطی سے اپنی کلائی پر پکڑ لیا۔ اور اتفاقاً اشارہ کیا۔ وہ تلوار میں لے کر ٹوٹ پڑے۔ لیکن اتفاق سے کوئی تلوار کام نہیں کرتی تھی محمد نے دیکھا دیر ہو رہی ہے فوراً قمرولی نکالی اور اس کے سیٹ پر لکڑی پوری نیچے اتار دی۔ کعب نے ایک ایسی چیخ ماری کہ اس پاس کے تمام یہودیوں کے قلعوں میں اس کی آواز پہنچ گئی۔

اس کی بی بی نے کھڑے ہو کر یا آل نضیر۔ بائنی قریطہ کے نعرے مار کر حمایت طلب کی۔ اور انصار کعب کا سر کاٹ کر چلتے ہوئے جلدی میں حارث کو اپنی تلوار سے خود خفف سا زخم لگ گیا تھا۔

یہودیوں نے انصار کا فوراً تعاقب کیا۔ مگر یہ لوگ راہ کاٹ کر دوسری راہ سے اپنے اپنے مقام پر پہنچ گئے اور فوراً خدمت رسول صلعم میں حاضر ہو کر کعب کا نایک سر اپنے منظر پر ڈال دیا۔ آپ نے تبسم فرما کر انصار کے چہروں کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا افسحت الوجہ کیسے خوشحال اور شامس چہرے ہیں عقیقت منہ میں نے فوراً عرض کی وجہ کیا؟ رسول اللہ حضور کا چہرہ مبارک بھی یا رسول اللہ اس کے بعد آپ نے فوراً سجدہ کیا اور فرمایا اور حارث کے موضع زخم پر لعاب ذہن لگا دیا وہ فوراً اچھا ہو گیا۔

صحیح کو کعب کے قبیلے والے دربار رسالت میں مستحیث نہ کر حاضر ہوئے۔ آپ نے ارستاد فرمایا وہ دستور القتل تھا دین خدا کی اہانت کرتا تھا۔ مسلمان مرد و عورتوں کی چوکر تا تھا اور مسلمانوں کے قتل پر دوسری قوموں کو برا سمجھتے کرتا تھا۔ اور کافروں کو مسلمانوں پر واجب تھا۔ اگر اوسکے عذاب تم لوگ کسی مفیدے کا قصد کر دگے تو تم بھی سزا پاؤ گے۔ یہودی کو بنی قریظہ کا نتیجہ پیش نظر آگیا اونکے ہوش و حواس اڑ گئے اور اسلام کے ساتھ معاہدہ صلح کئے یہ آمادہ ہو گئے۔ آپ نے حضرت علی سے یہ صلح نامہ لکھوا کر انھیں کے پاس رکھوا دیا۔ سردقانی جلد دوم ص ۱۲ ع ۱۱۱۱ ہ۔

سبلی صاحب  
معدنہ اختصار  
اشع صاحب نے اس واقعہ کو ضرورتاً اختصار کے ساتھ لکھا ہے۔ اور اختصار بھی ایسا جو بالکل واقعہ کی تلخیص ہے اور وہ بھی اس انداز سے تحریر فرمائی گئی ہے کہ گویا کعب کا قتل محمد بن مسلمہ وغیرہم کی بی راے و تجویز کا محض واقعہ تھا۔ خدا یا رسول کا نشانہ نہیں تھا اسی وجہ سے آپ نے اس واقعہ کے متعلق اس آیت قرآنی کو نہیں لکھا جس سے قتل کعب کا حکم مستنبط ہے اور حکوم مفسرین و محدثین کے اسناد و متفقہ سے اوپر لکھ آئے ہیں۔ اور نزول حکم کے وقت جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام مسلمانوں کو اس سے آگاہ و مطلع فرما دینا بھی نقل کر چکے ہیں اس تحریر النفس یہودی کے جتنے جزا کہ تھے اور کوشش ملی صاحب نے بھی لکھا ہے اور ان سے زیادہ میں نے لکھ کر سلا دیا ہے۔ یہ عزت نصیرت کے بعد آپ کا اس واقعہ کو اختصار و تلخیص کے ساتھ اس انداز سے لکھنا کہ رسول ص اس کے حکم و عمل سے بال بال الگ دکھلائی دین۔ کس سبب سے ہے؟

سبب خاص تو وہی معلوم ہوتا ہے کہ معتزین اور ضوئیا عیسائی مؤلفین کے اعتراض کا قیام خوف بھیر عائد حال ہو گیا کہ وہ کہیں گے کہ مسلمانوں نے حکم رسول سے کعب کو غلام و حمار و مدد سے قتل کر ڈالا۔ اسی خوف کے خاموش اثر سے حکومت ظاہر کرنا نہیں چاہتے تھے۔ آپ نے اپنی کتاب بن تلخیصاً یہ عبارت لکھ دی ہے حکومت ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

ارباب روایت نے لکھا ہے کہ محمد بن مسلمہ نے آپ کی خدمت میں یہ بھی عرض کیا تھا کہ ہر کچھ کہنے کی اجازت دیجائے۔ ارباب سیر نے اس کے معنی لگائے ہیں کہ اونھوں نے جھوٹ بات کہنے کی اجازت مانگی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت دیدی۔ انھیں حدیث عقیبہ لڑائی میں ہو کا دیا جا رہا ہے۔ لیکن بحاری کی روایت میں یہ لفظ آید لَمَّا قُتِلَ کَعْبٌ یَّہودیٌّ بکوارِ جارتِ دہی کہ ہم نہ لکھ کر دیں۔ اس سے غلط گوئی کمان نکلتی ہے۔ سیدۃ النبی ص ۲۹

خ۔ نشانہ ہو گئے ہیں تیر جس کمان سے چلے۔ سبلی صاحب کے نزدیک تمام ماؤن کے بگاڑنے والے اہل سیرت ثابت ہونے ہیں لیکن میری تحقیق میں علی الاکثر حضرات محدثین ہی ان غلط فہمیوں کے ہیملانے کے باعث قرار پاؤ ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جتنی کثیر التعداد کمان بن حدیثوں میں لکھی گئی ہیں۔ اتنی سیرت میں نہیں۔ چنانچہ اس واقعہ میں شرح درقانی صفحہ ۱۲۱ پر لکھ دیکھ لے جاویں کہ انھیں غزوہ کے مسئلہ کے تسلیم کرنے والے کہتے ہیں کہ انھیں ثابت ہوتے ہیں یہ

تمنا اہل بیعت کو لازم نہانا کیسا؟ اور اُتْرَبُ خُذْعَہ کے مسئلہ صحیح سے آپ کو انگار کیوں ہے؟  
یہ مسئلہ متفقہ صرف حکم شریعت ہی کے مطابق نہیں ہے۔ بلکہ قانون فطرت کے بالکل موافق۔ ہر قوم و ملت  
کے آگے ناسوت ہو چکا ہے اور ابتداء عالم سے لے کر اس دم تک ہر قوم و ملک اور ملت و مذہب میں اس پر عمل درآمد جاری  
اگر آپ اس مسئلہ سے انکار کریں گے تو پھر آپ کو واقعہ ہجرت میں درش خواب پر حضرت علیؓ کو سلام دینے اور رسول اللہؐ  
کے یوں مخفی طور سے چل جانے۔ اور اس موقعہ پر خدا کے اس علی حکم فرمانے۔

وَاذْكُرْ مَوْلَاكَ الْكَافِرَ وَاللَّيْلُ أَفْ  
يَقُولُكَ أَوْ كَيْفَ حَوْلُكَ وَيَكْفُرُونَ وَيَكْفُرُونَ  
اللَّهُ وَاللَّهُ حَزِيرٌ لِّمَا كَيْفَ يَنْ

صورت کا لوگ تم سے مکر کرتے تھے کہ تمہیں کیسے قتل کر دیں  
یا صرح اللہ کر دیں۔ اور وہ مکر کرتے تھے اور خداؤں کے مکر کا  
جواب دیتا تھا اور وہ متر جواب دینے والا ہے مگر یہ لوگ رسولوں کا۔

کے جواب معقول پیش کر نیکی لئے بھی تیار ہو جانا چاہیے

یہ سب تو بہت ہیں۔ جو سمجھات و قیاسات سے بھی تجلیات انسانی کے دائرے میں فروتر ہیں۔ ہم نے اس  
واقعہ کے ذکر و نقل میں پہلے ہی سے آپ کے اس اعتقاد و تلخیص کے سبب اصلی کو پالیا ہے اور اسی وجہ خاص سے قتل  
کعب کے واقعہ کو پوری تفصیل کے ساتھ بالکل خدا و رسولؐ کے مطابق ہونا۔ تمام سنا و صحیح و مشہور و قویہ سے ثابت  
کر دیا ہے اور پوری توضیح و تصریح کے ساتھ یہ بھی تلمذ یا سہ کعب کی مخالفت اسلام۔ ایسا رسولؐ تمام اشتعال  
قریش۔ جبکہ ناموس مسلمانان۔ وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ناقابل عفو و جراحیم تھے جنکی نذر سوائے قتل کے دوسری نہیں  
ہو سکتی تھی اور یہی نشانہ قدرت بھی تھی۔ اور اسی کے مطابق تفصیل بھی لکھی۔

باقی رہی تفصیل کی صورت۔ جس شری صاحب کی نظر طری ہے۔ اور دوسرے دن کی نظر پڑنے کا بھی خوف ہوا  
ہے اسکی حقیقت یہ ہے کہ کعب کے ساتھ لشکر تو تھا ہی نہیں۔ جبکہ لئے ہمراہی لشکر متقابل کی ضرورت ہوتی اور اسکا  
حبيب و حضرت درست کرنے ہوتے۔ صرف اس کی ایک نایاک ہستی کو ختم کر دینا تھا کہ مفسد دن کے دروازے بند  
ہو جائیں۔ اس بنا پر اس کو صرف قتل کر دینا تھا اور جب اسکا اصل قتل حکم خدا و رسولؐ سے مستحکم ہو چکا تھا تو اس کی  
صورت ظاہری اور اس کے اقسام و اطراف کی چڑیاات سے بحث کرنا محض بیکار ہے۔

قتل اور واضح کعب کی طرح اور واضح۔ سلام بن ابی قحیف۔ یہودی بھی سخت ترین دشمن اسلام تھا حرم و محرم کی حقیقت  
سلام بن ابی قحیف و مقدار جب یکساں تھی تو اصول مساوات کی بنیاد صورت برابر بھی مساوی ہونی چاہئے۔ لہذا اور واضح  
یہودی بھی جبکہ نام سلام بن ابی قحیف یہودی تھا۔ اپنے مقابلہ کے آخر نتیجے ویسے ہی دیکھے جیسے کعب بن  
اشرف نے تفصیل آگے آتی ہے۔

قتل اور واضح کے تین وقت کی نسبت۔ تمنا اہل تاریخ و بیعت ہی میں اختلاف نہیں ہے۔ بلکہ محدثین میں بھی

ررتانی جلوس دوم ص ۱۹۰ میں تمام اقوال جمع کر دیئے ہیں۔ اور انکی تجميع سے جس زمانہ خاص کو مختار قرار دیا ہے وہ حافظ ابن حجر صاحب کے مختار کے موافق جہادی الاولیٰ (قتل کعب سے دو مہینہ بعد) مسلمہ ہجری ہوا ہے۔ اور اسی کو امام المورخین ابن جریر طبری اور رئیس المحدثین حافظ جمال الدین محدث شیرازی نے بھی اپنا قول مختار قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ تفصیل کو کتب صحاح اور طبری کے ماخذ متفقہ سے ترجمہ کر کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں۔

کعب کے واقعہ میں اور یہ بیان ہو چکا ہے کہ اسکے قتل میں صرف قبیلہ کے اوس کے جوانان انصار شریک تھے اور کوئی دوسری قوم قبیلہ کے لوگ نہیں تھے۔ یہاں تک کہ انکے سب سے بڑے قبیلہ قرظ کا ایک فرد واحد بھی شامل نہیں تھا۔ قبیلہ اوس کے اس مخصوص حصہ کی خدمت کے مشابہ سے قبیلہ قرظ کے انصار کو ایک گونہ مخلصانہ اور عقیدہ مندانہ رشک پیدا ہوا اور وہ سمجھے کہ خدمت اسلام کے متعلق قبیلہ والے ہم سے سفت لے گئے اس بنا پر اور اربعہ کی مہم کو محال کرنے کی خصوصیت کے معنی ہوئے۔

تاریخ نوحدت و دونوں کے شواہد عطا رہے ہیں کہ کعب اور سلام یہ دونوں سرداران یہود اسلام کے برسرِ دست اور طاقتور دشمن تھے صرف دشمن ہی نہیں بلکہ اپنی فساد انگیزیوں سے دوسری قوم قبیلہ کے لوگوں کو دشمن بنا بیٹھے۔ مخالفت اسلام اور انڈازے رسول انام علیہ السلام میں دونوں کے حرکات برائے تھے۔ کعب اگر تقریر سے دیگر اقوام و قبائل کو اسلام کا دشمن نہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچاتا تھا۔ تو اور اربعہ اپنی دولت کیش سے مخالفت اسلام اور ایڈازے رسول کے مقاصد و مظالم پر پکارتا تھا۔ کعب کا تو خاتمہ ہو گیا تھا۔ لیکن اسکی موجودگی سے ابھی ٹوٹی ہی انڈیشہ لگے ہوئے تھے۔ اسی اثنا میں رسیان قرظ نے اس حصہ خدمات کی انجام دہی کے لئے عرض خدمت کی۔ جناب رسولؐ نے اسی اثناء میں رسیان قرظ نے اجماع دیا۔

اجازت لیکر تاریخ و لیل اور پرہیزت جوان۔ عبدالمدن بن عتیک اور عبدالمدن ابنس عبداللہ بن عتیکہ ابو قتادہ اور ایک شخص جو قرظ کا حلیف تھا۔ اس مہم کی انجام دہی پر روانہ ہوئے۔ جس طرح محمد بن مسلمہ کعب کے واقعہ میں اپنے ہمراہیوں کا افسر تھا۔ اوس طرح عبداللہ بن عتیک اپنے ہمراہیوں کا موجودہ مہم میں حاکم مقرر ہوا۔ جناب خدایا علی تاریخ و لیل نے کعب کے واقعہ کو سربراہ محمد بن مسلمہ کے نام سے اور اور اربعہ کے موجودہ واقعہ کو سربراہ عبداللہ بن عتیک کے نام سے موسوم کیا ہے۔

ان دونوں واقعات میں ہر فرقہ سے پوری ممانعت ثابت ہوتی ہے لیکن موقع میں اللہ اختلاف یا ما جاتا ہے۔ کعب کا حصار مدینہ سے بالکل قریب تھا۔ اور اور اربعہ جو کثاد بن ابی الحقیق (نور ہا اول حضرت صفیہؓ) کا اپنا بھائی تھا۔ غیرہ کے قریب جاسا تھا۔ اور عین قریش کی راستہ پر اسکا حصار واقع تھا۔ اور وہیں اسکی تجارت کے مال حاسے بھی تھے۔ یہ دونوں بھائی۔ کثاد اور اور اربعہ کے کثیر المایہ تجارت تھے۔ اور چونکہ تمام علاقہ حجاز کی تجارت اسکے ہاتھ میں تھی۔ اسلئے دونوں تجارت

حجاز کے لقب خاص سے مشہور تھے۔ اس بنا پر جو لوگ کتب کے واقعہ میں تشریف لائے تھے انکو مدینہ سے آگے جانے کی حرمت نہیں ہوئی۔ خلاف انکے ابورافع کی مہم والوں کو بہت دور جانے کی تکلیف اڑھائی ہوئی۔

لیکن یہ بہت بہت مہم مردان مدد خدا۔ منزل مقصود تک پہنچ ہی گئے۔ عبداللہ بن عقیق خود بیان کرتے ہیں کہ ہلوگ غروب آفتاب کے وقت حصار ابورافع کے نزدیک پہنچ گئے۔ ہم نے اپنے ہمراہیوں کو قلعہ کے قریب ایک علیحدہ گوتہ میں بٹھلا دیا اور ان سے کہا کہ میں قلعہ میں جا سکی طہرین جاتا ہوں۔ تم ہمیں بیٹھے رہنا ضرورت کے وقت ہم تمہیں آواز دین تو تم چلے آنا۔ یہ کمکریں دروازہ قلعہ کے ماس آیا تو دیکھا دربان قلعہ کا دروازہ بند کرنے کو بالکل تیار ہے میں دروازے کے قریب قضاے حاجت کے جیلہ سے بیٹھ گیا۔ اس نے مجھے دیکھا کہ اے بندہ خدا اگر تجھے قلعہ میں آنے کی ضرورت ہو تو جلد در زمین دروازے بند کر دوں گا۔ تو پھر رات بھر آتا مکن نہ ہو گا۔ یہ سنکر میں دروازے کے اندر چلا آیا۔ اور ایک گوشہ میں چھپ رہا۔ وہاں کواڑ سدا کر دیے اور مکانات قلعہ کی کنجیاں دیواریں لٹکا دیں۔ میں اسے مقام پر بیٹھا ہوا دیکھتا رہا جب وہ لیٹ کر غافل ہو گیا۔ تو میں چپکے سے اٹھا اور کنجیوں کا گھما لیکر چلا ہوا۔ قلعہ کے دروازے کے نیچے آیا کان لگائے تو مجھے ابورافع کی آواز قلعہ کے بالائی حصہ پر معلوم ہوئی۔ اور ایسا معلوم ہوا جیسا کہ امراء عرب کا دستور قدیم تھا کہ رات کو کھانے کے بعد ایک داستان گو سے داستانیں سناتے تھے اور سنتے سنتے سو جاتے تھے۔ ابورافع بھی اسی وقت اسی شغل میں تھا۔ وہ اپنے ستر خواب پر جا چکا تھا۔ اور ایک داستان گو اسے قصہ سناتا کہ گویا اسے سلار ہاتھ میں وہن متظر کھڑا تھا۔ یہاں تک کہ داستان گو کی آواز موقوف ہو گئی۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ ابورافع سو گیا۔ اور داستان ختم ہو گئی میں نے فریاد احتیاط کے خیال سے قصداً غھوڑا اور غصہ لگایا۔ اور جب مجھے پورا یقین ہو گیا کہ اب قلعہ میں کوئی متنفس جاگنا نہیں ہے۔ تو میں نے کنجیوں سے دروازے کھولنے شروع کر دیے۔ اور اسی طرح ایک کمرے کے بعد دوسرا کمرہ کھولتا ہوا اس خاص کمرے میں پہنچا جہاں ابورافع سو رہا تھا میں دروازے پر کھڑا رہا۔ دستخداؤں سے چاندنی کمرے میں تمام بچیاں ہوئی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ تنہا نہیں سو رہا ہے۔ اس کے تمام بال بچے اور گرد و سوسہ ہیں۔ میں نے اس تنگ و عمار کے خیال سے کہ سونے میں مارینگی وہ میرے عرب میں میری بڑی بدنامی ہوگی۔ اس لئے میں نے بڑی دلیری سے ابورافع کو آواز دی۔ اور کہا ابورافع سنو۔ ابورافع فوراً اٹھ کھڑا لیکن اس کے سب بال بچے پڑے سوئے رہے۔ اور میں سے ایک بھی بیدار نہ ہوا۔

ابورافع جیون میرے پاس آیا۔ میں نے اسکو تلوار سے مارا گرایا۔ لیکن چونکہ قبل ہی سے میں خود خوفزدہ ہو رہا تھا اس لئے ضرب کاری نہ بڑی۔ اور میں وہاں سے لوٹ پڑا۔ اس اتنا میں مجھے خود محسوس ہوا کہ اسکو دہری ضرب نہیں لگی۔ زخم اچھا ہے۔ یہ تو میں نے کچھ نہ کیا۔ یہ اسی کا کام تمام ہوا اور نہ میرا یہ سوچنا کہ میں پہلے تو میں نے اسکو وہیں زمین پر ملا دیا۔ لیکن اسکی بی بی جگ اٹھی تھی۔ اور وہ اس سے بھا رہا تھا۔ وہ کہتی تھی کہ میں نے ملانے والے کی آواز سنکر ہچان لی ہے



عبداللہ بن عقیل کی آواز تھی اور ارفع کہہ رہا تھا۔ اور یہ قوت عبداللہ بن عقیل اسی دور سے رات کے وقت حصوٹا ایسی حالت میں جب قلعہ کے تمام دروازے بند ہو چکے ہیں یہاں کیسے جلا آسکتا ہے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی اور ادس کی بی بی اوس کے پاس آنا ہی چاہتی تھی کہ میں یہو بن گیا۔ اور یہو بننے کے ساتھ ہی اوس کے پیٹ پر چھری رکھ کر بچے تک اتار دی اور ادس کو خون میں لوٹتا ہوا جھوٹ کر فوراً لوٹا۔ اور طبری تیزی سے بالائی حصہ سے ادر کر بچے کے حصہ میں آیا۔ جلدی میں ادس سے بچے اوترنے میں یاؤن چھوٹا پڑا اور میں گریزا پاؤنگی بھلی میں سخت چوٹ لگئی۔ نیچے آکر میں نے جلدی سے اپنا عمامہ اڈا کر سان پاؤ باندھا۔ اور اپنی ایک ہی ٹانگ سے افغان و غیہ زبان دروازہ قلعہ پر پہنچا۔ جب کے سے کواڑ کھولے اور اپنے رہتا سے مل گیا۔ اور پھر ہم مل کر مدینہ کی طرف غیر متعارف راستہ سے روانہ ہو گئے۔

مدینہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا رد واد عرض کر دی۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے موضع صرب پر پس کر دیا اور میرا درد و لنگ جاتا رہا۔

محدث سیرازی اس تفصیل کے ساتھ اس واقعہ کو تحریر فرما کر آخرین پر عبارت لکھتے ہیں۔

اور ارفع کے قتل کی یہی روایت صحیح بخاری میں لکھی ہے اکثر کتب سیرت میں دوسرے طریقوں سے بھی مروی ہے لیکن حوالہ فقہ صحیح میں ہے ادس کا استنطاق کرنا مناسب تر ہے۔

ابن روایت در قتل اور ارفع در صحیح بخاری مسطور است و در اکثر کتب سیرت قتل وے بطریق دیگر مروی گشتہ و آنچه در صحاح است اولی تر است مایراد

روقتہ الاحباب ص ۲۵۱

قتل اور ارفع کا قریب قریب ایسے ہی واقعہ تاریخ طبری اور تاریخ ابن ہشام میں بھی لکھا ہے طبری ص ۱۳۵ ابن ہشام ص ۱۹۰ ج ۲۔

## عشرہ احمد

(۱) عنوان خبیثہ۔ سترہ ہجری

لَا تَهْتَوُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمْ الْأَخْلَاقُ الْكَرِيمَةُ الْمُؤْمِنِينَ

۔ افسردہ نہ ہو۔ نہ ملول ہو۔ نہ غم آلود نہ ہو۔ تم اعلیٰ اخلاق والے ہو۔ (آل عمران)

شکست بدر سے۔ غم الم از مصیبت و ماتم۔ کفار قریش میں۔ جس شدت کے ساتھ برپا تھا اوس کے تفصیلی حالات ہم اوپر لکھ چکے ہیں یہ قریش کے تمام قبائل اور اہل کے ساتھ بیرون حیات کی قوموں کے وہ تمام لوگ جنکے اعزہ و اقارب واقعہ



میں جی لغت اسلام لگا بٹہ رکادی۔ ابن دو نون شاہدوں میں محمود بن محمد بن محمد بن احمد بن فراموش شخص تھا جو جنگ مدینہ گرتا ہر جگہ تھا حضرت عمرؓ نے جسکے واسطے لوگ دینے چاہے تھے لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاص اخلاق و استقامت کے تقاضے سے رہا فرمایا تھا۔ اس احسان کی قیمت گزاری بھی اور اس عنایت و رعایت کی یہ معاہدت و عہدہ کو بہر حال اپنی موجودہ تحریک و تہذیب میں پوری کامیابی ہوئی اور لوگوں نے بڑے شائستگی کے ساتھ جان و مال سے اس مہم میں امداد کی۔

ابو سعید کا بڑا ابو سعیدانہ ابو بکرؓ نے زیادہ جمع و ترتیب فوج میں بڑی کشادہ دلی سے کام لیا جیسا کہ ہزار سال قبل ہونا چاہیے تھا۔ مسافر تجارت کا اکی تھیل میں تھا۔ انھیں سامان میں صرف کروا دیو سعیدانہ کا اسی تیار باطل کا شاہ و قرآن مجید کے

اس آیت میں کیا لکھا ہے۔  
 اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْکُمْ یَصْطَلِحُوْنَ  
 سَلْبًا اَللّٰہُ یَفْیِقُوْہُمْ لَکُمَا سَمْعًا یَّکُوْنُ عَلَیْہِمْ حَسْرَةٌ  
 حَتّٰی یَقْلُوْا  
 وہ لوگ جو کافروں میں اپنے مال کو دین چاہتے تھے وہ اپنے فوجی کرتے تھے۔  
 انھیں لوگوں پر عافیت میں۔ حسرت آنے والی ہے اور یہی لوگ  
 معلوم ہونے والے ہیں۔ زہد ثانی جلد دوم ص ۲۴

اتنی بڑی رقم بیکار کے صورت میں ہزار ہا ہنس پوش جوانوں کا لشکر۔ اسلام کا نام منانے اور مسلمانوں کا خون بہانے کے لئے طیارہ ہو گیا۔ راجہ کا اتنا دانا و فراغت نام کیا گیا کہ کتک کرنا بھرا رہی کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے کے بعد باقی تھوڑا سا ڈنڈا اور دو سو گھوڑے کوئی رکے گئے اسلئے کہ ضرورت کے وقت کام آئیں۔

کاہن عورتوں ابو سعیدانہ کے استقامت میں سوائے افراط و تفرات کو اور کوئی نوعیت ایسی نہیں تھی جو میانہ و قابل ہو سکے یا ان کی ایک میٹھ نوعیت حوا کی حد تک خاص نمونہ تھی وہ البتہ قابل ذکر ہے اور اسی لئے تمام مورخین و محدثین نے اسکو خصوصیات کی کتاب بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ لشکر کی تمام تربیت و انکس کے سامانوں کے ساتھ ابو سعیدانہ نے ہتھکڑیاں کی بہت سی عورتیں بھی لے کر تھیں اسلئے کہ وہ اپنے جمال و جوانی کے لئے دلائیروں کو لے کر اسے جو انان قریب کو پر جوش و ناز و دم سہا کر بن۔

بہر حال جو ضرورت ہو اس سے سخت نہیں لیکن جیسا کہ آئندہ واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔ لشکر میں اس صنف نازک کا شمول۔ ابو سعیدانہ کی کامیابیوں کے حصول کا ذریعہ ضرور ظاہر ہوا خصوصاً ہند۔ زونہ ابو سعیدانہ کی مخفی کارروائیوں نے اسلام کو بظاہر بظاہر نقصان پہونچایا تفصیل یہ ہے کہ ہند زونہ ابو سعیدانہ کے باب مقدمہ میں کہ حضرت حمزہؓ نے بدر میں قتل کیا تھا اور حسینؓ کے چچا کو بھی آپ نے قتل فرمایا تھا اس بنا پر حضرت حمزہؓ کا قتل ہند کو ہمیشہ مد نظر تھا۔ روگ و پیلے ہندہ نے حسینؓ کے حکم کے قتل و قتل کو جو کما مشہور جنگ تھا اور جس سے انکو ربط خاص تھا حضرت حمزہؓ کے قتل پر گناہ کر لیا تھا جس نے حتیٰ نے اپنے وعدہ پورا کیا جیسا کہ عہدہ سلسلہ بیان سے ظاہر ہوگا۔ شبلی صاحب نے ان عورتوں کے یہ نام بتلائے ہیں۔

(۵) ربطہ - عمر خاص کی زوجہ

(۶) حناس - حضرت مصعب بن عمیرؓ کی ماں

سیرۃ النبویؐ اول ص ۲۴۱

(۱) ہند - عہدہ کی بیٹی امیر معاویہؓ کی ماں

(۲) ام حکیم - عکرمہ دختر زید ابو جہلؓ کی بیوی

(۳) فاطمہ - حضرت خالدؓ کے راجہ و لہجہ کی بہن

(۴) برزہ - سودہ بنت زیدؓ کی بیٹی

مدینہ میں درتس کی خبر آج شکر قریش کی طیاری ہو چکی اور وہ مکہ سے مدینہ چلنے لگے۔ تو حضرت عباس بن عبد المطلب نے جو قول اسلام کے بعد مدینہ سے مکہ واپس چلے آئے تھے۔ ایک قاصد سیر رقتار کے ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اس عظم فوج کشی کی خبر پہنچا دی اور قاصد کو تاکید کر دی کہ تین دن کے اندر آنحضرت صلعم کے پاس مدینہ میں پہنچ جائے۔ جیابھی ایسا ہی ہوا۔

یا نبیین شوال کو آنحضرت صلعم کو یہ خبر ملی۔ آپ نے سکر ارشاد فرمایا۔

حسبک اللہ نعم الوکیل اللهم ملک احوال و ہمارے لئے خدا کا فی ہے۔ یرد دگا رتھی سے مجھ میں تو ب ملک اصول۔ ہے اور تھی سے اتنا ہے

اسکے بعد آپ نے دو محروں کو جو قبیلہ انصار سے تھے۔ حکم نامہ میں دوس تھے مکہ کی راہ تفحص احوال کی غرض سے بھیجا۔ دونوں مخبروں نے فوج عظیم کے مشاہدے کے بعد خدمت رسول میں عرض کی کہ مشرکین کا لشکر مقام عریض میں مقیم ہے اور قبائل انصار کو بالکل تباہ و برباد کر چکا ہے۔ آپ نے حباب بن منذر کو دوبارہ تصدیق حالات کیلئے بھیجا۔ اور انھوں نے فوج عظیم کے تمام محروں اور مکمل حالات سے پورے طور پر مطلع کیا۔ چونکہ قریش سے مدینہ پر فوری تاحات کا فوری اندیشہ تھا اس بنا پر آنحضرت نے نہر کے چاروں طرف پیرے تھلا دئے اور حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ۔ یہ دونوں سرداراں انصاروں رات ہتھیار ماندھے مسجد نبوی کے دروازے پر کھڑے بہرہ دیتے تھے

مقابلہ کی خبر | شہر کی حفاظت کا کامل انتظام فرما کر آنحضرت صلعم نے مقابلہ و مقاتلہ کی طرف توجہ فرمائی ایک تجویز یہ بھی کہ مدینہ صحارے سے تھوڑے کے اندر بکر عظیم کی مدافعت کی جائے۔ اس امر خاص میں صحابہ کا استمرار کیا۔ ریس المافئیں عبد اللہ بن ابی سلول۔ جو ظاہر اس وقت تک اسلام کا شریک و رفیق تھا اور اس موقع پر بھی حاضر تھا۔ کہنے لگائیں تو آپ سے یہ کہوں گا کہ آپ مدینہ میں بیٹھے بیٹھے قریش سے مقابلہ کریں۔ کیونکہ سالہا سال کے تجربہ سے مجھے یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ جب ہم لوگوں نے مدینہ میں ریکہ دشمنوں سے مقابلہ کیا ہے ضرورت حیا ب و فیروز مند ہوئے ہیں اور اگر باہر جا کر ان سے مقابلہ کیا ہے ضرور کامیاب ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میری بھی یہی رائے ہے۔

وہ انصار جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے ایک بار بول اٹھے کہ ہم کو اس رائے سے اختلاف ہے ہم کو بدر نے تجربہ نے بتا دیا ہے کہ ہم مدینہ سے باہر جا کر عظیم پر قیاب ہوتے ہیں۔ اس بنا پر ہم کو قریش سے اس معرکہ میں بھی باہر ہی نکل کر مقابل ہونا چاہئے۔ اتفاق سے اکابر میں صحابہ جن میں حضرت حمزہ۔ سعد بن عبادہ۔ نعمان بن مالک وغیرہم کے نام خصوصیت سے بتلائے گئے ہیں۔ اس تجویز و صلاح کے موید بٹھے اور عرض کرنے لگے کہ مدینہ میں بیٹھ کر مقابلہ کرنے سے کفار کی ہمت و حرات بڑھ جائے گی۔ اور وہ سمجھنے لگیں گے کہ مسلمان ہماری کثرت اور سامان سے خائف

ہو کر باہر نکلنے کی جرأت نہ کر سکے اور گھر میں بیٹھے بیٹھے ہمارے مقابلہ کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پس اسوجہ سے یہ تجویز اسلام کی عزت اور تباہی کے خلاف ہے۔

ان لوگوں نے اپنی موجودہ رائے و مختار پر اس قدر اصرار کیا کہ آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں کی رائے و تجویز کو اختیار کیا اور پھر آپ گھر میں تشریف لے گئے۔ اور سلاح جنگ سے آراستہ ہو کر باہر تشریف لائے اس اثنا میں پھر انصار میں مسئلہ زیر بحث پر گفتگو ہوئی سعد بن معاذ اور اسید بن حصیب نے انصار سے مخاطب کر کے کہا کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ کی تجویز سے مخالفت کی ہے۔ یہ اچھا نہیں کیا ہے گو کہ علمہ رائے ہماری ہی طرف ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رائے اس غلبہ کے خلاف تھی ہم کو اس کا خیال کرنا چاہتا تھا۔ سب نے کہا اگر تمہاری رائے میں ایسا ہی ہے جیسا تم کہتے ہو تو ہم اپنی رائے واپس لیتے ہیں۔

اس اثنا میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عصمت سراف رسالت سے باہر تشریف لائے۔ سر روئے تار بندھی تھی جیم مبارک پر نہ آراستہ تھی۔ ادھم مہی کا کمر بند تھا۔ اس میں ترکش لگا تھا۔ پست ہمارک پر سپر۔ دوش نافذس پر کمان لگوائے اظہر میں شمشیر حائل اور دست مظهر میں نیزہ خدائشک تھا۔ اس مجاہد فی سبیل اللہ کی حقیقی شان و شوکت کو دیکھ کر اخلاص مندان اسلام کی بیوقوف عقیدت میں ایک غیر متحمل تحریک پیدا ہو گئی۔ اور سب کے سب موجودہ سطوت و جلالت رسالت کو دیکھ کر دور آگھڑے ہو گئے اور سب نے دست رستہ عرص کی کہ ہم نے حضور کو باہر نکل کر مقابلہ کر نیکی بیکار رحمت دی ہے ہم اپنے اذہن معروضات کو واپس لیتے ہیں۔ جو تجویز ہو چکا ہے اسی پر عمل فرمایا جائے۔ ارشاد ہوا کہ یہ غیر دل کی خصوصیات میں داخل ہے کہ سلاح جنگ باندھ کر پھر قبل از نتیجہ جنگ کمر نہیں کھولتے۔ واللہ یفعل ما یشاء و هو علی کل شیء قدير۔

جمعہ کا دن تھا اور نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ اسے جمعہ کی مار پٹھا کر آپ نے ایک طولانی خطبہ میں حاد فی سبیل اللہ پر تقریر فرمائی اور موجودہ مقابلہ کفر و اسلام کے متعلق آپ نے کھلے کھلے اوصاف صفات الفاظ میں تمام اہل اسلام کو بتلادیا۔

اِنَّ لِّهٖمُ النَّصْرَ مَا صَبَرُوْا وَاِنَّ هُمْ بِالنَّصْرِ لَعَدُوٌّ ۝۱۰۱ اس شرط پر تمہاری فتح ضرور ہے کہ تم صبر و تحمل سے کام لو اور ہمت نہ ہارتے

نفل پویش سے مقابلہ کرو۔ رفتالی ص ۲۵۳

لشکر اسلامی جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر موک رسالت میردن تہر حمہ دن ہوا۔ لشکر ہر ای کا جائزہ لیا گیا۔ عبداللہ بن ابی اسحاق کا جائزہ سلول کے تیس سو ہزار بیوں کو لیکر مجموعاً ایک ہزار جان نثار رکاب میں حاضر پائے گئے جن میں کل سو جوان زندہ یوں تھے۔ بدر کی طرح اس موقع پر بھی غیر مکلف و باہرہ انصار کے کسین لڑنے کے فرما انخلاص و عقیدت سے مجاہد اسلام بننے کے شوق میں لشکر کے ہمراہ ہو گئے تھے۔ مورخین و محدثین عبد اللہ بن عمر۔ زید بن ثابت۔ اسامہ بن زید۔ ریبیہ بن اہم۔ براد بن غلاب۔ اسید بن ظہیر۔ عراب بن ادس۔ ابوسعید خدری۔ سمروہ بن جندب اور رافع بن خدیج کے نام لکھتے ہیں۔

حائزہ کے وقت ان تمام یرجوش اور خوش عقیدہ لڑکوں کو غیر مکلف ہونے کی بنا پر سابق کی طرح مدیہ لوٹ جائیگا

حکم صادر ہوا۔ ان میں آخر صاحب رافع بن خدیج نے بڑی ذہانت سے کام لیا۔ حائرہ کے رقت اپنی ملندہ قاستی کے اظہار کی ضرورت سے یہ اپنے پاؤں کے انگوٹھے پر کھڑے ہو گئے۔ اسلئے انتخاب میں آگئے۔ اور اسید بن حصیر نے اس کی معاش کی اور عرض کی کہ تیرا انداز ہی میں یہ مشاق بہو چکا ہے۔ ان تمام برحق اور خوش عقیدہ لوگوں کو تو ہمیں لیکن سمرہ بن جندب کو ٹراشک ہوا۔ اس نے خدمت رسول میں حرص کی کہ رافع اگر منتخب ہوا تو اس سے قوت و طاقت میں ہن کس زیادہ ہوں۔ میں بھی متعجب کر لیا جاؤں۔ اور متاہد کے طور پر میرے اور رافع کا مقابلہ کر لیا جاوے حب میں انھیں گرا دوں تب میرا انتخاب کیا جاوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم زیر لب فرما کر سمرہ کی درخواست قبول فرمائی دونوں میں کشتی ہوئی۔ اور سمرہ نے حب الوعدہ رافع کو زمین پر گرا دیا۔ آنحضرت صلعم نے رافع کے ساتھ ان کو بھی متعجب کر لیا۔

ترتیب زوجہ | جائزہ کے بعد لشکر کی ترتیب کی گئی۔ بدر کی طرح بہن علم و ج آراستہ ہوئے۔ قبیلہ ادس کا علم اسید بن حصیر کو حفاظت لشکر | عنایت کیا گیا۔ عز و ج کا۔ خیاب بن مند رکھو اور بعض روایت کے مطابق سعد بن عبادہ کو مہاجرین کے فوج کا علم خاص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور برداسیہ مصعب ابن عمیر کو عنایت ہوا۔ اور عبداللہ ابن ام مکتوم کو مدیرہ کا فوج کا راکر شہر میں بھیجا گیا اور لشکر اسلام اور کی طرف روانہ ہو گیا۔ سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ سنگی تلواریں کھینچ کر رسالت کے آگے آگے جاتے تھے۔ اس دن قبیلہ نبی النجار تک پہنچ کر نام ہو گئی۔ اور لشکر اسلام وہیں مقیم ہو گیا۔ لشکر میں ہشتا ہتر تیرہ سو و شغف کی آواز آئی۔ جو ناگوار طبع ہوئی۔ استفسار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ عبداللہ ابن ابی سلول کے ہمراہی شو و ہنگامہ کر رہے ہیں۔ ارشاد ہوا۔ لا مستصر و ایاہل السرا و ایاہل التمرک داخل شرک کہ وہ یہو بچانی چاہتے اور ان سے مدد لی چاہتے۔ محمد بن مسلمہ کو پچاس جان نثاروں کے ساتھ رات کے وقت لشکر کی پیرو داری کا حکم ہوا۔ یہاں سے لشکر قریش بالکل قریب تھا اور اتنا کہ ایک دوسرے کی جماعت کو بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ ابوسفیان نے عکرہ بن ابی جہل کو فوج کی پیرو داری پر تعینات کیا۔

حمید خاص کی حفاظت کے لئے آپ نے فرمایا۔ میری حفاظت کون کرتا ہے۔ ایک طرف سے آواز آئی۔ میں " ارشاد ہوا تم کون ہو۔ جواب آیا۔ ذکوان۔ آپ نے فرمایا بیٹھے ہو۔ پھر آپ نے فرمایا۔ میری حفاظت کون کرتا ہے پھر آواز آئی۔ میں۔ استفسار ہوا کون۔ جواب ملا۔ ابن عبد قیس۔ ارشاد ہوا اچھا۔ تم بھی حاضر ہو۔ تیسری مرتبہ پھر وہی سوال کیا گیا۔ جواب ملا میں۔ پوچھا گیا کون ہے۔ جواب آیا۔ ابو رافع۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے حکم دیا میرے تینوں محافظ کھڑے ہو جائیں۔ اب کھڑے ہونے والوں میں تنہا ذکوان کھڑا ہو گیا۔ آپ نے تعجب میں آکر ذکوان سے پوچھا کہ وہ تمہارا دونوں ہمراہی کہاں گئے۔ اس نے عرض کی کہ تینوں بار میں ہی نے حکم پر لبیک کہی تھی۔ پہلے بار میں نے ایسا نام بتلایا دوسرے بار اپنی اجنبیت اور تیسرے بار اپنی کنیت۔ میرا پورا نام۔ ذکوان۔ ابو رافع ابن عبد قیس جو آپ اس کی عقیدہ تہذیب اور مصلحتانہ ذہانت اور مطابقت سے سجد سرور ہو کے اندر فرمایا۔ حفظک اللہ لعالی۔ اچھا اب اٹھو اور



ایسا کام کرو خدا تمہیں محفوظ رکھے۔ حکم یاتے ہی دکان اٹھا۔ ذرہ پہنی۔ سیر دوش سے لنگانی اور رات بھر خیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لشکر اسلام کی ہیرو داری کی۔

زر قانی ص ۲۸ - روضۃ الاحوال ص ۲۵۶ لکھو۔

چھٹی سوال کو مار صحیح جماعت سے پڑھ کر لشکر اسلام نے کوچ کیا۔ ابو حنیہ جارتی دلیل لشکر تھے۔ اور لشکر کو نشیب و فراز راہ سے آگاہ کرتے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر میں لشکر اسلام قوج ننیم کے مقابل میں پہونچ گیا۔ کوہ احد مدینہ منورہ سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ امام قسطلانی کی تحقیق میں عبد اللہ بن ابی سہل اسی منزل سے اپنے ہمراہیوں کو لیکر واپس گیا۔ اسی کے ساتھ عبد اللہ بن عمر بن خرام بھی چلتا ہوا۔ ہر چند اس کے ہمعوم قبیلہ لوگوں نے سمجھا یا کہ عین وقت پر دعا دینی ترات کے خلاف ہے۔ لیکن اس منافق نے ایک نہ سنی۔

عبداللہ بن ابی سہل | عبد اللہ بن ابی سہل نے کہا کہ محمد مصکم نے میری صلاح سے کام نہ لیا اور جو لوگوں اور محض نا تجربہ کاہوں کی مشورت پر عمل پر اہوئے۔ اسلئے ہم کو اس کی شرکت و رفاقت منظر نہیں۔ یہ کہا اور چلتا ہوا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی دعا کی جب اطلاع ہوئی تو آپ نے کچھ بھی تعرض نہ فرمایا۔ لایلتعت الیہ (زر قانی ص ۳۱) اس کی حرکات پر کوئی التفات نہ فرمائی۔

قوج سے خلاف امید عین وقت برتنین سو جمعیت کے یک بار کل جانے سے وج اسلامی میں ایک ہر اس پیدا ہو گیا بعض خالص الایمانوں نے اسی وقت ان دعا باروں کو ترجیح کر دینا چاہا۔ اور بعضوں نے کچھ تعرض کرنا نہ دیا۔ زرتانی صحیح بخاری کی اسناد سے اس واقعہ کو اس صورت میں لکھتے ہیں۔

عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عہدہ امیر کیلئے چلے تو کچھ لوگ عبد اللہ بن ابی وجہہؓ کے ساتھ نکلے تھے واپس گئے۔ اس وقت سے طلقہ صحابہ میں دو قسم کے لوگ ہو گئے ایک کہتے تھے کہ ابن واپس جا سیرالوں کو قتل کر دینا چاہئے۔ دوسرے کہتے تھے ان کو حاسے دینا چاہئے۔ اور تعرض نہ کرنا چاہئے۔ جیسا کہ یہ آیہ دانی جاریہ نامی دیا گیا۔ کہ منافقین کے بارے میں دو وقتہ ہو سکی کوئی اور صورت نہیں اسلئے کہ اللہ نے ان کے عمل کی سزا میں بھی ان کو

من عبد اللہ بن زید لما خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی غمرہ احد رجع ماس من خرج منه وكان اصحابه صلعم فرقتین رقة نقول تقالهم و رقة نقول لا تقالهم و منزل فالكلم فی المناقبت نشئیں واللہ اركسهم بما كسبوا وقال انھا طيبة تسمى الدنوب كما تسمى النار نخبث الحلالیة وهذا هو الاصح فی سبب نزولھا۔

ان کی اصل حالت دکن کی طرف لوٹا دینا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت سنا کر مسلمانوں سے ارشاد فرمایا کہ اب تم اس طرح سے پاک و صاف کر دئے گئے جس طرح آگ کو ہلے کو ہل کر میل سے پاک و صاف کر دیتی ہے۔ زر قانی لکھتے ہیں کہ اس آیت کے اسباب نزول میں سب سے زیادہ صحیح یہی واقعہ ہے۔

ترتیب لشکر اسلامی | اس قضیہ نامرضیہ کے تصفیہ سے فارغ ہو کر جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قوماً ترتیب

لشکر کی طرف توجہ فرمائی تقسیم علم کے بعد آپ نے لشکر کی ترتیب و تقسیم فرمائی۔ میدان لشکر پر حکام شہنشاہی جھنڈا لاسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مقرر کیا۔ لشکر پر ابو سعید بن ابی جراح اور سعد بن ابی وقاص کی معافی ہوئی سادہ لشکر پر مقداد بن عمرو مقرر ہوئے ان تمام انتظاموں سے زیادہ ضروری کوہ احد کے اس درہ کی محافظت کا انتظام تھا۔ جسے عینین کہتے تھے۔ یہ مقام عظیم کی خاص کمیں گاہ تھا۔ اور خالد بن ولید اپنے جہاز و سواروں کے ساتھ پہلے سے یہیں آکر ٹھہرا بیٹھا تھا۔ اس کی محافظت کا یہ انتظام کیا گیا کہ عبداللہ بن جبرہ کو بحال تیر اندازوں کے ہمراہ اسکے دروازے پر مقرر فرما دیا گیا اور یہ تاکید شدیدی کر دی گئی کہ جو جنگ جو کچھ خواہ جائیداد کی بھی فتح و شکست ہو۔ تم آزادانہ تاباں انجام جنگ اپنے مقام سے نہ ہٹنا۔ محاربت کے وقت ہماری انداد کرنا اور شکست کے وقت ہتھیار ہمارے سردوں سے غنیم کے حملات کی ممانعت کرنا۔ ہماری فتح ہو جانے کی حالت میں بھی مسلمانوں کو غنیمت حاصل کرتے ہوئے دیکھ کر بھی تم مت حرکت کی قطع نہ کرنا بلکہ اسے مقام پر مستقل رہنا تمہارے حقوق ہمارے ساتھ ہیں۔ ترتیب و تقسیم لشکر کے بعد جناب رسول خدا صلعم قریش کی طرف سے پیش دہی کا انتظار فرمانے لگے۔

کفار قریش معرکہ بدر میں اپنی فوج کی بدترتیبی کے نتیجے اٹھا چکے تھے۔ اور اس مرتبہ وہ پہلے ہی ہوشیار تھے اور سفیان نے اس لئے میدان میں نکل کر سے پہلے حکم کیا وہ اپنے تین ہزار فوج کی ترتیب تھی۔ خالد بن ولید کو میدان کا سردار اور عمر بن ابی جہل کو مسیرہ کا افسر مقرر کیا۔ سواروں کے رسالہ کی کمان سعد بن ابی وقاص کو ملی۔ اور سوتیر اندازوں کے سردار اسیر عبداللہ بن ربیعہ کو مقرر کیا۔ خالد بن ولید کو تیر اندازوں کو ہمراہ لیکر اور ابن ربیعہ کو اپنی جگہ فوج میں چھوڑ کر اس درہ کوہ میں پہلے سے آجھپا تھا۔ طلحہ بن ابی طلحہ کو جو قریش کے قدیم خاندان ہی عبدالدار سے علمدار لشکر بنایا۔

جانبین سے مقابلہ کا آغاز ہوا کہ پہلے لشکر قریش سے ابو عامر سحاس تیر اندازوں کے تیار دستہ کے ساتھ نکلا اور مسلمانوں پر چھڑوں اور تیروں کا میہ برسانے لگا۔ مسلمانوں نے بھی ٹھری دلییری سے جواب دیا اور اس تیر و دستی سے ان پر تیر اور پتھر برسانے لگے کہ ابو عامر کو آخر کار میدان سے بھاگنا ہی پڑا۔ ان کی گزیر بائی دیکھ کر متحرکین کی حرکتوں کے بیٹھنے دبا کجا کر ان کو تازہ دم کرنا چاہا۔ اور ہاندا آں قریش کے دلوں میں اپنی دلکش آواز سے مذکورہ دہلیز گیسٹ کا کربحیر جوشی میدا کر دی۔

عن سات طامرق نمشی علی الہمارق ان نعلوا نعانق وید لظامرق مراق عبدا مق ہم تارو لک شیان ہن قالیوں ریحید لیاں لڑائی میں ربیعہ کو لگا لگے بیجا دکھاؤ گے تو دعا ہو گئے ایسا کہ کئی ہادیوں نے لکھا ابو عامر کی گزیر کے بعد نبی لشکر اسلام نے اپنی تیر اندازی موقوف نہیں کی۔ اب ان لوگوں نے اپنی کمانیں سواران قریش کی طرف سیجی کر لیں اور ان پر اتنے تیر برسانے لگے کہ ان میں سے قبیلہ ہوازن کے سواروں نے عاجزا گراہ

گر بڑی ٹہنی اور سواروں کے دستہ سے علیحدہ ہو کر میدان میں منتشر ہو گئے۔

مبارہاں اسلام کی شجاعت اور علمداران قریش کا خاتمہ اس کے علاوہ ہو کر لشکر اسلام سے مبارک طلبی کرنے لگا مورعین و مدعیین نے اس کی مبارک طلبی کے الفاظ طعن آمیز لکھے ہیں۔

یا معشر اصحاب محمد انکم تزعمون ان الله بعثنا  
سیدنا محمد الی الناس و یحکم بحدیث فی الی المحضة  
فهل منکم احد یحکم بحدیث سیدی الی المحضة و یحکم  
سیدنا الی الناس

یہ منکر جواب علی مرتضیٰ کے ورگے جواب دیا۔

فقام علی بن ابی طالب و قال و الذی نفسی بیدہ  
لا افارقک حتی اعجلک سیدی الی الناس و یحکم  
بحدیث الی المحضة

اے اصحاب محمد تم ہمارے لائقین سے کہ تم ہمیں قتل کرو گے تو خدا ہمارے  
دورخ میں ہو چکا ہے گا اور اگر تم تمہیں مار لیو گے تو خدا تمہیں جنت  
میں بجا دے گا تو یہ تم میں سے کوئی جلد عمل آنا کہ ہم اس کو مار  
کر خلافت میں ہو چکا دیں یا وہ ہیں یا کہ دورخ میں جلد ہو چکا ہے

حضرت علی نے اس کے مقابلہ میں اگر نور احباب جیسا کہ اس کی قسم  
جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تیرے مقابل ہونے  
پر آمادہ ہوں۔ اور پھر اس وقت سے تیرے سامنے سے ہرگز جدا

ہو گا جب تک تجھے اپنی تلوار سے دور نہ کر دیتا ہوں۔ بات مجھے اپنی تلوار سے جنت میں پہنچا دے۔ طریقی ۱۳۹۶-۱۳۹۷-۱۳۹۸  
جہاں کے لشکران و فوجداروں کی عرض سے غرض سے غرض ہو گئے۔ اور دونوں کے کمالات حرب و ضرب  
دیکھنے لگے۔ حضرت علی نے طلحہ کے سر پہ پہنچے ہی اپنی شمشیر اہل کی ایسی ضرب شدید لگائی کہ مغرور نہنگ تڑائی  
اور ایک کھٹکے قتل کے مطابق آپ کی یہ ضرب اس کے پاؤں پر لگی۔ لیکن ایسی کاری تھی کہ کمر سے اس کا پاؤں جدا  
ہو گیا۔ اور وہ فوراً زمین پر گر کر لوٹنے لگا حضرت علی مرتضیٰ اس کے سر کاٹ لینے کی غرض سے اس کے  
پاس پہنچے۔ دیکھا کہ وہ باطل فریب مرگ ہے۔ اس نے خود آگھیں کھول کر آپ کو دیکھا اور آپ کے قصد و  
ازادہ کو بخوبی سمجھ گیا۔ بڑی منت و ماحت سے جان بخشی کی درخواست کی۔ آپ فوراً وہاں سے واپس آئے  
مبارزان اسلام ان کیفیتوں کو دیکھ رہے تھے۔ پوچھنے لگے کہ آپ نے یہ کیا کیا۔ گئے تھے تو سر کیوں نہ کاٹا  
ارت و فرمایا کہ میں جب اس کے قریب پہنچا تو اس کو ایسی حالتوں میں پایا کہ وہ یقیناً زندہ نہیں رہ سکتا تھا  
پھر اس نے مجھ سے خود ہچکچڑ دے جانے کی درخواست کی۔ اول تو یہ باعث تھا۔ پھر یہ سب ہو کر میں اس کے  
قریب پہنچا تو اس کو بالکل رہنہ پلا میری غیرت و حمیت نے کسی طرح تقاضہ نہیں کیا کہ میں اس کی ایسی حدت  
دیانی کی حالت اور اس بے خودی کے عالم میں اس کا سر کاٹ کر اپنی شجاعت و دلیری کو شہادت کے ساتھ  
بدنام کر دوں۔ زرقانی صفحہ ۳۰۳-۳۰۴ ابن ہشام صفحہ ۷۰۷

طری لکھتے ہیں کہ طلحہ - اول علمدار قریش کے قتل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کی آواز بلند فرمائی  
فکسر رسول اللہ صمدائے مدارک کے ساتھ ہی مسلمانوں کے عرہائے تکبیر سے احد کا میدان گونج اٹھا۔

طلحہ کے بعد ابو سعد بن ابی طلحہ علم لیکر آیا۔ اس کو بھی حضرت علی مرتضیٰ نے اور بقولے سعد بن ابی وقاص نے قتل  
کیا اس کے بعد مسامح ابن طلحہ علمدار سکر آیا۔ اس کو عاصم نے دور ہی سے تیر لگا کر مار گرایا۔ پھر حرث ابن طلحہ آیا عاصم  
نے اس خطا کار کو بھی ایک ہی تیر میں ٹھنڈا کر دیا۔ اس کے بعد حلاس بن طلحہ نکلا۔ اس کو طلحہ بن عبید اللہ نے قتل کیا  
اب علم لیکر ارطاة میں سر چل آیا حضرت علی اس سے مقابل ہوئے اور قتل فرمایا۔ بعض کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص  
نے قتل کیا۔ ارطاة کے بعد تریح بن قارظ کو علمداری ملی۔ یہ بھی آئے تو مارے گئے مورخین ان کے قاتل کا نام  
نہیں لکھتے۔

اب قریش کے خاندان علمدار میں کوئی نہ بچا۔ ایک ایک کر کے سب مار گئے۔ تو بالآخر اس خاندان کے ایک  
غلام حبشی صواب نے اس منصب کا اعزاز پایا لیکن منصب کی عزت کے ساتھ اس منصب کی نحوست بھی ساتھ  
لایا میدان میں آئے ہی حضرت علیؑ کے ہاتھ سے مارا گیا۔

صواب کی دفا داری اور جگر داری ضرور ذکر کے قابل ہے۔ اس پر تلوار کی ایسی ضرب شدید پڑی تھی کہ اس کے  
دونوں ہاتھ یکساں رکت گر گر پڑے تھے۔ ہاتھوں کے ساتھ علم بھی زمین پر گر پڑا لیکن صواب کو قومی علم کے گرنے کی اتنی  
غیر متاثری کہ علم کے گرتے ہی یہ بھی علم کے ادیر گر پڑا۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں نہ جانے پاوے۔ جو اسکے  
لئے ابدی مدد ماحی کا داغ لگا دے اور اسی حالت میں یہ کہتا ہوا مارا گیا کہ میں نے اپنا فرض خدمت ادا کر دیا۔ دیر تک اسکی  
مردے کے نیچے قریش کا قومی علم دما پڑا رہا۔

خاندان علمدار کی ایک دلیر خاتون جس کا نام علقمہ تھا۔ اس کیفیت کو دیکھ رہی تھی جوش غیرت سے بیتاب  
ہو کر کل پڑی۔ اور علم کو صواب کی لاش کے نیچے سے پھینچ کر فوراً بلند کیا۔ علم فوج کو بلند دیکھ کر قریش جو اور سردار ہنسنے  
ہو گئے تھے پھر اکھٹا ہو گئے۔

علمداران لشکر کا مارا جانا دیکھ کر جیسا کہ طری کا بیان ہے۔ اوسفیان کی آنکھوں میں خون اتر آیا اُسے بنی  
عبید الدار کے قبیلے والوں کو جمع کر کے ایک طولانی تقریر کی اور ان کو تازہ دم کرنا چاہا۔ اس کی زور جہ ہند بنت  
عتیبہ نے دت بجا بجا کر یہ گیت گائے۔

ولجایا بی عبد الدار دبھاحات الا دبار صوب فکل تیار

ہاں اسے ہی عبد الدار ہاں اسے گلاستہنسلوں کے حامی دھنگار تنید اور قطع کر دینے والی ضربوں سے کام لو  
علمداران و رہس کا خاتمہ کر کے میازاران اسلام کی ہمتیں بڑھ گئیں وہ اقوال غنیم پر ٹوٹ پڑے اور شدت سے

مارا گر دودار گرم ہوا اسکی اجمالی کیفیت طبیبی یوں لکھتے ہیں

وقائل، بود حاتم حسی، معنی فی الناس و حمرہ من  
سعد المطلب، علی اس الی طالب فی رجال المسلمین  
فانزل اللہ عمر و جل نصرہ و صدقہم و عدلہ فحسبهم  
بالشیوف حتی کشفوہم و کانت الہرمیہ کا  
ساتھ فیہا۔  
طبری ص ۱۴

اود حاتم نوح میں دہس پڑے اور ایسی ہی حسرت حمزہ س  
عبد المطلب اور حسرت علی س الی طالب مع ایسے ہمراہی مسلمانوں  
کے غیم کی صعوبتوں پر ٹوٹ پڑے اور خدا سے اس کی نصرت کی تیغ کی  
شکل نمودار کر دی ان لوگوں نے عیم کو ایسی تلواروں سے کاٹ ڈالا  
ان کی صفیں توڑ کر میدان صاف کر دیا اور اس میں کوئی ٹک نہیں

ہی کمار کی مایاں تسکت تھی۔

تبلی صاحب میدان جنگ کی موجودہ کشف ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں :-

الواعمر کفاد کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ لیکس اس کے (بد ہمت ترکیب اردو) صاحبزادے حضرت حطلہ اسلام لایکے  
تھے۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے باپ کے مقابلہ میں لڑنے کی اجازت مانگی لیکن رحمت عالم بے  
یہ گوارا نہ کیا کہ بیاباب پر تلوار اٹھائے۔ حطلہ نے کفار کے سپہ سالار ابوسعیان پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ ان کی تلوار ابوسعیان  
کا فیصلہ کر دے۔ وقتاً پہلو سے سداون الاسود نے جھپٹ کر دار کو روکا اور ان کو حطلہ کو قتل کر دیا۔ تاہم لڑائی  
کا پلہ مسلمانوں ہی کی طرف بھاری تھا۔ علمداروں کے قتل اور حضرت علیؓ اور حضرت ابوجحانہ کے بے پناہ حملوں سے  
فوج کے پاؤں اچھڑ گئے بہادر سائینس جو رحمت سے دلوں کو ابھار رہی تھیں بدحواسی کے ساتھ پیچھے ہٹیں اور مطلع  
صاف ہو گیا۔ لیکن ساتھ ہی مسلمانوں نے لوٹ شروع کر دی یہ دیکھ کر تیر انداز جو سبقت مقرر کئے گئے تھے وہ  
بھی غنیمت کی طرف جھک پڑے۔ (سیرۃ النبی صفحہ ۱۶)

تیر اندازان اسلام | جنگ دوسرا در۔ غالباً اس مسئلہ کی ابتدا جنگ احد ہی کے مشاہدات سے ہوئی ہے افسوس ہے  
کہ معرکہ بدر میں اسی حصول غنیمت کی محنت کے متعلق خدائے سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں  
کو حیشم ثنائی کی ہدایتیں آچکی تھیں اور وہ اپنے کانوں سے مخبر صادق علیہ السلام کی ربانی ایکساز نہیں کسی بار فقط مطلقاً  
اور حوت بخت ان کو سن بھی چکے تھے۔ علاوہ ہر اس اس موقع پر بھی سرور عالم صلعم نے محض یاد دہانی کی غرض سے  
فرمادیا تھا کہ اگر تم صبر و تحمل سے کام لو گے تو خداوند عالم تمہیں ضرور فتح و فیروز عطا فرمائے گا لیکن افسوس مسلمانوں  
نے کچھ بھی یاد نہ رکھا۔

ہزار ہا برس کی بگڑی ہوئی عادت سال دو سال کے عرصہ میں کیسے بدل جاتی۔ پھر ایسی طبیعت والے  
مسلمان بدر کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ بری طرح حصول غنیمت کے پیچھے پڑ گئے۔ نہ خدا کی تاکید کا خیال کیا۔ نہ  
رسول کی تہدید کا خوف۔

شلی صاحب کی تحریر سے نقل ہو چکا کہ مسلمانوں نے یوٹ شروع کر دی۔ یہ دیکھ کر عبداللہ بن حبیر کا ماتحتی تیر اندازوں کا دستہ فوج جو خاص انخاص درہ کوہ احد کی محافظت پر تعینات تھا اور جنگ کے وقت ہی تاکید پر تاکید کر دی گئی تھی کہ خواہ ہماری فتح ہو یا شکست ہم لوٹتے ہوں یا لٹتے ہوں تم ایسے مقام سے نہ ہٹنا۔ نہ ہٹنا۔ جنگ کہ میدان جنگ غنیم کی جمعیت سے بالکل حالی نہ ہوئے۔ دنیا ٹری ٹری سے ہے اور لالچ بڑی بڑی ملا۔ انھوں نے اپنے بھائیوں کو لوٹ میں مصروف اور غنیم کی فوج کو گریباں اور ان کی مغنیہ عورتوں کو دفن اور دیگر آلات سرود و غنا وغیرہ پھینک کر۔ اور چاروں کو لیٹتے قمیصوں کو گھٹسوں تک اتنا اٹھائے کہ پیروں کی خلیا لیں نمایاں تھیں ہاٹوں پر دھواں سی میں بھاگتے دیکھا (طری ۱۱۴۱ اس ہتام ۳۲۔ روضہ الاحباب ۲۶) تو اب ان سے بھی نکل نہ ہو سکا دل میں سوچنے کہ ہم غنیمت سے کیوں محروم رہیں۔ نہ معلوم کچھ کچھ سے یا نہ ملے یہ سوچ کر وہ کوہ چھوڑا اور عینیت پر جھک پڑے۔ شلی صاحب لکھتے ہیں کہ ان کے امیر رستمہ عبداللہ بن حبیر نے بہت روکا۔ لیکن وہ نہ رکے نتیجہ جو ہوا اسکا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس وقت تک جو کچھ کامیابی حضرت حمزہ۔ حضرت علی اور حضرت ابو جہانہ انصاری رضی اللہ عنہم کی جانبازیوں کی بدولت حاصل ہوئی تھی۔ وہ اکیبا رضائع ہو گئی۔ ان سر فرشتان اسلام کو اپنی صل کردہ کامیابیوں کے ضائع جانیکا اتنا ملال نہیں ہوا۔ لیکن اس کا نتیجہ آخر جو رسول اللہ صلعم کی جسمانی تکلیف و جراحت کی صورت میں نمایاں ہوا وہ ان کے دلوں کیلئے ایسا زخم کاری تھا۔ جس کا اندازال ناممکن تھا جیسا کہ بہت جلد سلسلہ بیان سے ظاہر ہوا ہے۔ یہ تو ان کے حرص دنیا میں مبتلا ہو جانے کے نتیجوں کا خلاصہ تھا مفصل اور مسلسل کیفیت شلی صاحب نعمانی کی زبانی یہ ہے۔

تیر اندازوں کی جگہ خالی دیکھ کر خالد (یہاں شلی صاحب نے خالد بن ولید کو حضرت کے لقب سے یاد نہیں کیا۔ کیوں؟) نے عقب سے حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن حبیر چند جاں نثاروں کے ساتھ جگر بڑے۔ لیکن سب کے سب شہید ہوئے۔ اب راستہ صاف تھا۔ خالد نے سواروں کے دستہ کے ساتھ سنایت بے جگری سے حملہ کیا۔ لوگ (مسلمان) لوٹ میں مصروف تھے دیکھا تو تلواریں برس رہی ہیں۔ سیرۃ الہی ص ۲۷۶

حضرت حمزہ اور بیان ہو چکا ہے کہ قتل علمداراں کے بعد ہی۔ حضرت حمزہ۔ حضرت علی اور حضرت ابو جہانہ غنیم کی شہادت صفوں میں دھنس گئے تھے۔ اور تلواروں سے ان کی گھنی صفوں کی صفائی کر رہے تھے۔ حضرت حمزہ اپنی شجاعت و دلیری کی پر جو شہی میں سب سے آگے بڑھ گئے۔ اور شلی صاحب کے بیان کے مطابق فوج کفار میں دونوں طرف دو دوستی تلوار مارے جاتے تھے۔ اور جسطرف بڑھتے تھے صفیں کی صفیں صاف ہو جاتی تھیں اسی حالت میں سبارغ غبشانی سامنے آگیا۔ پکارے کہ اؤ خواتین النساء کے بچے کہاں جاتا ہے۔ یہ کہہ کر تلوار سی وہ خاک پر دھیر تھا۔ وحشی یہ جو ایک غلام حبشی تھا اور حبیر بن مطعم۔ اس کے آقا نے وعدہ کر رکھا تھا کہ اگر وہ حمزہ کو





رعایت ہے لیکن ہم آپ کی اسی حقیقت نگاری کو طریقت گزاری کے ساتھ دہل میں درج کرتے ہیں  
 حاذقان قریش نے انتقام خون کے جوش میں مسلمانوں کی لاشوں سے بھی مدد لیا۔ اکی۔ باک کاں کاٹے دہسار میرعلویہ  
 کی ماں ہنے ان بچوں کو کھار بنایا اور اپنے گلے میں ڈالا۔ حضرت امیر حمزہ علی لائق پر گئی۔ اور اوکا بیٹ جاک کر کے کلیجہ  
 نکالا اور چبا گئی۔ لیکن گلے سے نادر سرکا۔ اوکل دینا پڑا۔ تاریخوں میں ہمد کا لقب حکم خواہ ہو لکھا جاتا ہے۔ اسی سالیہ لکھا  
 جاتا ہے۔ ہند فتح مکہ میں ایمان لائی لیکن جس طرح وہ ایمان لائی عمرت خیمہ۔ سیرۃ النبی ص ۲۸  
 مسلمانوں کے کردہ خوین آئندہ پیش کے مسئلہ نے معرکہ جنگ میں جو متاہرات کے مناظر پیش کئے اوکی ابتدائی  
 کیفیت کی قدر اور یرمان ہو چکی ہے۔ اسکی مافیہ کی کیفیت شبلی صاحب کی زبانی یہ ہے۔

روح اسلام کی گریہ بانی | مدح اسی میں دونوں فوجیں (فوج مسکین و سلمیں) اس طرح مل گئیں کہ خود مسلمان مسلمانوں کے  
 ہاتھ سے مارے گئے بمصوب بن عمیرہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صورت میں مشابہ  
 اور علیہ السلام تھے۔ اس قیمیہ نے انکو شہید کر دیا اور غل جگایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے  
 ستمنا د پائی۔ اس آواز سے عام مدح اسی جھانگی ٹھٹھڑے ولیر دن کے یاؤں اوکھڑ گئے  
 اور اسی میں انکی صغیر بچپن صغیر بچپن اور دوست دشمن کی تمیز نہ رہی حضرت حذیفہ کو والد یرمان اس کشکس میں گئے  
 اور اویر تلوار بن برس ٹیرن۔ حضرت حذیفہ جلاتے رہے کہ یہ میرے باپ ہیں۔ لیکن کون متناہے عرض وہ شہید ہو گئے۔ اور  
 حضرت حذیفہ نے ایتار کے لہجہ میں کہا۔ مسلمانوں! خدا تمہیں بخش دے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فکر کر دیکھا تو صرف گیارہ جان شامہیلو میں ہیں۔ جن میں حضرت علی  
 حضرت ابوبکر و حضرت سعد بن ابی وقاص۔ زبیر ابن العواجم اور جاثہ اور طلحہ کام ہاتھیں معلوم ہے صحیح بخاری میں  
 روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ طلحہ اور سعد بن ابی وقاص رہ گئے تھے۔ سیرۃ النبی ص ۲۷۷

شبلی صاحب جو افواہ واقعات کے سلسلہ ترتیب کو اولت پلٹ کر دیتے ہیں راہینے قدیم دستور کے مطابق  
 مبہم بالکل غیر مفصل طور پر کچھ کہیں۔ لکھ مارے ہیں۔ یہاں تک آپ کا لکھنا قریب صحت ہے۔ ممکن ہے کہ موجود  
 حالت اضطراب تک مرقومہ مالا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ موجود ہوں۔ لیکن جیسا کہ آپ خود صغیرہ ۲۷۷ میں اسکی  
 بعد بھی لکھتے ہیں کہ اس بلچل اور اضطراب میں اکثروں نے تو بالکل محبت ہار دی لیکن جاسازوں کا بھی زور زمین چلتا تھا  
 جو جہان تھا وہ وہیں گھر کر رہ گیا۔ آپ کے تملائے ہوئے گھر کر رہ جانے والے جاثہ زور میں وہی حضرت علی مرتضیٰ  
 حضرت ابو جاثہ الصماری رضوان اللہ علیہم تھے۔ جو اندائے جنگ سے اسوقت تک شط و فاداری اور عد جان نزاری برقیام  
 لکھ کر جہاد فی سبیل اللہ کے حقوق خدات ادا کر رہے تھے۔ مافیہ ہے آپ کے گیارہ میں اور حضرت۔ تو وہ لوگ۔ جس قیمیہ  
 اور عقبہ بن ابی وقاص کے حملات خاص رسول اللہ کے یکبارہ نواز پر ہوئے۔ ایک ایک کر کے سب کے سب رخصت ہو گئے

اور یہ لوگ بھی اوس نیکامہ میں اوہا و دہر کل گئے ابن ہشام لکھتے ہیں۔

وَانْكَسَفَ الْمُسْلِمُونَ فَاَصَابَ قِيَهْرُ الْعَدُوِّ وَكَانَ  
يَوْمَ مَلَأَ وَتَحْيِصُ اَكْرَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ اَكْرَمُ مِنْ اَكْرَمِهِمْ  
الْمُسْلِمِينَ بِالشَّهَادَةِ حَتَّى حُلِصَ الْعَدُوُّ وَالْيَسْرُ  
اللّٰهُ صَلَوَاتُهَا لِحَاذِهِ حَتَّى وَقَعَ لَشَقَّةٌ  
فَاَصَابَتْ رِءَايَتَهُ وَتَنَجَّى وَحِجَّهُ وَكَلِمَتُ  
شَفَقَةٍ وَكَانَ اَلَدَى اَصَابَةٍ عَقْدَةٍ اَوْ قَفَا  
قَالَ اِسْنَدُ حَدَّثَنِي حَمِيدُ الطَّوِيلِ عَنْ  
السَّيِّدِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَسِرَتْ رِءَايَةَ الْمَدِينَةِ صَلَوَاتُ  
يَوْمٍ اَحَدٍ وَتَنَجَّى وَحِجَّهُ مُحَمَّدٌ لِّلّٰهِ يَسِيلُ عَلَيَّ  
وَحِجَّهُ وَحَلَّ بِسَمْعِ الدِّمِّ وَهُوَ يَقُولُ كَيْفَ يَفْعَلُ  
قَوْمٌ حَصُوا وَجْهَ نَبِيِّهِمْ وَهُوَ يَدْعُوهُمْ اِلَى  
رِءَايَتِهِ فَاَمَّا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ لَيْسَ لَكَ مِنْ  
الْاَرْضِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَانَّهُمْ  
طَائِفَةٌ وَذَكَرَ رَجُلٌ مِنْ عَدْلِ الرَّجُلِ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ  
الْحَدَّادِيِّ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْحَدَّادِيِّ اَنْ عَقَلَهُ  
مِنْ اَبِي دَقَاصٍ رَضِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
يَوْمَئِذٍ فَكَسَرَ رِءَايَةَ اَبِيهِ السَّعْلِيِّ وَحِجَّ شَفَقَةٍ  
السَّعْلِيِّ اِنْ عَدَلَ اللّٰهُ مِنَ الشَّهَابِ الْوَهْرِيِّ تَعَلَّ  
فِي حِفْظِهِ وَاِنَّ اِسْقَمِيَةً حِجَّ وَحِجَّةً وَحِلَّتْ  
حِلَافَتَانِ مِنْ حَقِّ الْمُعَقَّرِ فِي وَحِجَّهُ وَرَجَعَ رَسُوْلُ  
اللّٰهِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي حَقِّهِ مِنَ الْحَقِّ  
الَّذِي عَمِلَ اَبُو عَامِرٍ بِقِيَعِهَا الْمُسْلِمُونَ وَهُمْ  
يَعْلَمُونَ رَا حَدَّثَنِي اِسْنَدُ طَالِبُ سَيِّدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ  
صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجَعَ طَلْعُهُ بِرَعْدٍ

ابن اسحاق حمید طویل سے اردو السن بن مالک کی ربانی نقل کرتے  
ہیں کہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدائن مبارک میں رہا  
تہذیب ہوئے تھے اور آپ کا چہرہ اقدس بھی مجروح کیا گیا تھا اور مجروح  
توں نہ مگر زبردستی مجروح رہا تھا آپ اس سے بڑھتے جاتے تھے اور  
فرماتے جاتے تھے کہ دو توم کیسے تھلا یا بنگی عوامی کے چہرہ کو  
سے نہیں کرتی ہے اس کا جرم یہ کہ انھیں ہذا کیطورت ملانا ہی ضرور  
نے جو گایا یہ مازل و مایا کہ یا رسول تم تکوان امور مقدرات میں کوئی  
دخل نہیں ہے۔ تم اکی تو مقول کر سکتے ہو اور ان پر غلبہ مائل کر سکتی  
قدرت رکھتے ہو اور یہ لوگ تو تحقیق ظالم نہایت ہو چکے ہیں۔ ابن ہشام  
میان کرتے ہیں کہ ریح عبدالرحمن اس ابی سعید الحدادی سے اور وہ اپنے  
مایل ابی سعید حدادی سے روایت کرتے ہیں کہ عتہ ابن ابی وقاص سے  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روز احد مجروح کیا۔ آپ کے سیدہ سہیلہ والی غنیمت  
دو ڈاڑھیں توڑ گئیں اور نیچے کے موسمہ بھی زخمی ہو گیا۔ اور عبداللہ بن شہاب  
الزہری سے چہرہ اقدس کو زخمی کیا اور اس قبیلہ نے آپ کے ایک  
معفرین شہر شہر لگا دی کہ معقر اپنی کے دو حلقے آپ کے روئے  
مبارک میں چوست ہو گئے۔ اور جناب رسول خدا صلی اللہ  
علیہ وآلہ وسلم اس صدمہ سے اوس ایک غار میں گریڑے۔  
جبکہ ابو عامر نے مسلمانوں کو لاعلمی میں گرا دینے کے لئے پہلے  
سے کھوج کر رکھے تھے۔ غار میں آگرتے ہی جناب رسول خدا  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست مبارک حضرت علی مرتضیٰ سے  
اسیہ ہاتھوں میں تھا مایا و طلحہ بن عبید اللہ نے ہاتھ بیکار کر  
ابو بکر کی طرف کھینچ لیا۔ یہاں تک کہ آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سطح زمیں پر سیدھے کھڑے  
ہو گئے۔

اللہ حتی استوی قاتلہما

ان ہشام مکرہ دوم ص ۴۸۸ مطبوعہ مصر

ان ہشام کی یہ روایت لکھ کر ہم کو اس وقت کا مصروف ہونا ناگوار نظر و کہنا مقصود تھا۔ جبکہ آپ نے واقعہ کی تفصیل سے پہلے ہی لکھ دیا ہے۔ اور یہ سیاق تحریر سے بالکل خلاف ہے۔

مہر حال۔ یہی وہ قیامت خیز منظر جس کی بلجیل اور اضطراب میں بقول شبلی صاحب اکثروں نے بہت ہاروی مفردین احد صحیح بخاری کی تصریح آپ خود لکھ چکے ہیں کہ صرف دو شخص طلحہ اور سعد کہوں اس کے ہمراہ رہ گئے۔ طلحہ کی موجودگی تو یکس طرح صحیح نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ انس بن نضر والی روایت جو حدیث تراویحی ہوئی ہے۔ اور جو آگے لکھی جاتی ہے صاف صاف طلحہ کا نام ولایت کے ساتھ مفردین کی جماعت میں مشاہدہ عینی کے طریق سے بتلا رہی ہے۔ جس سے انکار ہو ہی نہیں سکتا۔

ماتی رہے سعد بن ابی وقاص۔ انکی شرکت اور حاضری بھی مخالف عقل و قیاس یا بی جاتی ہے بلکہ انکی موجودگی و حاضری کی وجہ سے انکی جان تیری و رفاق کی جگہ انکی سہل انکاری اور غفلت کے ثبوت معلوم ہو گئے اور وہ اس طرح کہ جب انکی حاضری تسلیم کر لی جائیگی تو یہ بھی مان لینا پڑے گا کہ انکی موجودگی میں۔ انکی آنکھوں کے سامنے انکے خاص بھائی عتہ بن اسحاق ص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے سخت آزار سمانی ہو چکے تھے کہ وہ ان کا مبارک تنہا رہ گئے اور یہ کھڑے ہو نہ دیکھ سکے۔ بھائی یہ بات تھوڑا بڑھانے لگا۔ اس بنا پر ان کا آخر وقت تک صدمت رسول میں حاضر رہنا بالکل خلاف واقع ہے۔ اگر مطابق واقع سمجھا جائیگا تو پھر سعد بن اسحاق ص ایسے صحابی کبیر کے ثبات ایمان میں نثر میں پیدا ہو جائیگا۔ شیعہ قائم ہو جائیگا۔ حوان کی شان کے خلاف ہو گا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اس موقع پر موجود ہی نہیں تھے۔ یا تو میدان میں مصروف جنگ تھے۔ یا مصروف غنیمت۔ یا مفردین کے ساتھ نکل گئے تھے۔

قرینہ غالب مصروفیت غنیمت ہی کا ہے کیونکہ واقعہ دریں بھی۔ آپ بہت قبل سے حصول غنیمت میں مصروف ہو گئے تھے۔ اور متعذر رہ رہیں رزمگاہ سے اٹھا اٹھا کر جمع کر چکے تھے۔ اسی اتنا میں امیہ بن خلف مل گیا اور آپ اپنے وعدے کے مطابق مسلمانوں سے اسکو بچا لینے کی غرض سے یہاں پر چڑھالے گئے اور ہر چند اسکو بچانے کی کدکادش کی لیکن مسلمانوں نے اسے دھونڈ کر قتل ہی کر ڈالا۔ اور انکی رہیں بھی اٹھا لے گئے۔ آپ اس واقعہ کو یاد کر کے ہمیشہ کہا کرتے تھے۔ حرام کرے۔ بلال پڑا۔ اسے مجھے امیہ بن خلف کو بھی لے لیا اور اسی کے ساتھ میری زہر میں بھی مفت چلی گئیں۔

واقعات تو یہ بتلا رہے ہیں کہ ان قبیہ کی ضرب کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں گر پڑے تو ابن قبیہ نے قتل محض کا شور کیا۔ اسکی آواز تمام لشکر میں ادھر سے ادھر تک تمام پھیل گئی۔ اس آواز کے سننے ہی اور نظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم



عظام دنیاوی کہ بایشیان راہ یافت شکست لشکر اسلام افتاد

پھر کئی صفوں کے بعد تیسری فرماتے ہیں۔

جون مسلمانان رو بہ عزیمت آورند حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را تنہا گذاشتند حضرت محمد مصطفیٰ در عرص آمد و عرق انبستانی ہوا بولش متفاخر گشت۔

اکی وچ سے چواکے۔ لوں میں سائی تھی قوج اسلام کو شکست دیو بجا دی۔

جب مسلمانوں نے ہزیمت اختیار کی اور حضرت رسولی اصلعہ کو تنہا چھوڑ دیا حضرت کو عصہ آیا اور آپ کی میتانی سارک سے اسیر کے قطرے چیلے لگے

اب ان سانک کے ساتھ حدیث و تاریخ کے یہ متفقہ بیانات جو اس بن نصر کی زبانی منقول ہیں اور ہم اس کو طبری۔ ابن ہشام اور تاریخ الخلفاء سے دیکھ کر یقین کرتے ہیں۔ ملاوئے حائش تحقیق حال پر سے طور سے ظاہر ہو جاتی ہے۔

اتبعهم اس بن نصر و اس بن مالک بن عتبہ بن الحطاب و طلحہ بن عبید اللہ فی رحال من المهاجرین و الا نصار و قد القوا ما بد بهم فقال ما یجسکم قالوا قتل رسول اللہ فقال مما اقصون بالحیاء بعدہ قوموا موتوا علی ما مات رسول اللہ ثم استقل القوم حقاً حتی قتل

اس بن نصر اس بن مالک سحی کی گجیا میں کرتے ہیں کہ ہم اس عالم رستخیز میں عمر بن الخطاب طلحہ بن عبید اللہ کو جماعت ہمارا حق انصاف کے ساتھ اس حالت میں مٹا ہوا دیکھا کہ سب نے اپنے اپنے ہتیار ڈال دیے تھے یہ دیکھ کر میں نے یوحنا کہ تم لوگ یہاں کیسے بیٹھے ہو۔ ان لوگوں نے کہا اکیل کرین رسول اللہ کو مار گئے میں نے کہا تو پھر ان کے بعد تم جی کر کیا کرو گے۔ اٹھو حسن امر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مر گئے ہیں تم سب بھی چھاؤ یہ لکھنا اس بن نصر کو کھاریر جاڑے اڑا ڈلے لگے۔ یہاں تک کہ شہید ہوئے تاریخ طبری ص ۶ ۱۳۷۔ اس ہشام ص ۸۵

جلد دوم تاریخ الخلفاء جلد اول صفحہ ۴۴ مصر

اس بن نصر کی روایت کی طرف ان حضرات نے ذرا بھی انصاف نہ فرمایا اور افسوس۔ سہماں بیٹھے تھے وہاں سے کوئی صاحب ایک ہاںشت بھی آگے بڑھ سکے۔ تاریخ الخلفاء کی ایک روایت سے اس حضرت کی جنبش نہ فرمائی کہ وہ خاص یہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ حضرت وہاں بیٹھا ایک امر خاص میں مشورت فرما رہے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کا پورا یقین کر کے اپنی غریب جان کی صحت و سلامتی کا سامان کر رہے تھے۔ ملاحظہ ہو تاریخ الخلفاء کی مفسرہ ذیل عبارت

قال بعض المسلمين لما دسوا الى عبد الله بن ابي جابر لما اصابوا من اوسهياں۔ جلد اول ص ۴۴

موسس سب کتنے تھے کاس ہیکو ایک قاصد بلانا کہ اس کو عبد اللہ بن ابی دھانی کے پاس بھیجے کہ وہ ہمارے لئے اوسہیاں سے



امان حاصل کر لیتا۔

نوٹ: باجیا رسید انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ تو ظاہر ہے کہ ان مایوسین کی جماعت میں ہر شخص اس بن نصر کی طرح ایشیا رجان کے لئے طیار بنیں۔ اگر ایسا ہوتا تو اکی غیرت و دلانے برب کے سب انکے ہمراہ ہو جاتے اور انکی طرح اسلام کے نام پر اپنی جانیں فدا کر دیتے لیکن بقول شعلی صاحب یہ وہی بزرگوار تھے جو بہت ہار چکے تھے انکے تبات و استقلال میں نہ اتنی یاداری تھی اور خود ان میں اتنی بگرداری باقی تھی کہ جماعت و دلیری سے کارفرما ہوتے حال ٹری بیاری ہوئی ہے اور خصوصاً اسوقت اور اس تہیکہ کے خاص عالم میں ایسے قیامتناک عالم میں انکے نقطہ نظر جان کا صرف تحفظ تھا اور اس بدحواسی کی شدت کے ساتھ عیا علمائے حیس دیار مری صاحب تبارخ انھیں سن سیارہ گئے ہیں کہ حفاظت حان کی غرض سے اوسعیان کی افال طلب کرنے کی تجویزین فرمائے گئے اور عبداللہ بن ابی ایسے منافق اور دشمن اسلام کو واسطہ امان بنانے پر طیار ہو گئے۔ اس سے بزرگوار ان حضرات کے لئے اور کون سی شرمناک مات ہوگی۔

مہرورین کی دہیسی الگڈشت ایچہ گذشت۔ اب آئندہ حالات ملاحظہ فرمائے حایین۔

خیرت ہوگئی کہ غور ڈی ہی دیکر اندکعب بن مالک کی نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمال مبارک پر پڑی۔ اور مقرر قول آلودہ میں صرف ابکی انگہوں کو بھیاں کرادس نے یہ سرست افزا عروہ طہ کیا۔ اِنَّ هٰذَا رَسُولٌ اَللّٰہِ یَا معشر المسلمین اِنے سلمانوں ایہ رسول اللہ صبح و سلاست کتر سے ہیں۔ یا یہ قرودہ روح افزا ستمگر سلمانوں میں چلن آگئی۔ اور جو حضرات حقے قریب تھے۔ وہ داس کشاں آپ کی طرف فوراً گھٹ آئے۔

پچھلے آ میرالون میں محدث و دہوی چار بزرگوار دن کے نام بتلاتے ہیں۔ ابو جحہ۔ عاصم سہل۔ اور طلحہ۔ اور صاحب تاریخ انجیس بیٹے و تلحہ و لون میں حضرت ابوبکر ص کا نام لیتے ہیں اور خود انکا قول نقل کرتے ہیں

قال اولوا صرف الداس یوم احد و رسول اللہ صلعم فکنت اول من جاء

لیکن تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبداللہ صاحب نے اجمالاً ان حضرات کے نام لکھ دیے ہیں اور انھیں تفریق یہ تفصیل نہیں کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسہن کلام نہیں کہ یہ چار دن حضرات آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں لیکن ان میں سے ابو جحہ اور سہل بن جعیف الضاری کا نام مفردین میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ بلا اتفاق یہ امر ثابت ہے کہ یہ دونوں حضرات کفار سے حرب و ضرب میں مصروف تھے۔ اسلی یہ ممکن ہے کہ مالک کا غرہ مستمگر سہب جنگ سے معرض تصدیق نہ صرف رسول اللہ میں حاضر ہو گئے ہوں گے۔

جناب شاہ صاحب کا بیان سہرہ گیا ہے جس سے اندونون بزرگوار دن کا شمول بھی مفردین میں جو بتاتا ہے

حالات قطعاً ثابت نہیں۔ باقی رہے عاصم۔ انکی حالت مشتبہ ہے۔ اس لئے کہ اسے جنگ میں انکے ثبات و عجز داری کے حالات علمدارانِ قوش کے مقابلہ میں بیان ہو چکے ہیں اسکے بعد پھر انکا ذکر کمین یا یا نہیں جانا ممکن ہے کہ صنفِ جنگ سے رسول اللہ کی زیارت کے لئے بھی آگئے ہوں۔ اور اسلئے معاویہ میں تیار کر لئے گئے۔ یا حقیقتاً آگے چل کر انکے یا ثبات بھی لغزش میں آگئے ہوں۔ اور یہ بھی قرار کر کے واپس آئے ہوں۔

باقی رہے طلحہ بن عبید اللہ تو اذیکے نہ مفرد ہیں جو نے میں کلام ہو سکتا ہے اور نہ معاویہ میں کیونکہ کہ اس بن رضی والی روایت میں انکا نام یا تخصیص قید ولایت کے ساتھ متدرج ہے جو تمام موزنین کا اتفاق ہو چکا ہے۔

چونکہ حسرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان حضرات کی معارف و معادوت میں تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا موزنین و محدثین نے اتنے عرصہ کو قابلِ لحاظ نہ سمجھا کہ ان حضرات کو براہِ قاضی میں نہ کیا ہے۔ حالانکہ تاریخ الحمیر و تفسیر شیبہ زری۔ تفسیر و فتوٰی سیوطی۔ حبیب الیر۔ معارج النبوۃ۔ اور معارج النبوۃ کی مرقومہ المالیات سے انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب کا بلا حاشا ثابت ہو چکا ہے۔ پھر کسی صاحب کی حاضری یا موجودگی کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔ اگر محمد بن و موزنین کی ان روایات میں گیارہ حضرت کی حاضری بتلائی گئی ہے یا صحیح بخاری کو مطابق صرف دو شخصوں (سعد و طلحہ) کی موجودگی کی روایت یا اعتبار کیا جائیگا۔ تو سہ کی تمام حاضری سے ان گیارہ حضرت کی موجودگی اور زیادہ قائل الزام ثابت ہوگی۔ اسلئے کہ یہ گیارہ جانِ نثار عقبہ اور ان قبیہ صرف دو شخصوں کی ضرورتی سے یکدیگر رسالت کی حفاظت کر کے عمرت خیر بھی ہے اور ہر اذیکہ نبی حقیقت یہی ہے کہ اس وقت یہ بزرگوار موجود ہی نہیں تھے۔ ورنہ انکی حضرت و جانِ نثار کی کا محققنا یہی ہوا چاہتا تھا کہ مارے یا حراتے لیکن انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسرت و زانیہ رخاں نہ آنے دیتے۔

قرار حضرت عمر کی حقیقت پوشی کی طرف شکی صاحب کی کو شش حصہ بیکار ہے آپ اپنے ہی دستِ قلم سے اہل بیت و تاریخ کے مختار اور پھر صحیح بخاری کی تصریحات لکھ کر باقی مانگان ہل ہریان رسولی کے تمام نام بتلا چکے ہیں۔ اب باب سیر و تاریخ گیارہ لوگوں کے نام بتلاتے ہیں اور امام بخاری و دو شخصوں کے نام لکھتے ہیں۔ ان دونوں میں سے کسی میں حضرت عمر کا نام نہیں ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان حضرات سے پہلے ہی چلے گئے۔ اور پھر ان بزرگواروں کے۔ اس آئے سے بھی سمجھ جائے۔ ان تصریحات کو جو لکھ کر اور اس بن لکھ کر مجلسِ غزوہ میں والی و تار کوفل کرنے کے بعد جس میں حضرت عمر کا نام مع ولایت جماعت مفردین میں موجود ہے۔ شبلی صاحب اہل کتاب کی ہجارت میں تو مین لیکن حاشیہ میں جیکو سے یہ عمارت لکھتے ہیں۔

یہ عام روایت (اس بن سعد) والی ہے صحیح بخاری میں یہ واقعہ مذکور ہے لیکن حضرت عمر کا نام نہیں لکھتا یعنی مفردین میں بخاری کے نمونہ گویا یہ نہیں تھے تو اس سے کیا۔ ابھین بخاری نے حاضرین میں بھی تو انکا نام نہیں درج کیا ہے۔

حاضرین میں نہیں ہیں۔ بقول آپ کے مقررین میں ہیں نہیں تو میں یہ کہاں۔ یہ بھی دعو کر لیا جائے۔

شعلی صاحب ہم بار بار آپ کی خدمت میں عرض کرتے جاتے ہیں کہ حقیقت چہپ نہیں سکتی، حقیقتاً حضرت عمرؓ و مدیناؓ ہیں شعلی میرے جلس ضرور تھے۔ صاحب شمشیر میں تھے اہل رائے و تدبیر ضرور تھے ہر کسی را بہر کار سے ساختہ تھے اصول و نظر رکھتے۔ ایسے عالم کہ تمیز میں ثبات و استقلال انکا کام نہیں تھا۔ وہ دوسرے کو کلکتے تھے جن کا ذکر بہت جلد آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

اس میرے بیان سے اگر شعلی صاحب اور ان کے خیال حضرات کی تسکین ہو تو امام فخر الدینؒ کی تفسیر کسبہ زاد علامہ نیشاپوری کی تفسیر عراب القرآن میں ندیل آئیہ

إِنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا مِنْكُمْ يَوْمَ الْبُخَارِ إِنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ  
یہ عبارت ملاحظہ فرمائی جائے۔  
وہ لوگ جو وہیں جہنم کے مقابلہ کے وقت جیسے پھر گئے

ان میں المہر میں عہد و مہر ایضاً عثمان  
اگرچہ اس سے بھی تشفی نہ ہو سکے۔ تو اپنی احسن التفسیر تفسیر امام حریری طبری۔ اور تفسیر و تفسیر امام سیوطی میں خود حضرت عمرؓ کا اقتراہ ذیل کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایا جاوے۔

عن عمرو قال لما كان يوم احد هزمنا و هربت  
حتی صعدت الحبل  
حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ یوم احد جب ہمارے لوگوں نے گزرتی تو میں

انفس میں ہے کہ شعلی صاحب کہ اوٹکے خیال حضرات تمام توجہ و ہمدردی حقہ عمرؓ و خود صحابہ جند میں کے ساتھ دکھلاتے ہیں۔ لیکن حضرت عثمانؓ کی طرف جو صحابہ کے اسی طبقہ عالیہ میں داخل اور خلافت راشدہ میں شامل ہیں کچھ بھی توجہ نہیں کرتے۔ یہی نہیں پوچھتے کہ ان غریب کا کیا حال ہوا۔ انکی طول طویل و راز کی نسبت نہ کسی کو غور و محنت کی فکر ہے اور نہ توجہ و تفتیح کا خیال۔ انکے واقعات کی حقیقت کی جاتی ہے۔ تو بخاری نے باب غزوہ احد میں انکی نسبت ذیل کے مختصر ویر لکھا ہے۔

اداسئل من عبد الله من عمر اقلوا عثمان  
من عثمان و زوج من احد قال نعم  
عبداللہ میں عرض ہے جب استفسار کیا گیا کہ حضرت عثمانؓ میں عثمان

بخاری کی اس اختصار کی تفصیل طبری کے مفصلہ ذیل الفاظ میں ملاحظہ کی جائے۔

وقد كان الناس اجمعون اجمعين رسول الله صلعم  
حتى اتفقه جميعهم الى المتيقن دون الاغص و  
فروعثمان بن عفان وعقده بن عثمان وسعد بن  
اولئك انهم من علي بن عبد الله واداء وسلم کے پاس سے تھا کہ یہ مقام بھی نہک  
جو عرص کے قریب پہنچے گئے اور حضرت عثمانؓ میں عثمانؓ دو حصہ الصار  
عقبہ رسول اللہ نے عثمانؓ کے ساتھ تھا کہ یہ مقام حلب میں جا کر ہوا



حاشی علیہ: لہ قتل المرأة قال کرہمت ان  
ا صرب سیف رسول اللہ صلعم صوا لا نامر لہا

اور ہند نے گھر کر یا آل صحرہ کا معہ لگایا لیکن کوئی سی مدکوہ نہ آتا۔

اس سے یوحنا کہ تمہاری بیع آمدار کی کارروائی تو دیکھی لیکن تم سے کہ اسونیت سے تم ایک عورت کو قتل کر سکے۔ اودو حادہ سے کہا محمد جو عورت آئی کہیں رسول اللہ کی حیات کردہ بلوار سے ایک عورت سے یا دو ہنگار کا کیا سر کاٹوں۔ رزقانی حلدہ دم سے بحوالہ صحیح مسلم یہ برگ الضاری اتلے جنگ سے استہانک شرط جاں نثاری اور وفاداری پر یکمال ثبات دیا داری قائم رہا نوح اسلامی کی ہر محبت اور رسول اللہ کی جہر شہادت یا کر بھی۔ یہ انھیں مرگواروں میں ہیں جنہوں نے لڑکر حادہ جانے اور خدا و رسول کے حکم پر مٹ جانے کو ایسا نفس العین قرار دے لیا تھا۔

آمین کوئی کلام میں کہ یہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح سلامت رہنے کا فردہ شکر میداں جنگ سے زیارت کے لئے ضرور حاضر ہوئے تھے۔ اور عالم اسی جہ سے محدث دہلوی نے انکو سی معرونین میں سمجھ کر حلوٹ آنے والوں میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ صریح احادیث واقع ہے۔

مصحف ابن عیبر یہ نرگوار ہاشمی العسل تھے سبقتاے اسلام میں داخل اور قضاے رسول میں شامل تھے۔ اکثر موزن کے محاسبات وحی میں کے مختار کے مطابق جنگ احد میں علماء اہل اسلام تھے۔ آغا جنگ سے تمام تک مخالف کے مقابل ہو کر بتجاء ودلیری اور بہت وجہات کی لاجواب متالین قائم کر رہے تھے۔ نصف کفار کو درہم دہرہم کر کے تلک کبر میں دور تک لڑ گئے تھے۔ وقت برابر ہو چکا تھا ان قیمہ کی زد پر آ گئے زخم کھائے اور شہید ہو گئے۔ آنحضرت صلم سے مشابہ تھے۔ ابن قیم نے رسول اللہ سمجھ کر شہادت رسول اللہ کی خبر مشہور کر دی۔ حباب رسول خدا صلم الکی جہر شہادت یا کر سی بلول و مخزون ہوئے اور آدمی بھیج کر حباب علی مرتضیٰ کے پاس کہلا بھیجا کہ شک کر کا علم لیکر آگے بڑھیں۔ اس بہت صراحت حلدہ دوم مصر۔

حطلس ابو عامر احتظرن ابو عامر بھی انھیں دھاداران اور یاداران اسلام میں تھے۔ یہ بھی مساعی حادہ میں ازات آتا تھا کے محاسبات بے نظیر حادہ اریان دکھلاتے رہے۔ الحکاناب ابو عامر حادہ میں آکر مبارک طلہی کرنے لگا۔ تو اوسکے مقابلہ میں سب سے پہلے انھیں نے خدمت رسول سے اجازت جنگ چاہی اور قصد کر لیا کہ دنیا کو کفر و اسلام ظلمت و نور اور سعادت و شقاوت کا نمونہ دکھلا دیا جائے لیکن رحمت اللعالمین نے نایاب بیٹے کے مقابلہ کو مالگوار سمجھ کر اجازت نہ دی۔

یہ دلیر مجاہد باپ کو چھوڑ کر دوسرے کافر سے مقابل ہوا۔ اور بڑی دیر تک شجاعت و دلیری کے جوہر دکھاتا رہا۔ مقابل کا خاتمہ کر کے کفار کی صفوں پر ٹوٹ پڑا اور انکو ضرب شمشیر سے اولٹ بیلٹ کر مارا۔ پھر عہد و جگہ داری سے بڑھتا ہوا قلب لشکرین ابوسفیان سے درازت کر کے سر پر جا ہو چکا تھا کہ ضرب شمشیر سے اوسکا کام تمام کر کے جہاں و قتال کا ایک مار فیصلہ کر دے۔ کہ شداو بن الاسود جو پہلو میں چھپا کھڑا تھا۔ اُنکے وار کو روکا اور اپنے وار سے اُنکو شہید کر ڈالا۔

سعد بن الربیع انصاری سعد بن الربیع حواریان انصار سے تھے۔ اسلام کے حلقہ شام کا مل تھے اور وہاں خالص آغاز کے محاسن خدمات

اس قیامت خیز جنگ میں کسی کو نہ انکی تہمت کی تھی نہ کوئی اور یہ معلوم ہوا کہ انکا قاتل کون ہے۔ میدان جنگ سے قریش کے چلے جانے کے بعد جب شہداء اعد کے تلاش ہوئے لگی تو اس کی بھی جستجو ہوئی۔ تو ایک مرد انصار کو یہ جاننا اسلام دم توڑ نکلا۔ طبری۔ اور ابن ہشام اس خالص عقیدت مند اور وفادار کی آخری تقریریں الفاظ میں بیان کرتے ہیں

فقطر فوحده (سعد اس الربیع) حریحی فی القتل ویدہ رقی قال فقلت لہ اے رسول اللہ صلعم

اموی ان الطرافی الاحیاء استام فی الاموات قال انا فی الاموات فابلق رسول اللہ صلعم علی السلام

وقل لہ اے سعد بن الربیع یقول لک حوالہ اللہ عاصیہ اما حری حیثا ع امتہ فابلق قومک علی السلام

وقل لہ اے سعد بن الربیع یقول لک اللہ عذرا لکم عند اللہ ان احلص علی مدیکم صلی اللہ علیہ والہ وسلم مکرم علی قطوف

قال تھولا ارجح حتمات ص وعلہ دم ابن ہشام اس کے آگے ابن ہشام لکھتے ہیں۔

حدثنی ابو بکر التیمی ان رجلا دخل علی ابی بکر الصدیق وحدثہ السعد بن الربیع حادیۃ

صعبرۃ علی صدرہ مرسمہا ویقلہا فقال لہ الرجل من ہذا قال ہذا من رجل حرمی

سعد بن الربیع کان من النقاء فی العقدہ و شہد مدراوا استشهد یوم احد ص

عمارہ ابن زیاد عمارہ ابن زیاد کے نام میں اختلاف ہے۔ صاحب رحمۃ اللعین نے عمارہ بن زیاد لکھا ہے اور شبلی صاحب زیاد بن السکن لکھتے ہیں۔ دونوں صاحبوں نے طبری سے لکھا ہے۔ طبری نے خود تحقیق نام نہیں کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں زیاد بن عمارہ بن زیاد بن السکن (یاد عمارہ بن زیاد بن السکن) ص ۳۱۱

ابو بکر زبیری سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص حضرت ابو بکر کے پاس گیا تو دیکھا کہ ایک چوٹی سی لڑکی اونکے سیمہ پر بیٹھی ہے اور وہ اسے پیار کر رہے ہیں اور اس کا منہ جو جوڑ رہے ہیں اس شخص نے کہا کہ یہ کس کی لڑکی ہے تو حضرت ابو بکر نے کہا یہ اس شخص کی لڑکی ہے جو مجھے بہتر تھا سو بزرگ عقیدت سے مرنے ہوا تھا اور انحضرت صلعم کے نقیاب میں تھا شکر ابدی اعلیٰ اور تھلا اعلیٰ بنی ہو



بہر حال۔ ماہِ شہیون میں سے جو صاحب ہوں وہ آغا رنگ سے حصول شہادت تک ضرورتاً ہم بالجماع رہے  
 جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انکی شہادت کی جبرہو پتی تو آپ نے شفقت خاص سے انکی لاش حضور میں  
 اٹھو امنگو ائی جب مسلمان انکی لاش اٹھالائے تو فرمایا قریب لاؤ۔ قریب لائے تو اترتے اور فرمایا او قریب لاؤ۔  
 جو سداہ قدامت و حیات و حلالہ علی قدام رسول اللہ ﷺ | اے اللہ کہ انکی لاش کی زندگی اور وہ ایسا قدم رسول پر لکھ کر گیا۔  
 اس موقع پر شہابی صاحب نے مناسب حال کسی کا پیشہ کر لیا ہے۔ یہ بچہ زبردستی باندھ نہ جان سکتا تھا  
 کہ بوقت جان سپردن تبرش رسیدہ باشی نہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعیت کا ایک خوشہ رو گیا ہے  
 صاحب رحمۃ الخائیں نے مناسب مقام مجھکا اردو کی زبان قدیم کا یہ شعر لکھا ہے۔ زبان میں جو حذر ہو۔

لیکن واقعیت اور تعلیمت میں کوئی کلام نہیں۔ وہ یہ ہے  
 سر وقت فرج ایسا دے کرے کہ یہاں سے رحمت ص ۱۱۰ یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔  
 سہل ابن حنفیہ انصاری کے والد اور فاسے اسلام کی تصدیق اور ثبات فی الجہاد  
 کی توثیق میں یہی کافی ہے۔ جیسا کہ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ جناب علی رضی اللہ عنہ نے  
 حضرت سیدنا کہ حلوہ اللہ علیہا کو فو الفاراس غرض سے روز احد دی کہ وہ اسے کافرون کو خون سے  
 پاک کر دیں تو ارشاد فرمایا۔

اغسلی عن هذا دمه فواللہ لقد صدقت الیوم | اس کا خون دھو دلاؤ۔ یہی اس نے آج انہی قہات کی تصدیق کرادی۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریب تھے۔ سنگداریت و کسب۔

یا علی لئن کنت صدقت القاتل لقد صدق | انہا نہیں موت تک کی تصدیق نہیں کرانی بلکہ تمہارے ساتھ  
 معک سہل بن حنفیہ الانصاری والودح | سہل بن حنفیہ انصاری اور الودح نے بھی

مخبر صادق کے لفظ معیت میں اتنی کامل صداقت تھی کہ سہل بن حنفیہ الانصاری واقعات مصدقین  
 تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معیت میں موجود رہے۔ امارت بصرہ کے وقت حوائلی ذلت و خواری کی گئی۔ اور سکا ذکر  
 ناگفتہ بہ ہے اور بہت قبل از وقت۔

مجاہدین۔ مجاہدین بالجماع کی فہرست میں شہابی صاحب۔ زبیر العوام علیہ السلام اور سید بن ابی قحاص کے نام  
 بھی تیار تھے ہیں اور وہ کیا تاریخ و حدیث کی مرویات سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ خصوصاً اہل علم کی تصدیق و ثبات  
 خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زمانہ بھی جا بجا نقل فرمائی ہے لیکن چونکہ ہم انہیں تاریخ و حدیث سے ان بزرگوں کو  
 منہتر ہیں و مقررین میں ان پر ثابت کر آئے ہیں اس لئے یہ حضرات ادین بزرگواروں کے مقابل میں خشک و کراہی بھیجیں  
 لکھ چکے ہیں۔ یہاں شجاعت و جگر داری اور مفاسد شیات و پاداری میں مشکل سے کامل اور جوتے ہیں۔ لیکن یہ کہ لکھ

جن خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ اوائل جنگ میں یا قبل مجسمہ وحیت رسول صلعم ان سے عمل میں آئی ہوں اور پھر ٹوٹتی بکڑ بٹھانے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخصی ہو جانے اور نظروں سے پوشیدہ ہو جانے کو بعد اسکے یا نئے ثنات میں بھی لغزش آگئی ہو۔ یہی واقعیت ہے۔ اور واقعیت کا انکا تحقیق کا انکار ہے۔

صاحب علی مرتضیٰ کے انھیں قائمین فی الجہاد میں جن کا ذکر خیر اوپر بیان ہو چکا ہے۔ انکے سر حلقہ اور مقتدا حضرت علی مرتضیٰ ثنات ہو تے ہیں۔

جنگ احد کے قیامت خیز معرکہ میں جو حضرات از اسرار انا انتہا ثابت قدم رہے انکے نام اور تفصیلی خدمات اوپر بیان ہو چکے۔ اور بھی معلوم ہو چکا کہ ان آٹھ وفاداروں اور دیگر واروں میں پانچ نیرنگو اور حضرت حمزہؓ۔ معصوب ابن عمیر خطلہ۔ یسعد بن الربیع اور عمارہ بن زیاد و ستر ائطوفا کے ساتھ قرائے اسلام ہو گئے۔ رضوان اللہ علیہم تین وفادار حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت ابو جہانہ انصاری اور حضرت مسلم بن حنیف انصاری انتہائی جنگ تک خدمات جان نشاری اور وفاداری پر ثابت قدم رہے اور اپن جہام کے موافق مراجعت ہرگز تک ان کی خدمات کی زمان رسالت سے تصدیق فرمائی گئی۔

جناب علی مرتضیٰ کی اقامت فی الجہاد کی ابتدائی کیفیت اور علمداران قریش کو آپ کا قتل کرنا اور بیان ہو چکا ہے۔ اور ان کے مجموع علمداروں میں سے۔ رحمۃ العلمین کے قول کے مطابق آٹھ علمداران تشریف کو یکے بعد دیگرے تن تنہا آپ ہی نے قتل فرمایا تھا (ص ۱۰۸) علمداران قریش کے قتل کے بعد آپ کی عظیم المثل مبارزت کی تفصیل اور تصریح طبری میں یوں مرقوم ہے۔

اور اربع ایسے دوا سے روایت کرتے ہیں کہ جب علی مرتضیٰؓ علمداران قریش کو قتل کر چکے تو آنحضرت صلعم نے سرکس کی ایک جماعت کو اپنی طرف آئے دیکر حضرت علیؓ سے فرمایا کہ ان پر حملہ کرو حضرت علیؓ نے اس جماعت پر حملہ کیا اور انکو متفرق کر دی اور ان میں سے عدداً بڑی عمر حمی کو قتل کر ڈالا۔ انکے بعد جب رسول خدا صلعم نے دوسری جماعت سرکس کو اپنی طرف آئے دیکر بھی فرمایا۔ ان پر حملہ کرو پھر حضرت علیؓ نے ان پر حملہ کر دیا تو متفرق کر دیا اور ان میں سے تیس سالک جو نبی عامر کے قلیلہ کا ایک آدمی تھا قتل کر ڈالا۔ یہ دیکر حضرت جبریلؑ نے خدمت رسول صلعم میں عرض کیا کہ یہ تیسرا جماعت درحالت ہے۔ غالب رسول خدا صلعم نے

ما قتل علی بن ابی طالب اصحاب الاویہ النصر رسول اللہ صلعم جماعۃ من مشرک قریش فقال لعلی احمل علیہم فحلی علیہم ففرق جماعۃہم وقتل عمر بن عبد اللہ الحمر قال ثم النصر رسول اللہ صلعم جماعۃ من مشرک قریش فقال لعلی احمل علیہم فحلی علیہم ففرق جماعۃہم وقتل سیدہ بن مالک احدی عامر بن لوی فقال حبدل یا رسول اللہ ان ہذا ہذا اساقہ قتال رسول اللہ انہ منی وانا منہ فقال حبدل یا وانا

مسکما قال سمعوا صوتا لاسيف اُتاد والفتح  
ولا فتى اُتاد على ع طوى ص ۱۴۰۲ ح ۱

اور اذ تو پایا اسلئے کہ یہ مجھ سے ہوا میں اس سے ہوں۔ یہ سنکر حضرت عمرؓ  
نے کہا کہ میں تم دونوں میں شامل ہوں انکے بعد یہ آرمائی دی کو کوئی کہتا ہے  
تو اذ والفتح کے لکھو یہ سن اور کوئی جو انہوں علی کو ایسا میں ہے۔

ایسا نہیں ہوا کہ شمول کا موااسات میں حضرت جبریلؑ صرف وعدہ کر کے رو گئے ہوں یمنین ایسا نہیں ہوا  
تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعدہ عملی صورت میں لایا گیا اور پورا فرمایا گیا علامہ یوسفؒ نجی الشافعی اپنی کتاب کاتبیۃ  
الطالین میں ارشاد عبداللہ بن ابی اسحاق صاحب محدث دہلوی مایع النبیین میں تحریر فرماتے ہیں۔

روى الحافظ محمد بن عبد العزيز الحمادى فى كتاب  
سوال العترة النبوية مرفوعا الى قابس رسول  
عن امه امه سمع عليا يقول اصابني يوم اُخذت  
عشر صراصة سقطت الى الارض فى اربع مهن  
مخاء فى رعل احسن الوحده طيب الريح فاحدا  
يصعبى فاقامى فخر قال اقل عليه هداك وطاعة  
الذليل ورسوله وهما عتق را حيان قال سلى فاميت  
الذنى صلعه فاحدرك فقال يا على اقر الله عبدا  
ودان حبرئيل ع۔ سراخ عرس محنت طے ص ۱۴۱ لاہور  
عطا فرمائے۔ وہ جبریلؑ تھے۔

ماخذ محمد بن عبد العزیز حمادی ای کتاب عالم العترة السبعین بطریق مرفوع  
قبس بن سعد سے اردو ہے باب سے بیان کرتے ہیں کہ اوکو والرنے حضرت  
علی مرتضیٰ علیہ السلام کو کہتے ہوئے تھا ہے کہ جنگ اح کے دن مجھے  
ستر لہر دم ایسے کا دی گئے جو کہ بہن جو یا زینون کے ساتھ میں رہیں گئے  
کے قریب پہنچ گیا تھا۔ لہذا ہر بار ایک جوں صورت جو نہیں ڈیا ہوا آدمی میرے  
پاس آکر میرا ہاتھ پکڑ لیتا تھا اور مجھ کو کہہ کر دیتا تھا اور کہتا تھا کہ ہر دم پہنچ  
حاکم کر کہ تو خدا اور اسکے رسول کی اطاعت میں ہے اور مجھے وہیں تجھے  
راضی ہیں۔ خطاب علی مرتضیٰ علیہ السلام ہے کہیں یہ بات خاتم رسولؐ صلعم  
کی حدیث میں کہی گئی ہے اور اذ تو پایا کہ علیؑ ہر قسم کی سکھوں میں مسند

مرفوعہ بالا شاہدات غیب میرے بیان کے شاہد صادق ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی یہ مبارزت انوت  
کی ہے کہ حکم رسول اللہ صلعم سے آپؐ شکر کفار اس جماعت میں جو بار بار رسول اللہ صلعم کی ذات خاص پر اپنا زبانی  
کی غرض سے جرم جرم آتے تھے۔ ہر بار آپؐ اوپر حکم رسولؐ سے حملہ آور ہوتے تھے اور ہر بار بڑی جگہ داری سے  
تر کر دیا کہ پکار دیتے تھے۔

شبلی صاحب نے حضرت علیؑ کی ایسی بے نظیر شجاعت و مبارزت کو اول تو آنحضرت صلعم کے مجروح ہونے کی  
بعد لکھا ہے۔ اور یوں اسکی واقعت اور اصلیت کو بدل دیا ہے۔ دوسری یہ کہ ان محاسن خدمات کو صرف اتنا لکھ کر  
مداخل کا دل جو دم کر کے ٹھمتا تھا لیکن ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل بھٹ بھٹ کر رہ جاتا تھا ص ۴۷۷۔ اسکی  
حقیقت کو تمام کر دیا ہے۔ ہم کو آپؐ کی اس کوہ نوحی کی کوئی شکایت نہیں۔ اس لئے کہ ہم کو آپؐ کی خدمت میں عادت  
شناس اور مزاجدان ہونیکا اعزاز حاصل ہو چکا ہے ہم خوب واقف ہیں کہ یہ موقع خاص آپؐ کے اختصار و اقتصاد

اور انھیں تبلیغ کے مقامات ہیں۔

شکر اسلام کی ہر میت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر جو کیفیت حضرت علی مرتضیٰ کے قلب پر متولی ہوئی وہ خود زبان مبارک سے یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ محدث شیرازی لکھتے ہیں۔

جون کفار بر مسلمانان غلبہ کردند حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام از نظر من غائب شد و در میان کشکان رستم و احتیاط کردم سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بدم با خود گفتم وے از ان قبیل نیست کہ از صف جنگ کا قرآن بگردد و در میان قتلی نیست۔ گمان من اینست کہ حق تعالی بواسطہ فعل بابر با غضب کردہ و بغیر بخش با سمان برودہ و با خود گفتم هیچ ہمت از ان نیست کہ مقاتلہ نماید تا گشتہ شوم شمشیر کشیدہ و بر جوق شرکان حملہ کردم از ہم بپاشیدند۔

کفار سے لڑ کر مر جائیں۔ یہ قصد کر کے میں تلوار لے کر گر وہ کفار پر ٹوٹ پڑا اور اتنی جگہ داری سے لڑا کہ ان کو متفرق راہ پریشان کر دیا۔ روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۶۲

ان خدمات کے صلہ میں جناب احدیت کی بارگاہ سے حضرت علی مرتضیٰ کو کیا صلہ عطا ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جماعت کفار کے متفرق کرنے کے بعد نظر مبارک اٹھاتے ہیں تو جہاں رسالت سامنے ہے۔ صلوا علیہ وآلہ۔ محدث شیرازی اسی سلسلہ بیان مرقومہ بالا میں جناب علی مرتضیٰ کے زبانی نقل فرماتے ہیں۔

جمال حضرت را دیدم بسلامت و انستم کہ حق تعالیٰ ویرا بجا آنکہ کرام خود محافظت نمودہ

اور آپ صحیح و سلامت نظر آئے تو مجھے یقین آگیا کہ خدا نے ملائکہ کرام کے ذریعہ سے آپ کی محافظت فرمائی۔

فوراً خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اب باہمی مکالمت کی حقیقت بھی محدث شیرازی و محدث دہلوی کی عمارت میں ملاحظہ ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نظر کرو۔ وید کہ علی بن ابی طالب پر پہلوے مبارکش استادہ است۔ فرمودہ۔ چون است کہ تو بہر اہل آن خود ملحق گشتی۔ علی گفت آکھر بعد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر اٹھائی تو دیکھا علی ابن ابی طالب پہلو پر کھڑے ہیں اور ان سے استفسار فرمایا کہ تم کیونکر اپنے بھائیوں سے حاکم نہ مل گئے حضرت علی نے عرص کی کیا میں ایمان لائیکے بعد

الایمان الی ملک اسوۃ ایا کا فر شوم بعد از ایمان پیریکہ  
مرا با تو افتد است یعنی مرا بتما کارست یا ایا راں و ہرور  
کہ در پئے غنیمت افتادند و ہر سیت نمودند و ہر کار و ارم  
کافر ہو جاتا۔ مجھ کو آپ ہی کی افتد کافی ہے۔ یعنی مجھے آپ ہی  
صرف سر و کار ہے مجھے ایسے اُن بارون اور بھائیوں کی کیا کام  
حوال غنیمت کے لالچ میں پڑ گئے۔ اور بھاگ نکلے۔

دکان کی استداد بواب علی مرتضیٰ ع کی عظیم المثال شجاعت خود غرض نہیں تھی۔ اسکا کوئی پہلو عالی ہمتی اور ہمدردی اور دُور  
کی مدد و اعانت سے حالی نہیں تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ حضرت علی مرتضیٰ صرف اپنی حفاظت کے لئے

اپنی قوت و شجاعت صرف کرتے ہوں اور دوسرے رفیقوں کی مدد و استعانت سے بے ملو تھی فرماتے ہوں واقعات تلا  
رہے ہیں کہ اسی احد کی لڑائی میں حضرت علیؑ نے سنی عبداللہ کے علمدار دن کا خاتمہ کر کے فوراً حضرت حمزہؑ اور حضرت  
ابو وجانہ کی حمایت فرمائی اور دیر تک انکے شریک رکھ کر کھار سے لڑتے رہے۔

حضرت حمزہؑ اور حضرت ابو وجانہؑ ہی کی حمایت و استداد پر مختصر نہیں۔ شاید آپ نے ایسے عم محترم کی  
اعانت کو فرض سمجھ لیا ہو۔ تو ذکوان بن عبد العیس کے قصہ سے آپ کی ہمت استعانت عام کے ثبوت خاص ملجاتی  
ہیں۔ ترجمہ مخازی الصاوقہ کامل و اقویٰ مطبوعہ نول کشور کتبہ میں اسواقہ کی نسبت لکھا ہے۔

جناب علی مرتضیٰؑ نے محاصرہ کھار سے نکل کر۔ ذکوان بن عبد العیس کو جس کا ذکر ابتداء میں ہو چکا ہے۔ جو  
جہادیں اسلامی میں داخل تھا۔ ابو الحکم ابن الاجنس ثقفی کے پنجہ میں گرفتار دیکھا۔ آپ کی ہمدردی اور غیرت اسلامی  
اسکی مقتضی نہ ہوئی کہ اسکی اعانت دوست گیری سے ناوجہی کی جائے۔ حالانکہ یہ وہ وقت تھا کہ جناب رسولی اصیلی  
اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر سہادت سُنا کر آپ مضمون کی تلاش میں نہایت بیتاب تھے۔ اگر ایسے وقت نازک میں پہلوی  
سی کی جاتی تو قابل الزام نہیں تھی۔ لیکن جناب علی مرتضیٰؑ کی حمیت اسلامی اسکو گوارا فرما سکی۔ آپ یہ دیکھ کر فوراً قوما  
پر ہو پئے۔ ابو الحکم کی تلوار اٹھ چکی تھی۔ غریب ذکوان کی گردن اوسکے نیچے آچکی تھی۔ موت ذکوان کے سامنے  
آکڑی تھی۔ سب سے زیادہ دشواری ذکوان کے لئے یہ تھی کہ یہ پیدل تھے اور ابو الحکم گھوڑے پر سوار لیکن شہسوار  
لافتی نے ذکوان کی ان تمام دشواریوں کو طرفہ العین میں رفع کر دیا۔ ابو الحکم کا ہاتھ ذکوان پر پڑنے بھی نہ پایا تھا  
کہ حضرت علیؑ کی ذوالفقار کا تلا ہوا ہاتھ ابو الحکم کے سر پر پیا کا ری پڑا کہ اوسکا سر کٹ کر ذکوان کے سامنے گر پڑا۔  
ذکوان کی جان بچی۔ غریب نے اپنی راہ لی۔ ص ۲۱

حدث شیرازی اور محدث دہلوی دونوں بزرگوں نے انھیں عظیم المثال مشاہدات شجاعت پر اعتبار کر کے  
تحریر فرمایا ہے۔

بے رضی اللہ عنہ حق مبارزت و مجاہرت و جلالت و شجاعت بجا آور دہ کہ فوق آن تصور نہ توان کرد۔ یعنی آپ نے  
ہر طرح سے جہال و قتال۔ دلیری و شجاعت کے ایسے حقوق ادا فرمائے کہ ادن سے زیادہ تصور نہیں ہو سکتا۔

سناہ عبد الحق صاحب تو ابی حرام مکان تک تعریف و توصیف ہی کر کے رہ گئے۔ لیکن امام الحارثی ابن اسحاق۔ امام المورخین ابن جریر طبری و ابن ہشام بالاتفاق یہ لکھ کر فیصلہ کر چکے ہیں۔

وکان الصبح یوم احد یصبر علی علی عسایت  
احد کے روز صبح حضرت علیؑ کے مصیبت پر صبر کرے۔ سمات حوافش کم  
رکھے اور تکلیف روائت کو بکلی دھڑے ہو دار ہوئی تھی

وتمامہ وحملہ لائلہ  
یہی رات امام المحدثین ابو یوسف الگنجی الشافعی کی بھی ہے۔ جسکو ادھون نے اپنی کتاب کفایۃ الطالبین  
حضرت ابن عباس کی سند سے لکھا ہے۔

نصر ابن الصغری اپنے اس سلسلہ بیان میں۔ ابھی ہکو خیفہ فی النیان انصار کی دلیل نہ جان نثار بیان اور وفادار بیان کا  
کی جاں نثاری ذکر کر دینا بہت ہی ضروری ہے۔

انس بن مالک کے چچا۔ انس بن بصر کی دلیل نہ سرفروشی اور جاہ بازی تفصیل سے اوپر بیان ہو چکی ہے۔ اور  
ستلاچکے ہیں کہ یہ گردہ منہ میں اسلام کو جنگ کھار پر عیریت و لاکر فوج قریش کی گھنی صفوں میں تیرا نہ شوکت و شان سے  
ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے فائز لیشادت ہوئے۔ کفار نے انکو زخموں سے اتنا چور کر دیا تھا کہ لاشوں کے چارتے  
کے وقت کوئی انکی لاش کو نہ پہچان سکا مالاخر انکی مصیبت غضیب میں نے ہاتھ کی انگوٹھی سے پہچانا۔

پانچ انصار کی  
یکساں جان نثاری  
عمارہ ابن زیاد اور زیاد بن السن کے حالات بھی اوپر لکھے جا چکے ہیں۔ زیاد اور عمارہ نے تنہا اپنی جانوں  
کے ایثار نہیں کئے۔ بلکہ اپنے تین اور رفقاء غریز کو بھی فاسے اسلام کر دیا۔ کیفیت یہ ہوئی کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحت و سلامتی کا مژدہ یا کر یہ پانچوں جان نثار یکبار میں ان جنگ سے حصول زیارت کے لئے  
حاضر خدمت ہوئے اور کفار کی اوس جمعیت سے جو آنحضرت صلعم کے قریب ایذا دہی کی غرض سے جمع تھی۔ اذن  
رسول پاکر حملہ آور ہوئے اور پانچوں کے پانچوں تہید ہو گئے۔ ایک ابھی جان نہ ہوسکا۔ رضوان اللہ علیہم

ابو طلحہ الانصاری ابو طلحہ الانصاری کی خدمات بھی۔ جو انس بن مالک مشہور صحابی کے علاقائی ماب تھے۔ قابل ذکر ہیں  
کی رفاقت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب یہ تیر پر ساتے تھے۔ تو یہ وفادار اور حکم دار جان نثار چہرہ مبارک پر اپنی

سیر روک لیتا تھا اور موزیوں کے تیرہ کو ایکے چہرے پر نہ آنے دیتا تھا اور اسی حالت میں خیر اندون کی خطا کاری کا جواب بھی دیتا جاتا  
تھا ابو طلحہ نے موقع حاصل پر اتنی تیر جلاؤں کو دین کمائیں ان کے ہاتھوں میں ٹوٹ گئے جن میں سیرۃ النبی ص ۲۴ بحوالہ بخاری

خواتین اسلام کی  
مردانہ جہت و رفاقت  
مردوں کی ایثار نفس اور جان بازی کو تفصیل سے دکھانا اور خواتین اسلامی کی مردانہ دار رفاقت دنیا  
کا ذکر کرنا۔ واقعہ نگاری کی نامردی ہے اور سوانح نویس کی بیدردی اسلئے ہم اپنے سلسلہ بیان کو

ان مختصرات کے محاسن خدمات سے خالی رکھنا نہیں چاہتے۔ ان میں سب سے پہلے ام عمارہ کا حال ذیل میں لکھتے ہیں  
یہ عقیفہ عمر تمہ تو در خواست کر کے لشکر اسلامی کی غنیمت کئے کیلئے ہمراہ آئیں تھیں۔ اور فن جراحی ہو واقف  
ام عمارہ صحابی کے  
محاسن خدمات



تصین عین اوس موقع پر جب فوج کفار کے موذی تیر انداز آنحضرت صلعم پر تیر دن کا منہ برسا رہے تھے۔ تو یہ شیر دل خاتون انصار یہ آنحضرت کے آگے کھڑی ہو گئیں اور ان کے تیر دن کو اپنے سینہ پر لڑنے لگی۔ اور جب وہ خو خوار جماعت نیزہ تلوار لیکر آپ کا قصد کرتی تھی تو یہ خود تلوار پکڑ کر ان کے وار کو رد کرتی تھی اور انھیں ہراس کا خواب دیتی تھی۔ جب ابن قیسہ تلوار پکڑ کر آنحضرت صلعم کے بالکل قریب آگیا تو ام عتارہ نے بڑھ کر بڑی دلیری کے ساتھ روکا۔ اور اسی رو کو کہ میں ان کے کندھے پر زخم لگا دوں عتارہ یہ ڈگیا۔ مدقون رہا۔ اس بہادر خاتون نے تلوار لگا کر ابن قیسہ کو اوس کی ضرب کا جواب بھی دیا۔ مگر وہ ظالم و ذریعین تلے اوپر پہنچے ہوئے تھا اس لیے ان کی تلوار کام نہ کر سکی۔

ان ہشام جلد دوم ص ۸۴ سیرۃ النبی ص ۲۸۱

نہیں معلوم کہ سیرت والوں کے گیارہ اور صحیح بخاری کے وہ دو جان نثار اس وقت کمان سے تو ام عمارہ کی دلیری کو بھی دیکھ کر ابن قیسہ کے مقابلہ پر جرات نہ کر سکے حقیقت و انصاف تو یہ بتلا رہے ہیں کہ اس خاتون انصاریہ کے خیالات بڑے بڑے مجاہدین اسلام کی کارگذاریوں سے زیادہ قابل قدر و عزت ہیں۔

دوسری خاتون انصاریہ | قیسہ انصاریہ بنی دینار کی ایک عورت کے باپ بھائی۔ اور شوہر سب کے سب کفار سے لڑ کر کام چکے کی عکرماری تھے۔ لیکن وہ خاتون رسول اللہ صلعم کی خبر شہادت سن کر اس قدر یحییٰ اور اضطراب الحال ہو رہی تھی کہ اس کو اپنے تین رخمائے کامل اور صدقات متوصل کی کوئی فکر نہیں تھی وہ رسول کی تلاش میں ادھر ادھر محزونانہ دورا بھر رہی تھی۔ خود دیکھتا تھا وہ اس سے اس کے باپ بھائی اور شوہر کی خبر پوچھتا تھا۔ لیکن وہ بے خود ہو کر ان سے پوچھتی تھی یہ تو کہو۔ رسول اللہ تو صحیح و سلامت ہیں۔ لوگ کہتے تھے۔ ہاں الحمد للہ آپ بخیریت ہیں۔ اسی حالت میں وہ اتمان و خیران جناب رسول خدا ص کی خدمت میں پہنچی۔ نظر اٹھا کر جمال مبارک کی زیارت کی۔ اور عرض کی۔ کل مصیبت بعد ازل حل یا رسول اللہ آپ موجود ہیں تو پھر تمام مصیبتیں بیچ ہیں شملی صاحب نے اس موقع کے مناسب حال یہ شعر لکھا ہے کیا تعجب کہ طبع فراد ہو۔

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی خدا | اے شہ دین ترے ہوتے ہوئے کیا چیز میں ہم  
سعدی مداح کی ماں | رئیس الانصار سعد بن معاذ کی اپنے بھائی عمر بن معاذ درجہ شہادت پر فائز ہوئے تھے سعد بن معاذ اور عفتت کو اپنے آپ برابر کے بھائی کا کوئی غم اور کوئی رنج و الم و رفاقت و اطاعت رسول صلعم کے مقابلہ میں نہیں تھا یہ تو مرد تھے نہایت دیاداری ان کا کام تھا۔ انکی مادر گرامی قعد کی حکمرانی البتہ عجائب ذکر ہے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب داخل مدینہ ہوئے تو آپ کے گھوڑے کی لنگام سعد بن معاذ تھا مے تھے۔ آندر رسول کی خبر سن کر انکی والدہ نے خفا نام کہیں نہایت راقع تھا بشرق رسول میں بنیاب ہو کر دوڑیں۔ بیٹے کی نظر بان پر پڑی تو جیکے سے خدمت رسول میں عرض

کی۔ تان شوق ریارت میں دوڑی آتی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ مریجا۔ استغین وہ محترمہ آپہیں گئیں۔ جمال مبارک پر چڑھتے ہیں سے نظر کی۔ اور فرط مسرت سے شگفتہ ہو گئیں۔ اور غلو سے عرض کی حضور کو زندہ وسلامت دیکھ کر تمام رنج و غم فراموش ہو گئے۔ آنحضرت صلوٰۃ غایت اخلاق سے اونکو اونکے فرزند شہید کی تعزیت دی اور ان کے فرزند تہجد اور دیگر شہداء انصار کے داخل جنت اکٹے جانے کی بشارت پہنچائی۔ روضۃ الاحباب مطبوعہ لکھنؤ ص ۲۷۳

حجرات رسول سے لیکر خاتمہ جان نثاران اسلام میں ادن تمام نرگزاروں کی خدمات جو حمایت اسلام اور رفاقت حضرت خاتمہ کے حالات خبر الانام علیہ السلام کے متعلق جنگ احمد میں واقع ہوئے وہ حدیث و تفسیر اور ہیرت و تاریخ کے متبرماضوں سے ایک سلسلہ میں بیان کر دیے گئے۔ اس تفصیل کو تمام کر کے اب ہم جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے رخصتی ہونے اور ہنرمین اسلام کے واپس آنے کے حالات سے لے کر خاتمہ جنگ تک کو مافی الواقعہ کو موجودہ سلسلہ میں بیان کرتے ہیں۔

بیاتنگ بیان ہو چکا ہے کہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عار سے برآمد ہوئے سرور عالم کی خبر شہادت مدینہ تک پہنچی تھی جناب سیدہ اور دیگر خاتونان اسلامیہ جو شہا میں ۱۴ محرمات یقین بنیاب ہو کر میدان جنگ تک چلی آئیں اور حضرت شیرازی لکھتے ہیں کہ جو ہیں جناب سیدہ کی نظر اپنے پدر نرگزار کے پھر خون لہو پر پڑی تھیں اور پھر پھر رونے لگیں آنحضرت نے اپنے پارہ جگر کو سینہ سے لگا لیا اور دیر تک اشکبار رہے اس آفتابین حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہو سوچ گئے اور انہوں نے اپنی ڈال میں پانی لانا اور حضرت فاطمہ زہرا نے دھونا شروع کیا۔ لیکن خیم سے خون نہیں بہتا ہوتا تھا تو بالآخر جناب سیدہ نے پارہ حریر اور بر دایت بخاری پارہ حصیہ لگا لیا تا ب خون بہہ پڑا روضۃ الاحباب ص ۲۷۰۔ رسالت کی صیروت کیسبائی اور نبوت کی رعایت و عفو فرمائی یہ ہے کہ ایسی شہادت لکھتے اور در دو سخن کی حالت خاص میں بھی آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے رب اعفو قومی فالھم لا یعلموں برہر دگادری قوم کمت سے کہ وہ جانتے ہیں۔ عجیب عالم رخصتہ اور مہنگامہ قیامت خیز تھا۔ وہ اضطراب طاری تھا کہ دوست دشمن کی تمیز مافی بین تھی۔ شبلی صاحب نے تو صرف اتنا ہی لکھا ہے کہ اس لہجہ اور شکست میں مسلمان مسلمان کے ہاتھ سے ماری گئے۔ اور بیان کی شہادت مثلاً پیش کی ہے تحقیق نزدیک سے معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بھی لاعلمی کی وجہ سے ایسا ہی واقعہ پیش ہونیا تھا لیکن خبرت ہو گئی۔ طبری لکھتے ہیں۔

مسلمانوں میں قیامت والظلم رسول اللہ	جناب رسول خدا صلوٰۃ لوگوں کو بچھڑتے ہوئے آگے بڑھے بیاتنگ کہ
کی بحیصل	آپ مبارک جس شہرہ جماعت صمدہ اطبری کی اس عبارت سے صاف
دل عواہاں جس جنتی انتہی انی اصحاب الصخرۃ	طاہر ہے کہ یہ جماعت وہی تھی۔ جس کا کہ لہر برائش والی رقت
علماء راویہ وضع دحل ممہما فی قوسۃ فارادان	میں ہو چکا ہے۔ کیونکہ بیان عبارت بھی اسی بشارت ہے

ابن یزید قال ان رسول الله ﷺ فخر حواصل النحل  
 حين وحده رسول الله صلعم حاصو فرج رسول  
 الله صلعم حين ان في اصحابه من يمتنع به  
 علموا اجتماعا وفيهم رسول الله صلعم دهب  
 عنهم الحرب ما قيلوا يدكس و العتق وما اقامهم  
 منه و يدكس و اصحابهم اكد ي قتلوا فعال  
 الله عز وجل الدين قالوا ان محمدا قتل فارحوا  
 الى قومكم وما محمد الا رسول قد خلت من  
 قبله الرسل اوان مات او قتل انقلبتم على  
 اعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضر  
 الله شيئا وسيجزي الله الشاكرين

اور طری نے اوس روایت کے بعد ہی یہ واقعہ لکھا ہے کہ یاس  
 پہنچ گئے۔ جب ان لوگوں نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو ایک  
 شخص نے اپنی کمان میں تیر لکھا آپ کو تیر مارنا چاہا (لا علیہ) یہ  
 دیکھا آپ نے بکارا۔ میں ہوں رسول اللہ صلعم یہ سنا تھا کہ وہ  
 لوگ آپ کو زندہ یا کر مسرور و فرحماک ہوئے۔ اور خطاب رسول خدا  
 صلعم بھی اس تیر انگ شخص کو اپنے اصحاب میں داخل سمجھ کر بچہ  
 خوش ہوئے۔ ہر سب کے سب رسول اللہ صلعم کے پاس  
 جمع ہو گئے اور اون لوگوں کے دلوں سے تمام حزن و ملال جاتا  
 رہے۔ ہر آپ کے ساتھ فتح حاصل شدہ کے گدے ہوئے۔ قتل  
 کا اور تہدائے احد کی شہادت کا ذکر کرتے ہوئے چلے جدای  
 سہانہ تعالیٰ نے اون لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے جو یہ کہتے

تھے اے مسلمانوں اب دین اسلام سے پھر جاؤ اور اپنی قوم میں مل جاؤ۔ کیونکہ محمد تمہارے گئے یہ آیت نازل فرمایا

محمد صلعم صرف ایک رسول ہیں جنکے ایسے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں اگر وہ وفات پا جائیں تو کیا تم لوگ انکے دین سے  
 اونٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ تو جو لوگ اونٹے پاؤں پہر جائیں گے اون سے خداے تعالیٰ کو کوئی نقصان پہونچے گا نہیں ہے  
 خداے تعالیٰ تو اون کو بدلہ دیکر جاو سکے شکر گذار بندے ہیں رطری مطوعہ جرم ص ۱۲۱

طبری نے اگرچہ اس آیت کی خطاب کو خاص اون کی طرف تب لایا ہے۔ جو شہادت رسول نے غلط خبر کے مشہور کر دیا  
 تھے۔ یہ طبری صاحب کی اسلامی منہزمین کی رعایت ہے۔ درمعبرات والفاظ قرآنی میں خاص انھیں حضرات و صحف طہت  
 ابوسفیان میدان جنگ کے یہ نیرنگ دیکر بوجہ مسرور ہوا خوشی سے اوجھلے لگا۔ اور اعلیٰ اعلیٰ اعلیٰ اعلیٰ اعلیٰ اعلیٰ  
 رحمہ صل تو ادب ہارہ کے نعرے مارنے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے صیابہ حاضرین نے جواباً آدروی اللہ  
 عزوجل حسب سے اونجا اور اڑا ہے۔ ابوسفیان نے پھر شیر لگائی لانا عزی ولا عزی لکھو۔ ہمارے یاس عزی ہمارے یاس  
 صیابہ پکارے اللہ مولانا کو لاہوئی لکھو۔ خدا ہمارا آقا ہے تمہارا کوئی آقا نہیں۔

ابوسفیان نے انھیں یاد دہائیوں کے ساتھ خوشیاں منائیں۔ اور فوج کو کوچ کا حکم دیا۔ اس عجلت کی وجہ سے  
 ہے اوس نے دیکھ لیا کہ اہل اسلام اپنی غلطی پر تنہا ہو کر پیر کا فی قہر دین جمع ہو گئے۔ آپکے مقابلہ کی توبت آئی تو مشکل جان بولی  
 اس لئے جتھر کا میابی اسلام کے مقابل ہو چکی ہے وہی غنیمت ہے۔ اس خیال سے وہ فوراً چل کھڑا ہوا اور مسلمانوں کو  
 بارہ بکرہ مقابلہ کا موقع نہ دیا۔

میدان جنگ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دور سے کفار میں شور و مہنگا مہرباد کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تحقیق حال کی غرض سے قریش کی مایوسی بھیجا۔ بطوری لکھتے ہیں۔

بسم رسول اللہ صلعم علی فقال اخرج فی اتاد القوم  
حاطہ وما غابصعون وماذا یریدون فان کانوا قد  
احتملوا الخیل مسطوا الابل ما یریدون ولک و ان ذکرنا  
الخیل و مساقا الابل فیریدون کما سیدنا الیہم عھا  
تکملنا حاتمہم قال علی رہ شرجبت فی اتادھم الطر  
ما دابصعون فلما احتبوا الخیل و احتطوا الابل  
توجہوا الی المسکتہ ۱۴۱۹

جہاں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو ملکہ حکم دیا کہ کفار میں  
جا کر اُنکی نقل و حرکت کی طرف دریافت کر دو کہ اساتذہ کا کیا ارادہ ہے  
اگر وہ اپنے اونٹوں پر سوار ہوتے ہیں اور گھوڑوں کو میدان رکھتے ہیں  
تو سمجھ لیا کہ ملکہ کی طرف جاتے ہیں۔ اور گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں اور اگر  
اونٹوں کو خالی چھوڑتے ہیں تو سمجھ لیا کہ مہربانہ کا قصد رکھتے ہیں تو  
پھر ہم لوگوں کو بھی جوڑا کوچ کر کے ادن سے مقابل ہونا ہوگا۔ حضرت  
علی فرماتے ہیں کہ ہم ادن کی تکرگاہ میں پہنچے اور دیکھا کہ وہ گھوڑوں

چھوڑ کر اونٹ پر سوار ہوتے ہیں اور ملکہ کی طرف جارہے ہیں۔

کفار کے لشکر نے بہت جلد میدان جنگ خالی کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکے چلے جانے کے بعد  
اطمینان سے شہداء اہل حق پر تدفین کی طرف توجہ دلائی۔

شہداء اہل حق کی تدفین کے بعد شہداء اہل کفر کی تلاش ہونے لگی۔ سب سے پہلے حضرت حمزہ  
رضی اللہ عنہ کی لاش کی تلاش کرنے کا حکم ہوا ایک مرد انصار تجسّس میں نکلا اور سکنہ دہنڈ پٹے میں دیر ہوئی تو آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ جب یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ عقیدت مند مرد انصاری اوس  
حسم صدارہ اور سپاہی حاکم پر کھڑا آٹھ ہارہا ہے۔ ہم حشر کی لاش نہ طہر کی یہ بھرتی دیکھ کر حضرت علی بھی دیر تک اُٹکنا رہے  
پھر خدمت رسول میں حاضر ہو کر روندا عرض کر دی۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حزن و ملال کی  
کچھ انتہا نہیں تھی۔ فوراً اُٹھے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش پر تشریف لائے۔ مظلوم چچا کی میت پر مہربانگی اشکباری  
فرماتے رہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پر بھی ہونیکے علاوہ رضاعی بھائی بھی تھے۔ اسلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُننے کمال انس نہایت سچی بیٹی کی ملکیت  
ماؤ وقت موفنا وظیفی علی من ہذا

مصلح قدرت نے نورایہام بھیجا۔  
فان عاقبتہم معاً امیناً و ما خولقنا کثیراً و کثیراً  
صبراً و شجراً و حاکماً و مدبراً

آپ نے حکم لیا کہ فوراً امتداد اہل عثمان کا اور ضرر فرمایا۔ اور دست مبارک بار بار اپنے ہم عمر کے لئے دعا سے منفعت کی  
حضرت تغیر کو بھائی کی خبر شہادت مل چکی تھی بھائی کے درویشہ چین ہو کر دوڑی چلی آئی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

نظر ڈر گئی۔ زیر اس کے صابروں کے پاس کھڑے تھے۔ حکم کیا کہ ماں کو چاکے راہ میں روک دو۔ بھائی کی لاش کو اس حالت خراب سی دیکھنے کی تاب نہ لاسکین گی۔ زیر ابن العوام دوڑے ماں کو روکنا چاہا۔ لیکن وہ نہ رک سکیں۔ بیٹے سے اتنا کہہ کر کہیں کچھ بھی نہ کرونگی۔ صرف بھائی کو آخری بار دیکھ کر چلی آؤنگی۔ چنانچہ یہ عظیمہ بھائی کی لاش پر آئیں اور جو کما تھا وہی کیا بھائی کی لاش صدمہ چاک کو نگاہ حسرت اودھے دیکھا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑ پڑ کر بیت آئیں مٹتا تھا کہ غم دالم۔ صدمہ و ملال کا دل پر چھوٹا ہوا کہ ڈاڑھ میں مار مار کر رونے لگیں اور ان کے ساتھ جناب سیدہ اور دیگر خواتین ہاشمیہ مگر فریاد و زاری کرنے لگیں۔ اب رسول خدا صلعم سے بھی غبطہ نہ ہو سکا۔ اس قوحہ خوان کردہ کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت صفیہ سے خطاب کر کے صدمے غم آلود کے ساتھ فرماتے گئے۔

با عمتی لی اصابت مہلتک ہد ۱ | اب آپ سے ٹکر کر کوئی دوسرا مصیبت زدہ نہ ہوگا۔

اسکے بعد آپ نے شان رسالت سے بار دیگر بیان فرمایا۔ اے صفیہ۔ اے فاطمہ۔ تم کو بشارت ہو کہ جبریل علیہ السلام نے یہ فرودہ دیا ہے کہ ملک مکہ ملا اعلیٰ نے حمزہؑ کو اسد اللہ و اسد رسولہ کے القاب خاص سے مشہور و مرقوم کیا ہے۔ روضۃ الاحباب ص ۲۷۲۔

حضرت حمزہؑ کے دفن سے فراغت یا کردوسرے شہداء کی تدفین میں مصروف ہوئے مصعب بن عمیرؓ اٹھائیں طویل القامت تھے۔ کفن کی یاد چھوٹی تھی۔ سر چھپایا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے۔ پاؤں چھپائے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ بالآخر سر سے چادر ڈال دی گئی۔ پاؤں کھلے رہ گئے۔ ان کو گھاس سے چھپا دیا۔ ستر مردوں کی علیحدہ علیحدہ قبریں کھودنا اور جد اجداد دفن کرنا آسان کام نہیں تھا۔ خود مسلمانوں کی جو حالت ہو رہی تھی ظاہر تھی۔ اون میں شاید کوئی ایسا ہی ہو جو مجروح۔ حد سے زیادہ خستہ اور بلول و پریشان حال نہ ہو جب علیحدہ علیحدہ تدفین کرنا اسکان سے باہر دیکھا گیا تو شہداء کی لاشوں کو بے غسل و کفن مجروح و خون آلود اسی حالت سے ایک قبر میں دو دو کر کے مدفون کر دیا۔ ۵۰ فدیہ راہ حجاز کا قورنیت۔

مسلمانوں کو اس بے بسی اور بے کسی کا عالم ہمیشہ یاد رہا۔ جب کہیں یاد آ جاتا تھا رو دیتے تھے جناب سالماؓ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ اس دن کو یاد کر کے مخزون و بلول ہوا کرتے تھے۔ واقعہ احد سے آٹھ برس بعد۔ اور وفات سے دو برس پہلے آپ کا شہداء احد کے دفن کی طرف سے گذر ہوا۔ مقتل شہداء ان دیکھ کر ان کی یاد تازہ ہو گئی۔ صورتیں آنکھوں میں

۱۵۔ اسوس ہے سلمان ۴۰ ہی برس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ تھکے ہوئے آداب عمریت اور مقتضیات اخلاق و ہمدردی مھول گئے۔ میدان کربلا میں۔ فوج قریش سے کہیں زیادہ مسلمانوں کی جمعیت کہیں ہو جو تھی۔ مگر اتنی کثیر تعداد میں کسی فرد کو اتنی توقیت نہ ہوئی کہ اوریدہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ فاطمہ زہراءؑ حضرت زینبؑ کو اپنے محروح و مقتول بھائی کی لاش صدمہ پر آنے سے روک لیتا۔ فاعبر وایا ولی الابصار

گھوم گئیں۔ بے اختیار ہرگز روٹے اور رونے میں وہ کلمات درو آئیں جاری فرمائے کہ جیسے کوئی اپنے عزیز کے مرنے سے ابھی ابھی جدا ہوتا ہے رقت کم ہوئی۔ تو آپ نے اسی وقت صحابہ حاضرین کو مخاطب کر کے ایک طوفانی خطبہ ارشاد کیا۔ اور اوس کے آخر میں فرمایا کہ مسلمانو مجھے تم سے یہ خوف نہیں کہ تم مجھ پر مشرک بن جاؤ گے لیکن درہمہ کہ دنیا میں نہ پھنس جاؤ۔ صدق یا رسول اللہ میرے نبی جو الہی جہاں

درہمیں داخلہ جملہ امور سے فراغت پاکر مدینہ میں تشریف لائے تو شہر بہرین کرام چھا تھا ہر گھر سے صدائے ماتم بلند تھی شہداء کا ماتم لیکن حضرت حمزہؓ پر کوئی روئیہ الا نہیں معلوم ہوتا تھا۔ آنحضرت مسلم کی خاطر مبارک بن قیامت کا یہ پر حشر خیساں آیا کہ تمام گھروں سے خوشیوں کے غزیروں کی صدائے ماتم آرہی ہے لیکن حمزہؓ کا کون روئیہ والا اس خیال کا اظہار زبان مبارک سے ان الفاظ میں کیا گیا۔

امّا حمزۃ ملاحی لہ | | لیکن حمزہؓ کوئی رونے والا نہیں۔

انصار حاضرین نے یہ الفاظ سنے تو تیار ہو گئے۔ گھروں کی طرف دوڑے اور اپنی وادہ خوار عورتوں کو دوسرے رسالت کی طرف بھیج دیا کہ رسول خدا کے ہم محبت کا ماتم کریں۔ خوش عقیدہ اور اخلاص مند خواجہ ابھی اپنے مردوں کی صف ماتم جھوڑ کر قولا عصمت سرے نبوت میں حاضر ہوئیں اور اپنے عزیزوں سے زیادہ حضرت حمزہؓ پر فخر و غمہ دگھونٹا رہی کرتے لیکن۔ انکی زاریاں سنکر بالفضل الغیب آپ عصمت سرا کے دروازے پر اکھڑے ہوئے۔ خاتون انصار کو خدمت امتدادی کے لئے دعاے قبر سے یاد و شاد و قریبا اور اپنی طرف سے اٹھا رست کیا۔ بہار ایش او کیا جھکرو مردوں پر زیادہ فخر و ماتم جاتر نہیں۔ غلبی صاحب کہتے ہیں کہ عرب میں دستور تھا کہ سال کے خاص خاص ایام میں عورتیں اپنے مقتول عزیزوں کا ماتم کرتی تھیں۔ اسواقہ کے بعد سے مدتوں تک یہ معمول رہا کہ جب کسی کا ماتم کیا جاتا تو یہ داستان حضرت حمزہؓ سے شروع کی جاتی یہ پابندی رسم نہ تھی بلکہ حضرت حمزہؓ کی حقیقی محبت تھی۔

بیرۃ النبی ص ۸۳ بحوالہ طبری ص ۱۲۳

خنگ اہل بیت کے جڑ و ہارام۔ سورہ آل عمران میں غزوہ اُحمد کے حالات کی اجمالی تفصیل موجود ہے مفسرین مجتہدین اور ائمہین کی طرح ارباب سیرت اور اسلامی موضوعین خنگ اُحمد کے بنگر مگر جانے کے مختلف اسباب لکھتے ہیں مگر سب کا مختار متفقہ یہی ہے کہ یہ مسلمانوں کی صاف صاف خود کردہ غلطی تھی جسکے لئے کوئی علاج نہیں تھا اور وہ لاعلان غلطی تھی کہ طبع و دنیا میں گر پڑے اور آگے پیچھے کی کوئی فریب نہیں رکھی۔ اگر مسلمان فرابھی عاقبت میں اور مال اندیش ہوتے۔ تو سمجھ لیتے کہ ہر چند جاننا زمان اسلام نے غنیمت کے اوس دستہ فوج کو سب پا کر دیا تھا جو ان کی سلاہ عم رسول مسلم کی اتھار ہی تو حکم رسول سے اس غلو سے اساتھ جاری اور قائم کی گئی لیکن یہ سب رسول مسلم کی اتھار ہی سے

المؤلف عفی عنہ

ا۔ ذکر شہادت و اعط و خطیب پر حرام نکلا دیا گیا۔ فاعترفا



سامنے ٹر رہا تھا لیکن اوکی پوری قوت نہیں ٹوٹی تھی اوکی جمعیت اتنی کثیر تھی کہ ادا کا یہ حصہ شکر پہاؤ ہو کر گزراں ہو چکا تھا تو ابھی اس سے دو جند اور سرچند جنگی دستے ادا کے پاس موجود تھے ابھی ادا کے چند مقتولین کا خاکہ ہوا تھا۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ کا غیر ہم کی دلیرانہ تہمتوں سے قہر نش کے تمام علمداران شکر کا اتنی محنت کے ساتھ خاکہ ہو جانے سے نہ جنگ سے ادا کے پاؤں ادا کھڑا دیے تھے اور وہ بیماروں پر ادا ہر دہرنتہ ہونے لگے تھے۔ اور بالکل قریب العزیمت ہو چکے تھے لیکن تاہم ادا کی مغلوبیت شکست کا مل کے حد تک نہیں پہنچی تھی۔ اور اس قابل نہیں تھی کہ ادا کے لوٹنے یا قہر و گرفتار کر کے غرض خاص سے انیر جا رہا نہ حملہ کیا جاتا اور مدافعت نہ بلیت سے بالکل غفلت شعاری یا دست برداری اختیار کی جاتی۔

تاہم ادا نے اندیش مسلمانوں سے دونوں غلطیان کی کوتاہی علی بن آیین غنیم کی کینہ گاہ کی راہ کو مدی سبکی حفاظت کے لئے ادا پر ایسی اور اتنی تاکید کر دی گئی تھی۔ اس کے بعد حصول غنیمت کے لئے ادا پر جہاں طور پر ٹوٹ پڑے۔ ورنہ کوہ کی کینہ گاہ سے دشمن نکل پڑے اور عقب سے ادا کو دبا لیا غنیمت والوں کو ابھی کچھ لمبی چرخ پایا تھا کہ غنیمت نے پیچھے سے ادا کو تاروں کے نیچے رکھ لیا۔ یہ کیفیت جو قہر نش کی گزراں فوج نے دیکھی تو وہ بھی سنبھل کر ادا ہوئی۔ اس پر کبیب سے مسلمان ہجرت میں آگئے۔ اور دونوں جانب سے غنیم نے گھیر لیا اور ستر مسلمانوں کو شہید کر کے اپنی ٹکڑی لڑائی گزرا لیا۔ اور اسی اتنی کامیابی کو غنیمت جان کر میدان جنگ سے لوٹ گئے۔

غنیمت میں محنت اور مدافعت و حفاظت سے غفلت۔ مسلمانوں کی صریح غلطیان تھیں۔ ہدیرین احکام غنیمت کی نسبت تو لاعلمی کا عندیہ بھی ہو سکتا تھا اور ادا میں تو اس کے لئے بھی گنجائش تھی۔ خیر ایک طبقہ خاص کی قطعی کی وجہ سے تمام اہل اسلام جو مصیبت میں آئیں ادا کی تفصیل اور بیان ہو چکی ہے۔

یہاں تک تو جنگ ادا کے ہاتھ لڑنا ہی تھی حوالہ اسلام کو پیش آئے لیکن تاہم کھاکش کر اہل اسلام کی شجاعت و جادواری۔ استقامت و پاداری کی اثر پذیرین سے خالی نہیں گیا۔ ادا کو اسلام ہی ہوتا جانا ادا کے حالات نے ادا کے جنگی کمالات اور شجاعت و دلیری کے خیالات کا پورا ثبوت دیدیا تھا میدان جنگ سے یقین کر کے واپس ہونے لگے کہ اہل اسلام کا مقابلہ اہل عرب کے لئے سہل اور آسان امر نہیں ہے جیسا ادا نے دیکھا کہ وہ سبھوئے ہیں اگر وہ اسلام کی طرف سے ان محسوسات یقینی کے میراث نہ آئے ہوتے تو وہ آخر میں اپنی کامیابی کے بعد اساتحاد واپس نہ آتے۔ بلکہ ادا سے لیکر مدینہ تک ناخوش و تاراج کر کے اہل اسلام کا استیصال کامل کر دیتے جو ان کا اصل مدعا تھا کیونکہ ادا کی تین ہزار کی جمعیت ابھی بالکل دیسی کی دیسی ہی تھی۔ ابھی کل چند ہزار آدمیوں کا نقصان ہوا تھا ورنہ دستہ فوج بھی۔ جو پہلے ہمدان اور مفضل ہو کر گزراں ہوا تھا۔ تازہ دم ہو کر مقابلہ و مقابلہ متعلق ہو گیا تھا پھر میں نے ادا آدمیوں کے آگے یا نحوہ یا حدیث آدمیوں کا ضم کر دینا خصوصاً ایسی حالت میں جب وہ ایسا اور ہریت خورد ہو چکے تھے

کچھ دشوار ہیں تھا۔ لیکن نہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ مازنین اسلامی بین قلت و کثرت افراد پر اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ اس میں روحانی استقلال اور یاداری ایمان اور شجاعت و جگر داری اتنی فوری ہے کہ اونکے آگے کثرت یا جمعیت کا رگڑ نہیں ہو سکتی اس بنا پر واقعات کے تحقیق کرنے والے صاف طور سے کہہ سیکے کہ جنگ احد کے نتائج اگرچہ آخر میں خوش گوار نہیں گذرے لیکن وہ کھار قریش کے قلوب میں دلیران اسلام کی شجاعت و دلیری کے کامل اثر ہو جانے سے خالی ہی نہیں گئے۔ اور یہی سبب تھا کہ غنیم کو دسترس پا جانے کے بعد بھی اپنے اہل مدعا کی تمیل و تکمیل پر جرات نہ ہو سکی۔ اور یہی اسلام کی وہ عکسیت ہے جسکی طرف اس قصہ کے متعلق قرآن مجید میں اشارت ہے۔

وَلَا تَقْنَمُوا مَا كُنْتُمْ كُفَّارًا ۚ وَأَنْتُمْ كُنْتُمْ الْكَافِرِينَ ۚ | تم ملول و محزون ہو۔ تم ضرور غمگین رہو گے۔

یہی جنگ احد کے وہ خوش گوار نتائج ہیں جو مدعا کے اسلام کے مفید نمایاں ہوئے۔ جبکی تفصیل آئندہ آتی ہے۔

## غزوہ خندق

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو مخصوص طور پر یہ کھار میں بھیجا کہ جب یہ دریافت فرمایا کہ وہ میدان جنگ سے سید ہے مکہ کی طرف نکلے ہیں۔ تب آپ نے شہداء احد وغیرہ کی تلاش اور انکی آخری خدمات کی طرف توجہ فرمائی۔ لیکن تاہم آپ کھار کی مکارانہ فطرت کی طرف سے پورے مطمئن نہیں تھے جس عجلت سے شہداء احد مدفون کئے گئے اور انکی کیفیت اور پر معلوم ہو چکی ہے۔ آپ کا یہ خیال اور کھار کی طرف سے یہ شبہ بالکل صحیح تھا۔

ابوسفیان نے احد سے نکل کر آٹھ میل پر قیام کیا۔ وہاں جا کر اوس نے سوچا کہ اُحد میں ہماری کامیابی تو کوئی کامیابی نہیں ہوئی۔ صرف یہ ہوا کہ پہلے وہ غالب رہے اور چھپے ہم۔ اور اسی پر اُحد کے معاملات تمام ہو گئے۔ اس سے تو مخفی صمت و مخفی لفت کے معاملات کیسہ نہ ہوئے۔ اصل مدعا استیصال اسلام کا تھا وہ نہ یہ نہ پر حملہ آور ہوئے اور نہ حامل ہو سکا۔ حالانکہ امین کامیابی کا پورا موقع تھا۔

یہ خیال مشحون بعد از جنگ کی صورت میں پیچیدہ ہو کر ابوسفیان کے دماغ میں سما یا۔ اور وہ منزل رُوحا سے ہوا خیمہ زن تھا۔ سید نہ پر از سر فوج حملہ کرنے کی طیاری کرتے لگا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر لگی آپ نے پھر سلاح جنگ پہن لی اور قزائش کہ اسلامی کو بھی طیاری کا حکم دیا۔ مہازنین اسلام اوس وقت طیار ہو گئے۔

فوج اسلام کے ردائی سے پہلے قبیلہ خزاعہ کا رئیس معبد خزاعی احد کی خبر نہ کر تھوڑے صلح کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اور صاحب اسلام کے واقعات سن کر اظہارِ تاسف و ملال کر کے رخصت ہو چکا تھا۔ قبیلہ خزاعہ اگرچہ اس وقت تک



معیوب نے اڑا کر لیا۔ اور چوڑو دیا گیا۔ لیکن معیوبہ انگیزہ فروج میں کیا شہر بندی سے بھی باہر نہ گیا چھپا چھپا ہوتا رہا۔ ایک دن کسی مسلمان نے دیکھ لیا۔ اور دعوت رسول جملہ میں پھر یکے کے ساتھ کر دیا۔ اور وہ فساد عہدی کے جرم میں قتل کر دیا گیا

اس مقام جلد دوم ص ۹۴ مصرطی ص ۱۴۸ احسن

شہاب صاحب۔ پانچ سطروں میں حمراء الاسد کے حالات بیان کر کے مختصر مرقعہ ہیں۔

سہی واقعہ ہے جبکہ موضوع نے لکثیر واقعات کے شوق میں ایک نیا غزوہ نہالیا ہے اور حمرالاس کا ایک نیا عنوان قایم

کریا ہے۔ سیرۃ النبی ص ۲۸۳

یہ کہ معلوم ہے آپ خود کہی نام سے کانپ جاتے تھیں یا دہلی میں چاہتے تھے کہ اسلامی واقعات کے سلسلہ میں اس کا بیان آجائے مگر مجبوری ہو تو داستان کو طول نہ دیا جاوے کیونکہ کچھ روپ اس کو متوجہ سے سنتا ہے کہیں اوس فرس لیا توقیست کرو گئے ہم آپ کی تفسیح کے لئے یہ تین سند داستان طویل ہوگی نیز یہ تین سو سے یا ایک کچھ اور نہ انشاء اللہ کوئی دفعہ ذکر سے چھڑکنا مجبوری و مداری ہے۔ آپ اطمینان رکھیں۔

ہم مولوی صاحب کو سمجھائے دیتے ہیں۔ یہ غزوہ نہیں ہے۔ آپ غزوہ کو عمرؓ کا جنگ سمجھتے ہیں۔ اور رسولؐ کا اتفاق سے  
آپ نے غزوہ کو غزائے فاتحہ سمجھا کر اسکو جنگ و قتل اور کشت و خون ہی کے متناہیوں میں قرار دے لیا ہے۔ یہ آپ کی  
غلط فہمی ہے۔ جن امور و معاملات کے تصفیہ کے لئے اہل اسلام کی جماعت کو یہ دینی مقامات میں جانے اور سر کرنے کی ضرورت  
پیش آئے اور اس جماعت میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی ذات خاص شریک ہوں۔ تو محض شیعین و حوزیہ کی اصطلاح متفقہ میں اُسے  
غزوہ کہتے ہیں اور جس جماعت میں آپ موجود نہ ہوں اور سے کہہ دیتے ہیں۔ غزوہ یا سر کے لئے وقوع جنگ کا ہونا  
شرط نہیں۔

سردار حسین۔  
 حضور اقدس میں اور اسی کے ایسے اور غزوات میں خود الشیخ و امی اور غزوہ بنی نضیر سے کسی ایک میں بھی  
 ملوا کرتے تھے کی نوبت نہیں آئی۔ لیکن وہ صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت و موجودگی کی خصوصیت سے غزوہ کے نام سے  
 منکور ہوئے ہیں اور آپ نے بھی لکھ ہیں۔ لیکن یہاں خواہ مخواہ غزوہ کو خاص جنگ کے معنیوں میں غزوہ کے کرنا  
 مورخین پر کتب غزوات کا اعتراف قائم کر دیا۔ اور پھر بنی شیبہ کو حیدر دیا۔ حالانکہ تمام حدیثوں کی کتابوں میں بھی یہ تمام  
 واقعات غزوات ہی کے عنوان سے مرقوم ہیں۔ تحفہ سے پہلے مولوی شبلی صاحب کو تو جیسے کی تلاش ضروری تھی۔  
 اور ان کے بعد جب کہ حضرات اسلام کو غزوہ کہنا بالکل صحیح ہے۔ اور شبلی صاحب کا اعتراف غلط۔

اسی سال ۱۵ھ رمضان المبارک چوری کو حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی ولادت واقع ہوئی۔  
اسی سال جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت حفصہ بنت عمرؓ سے عقد فرمایا۔ انکے  
شہر چری شہر خنگ بدر میں مارے گئے تھے۔

## آغاز سہ ماہی

یہ سہ ماہ تمام عرب اسلام کا دشمن تھا۔ اور مسلم کا مخالفت۔ اسلام کا قصوریت پرستی کی نیچ گئی تھی۔ مسلم کا قہر بیکہ چری جرم و عداوت کی پرورش۔ توحید خالص کی تعلیم و تبلیغ۔ عرب قدیم سے بت پرست تھا۔ اور اپنی قدیم عقیدہ ہرات سے سرموجش کر نیکی نے راضی نہیں تھا۔ اسلام کی تبلیغ اونکے حالانکہ اسلام و آئین کی سدا رہ تھی اس بنا پر تمام عرب اسلام کے استیصال پر ہمیشہ آمادہ اور طیار تھا۔

ان مخالفین کے اہلارین سب سے پہلے محمد ﷺ بحری میں طلحہ اور خولید کی مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ خبریں پہونچیں۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سو پچاس مہاجرین و انصار کو ماحمی ابوسلمہ اکی ملاقات میں روانہ فرمایا۔ مسلمانوں کی آمد سے پہلے طلحہ اور خولید کی جماعت مرعوب ہو کر ادھر ادھر منتشر ہو گئی۔ مسلمان ہو گئے تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ بلکہ آوارہ پس مدینہ ہوئے۔

سہ ماہی اس چند ہی دنوں کے بعد سفیان بن خالد۔ جو کہ ہتھانی قبائل غرہ کا رئیس تھا مدینہ پر حملہ کی طلیاریاں کرنے اسکی خبر جناب رسالت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوئی تو آپ نے عبداللہ ابن ابی اسحاق کو ایک دستہ فوج کے ساتھ اکی تنہا کی غرض خاص سے روانہ کیا۔ اس آئیس نے کمال بہرہ مندی سے سفیان کو قتل کر دیا اور اسی ہمارا ہیبت کو ساتھ لے کر مدینہ چلا آیا۔ ابن ابی اسحاق کی بڑی جستجو کی گئی لیکن یونہی ملا سردار کے قتل کے بعد جمعیت آہ ہی منتشر ہو کر ادھر ادھر چلی گئی۔

واقعہ دانت المرجع عقیل اور قارۃ کے چند آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ ہمارے لوگ نے اسلام قبول کیا ہے۔ چونکہ ہمارا قبیلہ بہت کثیر ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ وہاں چند مبلغین اسلام پھوڑے و ذون کے لئے اس غرض خاص سے بھیج دیے جائیں کہ وہ ارکان اسلام اور احکام قرآن کی تعلیم دیں۔ اور اسلام کے طریقہ عمل بتلا دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی راسخہ و قبول فرمایا۔ اور دس صحابی کی ایک جماعت طیار کیا کہ انکے ہمراہ کر دی۔ وہ صحابہ یہ تھے۔

مرتد بن مرتد | عاصم بن ثابت | شیبہ بن عدی | زید بن الدثنہ | عبد اللہ بن الطارق | خالد بن العسکیر | مصعب بن عمیر اور تین صحابہ اور تھے جنکے نام بصراحت کتابوں میں نہیں ہیں۔

اس جماعت تبلیغی پر مرتد بن ابی مرتد اور ابی عاصم بن ثابت امیر مقرر ہوئے۔ یہ قافلہ اپنی میزراں جماعت بنی عقیل و قارۃ کے ہزارہ چلا۔ دن کو قیام کرتا تھا۔ رات کو چلتا تھا۔ صادق مسلموں نے اس کے طریقہ سفر پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ جس طرح وہ پہلے پہلے۔ یہ چلائے کیونکہ مسلمان اصول میرانی اور دنیا سب و عمل مہمانی کے اعتبار پر ان لوگوں سے

کسی قسم کے خوف و اندیشہ کا مشہد نہیں کرتے تھے لیکن مسلمان ہمہ وقت مسلح رہتے تھے اسلئے کہ رسولؐ کی اصلی امداد علیہ  
الہ وسلم لے ایسی ہی تالیف کردی تھی۔ جماعت میزانؒ جو تعداد میں سات آدمی تھے اسکے متعلق ان سے کہا کہ آپ  
حضرت ہمیشہ سلاح جنگ کیوں بیٹھے رہتے ہیں۔ اس احتیاط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کو نہ ہمارے اسلام پر اعتقاد  
ہے اور نہ قول و کلام پر۔ آپ جس مقام پر جاتے ہیں اور جن لوگوں کے حمان ہوتے ہیں۔ وہ آپ کے اخلاص میں ہمہ تن  
ہیں پھر اس احتیاط و استحفاظ کی کیا ضرورت ہے۔

مسلمانوں نے جواب دیا کہ سلاح جنگ کا بیٹھنا بے اعتباری کے اصول پر نہیں ہے بلکہ حفاظت خود اختیار  
کی بنا پر اور ہم اس طریق کو ترک نہیں کر سکتے۔ اسلئے کہ حکم رسولؐ صلیم ہے۔

جب یہ قافلہ مقام رجیع پر پہونچا جو مکہ اور عسفان کے درمیان واقع ہے اور انھیں لوگوں کے علاقہ حکومت میں  
داخل۔ تو اس مہمان کش قوم نے بد عہدی کی۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ مقام رجیع پر بلا ضرورت مقیم ہو گئے۔ اور قبیلہ بنی  
لحیمان کے دو تیر اندازوں کو مسلمانوں کے قتل کر دینے کے لئے بلا لیا۔ اور وہ شخص جو ایک منزل پہلے سے بھیجا گیا تھا  
واپس انکران کا رہبر بنا۔ اور وہ اس شکاران اجل کی طرف قاتلون کو لنگا لیا۔ علی الصبح دشمن کا دستہ فوج نمودار ہوا  
خالد بن ابیکیر نے دور سے اس شخص کو دیکھ کر پہچان لیا اور عاصم سے کہا کہ دیکھو ہمارے میرے باؤں نے ہم سے ضرور دعا کی۔  
عاصم بولے تم بالکل سچ کہتے ہو۔ لیکن دشمن سر پر آگئے۔ اب باؤں کا وقت نہیں ہے۔ مقابلتہ آزمادہ ہو جاؤ مرد گھڑو

لیکن شرفیادہ اور دلیرانہ موت مرو۔ خدا دروس کی اطاعت میں جانیں فدا کر دو۔ شکر کرو اور یقین رکھو کہ تمہارے لئے یہ موقع  
شہادت خدا کی عین عنایت ہے۔ یہ سن کر دس صحابیوں کی جماعت مقابلہ پر طیار ہو گئی۔ اتنے میں خطا کاروں کا دستہ  
بھی آگیا۔ عاصم سے خطا کار کہنے لگے کہ ہم سے مقابلہ کا قصد نہ کرو۔ مٹی بھر آدمی اتنی کثیر جمعیت کا کیا کر سکتے ہیں جانیں  
مفت ضائع نہ کرو۔ ہم تم لوگوں کو اپنی طرف سے خود امان دیے دیتے ہیں۔ عاصم بولے ہمارے خدا کی راہ میں نہ جان کی  
پرواہ ہے اور نہ موت کا خوف۔ اور نہ ہم تمہاری امان لیکر اپنے خلوص ایمان پر مشرکین کے احسان اور عقوبت کا بد نما  
دکھا سکتے ہیں جو ہم پر پیش قدمی کرے گا۔ ہم مدافعت طریقہ کے ساتھ اس سے ضرور لڑیں گے۔ ماریں گے اور مرن گے۔

عاصم کا یہ دلیرانہ جواب شکر مہمان کش جماعت پر ہی۔ دلیر مسلمانوں نے خطا کاروں کا تیرون سے جواب دیا  
ترکش خالی ہو گئے۔ تو تیر دن سے ٹپے تیرے ٹوٹ گئے تو تلواریں لیکر دھس ڈیرے۔ یہاں تک کہ سب کے سب مارے گئے۔  
صرف دو آدمی ضعیف بن عدی اور ربیع بن الدثنہ جو پھانسی پر چڑھ گئے تھے بچ گئے۔ اور ان لوگوں نے مشرکین کی شرط امان قبول  
کر لی۔ پہاڑ سے نیچے اترے تو کفار نے ان سے بھی نقص عہد کیا۔ اور ان کو گرفتار کر کے مکہ میں لے آئے۔

سلافہ کے انعام کی لالچ سے لوگوں نے عاصم کا سر کاٹنا چاہا۔ لیکن قدرت خدا سے انکی لاش پر شہد کی کہیوں  
کا اتنا ہجوم ہو گیا کہ کسی کو انکے سر کاٹنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اسکے بعد۔ بروایت روضۃ الاجاب ایک یہودی چشمہ کی سیل

آجانے سے انکی لاش اس مقام سے بگئی اور پھر کہیں نہ ملی۔ اس طرح خدا کی قدرت نے انکی لاش کو دولت و خوار می پہنچا لیا جس  
حبیب و رید پر کیا گزری حسب ذیل ملاحظہ ہو۔

اور پر بیان ہو چکا ہے کہ حبیب اور زید کو گرفتار کر کے مکہ میں لے گئے۔ اور وہاں ہو چکے دو دنوں بربرگون کو کھڑے باراً  
بچھا لانا حبیب کو حارث بن عامر کے لڑکوں نے خرید لیا۔ اسلئے کہ حبیب نے خشک احد میں اوکے باب حارث بن عامر کو  
قتل کیا تھا۔ رید بن الذنہ کو صعوان بن امیہ نے قتل کی نیت خالص سے خرید لیا۔

ہم ان دونوں انبیاء اسلام میں سے پہلے حبیب س عدی کی مصیبتاں کہ گزشت ذیل میں بیان کرتے ہیں  
حبیب س عدی کی | حارث کے تینوں بیٹوں نے حبیب کے قتل کئے جانے کے بڑے انتقام کئے۔ اس لیے فراہمی سامان  
مصیبتاں کہ گزشت | اور دوستی انتقام تک انکو اپنے گھر میں فید رکھا۔ انکو گھر کے قید خانہ میں جند روز گزرے تھے کہ ایک دن  
یہ عامر کی نواسی کو گود میں لے گھر کے غلاموں کی طرح کھلا رہے تھے۔ اتفاق وقت سے اوکے ہاتھ میں اس وقت ایک چھوٹی  
سی چھری تھی۔ لڑکی کی مان اتفاقاً اوہر سے آنکلی۔ انکی گود میں لڑکی ہاتھ میں چھری دیکر خوف و اضطراب کے عالم میں  
زرد ہو گئی حبیب اوکے چہرے سے اوکے محسوسات قلبی کو پہچان گئے۔ فوراً کہنے لگے۔ تم ہر طرح خاطر جمع رکھو۔  
مسلمان ایسے بیرو نہیں ہیں کہ معصوم کو بیگناہ قتل کر دینگے۔ یہ دینداران اسلام کا کام نہیں بلکہ خونخوار بھاکم کا۔ لڑکی کی  
مان کو قدرے اطمینان تو ہوا اس نے لڑکی کو فوراً انکی گود سے لے لیا۔ پھر انکی باتوں کو حلیۃ الوقتی پر محمول کر کے اپنے بھائیوں  
سے سارا واقعہ کہنایا۔ وہ بھی باپ کے قاتل ہو چکی وہ سے ڈر گئے۔ اور حبیب کو کچھ گھر ہی سے میں۔ ملکہ حدود و حرم سے باہر  
لے جا کر مقام سقم میں جا کر قید کر دیا۔

دو چار روز کے بعد تمام عائد اور اکابر قریش اور دیگر قبائل کے اشراف و سردار کو دعوت دی گئی اور یہ انوہ کثیر خویب  
حبیب کا صلیب پر تماشہ دیکھنے گئے لئے بڑے شوق سے جمع ہوا۔ صغیر بلکہ اسی مرحوم

تبع وہ کھینچ ہوئے ہیں اپنے بیگانے ہیں جمع | آج مقتل میں ہمارا استحسان ہونے کو ہے  
حبیب کے لئے سولی پہلے ہی سے تیار ہو چکی تھی۔ جب یہ کشتان کشتان صلیب تک لائے گئے۔ تو اوہوں نے  
استقلال و پاداری سے کہا کہ ہمیں صرف دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ اجازت ملی۔ انھوں نے نماز پڑھ لی نماز پڑھ کر کہا  
جی تو چاہتا تھا کہ نماز آخر جمعہ خاطر کے ساتھ دیر تک پڑھوں لیکن بہن صرف یہ خیال آیا کہ تم لوگ سمجھو گے کہ موت کو خوف ہے  
ڈرتا ہے اس لئے نماز میں دیر لگاتا ہے۔ یہ کہہ کر بجا استقلال مرنے پر طیار ہو گئے۔ سولی پر چڑھ گئے۔ اور یہ استعار  
زبان پر جاری کئے۔

علی ای شق کاں اللہ مصرعے  
محکوم پر انہیں کہ گس ہلو قتل کیسا جاؤں گا

وما ان مالی حیث انتل مسلما  
حبیب اسلام کے قتل کیا جا رہا ہوں تو



و ذلک فی ذات اللہ وان یشاء  
یہ جو کچھ ہے خاص نہ کہلے ہو۔ اگر وہ چاہے گا تو ہم  
افسوس ہے نسبی صاحب نے اس کا بل الامان فرگ کے صرف دو شعر لکھ کر اپنی اختصار پسندی کی داو بھنی  
چاہی ہے۔ حالانکہ انکی یہ نظم طویل ہے۔ اور منظر شہادت ثبات ایمان و یاد اری۔ استقلال فی الاسلام اور زاد اراکی  
کی بوری تفصیل ہے۔ ہم اسکو رحمت العالیں سے بالتمامہ ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

قبائلہوا وسیجمعوا کل جمیع

اور انھوں نے بڑی بڑی جماعتوں کو بلا لیا ہے

علی کافی و تان مضیع

اور میں اس ہلاکت گاہ میں مدد پا ہوا ہوں

وقررت من حرج طویل محتع

اور مجھے ایک مصو ط اور طویل کمرپی میں باندھا ہے

دعوتہ وقد هلت عینای من غلو محن ع

اس سے قوموت میرے لئے آسان تر ہے میری آنکھوں

سے لگا مارا سو جاری ہیں گرمیں در صبر میں ہوں

ولا حزن الی الی اللہ مرحی

اسلے کہ میں جانتا ہوں میں خدا کی طرف جاتا ہوں

ولکن حدائی حمور سار ملقع

لیکن میں تو لپٹے جانوالی آگ سے ڈرتا ہوں

فقد بصعوب محلی وقد ماس مطمعی

اور مجھے صبر کیلئے فرمایا ہے اب اور میں نے زہ کو ب

لقد جمع الاخراب حوی والسواء

اسود و انہو لوگ میرے گرد جمع ہو گئے ہیں

وکلاهم سدی العدا و ع حاهد

سک سپہ بر دش اور عداوت کا اٹھا کر نوا لے لیت

وقد جمعوا ساءهم و ساءهم

قبیلوں اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی ملا لیا ہے

وقد حترتی الکفر والموت

انھوں نے کیا جو کفر اختیار کر رہے آزادی مل سکتی ہے

فلست بمید للعد و محتسعا

میں نہیں ہوں نہ غمزدہ نہ ہوشیار اور نہ چلاؤں گا

ومالی حد من الموت الی ملیت

موت سے مجھ کو اسلے نہیں ہے کہ میں قوم جاؤں گا

فذا والعرض صدق علی مایرادی

اوس عرض کے مالک نے کہہ ضرورت مجھے یعنی چاہی ہے

سے یہ تمام گوشت کوٹ ڈالا ہے اور میری امید خالی رہی ہے۔

الی اللہ اشکو اعربتی شمر کسبی

میں اپنی سیکھی اور بچنی کی فریاد اور تمنوں کی

عواللہ ما رجوا امت مسلما

خدا چاہے میں اسلام پر جان دے یا ہوں۔ تو میں

و ذلک فی ذات اللہ وان یشاء

وواللہ الاخراب لی عمد مصرعی

اُن آرزوؤں کی فریاد جو میری جان بچنے کے لئے کھڑی ہیں خدا کی جان

علی ای حبیب کان فی اللہ مصرعی

یہ پردہ نہیں کہ تاکہ میں کس پہلو پر گر کر جان دیتا ہوں

یبارد علی اوصال سلوا محتزع

خدا کی ذات سے امید لگی ہے۔ اگر وہ چاہے  
 ان اشعار کو ٹیکر کر اس اہل دنیا اور کمال اولائے مارگاہ خلائق ہاتھ اوٹھا کر یوں دعا کی۔  
 اللہم صل علیٰ رسالت رسولک صلی علیہ وسلم ما  
 یرد وکاربہم نے تیرے رسول کی رسالت ادا کر دی۔ تو اپنے رسول کو بہار  
 حال سے آگاہ کر دے۔

دعا کے بعد یہ دلانی سلام سولی پر کھڑا رہا۔ چالیس جوان نیزہ دار نیزوں کی نوکوں سے اس کے بدن کو کوبنے لگے  
 اودن کی ہر ضرب پر ان کا جسم زار اودہر سے اودہر ہو جاتا تھا۔ لیکن یہ کمال الایمان ہر مارا یا مٹہ کسہ کی طرف پھیر کر  
 فرماتا تھا۔

الحمد للہ الذی جعل وحی محمد علیہ وسلم  
 اس صدا کا شکر ہے جس نے میرے منہ کو قبیلہ کی طرف پھیر دیا  
 ار میں اپنی ذات سے اپنے نئی سے اور مومنین سے رضی تاتا ہوں  
 اس اثنا میں ایک بیدار نے ایسا نیزہ مارا کہ پشت سے پار ہو گیا اور مظلوم خبیث اقرار توحید و رسالت  
 کر کے شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ

محدثین کا اتفاق ہے کہ اس وقت سے یہ دستور ہو گیا کہ مقتول قاتل سے دو رکعت نماز کی اجازت لیکر نہ  
 پڑھ لیتا ہے۔ تو قتل کیا جاتا ہے۔ اس امر پر بھی تمام محدثین و مؤرخین کا اتفاق ہے کہ خبیث بن عدی کے مرنے والا  
 اشعار و دعا نے حاضرین قتل کے قلوب پر ایسا برکت اثر ہو گیا کہ وہ حواس باختہ ہو گئے اور کافران قاتلین سے  
 چند لوگوں کے حال روضۃ الاجاب سے ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔

محبوب ابن ابوسفیان گوید میں وراں واقعہ حاضر ہوں  
 اب او سفیان نے مجھے خبیث کی دعا کی بہت و خوف سوا دیا  
 زمین پر لٹا دیا تھا کہ عرب میں یہ دستور تھا کہ اگر کوئی شخص کسی  
 کے حق میں دعا کرے تو جس پر دعا بد کی جاتی ہے وہ شخص  
 زمین پر لٹا دیا جاتا ہے۔

از خوبط بن عبدالعزیٰ منقول است کہ گفت  
 میں ہوں نگشت خود را و گوشہاے خود نہاد و ازا نجا  
 بگریختم از ترس و عورت او۔ روضۃ الاجاب میں  
 حکیم بن خوام گفت میں دپس درختے متوازی ہستم  
 از بہت دعا کے ہو۔ روضۃ الاجاب۔

خوبط بن عبدالعزیٰ کہتے ہیں کہ خبیث کی بہت دعا ہو  
 میں نے اپنے کانون میں اونگیاں وے لین اور وہاں سے مارے  
 خوف کے بھاگ آیا۔  
 حکیم بن خوام کہتے ہیں کہ میں اونکی دعا کی بہت ہی بھاگ کر  
 اک درخت کے پیچھے چھپ گیا

عمر بن الخطاب سعید بن عامر اور زماں خلافت نبوی  
امیر جمہور گروائیدہ کو ذرا لگا ہوا غشی چال می بندہ عمر  
ازدے پر سہمہ کہ کرا لکڑ سووانی و بود و گی بہت گھٹ  
یا امیر المؤمنین حل سو دا و بود و گی نہایت و لیکن مرد و زور  
قتل حبیب حاضر بود و عادی را شتیم ہر گاہ کہ بظاہر  
خطر رہی کند بنے خود می شوم۔

حضرت عمر کے زمانہ حیات میں سعید بن عامر جو حضرت تھوڑے  
کبھی کبھی یہودی ہو جایا کرتی تھی۔ ایک بار حضرت عمر نے ان کی بیوی  
کیا تمہیں خون و یہودی کی بیماری ہے انہوں نے کہا یا امیر  
نہ جو خون ہونہ یہودی کا مرض۔ بات یہ ہے کہ میں قتل حبیب  
کے موقع پر حاضر تھا جب میں اس کو خاک منظر اور ایک دعا کو  
یا دکر تا ہوں بخود ہو جایا کرتا ہوں۔ روضۃ الاسباب رحمۃ اللہ علیہ

زید بن الدثیمہ کا قتل بھی تماشہ کی غرض سے منظر عام میں بڑی تیاریوں کے ساتھ عمل میں لایا گیا  
حاضرین میں ابوسفیان بھی تھے۔ جب یہ اجل نصیب تلوار کے نیچے بیٹھ چکے تو ابوسفیان تعزیتاً  
زید سے پوچھنے لگا۔ کہ تو یہ آگاہ اس وقت تمہاری جگہ (صلعم) ہوتے تو کیا تم اسکو اپنی بہت بڑی خوش قسمتی سمجھتے؟  
یہ کابل والا تو راہل اور تھا سب کعبہ بن تو اپنی جان کو اس کے برابر بھی عزیز نہیں رکھتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں  
کاٹا بھی چھ جائے۔ ان غریب کے قتل میں بھی ذلت کا ایک خاص شبہ لگادیا گیا۔ وہ یہ ہے کہ کسی قریش نے  
ان کی گردن نہیں ماری۔ لکھنؤ ان بن امیہ نے اپنے غلام سٹاس کو حکم دیا اور اس بیدار نے انکا سر کاٹ کر دیا۔  
امام علیہ السلام را حوں طری ۳۵ ص ۱۲

ان شہیدان راہ خدا کے حالات کو خاتمہ تک یہودی کلاب ہم مہمان کس سفیان بن خالد کی محرومی قسمت کی  
کیفیت لکھتے ہیں۔

صاحب روضۃ الاحباب بیان کرتے ہیں کہ اندرون قدانیان اسلام کے قتل کے بعد سفیان سلاطین سبت سعید  
کے یاس سوانت کا موجودہ انعام جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ لیتے گیا۔ اس عورت نے جواب دیا کہ ہم سے عاصم کے سر کاٹنا  
وعدہ تھا سو ہمارے بچے کا قاتل تھا۔ تم تو ان لوگوں کے سر لائے ہو۔ جنہیں سے کوئی بھی میرے بیٹے کا قاتل نہیں ہے  
اس بنا پر میں تمہیں کچھ نہیں دوں گا۔ سفیان انسا سامتہ کے کروا پس آیا ص ۲۸۴

واقعہ ہرجونہ کا واقعہ صفر ۶ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ شکر بن حفص قاتل کی مکارانہ مفسدہ اکیونین کی طرح  
قبائل بنو عصبہ رمل اور دوان بھی استیصال اسلام پر کیل ہو گئے تفصیل یہ ہے۔

۶ ہجری ابوالبکر کلابی جو قبیلہ کلاب کا رئیس تھا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر  
عرض کرنے لگا کہ میری تمام قوم اسلام لانے کے لئے طیار ہے۔ چند بے ایمن اسلام ہمارے قتل میں مجھ سے جابین کہ دو گروہ  
وین اسلام کے احکام دار کان کی تعلیم دیں۔ قلیلہ کلاب آتا ہوا تھا کہ علاقہ خندک پھیلا ہوا تھا۔ اور بخند کے قبائل  
عصبہ رمل اور ذولن بسل کا تیرہ سو پانچ سو تھے جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکی درخواست کے جواب میں فرمایا

الی احتسٰی علیہم اهل المہد | محکومانوں کی سست اہل حد کی طرف سے خوف ہے۔  
 آنحضرت صلعم کا یہ جواب بے سبب نہیں تھا قاتل نجد کے امیر عامر بن الطفیل نے ایک بار آپ کی خدمت میں کہنا بھیجا  
 تھا کہ اگر آپ میرے ترانہ کو قبول کر لیں تو میں اس وقت سے اسلام کا رشتہ بناتا ہوں یہی شرط یہ ہے کہ عرب کے جتنے صحرا  
 و ما دیہین ان کی ملکیت خاص الخاص آپ کے تعلق ہے۔ دوسری بیکہ عرب میں جتنی سنیان اور آدمادیاں ہیں ان کا  
 مالک و متصرف میں مایا جاؤں۔ تیسری یہ کہ آپ اپنے بعد مجھے اپنا قائم مقام مقرر کر جائیں اگر بشرط منظور ہیں تو میں  
 خدمت و رفاقت کو حاضر ہوں۔ ورنہ قبیلہ غطفان کو لے کر مدینہ کا محاصرہ کر لوں گا اس وقت آپ کو مشکل  
 ہو جائیگی۔ آنحضرت صلعم نے اس کے مجنونانہ اور معرومانہ ترانہ کو مسترد فرما دیا۔ اور قاصد کو واپس دیا۔ اس وقت خبریوں  
 سے یہی خوف تھا۔

ابوالبہرہ نے گزارش کی۔ آپ مطمئن رہیں۔ میں جماعت مسلمین کی حفاظت جان کا صام ہوں۔  
 ابوالبہرہ کی ضمانت قبول کر لی گئی۔ اور شہداء رضائے خدا کر دیے گئے۔ چونکہ ابوالبہرہ پورا اعتبار تھا۔ اور کسی مخالفت کا  
 اندیشہ نہیں تھا۔ اور ضرورت بھی صرف تبلیغ و تعلیم دین کی تھی۔ اس لئے موجودہ جماعت مسلمین میں کوئی بزرگ نبی و آتما  
 اور جنگی خدمات کے قائل نہیں تھے۔ قریب قریب تمام بزرگوار صاحبان نقوی و عداوت تھے۔ اکثر صاحب ہتھیار تھے  
 جو بالکل دردتانہ زندگی بسر کرتے تھے۔

مسلمین دین کی یہ جماعت بیرون پر ہونیکا مقیم ہوئی۔ اور حرام بن کلان کو جناب رسول خدا صلعم کا کرامت نامہ  
 دیکر قبائل کے پاس دعوت اسلام کی غرض سے بھیجا۔ عامر بن طفیل کو حرام نے حب نامہ رسول دیا۔ تو عامر نے خط  
 لیکر حرام کو قتل کر دیا۔ اور قبائل عصبہ رعل اور ذکوان کو جمع کر کے مسلمین اسلام کی جماعت پر چڑھ آیا۔ صحابہ مسلمین  
 حرام کی واپسی کے متظر بیٹھے تھے۔ جب امید سے لاندہ دیر ہوئی تو یہ سب کے سب خود چلے راستہ ہی میں تھے کہ فوج  
 مخالف سے مقابلہ ہو گیا۔ وہ جنگجو جماعت، آلات حرب و ضرب سے طیار تھی اور ان مفرا و صلحی اسلام کے پاس رسول  
 مصللا و عصا کے کچھ بھی نہ تھا نتیجہ یہ ہوا کہ سب کے سب راہ خلاصین و ہین شہید کر دیے گئے۔ صرف عمر بن امیہ کو عامر نے  
 یہ لکھ چھوڑ دیا کہ میری مان نے ایک غلام آزاد کرنے کی نذر مان لی ہے اس لئے میں تجھے چھوڑے دیتا ہوں۔ یہ لکھ لکے  
 سر کے آگے والے بال کاٹ لئے اور نشان غلامی شاکر چھوڑ دیا۔ عمر بن امیہ بڑی مشکل سے دن کو حیمیتے۔ راتوں کو چلے جلوت  
 مدینہ میں پہونچے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بلاؤ و مصیبت کی روداد عرض کر دی  
 آنحضرت صلعم کو اس واقعہ کا ایسا صدمہ ہوا کہ ایسا غم و الم آپ کو کبھی نہوا تھا۔ مدینہ بہر کامل صبح کی نماز میں ان  
 قبائل سیر بدو عافرانے رہے۔

عمر بن امیہ انصیری نے رستہ میں دو آدمیوں کو بنی عامر کے قبیلہ سے بچ کر قتل کر ڈالا تھا۔ حالانکہ وہ عامر کے

قتیلہ کے آدمی نہیں تھے۔ انکا فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نالوار ہوا۔ آپ نے دو مقتولین کی دیت اپنے یاس سے اونکے ورثا کے یاس بچوادی۔ روز قالی مردہ ص ۸ طری ص ۱۳۴۱۔

## عزہ بی نصیر

(ربیع الاول ۱۲۷ھ ہجری)

ایہ بیان ہو چکا ہے کہ عمر بن ابیہ القعیری نے غلط فہمی سے دو آدمیوں کو جو بنی عکرمہ کے قبیلہ سے نہیں تھے۔ لیکن انکے علاقہ کے تھے۔ قتل کر ڈالا تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مسدوت نالوار ہوئی تھی اور آپ اونکی دیت ادا ہونے پر فوراً آمادہ ہو گئے۔ چونکہ یہود ان بنی نصیر بطور اسوت تک اسلام کے ساتھ تحریک معاہدہ تھے اس بنا پر دیت کا ایک حصہ اونکے ذمہ بھی واجب الادا تھا۔ اسی کی وصولی کے لئے آپ جہ جہ متاثرین صیبا کو جن میں حضرت علی مرتضیٰ، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، زبیر بن العوام، سعد بن ابی وقاص، سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ وغیرہم کے نام خصوصیت سے تبتلائے جاتے ہیں۔ ہمراہ لے کر بنی نصیر کے حملہ میں جو مدینہ سے کل دو میل کے فاصلہ پر تھا۔ تشریف لے گئے۔

بدر کے بعد یہی سے یہودیوں کے خیال میں اسلام کی طرف سے جو انقلاب عظیم پیدا ہوا تھا وہ ادھر تمام بیان ہوتا آیا ہے۔ ایک تو اسلام کی طرف سے الکامطی انقض و عناد۔ دوسری قریش سے ساز باز اور اتحاد۔ انکار کئے گئے۔ بین اسلام کے استیصال کے لیے استعمال دے رہا تھا۔ ان اسباب کے علاوہ۔ انکا انتہا درجہ کائناتوں۔ کثرت سے مال و دولت۔ قریش یافتہ تجارت۔ عالمگیر کاروبار۔ بڑے بڑے مضبوط اور سنگین قطع ضرورت سے تمام اسلامیات و آلات جنگ۔ ان سب کے ساتھ۔ فوج کی فوج۔ چشم خدم۔ نوکر۔ چاکر۔ ہر دم موجود اور انکے پیش نظر تھے اتنی ذلی اقتدار سی اور خود اختیاری کی حالت شباب میں پھر وہ کس کی سننے والے تھے۔ ان تمام اسباب نے اونکے دماغ میں نخوت و غور کی کیفیت پہنچائی تھی کہ وہ اپنے آگے بڑھے جسے ملوک و سرداران عرب کی کوئی ہستی نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن بائیں ہمدردی و سامان۔ ان سے مقابلہ و مقابلہ کے معاملات تبتلا رہے ہیں کہ یہ ہونہمہ کے کرے تھے۔ لوگوں کے بڑے بودے۔ جن دوش کے بھاری۔ لیکن طبیعت کے بالکل ہلکے چوڑا توڑ ساز باز اندک و دعا سے بر گرجا عت و دلیری سے علی الاکثر خالی تھے۔

قتل رسول کی مکارانہ چٹائی اس موقع پر بھی۔ جرات و بہت پر تو کچھ نہ کر سکے۔ کبھی بھی چلے تو وہی سکار سی۔ دغا بازی اور ترکیب غدار سی۔ تفصیل یہ ہے۔

جبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکے محلہ میں آئے۔ تو ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ کر یہودیوں سے آوازے دیتے کہ

متعلق گفتگو فراموش نہ گئے۔ یہودیوں کے تمام عہدہ دار اکابر سلام بن شکم سلام بن ابی الحقیق کسانہ بن ربیع اور حمی بن اخطب وغیرہ سب موجود تھے۔ آپ کی تجویز کی نسبت یہ مکہ راہی رضا مندی اور اتفاق کا اظہار بھی کر رہے تھے اور اوہ ہر عیار ہی اور مکہ راہی کی جیسی جیسی تنگیں بھی چل رہی تھیں۔ ارجحی طور پر اس یہ اتفاق کر لیا گیا تھا کہ اس سے ہر موقوف ہاتھ نہ اٹھایا گیا ہم میں سے ایک آدمی مکان کی چھت پر چھٹا کر ایک ٹراہجاری پتھر آپ کے سر پر چھپکے سے گرا دے۔ سب قصہ تمام ہے پہلو اس تجویز میں کچھ اختلاف ہوا لیکن پھر وہ اتفاق بھی ہو گیا۔ ارعمر بن خنسان قبیل کے لئے یہ پتھر لیکر مکان کی چھت پر چڑھ ہی گیا اور ہر جگہ حقیقی نے خبر کر دی۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیر کا قضاے حاجت کی ضرورت بیان فرما کر وہاں سے اٹھ گئے اور یہ راستہ مدینہ چلے آئے۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہن چھوڑ دیا۔ ان حضرات کو سب سے اسکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاجت کی ضرورت سے گئے ہیں۔ فوراً چلے آئیے اور کیا معلوم تھا۔ چنانچہ یہ حضرات دیر تک آپ کی ذہنی کا انتظار کرتے رہے۔ جب انتظار انتشار کی حد تک پہنچ گیا تو یہ لوگ بھی مدینہ کی طرف لوٹے۔ راستہ میں ایک آدمی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر پوچھی اس نے بیان کیا کہ میں آپ کو ابھی اہلی مدینہ میں دیکھتا چلا آتا ہوں۔ یہ سب کلمہ سب مطمئن ہو گئے۔ مدینہ پہنچے۔ اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر دریافت کیا تو حقیقت معلوم ہوئی۔ یہاں پر تفسیر مجاہد وغیرہ سے آہر

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا دَعُوا اللَّهَ عَلَيْهِ كَلِمَةً  
إِذْ هُمْ قَوْمٌ لَّانِبَسَ لَكُمْ إِلَهُكُمْ يُدِيبُهُمْ

اے ایمان والو! یاد کرو خدا کی نعمت کو۔ اوس دن حمد ایک قوم نے تم پر اپنے دست (غلامی) ڈالنے چاہے تھے تا آخر یہ درویش

یہ اسی طرف اشارت فرمائی گئی ہے۔ یہودیوں کی یہ غلامی اگر چل جاتی تو کیا قیامت ہوتی۔ اسی وقت اسلام کا حاکم تھا۔ یہی واقعہ بنو نصیر کی اہمیت جرم کے ثبوت میں کافی ہے۔

یہ نصیر کا مختصرہ

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو بھی بخیر و عافیت واپس آتے ہوئے دیکھ لیا تو آپ بنی نصیر کی تہنیت و تعزیت کا ایک لہجہ کے لئے بھی توقف کو مصلحت نہ سمجھا۔ محمد بن مسلمہ کی معرفت اس کے پاس بیک لفظ کہلا سچا کہ تم لوگ! اسے اس مکارانہ اور غدارانہ قصد و حرکت کی یاد آتش میں ایک بار حوار مدینہ کو چھوڑ دے اور چلے جاؤ۔

اور ہر وہ پیام گیا۔ اور ہر رئیس المنافقین محمد بن ابی سلول نے۔ جو ہر وقت یہ لوگ کا دشمن بنایا آدمی بھیج کر بنو نصیر سے کہلا بھیجا کہ تم ہر گرجلا وطن ہونے پر راضی نہ ہونا۔ ہم وہ لہزار آرمیوں کی جماعت سے تمہاری حمایت پر طیار بیٹھے ہیں۔ اور یہود بنی قریظہ بھی تمہاری استمداد و استعانت کو فوراً ہی موقوف نہ جائیں گے۔ قرآن مجید میں اس منافق کی فتنہ انگیزی کی حقیقت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

لے سلام بن ابی الحقیق جسکی کفایت اور اس مٹی وہ سبھی میں قتل ہو چکا تھا جمیعاً کہ زرقانی باسناد ملائم اس حجر کے حوالہ سے امیر کا ہو چکا ہے مگر یہ کہ یہ سلام بھی بن ابی الحقیق کوئی دوسرا یہودی ہو۔ اگر یہ میں ثابت ہے تو یہ اس اختلاف کا باعث وہی ملائکا اختلاف یا اسے سلام بن ابی الحقیق کے واقعہ قتل کو واقعہ بنی نصیر کے بعد بتلاتے ہیں لیکن اس سے صحیح بجاری کی تکذیب ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو ردۃ اصحاب ص ۵۱۳

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَايَعُوا يَهُودَ لَأَكْفِرُوا بِاللَّهِ إِنَّهُمْ كَانُوا عَلِيمِينَ  
كَفَرُوا أَهْلَ الْكِتَابِ يَتَحَفَّضُونَ بَيْنَهُمْ وَأَمْ تَتْلُو وَحْيَ اللَّهِ فَتَنْصَرِفُونَ  
أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قَوْلُهُ لَتَنْصَرِفَنَّكُمْ

تم نے دیکھا۔ منافق ایسے کافر صحابیوں سے کہتے ہیں کہ تم کلو گے تو  
ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے اور ہم تمہارے بائیں کسی کا کہا  
۔ مائیں گے۔ اگر کوئی تم سے لڑا تو ہم تمہاری مدد تو آئیں گے۔

عبداللہ بن ابی کی اس بھڑکی نے بنی نضیر کے غور و خجوت کی آگ کو اور بھڑکا دیا۔ محمد بن مسلمہ وہ بن موجود تھے۔ حساب سولہ  
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرماں کا ابھی کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ یہودیوں میں ابھی تک کچھ ٹپسی یک رہی تھی کیا جواب دیا جاس اتنا  
میں عبداللہ بن ابی کا پیام سکر یہودی سب کے سب بھڑکن گئے۔ حنی بن اخطب رئیس بنو نضیر نے محمد بن مسلمہ بنی اسلام  
سے کہدیا کہ جا کر محمد (صلعم) سے کہو۔ ہم ایتہ مقام سے کہیں جس پیش نہیں کرنے والے اوکے جو حنی بن آدے وہ کریں دیکھا جاتا  
محمد بن مسلمہ نے واپس آکر یہودیوں کا یہ مغرورانہ جواب خدمت رسول صلعم میں عرض کر دیا۔ اور اذکے محاصرہ کا حکم دیا  
اس اسباب کے ساتھ بنی صاحب نے سنن اودود کے حوالے سے ان واقعات کا بھی اضافہ فرمایا ہے۔ آپ کی عبارت  
داخلی یہ ہے

اور گزر چکا ہے کہ قریش نے بنی نضیر سے کہلا بھیجا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کر دو۔ ورنہ ہم تنہا داکر تمہارا بھی  
استقبال کر دینگے۔ بنو نضیر پہلے ہی سے اسلام کے دشمن تھے۔ قریش کے پیام نے ان کو اور زیادہ آمادہ کر دیا۔ بنو نضیر نے  
آنحضرت صلعم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ تیس آدمیوں کو لے کر آئیں ہم بھی اپنے اخبار لیکر آئیں گے اگر ہمارے اجارہ علمائے  
یہود آپ کی تصدیق کریں گے تو کھوکھی کچہ غدر ہوگا چونکہ وہ بغاوت کی طیاری کر چکے تھے آپ نے کہلا بھیجا کہ جب تک ایک معاہدہ  
نہ لکھ دو میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ اس پر راضی نہ ہوئے۔ آپ یہود ان بنی قریظہ کے پاس تشریف لے گئے اور  
اون سے تجدید معاہدہ کی درخواست کی۔ انھوں نے تعمیل کی۔ بنو نضیر کے لئے یہ نظیر موجود تھی کہ ان کے بلوان دینی نے  
معاہدہ لکھ دیا ہے لیکن وہ کسی طرح معاہدہ لکھنے پر راضی نہ ہوئے مالاخر انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پیغام  
بھیجا کہ آپ تین آدمی لیکر آئیں ہم بھی تین آدمی لے کر آتے ہیں۔ یہ علماء اگر آپ پر ایمان لائیں گے تو ہم بھی لائیں گے آپ نے منظور فرمایا  
لیکن ماہ میں آپ کو ایک صحیح ذریعہ سی خبر معلوم ہوئی کہ یہود تلواریں پانہ کر آمادہ ہیں کہ جب آپ تشریف لائیں تو آپ کو قتل کر دے۔  
سیرۃ النبی ص ۳۰۰

بنی صاحب نے انھیں واقعات کو اصلی سبب قرار دیکر اپنا غماز بنایا ہے۔ چنانچہ فوٹ نوٹ میں یہ عبارت تحریر  
فرمائی ہے۔

تہ فیصل سنن اودود میں ہے قیوم ہے کہ ارباب سیرت اودود کی اس روایت کو بالکل چھوڑیں یہ شامیہ ۲ کی  
یہ عبارت منہ الماری واقعہ عہدہ سی نصیر طبع ۱۲۵۵ میں یہ روایت ابن مردیہ سے نقل کی ہو اور کہلا کہ  
اسکی سر صیح صحیح نام معلوم ہوتا ہے کہ نو نصیر نے آنحضرت صلعم کے ساتھ اس قسم کی عمار کا اودہ کیا تھا بخاری میں



ترجمہ الباب یہ ہے۔ باب حدیث سی النصیر وفتح رسول اللہ صلی علیہ والہ وسلم فی دینہ الرحلیں

وہا ارادہ امن العذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم

حقیقت حال کی طرف سے تحقیق کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے صرف ارباب حدیث یا راغبینار کے اپنا یہ غنا قائم کیا ہے۔ اور جس روایت کو معاملات بنی نصیر کا اصلی سبب قرار دیا ہے وہ خود ارباب سیرت کیا اصحاب حدیث کے نزدیک بھی نامت سمین۔ اوس ہے کہ فتح الباری کی عبارت پر غور کی نظر نہیں کی گئی اور نہ اس کی پوری عبارت لکھی گئی اوس میں تلاش نہیں کی گئی۔ اور اس کی صحت اعتبار کی حقیقت کا اوسے وقت پورا انکشاف ہو جاتا تھا جب تو یہ ہے کہ نہ زمانی جو ہرقت پیش نظر ہے۔ اوس میں بھی اس کی قرار واقعی تلاش نہیں کی گئی۔ ورنہ یہ غلط فہمی واقع نہ ہوتی۔

زمانی حلد دوم ۹۲ میں اس باب واقعات بنی نصیر کے متعلق ابن حجر صاحب فتح الباری کا یہ قول مرقوم

و اد اتلت ان سبب حلاء بنی النصیر رحمہم  
ما لعلہ لند وھو اسما وقع عندنا حاء الیھو  
یستغین فی دینہ فتلی عمر

اس کے بعد آپ نے جس عبارت فتح الباری سے اس کی صحت ثابت کی ہے وہ یہ ہے جس مردی کی روایت لکھ کر ابن حجر کا بیان  
اس روایت میں علامہ ابن اسیر کی رو ہے حکایہ عمر ہے کہ بنی نصیر  
کے قصہ میں دوسرے دین کے واقعہ کے، اور کوئی حدیث ہی  
ہیں ہے۔ اور یہ قوی ہے۔ اوس سے جو ابن اسحاق نے خلاصہ سی نصیر  
کے سبب میں لکھی ہے کہ غزوہ بنی نصیر کا سبب دو بون مقتولین کی  
دیت تھی لیکن اس کو کیا کیا جادوگا، کہ اسی حدیث پر تمام کابر اہل  
سنائی کا اتفاق ہو چکا ہے۔

یہی حال ہے صحیح بخاری کی سبب کا شملی صاحب جہات عمران بن عد رک لفظ دیکھا کہ اپنے دعوے کی تصدیق فرمائی ہیں  
حالانکہ بہت بخلین کے صاف الفاظ موجود ہیں۔ جو بتلاتے ہیں کہ سبب اصلی وہی رحلین کا معاملہ ہے اور لفظ عدسے بھی نہیں  
یہ سحر اگر مارا ڈالنے والی بخاری مقصود ہے۔ آپ کے مرقومہ اسباب مناظرہ و کلام اور حملات بالسیف حکایت آپ من ابوداؤد کے  
حوالے سے لکھ کر ارباب سیرت پر ایچ کو چیلنج دی رہے ہیں۔ بخاری کا ایک لفظ بھی آپ کے دعوے کا موید نہیں ہے بلکہ صریح  
مخالف ہے۔

بہر حال۔ یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا جو شملی صاحب کے غلط غماز اور حکمانہ اصرار سے ہمارے سلسلہ بیان میں خواہ غما  
حائل ہو گیا۔ ہم محمد بن شملی صاحب علی اکثر اپنے غمراہات اور جہادات سے دوسرے کو مرعوب بنا لینا چاہتے ہیں۔ جو حقیقت

کے صریح مخالف ثابت ہوتا ہے۔ اس بنا پر ان کا انکشاف ضروری ہو جاتا ہے۔ ورنہ حقیقت سے عدم فہمی رہی ہو گی۔  
ہم اس بحث کو تمام کر کے اپنے قدیم سلسلہ بیاں پر آ جاتے ہیں۔

یہاں تک بیان ہو چکا ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محاصرہ بنی قنیزہ کا اعلان فرمادیا۔  
مذاہبان اسلام لیبیک گویاں طیار ہو گئے۔ سلاطین ہنیکہ ہتیار لگا کر خدمت رسول صلعم میں حاضر ہو گئے۔ آنحضرت  
صلعم نے جائزہ فوج لے کر علم فوج حضرت علی مرتضیٰؓ کو عنایت فرمایا اور حملہ بنی قنیزہ کی طرف جمعیہ اسلامی کے ہمراہ  
روانہ ہوئے۔

ادھر بیان ہو چکا ہے کہ بنی قنیزہ کی آبادی مدینہ سے کل دو میل کے فاصلہ پر تھی۔ وہم کے دم میں فوج اسلامی نے  
ہو چکر ان کے تمام حملہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہودیوں کے اتنے کلیجے کمان تھے کہ میدان کی ہر گرجہ اسلام و جان و خون، ہر کچھ سب  
قلعہ بند ہو کر عبداللہ بن ابی کی دوہرا دالی جمعیت موعودہ کا انتظار کرنے لگے۔ اور اسی کے ساتھ بنی قریظہ کی کمک۔  
کی ہی امید لگائے رہے۔ پندرہ روز اسی انتظار میں گذر گئے۔ اور کوئی کمین سے نہ آیا اور لکڑی کا گیا ہے کہ عبداللہ  
بن ابی مسلمانوں کے سامنے نہ آسکا۔ اسلئے کہ اگر وہ آجاتا تو پھر خود اس کے نفاق کا لازماً سبب بن جاتا اور اس کے اٹھا  
کفر کے چشم دید واقعہ کو دیکھ کر مسلمان کیا۔ خود اس کے قیدیہ والے دیدار انصار۔ اس کو قتل کر ڈالتے لیکن اس کا کام تھا۔  
زمانی طمطراق۔ ساز باز اور فساد و نفاق۔ وہ اس نے کر دکھلایا۔

باقی رہے بنو قریظہ۔ ان کی یہ حالت تھی کہ وہ بنی قنیزہ کے محصور و ہم مذہب تو ضرور تھے لیکن دوزخ میں رہنے والے  
معاہدہ صلح کی تجدید کر چکے تھے۔ اس سے خلافت درزی کیسے کر سکتے تھے۔ اس لئے وہ بھی مجبور تھے اب یہودیوں  
کی عہد شکنی کی حد نہ تھی۔

یہودیوں اور یہود نے اس سے باپوس ہو کر اب بنو قنیزہ کے پاس سوائے مکاری اور غلاری کے کچھ اور نہ تھا۔ اور اس میں  
سبحان کا ارادہ یہ بت سے مشتاق تھے۔ محرت دہلوی اور صاحب روضۃ الصفا لکھتے ہیں کہ بنی قنیزہ کے احاطہ سرور  
ہو جانے اپنے طوطی زوئی تعاضد سے لشکر اسلامی پر شہ خون کی تدبیر کالی اور خود توجہات نہ کر سکا۔ بخودہ بن ایس  
ایک شر النفس ہو کر اس میں یزیدیناں کر دیا۔ دریافت احوال کی غرض سے خیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھر  
پھینکے مسلمانوں نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموش رہ گئے۔ ان کی خاموشی ان کی غفلت کی علامت بھی گئی۔ دوسرے دن  
یہودی قوی دل ہو کر شہ خون پر بالکل آمادہ ہو گئے۔

شام ہوئی تو حسب معمول صحابہ نماز مغرب پڑھ کر خدمت رسول میں بیٹھ گئے۔ خلاف معمول حضرت علی کو نہ بلایا  
کچھ دیر تک انتظار کیا۔ وہ نہ آئے۔ تو چونکہ دشمن کی طرف سے ہر وقت اندیشہ تھا۔ اسلئے صحابہ کو ان کی طرف سے تشویش  
ہوئی۔ بالآخر آنحضرت صلعم سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا اس کے لئے ترہہ نکلو۔ ان کی غیر حاضری مصلحت نہ کر

حالی بنین۔

حقیقت یہ ہے کہ خباب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہودیوں کے ان کارائے قصد و ارادہ کی خبر لگ گئی تھی۔ اور آپ حضرت علی مرتضیٰ کو اسکے تدارک کے لئے معزز فرما چکے تھے۔ اس بنا پر حضرت علی شام ہوئے ہی دشمن کی غلاریوں کے سراغ میں مصروف تھے۔ اور انکے آنے والے راستہ میں جا بیٹھے تھے۔ انکی آمد کا انتقا کر رہے تھے یہاں تک کہ تین ٹلٹ رات گزر گئی۔ کچھ رات رہے غزوہ بن ایس ایہ چند رفا کے ساتھ آتا ہوا معلوم ہوا۔ حضرت علی نے اپنے مقام سے جھٹک کر اس پر حملہ کیا اور اسکو وہیں قتل کر دیا۔ اسکے رفا اور کئی اعانت کو ہوجے مگر اب کیا کر سکتے تھے۔ حضرت علی شہداء حملوں سے اس کے موہم بھی بھر گئے۔ اس شام میں تور و غل سکھر حضرت ابو دجانہ الصماری اور یسرا بن حنیف بھی ہوجے گئے۔ یہودی مجبور ہو کر بھاگ گئے۔ رسیدہ بود ملائے وئے بنجیہ گذشت۔

باب علی مرتضیٰ غزوہ کا سر لکھ حدیث رسول صلعم میں ماحرہ ہوئے۔ نماز صبح کے بعد آپ صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ رسول اللہ صلعم نے نظر مبارک اٹھائی۔ تو سامنے علی مرتضیٰ کھڑے تھے۔ اور پائے مبارک کو قریب غزوہ بن ایس کا سر لکھا تھا۔ صحابہ کسے ارشاد دیا کہ شام سے علی اس کلمہ میں تھے۔ ترجمہ دارح البیوۃ جلد دوم مطبوعہ بیروت کوئٹہ ۳۱۷۔ روضۃ الصفا جلد دوم تاریخ الامیہ جلد دوم مطبوعہ مکہ ۲۱۵

محاصرے کو جب تا طویل ہوتا جاتا تھا۔ تو نصیر کی با یوسی ٹرہتی جاتی تھی۔ شیخون کی لگا میا بیون نے انکی امیو دن کا اور بھی خون گرد مایوہ ان بنی قنیقاع کے نیچے پس نظر سے وہ اور دل ہلائے دیتے تھے۔ اصول جنگ و محاصرہ کے مطابق۔ جتنا عرصہ ہوتا تھا محصورین کی طرف سے وقوع جنگ کے قوانین قوی ہوتے جاتے تھے۔ اس بنا پر آنحضرت صلعم نے تعاملہ کے احتمال سے قلعہ بنی نصیر کے سامنے والے غلستان صاف کرادیے۔ تاکہ میدان صاف ہو جائے اور غیزم آکر کمین گاہ کا فائدہ نہ اٹھائیں۔ خاصکر وہی درخت کو اے گئے تھے جو محض معمولی اور خشکی پھیل لاتے تھے۔ اور جو عودہ درخت تھے نہ چھوڑ دے گئے تھے۔ قرآن مجید میں بھی اسکا ذکر موجود ہے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَبَنٍ اَوْ تَرَکْتُمْوهَا فَاَتِمُّوْهُ عَلٰی اَصْوَابِهَا فَاِنَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ لَفِيْهَا سَافِقٰتٍ  
تم نے لبن کے عود نہ کٹوائے اور جو قدر درخت قائم رہے وہی سب حد کے حکم ہے تاکہ خدا فائقون کو رسوا اور قہر کرے

تنبیہ جنگی کچھ یوں کہتے ہیں حواہل عرب کی حدیث میں یہ ہے

ما لآخر بنی نصیر کے لئے اب کوئی چارہ نہیں رہا تو انھوں نے صلح کی درخواست کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان شرط پر صلح منظور کی کہ بنو نضیر مال و مہربانوں کو انھوں سے چھٹا لیا سکین لیجائیں۔ اور مدینہ سے باہر نکل جائیں یہودی کو جانوں کی پٹی تھی۔ نور اراصہنی ہو گئے۔ صلح نامہ لکھا گیا۔ اور سب نے دستخط کر دیے۔

یہودی کی سیرۃ تائیدہ احادیثی و روایتی نصیر سام بن ابی الحقیق۔ کتاتہ بن الریح اور جی بن اخطب وغیرہ مدینہ سے

کھنکھ کر خیر سے چلے گئے۔ وہاں انکا اتنا اعزاز و اکرام کہ کیا کہہ سکیں خیر سے تھک کر لوٹ گئے۔ انکی حلاوتی اور صاحب السلہ سی طبری تدار

منوفیہ اگرچہ وطن چھوڑ کر چلے تھے لیکن اس شان سے نکلے تھے کہ جس (ردان) کا دیہہ کا ہوتا تھا اونٹوں پر اور  
 سٹے ساتھ ساتھ بابا بچنا تھا تاہم طرہ غریب و بیکاتی اور گانی جاتی تھیں عودہ بن الورد عسی مستہر شاہ کی بیوی کی یاد  
 نے خرید کر لیا تھا اور وہ بھی ساتھ ساتھ تھی اہل مدینہ کا بیان ہے کہ اس سرد و سامان کی سواروں کی انکی نظر سے ہمیں  
 گذری تھی۔ سیرۃ النبی ص ۳۰۲

مونیفیسٹو لکھا جس کے لیے جو یکایادہ خدا و رسول صلعم کا عین المال قرار دیا یا۔ غیر مہقولہ تین کائنات  
اور قلعہ جات تھے۔ جن میں اکثر گروہ اپنے انھوں سے سارا کر گئے تھے۔ اور بلخستان اور قطعات آراضی تھے۔ یہ قلعہ تین  
پچاس زہین۔ پچاس خود اور تین سو چالیس علو این تھیں۔

وہ جلسہ ہی تو ہمارے لئے اُکھار اہل کتب کو دیکھ گھومنے کے لئے تھا۔ یہاں سب سے پہلے  
اور یہ اُن کی تقدیر کا پہلا ستر تھا جسے اُن کے لئے رکھا گئے۔ (مسلمانوں کو کھانا  
دوسرا دیا گیا، اُن کی رہنمائی کی گئی، وہ اپنے گھروں سے نکلنے لگے، اور وہ اس  
خیال میں مہر تھے کہ اُن کے قلعہ کو کھول دیا جائے گا، مگر پڑے پیکر  
تو دھڑ سے اُن کے گمان ہی تو تھا خدا کے نیک رہنے والے اُن کو اُن کی اور اُن کے  
دلوں میں مسلمانوں کی، دھاک ڈال دی کہ اپنے گھروں کو اپنے  
ہاتھوں اور مسلمانوں کی ہاتھوں سے اُچاڑنے لگے۔ اُن کی وجہ تو یہ تھی کہ

[illegible]

اعصار کا ماحول کے ساتھ | تعجب ہے کہ تبلی صواب نے مذہب میں آمد مباحین کے ذکر میں تو انصار کے محاسن سلوک  
 ہے مثال ایشان | رعایات - ملازمت - غرض تمام احسانات کا بالا اختصار ذکر فرمایا ہے اور دوسرے کے ساتھ انصار کے اس  
 عظیم نشان ایشان کا بھی وہیں اشارہ کر دیا ہے غیر وہ تو عزائم تمام تو ہمید ہی بیان - آپس اسکی تفصیل قبل از وقت کا نقص  
 یہاں کر دیتی لیکن یہ مقام تو اس ایشان کا خاص تھا - یہاں کیون نہ بیان کیا گیا - وہ یہی ہے کہ انصار کی تفصیل غیبات کی طرف  
 استدعا ہی ہے نظر تو ہمید مت کم رہتی ہے - تسبیح انا عرص کر کے ہم اسکی تفصیل کو چل میں بیان کرتے ہیں -  
 اور گذر چکا ہے کہ حقہ رحمانہ و غیر مقولہ بنی تغیر جو لگے تھے - وہ سب خدا و رسول کا عین اموال تھا - قرآن مجید  
 میں اسکا حکم صریح ہوتا ہے -

وَمَا آتَاكَ اللَّهُ مِنْ رَسُولٍ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِ

قرآن (اللہ کا جی ہے اور رسول کا اور رسول کے پرستاروں کا۔  
اوپر مومن کا اور عطا چون کا اور اے تو تم) مسعود بن کلاب حکم اسے  
دیا گیا جو لوگ تم میں اللہ راہ ہیں یہ مال، ان ہی میں دائرہ ہے  
مسلمان جو غیر پیغمبر کو دے تو لیا کر داور حکم لینے سے انکو منع کر

وَالرَّسُولُ وَاللَّهُ وَالْقُرْآنُ وَالنَّبِيُّ وَالْمَسْأَلُ  
أَبِ السَّيْلِ لِي لَا يَكُونُ ذُوْلَةً مِّنَ الْعَمَاءِ  
مِنْكُمْ وَمَا أَتَاكُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ  
فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ

اوس سے دست کش رہو اور حد سے ڈرنے نہ ہو کیونکہ خدا کی ماری سخت ہے درجہ میں العلماء کا ماری صاحب ص ۸۷۲

پھر وہ اختصاص حقوق خدا و رسول میں ارشاد ہوتا ہے۔

عوان حدائے اپنے رسول کو (بے لڑے) منت دلو دیا تو مسلمان  
تم نے اس کے لیے کچھ (دور و دور ہو پ تو کی نہیں) اور نہ تو تھوکتے

وَمَا آتَاكُمْ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْحَفَكُمْ  
عَلَيْهِ مِنْ حَيْثُ وَكَرِهَ كَرَاهٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ مَطْلُوبِهِ  
عَلَى مَنْ يَشَاءُ

مگر اللہ سے بغیر نہ کو جس پر پاب ہے مسلط کر دے۔

اب نے اور عنایت میں یہ فرق ہے۔ تاریخ ابن ہشام میں ہے۔

عوان مسلمانوں نے فیکو شش کے ارچنگ و جدال بغیر نہ کر  
فتح کے بغیر حال کیا۔ وہ نے ہے۔ اور جو لڑائی سے ملا وہ عینیت ہے

مَا يُؤْخَفُ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُونَ وَالْحُلُومُ وَالْكَوَابُ  
وَقَتَحَ بِالْحَرْبِ وَإِنَّمَا يَحْصِلُ بِالْحَرْبِ الْقَتَالُ  
وَهُوَ عَنِةٌ

بہر حال۔ اور یہ بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوائے مہاجرین کے انصار کو چھین نہ دیا۔  
حقیقت یہ ہے کہ آپ کے عطا فرمائے پھر بھی انصار نے کچھ نہ لیا۔ اور اپنے عظیم الشان ایشار کی یاد اللہ یاد تک قائم  
رہی۔ ہم اسکی پوری کیفیت مفصل ذیل عبارت میں شرح زر قافی سے نقل کرتے ہیں۔

جب مہاجرین ہجرت کر کے مدینہ میں آئے۔ اور حب رسولیہ صلعم نے مہاجر  
انصار میں اسوت قائم کر دی تو سرور انصاری اوس مہاجر کو جو اوس کا  
انصاری تھا اپنے گھر لگایا اور یہ طریقہ سے اسکی کھال کت کرنا باہر انصار  
آئیں میں قرعہ الا (عالم) ہون فقرے مہاجرین کے لئے کو کئی کئی  
تھے باوجود اقوامت سے پیچھے آئے تھے، اور جس کے ام قرعہ کت وہ  
اوسکو اپنے گھر لیا اور کئی کھال کت کرنا اور یہ اوسکی معبود درستی منت و شفقت  
تھی یہاں تک کہ اسواں ہی بغیر انھوں صلعم کے قرض میں آئے۔ تو اپنے نجات

لما احاروا (المہاجرین) واما حسی بلہم صلعم  
وہ حب کل انصاری بالمہاجرین اللہی و اخی ملیہ  
و ملیہ صلعم الی مدلہ و کفاه المؤمنۃ قرمتا  
مسوا حتی امل بلہم الی و عتہ فای انصاری  
نخرج القبیۃ ماسہ یلہب بالمہاجرین ملیت  
موا سا تھم العایۃ القصوی۔ طوع عنہ صلی اللہ علیہ  
واللہ و سلمونی المصیر و عاتات بن قلیس بن ماس  
عقال الذی قومک قال نامت الحرج عقال صلی اللہ علیہ

والله وسلم الانصار كلهم له حاله الاوس والخمير  
 محمد عليه واسى عليه لما هو اهله ثم ذكر  
 الانصار وما صنعوا بالمهاجرين وما اهلوا بهم  
 في مباديهم واموالهم واعرهم على انفسهم ثم قال  
 ان احسنهم اعطيتهم وخرجوا من دوركم فقال  
 سعد بن عبادہ وسعد بن معاذ يا رسول الله صلعم  
 بل تقسم بين المهاجرين ويكوفون في دورنا كما كانوا  
 وقال الانصار و قسم ما افاء الله واعطى المهاجرين  
 ولم يعط احد من الانصار و كمالا رى الله  
 صلى الله عليه وآله وسلم قال لا انصار وليست  
 لاحواكم من المهاجرين اموال فان سلمتم قسمت  
 هذه و اموالكم بكم و بنهم جميعا وان شئتم  
 امسكتهم اموالكم و قسمت هذه خاصة  
 قالوا بل اقسم هذه فيهم و اقسم لهم من اموالنا  
 ما شئتم عدلت ويؤثرون على انفسهم و كوفوا  
 كان بينهم حصاصة

من قیس کو بلا کر فرمایا کہ انصار کو بلا لاؤ۔ ثابت ہوئے کیا قصیدہ خرزج  
 کے انصار کو حاضر کروں اور تا دہوا نہیں تمام انصار کو بلا لاؤ  
 قیس نے اوس و خرزج دونوں قبیلوں کو اکٹھا کر دیا۔ آنحضرت  
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منیر قریش کے لئے اور حطیبہ میں حمد و ثناء  
 الہی کہا حقہ ادا کر کے قصیدہ انصار کے اوس تمام احسانات و عنایات  
 کو جو انھوں نے مهاجرین کے ساتھ اونکی ممان نوازی ادا و نالی اور  
 نصرت حمایت کے متعلق کی تھی مفصل طور پر بیان فرمائی پھر انصار کی  
 طرف مخاطب ہو کر استفسار فرمایا کہ اگر تم لوگ قبول کر دو تو یہ تمام مال  
 ہم تمہارے اور مهاجرین کے درمیان بھیک کر دیں اور غریب  
 مہاجرین حطرح تمہارے اموال پر سر کرتے ہیں ویسے ہی گزراں  
 کریں اور اگر تم سید کر دو تو یہ سب مال اونھیں کو دیدیا جاوے اور  
 آج سے تم اونکی کفالت سے سکو و ن ہو جاؤ یہ سکر سعد بن عبادہ  
 اور سعد بن معاذ۔ دونوں قبائل انصار کے سردار اونکے کھڑے ہوئے  
 اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ صلعم تمام مال انھیں کو دیدیا  
 جاوے اور یہ لوگ حطرح سے ہمارے گھروں میں ہمارے ساتھ  
 رہتے ہیں رہتے دیے جائیں ایسے اپنے سردار قصیدہ کا حکم سنکر

تمام انصار کھٹے گئے۔ یا رسول اللہ ہم راضی ہیں اور ہم سب کو قبول و منظور ہے اونکی آوازوں سے تمام سجد گونج اٹھی جتا  
 رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونکے اس عظیم المثال ایتار کو سکر کہنے لگے پروردگار تو قبائل انصار پر رحمت نازل کر کے قدر  
 مال لے صرف مهاجرین پر تقسیم فرما دیا تفصیل آگے آتی ہے اور انصار میں (سوائے ابو جہانہ اور اسلم بن حنیف و کسی کو کچھ دیا  
 علامہ ملاذری اس واقعہ کو یوں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے انصار سے یوں ارشاد کیا کہ تمہاری مہاجر بھائیوں کو پاس کچھ  
 مال نہیں ہے۔ اگر تم قبول کر دو تو میں تمہارے اور اونکے دونوں حصوں کا مال اونھیں کو دیدوں گا اگر تم چاہو تو اپنے حصہ کا مال لو  
 اور میں اونکا اونکو دیدوں۔ انصار نے عرض کی ان کا حصہ تو انھیں دیدیجئے بلکہ ہمارے حصہ بھی اونھیں میں تقسیم فرادیجئے۔ اسی واقعہ  
 ایتار انصار کے متعلق یہ آیتہ نازل ہوا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے انھوں پر ترجیح دیکر اپنے اوپر کی سکر ابو بھائیوں پر۔ ان جنروں  
 کا جو اونکی خاص ہوتی ہیں ایتار کر دیتے ہیں مذرفانی جلد دوم ص ۹۹ مصر

تفصیل تقسیم | یہ تقسیم اس طرح فرمائی گئی کہ جو زمین حراج پر پہلے سے بندہ بست مقیم رہہ

وہی ہی قائم رکھی گئیں۔ ادا کرا حجاج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص مہتمم تھا۔ اور آپ ادا کو حکم خدا کے موافق ایسے اہل و عیال اپنے دو القربی کے مصارف کے بعد۔ نفقہ اور محتاجین مساکین یتیمیں اور مسافرین کے مصارف میں صرف فرماتے تھے۔ اور جو بچا تھا وہ عطاری لشکر اور فراہمی اسلحتا وغیرہ میں صرف ہوتا تھا

خفتناں یہو داد رکھا مات مع اوکے اساب تعمیر و غیرہ۔ ہمارے جن کو کلمہ دید سے گئے غلستان کے متعلق ادنیٰ ملکیت و مبالغہ بنیت پہلون اور کلکڑیوں تک محمد دھوی ارا صمی سے اوکو کوئی واسطہ نہیں تھا جیسا اوپر لکھا گیا ہے حضرت ابو دجاؤ اور حضرت سہیل بن حنیف انصاری کو اس میں سے کچھ عطا فرمایا گیا اس لئے کہ یہ دونوں بزرگوار انصاری تھے۔

تین سو چالیس تلواروں میں سے ایک تلوار جو ابن الی الحقیق رئیس بنی اصریک کی خاص تھی اور بہت مستور تھی، خاص طور پر سعد بن معاذ کو عنایت ہوئی۔

علمائے سواد اعظم میں اختلاف کے کمال سوال بنی نصیر میں پھر حضرت علی علیہ السلام نے رقم ختم فرمائی تھی یا نہیں امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی تو قطعی الحاکم کرے تب اور فی من خس کو حاکم نہیں جاسکتا۔ لیکن امام شافعی ان سے یوں اختلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کو نہیں ملاوا۔ بنی نصیر کے رقم ختم کمال گئی اور فی من خس کی اداکاری حاکم ہے۔ درخانی جلد دوم ص ۹۵ و حصۃ الاحباب ص ۲۹۳ یہی واقعات متفقہ۔ اسی سال تیسری شعبان کو حضرت حاس آل عبا شہید کر بلا احباب امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے عقد فرمایا۔  
اسی سال حضرت علی مرتضیٰ کی والدہ گرامی قدح حضرت فاطمہ بنت اسد نے رحلت فرمائی۔ اس الغابیہ معروفہ الصحابہ

عینا ہے

حضرت فاطمہ بنت اسد  
کی رحلت

عن انس بن مالک قال  
لما ماتت فاطمة بنت

اسدین ہاتھ مار علی مدخل علیہا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ والہ وسلم وجلس عندہا وصال  
ہذا اللہ یا اُمّی حکمت اُمّی بعد اُمّی نجومین فتشقی  
لعزیز فتشقی وتمنعین نفسا شیب الطغام وطمعین  
قریبین بذلک وجه اللہ والذاریہ الاخریہ وذلالت  
یغسلہا علیا تلح الماء الذی مہ الکافور اسکھ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدا و

اس میں مالک سے روایت ہو کہ جب ملائم حضرت اسد بن اتمجہ علی  
کی اور مراد سے انتقال فرمایا اور صاحب روضۃ صوفی اللہ علیہ وسلم اپنی کتاب  
کے یاس کے سر پہ لے بیٹھے تو مدبر ہایا سے ہمیں ہاں خدا تعالیٰ کے  
نور میں ہاں حق میری اس کے لئے تو اب ہوئی رہی تھی اور مجھے ملایا کہ حق ہے  
اب بھی رہی تھی اور مجھے پیدا کرتی تھی تو ابی حال کو یہ کھائے و اگر تھی اور مجھے  
کھلائی تھی تو اس حد تک کہ نے اور کرتے کیلئے جس سلوک مجھے کرتی تھی  
اس لئے کہ ہیں کہ یہ انھیں صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے کام کو دیا۔  
اوس یاتی سے عمل دیسے کہ دوست بھی حسین کا اور ملا جوتا تھا تو آپ نے  
اپنے دست سلوک سے اُس پر یاتی ڈالا۔ اور حضرت عمر۔ اس میں رب



السما قميصه وامر عمر واسامة بن زيد  
وانا ايوب الاعمري يحفر قبرها فلما حفر  
دملعوا لحد احمر رسول الله صلى الله عليه وسلم  
سيدة واحرج ترابا ثم اصابهم فيه وادخل  
فيه هو والوكر والعباس ثم دعا هذه الدعاء  
اللهم اعمد لاهي فاطمة بنت اسد والقها  
حجتها ووسع عليها مداخلها حتى يديك محمد  
والانبياء من قبلي ات ارحم الراحمين و  
سردى عن ابن عباس انخود لى ونراد فقالوا  
ما سرايتك صحت بلحد ما صنعت بهذا  
قال ائله لم يكن لجدانى طالب اب منها  
السترها قميصى لتكسى من حلل الحنة و  
اضطجعت فى قبرها ليهن عليها عذاب  
القلم وروى ايضا عن علي باختلاف السير

مستول اربع المطالب طرد عدا لاهور عدا دل من ۲۶۹

اور ان ایوب الاعمري نے ملکہ قبر کو دی۔ جب قبر کھد کر نجد تک پہنچی تو  
آپ نے ایوب دست مہتر سے قبر کو دی شروع کر دی اور او کی بیٹی کا لی  
پہرہ داسیں لپیٹ گئی۔ پھر او کو خود آپ نے اور حضرت ابو بکر اور حضرت  
عمر اس نے قبر میں اتارا۔ پھر آپ نے او کے لئے یہ دعا کی۔ یہ روایت  
میری ماں فاطمہ بنت اسد کی حضرت عمر اور اس کی دلیل اس کو ملتی ہے  
اور او سپرد اس کی قبر کو کتا دہ و باطلیل ایسے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
اور دوسرے امیاء علیہم السلام کے و مجھے قتل گدے ہیں حضرت  
ابن عباس سے بھی اسے ہی مروی ہے او میں نے اتنا اصدا ایسی  
روایت میں کیا ہے کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے اس کے  
ساتھ جو دعا کہتے وہ آج تک کسی کے ساتھ بھی نہیں کہتے تھے آپ نے  
ایسا کیا کہ حضرت اسطالب کے سر سے ساتھ لپیٹ کر لے والا اس سے  
ٹوٹ کر کوئی نہیں تھا۔ میں نے اس لئے ایسا نہیں کیا کہ وہ جنت  
کی پوچھائیں پسین اور ان کی قبر میں اس لئے لپیٹ گیا کہ ان پر جہنم  
قرآن ساں ہو وادے۔ جناب امیر نے بھی اس روایت کو تھوڑے سی  
اختلاف کے ساتھ روایت کیا ہے۔

## شہد بھری

### (ذات الرقاع)

اور پر بیاں ہو چکا ہے کہ قریش کی کاوش اور یہود کی سازش نے مخالفت اسلام کو مکہ سے لیکر مدینہ تک عرب کے تمام  
اقوام و قبائل کو اسلام کے استیصال پر آمادہ کر دیا تھا۔ آئے گئے دن چھوٹے بڑے قبیلہ خود یا دوتیں باوجود مالک  
مدینہ پر فوج کشی کرنے پر مستعد ہو جایا کرتے تھے۔ ذات الرقیع۔ بزمعونہ وغیرہ وغیرہ سب اسی سلسلہ کی جزئیات  
ہیں۔ جو اپنے اپنے مقام پر اوپر بیان ہو چکے۔ محرم سنہ ہجری بن فاضل انمار و ملب نے مدینہ پر فوج کشی کا ارادہ  
کیا۔ فوجیں جمع کرنے لگے۔ مقابلہ کے سامان درست ہونے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو  
آپ چار سو صحابہ کے ساتھ موقع پر پہنچ گئے۔ تشریف آوری کی خبر پاتے ہی غنیم دلاوری بھول گئے۔ اور بزدل  
بنکر پانڈون پر بھاگ کر چھپ گئے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع انھیں ایک ہفتہ کے بعد مدینہ میں واپس

آئے

غزوہ دومۃ الجندل

ربیع الاول ۳ ہجری

ایک مہینہ کے بعد۔ ربیع الاول کے مہینہ میں دومۃ الجندل سے پھر ایک جمعیت کثیر کے

جمع ہونے کی خبر آئی۔ انکا مقصد بھی وہی تھا۔ مدینہ پر چڑھائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سات سو ہاجرین و انصار کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوئے۔ لیکن لشکر اسلام کی آمد سے پہلے ہی مخالف ہو کر منتشر ہو چکے تھے۔ وہاں پہونیکر کسی کو بھی نہ پایا۔ اس لئے لشکر اسلام واپس آیا۔

غزوہ بنی المصطلق

یا غزوہ بنی مرہج

۲ شعبان ۳ ہجری

حضرت ام عرب کا مشہور۔ روز بروز اور نامور قبیلہ تھا۔ تو دور اور اس لئے کہ انکی تعداد

بہت کثیر تھی تاہم اس لئے کہ وہ قریش کی اصل شاخ تھے۔ جو عرب میں اس

کے لقب سے مشہور تھے۔ اس کیسے؟ قریش نے اپنی قدامت۔ تو نسبت کعبہ

اور امارت کے اعزاز کے اعتبار پر اقوام عرب میں ایسا فرق امتیازی قائم کرنے کے

لئے کچھ خصوصیات اختیار کر لیں تھیں۔ اس لئے ایام حج میں عام عرب کی طرح عرفات میں قیام کرنے کی جگہ قریش نے

مزدلفہ میں جو حدود و حرم کے اندر داخل تھا۔ اپنے لئے قیام کرنا اختیار کر لیا ایسے ہی خود اختیار وادعائے حق سے اور بھی

امتیازی خصوصیات قائم کر لیں تھیں۔ انہیں خصوصیات کی بنا پر انانقلاب خاص بھی اس قرار دے لیا تھا لیکن پھر

انکا یہ اعزاز چند دنوں کے بعد مرتبہ شخصیں سے اتر کر حدود و تقسیم تک پہونچ گیا۔ رفتہ رفتہ یہاں تک بوت پہونچ گئی کہ

عام عرب میں جو ان خصوصیات کو اختیار کرنے لگے وہ بھی اس کھلانے لگے اور قریش نے جس قیدیہ سے قربتداری

اور رشتہ مندی قائم کی۔ وہ بھی اس کھلانے لگا۔ قبیلہ خزاعہ بھی اسی جہت سے اس سے متہو تھا۔ خزاعہ ہی کی ایک

شاخ ہوا المصطلق کہلاتی تھی۔ مدینہ سے ۹ میل پر مقام مرہج پر آباد تھی۔ اس قبیلہ کا رئیس عارض بن ابی مزار تھا۔

اوس نے کچھ اپنی تحریر الطبعی اور کچھ قریش۔ اپنے قربتداروں کی تحریک سے مدینہ رسول پر فوج کشی کی طیارہ کر دی۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سامانوں کی خبر لگی۔ تو آپ نے انکی تنبیہ سے پہلے اس خبر کی

تفتیش و تحقیق کی جو یزید بن ابی مرہج۔ یزید بن خبیص انصاری کو پہلے دریافت حقیقت کی غرض سے بھیجا۔ اونہوں نے واپس آکر

تصدیق کی کہ دومۃ الجندل سے ربیع الاول کے آخر یا ہین واپس آکر ہاجرہ میں سے آپ مدینہ میں تشریف فرما تھے۔ رجب کے

مہینہ بنی المصطلق کی مخالفت کی خبریں پہونچنے لگی تھیں۔ اس لئے ۲ شعبان کو آپ نے لشکر اسلام کے ساتھ مکہ کی

طرف کوچ فرمایا۔ لیکن بیان پہونچا کبھی عہد کی وہی صورت نمایاں ہوئی۔ جو اس سے پہلے دو تعاون میں ظاہر ہو چکی تھی۔

عارض بن ابی مزار اور دیگر اکابر و حامد قبائل۔ فوج اسلامی کی آمد سننے ہی۔ میاڑوں پر جا کر روپوش ہو گئے اور

منفعا سے قوم کو بے پشت و پناہ چھوڑ گئے۔ سرداروں سے اچھی برأت و جہت توبہ سے کہ فوج و انوں نے دکھائی اور

لشکر اسلام سے مقابلہ پر آمادہ ہو گئے۔

انکی حرأت بجا کو دیکھ کر جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر کو اس لوگوں کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ تم لوگ کلہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کرو۔ تم سب کو امان ہے۔ لیکن وہ جاہل نہ مانے اور اس فرماں رحمت کے مقابلہ میں مقابلتہ پر آمادہ ہوئے۔ فوج اسلام برتیر بارانی شروع کر دی۔ لیکن اسلام کے مبارزین نے جب حواری مدینا شروع کیا تو یہ فوراً میدان سے بھاگ گئے۔ اس کے دشمن آدمی مقتول ہوئے۔ چھ سو آدمی مفید ہوئے۔ عنایت میں دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار کبیریاں دستیاب ہوئیں۔ ابن سعد جلد مغازی ص ۴۵

**شبلی صاحب سے**  
**خاص غرض**  
یہ تو عام اہل سیرت و تاریخ کی اور حاکم ابن سعد کی روایت ہے۔ لیکن صحیح بخاری و مسلم کی مرویات نے اس عزم کو ایسے قابل اعتراض طریقہ یاں سے نقل کیا ہے کہ بالآخر

شبلی صاحب کو بھی مرویات صحیحین کی تنقید اور (حد کی شان) صحیحین کی مرویات پر سیرت و تاریخ کی مرویات کو ترجیح دینے کی مجبوری ہوئی۔ چنانچہ سیرت النبی میں تحریر ہے۔

یہ ابن سعد کی روایت ہو۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو المصطلق پر اس حالت میں حملہ کیا کہ وہ بالکل خیر اور غافل تھے۔ اور ایسی سیاستوں کو پانی پلا رہے تھے۔ ابن سعد نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔ لیکن لکھ دیا ہے کہ یہی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اس پر حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ صحیحین کی روایت پر سیرت کی روایتوں کو ترجیح نہیں ہو سکتی لیکن واقعہ یہ ہے کہ صحیحین کی یہ روایت بھی اصول کی رُو سے قابل تحققت نہیں کہ اس روایت کا سلسلہ نافع تک پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے اور جنگ میں شریک ہونا ایک طرف نافع نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا بھی نہ تھا۔ اس لئے یہ روایت اصطلاح محدثین میں منقطع ہے۔ ص ۳۴  
کیا شبلی صاحب اپنی اس عبارت تنقیدی کی تحریر کے بعد بھی اس غلط دعویٰ کے لکھے پر جرات کریں گے جسکو وہ یوں دیا ہے کہ چکے ہیں۔

حدیث میں ایسی متعدد کتابیں موجود ہیں جن میں ایک حدیث بھی صحیح ہیں جیسے بخاری و مسلم و بیہ ما شبہ میں ہ۔ ابن حجر نے تو حکماً یہ طریقہ یہ صحیحین کی مرویات کو بمقابلہ سیرت و تاریخ کے ترجیح دینی چاہی تھی اور تقلید اسلاف کے اصول کی تبعیت کرنی چاہی تھی اور آپ نے بھی دیا ہے کہ اسی اصول موضوعہ کو ایسا معیار بننا رنانیکا اقرار فرمایا تھا۔ لیکن یہاں پہنچ کر آپ کو اوں اصول کی خود تنقید کرنی پڑی۔

آخر۔ یہ کیوں؟ وہی معترضین یورپ کا خوف۔ وہ غفلت کی حالت میں ہی المصطلق پر حملہ کئے جا رہا ذکر مرویات صحیحین میں دیکھ کر آپ پر اُلٹ پڑیں گے۔ چونکہ یہ روایتیں سو مہاتاق سے صحیحین کے دونوں دفتر میں موجود ہیں اس لئے کوئی تاویل ممکن ہی نہیں تھی۔ سوائے اس تحکمانہ اصول کے جسکو ابن حجر نے اپنا نمائندہ بنا کر لکھا تھا۔ آپ کو بھی ہی لکھ صحیحین کی مرویات سے گفت لسان کر لینا چاہتا تھا۔ مگر آپ نے اس مرویات کے مطلق الاساد ہو سکی بحث لکالہدی

اور نافع کی عدم شرکت کی بنا پر اسے معصوم ہونے کا اعلان کر دیا۔ اگر آپ اب بھی اس اصول پر قائم ہیں تو اس کی باریک بینی سے مراد یہ ہے کہ  
کی تردید اور ان کے روادے حیرانہ ہیں تو معنی کی تکذ کرتی ہو گی۔ جس میں صرف حد و ریات کا ذکر ہے اور دنیا میں بھی کرتے ہیں  
کیا اس کے اندر بھی ہمارے تہی صاحب کو مصلح کے وظائف یا صرف بیچیں کے وظائف میں مفلور الاسناد اور ناقابل اعتماد  
مرویات کے نقل و اندراج سے انکار ہو سکتا ہے؟ اگر ہو تو دیہات سے انکار ہو گا۔

ہم تہی صاحب کی شان بیان سے مجبور ہیں۔ جسکی وجہ خاص سے ہمارے سلسلہ بیان میں یہ جملات معترضہ حائل  
ہو جائے ہیں اور ہر کوئی حقیقت کا انکشاف ضروری ہو جاتا ہے اتنا کہ کہہ ہم بھرے سلسلہ بیان پر آجائے ہیں۔

عبداللہ بن ابی  
کی فتنہ انگیزی  
غزوہ تبوک۔ باعتبار جنگ کے کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا لیکن اس کے گرد و پیش  
تاریخ بن اتنے قابل الذکر واقعات نہ ہو رہے ہو۔ جو اسکی شہرت کے حاص باعث ہو  
ہیں۔

اس غزوہ میں حصول غنیمت کی حاصل لالچ سے بہت سے منافقین بھی لنگر اسلامی کے ساتھ ہو گئے تھے اور بے عہد  
عبداللہ بن ابی بھی ان کے ساتھ تھا جو غزوہ احد میں عین موقع سے ابھی جمعیت کے ساتھ واپس گیا تھا۔ اسکا احاطہ تو منظور نہیں  
تحررات اور فتنہ انگیزی ضرور مقصود تھی۔ چنانچہ محاصرہ تبوک کے زمانہ میں ایک دن پانی لینے کی نسبت قبائل مجاورہ انصار میں  
تجارت ہو گئی بات بڑھ گئی۔ انصار نے باللائع انصار کی عبداللہ کی تمام انصار جمع ہو گئے۔ مجاورین نے بھی ایسا ہی کیا۔  
پورا سب مجاورہ ہیں تھے۔ اب فیما بین نزاع فطری اتنی بڑھی کہ دست بقیہ ہو کر دہشت انگیزی۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن  
ابی تو ہمیشہ ایسے موقعوں کی تاک میں رہتا تھا جامع میں کڑا ہو گیا اور قوم انصار کو غیرت دلانے والے لوہوں میں پکا کر کرکے۔ یہ بلا تو تم نے  
خود اپنے سر پہ جمیں لے اس وطن آوارہ دن کو نکال کر اور گھر میں ٹھکا کر آج اس قابل کر دیا کہ اب وہی تم سے سادات کو دعوے  
کرتے ہیں اب بھی آنکھیں کھول لو ہوشیار ہو جاؤ۔ وقت بات سے بھی تک نہیں گیا ہے۔ تم نے اکی کھالت سے ہاتھ اٹھا لئے اور  
انہوں نے پیٹھ پھیری۔

اس تقریر نے اور آگ بھڑکادی۔ حیرت ہو گئی کہ اس اثنائیں حاسن کے کچھ ہندہ اور حیدہ حضرات موقع پر پہنچ گئے  
اور آتش فتنہ و فساد کو روک دیا۔ اور تمام لوگ اپنے اپنے مقام پر واپس گئے۔

در بار رسالت میں جب اس واقعہ کا ذکر آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسے سننے سے رنج و ملال تو ضرور ہوا لیکن آپ  
نے مائل سکوت و خاموشی اختیار فرمائی۔ حضرت عمر کماں چب رہے تھے والے آدمی فوراً غصہ سے بیتاب ہو گئے یہی موقع آپ کے  
عتاب کے خاص ہوتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ کسی سے کہہ دیا جاوے کہ اس  
سناحق کی گردن فکرم کرے۔ ارشاد ہوا۔ اسے عمر یہ دستور کرنا چاہئے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہمراہوں کو قتل  
کر دیتے ہیں صحیح بخاری باب غزوہ تبوک ص ۷۸

حضرت عمر کی اس مشورت پر  
عبداللہ بن ابی کعبہؓ کی ناراضی

اجنوں کے اچھے تو ہوتے ہی ہیں۔ مگر کبھی بُروں کے بھی اچھے نکل آتے ہیں۔ عبداللہ بن ابی کعبہؓ جیسا دشمن اسلام تھا ظاہر ہے لیکن اوسکا بیٹا جس کا نام بھی عبداللہ ہی تھا۔ اسلام کا بڑا حال نہ تھا اور کامل دیندار۔ حضرت عمرؓ کی مشورے کی بنا پر منافقین نے یہ افواہ اڑا دی کہ دربار رسالت ہی عبداللہ بن ابی سلول کے قتل کا حکم صادر ہو چکا ہے۔ یہ نہ کہ عبداللہؓ اس عبداللہ بن ابیؓ کے بیٹے بن ماصر ہوا اور نہایت غلصانہ اور عقیدتدار طریقہ سے عرصہ خدمت کرے لگا کہ علیؓ اعموم ہر شخص جانتا ہے کہ میں اسلام کا صدق دل سے پیغمبر ہوں فرمانبردار ہوں اور حال تار لیکن اسی کے ساتھ ہی ساتھ تمام لوگوں کو یہ بھی معلوم ہے کہ باوجود کھر و صلاحت کے میں اس وقت تک اپنی باب کا تابعدار ہوں اور خدمت گدازہ حالانکہ میں اوسکے طریق و ملت سے بالکل برابریوں اگر صورت کی یہ مرضی ہے جیسا کہ سنا جاتا ہے تو باب کے قتل کی خدمت بھی کو دی جائے۔ میں حکم خدا و رسول کی متابعت میں بڑی خوشی سے خود قتل کر ڈالوں گا۔ اور اوسکی موت کی عزت کو بچا لوں گا اور اگر کسی غیر سے قتل کرایا گیا تو شاید میری غیرت میں اشتعال پیدا ہو جائے اور میں باب کے قاتل کو قتل کر دوں۔

انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عبداللہؓ کسی باتیں کرتے ہو۔ تم سے کس نے اوسکے قتل کی خبر کہی ہے۔ کیا قتل؟ میں تو قتل کی جگہ اوس پر خاص شفقت کرنے والا ہوں عبداللہؓ کو اطمینان ہو گیا۔ خدمت و بابرکت سے واپس آئے۔ حضرت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وعدہ کو یوں پورا کیا کہ عبداللہ بن ابی کے کفن کیلئے اپنی خاص قمیص مبارک کا ملبعت پہنایا۔ جنازہ کی نماز پڑھائی حضرت عمرؓ کو پھر اس موقع پر حرارت آئی۔ اور رہا گیا۔ بقول شبلی صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا داس بکریا۔ اور عرض کی یہ کیا کیا عات ہے۔ منافق کے مردے پر سار پڑھائی جانی ہے۔ لیکن شبلی صاحب لکھتے ہیں۔ دیر یا کرم کے ہاؤ کو کون روک سکتا ہے۔ لیکن ہمارا یہ قول ہے

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ مَسَاسِلَهُ

حمایہ ویلین رسالت کے تمام کاسے ستر حاسے والا ہے

حضرت عمرؓ اسرار رسالت کی حقیقت سمجھنے سے ابھی بہت دور تھے

حضرت جویریہ  
کا قصہ

حضرت جویریہؓ نبی المصطفیٰ کے سردار قوم حارث بن ابی ہزار کی لڑکی تھیں۔ جس و حمال میں مشہور تھیں۔ قید ہو کر آئیں۔ ثامت بن قیس صحابی کے حصہ میں پڑی۔ جویریہ کو بہت مناسب نہایت ناموزوں معلوم ہوا اور دستور عرب کے موافق انھوں نے مکاتبت کے قاعدے سے رو بہ دیگر ثابت سے اپنی فارغ خطی کرائی چاہی۔ ثامت جب مکاتبت پر راضی ہو گئے تو جویریہ کو روپیہ کی فکر ہوئی۔ یا س کچھ بھی نہیں تھا۔ بیرونی امداد کی ضرورت ہوئی۔ حصہ مراتب کی ضرورت اس قدر شدید تھی کہ اوس نے اس دست گیری کے اقدام پر جرأت دلائی۔ یہ بلا قید قوم و تنیلہ ہر شخص سے طالب اوراد ہوئیں۔ یہاں تک کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر حوالان امداد ہوئیں۔ حضرت عائشہؓ موجود تھیں۔ بیان کرتی ہیں کہ انکی صورت کی پاکیزگی دیکھ کر میرے دل میں گراہیت سی ہوئی کہ یہ کیوں آئیں۔ میں یہ سمجھی کہ ان کے مس و حمال کا اثر قلب مبارک رسول پر بھی ویسا ہی موثر نہ ہو جیسا مجھ پر ہوا ہے۔

شلی صاحب لکھتے ہیں کہ یقیناً یہ اس اسحق کی ذاتی رائے ہے لیکن ابن ہشام میں اس اسحق کا یہ قول ہم نے دیکھ لیا ہے  
سیاق عبارت سے ابن اسحق کا خاص قول یا او کی ذاتی رائے ذرا بھی معلوم نہیں ہوتی۔ ص ۱۷۰  
یہ فطرت سوانی کا مقتضی ہے۔ اور اس سے اس صف مارک کی برارت دشوار ہے۔

سرمحال جویریہ کی درخواست پر ارشاد ہوا کہ اس سے بھی اچھی تجویز نہیں تلوون اگر تم قول کرو۔ جویریہ نے عرض کی  
تلوئی جائے۔ کیونکہ میں قول کر دوں گی۔ ارشاد ہوا میں تمہاری رکابت کا کل رویہ ادا کر دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ تم مجھ  
سے عقد کر لو۔ جویریہ راضی ہو گئیں۔ روپیہ ادا کر دیا گیا اور اون سے عقد کر لیا گیا۔

یہ روایت ابن اسحق کی ہے مورخین میں ابن مسام نے اور محدثین میں ابو داؤد صاحب سنن نے اسی کو لکھا ہے  
لیکن شلی صاحب امام مندرہ کے اساد سے ایک روایت لکھتے ہیں جو اس سے زیادہ واقعیت اور حقیقت پر مبنی ہے۔ امام مندرہ  
کی یہ روایت وہ حافظ اس جگر کی فتح الباری سے نقل کرتے ہیں جو صحت و اعتبار کے لحاظ سے بھی کامل العیار اور زیادہ قابل  
اعتبار ہے۔ وہ یہ ہے۔

اصلی واقعہ یہ ہے کہ حضرت جویریہ کا باپ حارث (پھر وہی اردو کی حلطہ ترکیب) رئیس عرب تھا حضرت جویریہ جب  
گرفتار ہو کر آئیں تو حارث انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ میری بیٹی کنیر نہیں بن سکتی۔ میری شاں  
اس سے بالاتر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بہتر نہوگا کیونکہ جویریہ کی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ حارث نے جا کر جویریہ سے کہا کہ محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم نے میری مرضی پر رکھا۔ دیکھا مجھے رسول اللہ کرنا۔ اونھوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا پسند  
کرتی ہوں۔ چنانچہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے شادی کر لی۔ یہ وہ حدیث ہے جو حافظ اس جگر نے ابن مندرہ سے نقل  
کی ہے اور لکھا ہے کہ اسکی سند صحیح ہے۔ ابن سعد میں بھی یہ روایت مذکور ہے۔ ابن سعد نے طعنات میں یہ روایت بھی لکھی ہے کہ  
حضرت جویریہ کے والد نے انکا رفقہ ادا کر دیا اور جب یہ آزاد ہو گئیں تو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا یہی وہی  
حضرت جویریہ سے نکاح فرم لینے کی برکت ہوئی کہ تمام مسلمانوں نے اسیران ہی الصطابق کو یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ جس قبیلہ  
سے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت قائم کی ہم اونکو اپنا خادم و مملوک بنانا ترک ادب سمجھتے ہیں۔ مسلمانوں کا یہ شاندار  
ایشیادونکی عقیدت کا آج تک یادگار ہے۔

حضرت عائشہ پر غلط اہتمام  
قصہ افک  
حضرت عائشہ کے افک کا بھی یہی موقع ہے جسکی طوالت کو اس موقع بیان سے مناسبت  
نہیں وہ حضرت عائشہ کے خاص حالات میں بیاں ہوگا۔ لیکن انا کہہ دیا  
ضروری ہے کہ ان پر جو الزام لگایا گیا تھا وہ بالکل غلط اور بے اصل نکلا۔

## غزوہ خندق یا جنگ احزاب

(۱۲۳ ردی قعدہ شہ ہجری)

واقعہ بدر پہلے کے بعد سے مخالفت اسلام اور استیصال اہل اسلام کی تمام قبائل عرب میں حبشی حبشی سارشین ہو رہی تھیں اور واقعہ احد سے مدینہ پر حملہ آور یوں کی مختلف اقوام و قبائل میں جو طیت اربابان زیر توجیز ہو رہی تھیں وہ انفرادی قالب بدل کر مجموعی سیکرین جلوہ گر ہو گئیں اور مختلف مقامات میں جلوہ آرا ہوئے کی جگہ خاص مدینہ کی زمین پر ایک عظیم الشان اور طول طویل محاصرہ کی صورت میں واقع ہوئیں۔ جو اسلامی اور غیر اسلامی کتاوں میں آتشک غزوہ خندق یا جنگ احزاب کے نام سے مشہور ہے۔

جنگ احزاب اس لئے کہتے ہیں کہ عرب کے تمام غیر مسلم قومیں اسلام کے استیصال کیلئے آمادہ ہو کر آئیں تھیں۔ غزوہ خندق اسوجہ سے مشہور ہے کہ ابھرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے گرد خندق کو کھدوا کر دیا جس سے مداحارہ مقابلہ فرمایا تھا حبشیہ کے سلسلہ بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔

گٹھ عرب کی استیصال اسلام کیلئے عظیم الشان سازش تھی۔ اور سرکین قریش مکہ کی مقابلہ اسلام میں بحری کوشش اس عظیم الشان سازش میں قریش و یہود کے عناصر غالب تھے۔ اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ اس متمم بالشان سازش کے اصل متمم وہی تھے جنھوں نے صرف اسلام کی عام مخالفت اور استیصال یہ عرب کے تمام قبائل و اقوام کی چوبیس ہزار جمعیت ایک مقام پر جمع کر دی تھی۔ اس عظیم الشان سازش کی تفصیل یہ ہے۔

بنی النضیر کی جلا وطنی نے ادنیٰ قدیم کسی کو ترس کے علاقہ میں گویا کر دیا تھا۔ اس کا انھیں جفا قلع ہو گا وہ بیان کا محتاج نہیں۔ ان غیر متحمل صدمات سے عیدتاً تر ہو کر رؤسا بنی النضیر۔ سلام بن ابی الحقیق۔ حمی ابن باخطبہ اور کنینہ بن الربیع وغیرہ اکٹھا ہو کر مکہ میں ابوسفیان کے پاس آئے اور درخواست کی کہ اگر قریش استیصال اسلام میں ہمارے ہمد و شمش ہو جائیں تو ابھی ہم اسلام کو مٹا دیں۔

ابوسفیان کے لئے اس سے بڑھ کر مزدہ جالغز اور کہا ہو سکتا تھا۔ اس نے فوراً قبول کر لیا تمام عائد قریش رفتہ رفتہ جمع ہو گئے۔ اور حالہ کہ میں بیٹھ کر ہمد و شمش و پیمان کیساتھ نہما بین معاہدہ ہو گیا مکہ سے اوٹھ کر یسایان یہود قبیلہ عطفان میں پہنچے۔ وہی گویا طیارہ بیٹھے تھے۔ اس پر ادن لوگوں (یہودان ہی النضیر) کے اس وعدہ نے کہ اگر وہ انکے شریک ہو جائیں گے تو علاقہ حیر کا نصف حارح او کو برابر ملتا رہے گا۔ اور بھی ہی عطفان کو مستعد کر دیا عطفان جب اس سازش میں خود شریک ہو گئے تو انھوں نے اپنی مطلب قبیلہ سی اسد کو بھی اپنی طرف قہر و قہمت لیا۔ اور وہ ایسی امادی جمعیت کے ساتھ آگراں سے مل گئے۔



توسعد کا کثیر التعداد قبیلہ یوں کا خاص حلیف تھا۔ یہودیوں نے اذکو بھی ہلا کر اپنے ساتھ لے لیا۔ یہودی طرح قریش نے بھی ایسے متفرق اجزاء کی شیعہ مذہبی کر لی۔ قبیلہ بنو سلیم کے تمام لوگوں کو دعوت دیکر بلایا اور ایسی جمعیت میں ملا لیا۔ اور اسی طرح مخالفت اسلام کا یہ مجموعہ تیار کیا گیا جسکی تعداد پچیس ہزار سے بھی بڑھ گئی۔

یہ قبیلہ اسے کثیر سالانہ برمی اطمینان ہوا تو یہی قریش سے ریشہ دو انبان شروع کیں۔ سی قریش اس وقت تک غیر جانبدار تھے اور ابھی چند دن پیشتر وہ اسلام کے ساتھ معاہدہ صلح میں داخل ہو چکے تھے اس بار وہ خلاف ورزی نہیں کر سکتے تھے اس دشواری کے دفع کرنے کے لیے حمی بن اخطب جو کعب بن اسد کے پاس گیا جو قریش کا رئیس تھا۔ کعب نے پہلے تو امتیاط برتی کہ حمی بن اخطب کے ملنے سے بھی انکار کر دیا اور جب طوعا و کرہا ملے تو کہہ دیا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسے آج تک کوئی خلاف عدلی یا نقص ہمانی نہیں شاہدہ کی۔ اسی حالت میں ہی طرف بنو عبد مناف نامہ دی ہے یہ آدمی کا شیطانی آدمی ہوتا ہے پھر حمی بن اخطب کی جو بیانی سے یہودیوں کی طرف موم اور مسلمانوں کی طرف سے بھڑکا ہو گیا۔ اور مخالفت اسلام پتلا رہ گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہی قریش کی مدد عہدی کی جہتی۔ تو آپ نے تحقیق احوال کی غرض سے سرداراں انصار سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کو اپنے پاس بھیجا اور تاکید فرمادی کہ ان کے نقص عہدی کی خبر لیکر بھی جب ہمارے پاس آنا تو اس شخص کو ایسے مہم العاطلین بیان کرنا کہ کوئی سمجھے اور کوئی نہ سمجھے اس لئے کہ قریش کی علیحدگی کی جبر کا رواج اسلامی میں انتشار نہ پڑے اور یہی شہید ہو

سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ جب کعب بن اسد کے پاس پہنچے تو ان کے یوں بدلتے ہوئے تھے۔ اسلام کی طرف سے گویا بہر استیحا ہوا تھا۔ اور مخالفت کے جنوں میں وارفتہ ہو رہا تھا۔ ان لوگوں کے در اسے استغفار پر فوراً پس پڑا اور کھلے کھلے انکسار میں کہنے لگا۔ ہم نہیں جانتے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اکون ہیں۔ اور ان کا معاہدہ کیا چیز ہے۔

دربار رسالت کے دونوں اعلیٰ اوس کا جواب صاف منکر واپس آئے۔ اور بڑے حزم و احتیاط سے انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حقیقت حال عرض کر دی۔

یہی قریش جیسا کہ بیان ہو چکا ہے اپنی کثیر التعداد جمعیت سے مل گئے۔ تو اب گویا تمام عرب کی ہم ۲۴ ہزار سے زیادہ جمعیت کا مقدمہ لشکر سمندر کی طرح موعین ہوتا تھا اوس کی طرف بڑھا۔ اور عالمگیر سیلاب کی طرح چشم زدن میں مدینہ طیبہ کے چاروں طرف دور دور تک پھیل گیا۔ اسکی آمد سے سارا شہر دہل گیا قرآن مجید میں اس کا یوں ذکر آیا ہے۔

جب کہ جس اور کی طرف سے اور تب کی طرف سے آئے اور  
حسب آکھن ڈگنے لگیں اور کچھ سو گتیں لگ گئے۔ اور قمر حد کی  
سست طرح طرح کے گمان کر کے گئے تھے مسلمانوں کی حاجت کا وقت

إِذَا دَاوَمَكُمْ مَعِي فَوَيْلٌ لَّكُمْ وَمَنْ أَسْأَلَ مَكَّةَ وَ  
إِذَا دَاوَمَكُمْ لَأَنْتُمْ مَعَكُمْ وَكَذَلِكَ الْقُلُوبُ الْخَالِصَةُ  
وَكُلُّكُمْ بِاللَّهِ الْخُلُوفُ مَا هَذَا إِلَهُ الْخُلُوفِ

آگیا اور وہ سب کے سب اور در در سے لرزے لگے۔

دَرُّ لِرُّ لُوَارِ لُکَا لَکَا لَکَا لَکَا (سورہ احزاب)

لرزنے کی بات ہی تھی۔ مسلمانوں میں سب ہی تو خرد دل اور قوی بہت نہیں تھے۔ وقت ہی ایسا تھا۔ موجودہ حالات بھی ایسے ہی تھے۔ جو اضطراب قلبی کو بڑھا رہے تھے۔ مٹھی بہر مسلمانوں پر سارا عرب ٹوٹ پڑا تھا تمام معین مددگار حمایت و استعانت سے دست بردار ہو چکے تھے۔ اور جو بیگن ہر اسے زائد جمعیت والی وجہ گران کا مقابلہ تھا۔ اگر پہلی جہازیں میں نہیں تو ابکی بارخود مسلمانوں کی لگا ہون میں استیصال کے خطرے دکھلائی دے رہے تھے۔ لیکن ہر شخص۔

اندر جو چاہے گا کرے وہی سب جہزوں پر قادر ہے

وَاللّٰهُ لَفَعَلْ مَا لَيْسَ اَفْوَهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

یرتکیم کر کے غمخوش تھا۔

قریش کا لشکر عظیم تین حصوں پر مقسم تھا قبیلہ عطفان عینہ بن حصین فرازی کے ماتحت رکھا گیا۔ جو قبیلہ عطفان میں بنو اسد وغیرہ کا رئیس تھا قریش اور ان کے تمام قبائل و حشائر اور ہم معاہدہ قوموں کا سردار عثمان ابن طلحہ اس ابی طلحہ تھا اور ابو سفیان ان سب کا سید سالار کل یا کما تڈراں چھپا تھا

حجاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس لشکر عظیم کی خبر مدینہ میں ملی تو آپ نے ایک مجلس خاص میں صحابہ سے سورت فرمائی۔ حضرت سلمان الفارسی ایرانی نژاد تھے۔ اپنے ملک و قوم کی بڑھی بڑھی لڑائیاں طرز جنگ اور طریق مقابلہ دیکھتے ہوئے اور خندق کھود کر غنیمت سے لڑنے کی ترکیبوں کو خوب واقف تھے اس لئے انھوں نے اپنے ملک کے دستور کے موافق عرض کی کہ اپنی قلت اور غنیم کی کثرت کے موقع پر بلوک ایران خندق کھود کر مقابلہ کرتے ہیں اور اس ترکیب و تدبیر سے اپنے کثیر التعداد غنیم کے مقابلہ میں اکثر کامیاب ہوتے ہیں۔

صلاح نیک تھی اور تجویز مناسب۔ بلا اختلاف منظور کر لی گئی۔ مسلمانوں کی تمام و کمال جمعیت میں ہر اسے زائد نہیں تھی سب کے سب ایک جگہ جمع ہوئے اور بلا اختیار و اختصاص ہر شخص مزدور بن گیا پھاڑا لیکر خندق کھودنے لگا اور مٹی بھینکنے لگا۔ سرور کائنات بھی انھیں مزدوروں میں تھے چونکہ شہر کے تنگ مکانات اور نخلستان ایسے کثیر اور عظیم انسان تھے۔ جو شہر بیاہ کی ضرورت کا کام دیتے تھے۔ شہر کا اکیلا شامی رخ مالکل کھلا ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی خندق خندق کھودی جانے کا حکم دیا۔ اور کام شروع ہو گیا۔

خندق کھودنے کا انتظام یوں کیا گیا کہ دس دس آدمیوں پر دس دس ہاتھ لہبی اور باجج باجج گر عین خندق طیار کر کے کے لئے زمین تقسیم کر دی گئی۔ یہ تمام جماعتیں بڑی مستعدی اور کامل تندہی سے کام کرنے لگیں۔ انھیں جماعتوں میں ایک فرد رسول اللہ کی خاص ذات اقدس بھی تھی۔ آپ بھی عام مزدوروں کی طرح مٹی کھودتے تھے اور برابر بھینکتے تھے اتفاقاً کبھی حصہ زمین میں ایک پتھر کی چٹان نکل آئی۔ سارے مسلمانوں نے ہزار زور لگایا۔ لیکن وہ پتھر نہ ٹوٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ آپ اپنا کام چھوڑ کر بھاڑا لے آئے اور ایک ضرب اُس پتھر پر لگائی کہ وہ چور چور تھا شلی صاحب

لکھتے ہیں یہ زور رسالت تھا۔ ہم ادو کو یاد دلانے ہیں۔ حمايت سے کیا واسطہ یہ روحانيت کی قوت تھی جسکے ذکر مخصوصہ کو آپ برابر قلم انداز کرتے آتے ہیں۔

رسالت کی مزدور شاں ہیج ہی ہیں تھی۔ اس سے قبل مسجد نبوی کی تیاری کے وقت بھی بیکر رسالت ہی شاں خاص میں جلوہ نما ہو چکا ہے۔ تمام صحابہ ہما جو انصار ملا خیال مراتب مٹی کو دے جاتے تھے اور اپنے فرائض کی ادکار بون کی خوشی میں ہم ادو کو کرکتے جاتے تھے

ہم لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر

محی الدین مایعوا محمد

سب اسلام کی ہے اور ہم بہتہ اسیر قائم رہیں گے

علی الا سلام مہ ما قیما اسدا

ان وقت آئندہ ہم آئے عقیدت کو مس کر۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوسی بہیت وستان سے کہ گرد و غبار سے عبات رسالت آوہ تھی یوں رحر حواں لے۔

اگر دعا ہے ہاں ہاں حاص عطا فرمائی ہوتی

واللہ لوکا اللہ ما اھدیا

تو ہم مدد دیے کی اور ہمارے ہی کی تو میں ہوتی

ولا نصد قنا ولا صلیا

دعا ہے ہم لوگوں پر سکیر اقی مارل مسد یا

ما ولما سکیتہ علما

اور اس نے ہما تات قدسی عطا فرمائی

وست الا قدما لاقیا

کہ ہم اد کے لقاے قدس سے سرف ہوں

ان الا ولی قد علما

وسی ہما اس ستر دو گار ہے ادکی محالعت کو نوح

ادا ادا دوا مٹہ انیا

یہ جملوں نے ہم سے عادت کی۔ ہم پر جلا کا قصہ کیا اور ہمارے دین سے انکار کیا۔

تمام موبصین و محدثین کا اسیر اتفاق ہے کہ لفظ انیا پر یہو بیکر آپ ادو کو ملد فرما دیتے تھے۔ اور اسی لفظ کو بیکر

کہتے تھے سیرۃ النبی کو الہامی

اسی رچو کے ساتھ ہما حر و انصار کے لئے دماے خیر بھی فرماتے جاتے تھے۔

یہ وہ لگا کوئی حیرت کی حیرت ہتر نہیں ہے

اللہم ما لا خیر الا خیر الا حود

تو انصار اور مہاویں کے امور میں بکت عطا فرما

ماسرائف فی الانصار والمہاجرو

یاد ہو گا کہ مسجد نبوی کی تعمیر میں سب سے زیادہ حضرت عمار بن یاسر کے کام کرنے کی خصوصیت لکھ چکی گئی ہے۔ اسی

طرح حضرت خندق میں حضرت سلمان الفارسی کی محنت شاقہ خصوصیت سے لکھی گئی ہے جناب سلمان روز تو باج گزار بھی

اور باج گزار گہری خندق کو کر پٹا رکرتے تھے۔ اور ہر شخص انکی اس محنت اور اس جہالت سے کام تمام کر کے یہ ٹھٹ کرتا تھا

جو کہ اس میں خاص میں یہ ہمارت کامل رکھتے تھے اس لئے ہر شخص اصین کی ہایت حاص سے کام کرتا تھا۔ یہاں تک کہ

مجاہدین نے کہنا شروع کیا اَلْسَلَامُ مِثًا سَلَامٌ تَوْہِمٌ لَوَکُونِ مِینَہِینَ۔ انصار نے سنا تو کہا اَلْسَلَامُ مِثًا سَلَامٌ تَوْہِمٌ لَوَکُونِ مِینَہِینَ۔ لیکن حقیقتاً شکے تھے۔ جب اوس نے سنا تو ارشاد فرمایا اَلْسَلَامُ مِثًا اَهْلُ النِّبَیِّ۔ سلمان تو ہمارے اہلبیت کے ایک فرد خاص میں ہیں طبری ص ۱۴۸۶ روضۃ الاحباب ص ۳۱۶ مدبران قدرت ایک طرف تو اہل ایمان کی حمایت و نصرت کا ساماں کرتے تھے۔ دوسری طرف اتلا و مصیبت میں اوکی جگر داری و یاد داری کا امتحاں بھی لیتے جاتے تھے تفصیل یہ ہے۔

ساتھیں کی | مدینہ میں مہینوں پہلے سے فحش تھا۔ خرمے کی بوری فصل ماری گئی تھی۔ اس لئے حوراک کی کمی تھی۔ عرب کی فوجوں کی بلچل کی دھ سے بیرونی رسد کا سلسلہ بھی بالکل مستقطع تھا۔ تمام عسرت تنگی اور فقر و فاقہ تھا۔ اوس پر مرید۔ دن رات کی تسد تیر ہوا۔ اور ابر و باراں۔ کئی کئی دن کا فاقہ۔ دل دن بھر تھری زمین کا کھودا۔ ایسا سخت اور دستوار گدار کام تھا کہ بڑے بڑے دلیروں کے کیجے بے جاتے تھے۔ جی جھوٹے جاتے تھے۔ مسلمانوں کے ساتھ ابھی تک فوج منافقین بھی شمار میں داخل تھی۔ سب سے پہلے وہ ان تکلیفوں سے عاجز آ کر پہلو بھاگے گئے اور کھلے کھلے لفظوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہے گئے کہ ہم تو شہر میں واپس جا لیں گے ہمارے گھر اور بال بچے ٹھوٹھ ہیں۔ قرآن مجید میں انکے حلوں کا یہ ذکر ہے۔

لَقَوْلِهِمْ اِنْ مِیْوُتْنَا عَوْسًا رَمٰیہُ لَعَوْسًا | کتھے ہیں کہ ہمارے گھر ٹھٹھے ہوئے ہیں وہ کھلے توہین ہیں  
اِنْ یُضْرِبُوْا ذٰلَکَ اَیْدِیْہُمْ اِذَا یَدُوْا رَمٰیہُ (احزاب)

رحمت عالم کے پاس اکی مکارانہ درخواست پر۔ سوائے ایجاب و منظور سی اور کیا تھا۔ شہر میں بوٹ جانے کی اجازت مل گئی اور وہ سب کے سب ایک بار چلے گئے۔ لشکر اسلام کے موجودہ مجموعہ میں اور کمی آگئی۔ پھر کیسے نازک موقع پر کہ دشمن کے لشکر گران کی آمد کا یہ عالم تھا کہ اب آیا اور اب آیا

انکا چلا جانا کوئی نئی بات تو تھی ہی نہیں۔ غزوہ احد میں بھی ان لوگوں نے ایسا ہی کیا تھا۔ انکے چلے جانے نے ہلاک ہوئے مسلمانوں کا کچھ بگاڑا نہیں لیکن اکثر اہل اسلام ان کی نفرتی کے اثر سے حالی بھی نہیں رہے۔ اکثر نرم دل مسلمان کچھ تو بالطبع فالت ہو کر اور کچھ جھوک۔ پیاس شدت کی سردی اور رات دن کی ہوائے تند سے عاجز آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور جھوک کی شدت رسد کی کمی کی شکایت کرنے لگے۔ تصدیق جھوک کی شدت | بیامات کے لئے اپنے اپنے پیٹ کھول کر دکھلا دے جو پیٹ سے لگ کر تھوہ ہو رہے تھے۔ اور جھوک کی شدت روکنے کے لئے غریبوں کے پیٹ پر ایک ایک پتھر بندہ ہوئے تھے۔ عرب میں دستور تھا کہ جھوک کی شدت روکنے اور مستقیم القامت رہنے کی غرض سے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔ ان لوگوں نے بھی دستور و عادت کے موافق اس وقت یہی کیا تھا۔

جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حالت راز دیکھ کر سجدہ طویل ہوئے۔ لیکن آپ نے جب ان کو سامنے  
ایسی قمیص کا دامن اٹھا کر ایسا شکم مبارک دکھلایا تو ان کے دہائے حقیقت کھل گئے۔ دیکھا کہ رسول کے پیٹ پر ایک  
کی جگہ دو دو پتھر بندھے ہیں۔ اس حالت کے دیکھنے کی کسے تاب تھی۔ تمام دیکھنے والوں کی آنکھوں سے بیاہرہ آنسو  
جاری ہو گئے۔ سب کے سب مادم ہو کر عرض خدمت کرنے لگے۔ کہ ہمیں معلوم ہوتا کہ حضور ہم سے زیادہ بھوکے ہیں  
تو ہم کبھی دعا کے اظہار کی حرات نہ کرتے۔ ارشاد ہوا کہ ہر حالت میں بھوکا اور نمکونہ خدا کے حکم پر قائم اور اس کی  
رعایت و کرم پر متوکل رہنا چاہئے۔

حاجہ طاہرہ	حقیقتاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تسلسلہ فاقہ تھا۔ اس لئے کہ تیس دن سے اس قدر
رسول کی خدمت	مشغولیت طبعی ہوئی تھی کہ دولت سرانگ جا سکی فرصت ہی نہیں ملی۔ اور صبر و تسکین
	کی وجہ سے انہماج مضمرات بھی کوئی سامان نہ کر سکیں۔ اس کی خبر جب ام المومنین حضرت زینب کو ملی تو یہاں تک کہ ایک
	بارہ ٹان۔ جو گھر میں موجود تھا۔ لیکر حاضر خدمت ہوئیں۔ امام اکبر میں علامہ طبری الشافعی دھارنہ العقیلین میں لکھتے ہیں
	عن علی قال کنا مع امی صلی اللہ علیہ وآلہ
	ومستند فی حفر الخندق اذ جاءته طامعة
	تکمرۃ من خلدی وخالۃ احدی لاسی جبتک
	مہ ہذا لکسرۃ فقال ما یبیتۃ ابحا لا ذل
	الکدام دخل فی فہما یدک صدقۃ ثلاثۃ ایتا ۴

لقین وان کریمین دن کے حادثہ کے بعد پہلی چوڑک بچے کو ترسے باپ کے گھر میں پڑی ہے۔ عوالدینہ العودہ امام سلیمان القندوزی علیہ السلام ص ۱۴۵  
العصر خندق کھد کر تیار ہو گئی۔ قریش کا بیٹا کی دل لشکر بھی آگیا اور انھوں نے مدینہ کو گمبہ  
کی طرح بیچ میں لیلیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفظاً مقدم کے خیال سے اپنے اوصیاء کے  
عیال کو قلعہ میں پھیرا اور حسان بن ثابت کو انکی حفاظت پر تعینات کیا۔ تمام لشکر خندق کے پاس پار جمیع جواں آنحضرت  
صلی اللہ علیہ وسلم نے جبل سلج کو جو بالکل متصل تھا پشت پر لیکر صف آرائی کی لشکر اسلامی میں حصوں پر تقسیم کیا  
گیا۔ اور خندق کے تین مختلف حصوں پر مقرر کیا گیا۔

بیم حارہ میں رسول اللہ	محاصرہ کی مدت کے ساتھ شدت بھی بڑھتی جاتی تھی۔ دن کی ہولنے تمد کے بعد رات کی سردی
لکھنؤ کے تھکے	قیامت پر پاکردینی تھی۔ اس پر بانی پڑنے لگا تھا تو تعلیم و مصائب میں اور اضافہ ہو جاتا
	تھا۔ ایک بار رات کو ایسے ہی بانی رستا تھا اور زور و زور سے ہوا چلتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخالفین کی طرف سے
	حملہ کا اندیشہ ہوا تو آپ نے تحقیق کرنی چاہی۔ خیمہ کے اندر ہی سے آواز دی۔ سب اپنے اپنے خیموں میں سردی کی وجہ سے



جبکہ یہ دغیر کے نصف محاصل کی حریدار اپنے ہمراہ لائے تھے اس شرط پر مصاحبت کی سلسلہ عتباتی کی گئی کہ وہ خبر کی حلقہ مدیر کی نصف میداوار لیلین اور قریش کا ساتھ چھوڑ دیں۔ وہ راضی ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤسائے انصار سعد بن معاذ و سعد بن عبادہ سے اس امر خاص میں مشورت فرمائی۔ دونوں نے متفقہاً اسے احوال مندی اور اوتھما وغیرت سے عرض کی کہ یہ کیا ارشاد ہوتا ہے۔ ہم نے ایامِ حیات میں تو اس دلیلِ قصیدہ کو ایک کوڑی حراج میں دی ہیں۔ اب ایسی حالت میں کہ حد کے فضل و کرم اور اسلام کے فیض قدم کی بدولت ہم طرح و قحطال ہیں۔ طاقتور ہیں۔ صاحب اختیار و اختیار ہیں۔ تو اب انکو حراج دیکر کوئی فکر اس بے عزتی کا دل لگا سکتے ہیں۔ اگر یہ مصاحبت خدا کے حکم سے کجیاتی ہے تو ہمیں کوئی عذر نہیں۔ اور اگر کسی کی تحریک سے یہ تجویز ہے تو ہمیں منظور نہیں۔ ارشاد ہوا کہ ہم نے تو تمہاری پریشانیوں اور غریبانیوں کو حلد رفع کر دیے کے خیال سے یہ تدبیر نکالی تھی۔ تم جب خود طہنج ہو تو اب تم سے زیادہ مجھے اطمینان ہے اس کے بعد معاہدہ کا کاغذ سعد بنے ایسے ہاتھ میں لے لیا۔ اور اذکی لکھی ہوئی عبارت منادی طری میں لکھی۔

حضرت معمر کی ہمدان وار  
حرأت و دلیری  
اور بیان ہو چکا ہے کہ ایک خلعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خیال اور صحابہ کے خیال کو رکھ کر حسان ان ثابت کو اذکی حفاظت و نگہ رانی پر مقرر فرما دیا تھا خاصہ وہ مقابلے والے دن  
بنی قریظہ نے سورتا کے قلعہ پر چڑھ کر بجائے سکونت سے متصل تھا۔ نامردانہ وار حملہ کرنا چاہا۔ چنانچہ ایک یہودی قریظی اس عرض سے چکر قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا۔ اور قلعہ میں اندر جانے اور حملہ کرنے کے موقع ڈھونڈنے لگا۔ حضرت صدیقہ بنت عبدالمطلب آپ کی بیوی نے دیکھ لیا۔ مستورات کی حفاظت پر حسان بن ثابت قید تھے۔ ان سے کہا کہ اذکر اسکو قتل کر دو۔ ورنہ ہمارے دشمنوں کو پتہ دے گا۔ حسان شام و الطبع میدان خیال کے مرد تھے۔ نہ میدان قتال کے۔ اس کے علاوہ۔ بھول جملی صاحب انگوا ایک حاضر ہو گیا تھا جس نے اوس میں استقد رعبین میدا کر دیا تھا کہ وہ لڑائی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس بنا پر انھوں نے حضرت صفیہ سے اپنی مجبوری ظاہر کی اور کہا کہ میں اسی کام کا ہوتا تو یہاں کیوں ہوتا۔ یہ سن کر حضرت صفیہ نے خیمہ کی ایک چوب اٹھا کر لائی اور قلعہ سے اذکر کی دوی کے سر پر اس زور سے ماری کہ اذکر کا سر پھٹ گیا۔ حضرت صفیہ قلعہ پر چلے آئیں اور حسان سے کہنے لگیں کہ اس کے ہتھیار اور کیڑے جھین لاؤ حسان بولے حامید بیچے۔ ٹھکرا اسکی ضرورت نہیں۔ حضرت صفیہ نے کہا اچھا اس کا سر کاٹ لاؤ۔ اور قلعہ کے بیچے جھین گدہ کہ یہودی مرحوب ہو جائیں۔ لیکن یہ حدیث بھی حضرت صفیہ ہی کو احکام دینی ہوئی۔ یہودیوں کو قین ہو گیا کہ قلعہ میں بھی کچھ فوج ہے۔ اس خیال سے بھر کسی نے بھڑکی جوات نہ کی۔ سیرۃ النبی ص ۳۱۵ کو الدفاترانی با سادہ طرالی داوینیل بسند صحیح جلد دوم ص ۱۶۹۔

عاصم بن ہمدان  
کی تہذیب  
حاضرے میں کفار بڑی حدت کرنے لگے اور دھلانے اور مسلمانوں کو ستانے اور مرفوب بنانے کی غرض حاصل سے افسانہ عاقبہ کی تکمیل میں پہنچاتے تھے خندق ایسی عامل تھی کہ اس پار آنے سے تو مجبور تھے لیکن تاہم اوس پار خندق کے کچھ گروہ لڑتے ہوئے مسلمانوں پر پتھروں اور تیروں کا حیر برساتے تھے۔ بعض دریدہ دیں رد لیں۔



سخت کامیوں اور بد زبانوں سے اپنے دل کے بنار کھاتے تھے۔ لیکن مسلمان بھی باوجود اتنے مصائب کے بھی اونکو ہمیشہ کھانکے۔  
 جواب دیتے تھے۔ قرآن محمدؐ کی اس طرف ان الفاظ کے ساتھ اشارت فرمائی گئی ہے۔

وَمَكَرُوا الْمُؤْمِنِينَ الْأَخْضَارَ قَالُوا هَلْ هُمْ إِلَّا  
وَعْدَةُ اللَّهِ ذَرُّهُمُوعَدَةٌ ۖ لَصَدَّقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ  
وَمَا رَأَوْهُمْ إِلَّا إِيمَانًا وَتَسْلِيمًا (احزاب)

مسلمانوں نے قتال کی وجہ دیکھیں تو بول ادا کیے کہ تو وہی ہے جس کا  
وعدہ دیا ہے اور لوگ رسولؐ کے کیا کیا وعدہ ادا کر رہے ہیں تو دیکھتے ہیں  
اور اس کی اونگھتیں دیکھتے ہیں کہ اور کون سا رسولؐ آیا۔

ماہی مقام	خاصہ کی سختی اور طول سے ایسے محصورین اسلام ہیں جنہیں پھر ان کے لئے رستہ کیں عرب سے
اور	تکلیف سفر۔ دیار غیر۔ اور روزانہ تاکہ مایہ یون سے حسرت اور بیدل ہو رہے تھے۔ ایک مخالفت
عمر بعد کی ستار	اسلام کی دل سے ایسی لگی تھی جو روہ کے انگوٹہ تازہ دھو کر دیتی تھی۔ آخر کار کھارے باہمہ دستور سے
آہوج سلام پرانہ کا	روز روز کی کشمکش کو کسکو کر دینے کی یہ ترکیب نکالی کہ تینیں محرم شہر جری کو عمر بن عبدود کو۔ جو
عرب و سلطوت	عرب کا مشہور رستم دستان تھا۔ ایک دستہ توج کے ساتھ فوج اسلامی سے خارجہ کن جبکہ کرے کے
لئے صبح ہی سے بھجھ دیا۔ یہ دستہ عرب کے انھی کی نظر کار یوں کا لشکر تھا جس میں عکرمیل بالی اہل بیہرون الی دہب اور	
مرداس الحاربی وغیرہم شامل تھے اور ہیلو ان کا یہ دستہ دو مشہور شجاعاں عرب خضر ابن الخطاب (حضرت عمر کے بھائی)	
اور لولعل بن عمار اللہ کے رہبر کان تھے۔	

کفار کا یہ عزائم و مکاری دہری کے ساتھ جڑتا ہوا لشکر اسلامی کے سامنے اوس مقام پر اکٹرا ہوا جہاں خندق کا عرض نہایت کم تھا اور ایسے جوت بہت من خندق کے اس پار ہو جاتے کا یو را مادیہ کہلید سور اتفاق سے لشکر اسلام عین عید و عی صورت دیکھتے ہی اسی طرف سے ایسی موجودیت - خون اور میدانی کا اٹھار کیا کہ کوئی بھی اس پر ہستی ہو نی سیل کو نہ روک سکا - عین عید و عید و عید کے جنگ کا آخر نہ کار تھا - سمجھ گیا کہ مقابل پر ہماری سلوت کے سکے جم گئے - پھر کیا تھا - ٹھوڑے کو اڑ لگائی اور وہ خندق کے اس پار تھا -

خندق کے اس پار آکر جس کے لئے تیغیں دلوں سے بھراؤ گد کشین کھجائی تھیں۔ عمر بن عبدود نے یقین کر لیا کہ اب کیا ہے جنگ کا میدان لے لیا۔ اور اس کامیابی کی برہمچی میں آواز بلند سے مہار بھلی کرتے لگا۔ یہی ہم عمر بن عبدود کے مختصر حالات شہی صاحب کی رمانی نقل کرتے ہیں۔ اوس کے بعد اوس کے رعب و خوف سے لشکر اسلام میں جو عالم اضطراب طاری ہوا تھا ایمان کو رمن گئے شہل صاحب لکھتے ہیں۔

ان میں سب سے زیادہ دشمن بہادر عمر بن عبد روتھا۔ وہ ایک ہزار سوار کے برابر مانا جاتا تھا۔ جنگ بدر میں دشمنی ہو کر  
واپس چلا گیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ جب تک انتقام نہ لوں گا۔ بالوں میں قیل نہ ڈالوں گا۔ اس وقت اوسکی عمر پچیس کی  
تھی۔ مسیحی قہ السی ص ۳۱۳

عمر بن عبدود کی مطوت آج ہی سے سین ملکہ سالہا سال سے اہل عرب کے دلوں میں بے شکے چھائی تھی۔ یہ تو اد کا اتفاقی مسئلہ تھا کہ وہ تہا نزار آدمیوں کے برابر ہے۔ پھر ہمارے مقابلہ میں شکرا اسلامی میں۔ کون تین واحد الیہ کلمہ والا تھا۔ جو اس کے مقابلہ کو اکیلا نکلتا۔ سب کے دلوں میں نیکے لگے تھے۔ دلوں میں کبکی پڑی تھی۔ فوج کے اسطرف سے اسطرف تک عوامی کاموں کا عالم تھا۔ ہر شخص سربراہوں اور فوج میں متعلق تھا۔ حضرت تیرازی اس کے عالم اضطراب کو ان جید الفاظ میں لکھ کر دکھلاتے ہیں۔

تمام اصحاب رسول کھڑے تھے اور کچھ رولتے تھے جیسے اوں کے سر دل پر جاو رہا تھا۔ کیونکہ وہ عمر بن عبدود کی دلا ری و شجاعت کو مانتے تھے

یا ایاں رسول ہمہ الاستادہ بوزند و بیچ می گفتند  
کاشما علی روسہم الطیر چہ دلاوری و شجاعت  
عمر بن عبدود رومی دالستند

معارج النبیۃ اور صیب السیر وغیرہ کی مرویات سے مستعد ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے اسکی آواز کو پہچان کر کہا۔ یہ تو عمر بن عبدود ہے مجھ اس دین عرب کی بنیاد پر شجاعت و دلیری کا وجود ہے جو کچھ ہے۔ اور وہ یوں ہے کہ ایک بار عمر بن سیر اسکا ساتھ ہو گیا اثنائے راہ میں ڈاکو ہمارے قافلہ پر ٹوٹ پڑے۔ تنہا اسی شخص نے فزاقوں کی جماعت کتیر سے مقابلہ کیا اثنائے مقابلہ میں اسکی سیڑ ٹوٹ گئی۔ تو فوراً ایک اوٹ کے کچے کی ٹانگ تمام کر اسکو ایسی سیر نالیا اور قرقاع کے دار و کلتا رہا۔ یہاں تک کہ تمام فزاقوں کو اسی ایک نے مار بگایا۔ میں اسکی عظیم طاقت و شجاعت دیکھ کر حیران ہو گیا۔

ایک تو تمام فوج اسلام پر یوں خوف طاری تھا۔ اس جتیم وید واقعہ کی نقل سنے اور جو اس بابتہ کر دے۔

حضرت علی کی بیعت مروت تمام مخفی اور مورخین کا اسیر اتفاق ہے کہ لشکر اسلامی نے جو بیعت مروت کیا۔ شوشی ویت بہت کے خلاف عمر بن عبدود سے مروت اور حضرت علی مرتضیٰ نے عمر بن عبدود کی آواز سننے ہی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں عمر بن عبدود کی امانت دے دی۔

عمر بن عبدود کے سوال کے جواب میں حضرت علی نے اؤٹھ کر کہا کہ میں ہوں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روکا۔ اور کہا کہ یہ عمر بن عبدود ہے۔ یعنی یہ ایک سردار و بزرگوار مرد میدان ہے اور تم بے وقوف و دلیر۔ برابر کاوڑہیں۔

تھوڑی دیر اور مقابلہ کا انتظار کر کے عمر بن عبدود نے پھر بڑے زوروں سے ساز و طلبی کی۔ حضرت علی مرتضیٰ نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پھر اجازت جنگ چاہی۔ جب اس سردار کائنات کا یہ رویہ جواب تھا۔

عمر بن عبدود نے پھر کچھ انتظار کر کے تیسری بار ایک عیرت دہ شان میں پکارا حضرت علی مرتضیٰ نے پھر ویسے ہی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اجازت حرب کی درخواست کی پھر ارشاد دیا کہ یہ عمر بن عبدود ہے۔ یعنی صاحب تحریر رہاتے ہیں کہ حضرت علی نے جواب میں عرض کی کہ ان میں جانتا ہوں یہ عمر بن عبدود ہے۔ عرض آپ نے اجازت دیدی۔ خود دست مبارک سے تلوار عیادت کی۔ سر پر جامہ باندھا ص ۳۱۳۔

ستہلی صاحب کی احتیاطی رسیدی کے یہ خاص مقامات ہیں۔ آپ کی کوثر رقمی اس سے زیادہ تفصیل کی محو نہیں

تھی۔ اس لئے آئی ہی پر کفایت لگائی لیکن امام ابن طلحہ الشافعی اپنی کتاب مطالب السؤل میں امام احمد بن حنبل سے علامہ طبری الشافعی کتاب ذخائر العقبیٰ میں محدث تباری روضۃ الاحباب میں اور محدث دہلوی مدارج النبوة میں تحریر فرماتے ہیں کہ عمر بن عبدود نے تیسری بارہل میں مبارکہ کافروں کو مار کر یہ عبرت دہاں آ رہی ہے۔

ولقد لحت من المداہ	لحمک کھل من ماسر
ووقعت اذ حبس انتحاع	عوقف السطل الماحز
وکن لك انی لمارل	متسعا محو المهر اهز
ان انتحاعه فی البصر	والحید من حید العراهر

ترجمہ۔ تحقیق کہ میری آواز ہم لوگوں کو کھل میں مادیہ پکارتے پکارتے تھک گئی جب صادر امر دی کرتے تھے میں دلیروں کی صف میں کھڑا تھا میں اسی طرح لوگوں کو بے طرف دہاتا تھا کیونکہ جو امر دے کے لئے سعادت اور سعادت مست ایچ صحت سے مدارج العالیہ لاہور طراز میں ۲۱۸

حدیث رسول سے حافظ جمال العزیز فضل اللہ محدث شیرازی۔ حدیث رسول سے حضرت علی کی یہ نصیحت ہو سکی کیفیت ان العالیہ حضرت علی کی نصیحت میں بیان فرماتے ہیں

لیس حضرت شمسہ عود و النفا ر الیہ داود و رعد و را دوسے پوتہ امید و دستار عود را سر دوسے ہمارا دور وایت آنکہ عامہ ار رائے وے ست و لغت اللہ اعاد علیہ۔ مارا داما علی را یادی دہ بر عرس عید و دور وایت آنکہ دستہا و دورا بر داشت السوے اسماء و لغت الی عبیدہ را در رورید را زمین گرفت و حمزہ را در روزا حد از من جدا ساختی و این علی است را در زمین و پس عمر من فلا تدانی خودا داس حیر الودائی	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی تواریخ میں دو الفاظ نصرت علی کو عاقبت کی اپنی روایہ انہوں سے یہاں ایسی دستار مارک اوکے سر پر رکھی۔ اور ایک روایت کے موافق انکے سر پر ایسی دست مارک سے ہمارا باد اور کما ہوا تو عمر کے مقابل میں علی کی دگر اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنے اٹھ آسمان کطرف ملکہ کے اور کما کئی تو نے عیدہ کو دے کہ میں نے لیلیا اور جوہ کو اس کے دن محسوس نہ کیا یہ علی میرا بھائی اور اس عمر ہے تو مجھے تسارہ سدا حالہ کو تو سب سے ہتر وارت ہے۔
---	--

امام ابن طلحہ الشافعی۔ مطالب السؤل میں لکھتے ہیں کہ یہ مجاہد فی سبیل اللہ اس شان سے رخصت ہو کر عرس پر عبدود کے مقابل میں اوسکی رجر کے جواب میں ایسے یا شاعر پڑھتا ہوا ہوا۔

یا عمر و یحک قد اتاک	محب صوتک عید عاحو
دوسية وعبیوة	والحق محی صکن فاکو
انی لا دروا ان اقیتم	علیک التامحة العجاثر
من صریة تقی دیسقی	دکرها عید المهر اهز

ترجمہ۔ اسے عمر۔ تجھ پر افسوس ہے میرے پاس وہ آ رہا ہے تو میرے آوار کے جواب دیے میں مانع نہیں ہے اور صاحب ارادۃ و بصیرت ہے۔ اور یہ ہے کہ ایک غیر درمند کو حیات دیے والا ہے۔ میں بیشک امید رکھتا ہوں کہ میں لوٹ ہی عورتوں کے میں تجھ پر جاری کراؤں گا ایک ایسی سرسے کہ تو ماہو ہو جائیگا اور معروکوں میں میری صرب کا ذکر مانتی رہ جائے گا۔

حضرت علیؓ اور عمرؓ عدو  
شملی صاحب لے ملازم معرفت جانبیں کی وقت مقابلت مکالت شروع کر دی ہے۔ حالانکہ یہ مقام کے وقت مکالمہ  
عرب کے دستور جنگ کے مانع خلاف ہے۔ جسے آپ جنگ مدرین۔ کفار قریش اور انصار مدینہ کے متعلق خود تفصیل سے اوپر لکھ کر ستلایکے ہیں۔ جنانحہ امام ابن طلحہ السامعی مطالب الرسول بن مکالت کی ابتدا معرفت سے یوں کرتے ہیں۔

جب حضرت علیؓ مرتضیٰ عمر بن عمروؓ کے پاس پہنچے تو اس نے آداب جنگ کے مطابق آپ سے ایک حسب نسب دریافت کیا تو حضرت علیؓ نے کہا انا علی بن ابی طالب اس عقد رسول اللہ و صلہ۔ میں علی بن ابی طالب ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی اور داماد۔ عمر متعجب ہو کر کہنے لگا تم انی طالب کہے بیٹے ہو۔ ابی طالب تو میرے بڑے دوستوں میں سے تھے۔ تم لوٹ جاؤ۔ مجھے یہ گوارا نہیں ہو سکتا کہ میرا نذرہ تم کو رخمی کرے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اسے عمر یہ باتیں چھوڑ دے۔ جو میں کہتا ہوں سُ۔ اگر تیرا جی چاہے تو تو میری بات کو مان لے۔ ورنہ میں عمر بولا کہو۔ کیا کہتے ہو۔ آپ نے کہا۔ تمام عرب میں تہو ہے کہ تو اپنے مقابل کی تین باتوں میں سے ایک بات کو ضرور اس کی درخواست کر لے کیوقت قبول کر لیتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو میری بھی تجھ سے تین درخواستیں ہیں۔ اول میں جو تجھے پسند ہو اس کے مطابق عمل کر۔ عمر بن عمروؓ دہو دہو لے۔ کہو۔

پھر عباس سے یوں مکالت شروع ہوئی۔

حضرت علیؓ۔ میری پہلی درخواست یہ ہے کہ تو دیں اسلام کو قبول کر لے اور مرنے کے وقت یہ ہدیہ خدا کے دربار میں اپنے ہمراہ لیتا جا۔

عمر بن عمروؓ۔ یہ مجھے کسی طرح قبول نہیں ہے

حضرت علیؓ۔ تو اچھا۔ جنگ میں قریش کا ساتھ دے اور گھروٹھا۔

عمر بن عمروؓ۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ مرد ہو کر مکہ کی عورتوں کا طعنہ کون سہیگا۔

حضرت علیؓ۔ پھر مقابلہ کر لے اور لڑے۔

مرد کا سر ہیت نہ نیا ہوتا ہے۔ یا نبی بنیظیر تجماعت و طاقت کے عود میں جو ہو کر جہالت کا سب سے پہلا کام جو عمر بن عمروؓ نے کیا وہ یہ تھا کہ گھوڑے سے اتر پڑا اور اپنے ہاتھوں کی صفائی دکھلانے کی غرض سے تلوار کا ایک ہاتھ لے زمان اور بیگناہ جانور پر ایسا لگا یا کہ اسکی کوبچین کٹ گئیں اور وہ فوراً گر کر مر گیا۔

اس وحشیانہ حرکت سے عمر کی خاص عرصہ یہ تھی کہ حضرت علی خصوصاً اور تمام فوج اسلامی اسکی نیر دوستی و یکسوئی سے محروم ہو جائے۔ بڑائی کے وہ چیلے ہیں جو عمر بن عبدود کے ایسے مشاق اور بخیرہ کا زبرد آزما۔ اپنے مقابلہ و یکدہا کی غرض سے ضرورت کیوقت علی بن ابی طالب سے جنگوں میں ایسا کام کمال لیتے ہیں۔ لیکن عمر کا یہ جا دو کا رگر ہوا۔

بخلاف اسکے کمر حمہ قدرت نے اسکا برعکس تجربہ یوں دکھلایا کہ حضرت علی مرتضیٰ کو اس کے مقابلہ میں پہلے سو زیادہ سہولیت اور آسانی ہو گئی۔ کیونکہ عمر پہلے گھوڑے پر سوار تھا اور اب پیدل ہو گیا۔ وہ طویل القامت بھی تھا۔ اور حضرت علی ابتدا ہی سے پیدل تھے اور اس سے قصیر القامت۔ ممکن تھا کہ اس کے سوار رہنے کی حالت میں بلندی کی وجہ سے ذوالفقار کا رگر نہ ہوتی۔ لیکن گھوڑے سے اتر آئے نہ پر اب یہ تمام دشواریاں جاتی رہیں اور مقابلہ برابر کا ہو گیا۔

عہد و شو و سبب خیر گرجا و اہد

عمر بن عبدود اس عہد و اس مغرور دنیا و لون میں سرشار تھا کہ قابل محض ایک کس جان ہے عرب کا کوئی اتنا ستورا و شیرین قتل جنگ کا راجھی نہیں۔ برابر کا جوڑ نہیں۔ اسکا مار لینا کوئی بڑی بات نہیں۔ ٹوٹ نہیں کہ اسکے اریسے سے نیکیا می تو نہ۔ بدنامی ہو ان تو ہمت کی بنا پر عمر نے ایک اجداد فاتحہ کر دینا چاہا۔ نہایت بھڑکی کے ساتھ اپنی تلوار کا دار حضرت علی کے سر پر اس شدت سے لگایا کہ گو آپ نے سپر پر روکا۔ لیکن تاہم اسکی تلوار سیر کو کاٹتی ہوئی آپ کے جبین اقدس پر زخم لگا گئی۔ اور یہ نشان شہر شجاعت بیکر ہمیشہ کیلئے پیشانی کی نورانی پر قائم رہا۔

ذوالقرنین حضرت علی کے کثیر التعداد القاب میں ایک لقب ذوالقرنین بھی ہے۔ علامہ محمد الدین قزوینی قاضی قاضی میں کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ کو ذوالقرنین اسوجہ سے کہتے ہیں کہ آپ کی پیشانی پر دو تلواروں کی صورتوں کے نشان تھے۔ یہاں نشان تو یہی تھا۔ دوسرا ابن عمر کی تلوار کا۔

عمر بن عبدود نے جوہن ایسی تلوار اٹھائی۔ ویسے ہی حضرت علی مرتضیٰ نے وہ ٹلا ہوا ہاتھ لگایا کہ ذوالفقار ابدار شانہ کاٹتی ہوئی یہاں تک اتر آئی اور عمر بن عبدود لڑکھڑاکر زمین پر گر پڑا۔

ذوالقرنین حضرت علی کی صہبت کی یوں تحصیل کرتے ہیں۔

حضرت علی نے اسکو سہ لگایا اور وہ ایسا کاری تھا کہ گروں میں بیوست ہا کر بیٹ سے نکل آیا اور عمر گر ٹرا اور اب اویسی طرح حساب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حرمت میں لا الہ الا اللہ کی صدا نہ نہ لے جوتے حاضر ہوئے حضرت عمر انھوں نے کہا کہ آپ نے اسکی روکھیں نہ اتاری۔ اسکی رو سے اتھی عرب اس کوئی نہ میں ہے حضرت علی نے کہا کہ میں اسے قتل کیا تو یہ بہرہ تھا مجھ کو دیا گئی۔

وطعہ فی ثقتہ حتی اخر حجام مرافہ  
مقطعاً قسلاً محجلاً صلی اللہ علیہ وآلہ  
وسلمہ وهو متہلل فقال عمر الخطاب  
علاء سلمہ درعہ ما لیس فی العرب درع  
جایر مہا فقال ما لہ حین صریتہ استقلی  
لسوائہ واستحیت

عمر بن عمرو دے گئے تھے ہی حضرت علی نے تکبیر کا یزید فرمودہ فرمایا۔ نعرہ تکبیر ہر تھاں تک شادمانہ فتح تھا۔ تکبیر کی آواز سننے ہی حساب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی نے عمر بن عبدود کو مارا گرا یا

حضرت عمر اور بھائی کو قتل  
عمر بن عمرو دے گئے بعد اوسکے دو بہر انہوں۔ عمار اس الخطاب۔ اور جبرہ نے حضرت علی پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن حضرت علی نے فرقی لے کر اپنے متواتر حملات سے دونوں کو مار بگاڑا۔ حضرت عمار اپنی اہل بیت پر حملہ کرنا چاہتے تھے مگر انہوں نے جواب دیا تھا

تھے اپنے بھائی عمار کو بھانگے دیکھا لیکے۔ اوس نے پیچھے ہٹ کر دیکھا تو بھائی چلے آئے ہیں وہیں سے میرے وسید آیا اور شری سختی سے داریا لیکن پھر ہاتھ روک لیا۔ اور یہ کہہ کر چلتا ہوا۔ عمر اس احسان کو یاد رکھا۔ سیرۃ النبی ص ۲۱۲

اوس نے بھی کنگاہ بن حنیف کو لڑا تھا۔ وہ بھی ابھیں کے ساتھ تھا گا لیکن اس کا گھرایا ہوا تھا کہ خندق میں گر پڑا مسلمانوں نے موقع پا کر اوپر سے اوس پر تر رسالے شروع کر دیے وہ چلایا۔ میں حقیرانہ موت فرمائیں جیسا تمہارا ملکہ وادہ طریقہ سے رہا یا ہا ہوں حضرت علی میں رہے تھے فوراً خندق میں کود پڑے اور کہا۔ اے مجھے میں تر ہوا طریقہ سے ختم کئے دیتا ہوں

یہ کہا اور اوّل کا سردار انصار سے کاٹ لیا۔ اور مسلمانوں کی جمعیت میں پھینک دیا۔ اوس کی قیمت لاتین  
اوس کی قیمت لاتین۔ اوس کو تار عین تھا کہ مسلمانوں کو اوس کی لاش کی قیمت میں دس ہزار دینار دیتے تھے۔ اور مسلمانوں نے اسے اوس کی لاش کو غصہ دیا کہ راضی ہوئے تھے آخر یہ معاملہ حضرت علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا آپ نے فرمایا۔ لاش دیدو اور کھدو ہمیں تمہارے رویہ کی ضرورت نہیں۔

عمر بن عمرو دے گئے ہیں۔ اہل بیت پر ہوجا ہے کہ حضرت علی نے عمر بن عمرو کا صرف سر کاٹ لیا تھا اور اوس کے ہتھیار اور کپڑے وغیرہ بھائی کی لاش کو غصہ دیا کہ راضی ہوئے تھے آخر یہ معاملہ حضرت علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا آپ نے فرمایا۔ لاش دیدو اور کھدو ہمیں تمہارے رویہ کی ضرورت نہیں۔

عمر بن عمرو دے گئے ہیں۔ اہل بیت پر ہوجا ہے کہ حضرت علی نے عمر بن عمرو کا صرف سر کاٹ لیا تھا اور اوس کے ہتھیار اور کپڑے وغیرہ بھائی کی لاش کو غصہ دیا کہ راضی ہوئے تھے آخر یہ معاملہ حضرت علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا آپ نے فرمایا۔ لاش دیدو اور کھدو ہمیں تمہارے رویہ کی ضرورت نہیں۔

عمر بن عمرو دے گئے ہیں۔ اہل بیت پر ہوجا ہے کہ حضرت علی نے عمر بن عمرو کا صرف سر کاٹ لیا تھا اور اوس کے ہتھیار اور کپڑے وغیرہ بھائی کی لاش کو غصہ دیا کہ راضی ہوئے تھے آخر یہ معاملہ حضرت علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا آپ نے فرمایا۔ لاش دیدو اور کھدو ہمیں تمہارے رویہ کی ضرورت نہیں۔

عمر بن عمرو دے گئے ہیں۔ اہل بیت پر ہوجا ہے کہ حضرت علی نے عمر بن عمرو کا صرف سر کاٹ لیا تھا اور اوس کے ہتھیار اور کپڑے وغیرہ بھائی کی لاش کو غصہ دیا کہ راضی ہوئے تھے آخر یہ معاملہ حضرت علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا آپ نے فرمایا۔ لاش دیدو اور کھدو ہمیں تمہارے رویہ کی ضرورت نہیں۔

عمر بن عمرو دے گئے ہیں۔ اہل بیت پر ہوجا ہے کہ حضرت علی نے عمر بن عمرو کا صرف سر کاٹ لیا تھا اور اوس کے ہتھیار اور کپڑے وغیرہ بھائی کی لاش کو غصہ دیا کہ راضی ہوئے تھے آخر یہ معاملہ حضرت علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا آپ نے فرمایا۔ لاش دیدو اور کھدو ہمیں تمہارے رویہ کی ضرورت نہیں۔

عمر بن عمرو دے گئے ہیں۔ اہل بیت پر ہوجا ہے کہ حضرت علی نے عمر بن عمرو کا صرف سر کاٹ لیا تھا اور اوس کے ہتھیار اور کپڑے وغیرہ بھائی کی لاش کو غصہ دیا کہ راضی ہوئے تھے آخر یہ معاملہ حضرت علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا آپ نے فرمایا۔ لاش دیدو اور کھدو ہمیں تمہارے رویہ کی ضرورت نہیں۔

عمر بن عمرو دے گئے ہیں۔ اہل بیت پر ہوجا ہے کہ حضرت علی نے عمر بن عمرو کا صرف سر کاٹ لیا تھا اور اوس کے ہتھیار اور کپڑے وغیرہ بھائی کی لاش کو غصہ دیا کہ راضی ہوئے تھے آخر یہ معاملہ حضرت علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا آپ نے فرمایا۔ لاش دیدو اور کھدو ہمیں تمہارے رویہ کی ضرورت نہیں۔

عمر بن عمرو دے گئے ہیں۔ اہل بیت پر ہوجا ہے کہ حضرت علی نے عمر بن عمرو کا صرف سر کاٹ لیا تھا اور اوس کے ہتھیار اور کپڑے وغیرہ بھائی کی لاش کو غصہ دیا کہ راضی ہوئے تھے آخر یہ معاملہ حضرت علی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچا آپ نے فرمایا۔ لاش دیدو اور کھدو ہمیں تمہارے رویہ کی ضرورت نہیں۔

وہ جیسے سے تمہارا سردار بھلا جاتا ہے۔ ارجع الخطاب جلد اول ص ۲۱۹

وہ جیسے سے تمہارا سردار بھلا جاتا ہے۔ ارجع الخطاب جلد اول ص ۲۱۹

وہ جیسے سے تمہارا سردار بھلا جاتا ہے۔ ارجع الخطاب جلد اول ص ۲۱۹

پورے سامان کو دئے تھے وہ سب بیان ہو چکا ہے لیکن تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان نہ تھا۔ درجہ پر استناد تھے  
حائنین کا مقابلہ میں ہوا تھا اور تاؤ فرماتے تھے۔

ورسہ الايمان الكافر كله | آج پورے ایمان کے ساتھ پورے کفر کا مقابلہ ہے۔

اس اشارہ میں حضرت علی نے عرسِ عمو کو ہار گرایا سرِ لیکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ریت میں حاضر ہوئے۔ اسے اقدس بیع کرکے سرِ ڈال دیا  
حاج رسول امام علیہ السلام اور تمام اہل اسلام کی سترت کی کوئی حد نہ تھی۔ امام حاکم مسند میں امام دینی فردوس الاسرار میں بحوث  
شیرازی روضۃ الاحباب میں اور محدث دہلوی علیہ النورۃ میں حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی  
علیہ وآلہ وسلم نے عرسِ عمو کو کاسر دیکھ کر ارشاد فرمایا

الماء رقی علی بھرم عہد حدیث الیوم المحدث الفصل | حدیث کے مدبرین عمو کو ساتھ علی کی لڑائی میری امت کے تمام اعمال  
من اعمال امتی الی یوم القیۃ | سے وہ قیامت تک اعمال میں گئے ستر ہے روضۃ الاحباب ص ۳۲۷

ابن طلحہ الشافعی مطالب السؤل میں لکھتے ہیں۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال کان یقول عمو | اور اللہ سے سوا اس طرح نہ کہتے تھے کہ لڑائی میں ہمو کو ایک فلسفے علی کے سب  
سارے علی کی کشتی | سے حدیثی اور اللہ عالم ہے اور عمو اس طرح مطالب میں ۲۱۹ ملو عمو لاہور  
لکھی مالک لکھا لکھتے ہیں الفاتر ربی وکان اللہ یقول ہی یزأ  
اس مردویہ اس الی حاتم بن عساکر اور ام سیوطی نے بھی یہ کہیں اللہ ازمیں الہ کے اسباب نزول میں ہی لکھا ہے۔

بھروسہ مطالب السؤل میں رقم ہے۔ ۱۰ زر قافی بھی علامہ عطاردی اویچی اس آدم کے قول سے اسکی تائید کرتے ہیں ص ۱۳۲  
عن حاتم بن عبد اللہ قال لما شہدت قتل علی عس | حاتم بن عبد اللہ انصاری لکھتے ہیں کہ حضرت علی کا قتل کرنا مکمل ضرب داؤد  
اکامہ اقص اللہ تعالیٰ من قذۃ داؤد علیہ السلام | علیہ السلام اور حالات کے قصہ سے متاثر ہے جس کا ذکر عدلے اس طرح کیا ہے  
وہالوت حیث قال حق وحل بھی یوم ہاد اللہ | کہ وہ عدلے کے حکم سے بھاگ گئے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے حالات  
وقتل داؤد حالات | کو قتل کر ڈالا ارجع المطالب ص ۲۱۹

امام سلیمان القندری السیسی ص ۱۰۷ المودعہ میں یہ کہ فی اللہ المؤمنین کے اسباب نزول میں نبی و ائمہ کا ذکر جو اہل لکھا گیا ہے بجز خدا تو میں  
قال التبع العطار کتناہ معلوم القضاۃ کنت عدل تبعی و | سچ و دروغ عطاردی کتاب طبع النصات میں نقل ہیں کہ میں ایک عدلے سے  
اسبندی التبع محم الدین کبریٰ قدس سٹا شدی ہذا | یہ و سچ محم الدین کبریٰ کی حدیث اس حدیث کو تسلیم چھ بیستے ہی معلوم  
الحدایت مطلب علیہ المال القوی فیکت معہ تحققت | اور قوی حال جاری ہوا اور میں اس کے ساتھ مکرر دے لگا سیرت سے ہم  
الدیاتی اچیتا و تلتنا صاحب اللہ ص ۱۰۷ میں ہے۔ | دونوں نے دیکھی محنت کو ایسے قلوب سے نکال بھیجے۔

میدان جنگ اہل ایمان کا اسرا کثیر کمان کے عرسِ عمو کے ایسے رسم و رساں کے مارے مارے کے بعد وہ ایک کو خط کیسے بھی میدان کی انداز  
ڈنٹس کو قرار میں نہ رکھے۔ عرسِ عمو دہ لوفل۔ جبیرہ مزار کے متیرہ کا رنے اس کے حواس کو اور ماتر کر دیا اور اوسٹیان سلو بیا کر



چل دیے کو طیار ہو گیا تعصیل آگے آتی ہے۔

قریش کی اسلام کے خلاف یہ آدمی مقابلت و محاربت تھی جو بالآخر فتح ہو گئی اور ایسی کہ پھر قریش کی جس سے اسلام کی مخالفت برآمد نہ ٹرا سکے۔ اس میں ہے کہ شب بلی صاحب نے تو حضرت خاص سے ہیں، مگر ضرورت خاص سے بحث وقوع بدر میں ایک مقام پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منگ بدر کا ہیر و تسلیم کیا ہے۔ بدر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نو دہائیوں میں تو حضرت عمرہ - عیدہ اور دیگر حضرت بھی شریک تلو و خاکستے ہیں لیکن حندق کے محاسن خدمات میں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا - غمازین و انصار کی ہیں ہزار ہوں جو وہ جہت میں کسی خاص صاحب کو بھی نہیں ڈر سکتے اور دشمن پر ہاتھ اٹھانے کی رحمت سمونی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تنہا اسی جنگ عظیم کا حسین مہر لڑا جو امان حزار ہا تک پہنچے۔ حاتمہ کہ روید - اب اسہم شہابی صاحب نے اس معرکہ کی تفصیل میں اس بھی انکے ہیر و دیکا ذکر فرمایا ہے خوشی مہنی دار کہ وہ گفت ہی آید۔

اد پر مایاں ہو چکا ہے کہ عمر بن عبدود کے قتل ہونے ہی جنگ حندق کا فاتحہ ہو گیا۔ قریش کے عظیم الشان اور کرشنر القادس کر کے دل کے دل پر سے کے ہیرے ٹوٹ ٹوٹ کر میدانوں اور پہاڑوں پر منتشر ہو گئے۔ کوئی کدہر گیا کوئی کدہر بھلے نصف شب ایک مدینہ کا مطلع صاف ہو گیا۔

سیدنا <sup>۱</sup> اسلام کو اس جنگ میں عظیم الشان کامیابی کیساتھ بہت بڑا فلاح بھی ہوا۔ وہ سعد بن معاذ کے ایسے طلیل القدر اور انجیر پور تہذیب و اوداد اصحاب کی شہادت تھی۔ اگر یہ وہ عین معرکہ میں شہید ہوئے لیکن تیرے ایسے رنجی ہو سکے کہ جانبر نہ ہو سکے۔

سیدنا صاحب نے اکی شہادت کی یہ تفصیل فرمائی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے تعلق میں پناہ گزین تھیں اسی میں سعد بن معاذ کی ماں بھی تھیں۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ میں قبیلہ سے نکلی کہ ماہر پھر رہی تھی۔ عقب سے یاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی۔ ٹھوکر دیکھا تو سعد ہاتھ میں حرہ لئے خوش کی حالت میں بڑی تیزی سے بڑھے جاتے ہیں اور یہ شعر زبان پر ہے۔

دراثر ما اطا فی من ایک اذہ تعصیل یوچ حائے

مکتت قلیلا تدلک العیما حاصل

وقت حب آگیا تو موت سے کیا ڈر ہے

لا ماس بالموت ادا الموت دل

سعد کی ماں نے سنا تو کہا سنا دوڑ کے جا۔ بولے تو دیر لگا دی۔ سعد کی روح جاتی چھوٹی تھی کہ اونگے دونوں ہاتھ باہر تھے۔ حضرت عائشہ نے سعد کی ماں سے کہا کاش سعد کی روح جاتی ہوئی۔ اتفاق کہ اس فقرہ نے تاک کہ کھلے ہاتھ تیر مارا جس کے اکھل کی رگ کھل گئی۔ رفیدہ ایک خاتون تھیں جو ایسے پاس دو افس رکھتی تھیں اور غم کی ہر مہم ٹی کرتی تھیں۔ انکا حمید سعد رسول ہیں خندق کے غزوہ کے بعد کھڑا کر دیا گیا اور یہ خاتون سعد کا علاج کرتے لگیں۔ احدت علی علیہ السلام کے وہ دست مبارک مستحق لیکر و غافلین ہیر و دم آگیا۔ دو مارہ و اما لیک بھر جانہ ہوا کئی دس بعد ہی جی قرطبہ کی ہلاکت کے بعد ختم کھل گیا اور انھوں نے وفات پائی۔

قریش کے مدد طلبا بایں توراشوری وہاں سے بھی قریش کمان تو ایسے سار سامان اور اسی جلیا بیوں سے مدینہ میں مسلمانوں کا اتھارال کر کے گئے تھے۔ کہاں صرف دو بیات آدمیوں کے قتل کے بعد ایسا ہر اسان اور جاس ہاتھ ہو گئے۔ کدہ و موت مدینہ



شبلی صاحب کی اس دروغ گوئی قائم کر کے حقیقت اسکی صحت اور جواز ہم اور بھی لکھ آئے ہیں اور پھر اس موقع خاص کی دروغ گوئی کی صحت و حقیقت بھی اکابر مجتہدین خصوصاً سنا میں صحیح کے اسناد سے حاتیہ میں لکھ دیئے ہیں اس لئے کہ اسکو اصل کتاب میں مدح کرنا سلسلہ میں فصل پیدا کر دیتا

دارالکتاب کی دوسری دہائی | لشکر کفار کے جلد بخلائی کی وجہ ازل تو ہم سب کھینکے۔ اب ہم دوسری دہائی تسلی ہی صاحب کی ربانی لکھ کر بتلاتے ہیں۔ موسیٰ کی سختی محاصرہ کا امتداد۔ آئندہ ہی کارہ۔ رسد کی قلت۔ یہودی کی تلخی۔ یہ تمام اسباب ایسے جمع ہو گئے تھے کہ قریش کے باندہ ثبات لغزش میں آ گئے تھے۔ ابوسفیان نے فوج سے کہا رسد ہو چکی، موسم کا یہ حال ہی ہووے ساتھ چھوڑ دیا۔ اب محاصرہ مکیا رہے۔ یہ لکھ کر فصل حیل بھیجو گا حکم دیا۔ یہ لکھ لیا بھی اسکے ساتھ روانہ ہو گئے۔ تو قریش بھی محاصرہ چھوڑ کر ایسے قلعوں میں چلے گئے اور دیر کا حق ۲۰۲۳ دن تک بخیر آلود کر کے صاف ہو گیا۔ سیرۃ النبی ص ۳۱۴

حدیث کی ماں | تسلی صاحب نے اشارہ میں بات کر دی اور الگ ہو گئے تفصیل کیفیت یہ ہے۔ محدث شیرازی لکھتے ہیں۔ محاسن مدینہ | یہ سلم ہے کہ مقدمہ والے دن لکھ اور اسکی ایک رات پہلے ہی سے دن رات لکھتا رہا فانی ہوا چلے رہے تھے اور دوسری بھی ملزم بڑی شدت کے ساتھ قائم تھی کفار کی ہرمت کے بعد تمام ہو گئی۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ رات گئی ماری رہی اور اصحاب کہ یہ لکھ کر لکھ کر کہ جو کوئی تنہا اسوقت لشکر مخالف میں جا کر اپنے جاسکے خبر لائے وہ ہشت سین حضرت ابراہیم کا رفیق ہو گا کسی طرح اسے کوئی آواز نہیں آئی۔ دوسری مارا اپنے یونان ارشاد فرمایا کہ جو کوئی فوج کفار کے احوال دریافت کر آئے وہ بہت میں میرا رفیق ہو گا۔ اس پر بھی کسی طرف سے آواز نہ آئی۔ اسکے بعد حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صبر خاص نام لیکر نکلا۔ تیس سردی سے کاٹا ہوا آب کینہ خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم میری دعا رستی تھی۔ میں نے عرض کی ہاں تھی لیکن بھوک اور سردی کی شدت سے حاضر ہونے کا یہ سبک آپ نے دست اقدس میرے سر پر فرمایا اور ارشاد کیا کہ راہ راست میں اس سے لشکر گاہ دکھائیں جیسے جادو اور دیکھا تو وہ کیا کر رہے ہیں اور اب اونکا کیا ارادہ ہے لیکن اوسرا تھک نہ دھوٹا اور کسی کو قتل کرنا میں نے عرض کی کہ میں وہ مجھے قید نہ کر لیں۔ آپ نے فرمایا میں وہ تہیں اسیر نہیں کر سکتے۔ یہ لکھ کر آپ نے میرے حق میں یہ دعا فرمائی۔

<p>اور کفار کے ساتھ موقع جنگ میں حاضر تھے، ایسی حالت میں کہ جب کوئی حرکت انکس ماتی رہے اور اس مدعتہ لشکر میں ان کا احوال مدد و یار ہوا تو حاضر ہو کر</p> <p>اس غنی کا قول ہے جو نے اسکا جواب کر لیا اور اسکی ہر صورت میں واقع ہوئے ہیں۔ راسی کی کتب حدیث میں اساتذہ اور وہ صرف حکم دے رہے ہیں کہ</p> <p>اسکی پوری احتیاج و ضرورت اہل اجتماعت جو بڑا دیکھ کر تنگ آئے تھے اسے کھنکھ</p> <p>طور پر اسکی فوج میں اساتذہ بیکر کی طرح رہے اس پر مزید کرنے ہیں کہ کسک حضرت احمد</p> <p>ہے اسکے بھی نہیں کھنگالنا قابل خاص جنگ کی توجہ سے کھانا لیا اور پیچہ نہ</p> <p>کا محو اور جنگ کا محو و مدد کر چکے جو غلامانہ اور رونا دھونے کے معمولات و</p> <p>تعمیل کا دروہ تات سو۔ الحولف الاحقر</p> <p>سیدنا ولاد حیدر</p>	<p>حاشیہ صحیحہ کہ شدت الکھارۃ الحریب کیف ما امسک الا ان یوسف صیہ</p> <p>نقیصہ عہد افاضان ملا محمد جمال اس العربی و قیص الخداح</p> <p>بالتحریص والکین و یحودک ذی الاحادیث الاستاذۃ الی</p> <p>استعمال المذاہب فی الحرب علی الاحتیاج الیہ الکامل التجماعۃ</p> <p>اولاد التقر علی مایاتہ الیہ عہد الصلوات یحکونہ لایح عیۃ</p> <p>اقبال اس المید صی الخرب حدیۃ ان الحب الحمیدۃ</p> <p>لصاحبہا الکاملۃ فی مقصودھا انما فی المداۃ لا</p> <p>المواجمۃ وذلک لم یحط المواجمۃ وحصول الطرمص</p> <p>المداۃ لغير حطر</p> <p>رسالی جلد دوم ص ۱۳۵</p>
--	--

اللَّهُمَّ احْفَظْهُ مِنِّي يَدِيهِ وَمِنْ حُلْعِهِ وَعَنْ

يَمِينِهِ وَعَنْ شِمَالِهِ وَمِنْ حَوْضِهِ وَمِنْ تَحْتِهِ

یہ روایت اس کی سلسلے سے پشت سے داہنے سے بائیں سے

اور سے اور سے اس کی حفاظت فرما۔ اور محفوظ رکھو۔

حذیفہ کا بیان ہے کہ اس حاکم کے بعد میرے سر دی اور بھوک کی شدت محسوس ہوئی۔ اور خوف و ہراس معلوم ہوئی۔ میں نے  
سلاح جنگ ہی اور لشکر قریش میں جا بیویا۔ وہاں پہنچ کر ہوا کی تیری زبان سے اور زیادہ معلوم ہوئی۔ اور ایسی کہ خچیل لیا میں اٹھا کر سے  
بھیکے دیتی تھی اور بیویوں سے تیلی اور دینگے اور ٹوٹی تھی۔ ابوسفیان کا یہ عالم تھا کہ بار بار حیرے کا تھپا ہوا باہر آتا تھا اور آگ کے پاس  
بیٹھ کر تھوڑی دیر تک گرم ہوتا تھا اور پھر حیرے میں جا کر پڑھتا تھا پھر نکلتا تھا اور ایسا ہی کرتا تھا تاہم سر دی سے تسکین نہ تھی تمام  
صبح آگ کے پاس جمع تھی گویا تمام عرب سب پرست سے آتش پرست ہو گیا تھا لیکن ماہمہ کسی حیرے میں جان نہ تھی۔ ابوسفیان نے  
حیرے کی طرح دیکھ کر حیرے اپنے رفیق کو باہم لپکا کر آگ کے پاس سے کبدل کی داڑی کی گرمی مل کر جو گرم ہو جائے

حذیفہ کہتے ہیں کہ میں بھی یہ حکم سن کر ایک حاجت میں مل کر بیٹھ رہا۔ اور جو شخص میرے پیلوں میں تھا اس کو لپکا لیا نام و نسب پوچھا تو  
اوس نے کہا کہ میں قنبلہ ہوازن سے ہوں۔ میں نے اپنے دل سے تصدیق کر لی ابوسفیان کو تیرے گھر کا رخ کر دوں لیکن مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وآلہ وسلم کے حکم استماعی کا خیال آ گیا اور میں نے اپنے قصد سے باز رہا ابوسفیان کی یہ ترکیب بھی کارگر نہ ہوئی اور فرخ کو سر دی سے تسکین نہ ملی  
جیوں جیوں رات بڑھتی گئی سر دی بھی ترستی گئی۔ اور سر دی کیساتھ ہوا بھی تیز و تند ہوئی گئی اب توند ہوتی پہنچی کہ سانس کا لینا اور نمنہ سے  
دولتا و شور ہو گیا مالاخرہ ابوسفیان نے دیگر سرداران لشکر سے ماہمہ سے روٹ کر کے لشکر میں اعلان کر دیا کہ اب یہاں ٹھہرنا محض بیکار رہے  
ٹھہرنے میں انسان اور جانور دونوں کی جانوں کا نقصان ہے۔ اگر تھوڑی دیر یہاں اور قریب رہے تو سب کے سب ہمیں ڈھیر ہو کر بھائی بن گئے  
اس نے فوراً کر کے کوچ کر دو۔ اب شکر کے کیا کر دو گے۔ یہودیوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس قریظا کو گھر میں بیٹھ رہے۔ اس حکم کے سننے ہی لشکر  
میں کوچ کا شور برپا ہو گیا۔ اور نصف شب جاگتے جاگتے لشکر نے میدان جنگ کو خالی کر دیا۔

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث میں حاضری کے قصد سے واپس چلا  
راستہ میں مجھے کچھ لوگ سعید بن مسعود سے ملے۔ اور ان لوگوں نے مجھ سے غماز ہو کر کہا کہ ایسے سردار سے جا کر کہہ دو کہ خدا وند عالم  
نے دشمنوں سے تمہاری مدد فرمائی۔ اور تم کو محفوظ رکھا۔ حذیفہ کہتے ہیں حقیقت حدیث اقدس میں حاضر ہوا۔ تو آپ کا رخ دیکھ رہے تھے۔  
خارج ہوئے تو میں نے حذر نہ کیا یہ جزوہ مستر اہل لشکر آپ خدا کی خدمت میں آئے دماغ مبارک کی زیارت کر لی۔ ارشاد ہوا کہ  
رستہ میں جس لوگوں نے تمہیں اشارت دی تھی وہ خدا کے مژدے تھے جو نصرت اسلام کے لیے بھیجے گئے تھے۔ روضۃ الاحباب ص ۳۳۱

قرآن مجید میں یوں تفصیل مستدرج ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْكُرُوا النِّعَةَ الَّتِي عَلَيْكُمْ

إِذْ جَاءَكُمْ مِّنْكُمْ حُنُودًا فَإِنَّمَا سَلَّمْنَا عَلَيْكُمْ رَجُوعًا

حَدِيدًا لِّمَن تَوَلَّوْهُمَا (احزاب)

مسلمانوں کے حاکم احسان کو یاد کرو خدا کی تیرے واپس آؤں تو ہم نے ان

پر آمدی بھیجی اور وہ وہیں بھیجیں جو تم کو دکھائی میں دیتی

تھیں۔

## غزوہ بنی قریظہ

۲۴ ردی الحج ۳۱ ہجری

عردہ سی قرطبہ | محدث شیرازی حضرت ابن عباس کی اسناد سے لکھتے ہیں کہ حباب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوست تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واپس آئے تھے تو سب سے پہلے حضرت حاطہؓ الزہریؓ السلام اللہ علیہما کے پاس تشریف لیجاتے تھے۔ ۲۴ ردی تعدد کو حذق کی فتح ہوئی۔ ۲۴ کو آپ مع انخیزہ بنہ میں واپس آکر حسب معمول حضرت حاطہؓ کے دیکھنے کو تشریف لیگئے۔ سلاح جنگ اوتاری اور حجاب سیدہ اینہ بدرعالیقہ دار کے حیرے اور پوشاک سے گرد و غبار پاک کر لے لگین۔

ابھی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ دھو کر فارغ بھی نہیں ہوئے تھے کہ بنو قریظہ کی بیہوشہ قادیب کا حکم نازل ہوا۔ حضرت جبریلؑ نے عرض کی کہ آپؐ سلاح جنگ اوتار دی۔ حالانکہ ملائکہ کی فوج ابھی ویسے ہی مسلح ہے۔ (رتنا دی وادی) یہ حکم سننے ہی آپؐ نے بھر سلاح جنگ آراستہ کر لی اور ہتھیار لگا کر باہر تشریف لائے اور تمام اہل اسلام کو حکم دیا کہ کیا یا حیل اللہ اسے لشکر خدا کے لوگوں سے سوار ہو جاؤ۔ حباب علی رضی اللہ عنہ حکم کی دیر تھی۔ مجاہدین اسلام بھی کمر بن کسر طیا رہ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کو عطا کردہ روضہ مبارک سے لے کر لشکر ناکر فوج اسلامی کے ساتھ آگے روانہ کر دیا۔ اور بقیہ فوج اسلامی لپ کر آپؐ عقب سے روانہ ہوئے۔

حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ نے بنو قریظہ کے قلعوں کے سامنے اکثر اسلام کا علم نصب کر دیا۔ یہ دیکھ کر یہود و قلعہ کی فصیلوں پر کھل آئے اور فوج اسلامی کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کلمات نامہ کہنے لگے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کی ادنیٰ زمان درازیوں کو سنتے تھے لیکن جہاد کا اذن تو تھا ہی نہیں۔ بالکل غموش تھے مگر جب تحمل کی طاقت سر ہی تو آب وہاں سے انہوں نے دینے کیلئے واپس موئے راہ ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہو گئی۔ طبری میں ہے

حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ اور ان کے قلعوں کے قریب یہودیوں نے کلمات قبیح کہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاں میں کئے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ سے تکیا ہو سکا تو آب وہاں سے نوٹے رستہ ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مل گئے حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ کی کہ صلی اللہ علیہ وسلم وقت یہی ہے کہ آپ اس جیت دم کے پاس جو دوسری دنیا میں آئیگا دیا کیوں کیا اور لوگوں سے تم میری است کہہ کلمات دئے ہیں حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا اوتا دہو اگر حباب میں اور کئے سامنے

فما سر علیا حجتہ ادا ادا ماں المحصورین معہا مقالۃ قبیحۃ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منہم وجمع حجتہ لقیہ بالطریق فقال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا علیک لاتذلوامں ہولاء الا حاسات قال لہم اطمان سمعت منہم لی ادی قال نعم یا رسول اللہ فقال لو اذنی لہم یقولوا من دلت سبیلاً اس ہمامتاً وطریتاً ۱۴۱ ہا کہرا ہوں گا تو یہود ایک کھڑی ہی رہیں سے نہ نکال سکیں گے۔

انفوس لشکر اسلامی نے بڑی استحکامی سے حصار بنی قریظہ کا محاصرہ کر لیا اور انکی فراہمی ضروریات کی تمام راہیں مسدود کر دیں ایک عینہ کے قریب تک محاصرہ قائم رہا اس درمیان میں بنو قریظہ نے بیرونی امداد کے حصول کیلئے ہمت ہاتھ پاؤں مارے اور

جی س احط جاسوت تک بنی قرطیہ کے ہوا تھا۔ وہ بھی ایسے کاغذی گھوڑے ادھر ادھر برابر دوڑا رہا لیکن کچھ مفید کارہوا۔ اسلام کی مخالفت میں کسی قوم و قبیلہ کا طیارہ موجداناب است دشوار تھا ان حراب حالتوں پر بھی اپونجی کی قرطیہ اسی فطرتی سترتوں سے مارنے لگے تھے ایک دن انکی ایک شریعت لے ایک مسلمان انصاری نقاش امی کے سر پر تاک کر بھاری پتھر گرا دیا کہ وہ عرب و عین کھل کر رہ گیا لیکن جھٹ عالم نے ان مظالم پر صبر فرمایا اور کسی دوری تنبیہ و تادیب کا قصد نہیں کیا۔

اسلام لے یو دان سی قرطیہ کے ساتھ امتدادی سے خاص رعایت ملحوظ رکھی تھی جس طرح سی نصیر آل بار دن ہونیکے دعویدار تھے اسی طرح ہی قرطیہ اپنا سب نامہ حضرت حبیب سے ملائے تھے اس لئے اعتبار تو منیت کے وہ فی التیسرے سے زیادہ قدیم تھے لیکن باوجود وہی شرافت کے ان لوگوں کو کئی شرفانہ نظر نہیں آئے۔ ملکہ جلتے اسکے وہ مدد بعد حلقہ مذکار و مکرش کوں ثابت ہوئے۔ ادیریان ہونچا کہ مدینہ میں ظہور اسلام کے وقت ہی تمام یہودیوں نے ملکر اسلام کے ساتھ عہدے لکھ دئے تھے کہ ملاضی اختلاف مذہب مسلمان اور یہود ایک قوم واحد کی صورت میں ایک دوسرے کے شریک و مددگار رہا کریں گے اس بنا پر اسلام نے انکے ساتھ آزاد قوم کے ایسے معاملات قائم رکھے اور انکو اسلام میں ہی کی لو کاریدین یوری آزادی عطا فرمائی لیکن بنی قرطیہ نے مدینہ سے خلاف وعدہ شروع کر دی اور سلاح جنگ سے قریش کی مدد کی تھی اور یہ بات جنگ بدر کے بعد فوراً کھل بھی گئی تھی مگر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انچس اخلاق سے کبھی اسکے ذکر بھی نہ کیا جنگ بدر کے بعد ہی سے یہودیوں کے خیالات میں اسلام کی طرف سے اتفاق و اتحاد کی جگہ نفاق و فساد اور محبت و مسادات کے عوض رشتہ و جد پیدا ہو گیا پھر قریش نے ان لوگوں پر سازش کے جال پھیلانے اور یہ سب کے سب اونکے دوا فریب میں آگئے۔ اور استیصال اسلام پر طیارہ ہو گئے۔

بنی قریظہ کے منہ و تہ کے بعد جب بنی نصیر کی مراد ہی کی نوبت ہوئی تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے انھیں سے ابتدا کی بعد میں معاہدہ انکے حالات میں خاص طور پر سامع بنے۔ اس لئے کہ بنی قرطیہ کے حلیف تھے۔ کچھ آج سے ہیں بلکہ زمانہ جہالت کے اوستو تھا جب انصار میں جان جنگیان جاری تھیں۔ اوستو قت سے ہی قرطیہ انکا جاندار تھا عرب میں حلیف ہونیکا تعلق نسبی تعلقات سے کم اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ اس بنا پر بعد میں معاہدے انکے معاملات میں پیش پس ہو کر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انکے معاملات میں مصاحمت پر رضا مند کر لیا۔ اور ان سببے کمال رضا و رغبت تجدید معاہدہ کر دی۔ چنانچہ صحیح مسلم میں تحریر ہے۔

اخرجت صلی اللہ علیہ وسلم لے نصیر کو حلاط مسدودا اور بنی قرطیہ کو رہے وادھال را حسان عامی کیا۔

ماحلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی النصیر و  
اتخذ قرطیة ومن علیہم

اس احسان کا یہ جواب تھا کہ جی س احط کی ذرا سی بھڑکی میں اگر قریش کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہوئے اور یہ نہ ہوئی کہ صلحا نہ ہوئے پر دستخط لگے ابھی کے دن ہوئے ہیں عروہ خنقی سے شکست کھا کر لوئے تو بنی احط کا ایسے سخت ترین دشمن اسلام کو ایسا احسان جانا کر لینے آئے۔ اور اسکے ذریعہ سے چاروں طرف استیصال اسلام کیلئے ریشہ و انیان کر دئے۔ اسے ناقابل عوجہ وائم پر بھی اسلام نے صفا انکے حاصر سے انکی تنبیہ کی ابتدا کی۔ مقصد یہ تھا کہ اگر وہ عروج ہو کر پھر معاہدہ سابقہ پر آجائیں گے۔ تو اسلام کو یہ لوں سے کوئی شکایت

باقی حسین ربیعہ اور جنگ خندق سے انکی ناکامی یقین بھی ایسا ہی دلاتی تھی۔ اور اگر انہی شامت سے مقابلہ ہی پر آمادہ ہو گئے تو پھر مقابلہ بھی کیا جائے گا اور مقابلہ بھی۔ لیکن آغاز محاصرہ ہی سے انکے رنگ یرنگ لپڑاٹنے لگے۔ وہ شکست کھا کر خاصیت سے حالی کیا ہوں گے۔ عداوت و تنقادت سے اور بھگنے۔ اور فوج اسلامی کے آتے ہی زبان درازیوں سے کام لے لے۔ جیسا کہ اوپر بیاں ہو چکا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف اس انتظار میں تاخیر فرماتے رہے اور محاصرہ میں طوالت ہو گئی۔ کہ شاید یہ نصیحتات بھی اسلام کے ساتھ یکسوئی کی راہ پر آجائیں۔ لیکن وہ راہ یکساں نہیں گئی اور گمراہ ہوتے چلے گئے۔ حقائق کے شہیا کر دئے جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی طرف سے اکل مایوسی ہو گئی تو بالآخر آئین جنگ کے مطابق محاصرے میں سختی سے کام لیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر طرف سے مایوس و مجبور ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تصفیہ کے خواہاں ہوئے آپ ال غلامہ کی معد طبعیتوں سے خوب واقف ہو چکے تھے اور انکی فتنہ انگیز حرکتوں کا متواتر تجربہ اوٹھا چکے تھے اس بنا پر خود تصفیہ کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کھلا بھیجا کہ میں تصفیہ کرنے پر راضی تو ضرور ہوں۔ لیکن میں خود تصفیہ نہیں کروں گا۔ تمہیں اپنی طرف سے کسی کو حکم کر دو۔ جو وہ تصفیہ کر دے اس پر ہم تم دونوں رضی ہو جائیں۔ بنی قریظہ نے قبول کر لیا۔ اور ایسے قدیم تعلقات کی بنا پر سعد بن معاذ کو حکم مقرر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی سعد کی حکیم کو منظور فرمایا۔

سعد بن معاذ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ سعد بن معاذ خندق کی لڑائی میں تیر سے سخت زخمی ہو گئے تھے۔ اسلئے اسوقت لشکر اسلام میں موجود نہ تھے۔ تب تک سعد بن معاذ کے قبیلہ اوس کے چند آدمی خود انکے لانے کے لئے مدینہ گئے اور ایک گدھے پر سوار کر کے انکو اپنے ہجرہ لیتے آئے۔

بنی قریظہ کے ہوا خواہ مدینہ تک دوڑ گئے۔ اور خود بھی اور قبیلہ اوس کے چند لوگ ان کو ایسا ہمراہ سا کر سعد سے روالہ سابقہ کی بنا پر فساد میں رعایت و نرمی کیلئے عرض پورس کر لے گئے۔ لیکن ان کے متواتر اصرار کے مقابلہ میں سعد کا ایک ہی جواب تھا۔ زرقانی لکھتے ہیں

فلما اکثروا علیہ قال لقد انا سعد ان لا قوا حدة فی اللہ لومة لا شہد ص ۱۵۵ ح دوم

ایسے صاف اور بیلت جواب سے سائلین کو مایوسی ہو گئی۔ پھر کسی کو آئندہ عرض و معروض کی جرأت نہ تھی۔ لشکر گاہ اسلامی کچھ دور نہ تھی۔ سعد آرام و اطمینان سے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتے۔ قریظہ کے نمایندہ گان جو معاملات کے طے کرنے کے لئے حاضر و بار تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو مخاطب کر کے کہا قہموالی سید کہ ایسے سردار کی قسط یہ کیلئے اونٹوں۔

انفص سحر کو لوگ ہاتھ سواری سے اوتا کر آہستہ آہستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ اور آپ نے نمایندہ گان بنی قریظہ کے سامنے صورت حال اٹھادی۔ بنی قریظہ کے نمایندہ نے اتفاقاً آپ کی تقریر کو سنتے رہے۔ مزید احتیاط کے خیال سے ہر قریظہ کے لوگوں سے بچھ لیا کہ تم لوگ سحر کو اپنا حکم مقرر کرتے ہو۔ انھوں نے عرض کی۔ ہاں۔ ہمیں اسکا حکم قبول و منظور ہے۔ یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں بھی اسلام کی طرف سے سعد کو حکم مقرر کرتا ہوں۔ اس مقام پر یہ بھی دہن نشین کر لیا چاہئے کہ جتنک کسی امر میں قرآن مجید کا حکم حاصل نازل نہیں ہوتا تھا۔ اوسمین احکام تورات کے مطابق حکم نافذ ہوتا تھا۔ اس بنا پر سعد نے جو کچھ فیصلہ کیا وہ بالکل حکم قریت تھا۔ اور وہ یہ تھا



کہ سعد نے غزوے عورہ غوص کے بعد قریش کے مقابلہ میں یہ حکم سنایا کہ یہود ان قرطبہ کے جنگجو مرد قتل کر دئے جائیں۔ اہل اہل و عیال باسیر ہوں۔ اور متاع و مال غنیمت میں لے لئے جائیں۔ تو راقہ۔ کتاب تفسیر۔ اصلاح ۲۰ آیت ۱۰ میں ہے۔

حب تو کسی تہ میں عہد کر کے لئے جانے تو بیسے صلح کا یہیام دے اگر وہ صلح کر لیں اور تیرے لئے دروازے کھولیں تو تھے لوگ ہیں موجود ہیں وہ سب تیرے سلام و معاشی گئے لیکن اگر صلح نہ کریں تو ان کا تمام دار و درجہ سیرا ہوا محکمہ اہل یہ قہر و لاو سے تو حسد و ہرج و مرج سب کو قتل کر دے ماتی تھے۔ عورہ۔ حاور اور جوہرین تہ میں موجود ہیں سب تیرے لئے مال عیبت ہوں گے۔

جائیں کو فیصلہ حکم کے ایجاب تعمیل میں عہد کی کوئی نگہداشت نہیں تھی تعمیل کی گئی۔ اور چار سو یہود ان قرطبہ قتل کر دئے گئے یہ ایک عداوری اور فتنہ انگیزی کے نتیجہ تھے۔ جو ایسے آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور لب نہ لگا سکتے تھے

سورہ یکت لیرورت عورتیں یہیصلہ کے مطابق قتل سے مستثنیٰ تھیں۔ لیکن وہ عورت جس نے عداوت کو بے تحشر کر کر دیا تھا مقتول کے قصاص میں واجب القتل تھی۔ یہ ٹری ولیہ عورت تھی۔ ایسے حکم کو مقتضائے عدالت سمجھ کر اپنے قتل سے ذرا بھی ہراساں نہیں تھی۔ سبلی صاحب حضرت عائشہ کی زبانی اسکی داستان قتل یوں لکھتے ہیں۔

ایک عورت تھی وہ اس قصاص میں باری گئی تھی کہ اس نے قلعہ پر سے ایک پتھر گرا کر ایک مسلمان راہب کو قتل کر دیا تھا۔ اس عورت نے جس جرات و دلیری سے جان دی۔ سن ابوداؤد میں حسب ذیل حیرت انگیز طریقے سے مذکور ہے اسکو معلوم ہو چکا تھا کہ مقتول کی فہرست میں اس کا بھی نام ہے قتل گاہ میں مجرم آئے اور عہد کو روانہ ہوئے جاتے تھے۔ ایک ایک کام یکا را جا رہا تھا اور یہ ہوش بیدار بار بار اس کے کانوں میں آتی تھی لیکن وہ بے تکلف حضرت عائشہ سے باتیں کرتی جاتی تھی اور بات بات پر ہنسی جاتی تھی۔ دفعہ قاتل نے اسکا نام پچرا۔ وہ بے تکلف اونٹ کھڑی ہوئی۔ حضرت عائشہ نے پوچھا کہاں؟ بولی میں نے ایک حرم کیا تھا۔ اسکی سرا اونٹ نے جاتی ہوں۔ خوشی خوشی قتل گاہ میں آئی اور تلواریں نیچے سر رکھ دیا۔ سیرۃ النبی ص ۳۲۲ اس عہد کے عادل ہونے تمام محدثین و روایتین کا اسکی سست اتفاق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد کی ربائی یہ فیصلہ سن کر سست ہو جانے کی تصدیق کی اس وقت یہ فرما دیا تھا کہ یہ فیصلہ آسمانی حکم کے موافق ہے اس ارشاد میں اوسے حکم طرقت انتشار ہے جو اوپر لکھ دیا گیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح میں۔ خود یہود یوں نے بھی اسکا اعتراف کیا ہو جو حکمت ادب کے معنی سے لکھ و ثابت کر رہے ہیں کہ وہ اس حکم کو حکم خدا کے مطابق سمجھتے تھے چنانچہ جی س خطاب جبکی فتنہ انگیز یوں نے قرطبہ کو پرے سے دن د کھلائے تھے قتل گاہ میں لایا گیا تو اس کی زبان پر یہی فرسے جاری تھے۔

اما واللہ ما ملکت لہ فی عد او تکت و لکنہ من یحذل اللہ یحذل یحذر گوئیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

ایھا الناس انہ لا یاس نام واللہ کتابہ و قد سرو لک عداکے حکم کی تعمیل میں کچھ مصافحہ ہوئیں۔ یہ لکھا ہوا تھا یہ ایک سر تھی

ملحہ تکتھا اللہ علی ہی اسی اٹھیل

وعدائے اسرائیل کے لئے پہلی لکھری تھی

علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ جی بن اخطب کو قانون فطرت کے مطابق موت کے وقت ہی قریطہ کے احوال دیکھنے کے ساتھ اپنی کروت بھی تو پیش نظر تھی۔ اور وہ یہ تھی کہ واقعہ بنی نصیر میں خارج البلد ہونیکے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاص طور پر معاہدہ کر چکا تھا کہ آج سے وہ اسلام کی محالیت میں کسی قوم و قبیلہ کی حمایت میں کرے گا اس اقرار پر وہ خدا کے ضامن بنے چکا تھا لیکن اسکے خلاف اسوقت تک جو جو اس نے کیا تھا جنگ خندق میں قریش سے جاملے۔ بنی قریطہ سے اسلام کا معاہدہ صلح توڑ دیا۔ اور خود بذات شریک جنگ رہنا یہ اسوقت اسکی آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ اور حقیقت حال اس کی زبان سے کھلوا رہا تھا۔ لیکن واہ رے عیسائیوں کی تعصبات بے بصیرتی اور غویانہ کوتاہ فہمی۔ بقولیکہ مدعی مسیحیت گواہ چست یہودیوں کو تو اپنی سزا کی نسبت کوئی عذر و کلام نہوا۔ اور وہ اسکو عدالت خداوندی کا مقتضابھی۔ لیکن عیسائی تعصب و فسادیت کی بنا پر سزا کی بنی قریطہ کو اسلام کا سخت ظلم و جور قرار دیکر خواہ مخواہ جھج اٹھے۔ اور اپنے معویانہ طریقہ بیاں سے اس میں اعتراض کئے نئے پہلو نکالے عیسائیوں کے قدیم اعتراضات کا تو ہزاروں بار جواب ہو چکا ہے اور آئنگ دیا جاتا ہے۔ لیکن زماہ حال کے جدید عیسائی محقق مسٹر مارکیولوس کو اسکے متعلق اعتراض میں کوئی حدت کا یہ لونا ملا تو کہنے لگے کہ سعد بن معاذ کو جب جنگ خندق میں ایک یہود قرطی نے تیر مار کر زخمی کیا تھا۔ ایسا سخت حکم اور کٹی قصاص تھا۔ سا وجود اتنی دعویٰ دانی اور کتب اسلامی کی درق گردانی کے ابھی تک مسٹر مارکیولوس کو اتنا نہ معلوم ہوسکا کہ سعد کا قاتل قرطی تھا یا قرشی۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تصریح نام کے ساتھ تصریح قومیت بھی درج ہے وہو اس المعرقۃ القشتی وہ اس عرقہ قریشی تھا سعد کے قاتل کا نام اس عرقہ قریشی تھا۔

سلسلے قریطہ عیسائی معتزین اگر حقیقتاً الصاف پسند ہوتے تو حکم سزا کو سخت قرار دینے سے پہلے مجرمین کی فرد مجرم پرٹھ لیتے۔ اور انکو حرام کی اہمیت پر غور کر لیتے تب کچھ لکھنے کی حرات کرتے بشلی صاحب نے فرمان سی قریطہ کی جو فرد مجرم سائی ہے وہ انکے تمام ناقابل عفو جرائم کی مکمل اور مفصل فہرست ہے۔ اور حقیقتاً اس سے ابھی فہرست مرتب ہوا دشوار ہے۔ ہم دسی کی نقل کو کافی سمجھ کر حسب ذیل درج کرتے ہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں اگر ان کے (قریطہ کے) ساتھ دوستانہ معاہدہ کیا۔ جس میں انکو پوری مذہبی آزادی دی گئی۔ اور انکی جان و مال کی حفاظت کا اقرار کیا گیا۔

(۲) بنو قریطہ مرتبہ میں بنو نصیر سے کم تھے۔ یعنی بنو نصیر کا کوئی آدمی قریطہ کے کسی آدمی کو قتل کر دیتا تھا تو لوہو کو صرف آدھا خون بہا دینا ہوتا تھا۔ بخلاف اسکے بنو قریطہ پورا خون بہا دیا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سی قریطہ پر یہ احسان کیا کہ انکا درجہ بنو نصیر کے برابر کر دیا (سوال اللہ اود احکام دیت)

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سی نصیر کی جلا وطنی کے وقت بنو قریطہ سے دوبارہ تحدید معاہدہ کی۔

(۴) باوجود ان باتوں کی عہد کسی کی اور جنگ خندق میں شریک ہوئے۔

۵۱) اور اوج طہرات قلعہ میں حفاظت کے لئے بھیج دی گئیں تھیں۔ اور یہ جاگر حکم کرنا چاہا۔

(۶۰) حمی بن اعطب جو بغاوت کے جرم میں علاوطن کر دیا گیا تھا۔ اور جس نے تمام عرب کو براہِ نیکیتہ کے جنگِ اُخزاب قائم کی تھی۔ اور سکوا سے ساتھ لائے جو آتشِ جنگ کی اشتعال کا دیا یہ تھا۔ ان حالات کے ساتھ موقر قریط کے ساتھ اور کیا سلوک کیا جا سکتا تھا سیرۃ النبی ص ۳۲۱

افسوس کہ عیسائی متعصبین حکم سر کے ساتھ غریب کے فرد غم کا مطالعہ نہیں کر لیتے۔ کیا یورپ میں انصاف پسندی کے یہی اصول قائم کئے گئے ہیں کہ صرف حکم کے الفاظ سے سخت کیجائے اور تو حیاتِ حکم پر نظر ڈالی جائے۔ اگر ہم اُس کے اسی یکپہنا نہ اور محض موبانہ قول کو موقر قریط کے معاملہ میں اسلام نے ٹری سختی سے کام لیا۔ تو غریبی دیکھنے بغیر محال گراں بھی لین تو اس کے جواب میں ہم نہیں کہیں گے کہ اسلام کا یہ معاملہ حکمِ تورات کے بالکل مطابق تھا۔ وہ یہودی تھے۔ اور انکی الہامی کتابِ تورات تھی جس جو اہم کے وہ مرتکب ہوئے تھے۔ اور انکی سزا تورات میں ہی تھی جو ان کو دی گئی۔ اور اسی لئے غریب نے اس میں کوئی نذر و حکام نہیں کیا۔

میساکہ ان کے اصل قول و اعتراض ہم اور ثابت کر آئے ہیں۔

اگر اس سے بھی متعصبین یورپ کے قسمتی ہو تو ہم ان کو یاد دلاتے ہیں کہ موقر قریط حضرت شعیب بنی النضر کی اولاد تھے۔ جو موقر قریط کے معاملات میں اسلام نے حضرت موسیٰ کے حضرت سے ارباب سیر و تاریخ کے مشاہدات سے ثابت ہے کہ حضرت شعیب کی اولاد عرب کے علاقہ مدین میں آباد تھی۔ اور مدین کے نام سے تورات میں تمام مذکور ہے۔ یہ امور پہلے وہیں نشین کر لیا جائے تب دیکھنا چاہیے کہ حضرت موسیٰ نے ماہِ وجود اسی قرابت کے ان کے ساتھ کیا سلوک قائم کئے۔ تورات کتابِ الاعلا و یاب اس از آیت ۶ تا ۳۵ میں ہے۔

یہ اس میں نے مدین کی عورتوں اور لوگوں کے بچوں کو اسیر کیا۔ اور ان کے مویشی۔ بھیر مکرئی اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔

اور ان کے سارے مردوں کو جس دن دسے رہتے تھے۔ اور ان کے تمام قلعوں کو بھونک دیا۔ اور یہ عقدہ تھا کہ کیا تم نے ان کی

سب عورتوں کو حیا رکھا۔ ان کے تمام بچوں کو جو ماہِ دال ہیں قتل کر ڈالا۔ اسی طرح ہاں ہی ہر ایک عورت کو جو مرد کی محنت سے واقف

ہو چکی ہے۔ قتل کر ڈالا۔ لیکن وہ ان کی عورتوں کی محنت سے واقف نہیں ہوئیں اور ان کو اپنے لئے مردہ رکھو۔

محققین یورپ تورات کیوں کر دیکھ لیں کہ حضرت موسیٰ جو دینے وقت میں ہی قریطہ کے اسلاف کے ساتھ کیا کر چکے ہیں اور ان کو ادنیٰ غدار کی اور کھر کرداری کی کیا سزا دیکھ لیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مقابلہ کریں تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت موسیٰ کے حکم کے مقابلہ میں۔ جتنے عالمین اور اشراف المسلمین کا حکم زیادہ فرم اور ملائم تھا۔ رحمتِ عالم کے حکم میں قتل و قصاص سے عورتیں اور بچے بالکل مستثنیٰ تھے۔ حضرت موسیٰ کے حکم میں تا کیہ تھی کہ ماہِ دال عورتیں اور ماہِ دال بچے مرد قتل کر دئے جائیں کیا ان اہم تہ تہ کے معاینہ کے بعد بھی عیسائی متعصبین کو اپنی موبانہ عالمِ فریبوں پر اصرار رہے گا۔ اگر حقیقتاً کہے گا تو یہ ادنیٰ کو کر چٹھی اور سید قلبی کا روشِ تہوت ہو گا۔



وكانت ربيعة القرطية زوج النبي صلى الله عليه وسلم تسكنه  
رياض قربة وانحدرت على النبي صلى الله عليه وسلم في مكان من بني  
نخيل

حافظ ابن مندہ۔ جسکی کتاب طبقات الصحابة تمام محدثین بالحدیث کا ماحذ ہے اس میں یہ الفاظ ہیں۔  
واسوی ربيعة من ہی توبیعة تمنا اعتقها  
فلحقها ما هلهما واحتجبت وھ عبد اهلها  
وہیں پرودہ نشین ہو کر رہیں۔

حافظ ابن حجر اس روایت کو نقل کر کے کہتے ہیں۔  
وھذا فائدة حلیة اعطاهما اس الایہ  
یہ بھی مفید تحقیق ہے جس سے ان آیت پر غلط کی ہے۔

حافظ ابن مندہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکو آزاد کر دیا تھا۔ اور وہ اپنے محرمین  
جا کر میویوں کی طرح پرودہ نشین ہو کر رہیں۔ ہمارے نزدیک محقق واقعہ یہی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے کہ وہ محرم نبوی میں کہیں  
تیب ہی قطعاً وہ منکوحات میں داخل نہیں کینہ نہ تعین سیرۃ النبی ص ۳۲۲

ہو گئی صاحب کی تفسیر بالاعتقاد ہے۔ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ یہ اتفاق ہے۔ ریاض کی زوجیت کے متعلق جو عمارت کیا  
گیا ہے وہی حال ہی خمار ہے اور حقیقت یہی ہے کہ ریاض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکوحات میں تعین نہ ہو سکتا تھا بلکہ یہ  
مندہ کی روایت سے حسین یہ تصریح ہے کہ ریاض نہ گرفتار کر کے آزاد کر دی گئیں اور وہ انیغافان میں پس جا کر پرودہ نشین ہو کر میویہ  
عمکو اتفاق نہیں ہے۔ اسلئے کہ اس سے زوجیت کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی بہم طریق سے صرف انا معلوم ہوتا ہے کہ غایت شفقت سے  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کر دیا اور وہ گھر چلی گئیں۔ یہ روایت آپ کی پہلی روایتوں کے صحیح معارض بھی واقع ہوتی ہے جبکہ آپ  
طبقات ابن سعد اور ابن حجر کے اصحاب سے باسناد تاریخ مدینہ محمد بن الحسن لکھ کر ریاض کا زوجہ ہوا بیان کر چکے ہیں۔

مشکل یہ ہے کہ ابن حجر کی عبارت سے حافظ ابن مندہ کی صرف روایت نقل کر دی ہے اور اسے روایت کوئی تفصیل نہیں  
کی جس سے معلوم ہوتا کہ اصول حدیث کے مطابق یہ روایت کیسی ہے۔ ریاض کا اسم یہ ہو کر آزاد کر دیا جاتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم  
کے محاسن اشفاق اور مدارام احلاق سے مستعد نہیں لیکن ریاض کا گھر جا کر اور ہمیشہ پرودہ میں بیٹھ کر اپنی عورتانہ کیفیت و انحراف واقع معلوم  
ہوتا ہے اسلئے کہ یہ صحاب کا یہودی معاشرت میں داخل ہونا کہیں سے ثابت نہیں اس بنا پر جو روایت کہ زرقانی سے اوپر کسی گئی  
ہے اس میں بکمال تصریح بیان ہے کہ پرودہ میں رہنے کی وجہ سے ایک بار ریاض کو طلاق رجعی دی گئی تھی لیکن طلاق کے  
بعد انھوں نے بڑی کوشش و فریاد کی تو پھر نہ زوجیت میں لے لی گئیں اس بنا پر محض آزادی کے بعد اختلاف فطرت و معاشرت انکا  
پرودہ میں رہنا۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ زوجیت سے واسطہ بھی نہیں ہوا۔ کس قدر لغو اور بے اصل ہے۔

اس لئے پہلی صاحب نے ریاض کے آزاد کر دئے جانے اور گھر جا کر پرودہ میں بیٹھ رہنے کی جو روایتیں لکھی ہیں وہ  
اول تو صحیح ہیں۔ اصل ماحذ کے مختصر اقتباسات ہیں۔ دوسرے یہ کہ باوجود استعاضہ ہیں۔ اسلئے قابل احتجاج نہیں۔ زرقانی

کی وہ روایت حسیہ ہم نے ایسا مختار قائم کیا ہے۔ وہ بالکل واضح ہے اور متصل۔ ریحانہ سے بقاعہ فخریہ بعد مسلمہ ہونیکے عقد فرمایا گیا۔ مہر دیا گیا، ازواج مطہرات کی طرح یرودہ میں رہنے کی تاکید کی گئی۔ چونکہ محاسن انکی معاشرت کے خلاف تھا انھیں پسند نہ آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی ناپسندیدگی ناگوار گذری۔ اس لئے طلاق دے دی گئی۔ پھر انھوں نے باسحاح تمام حدیث کی معاف کی گئیں اور زوجیت میں لے لی گئیں۔ اور اوس دن سے موت کے دن تک سائر ازواج مطہرات کی طرح حدیث میں حاضر رہیں۔ حجۃ الوداع سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے۔ تو ریحانہ نے انتقال کیا اور بقیع میں مدفون ہوئیں۔

زرقانی نے بھی تاریخوں کی غیر متقدروایتوں کا ذکر کر کے لکھ دیا ہے۔

والہدی لے اس روایت کو متعدد طریقوں سے بیان کر کے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ریحانہ سے عقد کر لیا تھا۔ اور اوسکو یرودہ میں رکھا تھا اور یہی روایت مساحن علم کے روایت سناتے ہیں۔ روایت صحیحہ۔

لیکن اس بات پر اسے سبب لکھا اور فقہیہ کی۔

قال الحافظی بعد ان اخذ من عدلہ طرق  
انتمی وجماد صوب علیہا النجاب ہذا التبت  
عند اهل الحرم واقصر علیہ اس الاثیر

صفحہ ۱۵۰ جلد دوم

مشعل صاحب نے بھی اسکو تسلیم کیا ہے۔ مگر وہ جلد دوم میں رکھا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

اور اگر یہی مان لیا جائے کہ وہ حرم نبوی میں آئیں تب بھی وہ قطعاً مشکوہات میں تعین کسب نہ نہیں۔

حقیقت یہی تھی جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔ ریحانہ مشکوے رسالت میں داخل ہوئیں اور علامہ زرقانی کے مطابق پانچ برس کے بعد سلمہ بھری میں فضا نے الہی کو لبیک کہہ کر انتقال سراگئیں اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

ایسے صاف اور واضح مشاہدات تاریخی سے بھی اگر عیسائی متعصبین کا اطمینان نہ ہو۔ تو نیز میں محال ریحانہ کی کنیز کے غلط واقعہ کو تسلیم کر کے یہ لکھنا کہ یہی سبب ہے کہ حضرت عیسیٰ نے یا وجود و عیسیٰ کے زمانہ حاضراں حضرت شعیب سے جو سلوک کیا اوس سے کہیں زیادہ غیر اسلام کے سلوک تر فرمان اور عادلانہ تھے حضرت موسیٰ نے اپنے وقت میں غلبہ یا گرا کی شہرہ والوں کو بالکل قتل کواڈالا۔ اور کنواری لڑکیوں کو فوج کے معمولی سپاہیوں کی گرد آغوشیوں کے لئے وقف کر دیا۔ یہاں ان سے کہا گیا گیا، بلا امتیاز شوہر و وار و غیر شوہر و اما انکی تمام عورتیں قتل ہوئیں سے خود خاتمی گئیں اور آئیں جنگ کے موافق۔ عقیدہ کی گئیں۔

انہیں سے ایک عقیقہ کو جو یہ ہو گئی تعین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجیت کا شرف حمایت فرمایا۔ تو اب اس تقابل و توازن یا ہم انداز کو دیکھ کر عدالت پسند اور ضعیف مزاج حضرات کہہ دیں کہ وہ دو طریقے سے سلوک میں کون سا طریقہ بہر سلوک۔ بیدار رہی پر مبنی ثابت ہوتا ہے۔ اور کونسا حسن سلوک اور بہرہ دہی کے ثبوت دیتا ہے نہیں معلوم عیسائی متعصبین کیسے غیرت و اہلین۔ چاہی کتب الہامیہ میں ایسے جاہلانہ طریقہ سلوک کو گود میں دیا کر اسلام کے ایسے بہرہ دہانہ محاسن سلوک سے آنکھیں ملاتے ہیں۔

حضرت سید محمد اسلم اور عیسیٰ نیت کا یہ بھی ایک بہت بڑا اور قدیم معرکہ الاہل مسلمہ ہے جس پر ایک یا نہیں بشیار عیسائی

کی طرف سے اعتراض ہو سکتا۔ اور ہر بار اسلام کی طرف سے ویدائیں شکن اور سکت جہاد کو جو جائز تھے لیکن متعصین پروردگار بھی وہی ارادہ گائے مار رہے ہیں۔

یہ مسلم ہے کہ اسلام تمام تر تعینات کا متمم اور صحیح بنکر نازل ہوا تھا۔ اس لئے کہ آخر شریعت تھی اور اس کے بعد ابواب رسالت بند ہوئے والے تھے۔ یہ بھی مسلم ہے کہ ادیان گذشتہ کے ایسا اسلام کی تعلیم دینیات اور اس کی تبلیغ الہیات ہی ایک محدود زمین تھی۔ بلکہ وہ دین کا معلم بھی تھا اور دنیا کا حاکم بھی۔ ملک کا معادن بھی تھا اور قوم کا مصلح و دشمن بھی تھا۔ جاہلانہ مراسم اور آئین کی نیکیوں کا کھڑا کرنا اولین تھا۔ طبقات قومی و ذاتی مفاخرت کو ادا کرنا اصول مساوات کا قیام کرنا اسکے واجبات ضروری ترین حاصل تھا۔

عرب جمالت میں اس وقت ذاتی مفاخرت باہمانہ کا قدیم دستور ٹپسے زوروں سے جاری تھا اور اس کثرت وقوت سے کہ ایک شخص دوسرے کو مشکل سے اپنے برابر سمجھنے پر راضی ہو سکتا تھا۔ آپس کی مساویانہ سمجھنے اور ہم خانہ دانی کے معاملات میں اسی مفاخرت کی بنا پر مختلف اقوام و قبائل میں مشاجرت شروع ہو کر سلسلوں کی تسلیں برادر کرتی تھیں۔ مخدومان ملک تو ان مشاجرت میں مبتلا تھے۔ طبقہ خادمان و علمائے کیا حالت ہوگی۔ اسی سے جو بی اندازہ ہو سکتا ہے۔ اسلام اس دین کی نعمت ہمراہ لایا تھا جس کے اقرار و اختیار کے بعد خادموں و مخدوم اور حاکم محکوم اور مالک مملوک سب برابر بن گئے۔ اور ایک صف و قطار میں بلا امتیاز و اختصاص کھڑے ہوتے تھے۔ اور ایک دوسرے کے پہلو میں نانو تو کھڑے بیٹھتے تھے۔ جب خدائی عبادت میں اسلام نے باہمانہ مساوات کی یہ صورت قائم کی تو بہت قوی اور دیگر ضروریات میں وہ مساوات دیکھتے ہی ایسی ہی شان نہ کھلائے تو اسکے آئیں انصاف اور اصول اخلاق دونوں کے خلاف ہو گا۔

جہاں زینب کے ساتھ نکاح کا واقعہ پہلے تو اسی تعلیم و تبلیغ اسلامی کا پائیدار ہے۔ پھر ان کے موجودہ واقعہ نکاح سے ایک دوسرے دستور قومی کی بھی اصلاح متصو قہ تھی اور وہ یہ تھی کہ عرب میں اس وقت تک مذہبی کی جہاں لانا نہ سمجھتے شہادت سے جاری تھی۔ باپ کا پروردہ نہ لگا۔ جلیبی لڑکے کا حکم رکھتا تھا۔ نسب۔ قومیت۔ حقوق دینی اور معاملات دنیاوی میں مشارکت۔ عرص کسی امر میں مبتدی اور صلیبی سرزد میں کوئی تفریق و تمیز باقی نہیں تھی۔ اور یہ قانون فطرت کے اعتبار سے صلیبی سرزد کی ترقی تھی کا باعث تھی۔ اور قاعدہ وراثت کے لحاظ سے اگر صلیبی اولاد نہ ہو۔ تو دوسرے قریبی عزیز اقارب کے حقوق کی بھی صریح یا مالی تھی حضرت زینب کے اس ایک واقعہ سے ان دونوں جہاں لانا اور جہاں لانا دستور و مراسم کی تسبیح منظور تھی

یہ واقعہ اگر عقل سلیم نظر انصاف اور فطرت منبتی سے دیکھا جاوے تو بیک جا و بیک وقت دو خراب رسموں کی اصلاح خاص مستعمل تھا۔ اس بار اس کو موجودہ مذہب و روشنی کے زمانہ میں لائق تقریب ہونا چاہتا تھا۔ یہ قابل تسبیح و تعریف نہیں۔ لیکن اس کو کیا کہا جاوے گا۔ کہ تعصب اور فسادیت والے دونوں آنکھیں رکھ کر بھی۔ ہر امر کو ایک ہی آنکھ سے



دیکھتے ہیں۔ چشم بدین کا خاصہ ہے کہ وہ ہمیشہ ہر امر کے سمت بدرپڑتی ہے اور محاسن کی طرف متناہد ہے سے ہمیشہ تیرگی کرتی ہے گویا دیکھ ہی نہیں سکتی اگر اس واقعہ میں اس کے محاسن و افادات پر تھوڑی دیر کے لئے نگاہ کی جائے تو حنین و افزون کے سوا اعتراض کی آواز نہیں نکالی جاسکتی لیکن چونکہ طبیعت کی مدی اسی کی غلامی ہو گئی ہے اس لئے گوروا دی اور سیر قلبی سے برابر کام لیتا جاتا ہے اور حقیقت کی روشنی کی طرف آنکھ اٹھائی نہیں جاتی۔ اسلام نے عرب میں چشم رحمت کھلی تو غلاموں کے ساتھ ظلم و جور کا خونخیز نظر پیش نظر تھا۔ جوہر گزرتا درعا و قدرت رہتا ہی تھا اور نہ مقتضای فطرت انسانی معلوم اسلام علیہ السلام اس نئے طریقہ عمل سے اسکی اصلاح ضروری تھی اور آپ کا فرض مہم تھا کہ اس نئے محاسن اخلاق اور کارامد اشفاق سے ملک و قوم کو ناکاہ و مملوک کے بیامین اصول مساوات قائم رکھ کر اپنے اسوہ حسنہ کی تعلیم دے۔

حضرت زینبؓ زید ابن حارثہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت میں آئے آپ کی خدمت میں تربیت میں عادت پانچواں ہوئے ابنا ہی سے انکے ساتھ ایسے مرسانہ اور سادہ خانہ محاسن اشفاق قائم کئے گئے کہ تمام تیریش اپنے دستور رجالت کے موافق زید کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبقی کہنے لگے۔ اولاد و ذکر کے باقی رہنوی تو ہے اونکا یہ قیاس بطور ناہر صحیح بھی معلوم ہوئے لگاتار تھا۔ حالانکہ اس میں جتنی اہمیت اور حقیقت تھی باوجود خدا اور رسول کا خوب جانتا تھا۔ اس عام خیال نے آئندہ اس سے بھی زیادہ اور قوت پکڑ لی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زینب بنت امیمہ بنت حضرت عبدالمطلبؓ اپنی خاص بیوی بیوی بن کا کاح زید ابن حارثہ سے کر دیا۔ حضرت زینبؓ نے پہلے اسی نقص غلامی کے لحاظ سے انکار کیا۔

وكان رسول الله ﷺ اذ كان هو وصفيها ذليلين  
حارثه مولاكم فكرهت ذلك فجاءه ابي شرحب  
نخاري لمسا ذليلين ارقم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکا کاح ایسے غلام زینب سے کر دیا  
کے ساتھ کر دینا چاہا تو انہوں نے ماسد کرنا بیخ الداری مسح  
صحیح بخاری۔

لیکن چونکہ زینب بنت امیمہ بھی آپ ہی کی دامن تربیت میں پلی تھیں اور شرف باسلام ہو چکی تھیں اسلئے جب آپ نے ان کو اسلام میں ملوکی کی شان اعزاز و اکرام بتلائی تو یہ راضی ہو گئیں اور زید سے شجاع ہو گیا لیکن غلامی کا داغ ایسا نہیں تھا جو اسلام کی فوری شمت و شو سے ہل جاتا۔ اس بنا پر کاح ہو جانے کے بعد بھی حضرت زینبؓ کے دل میں اسکی خاش باقی رہی جس نے رن و شو کے باہر نہ تھا نفقات میں ناگوار صورت اختیار کی۔ تھیں میں سال بھر سے زیادہ اتفاق قائم نہ رہ سکا۔ زید بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں زینبؓ کی تہذیب فراموشی اور تشریف رنی کی شکایت کرتے تھے اور آپ برابر انہیں سمجھا پکارا راضی کر دیتے تھے۔ لیکن زینبؓ کے مزاج کی تہذیب کبھی کم نہیں ہوتی تھی۔ ایک بار آپ میں ایسی بگڑی کہ زید ان کے طلاق دینے پر پورے طیار ہو کر آنحضرت

صلعم کی خدمت میں اطلاع، اجازت کی عرض خاص سے حاضر ہوئے۔ ساری روئے عرض کی۔ اور کہا کہ اب مجھے صبر و تحمل کی طاقت نہیں فتح الباری میں ہے۔

حاضر دینا یہ حادثہ فقال یا رسول اللہ صلعم  
 ان ذمبت اشتد کلتی لسا کھا واد اید ان  
 اطلقھا

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابی ہریرہؓ اور کوسمما بجا کر طلاق دینے سے باز کر دیا۔ قرآن مجید ان الفاظ میں اسکی تصدیق کرتا ہے۔

وَاذْهَبْ قَوْلَ الَّذِي اٰتٰنَاكَ اللَّهُ عَلَيْهِ اَسْمَاكَ  
 عَلَيَّكَ رُحْمًا وَاتَّقِ اللَّهَ اَرَأَيْتَ

جانہن سے ماہم صغائی قلوب نہوی۔ اور باخودیا کی معاشرت روزانہ مساجد کی صورت پکڑتی گئی تو بالآخر نزدیک بن جانے سے زینب بنت اہمہ کو طلاق دیدی اور وہ نزدیک عقد نکاح سے نکل کر آزاد ہو گئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت نکاح میں زینب کو شوہر کی اطاعت کرنے اور راضی رکھنے کیلئے جیسی تاکید فرماتے تھے۔ ویسے ہی اب انکے آزاد ہو جانے پر انکی دلجوئی، ترمیم اور تفقد احوال کی طرف متوجہ ہوئے

اور بالکل فی الواقع اور صحیح ہے کہ مدینہ میں۔ زینب کا اذوقہ تحریر ان اور تفقد احوال کرنے والا سوائے ذات اقدس کے اور کون تھا۔ اس بنا پر آپ نے زینب کو اپنے جہانگیر نکاح میں لے لینا چاہا لیکن زینب کی تنہیت کے خیال

موجودہ کی وجہ سے جمال کی طعن تسبیح کا اندیشہ تھا اور اسی وجہ سے آپ نے جند سے تامل فرمایا۔  
 جو کہ تنہیت ہی کی کوئی حقیقت اور اصلیت نہیں تھی اور جو حالت کی وجہ سے آمین جو کچھ اہمیت پہنچا

تھی اور سکا محدود متاصل کر دینا منظور تھا۔ اس بنا پر قرآن ربانی اس الفاظ قرآنی میں نازل ہوا۔  
 وَتَحْفِي مِّنْ نَّفْسِكَ مَا لِلَّهِ مَنَافِعُ يَدِي تَحْفِي النَّاسَ

اور تم اپنے دل میں وہ بات بھیجتے ہو جو خدا کو اطمینان دلائے۔ اور تم  
 کوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ دینا جاسے چاہئے۔

افسوس ہے تبلی صاحب کی اختصار پر مذہبی اقتباسات قرآنی میں بھی ابہام پیدا کرتی ہے کوہ ترقی کے  
 قیام اصول مطابق اسکی نقل و استنباط میں بھی صرف متباد سے تعلق رکھا گیا ہے اور خبر سے واسطہ نہیں جو اصلی

مدعا سے بحث تھا یعنی مسئلہ تنہیت کی عدم اصلیت جو اسی آیہ کے آخری فقرات میں میری دانست میں  
 آپ کے موجودہ مختصرات سے متعقدین امت کا اطمینان ہو سکتا ہے نہ معتبرین عیسائیت کی تشفی۔ اس لئے ہم اس  
 پر برکت الہی ہرگز کو ذیل میں نقل کئے دیتے ہیں جسکے مطالب و مقاصد سے حقیقت حال کا پورا انکشاف ہو جاتا ہے۔



کیلئے قابل تسلیم ہیں اور لائق اعتبار اور جو نہیں ہیں وہ ممانوں کے مقابلہ میں نہ قابل احتجاج ہیں نہ لائق اعتبار۔ اس لئے وہ مرویات اسلامی جو معارض کلام الہی اور مخالف تان و بیان رسالت پناہی میں وہ کسی طریق سے مسلمانوں کے لئے تحت نہیں ہو سکتے۔

یہی حالت طبری کی اوس روایت کی ہے جو عیسائی معترضین کی سرمایہ تار ہے جسکی تنقید کے لئے شبلی صاحب کی عبارت کافی ہے۔

یاریخ طبری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زید سے ملنے کے لئے اون کے گھر گئے۔ زید نے تھنہ زینب کیڑے پہن رہے تھیں۔ اسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکو دیکھ لیا اور یہ الفاظ کہتے ہوئے باہر نکل آئے۔

سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ مصرف	پاک ہے جسے رتر پاک ہے وہ خدا جو دون کو پھیر
القلوب	دیتا ہے۔

زید کو یہ حال معلوم ہوئے تو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ اگر زینب آپ کو پسند آگئی ہوں تو میں ان کو طلاق دیدوں۔

میں نے یہ یہود وہ روایت اپنے دل پر ختم کر کے نقل کی ہے۔ نقل کفر کفر نباشد۔ یہی روایت ہے جو عیسائیوں کی مایہ استناد ہے لیکن ان غریبوں کو بہ بہین معلوم ہوا کہ اصول فن کے لحاظ سے یہ روایت کس پایہ کی ہے مورخ طبری نے واقعہ کے ذریعہ سے نقل کی ہے۔ جو مشہور کذاب اور روغلو ہے اور جس کا مقصد اس قسم کی یہود وہ روایتوں سے صرف یہ تھا کہ عیاسیوں کی عیش پرستی کے لئے سہاۃ آئے۔ طبری کے علاوہ اور لوگوں نے بھی اس قسم کی یہود وہ روایتیں نقل کی ہیں لیکن محدثین نے انکو اس قابل بھی نہ سمجھا کہ ان سے تعرض کیا جائے۔ حافظ ابن حجر سخت روایت پرست ہیں تاہم فتح الباری سرورہ اعراپ کی تفسیر اہل اس واقعہ کی بحث کی ہے اور دوردت اتارا حریٰ اخو حیا انی حاتم و طبری ونقلہا کثیر من المفسرین لا یسعی لتساعل مہا اور مستی راہتین آتی ہیں چکو او حامد اد طبری نے لکھا ہے اور اکثر مفسرین نے نقل کیا ہے ان روایتوں میں مشغول نہ ہوا چاہیئے۔

حافظ ابن کثیر جو مشہور محدثین میں ہیں۔ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

دکر اس حاتم و ان حریہ ہما اتارا عن بعض السلف رضی اللہ عنہما احتان نصرہ عنہما صفی لہما صحتہا فلا نور دھا وقد روی الامام احمد ہما ایضا من روایت حماد بن زید عن ثابت عن ابن رہی اللہ تعالیٰ عنہ فیہ غیر اللہ تو کذا میاقہ ایضا	انی حاتم و اس حریہ بعض اسلحا سے روایتیں نقل کی ہیں جن کو ہم غلط اندازہ کر دیا چاہتے ہیں کہ وہ غلط ہیں اور امام احمد نے جو روایت باسناد حماد بن زید کی روایتی انس سے منقول ہے۔ ایک روایت نقل کی ہے جو جوہر سے مے او سکابھی ذکر ہو کر دیا ہے کیونکہ وہ بھی غریب ہے۔
---	---

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک منافقوں کا ٹھارہ تھا حضرت عائشہ کی تہمت میں خود مسلمان بھی آلودہ ہو گئے تھے جسکو شریعت کے مطابق سزا ملنے کی تھی۔ یہی وہ روایتیں ہیں جو کبھی کبھی غیر متحرک ہونے میں باقی رہ گئیں۔ لیکن وہ عقیدہ حاکم معیار تحقیق ملندہ ہے اور عدالت کے حاکمان مجاز نہیں مستلاً امام بخاری اور امام مسلم وغیرہ۔ ان کے ہاں ایسا قبول کا ذکر تک نہیں آتا۔ سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۳۲۷

اسلام کے ساتھ عیسائیوں کی عیب جوئی اور غلط گوئی کوئی سنی بات نہیں ہے۔ متعلین شریعت ہمیشہ ہدف ملامت سے پیٹے آئے ہیں۔ مخالفین ایسی فطرتی کج فہمی سے اون کے محاسن کو بھی بدناما صورتوں میں دکھلاتے آئے ہیں۔ جناب زینب کا واقعہ بھی اسی کی مثال ہے۔ اس واقعہ میں منشاء قدرت اللہ سے رسالت اور مقتضائے عدالت تو یہی تھا۔ جو بالتفصیل اوپر بیان ہو چکا ہے۔ معترضین کو اس کے اصلی مدعا سے تو کوئی غرض ہی نہیں ہے۔ اور نہ اس کے محاسن سے کوئی واسطہ۔ ہاں۔ جاہل مشرکین اور فسد منافقین کے ہر مان نکر۔ اس پر وہی اعتراض کرتے ہیں جو مشرکین کہہ اور منافقین کہتے ہیں۔ ان سے ہزار برس پہلے کرتے آئے ہیں۔ انکی ان تعریضات میں سوائے فصاحت کے کچھ نہیں ہے۔ اور نہ حقیقت جیسا کہ تفصیل سے اوپر لکھ دیا گیا ہے۔

واقعہ شرفہ (۱) عورتوں کو پردے میں رکھنے کا اسی سال حکم ہوا۔

(۲) عورتوں کو نقاب پوش ہو کر باہر نکلنے کی اجازت ملی۔

(۳) جہالت کی رسم بنیت کی کامل تنسیخ فرمائی گئی۔

(۴) متبذنی لڑکی کے منکوحہ سے۔ اس کے آزاد ہو جانے اور مدت عدت پوری ہو جانے کے بعد نکاح کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

۱۵۔ اس کوئی کلام حسین کو طری کی بی بی عاتقہ علیہ السلام کے درمیان میں کلام احمدیت اور مخالف تان رسالت۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ تھیں وہ متاخرین عیسائی شخصوں کے تمام اعتراضات کا مرکز بھی ہی ہے۔ لیکن سنی صاحب نے اپنی سنی کی مذکورہ بالا حدیث میں ایسی قدیم احادیث کے مطابق طری کی بی بی عاتقہ اور سب مصاد تکرار ہے۔ حالانکہ آپ کی ایک روایت لاف و دعوات سے تات ہوتا ہے کہ اس غلط نگاری کی ابتدا بھی تھیں دوسری ہی سے قائم ہوئی ہے۔ اور تیسری اس الی حامد داری سے لیکر امام احمد بن حنبل کے صد تک کے ایسے معتبر و مستند و اہل موصوعات و کتب و کلمات سے ہرے پرچے ہیں۔ اب آپ کا یہ لکھا کہ وہ روایتیں جو کبھی غیر متحرک ہونے میں باقی رہ گئیں ہیں۔ کہنے والے تسلیم ہو سکتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کی یہ روایات موجود ہیں تو اب کے صد تک امام احمد بن حنبل کی روایتیں جو کبھی غیر متحرک ہونے میں باقی رہ گئیں ہیں۔ تو صحیح نگاری کی محنت کہ قابل اعتبار کسی ہے۔ حالانکہ شیخ السیوطی امام احمد بن حنبل صاحب حدیث کے حوالہ سے کہتے ہیں۔ اس ساریں سے ترحمات و حکام کی کمالوں میں داخل کئے ہیں کہ قابل استخراج و اعتبار ہو سکتے ہیں۔

۱۶۔ حال ہے کہ امام احمد بن حنبل کی روایتیں اور یہ کلام آپ کے حاکمان غازی کی عقیدہ ترویج۔ ہم کو تو صرف اس سادہ لفظوں میں کہنا چاہیے کہ ان کا کشف کر کے یہ دکھایا جائے کہ یہ غلط روایت کیسے طری ہی لے گئے ہیں۔ لکھ کر قریب قریب تمام محدثین دوسری کی تائید میں منقول ہے۔ ان کے تمام طری کو اس کی نقل و استناد کے لئے لرم ٹھہرا مولانا روایت اور محققان عدالت سے صبر ہے۔

اللف الاحقر  
سیا ولا حیدر غفری

(۵) پرانی عورت پر منطہ تہمت لگانے کے لئے حد قذف کا حکم ہوا  
(۶) زین و تنو کے درمیان لباس کے طالعہ، عارقت کا بھی اسی سال حکم دیا گیا۔ لیکن قسم حلفی کو کہتے ہیں۔ حابیس کے براب  
پر جب شاہد صادق موجود نہ ہوں تو جانبین اپنے اپنے دعوے کی صداقت کی نسبت قسم شرعی کھائیں اور اس کے بعد  
دووں میں تفرقہ کر دیا جائے۔

(۷) دستور جہالت کے مطابق عرب میں طہار بھی ایک قسم کی طلاق تھی۔ اسلام کی شان انصاف اور مقدار عدالت لے  
جانبیں کی اس اتفاقی شکر رنجی اور نزاع لفظی کو طلاق شرعی کی اہمیت نہیں دی۔ اور صرف کھارہ (حقیقتاً وید  
و حصبہ کا بدلہ) کی ادا کاری کی حد تک رکھا۔ اس کھارہ کے نزول حکم کا بھی یہی سال تحقق ہوتا ہے۔

عرصہ یہ تمام تر سال حقوق سوان میں مساوات و سہولیات کے قائم ہونے کا مبارک عموال نامت ہوتا ہے۔  
نرا ہواؤں بدین نگاہوں کا جواں واقعات کو دیکھ کر بھی اسلام کو نصف سوان کی نسبت غنیمت و جبر کا ملزم ٹھہراتے ہیں۔  
تم بیدار ندیس کہ رکبہ باد حیب بن سید ہنر و یگران

(۸) اسی سال یابی سے ملنے کی حالتوں میں یتیم کا بھی حکم مارل ہوا۔

(۹) نماز خوف کا بھی اسی سال حکم ہوا۔

## تَمَّتْ بِالْحَنَاءِ دِیس

تَمَّتْ الْمَجْلَدُ الثَّانِي مِنَ السِّيَرَةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ الْمَوْسُومِ

بِالْأَسْوَةِ الرَّسُولِ صَلَوَاتُ وَسَلَامُ عَلَيْهِ

وَاللَّهُ مِنْ رَبِّ الْقُلُوبِ الْعَقُولِ

المولف الاحم

سید اولاد حیدر علی عمنہ

کو اتھ ضلع آرہ

شریف عمارت

۹ رمضان ۱۳۳۲ھ